(متن حدیث معرب)

لفخر المحدثین الناقد مولانا ظفر احمد العثمانی التھانوی رحمہ اللہ

مولانا نعیم احمد

مدرس: جامعہ خیر المدارس ملتان شہر

جلد سوئم

مکتبہ امدادیہ

فہرس

ابواب احیاء السنن جلد سوم

کتاب الحج

ابواب جمرات کی رمی اور اس کے آداب کے بیان میں

حج کے مختلف مسائل

ابواب احرام کی قسمیں

ابواب الجنایات

ابواب شکار کرنے کی جزاء

حج سے متعلق مختلف مسائل

ابواب الاحصار

ابواب کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنا

ھدی کا بیان

کتاب النکاح

مُحرمات کا بیان

ابواب ولی اور کفو کے بیان میں

کفاءت (ہمسری) کا بیان

ابواب المهر

ابواب کفار کے نکاح کا بیان

ابواب القسم

رضاعت کا بیان

ابواب نکاح سے متفرق مسائل

کتاب الطلاق

ابواب الایمان فی الطلاق

ابواب الرجعة

فصل: طلاق مغلظہ والی عورت خاوند کے لئے کیسے حلال ہوسکتی ہے

ایلاء کے ابواب

خلع کے ابواب

ابواب الظہار

ابواب اللعان

عورت پر قدرت نہ رکھنے والے کا بیان

ابواب العدۃ

سوگ کا بیان

ثبوت نسب کا بیان

ابواب بچے کی پرورش کے بیان میں اور اس بیان میں کہ بچے کو لینے کا زیادہ حق دار کون ہے

نفقہ کے ابواب

کتاب العتاق

کتاب قسموں کے بیان میں

کتاب الحدود

فصل حد نافذ کرنے کی کیفیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدالانبیاء وخاتم المرسلین۔

اللہ پاک نے انسانوں کی ہدایت وراہنمائی کے لئے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا، جس کی آخری کڑی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حق جل شانہٗ نے قرآن کریم نازل فرمایا اوراس کے احکام ومجمل مقامات کی توضیح وتشریح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حق جل شانہٗ نے خود بذریعہ وحی کرائی۔ چنانچہ فرمایا: **وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم لعلھم یتذکرون.**

چنانچہ آپ موقع بموقع یہ فریضہ ساری زندگی ادافرماتے رہے۔ مجملات کی تفصیل ہوتی رہی اور بسااوقات اس میں بوجہ مصلحت کے نسخ بھی جاری ہوتا۔ بہرحال آپ کی ساری حیاتِ طیبہ کوصحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے من حیث الجماعۃ محفوظ کرلیا۔ پس یہ دعویٰ بجاطور پر درست اور حقیقت پرمبنی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہرقول اورفعل محفوظ ہے۔ اگرچہ قرنِ اوّل میں یہ کتابی صورت میں مرتّب نہ ہوں مگر جماعت صحابہ اس پرعمل پیرا ضرورتھی۔

حضرات صحابہ کرام کے بعد علماء راسخین نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کومرتّب کیا جاوے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں متعدد حضرات نے اپنی زندگیاں اس مقصد کے لئے وقف کردیں اور یوں مکمل طور پر جمع روایات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اگرچہ انفرادی طور پر بعض صحابہ کرام نے بھی یہ کام کیا تھا، مگراب ضرورت جامعیت کی تھی۔ چنانچہ یہ کام جب شروع ہواتو پھرضرورت محسوس ہوئی کہ ایسے اصول وقوانین مرتب کئے جاویں جن کے ذریعے منشاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھنے میں سہولت ہو۔ اب ظاہر ہے کہ اس کے لئے قرآن وحدیث کے ذخیرہ کے علاوہ لغت عرب پرمکمل دسترس ہونے کے ساتھ اعلیٰ درجہ کا اجتہادی ملکہ اوراخلاص و تقویٰ بھی ضروری ہے۔ اللہ پاک نے خیرالامم میں بے شک ایسے افراد ایک بڑی تعداد میں پیدا فرمائے اوراُنہوں نے اس ذیل میں قابلِ قدرخدمات سرانجام دیں مگرعملی طور پرقبولیت عامہ جوائمہ اربعہ اوران میں خصوصاً حضرت امام ابوحنیفہ کونصیب ہوئی وہ کسی کونہیں ہوئی۔ آپ نے اپنے تلامذہ اور بعض معاصرین کی جماعت کے ساتھ جواس ذیل میں خدمت سرانجام دی پوری اُمت آپ کے اس کارنامہ پرشکرگزار ہےاورآپ کے اس شجرِ طوبیٰ سے مسلسل استفادہ کررہی ہے، **فجزاہ اللہ احسن الجزاء.**

برصغیر پرانگریز کے غلبہ کے بعد جہاں اور فتنے نمودار ہوئے ان میں سے ایک فتنہ انکارِ فقہ کا بھی ہے۔ چنانچہ ایک منظم طریقہ سے ائمہ مجتہدین خصوصاً حضرت امام ابوحنیفہؒ کو یوں کہہ کر بدنام کرنے کی ناکام کوشش کی گئی کہ ان کو حدیث کا علم نہ تھا اور (العیاذ باللہ) یہ احکام و مسائل حدیث کے خلاف ہیں۔ ان حالات میں حفاظتِ دین کے لئے ضروری ہوگیا کہ اس غلط پروپیگنڈا کا رَدّ کیا جاوے۔ اس لئے کہ برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت احکام و مسائل میں حضرت امام ابوحنیفہ کی مقلّد تھی۔ اب جب انکارِ فقہ اور حضرت امام صاحبؒ پر طعن کا دروازہ کھلے گا تو یقیناً عام آدمی دین سے برگشتہ ہوجائے گا۔ چنانچہ علماء کرام اس فتنہ سے غافل نہیں ہوئے اور اُنہوں نے تقریر و تحریر کے ذریعہ اس کا رَدّ کیا۔ اس ذیل میں محدثِ جلیل حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت حضرت اقدس مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے ایماء پر ان کی سرپرستی میں احادیث مبارکہ کا ایک مجموعہ "اعلاء السنن" کے نام سے مرتب کیا، جس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ الحمدللہ فقہ حنفی کا ایک ایک ثبوت بالقرآن والحدیث ہے اور نص جہاں نہ تھی وہاں قیاس کی طرف رجوع بھی نص ہی کی روشنی میں کیا گیا۔ الحمدللہ اس کتاب کو عرب وعجم کے علماء کی تائید حاصل ہوئی۔ اور آج علماء کرام اور حضرات مدرسین اس کتاب سے استفادہ کر رہے ہیں۔ مگر اصل کتاب عربی میں ہے اور جامعیت کا تقاضا ہے کہ اس کے فائدہ کو عام کیا جاوے۔ اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائیں جامعہ خیر المدارس ملتان کے قابلِ قدر مدرّس برادرِ عزیز جناب مولانا نعیم احمد زید مجدہٗ کو کہ اُنہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ اس کا سلیس ترجمہ کرکے اس کے فائدہ کو عام اور تام کردیا۔ فجزاہ اللّٰہ احسن الجزاء.
آپ کے والد گرامی جناب مولانا حافظ نور احمد صاحب مدظلہٗ کی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ ان جیسی کتب کی اشاعت کو ترجیح دی جاوے۔ چنانچہ ان کی دلچسپی سے یہ کتاب منظرِ عام پر آرہی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مدظلہٗ کی اس خدمت کو قبول فرمائیں اور یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچے، آمین۔

ایں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

محمد عابد عفی عنہ
مدرّس جامعہ خیر المدارس ملتان
یکے از خدام حضرت بہلوی قدس سرہٗ
۲۹ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْحَجِّ

وقوله عزوجل: ﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾۔

بَابُ اَنَّ الْحَجَّ لَا يَجِبُ فِي الْعُمْرِ اِلَّا مَرَّةً

۲۵٤٩- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ فَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا، فَقَالَ رَجُلٌ: أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَوْ قُلْتُ: نَعَمْ، لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ﴾۔ رواه احمد، و مسلم، والنسائی، وتمامه: ثم قال: ﴿ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ﴾۔ و فی لفظ: ﴿وَلَوْ وَجَبَتْ مَا قُمْتُمْ بِهٖ﴾ کذا فی "النیل" (٤-١٦٠)۔

کتاب الحج

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا لوگوں پر فرض ہے یعنی اس آدمی کے ذمے فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھے۔ (سورۂ آل عمران)۔

فائدہ: حدیث میں سبیل کی تفسیر زاد اور راحلہ سے کی گئی ہے یعنی سواری کا بندوبست بھی ہو اور سفرخرچ کا انتظام بھی۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۲۵۵۴ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

باب حج پوری عمر میں صرف ایک مرتبہ ہی فرض ہے

۲۵۴۹۔ ابوھریرہؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے پس تم حج کرو، کسی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہر سال حج کریں؟ آپ ﷺ خاموش رہے، پوچھنے والے نے تین مرتبہ یہ پوچھا پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کر دیتا تو ہر سال فرض ہوجاتا لیکن تم ہر سال حج کرنے کی طاقت نہ رکھتے (احمد، مسلم، نسائی) پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم مجھے اتنی ہی بات پر چھوڑ دو جس پر میں تمہیں چھوڑ دوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اگر یہ (حج ہر سال) واجب ہو جاتا تو تم اس کو ادا نہ کر سکتے (نیل الاوطار)۔

فائدہ: حدیث سے معلوم ہوا کہ پوری عمر میں ایک مرتبہ حج فرض ہے اور یہ جو فرمایا مجھے اتنی ہی بات پر چھوڑ دو۔ الخ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک شارع کی طرف سے کوئی حکم نہ پہنچے اس وقت تک بندوں پر کوئی چیز واجب نہیں ہوتی۔ نیز اس میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔

۲۵۵۰- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ! كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ، فَقَامَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ، فَقَالَ: أَفِي كُلِّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: لَوْ قُلْتُهَا لَوَجَبَتْ، وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوْا بِهَا، وَلَمْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْمَلُوْا بِهَا، اَلْحَجُّ مَرَّةً فَمَنْ زَادَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ﴾- رواه احمد، والنسائی بمعناه، واخرجه ایضا ابوداود، وابن ماجة والبیهقی والحاکم، و قال: صحیح علی شرطهما- (نیل الاوطار ٤:١٦٠)

بَابُ وُجُوْبِ الْحَجِّ عَلَى الْفَوْرِ

۲۵۵۱- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ﴿تَعَجَّلُوْا اِلَى الْحَجِّ- يَعْنِي الْفَرِيْضَةَ-، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَا يَدْرِيْ مَا يَعْرِضُ لَهٗ﴾- رواه احمد- (نیل الاوطار٤-١٦٤) وصححه الحاکم فی "المستدرک" (١-٤٤٨) واقره علیه الذهبی-

۲۵۵۲- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ، اَوْ اَحَدِهِمَا عَنِ الْآخَرِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ، فَاِنَّهٗ قَدْ يَمْرَضُ الْمَرِيْضُ، وَتَضِلُّ الرَّاحِلَةُ وَتَعْرِضُ الْحَاجَةُ﴾- رواه احمد، وابن ماجة، و فی اسناده اسماعیل بن خلیفة العبسی ابو

۲۵۵۰- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے۔ اقرع بن حابسؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہر سال فرض ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں ہاں کر دیتا تو واجب ہو جاتا اور اگر واجب ہو جاتا تو تم عمل نہ کرتے اور تم ہر سال حج کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے ہو، حج ایک مرتبہ فرض ہے۔ اور ایک سے زیادہ مرتبہ کرو گے تو وہ نفلی ہوگا (احمد، نسائی، ابوداود، ابن ماجہ)۔ اور یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے (نیل الاوطار)۔

فائدہ: اس بات پر اجماع ہے کہ حج ایک ہی مرتبہ فرض ہے، نووی اور حافظ وغیرہ نے ایسا ہی کہا ہے (نیل) احناف کے نزدیک ایک سے زائد حج نفل ہونگے اور فما زاد فهو تطوع اس پر دلیل ہے۔

باب حج فوری طور پر فرض ہے

۲۵۵۱- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فرض حج جلدی ادا کرو اس لئے کہ کسی کو کیا معلوم کہ اسے کیا حادثہ پیش آ جائے۔ اسے احمد نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار) حاکم نے مستدرک میں اسے صحیح کہا ہے اور ذھبی کی بھی یہی رائے ہے۔

۲۵۵۲- ابن عباسؓ فضل سے یا فضل، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے چاہیے کہ جلدی ادا کرے اس لیے کہ اسے کوئی مرض لاحق ہو سکتا ہے، یا کوئی مشقت پیش آ سکتی ہے یا کوئی ظاہری حاجت رکاوٹ بن سکتی ہے (احمد، ابن ماجہ)۔ اس میں ایک راوی اسماعیل صدوق (سچا) اور کمزور حافظے والا ہے لیکن دوسرے شواھد کی بناء پر یہ حدیث حسن ہے (بو

اسرائيل صدوق ضعيف الحفظ، كذا فى "النيل" (٤-١٦٥)، قلت: وله شواهد كما سنذكره، فالحديث حسن۔

بَابُ اِشْتِرَاطِ الْحُرِّيَّةِ وَالْبُلُوْغِ لِوُجُوْبِ الْحَجِّ

٢٥٥٣- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿اَيُّمَا صَبِيٍّ حَجَّ ثُمَّ بَلَغَ الْحِنْثَ فَعَلَيْهِ اَنْ يَّحُجَّ حَجَّةً اُخْرٰى، وَاَيُّمَا اَعْرَابِيٌّ حَجَّ ثُمَّ هَاجَرَ فَعَلَيْهِ اَنْ يَّحُجَّ حَجَّةً اُخْرٰى، وَاَيُّمَا عَبْدٍ حَجَّ ثُمَّ اُعْتِقَ فَعَلَيْهِ اَنْ يَّحُجَّ حَجَّةً اُخْرٰى﴾۔ رواه الحاكم فى "المستدرك"، و قال: حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه، و صوب البيهقى وقفه، وقال: تفرد برفعه محمد بن المنهال۔ واستدرك الشيخ فى الامام على البيهقى، و قال: رواه الاسماعيلى فى مسند الاعمش عن الحارث بن سريج ابى عمر النقال عن يزيد بن زريع به مرفوعا، فزال التفرد اهـ۔(زيلعى ١-٨٦٨) ويؤيد صحة رفعه ما رواه ابن ابى شيبة فى "مصنفه": نا ابو معاوية، عن الاعمش، عن ابى ظبيان، عن ابن عباس، قال: احفظوا عنى، ولا تقولوا قال ابن عباس رَضِيَ اللّٰهُ

حجت پکڑنے کے قابل ہے)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حج فرض ہوجانے کے بعد جلدی ادا کرنا واجب ہے کیونکہ حج فرض ہوجانے کے بعد کسی رکاوٹ کی وجہ سے اگر حج نہ کیا تو گناہ گار ہوگا اور یہ رکاوٹ موت بھی ہوسکتی ہے۔ اور اس باب میں موقوف صحیح روایات بکثرت وارد ہیں جو فوری وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔

باب حج کے فرض ہونے کے لئے آزاد اور بالغ ہونا شرط ہے

۲۵۵۳۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس بچے نے حج کیا اور حج کرنے کے بعد وہ بالغ ہوا تو اس پر ضروری ہے کہ وہ دوبارہ حج کرے اور جس دیہاتی نے حج کیا اور حج کرنے کے بعد پھر اس نے ہجرت کی تو اس پر ضروری ہے کہ وہ دوبارہ حج کرے اور جس نے غلامی کی حالت میں حج کیا اور حج کے بعد وہ آزاد ہوا تو اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہے۔ حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو روایت کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچپن کے حج اور غلامی کے حج کا اعتبار نہیں اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ جس دیہاتی نے ہجرت سے قبل حج کیا تو وہ ہجرت کے بعد دوبارہ حج کرے یہ حضور ﷺ کے زمانے پر محمول ہے اس لئے کہ اس وقت اسلام کیلئے ہجرت شرط تھی۔ اب ہجرت اسلام کے لئے شرط نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ **لا هجرة بعد الفتح**، یعنی فتح مکہ کے بعد اب ہجرت ضروری نہیں۔

عَنۡهُمَا فذكره، وهذا ظاهره انه اراد انه مرفوع۔ كذا فى "التلخيص الحبير" (۱-۲۰۲)۔ واخرجه الضياء فى "المختارة" كما فى "كنز العمال"، واحاديثه فى "المختارة" صحاح على قاعدة الكنز۔

بَابُ اِشۡتِرَاطِ الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ

۲۰۰٤- عَنۡ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ فِىۡ قَوۡلِهٖ تَعَالٰى: ﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الۡبَيۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَيۡهِ سَبِيۡلًا﴾: قِيۡلَ: يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ مَا السَّبِيۡلُ؟ قَالَ: ﴿اَلزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ﴾۔ اخرجه الحاكم فى "المستدرك"، و قال: صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه، قال: وتابعه (اى سعيد بن ابى عروبة) حمادُ بن سلمة، عن قتادة، ثم اخرجه كذلك، و قال: صحيح على شرط مسلم۔(زيلعى ١-٤٦٩) و فى "الدراية": رجاله موثقون اه۔ و قد روى سن طرق اخرى صحيحة عن الحسن مرسلا فى سنن سعيد بن منصور، و من طرق عديدة سرفوعا عن ابن عمر، و ابن عباس، و عائشة، وجابر، و عبدالله بن عمرو بن العاص، وابن مسعودرَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ، سروية فى سنن ابن ماجة، والترمذى، والدارقطنى، وابن عدى اه۔ كذا فى حاشية "الهداية" (١-٢١٢) عن "فتح القدير"۔

۲۰۰۰- عَنِ ابۡنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُوۡلَ

باب زاداور راحلہ حج کی ادائیگی کیلئے شرط ہیں

۲۵۵۴۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "کہ ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں" کی بابت حضور ﷺ سے عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ سبیل سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا زادِ راہ اور سواری۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ اور پھر اس کی متابعت میں سعید بن ابی عروبہ کی ایک صحیح حدیث ہے اور وہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور درایہ میں ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ نیز یہ حدیث دوسرے صحیح طرق سے مرفوعاً ابن عمر، ابن عباس، عائشہ، جابر، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے ترمذی، ابن ماجہ، دارقطنی اور ابن عدی میں مروی ہیں (حاشیہ ھدایہ)۔

۲۵۵۵۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر یہ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ حج کس چیز سے فرض ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا زادِ راہ اور سواری سے (ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اہل علم کے ہاں اسی پر عمل ہے کہ جب آدمی زاد و راحلہ کا مالک ہو تب اس پر حج فرض ہوتا ہے۔

انّمَا يُوجِبُ الْحَجَّ؟ قَالَ: ﴿اَلزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ﴾۔ اخرجه الترمذی۔ و قال: حديث حسن، والعمل عليه عند اهل العلم، ان الرجل اذا ملك زادًاوراحلة وجب عليه الحج اه۔(۱-۱۰۰)۔

بَابُ اِشْتِرَاطِ الصِّحَّةِ وَعَدَمِ الْحَبْسِ وَالْخَوْفِ مِنَ السُّلْطَانِ وَعَدَمِ الْمشقَّةِ الظَّاهِرَةِ وَاَمْنِ الطَّرِيقِ لِوُجُوْبِ الْاَدَاءِ

۲۰۵۶- عَنْ اَبِی اُمَامَةَ﷜ مَرْفُوْعًا: ﴿مَنْ لَّمْ يَحْبِسْهُ مَرَضٌ، اَوْ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ،اَوْ مَشَقَّةٌ ظَاهِرَةٌ اَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ، فَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ اِنْ شَاءَ يَهُوْدِيًّا، وَاِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا﴾ اخرجه سعيد بن

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے پاس زادِراہ اور سواری کا انتظام ہو اس پر حج فرض ہے لیکن یاد رکھیں کہ زادِراہ سے درمیانے درجہ کا نفقہ مراد ہے اور سواری سے مراد ایسی سواری ہے کہ جس پر وہ آسانی سے مکہ پہنچ سکے۔ وہ بھی ملکیت ہونا یا اجرت پر لینے کی استطاعت ہونا ضروری ہے۔

باب صحت ہونا اور بادشاہ سے کسی قسم کا خوف اور رکاوٹ نہ ہونا اور ظاہری مشقت کا نہ ہونا اور راستے کا پُر امن ہونا وجوبِ ادا کیلئے شرط ہیں

۲۵۵۶۔ ابو امامہؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (حج فرض ہو جانے کے بعد) نہ کسی مرض نے اسے روکے رکھا، نہ ظاہری حاجت مانع ہوئی، نہ ظاہری مشقت رکاوٹ بنی اور نہ ہی ظالم بادشاہ نے روڑے اٹکائے (یعنی ہر طرح سے حالات حج کے لئے سازگار تھے) اس کے باوجود اس نے حج نہ کیا تو (ہماری بلا سے) وہ چاہے یہودی یا نصرانی ہو کر مرے۔ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور احمد، ابو یعلی اور بیہقی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس حدیث کے دوسرے طرق شوکانی نیل الاوطار میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کم از کم حسن ضرور ہے جو جمہور کے ہاں حجت کے قابل ہے۔

فائدہ: مرض سے مراد وہ مرض ہے جو سفر کرنے اور بیت اللہ تک جانے سے مانع ہو اور ظاہری حاجت سے مراد (مثلاً) بچے نے دودھ پیتے بچے کی پرورش ہے اور ظاہری مشقت سے مراد (مثلاً) اتنا بوڑھا ہونا ہے کہ وہ سواری پر بیٹھ ہی نہ سکے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب اس پر حج فرض ہوا تو ان رکاوٹوں میں سے کوئی رکاوٹ نہیں تھی اس کے باوجود اس نے حج نہیں کیا تو اس کے لئے یہودی یا نصرانی ہو کر مرنے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہاں ان عذروں میں سے کسی عذر کی موجودگی میں تاخیر درست ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صحت بدن، عدم قید اور عدم خوف اور راستے کا پرامن ہونا وجوبِ ادا کی شرائط میں سے ہیں اور زادِراہ اور سواری کی دستیابی نفسِ وجوب کی شرائط ہیں۔ احادیث سے یہی مستفاد ہوتا ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ (حاشیہ ہدایہ)۔

منصور فی سننه و احمد وابو یعلی والبیهقی وله طرق عدیدة ذکرها الشوکانی فی النیل ثم قال: ان مجموع تلك الطرق لایقصر عن کون الحدیث حسنا لغیره وهو محتج به عند الجمهور اهـ(٤:١٦٥)

٢٥٥٧- عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ خَثْعَمَ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ أَبِیْ أَدْرَکَهُ الْإِسْلَامُ وَهُوَ شَیْخٌ کَبِیْرٌ لَا یَسْتَطِیْعُ رُکُوْبَ الرَّحْلِ، وَالْحَجُّ مَکْتُوْبٌ عَلَیْهِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ : أَنْتَ أَکْبَرُ وَلَدِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَرَأَیْتَ لَوْ کَانَ عَلٰی أَبِیْكَ دَیْنٌ فَقَضَیْتَهُ عَنْهُ أَکَانَ یُجْزِئُ ذٰلِكَ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاحْجُجْ عَنْهُ۔ رواه احمد والنسائی بمعناه، قال الحافظ: ان اسناده صالح۔ کذا فی "نیل الاوطار" (٤:١٦٦)۔

بَابُ اِشْتِرَاطِ الْمَحْرَمِ اَوِ الزَّوْجِ لِوُجُوْبِ اَدَاءِ الْحَجِّ عَلَی الْمَرْأَةِ

٢٥٥٨- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ﴿لَا تَحُجُّ امْرَأَةٌ إِلَّا

۲۵۵۷۔ عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کا ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے والد صاحب مسلمان ہیں اور وہ اتنے بوڑھے ہیں کہ سواری پر سوار نہیں ہو سکتے اور حج بھی ان پر فرض ہے تو کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس کا بڑا بیٹا ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا دیکھ اگر تیرے باپ پر کوئی قرض ہو اور تو اس کی طرف سے ادا کرے تو کیا اس کی طرف سے ادا ہو جائے گا؟ اس نے عرض کیا جی ہاں! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی طرف سے حج ادا کر (احمد، نسائی) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند حجت کے قابل ہے (نیل)۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ صحت اور راستے کا پُر امن ہونا، بادشاہ کی طرف سے کسی قسم کا خوف نہ ہونا یہ حج کے وجوب ادا کیلئے شرط ہیں یعنی اگر یہ رکاوٹیں ہوں تو حج تو فرض ہوگا البتہ یہ ہے کہ ظاہری مشقت کی بناء پر خود ان کے ذمے حج ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ وہ کسی اور سے حج کروائیں یا مرتے وقت حج کی وصیت کر دیں، یہی حکم اندھے، فالج زدہ، یا دونوں ہاتھ، یا دونوں پاؤں کٹے ہوئے آدمی کا ہے۔

باب عورت پر حج کے وجوب ادا کیلئے شوہر یا محرم کا ہونا شرط ہے

۲۵۵۸۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک عورت کے ساتھ محرم نہ ہو وہ حج نہ کرے، ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے فلاں غزوے میں نام لکھوایا ہے اور میری بیوی اس سال حج کر رہی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا

وَمعَهَا مَحْرَمٌ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! اِنِّيْ اِكْتَتَبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَامْرَاَتِيْ حَاجَّةٌ، قَالَ: اِرْجِعْ فَحُجَّ مَعَهَا﴾۔ رواه البزار، واخرجه الدارقطني بنحوه، واسناده صحيح۔ (دراية ۱۸۳)۔

۲۵۵۹- عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ﷛ رَفَعَهُ: ﴿لَا يَحِلُّ لِاِمْرَاَةٍ مُسْلِمَةٍ اَنْ تَحُجَّ اِلَّا مَعَ زَوْجٍ اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ﴾ وفيه ابان بن ابي عياش وهو متروك، رواه الطبراني، واخرجه الدارقطني من وجه آخر بنحوه، بلفظ: ﴿لَا تُسَافِرُ اِمْرَاَةٌ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوْ تَحُجُّ اِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا﴾۔ و فيه جابر الجعفي، (دراية۱۸۳)۔ قلت: قد انجبر ضعفه بتعدد الطرق، وجابر الجعفي حسن الحديث على الاصل الذي اصلناه غير مرة۔

۲۵۶۰- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا: ﴿لَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ ثَلَاثًا اِلَّا وَمَعَهَا

لوٹ جا اور اس کے ساتھ حج کر (بزار، دارقطنی) اس کی سند صحیح ہے (درایہ)۔

۲۵۵۹۔ ابوامامہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان عورت کیلئے یہ حلال نہیں کہ وہ شوہر یا محرم کے بغیر حج کرے (طبرانی) اور دارقطنی کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ کوئی عورت تین دن کا سفر یا حج بغیر شوہر کے نہ کرے۔ یہ حدیث تعدد طرق کی وجہ سے حسن کے درجے کی ہے۔ اور جابر جعفی بھی ہمارے بیان کردہ اصول کے مطابق حسن الحدیث ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بالغ عورت خواہ وہ بوڑھی ہو یا اگرچہ اس کے ساتھ قابل اعتماد عورتیں ہوں یا اگرچہ اس کے ساتھ دوسرے نیک مرد ہوں پھر بھی بغیر محرم کے حج پر نہ جائے۔ اور یہی حکم عام سفر کا ہے اور شیخینؒ سے مروی ہے کہ ایک دن کی مسافت بھی بغیر محرم کے نکلنا مکروہ ہے (اور مناسب ہے کہ فساد زمانہ کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہو) اور اس کی تائید بخاری و مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایماندار عورت کے لئے ایک دن کی مسافت کے سفر کیلئے بغیر محرم کے نکلنا حلال نہیں ہے۔ (درایہ) الغرض اصل تین دن کی ہی روایات ہیں لیکن بعض روایات میں دو دن یا ایک دن کا ذکر فساد زمان وغیرہ احوال کے عارض آنے پر محمول ہے اور مستان کے حالات بھی بغیر محرم کے ایک دن کے سفر کی حرمت کا تقاضا کرتے ہیں۔ الحمدللہ احناف نے احادیث کے درجات کی کتنی رعایت کی ہے اور کس طرح انہوں نے مختلف احادیث کو جمع کر دیا ہے۔ اس باب میں آپ ان کو کسی بھی حدیث کا تارک نہیں پائیں گے الا یہ کہ اس کا منسوخ ہونا ثابت ہو یا واضح طور پر موضوع ہو لیکن آج کل ایک ٹولہ ضالہ ایسا ہے جو عالمین بالسنۃ پر لعن طعن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہے اور یہ بہتان باندھتا ہے کہ ''ابوحنیفہ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں''۔ واللہ یہ جھوٹ ہے بلکہ امام ابوحنیفہؒ تو ضعیف حدیث کو بھی اپنی رائے پر ترجیح دیتے ہیں۔

۲۵۶۰۔ ابن عمرؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ عورت محرم کے بغیر تین راتوں کا سفر نہ کرے اسے شیخین نے روایت کیا ہے (درایہ)۔

ذُوْمَحْرَمٍ﴾- وَفِيْ لَفْظٍ: ثَلَاثَ لَيَالٍ- و في لفظ: فَوْقَ ثَلَاثٍ اخرجه الشيخان-(دراية ۱۸۳)-

بَابُ الْمَوَاقِيْتِ وَاِنَّهٗ لَا يَجُوْزُ مُجَاوَزَتُهَا بِغَيْرِ اِحْرَامٍ لِمَنْ اَرَادَ دُخُوْلَ مَكَّةَ

۲۵٦۱- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، قَالَ: فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهٗ مِنْ اَهْلِهٖ، وَكَذٰلِكَ حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا- متفق عليه- (نيل الاوطار ٤-۱۷۵)-

۲۵٦۲- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتَ عِرْقٍ- رواه ابوداود والنسائي، و سكت عنه ابوداود والمنذري، قال الحافظ في "التلخيص": هو من رواية القاسم عنها، تفرد به المعافى بن عمران عن افلح عنه ، والمعافى ثقة اهـ- (نيل الاوطار ٤-۱۷۷)-

۲۵٦۳- عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ: اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا سُئِلَ عَنِ الْمُهَلِّ، فَقَالَ: سَمِعْتُ اَحْسِبُهٗ رَفَعَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ﴿مُهَلُّ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَالطَّرِيْقُ الْاٰخَرُ الْجُحْفَةُ، وَمُهَلُّ

باب مواقیت کے بیان میں اور اس بیان میں کہ مکہ معظمہ داخل ہونیوالے کیلئے ان مواقیت سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں

۲۵٦۱- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ والوں کیلئے ذوالحلیفہ ،شام والوں کے لئے جحفہ، نجد والوں کیلئے قرن منازل اور یمن والوں کیلئے یلملم کو میقات مقرر فرمایا پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہ میقات ان شہروں کے باشندوں کیلئے ہیں اور ان لوگوں کیلئے بھی ہیں جو ان شہروں سے گزر کر حرم میں داخل ہوں اور حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں ان کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ان کے گھر ہیں۔ اسی طرح مکہ معظمہ کے رہنے والے مکہ ہی سے احرام باندھیں۔ (بخاری ومسلم)۔

۲۵٦۲- عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عراق والوں کیلئے ذات عرق کو میقات مقرر فرمایا (ابوداود، نسائی) ابوداود اور منذری نے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہٰذا ان کے ہاں یہ حدیث صحیح یا حسن ہے)۔

۲۵٦۳- ابوالزبیر فرماتے ہیں کہ جابرؓ سے احرام باندھنے کی جگہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا (راوی کہتے ہیں کہ شاید انہوں نے اسے حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا) کہ مدینہ والوں کی میقات ذوالحلیفہ ہے اور دوسرا راستہ جحفہ ہے اور عراق والوں کی میقات ذات عرق ہے اور نجد والوں کی میقات قرن ہے اور یمن والوں کی میقات یلملم ہے (مسلم)۔ اور ابن ماجہ اور احمد نے یہ روایت بغیر کسی شک کے مرفوعاً روایت کی ہے (نیل)۔ اس باب میں کئی صحابہؓ سے حدیث

غَبِ الْعِرَاقِ ذَاتُ عِرْقٍ، وَمُهَلُّ أَهْلِ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ، وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ﴾- رواه مسلم و كذلك احمد وابن ماجة، ورفعا من غير شك، كذا في "النيل" (۱-۱۷۷)-

٢٥٦٤- حدثنا عبدالسلام بن حرب ، عن خصيف، عن سعيد بن جبير، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ﴿لَا تُجَاوِزُوْا الْمَوَاقِيْتَ اِلَّا بِاِحْرَامٍ﴾- رواه ابن ابى شيبة في "مصنفه"، (زيلعي ١-٤٧٣)- قال الحافظ في "الدراية": وفيه خصيف اه- قلت: فماله وهو حسن الحديث على الاصل الذى اصلناه غير مرة، قال ابن معين: لا باس به- وقال مرة: ثقة- وقال ابن سعيد: كان ثقة- كذا في "التهذيب" (٣-١٤٣،١٤٤) واخرجه البيهقى بلفظ: ﴿لَا يَدْخُلُ اَحَدٌ مَكَّةَ اِلَّا مُحْرِمًا﴾- قال الحافظ: واسناده جيد اه- (نيل الاوطار ٤-١٨١)-

٢٥٦٥- اخبرنا ابن عيينة، عن عمرو، عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ: وَاَنَّهُ رَاٰى اِبْنَ عَبَّاسٍ يَرُدُّ مَنْ جَاوَزَ الْمِيْقَاتَ غَيْرَ مُحْرِمٍ- اخرجه الامام الشافعي رحمه الله في "مسنده"- (زيلعي ١-١٧٣)-

مروی ہے (تفصیل کے لئے حاشیہ اعلاء السنن ملاحظہ فرمائیں) جن میں سے بعض بعض کی تقویت کرتی ہیں اور اس طرح یہ احادیث ابن تیمیہ اور ابن منذر پر حجت بن جاتی ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ "محدثین کے ہاں ذات عرق بارے کوئی چیز مروی نہیں" جبکہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس پر اجماع ہو چکا ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔ باقی رہا عقیق کو میقات بنانا تو یہ ذات عرق کے منافی نہیں کیونکہ یہ دونوں محاذات (برابری) میں ہیں۔

۲۵۶۴۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان مواقیت سے بغیر احرام کے نہ گذرو (مصنف ابن ابی شیبہ) خصیف (راوی) پر اعتراض کرنا غلط ہے کیونکہ وہ بیان کردہ اصول کے مطابق حسن الحدیث ہے۔ ابن معین اور ابن سعد نے اسے ثقہ کہا ہے۔ (تہذیب) اور بیہقی میں یوں روایت ہے کہ کوئی بھی مکہ معظمہ میں بغیر احرام کے داخل نہ ہو۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس کی سند عمدہ ہے۔ (نیل)

۲۵۶۵۔ ابوالشعثاء فرماتے ہیں کہ انہوں نے ابن عباسؓ کو دیکھا کہ جو بغیر احرام کے میقات سے گزرتا ابن عباسؓ اسے واپس کر دیتے۔ اسے امام شافعیؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے (نصب الرایہ) اور درایہ میں ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: مواقیت سے مراد وہ مقامات ہیں کہ حج کرنے والے یا عمرہ کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان مقامات سے بغیر احرام کے نہ گزرے بلکہ ان مقامات پر احرام باندھے یا ان مقامات سے پہلے باندھ لے۔ آخری دونوں احادیث بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے میں کراہت پر دال ہیں۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔ باقی مسلم، نسائی، احمد اور بخاری کی وہ روایت جس میں ہے کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے موقعہ پر مکہ معظمہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ ﷺ کے سر پر خود یا عمامہ تھا اور آپ ﷺ بغیر احرام کے تھے۔ تو اس کا جواب

و فی "الدراية": اسناده صحيح (١٨٤)۔

بَابُ اَنَّ الْاَفْضَلَ تَقْدِيْمُ الْإِحْرَامِ عَلَى الْمِيْقَاتِ

٢٥٦٦- عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَمَةَ الْمُرَادِيِّ، قَالَ: سُئِلَ عَلِيٌّ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾؟ قَالَ: اَنْ تُحْرِمَ مِنْ دُوَيْرَةِ اَهْلِكَ۔ اخرجه الحاكم فى "المستدرك" و قال: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه (٢-٢٧٦)۔ واقره عليه الذهبى فى تلخيصه۔ و قال الحافظ فى "التلخيص": اسناده قوى (١-٢٠٥)۔

٢٥٦٧- عن شعبة، عن الحكم بن عتبة، عَنِ ابْنِ أُذَيْنَةَ، قَالَ: أَتَيْتُ عُمَرَ فَقُلْتُ لَهٗ: مِنْ اَيْنَ اَعْتَمِرُ؟ قَالَ: اِئْتِ عَلِيًّا فَسَلْهُ، فَاَتَيْتُهٗ فَسَاَلْتُهٗ؟ فَقَالَ: مِنْ حَيْثُ اِبْتَدَاْتَ، فَذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ، فَقَالَ: مَا اَجِدُ لَكَ اِلَّا ذٰلِكَ۔ رواه وكيع فى "مسنده" كما فى "التلخيص" (١-٢٠٥) ورواته كلهم ثقات، وابن اذينة بتقديم الياء التحتانية المثناة على النون مصغرا، و قيل: بفتح الالف و

یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں قتال صرف آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھا۔ لہٰذا کسی اور کو آپ ﷺ پر قیاس کرنا غلط ہے۔ اور جوازِ قتال متقاضی ہے اس بات کا کہ مکہ معظمہ میں بغیر احرام کے داخل ہوا جائے کیونکہ احرام اور قتال میں واضح منافات ہے۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ (بقرہ) یعنی سو جو شخص ان (مہینوں) میں حج مقرر کرلے تو پھر (اس کو) حج میں نہ کوئی فحش بات (جائز) ہے اور نہ کوئی بے حکمی (درست) ہے اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے۔ نیز احرام میں قمیض وغیرہ پہننے کی اجازت نہیں جبکہ قتال میں ان چیزوں کی ضرورت شدیدہ ہوتی ہے۔ تو جب تھوڑی دیر کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ اور صحابہؓ کیلئے قتال حلال کیا تھا تو یقیناً ان کے لئے مکہ میں بغیر احرام کے دخول بھی حلال تھا۔

باب مواقیت سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے

۲۵۶۶۔ عبداللہ بن سلمہ مرادی فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے اللہ کی اس آیت ﴿اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ (کہ تم اللہ کے لئے حج اور عمرہ پورا کرو) کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ تو اپنے گھر سے ہی احرام باندھے (مستدرک حاکم) حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور ذھبی نے بھی یہی کہا ہے اور حافظ فرماتے ہیں کہ اس کی سند مضبوط ہے۔

فائدہ: مستدرک میں حاکم فرماتے ہیں کہ وحی کے شاہد صحابی کی طرف سے کسی آیت کی تفسیر حدیث مسند کے حکم میں ہے۔ لہٰذا حضرت علیؓ کا قول مرفوع حکمی کے حکم میں ہے خصوصاً جبکہ ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث مرفوع اس کی شاہد بھی ہے۔

۲۵۶۷۔ ابن اذینہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور پوچھا کہ میں یہاں سے عمرے کا احرام باندھوں؟ آپؓ

كسر الذال المعجمة، اسمه عبدالرحمن، ثقة من الثالثة كما في "التقريب" و "التهذيب"۔

۲۵٦۸- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: ﴿إِنَّ تَمَامَ الْحَجِّ أَنْ تُحْرِمَ مِنْ دُوَيْرَةِ أَهْلِكَ﴾۔ اخرجه البيهقي وابن عدي، وحسنه السيوطي في "الجامع الصغير" (۱-۹۸)۔ ولعل تحسينه لاجل الشواهد، فقد روى عن عمر كذلك، ذكره الشافعي في "الام"۔ و قال ابن عبدالبر: واما ما روى عن عمر و علي: إِنَّ إِتْمَامَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ أَنْ تُحْرِمَ بِهِمَا مِنْ دُوَيْرَةِ أَهْلِكَ، فَمَعْنَاهُ أَنْ تُنْشِئَ لَهُمَا سَفَرًاالخ، ذكره الحافظ في "التلخيص" (۱:۲۰۵) و قال: حديث ابي هريرة في اسناده جابر بن نوح (وهوضعيف)، وقال البيهقي: في رفعه نظر اھ۔

۲۵٦۹- عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ﴿مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، أَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ﴾۔ شك عبدالله ايتهما قال: قال ابوداود: احرم وكيع من بيت المقدس الى مكة۔ رواه ابو داود في "سننه" (۱:۲۵۰)، وسكت عنه۔

۲۵۷۰- مالك، عن الثقة عنده: أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَحْرَمَ مِنْ إِيْلِيَاءَ،

نے فرمایا کہ علیؓ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو پس میں ان کے پاس آیا اور پوچھا تو آپؓ نے فرمایا جہاں سے تو (سفر) شروع کر (یعنی اپنے شہر سے احرام باندھ) میں نے یہ جواب حضرت عمرؓ سے عرض کیا تو آپؓ نے فرمایا میں بھی آپ کے لئے یہی بہتر سمجھتا ہوں (مسند وکیع و تخیص الحبیر) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ سیوطی نے جامع صغیر میں اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

۲۵٦۸۔ ابوھریرہؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کامل حج یہ ہے کہ تو اپنے گھر کے دروازوں سے احرام باندھ (بیہقی وابن عدی)۔ اور شافعیؒ نے کتاب الاحرام میں حضرت عمرؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ باقی ان اتمام الحج والعمرة ان تحرم بهما من دویرة اهلک کا معنی یہ کرنا کہ "توان دونوں کے لئے سفر کر" انتہائی بعید ہے کیونکہ اس حدیث کا صریح مفہوم یہ ہے کہ تو اپنے گھر سے ان کا احرام باندھ۔

۲۵٦۹۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جوشخص مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک حج یا عمرہ کا احرام باندھے تو اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور جنت اس کے لئے واجب ہوجاتی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ امام ابوداؤد نے فرمایا کہ وکیع نے بیت المقدس سے مکہ تک احرام باندھا (سنن ابوداؤد)۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت فرمایا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم ازکم حسن ضرور ہے۔

۲۵۷۰۔ امام مالک کسی ثقہ آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے ایلیا مقام سے احرام باندھا (موطا امام مالک)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے۔ جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میقات سے احرام باندھنا افضل ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضور ﷺ اور خلفاء راشدین ؓ نے میقات سے احرام باندھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس

رواه مالك فی "الموطا" (١٢٨)-

بَابُ مَنْ كَانَ فِيْ طَرِيْقِهٖ مِيْقَاتَانِ فَلَهُ الْإِحْرَامُ مِنْ اَيِّهِمَا شَاءَ

٢٥٧١- بَلَغَنَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، اَنَّهٗ قَالَ: ﴿مَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَمْتِعَ بِثِيَابِهٖ اِلَى الْجُحْفَةِ فَلْيَفْعَلْ﴾ اخبرنا بذلك ابو يوسف، عن اسحاق بن راشد، (ذكره ابن حبان و ابن شاهين فی الثقات، ووثقه النسائی، وابن معين وابو حاتم، كذا فی "التعليق الممجد" نقلا عن "تهذيب التهذيب وغيره) عن محمد بن علی، عن النبی ﷺ، ذكره محمد فی "الموطا" (١٩٠)- وهذا سند صحيح مرسل-

کو اپنے اوپر اعتماد نہ ہو وہ میقات سے احرام باندھے تاکہ کوئی خلاف احرام چیز سرزد نہ ہو جائے۔ ورنہ گھر سے احرام باندھنا افضل ہے مذکورہ بالا احادیث کی وجہ سے۔ باقی رہا حضور ﷺ کا میقات سے ہی احرام باندھنا تو وہ لوگوں پر شفقت کرتے ہوئے ایسے کیا کہ ان پر احرام کی وجہ سے کوئی سختی نہ ہو جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ان پر تنگی ہوئی تھی۔ الغرض حضور ﷺ کا میقات سے احرام باندھنا اس وجہ سے تھا کہ لوگ احرام کے محظورات و ممنوعات میں نہ واقع ہو جائیں۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے عمرانؓ بن حصین کو کہا کہ تو نے بصرہ سے احرام کیوں باندھا ہے؟ کیونکہ لوگ بھی آپ کو دیکھ کر ایسا کریں گے، حالانکہ امن میں وہ آپ جیسے نہیں تو وہ لوگ تو محظورات میں واقع ہو جائیں گے۔ اور حضرت عثمانؓ کا عبداللہ بن عامر (جنہوں نے خراسان سے احرام باندھا) پر انکار میں یہی مذکورہ بالا احتمال ہی متعین ہے۔ الغرض ایک مندوب (گھر سے احرام باندھنے) کو حضور ﷺ نے دوسرے مندوب (لوگوں پر شفقت کرنے تاکہ وہ کسی محظور میں نہ پڑ جائیں) کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ اور اس کی بہت ساری مثالیں مرفوع احادیث میں ملتی ہیں۔ نیز دونوں قسم کی احادیث کو عمل میں لانا بہتر ہے بنسبت کسی حدیث کو مہمل چھوڑنے سے اور آپ حضرت علیؓ کے قول کی صحت کو جو مسند کے حکم میں ہے جان چکے ہیں تو اب اس کو بالکل ہی مہمل چھوڑ دینا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ لہٰذا احناف کا قول ہی حق ہے اور حضور علیہ السلام کا میقات سے احرام باندھنا لوگوں پر شفقت کی غرض سے تھا۔

باب جسکے راستے میں دو میقات ہوں تو وہ جہاں سے چاہے احرام باندھے

۲۵۷۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص جحفہ تک اپنے کپڑوں سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اٹھا لے۔ اس حدیث کو ابو یوسف نے اسحاق سے بیان کیا ہے (اسحاق کو ابن اسحاق، ابن شاہین، نسائی، ابن معین اور ابو حاتم نے ثقہ کہا ہے)۔ (مؤطا محمد) اس کی سند صحیح مرسل ہے۔

فائدہ: مدینے والوں کے لئے دو میقات ہیں پہلے ذو الحلیفہ پھر جحفہ تو جحفہ تک بغیر احرام کے جانے کی اجازت ہے لیکن ذو الحلیفہ سے احرام باندھنا افضل اور عزیمت ہے اور جحفہ سے احرام باندھنا رخصت اور خلاف اولیٰ ہے۔ مرسل حدیث ہمارے یہاں مطلقاً حجت ہے جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک جب کسی صحابی کا فتویٰ یا اس کا عمل مرسل حدیث کے موافق ہو تو حجت ہے اور یہاں بھی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل موافق ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔ پس یہ حدیث حجت بن سکتی ہے۔

۲۵۷۲- اخبرنا سفیان، عن یحیی بن سعید، عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اِعْتَمَرَتْ فِیْ سَنَةٍ مَرَّتَیْنِ، مَرَّةً مِنْ ذِی الْحُلَیْفَةِ۔ وَمَرَّةً مِنَ الْجُحْفَةِ۔ اخرجه الامام الشافعی فی "الام" (۲-۱۵۵)۔ ورجاله ثقات کلهم۔

بَابُ مِیْقَاتِ اَهْلِ مَکَّةَ لِلْحَجِّ الْحَرَمُ وَلِلْعُمْرَةِ الْحِلُّ

۲۵۷۳- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فِیْ الْمَوَاقِیْتِ: ﴿فَمَنْ کَانَ دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ اَهْلِهٖ، وَکَذٰلِكَ حَتّٰی اَهْلَ مَکَّةَ یُهِلُّوْنَ مِنْهَا﴾۔ متفق علیه۔ (نیل الاوطار ۴-۱۷۵)۔

۲۵۷۴- عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُحَصَّبَ: فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ: اُخْرُجْ بِاُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ، فَتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ لِتَطُفْ بِالْبَیْتِ، فَاِنِّیْ اَنْتَظِرُکُمَا هٰهُنَا﴾۔ الحدیث، متفق علیه۔ (نیل ۴-۱۷۸)۔ وزاد الطحاوی عن عائشة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فی حدیثها: اَنَّهَا قَالَتْ: فَکَانَ اَدْنَانَا مِنَ الْحَرَمِ التَّنْعِیْمُ فَاعْتَمَرْتُ مِنْهُ۔ کذا فی "النیل" ایضا (۴-۱۷۹)۔ قلت: وسند الطحاوی (۱-۴۲۶) صحیح علی شرط مسلم۔

۲۵۷۲۔ ابن مسیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک سال میں دو مرتبہ عمرہ کیا۔ ایک مرتبہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھا اور دوسری مرتبہ جحفہ سے احرام باندھا (الام للشافعی)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

باب مکہ والوں کے لئے حج کا میقات حرم اور عمرہ کا میقات حِل ہے

۲۵۷۳۔ ابن عباسؓ سے مواقیت کی طویل حدیث میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو ان مواقیت کے اندر رہتے ہوں ان کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ان کے گھر ہیں اور مکہ والے مکہ سے ہی احرام باندھیں (بخاری و مسلم)۔

۲۵۷۴۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وادیٔ محصب میں اترے، عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ اپنی بہن کو حرم سے باہر لے جاؤ تاکہ وہ عمرہ کا احرام باندھیں پھر عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیت اللہ کا طواف کریں اور میں تم دونوں کا وہاں انتظار کرتا ہوں۔ الحدیث (بخاری و مسلم) اور طحاوی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ حرم سے ہمارے نزدیک تنعیم کا مقام تھا بس میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا۔ میں کہتا ہوں کہ طحاوی کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ کے رہنے والوں کے لئے عمرہ کے احرام باندھنے کی جگہ "حل" ہے اور اس پر قرینہ و دلیل آپ ﷺ کا فرمان "اپنی بہن کو حرم سے باہر لیجاؤ" ہے۔ ورنہ حرم سے باہر نکالنے کا کوئی معنی نہیں بنتا۔ پھر "حل" میں بھی صرف تنعیم ہی عمرہ کیلئے متعین نہیں بلکہ حل میں سے جہاں سے چاہے عمرہ کا احرام باندھ سکتا ہے، باقی "ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی طرف سے تنعیم کا حکم ملنا اس وجہ سے تھا کہ مقام تنعیم حرم سے سب سے زیادہ قریبی جگہ تھی جیسا کہ طحاوی کے الفاظ مذکورہ بالا اس پر دال ہیں۔

۲۵۷۵- عَنْ جَابِرٍ ﷺ، قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا اَحْلَلْنَا اَنْ نُحْرِمَ اِذَا تَوَجَّهْنَا اِلٰی مِنًی، فَاَهْلَلْنَا مِنَ الْاَبْطَحِ- اخرجه مسلم- (زیلعی ۱-۴۷۳)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْغُسْلِ عِنْدَ الْاِحْرَامِ وَلَوْ حَائِضَةً وَنُفَسَاءَ

۲۵۷۶- عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ ﷺ: اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ ﷺ تَجَرَّدَ لِاِهْلَالِهِ وَاغْتَسَلَ- رواه الترمذی و قال: حسن غریب- (زیلعی ۱-۴۷٤)-

۲۵۷۷- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يَغْتَسِلَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُحْرِمَ- رواه البزار والدارقطنی والحاکم فی "المستدرك" و قال: صحیح علی شرطهما- (زیلعی ۱-۴۷٤)-

۲۵۷۸- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: نَفِسَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ بِمُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ بِالشَّجَرَةِ، فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبَا بَكْرٍ اَنْ تَغْتَسِلَ وَتُهِلَّ- اخرجه مسلم فی "صحیحه" عن القاسم عنها- (زیلعی)-

۲۵۷۹- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ﴿اَلْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ اِذَا اَتَتَا عَلَى الْوَقْتِ

۲۵۷۵۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم عمرے سے فارغ ہوئے اور حج سے پہلے منٰی کی طرف متوجہ ہوئے تو آنحضوﷺ کے حکم پر ہم نے ابطح مقام سے احرام باندھا (مسلم)

فائدہ: چونکہ صحابہ ﷺ عمرے سے فارغ ہونے کے بعد مکی ہو گئے تھے اور ابطح حرم میں واقع ہے تو صحابہ کا ابطح سے احرام باندھنا اس بات کی دلیل ہے کہ مکہ والوں کے لئے حج کی میقات حرم ہے۔

باب حاجی کیلئے احرام کے وقت غسل کرنا مستحب ہے اگرچہ حاجن عورت حیض اور نفاس کی حالت میں ہو

۲۵۷۶۔ زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے احرام باندھتے وقت اپنے کپڑے اتارے اور غسل کیا (ترمذی۔ مسلم)۔ ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔

۲۵۷۷۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ احرام باندھتے وقت غسل کرنا سنت ہے۔ (بزار، دارقطنی، مستدرک حاکم) حاکم نے کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔

۲۵۷۸۔ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ محمد بن ابوبکر کی پیدائش کی وجہ سے اسماء بنت عمیس کو شجرہ مقام پر (مقام ذوالحلیفہ کا دوسرا نام ہے) نفاس آ گیا تو حضوﷺ نے ابوبکرؓ کو حکم فرمایا کہ (اسماء سے کہو کہ) وہ غسل کر کے احرام باندھیں (مسلم)۔

۲۵۷۹۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضوﷺ نے فرمایا کہ جب حیض و نفاس والی عورتیں میقات پر پہنچیں تو غسل کر کے احرام

تَغْتَسِلَانِ وَتُحْرِمَانِ وَتَقْضِيَانِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ﴾۔ رواہ ابوداود (۱-۲۵۰) و سکت عنه، و فيه خصيف مختلف فيه، فالحديث حسن۔

بَابُ مَا يَصْنَعُ الْمُحْرِمُ إِذَا أَرَادَ الْإِحْرَامَ مِنْ لُبْسِ الْإِزَارِ وَالرِّدَاءِ وَالتَّطَيُّبِ وَنَزْعِ الْمَخِيطِ وَغَيْرِهِ

۲۵۸۰- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ، قَالَ: انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ وَلَبِسَ إِزَارَهُ وَرِدَائَهُ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ تُلْبَسُ إِلَّا الْمُزَعْفَرَاتِ الَّتِي تَرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ رواه البخاری (نيل الاوطار ۴:۱۸۶)۔

۲۵۸۱- عَنْ عَائِشَةَ (أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا) زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَتْ: كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لِإِحْرَامِهِ حِينَ يُحْرِمُ، وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ۔ رواہ امام المحدثين البخاری (۱:۲۰۸)۔

۲۵۸۲- وَعَنْهَا، قَالَتْ: كُنْتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ إِحْرَامِهِ بِأَطْيَبِ مَا أَجِدُ۔ وَفِي رِوَايَةٍ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ تَطَيَّبَ بِأَطْيَبِ مَا يَجِدُ، ثُمَّ أَرَى وَبِيصَ الدُّهْنِ فِي رَأْسِهِ

باندھیں اور بیت اللہ کے طواف کے علاوہ تمام اعمال بروئے کار لائیں (ابوداود) ابوداؤد نے اس پر سکوت فرمایا ہے (جو قابل حجت ہونے کی دلیل ہے) اور خصیف راوی بھی مختلف فیہ ہے۔ پس حدیث حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے احرام باندھتے وقت غسل کا مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ خواہ عورت نفاس یا حیض کی حالت میں بھی ہو۔

باب جب محرم احرام باندھے تو تہہ بند، ازار پہنے، خوشبو لگائے اور سلے ہوئے کپڑے اتار دے

۲۵۸۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کنگھا کرنے، تیل لگانے اور تہہ بند اور ازار پہننے کے بعد اپنے صحابہؓ کے ساتھ مدینہ سے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے اس وقت زعفران میں رنگے ہوئے ایسے کپڑے پہننے کے سوا جس کا رنگ بدن پر لگتا ہو، کسی قسم کی چادر اور تہہ بند پہننے سے منع نہیں کیا (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہہ بند اور چادر یعنی اَن سلا کپڑا محرم استعمال کر سکتا ہے۔

۲۵۸۱۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ احرام باندھتے تو میں آپ ﷺ کے احرام باندھنے کے وقت اور اسی طرح طواف افاضہ سے قبل احرام کھولتے وقت خوشبو لگایا کرتی تھی۔ (بخاری)۔

۲۵۸۲۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ آپ ﷺ کے احرام باندھتے وقت سب سے اچھی خوشبو جو میرے پاس ہوتی وہ میں حضور ﷺ کو لگاتی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ جب احرام باندھنے کا ارادہ کرتے تو جو سب سے اچھی خوشبو پاتے وہ لگاتے اور (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) میں آپ ﷺ کے سر اور داڑھی میں تیل کی چمک

وَلِحْيَتِه بَعْدَ ذٰلِكَ۔ متفق علیهما۔ (نيل الاوطار٤-١٨٤)۔

٢٥٨٣- وَعَنْهَا، قَالَتْ: كُنَّا نَخْرُجُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى مَكَّةَ، فَنُضَمِّدُ جِبَاهَنَا بِالسُّكِّ الْمُطَيَّبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ، فَإِذَا عَرِقَتْ إِحْدَانَا سَالَ عَلَى وَجْهِهَا، فَيَرَاهُ النَّبِيُّ ﷺ وَلَا يَنْهَانَا۔ رواه ابوداود و سكت عنه هو والمنذرى، واسناد رواته ثقات الا شيخ ابى داود، و قد قال النسائى: لا باس به۔ و قال ابن حبان فى "الثقات": مستقيم الامر فى ما يروى اه۔ (نيل ٤-٢٨٧)۔

٢٥٨٤- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ فِي حَدِيثٍ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ﴿وَلْيُحْرِمْ أَحَدُكُمْ فِي إِزَارٍ وَرِدَاءٍ وَنَعْلَيْنِ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ﴾۔ رواه احمد، وعزاه فى "مجمع الزوائد" الى الطبرانى فى "الاوسط"، و قال: اسناده حسن۔(نيل الاوطار٤-١٨٥)۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ إِرَادَةِ الْإِحْرَامِ

٢٥٨٥- عن سالم، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرْكَعُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ

دیکھتی۔ (بخاری، مسلم)۔

۲۵۸۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ مکہ کو روانہ ہوتے تو ہم احرام باندھتے وقت اپنی پیشانیوں پر سُک نامی خوشبو لگاتے (سُک ایک خاص قسم کی خوشبو ہے جو دوسری خوشبوؤں میں ملا کر استعمال کی جاتی ہے)۔
پھر جب کسی کو پسینہ آتا تو وہ خوشبو اس کے چہرے پر بہہ پڑتی لیکن حضور ﷺ اسے دیکھنے کے باوجود ہمیں منع نہ فرماتے۔ (ابوداؤد)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت فرمایا جو حجت ہونے کی دلیل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور ابوداؤد کے شیخ کو نسائی نے لاباس بہ اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ احرام باندھتے وقت تلبیہ پڑھنے سے قبل خوشبو استعمال کرنا جائز ہے۔ اگرچہ تلبیہ کے بعد اس کے اثرات یا بو باقی بھی رہے، فتح الباری میں ہے کہ یہی جمہور کا قول ہے۔ ہاں البتہ احرام باندھنے کے بعد خوشبو یا تیل وغیرہ استعمال کرنا ممنوع ہے۔

۲۵۸۴۔ ایک حدیث میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ تہہ بند، ازار (چادر) اور جوتوں میں احرام باندھے۔ اور اگر جوتے نہ پائے تو موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے۔ احمد نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور مجمع الزوائد میں اسے طبرانی کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (نیل الاوطار)۔

باب احرام کی نیت کرتے وقت دو رکعت پڑھنا مستحب ہے

۲۵۸۵۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ذوالحلیفہ مقام پر دو رکعتیں پڑھیں پھر جب مسجد ذوالحلیفہ کے پاس ان کی

ركعتين، ثُمَّ إذَا اسْتَوَتْ بِهِ النَّاقَةُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ أَهَلَّ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ۔ الحديث، أخرجه مسلم في "صحيحه"۔ (زيلعي ١-٤٧٦)۔

بَابُ التَّلْبِيَةِ وَصِفَاتِهَا وَمَوَاضِعِهَا وَجَوَازِ الزِّيَادَةِ عَلَى الْمَأْثُوْرِ

٢٥٨٦- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ أَهَلَّ، فَقَالَ: ﴿اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ، وَالْمُلْكَ لَكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ﴾۔ وكان عبدالله يزيد مع هذا: ﴿لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ، وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ﴾ متفق عليه۔ (نيل الاوطار ٤-٢٠٤)۔

٢٥٨٧- عَنْ جَابِرٍ ﷺ، قَالَ: أَهَلَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، فَذَكَرَ التَّلْبِيَةَ مِثْلَ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَالنَّاسُ يَزِيْدُوْنَ: ذَا الْمَعَارِجِ، وَنَحْوَهُ مِنَ الْكَلَامِ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَسْمَعُ فَلَا يَقُوْلُ لَهُمْ شَيْئًا۔

اونٹنی ان کو لے کر سیدھی کھڑی ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کلمات کا تلبیہ پڑھا (مسلم)۔ (وہ الفاظ اگلے باب میں ملاحظہ فرمائیں)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کی نیت کرتے وقت دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے۔

باب تلبیہ کے الفاظ اور تلبیہ کہاں کہا جائے اور منقول الفاظ پر اضافہ کرنا بھی جائز ہے

۲۵۸۶۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب مسجد ذوالحلیفہ کے پاس اونٹنی آپ ﷺ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی تو آپ ﷺ نے اس وقت تلبیہ پڑھا۔ اور تلبیہ میں آپ ﷺ نے یہ الفاظ پڑھے لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک. ان الحمد و النعمة لک و الملک لا شریک لک (راوی کہتے ہیں کہ) عبداللہ بن عمرؓ مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ ان الفاظ کا اضافہ فرماتے لبیک لبیک وسعدیک والخیر بیدیک والرغباء الیک والعمل (جس کا مطلب ہے کہ اے اللہ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ ہر قسم کی سعادت و نیک بختی تیری ہی طرف ہے اور خیر و بھلائی تیرے ہی قبضہ میں ہے اور میں تیری ہی طرف رغبت کرتا ہوں اور تیرے ہی لئے عمل کرتا ہوں) (بخاری و مسلم)۔

۲۵۸۷۔ جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے احرام باندھ کر تلبیہ پڑھا پھر جابرؓ نے ابن عمرؓ والا تلبیہ ذکر فرمایا۔ پھر فرمایا کہ لوگ اپنی طرف سے چند الفاظ کا اضافہ کرلیا کرتے تھے مثلاً ذا المعارج کی طرح کے الفاظ بڑھاتے۔ اور نبی کریم ﷺ (ان کے اضافہ شدہ تلبیہ کو) سنتے لیکن کچھ نہ کہتے۔ اسے ابوداود، احمد نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم نے بھی اسی معنی میں حدیث روایت کی ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ تلبیہ میں جائز اضافہ درست ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

رواه احمد وابوداود ومسلم بمعناه- (نيل ٤-٢٠٤)-

٢٥٨٨- عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِيْ تَلْبِيَتِهٖ: ﴿لَبَّيْكَ اِلٰهَ الْحَقِّ لَبَّيْكَ﴾- رواه احمد وابن ماجة والنسائي، وصححه ابن حبان، والحاكم - (نيل الاوطار ٤: ٢٠٤)-

٢٥٨٩- عَنْ خَلَّادِبْنِ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ عَنْ أَبِيْهِ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَأَمَرَنِيْ أَنْ آمُرَ أَصْحَابِيْ أَنْ يَّرْفَعُوْا أَصْوَاتَهُمْ بِالْإِهْلَالِ وَالتَّلْبِيَةِ﴾- رواه الخمسة، و صححه الترمذي، وابن حبان، والحاكم، والبيهقي- (نيل الاوطار ٤-٢٠٥)-

٢٥٩٠- عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهٗ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ تَلْبِيَتِهٖ سَأَلَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ رِضْوَانَهٗ وَالْجَنَّةَ، وَاسْتَعَاذَ بِرَحْمَتِهٖ مِنَ النَّارِ- رواه الشافعي، والدارقطني- (نيل الاوطار ٤-٢٠٥)-

٢٥٩١- عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: كَانَ يُسْتَحَبُّ لِلرَّجُلِ إِذَا فَرَغَ مِنْ تَلْبِيَتِهٖ أَنْ يُّصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ- رواه الدارقطني- (نيل ٤-٢٠٥)

٢٥٩٢- عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُلَبِّيْ إِذَا لَقِيَ رَكْبًا، أَوْ عَلَا أَكَمَةً،

۲۵۸۸۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے تلبیہ میں یہ الفاظ بھی پڑھتے **لبیک اله الحق لبیک** یعنی اے سچے معبود میں تیری خدمت میں حاضر ہوں، میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ (احمد، ابن ماجہ، نسائی)۔ ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

۲۵۸۹۔ خلاد بن سائب بن خلاد اپنے والد (سائبؓ بن خلاد) سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل تشریف لائے اور انہوں نے مجھے اس بات کا حکم دیا کہ میں اپنے صحابہؓ کو اس بات کا حکم کروں کہ تلبیہ بلند آواز سے پڑھیں (رواہ الخمسہ)۔ ترمذی، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۲۵۹۰۔ خزیمہ بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب اپنے تلبیہ سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی خوشنودی اور جنت کا سوال کرتے اور اس کی رحمت کے ساتھ آگ سے پناہ مانگتے۔ اسے امام شافعی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ (یہ حدیث حسن ہے)۔

۲۵۹۱۔ قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ تلبیہ سے فارغ ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا مستحب ہے۔ (دارقطنی)۔

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث بھی حسن ہے۔

۲۵۹۲۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کسی سے ملتے یا کسی ٹیلے پر چڑھتے یا کسی وادی میں اترتے اور فرض نماز کے بعد اور رات کے آخری حصے میں تلبیہ پڑھتے تھے۔ اسے ابن عساکر نے مھذب میں روایت کیا ہے۔

أوْهَبَطَ وَادِيًا، وَفِيْ أدْبَارِ الْمَكْتُوْبَةِ، وَآخِرَ اللَّيْلِ- رواه ابن عسكر في تخريجه لاحاديث "المهذب"، و في اسناده من لا يعرف-

۲۵۹۳- وَلَهُ شَاهِدٌ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَوْقُوْفًا: أنَّهُ كَانَ يُلَبِّيْ رَاكِبًا ونازِلًا وَمُضْطَجِعًا- رواه الشافعي عن سعيد بن سالم، عن عبيد الله بن عمر، عن نافع، عنه-

۲۵۹۴- وَرَوَى ابْنُ أبِيْ شَيْبَةَ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ سَابِطٍ قَالَ: كَانَ السَّلَفُ يَسْتَحِبُّوْنَ التَّلْبِيَةَ فِيْ أرْبَعَةِ مَوَاضِعَ: فِيْ دُبُرِ الصَّلَاةِ، وَإذَا هَبَطُوْا وَادِيًا، أوْ عَلَوْهُ، وَعِنْدَ الْتِقَاءِ الرِّفَاقِ-

۲۵۹۵- وَعَنْ خَيْثَمَةَ نَحْوَهُ وَزَادَ: وَإذَا اسْتُنْفِرَتْ بِالرَّجُلِ دَابَّتُهُ- كَذَا فِيْ "التلخيص الحبير" (۱-۲۰۹)-

بَابُ وُجُوْبِ التَّلْبِيَةِ وَأنَّ الْإحْرَامَ لا يَنْعَقِدُ إلَّا بِهَا أوْ بِمَا يَقُوْمُ مَقَامَهَا

۲۵۹۶- عَنْ خَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أبِيْهِ: أنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ﴿أتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَأمَرَنِيْ أنْ آمُرَ أصْحَابِيْ وَمَنْ مَعِيْ أنْ يَرْفَعُوْا أصْوَاتَهُمْ بِالْإهْلَالِ، أوْ قَالَ: بِالتَّلْبِيَةِ﴾- اخرجه الستة- (زيلعي ۱-۲۸۴) وزاد بعضهم فيه: فَإنَّهَا مِنْ شِعَارِ الْحَجِّ- (الدرالمنثور)

فائدہ: یہ حدیث شواہد کی بنا پر حسن ہے اور ہمارا بھی یہی مسلک ہے کہ تلبیہ کثرت سے پڑھنا چاہیے۔ خاص کر تغیر احوال واز منہ کے وقت۔

۲۵۹۳۔ ابن عمرؓ سے ایک موقوف حدیث مروی ہے کہ ابن عمرؓ سوار ہوتے وقت، اترتے وقت اور سوتے وقت تلبیہ پڑھتے تھے۔ اسے شافعی نے روایت کیا ہے۔

۲۵۹۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ سلف صالحین چار مواقع پر تلبیہ پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے۔ ۱۔ فرض نماز کے بعد، ۲۔ کسی وادی میں اترتے ہوئے۔ ۳۔ کسی بلند مقام پر چڑھتے وقت، ۴۔ قافلہ سے ملتے وقت۔

۲۵۹۵۔ اسی طرح ایک روایت میں خیثمہ سے مروی ہے جس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ جب انکی سواری کو بدکی ماری جائے۔ تب بھی تلبیہ پڑھنے کو مستحب سمجھتے۔ (التلخیص الحبیر)۔

باب تلبیہ پڑھنا واجب ہے اور اس کے یا جو اس کے قائم مقام ہو کے بغیر احرام منعقد نہیں ہوتا

۲۵۹۶۔ خلاد بن سائب اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے صحابہؓ اور ہمراہیوں کو اس بات کا حکم دوں کہ وہ تلبیہ اونچی آواز سے پڑھیں۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں مروی ہے، بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں " کیونکہ یہ تلبیہ حج کے شعار میں سے ہے" (الدر المنثور) صاحب در منثور نے یہ زیادتی حاکم وغیرہ

وعزاه الی الحاکم و غیره، وصححه۔

۲۵۹۷- عَنْ جَابِرٍؓ: ثُمَّ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهِیَ تَبْکِیْ، فَقَالَ لَهَا: مَا شَأْنُكِ؟ قَالَتْ: شَأْنِیْ اِنِّیْ حِضْتُ، وَقَدْ حَلَّ النَّاسُ وَلَمْ اَحْلِلْ وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَیْتِ، وَالنَّاسُ یَذْهَبُوْنَ اِلَی الْحَجِّ الْآنَ، فَقَالَ: اِنَّ هٰذَا اَمْرٌ کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰی بَنَاتِ آدَمَ، فَاغْتَسِلِیْ ثُمَّ اَهِلِّیْ بِالْحَجِّ، فَفَعَلَتْ وَوَقَفَتِ الْمَوَاقِفَ، حَتّٰی اِذَا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْکَعْبَةِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔ اخرجه الشیخان۔ (زیلعی ۱-۵۳۰)۔

۲۵۹۸- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ: فَقَدِمْتُ مَکَّةَ وَاَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَیْتِ وَلَا بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَکَوْتُ ذٰلِكَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ: ﴿اُنْقُضِیْ رَاْسَكِ، وَامْتَشِطِیْ، وَاَهِلِّیْ بِالْحَجِّ، وَدَعِی الْعُمْرَةَ﴾، الحدیث، رواه البخاری۔ "فتح الباری" (۳-۲۳۰)۔ وبطریق قراد بن ابی نوح: حدثنا نافع عن ابن عمر، وابن ابی ملیکة عن عائشة: ان النبی ﷺ دَخَلَ عَلَیْهَا وَهِیَ کَاَنَّهَا حَزِیْنَةٌ، فَقَالَ: مَا لَكِ؟ فَقَالَتْ: لَا اَنَا قَضَیْتُ عُمْرَتِیْ، وَاَلْفَانِی الْحَجُّ عَارِکًا، قَالَ: ﴿ذٰلِكَ شَیْءٌ کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰی بَنَاتِ آدَمَ فَحُجِّیْ وَ قُوْلِیْ مَا یَقُوْلُ

کی طرف منسوب کی ہے اور اس کی تصحیح بھی کی ہے۔

فائدہ: جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر حضور ﷺ کے واسطے سے حکم کرنا پھر اس کو شعار کہنا وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

۲۵۹۷۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور وہ رو رہی تھیں تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کیوں روتی ہو؟ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے حیض آ گیا ہے اور لوگ عمرے سے فارغ ہو گئے اور میں ابھی تک فارغ نہیں ہوئی اور نہ میں نے ابھی تک بیت اللہ کا طواف کیا ہے اور لوگ اب حج کیلئے جا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک فطری بات ہے جو اللہ نے عورتوں کے لئے لکھ دی ہے (عورت مجبور ہے پس پریشان ہونے کی ضرورت نہیں) پس آپ غسل کریں اور حج کا احرام باندھ کر تلبیہ پڑھیے حضرت عائشہؓ نے ایسے ہی کیا اور تمام مواقف پر ٹھہریں اور جب حیض سے پاک ہوئیں تو بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

۲۵۹۸۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں مکہ پہنچی تو مجھے حیض آ گیا، نہ میں بیت اللہ کا طواف کر سکی اور نہ صفا و مروہ کی سعی کر سکی، میں نے اس کی شکایت حضور ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا سر کھول دے اور کنگھا کر اور حج کا احرام باندھ کر تلبیہ پڑھ اور عمرہ چھوڑ دے (بخاری بحوالہ فتح الباری)۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ ان کے پاس آئے اور وہ غمزدہ تھیں۔ حضور

الْمُسْلِمُوْنَ فِيْ حَجِّهِمْ﴾۔ الحديث، ذكره الجصاص فى "احكام القرآن" له(١-٣٠٦)۔

٢٥٩٩- عن عبدالله بن دينار، عَنِ ابْنِ عُمَرَ﷠: ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ﴾ قَالَ: أَهَلَّ۔ اخرجه الطبرى(٢:١٥٢)۔ و فى لفظ له قوله: ﴿فمن فرض فيهن الحج﴾ قال: مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ۔

٢٦٠٠- وَأَخْرَجَ عَنْ مُجَاهِدٍ نَحْوَهُ ، قَالَ: اَلْفَرِيْضَةُ التَّلْبِيَةُ۔ وَنَحْوَهُ عن ابراهيم النخعي، وطاوس۔ اسانيدها من بين صحاح و حسان۔

٢٦٠١- عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَبِيْبٍ، قَالَ: سَأَلْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَمَّنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ؟ قَالَ: إِذَا اغْتَسَلْتَ وَلَبِسْتَ ثَوْبَكَ وَلَبَّيْتَ فَقَدْ فَرَضْتَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ۔ اخرجه الطبرى ايضا فى تفسيره (٢-١٥٣)۔ ورجاله كلهم ثقات۔

٢٦٠٢- واخرج ابن المنذر عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ﷠، قَالَ: اَلْفَرْضُ الْإِهْلَالُ۔

٢٦٠٣- وابن ابى شيبة عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ: ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ﴾ قَالَ: اَلْإِهْلَالُ۔

ﷺ نے فرمایا تو غمگین کیوں ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ ابھی تک میں نے عمرہ نہیں کیا اور حج سر پر آ پہنچا ہے جب کہ میں ابھی تک حائضہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک فطری بات ہے جو اللہ نے عورتوں کے لئے لکھ دی ہے، پس آپ حج کا احرام باندھیے اور لوگ جو حج میں کرتے ہیں آپ وہ کیجیے(احکام القرآن للجصاص)۔

فائدہ: حضور ﷺ نے ان احادیث میں اهلى بالحج اور قولى ما يقول المسلمون کے الفاظ فرمائے ہیں اور نبی ﷺ کا امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

۲۵۹۹۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کی اس آیت ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ﴾ (یعنی جو ان مہینوں میں حج مقرر کرلے) سے مراد احرام باندھ کر تلبیہ پڑھنا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس سے مراد وہ آدمی ہے جس نے حج کا احرام باندھ کر تلبیہ پڑھا (طبری)۔

۲۶۰۰۔ ایک اور روایت میں مجاہد سے مروی ہے کہ فریضہ سے مراد تلبیہ ہے۔ اس قسم کی روایت ابراہیم نخعی اور طاؤس سے بھی منقول ہے اور ان کی سندیں کچھ صحیح اور کچھ حسن ہیں۔

۲۶۰۱۔ جبیر بن حبیب فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد سے ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ﴾ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جب تو غسل کر کے احرام والا لباس پہن کر تلبیہ پڑھ لے تو گویا تو نے ان مہینوں میں حج کو فرض کرلیا۔ (طبری)

۲۶۰۲۔ ابن المنذر، ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ فرض کرنے سے مراد تلبیہ پڑھنا ہے۔

۲۶۰۳۔ ابن الزبیر سے مروی ہے کہ ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ﴾ سے مراد تلبیہ پڑھ کر حج شروع کرنا ہے۔ (ابن ابی شیبہ)۔

۲۶۰۴- وَعَنِ الزُّهْرِیُّ قَالَ: اَلْاِهْلَالُ فَرِیْضَۃُ الْحَجِّ (الدر المنثور ۱:۲۱۸)۔

۲۶۰۵- وقالت عمرة عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا: لَا اِحْرَامَ اِلَّا لِمَنْ اَھَلَّ وَلَبّٰی۔ (احکام القرآن للجصاص ۱-۳۰۶) ولم اقف علی اسانیدھا وانما ذکرتہا اعتضادا۔

۲۶۰۶- عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: اَلتَّلْبِیَۃُ فَرْضُ الْحَجِّ۔ اخرجہ سعید بن منصور عنہ بسند صحیح، قالہ الحافظ فی "الفتح" (۳-۲۲۷) قال: وحکاہ ابن المنذر عن ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، وطاوس، وعکرمۃ، وھی صحاح او حسان علی اصلہ۔

بَابٌ: یُلَبِّیْ فِیْ دُبُرِ الصَّلَاۃِ

۲۶۰۷- عن سعید بن جبیر، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَھَلَّ فِیْ دُبُرِ الصَّلَاۃِ۔ اخرجہ الترمذی، و قال: حسن غریب۔ (زیلعی) قلت: وفیہ خصیف بن عبدالرحمن

۲۶۰۴- زہری فرماتے ہیں کہ تلبیہ پڑھنا حج کا فریضہ ہے۔ (درمنثور)

۲۶۰۵- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ احرام صرف اسی شخص کا معتبر ہے جس نے احرام باندھ کر تلبیہ پڑھا (احکام القرآن للجصاص)۔ مجھے ان کی سندیں نہیں ملیں۔ لیکن میں نے انہیں بطور تائید کے بیان کیا ہے۔

__فائدہ:__ احادیث بالا سے معلوم ہوا کہ تلبیہ واجب ہے اور احرام محض نیت سے منعقد نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ تلبیہ کا ہونا ضروری ہے۔ بعض حضرات نے حج کو روزے پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح روزے میں نیت کافی ہے اسی طرح حج میں بھی نیت کافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حج عبادت وجودیہ ہے۔ یعنی اس میں اعمال کئے جاتے ہیں اور روزہ غیر وجودی عبادت ہے یعنی اس میں ترک اعمال ہے۔ لہٰذا یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ بلکہ حج کو نماز پر قیاس کرنا چاہیے اس لئے کہ وہ بھی عبادت وجودیہ ہے۔ تو جس طرح نماز محض نیت سے شروع نہیں ہوتی بلکہ تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے، اسی طرح حج بھی محض نیت سے شروع نہیں ہوتا بلکہ تلبیہ پڑھنے سے شروع ہوتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حنفیہ احادیث وآثار کے انتہائی متبع ہیں۔

۲۶۰۶- عطاء فرماتے ہیں کہ تلبیہ ہی حج کو فرض کرتا ہے۔ سعید بن منصور نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ ابن المنذر نے اسے ابن عمرؓ، طاؤس اور عکرمہ سے بھی بیان کیا ہے اور یہ آثار صحیح یا حسن ہیں اس کے قاعدے پر۔

باب دو رکعت نماز کے بعد ہی تلبیہ پڑھنا چاہیے

۲۶۰۷- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے بعد (احرام باندھ کر) تلبیہ پڑھا (ترمذی)۔ ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے، اس کی سند میں خصیف بن عبدالرحمن ہے جو مختلف فیہ ہے لہٰذا یہ حدیث صالح للاحتجاج (حجت پکڑنے کے قابل) ہے۔

جوزی مختلف فیه، و قد حسن له الترمذی کما تراه، وقد تفرد عبدالسلام بن حرب بروایة هذاالحدیث، وهوثقة اخرج له الشیخان- و فی "الجوهر النقی": قال البیهقی: خصیف لیس بالقوی- قلت: هذاالحدیث اخرجه الحاکم فی "مستدرکه" و قال: علی شرط مسلم، واخرجه ابوداود فی "سننه" و سکت عنه، و فی "شرح المهذب" للنووی: قد خالف البیهقی فی خصیف کثیرون من الحفاظ والائمة المتقدسین، فوثقه یحیی بن معین امام الجرح والتعدیل، وابو حاتم، وابو زرعة، و محمد بن سعید- و قال النسائی: صالح اه-

۲۶۰۸- عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: عَجِبْتُ لِاخْتِلَافِ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ اِهْلَالِهٖ حِیْنَ اَوْجَبَ، فَقَالَ: اِنِّیْ لَاَعْلَمُ النَّاسِ بِذٰلِکَ، اِنَّهَا اِنَّمَا کَانَتْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَجَّةٌ وَّاحِدَةٌ فَمِنْ هُنَاکَ اِخْتَلَفُوْا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَاجًّا، فَلَمَّا صَلّٰی فِیْ مَسْجِدِهٖ بِذِی الْحُلَیْفَةِ رَکْعَتَیْهِ اَوْجَبَ فِیْ مَجْلِسِهٖ، فَاَهَلَّ بِالْحَجِّ حِیْنَ فَرَغَ مِنْ رَکْعَتَیْهِ، فَسَمِعَ ذٰلِکَ مِنْهُ اَقْوَامٌ فَحَفِظَتْهُ مِنْهُ، ثُمَّ رَکِبَ فَلَمَّا اسْتَقَلَّتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ اَهَلَّ، وَاَدْرَکَ ذٰلِکَ مِنْهُ اَقْوَامٌ، وَذٰلِکَ اَنَّ النَّاسِ اِنَّمَا کَانُوْا یَاْتُوْنَ اَرْسَالًا، فَسَمِعُوْهُ حِیْنَ اسْتَقَلَّتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ یُهِلُّ، فَقَالُوْا: اِنَّمَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِیْنَ اِسْتَقَلَّتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ، ثُمَّ مَضٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا عَلَا شَرَفَ

فائدہ: احرام باندھ کر نماز کے بعد تلبیہ پڑھنا مستحب ہے۔

۲۶۰۸۔ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے عرض کیا کہ مجھے صحابہ کرامؓ کے اس مسئلہ میں اختلاف سے بڑا تعجب ہوا کہ حضور ﷺ نے کب تلبیہ پڑھ کر حج شروع کیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھے اس مسئلہ کا سب سے زیادہ علم ہے۔ یہ اختلاف اس وجہ سے پیدا ہوا کہ حضور ﷺ نے صرف ایک حج کیا (یعنی ایک حج ہونے کی وجہ سے مختلف آراء کو مختلف حجوں پر محمول نہیں کیا جا سکتا)۔ اصل صورت حال یوں ہے کہ جب حضور ﷺ حج کی نیت سے (مدینہ سے) چلے تو مسجد ذوالحلیفہ میں آپ نے دو رکعت نماز پڑھ کر تلبیہ پڑھا، اس طرح آپ ﷺ نے حج شروع کیا۔ تو بعض لوگوں نے اس جگہ آپ ﷺ کو تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا تو اس کو محفوظ کر لیا (یعنی یہ سمجھ لیا کہ حضور ﷺ نے یہاں سے تلبیہ پڑھ کر حج شروع کیا ہے) پھر جب آپ ﷺ سوار ہوئے اور اونٹنی آپ ﷺ کو اٹھا کر سیدھی کھڑی ہوئی تو اس وقت پھر آپ ﷺ نے تلبیہ پڑھا۔ تو کچھ لوگوں نے یہاں سے اسے محفوظ کر لیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ آپ ﷺ کے پاس گروہ در گروہ حاضر ہو رہے تھے۔ لہٰذا کچھ لوگوں نے اونٹنی پر سوار ہوتے وقت آپ ﷺ کو تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا تو سمجھے کہ حضور ﷺ نے حج یہاں سے شروع کیا ہے، پھر حضور ﷺ یہاں سے چلے اور بیداء نامی جگہ کی بلندی پر چڑھے تو ایک دفعہ پھر آپ ﷺ نے تلبیہ پڑھا اور کچھ

الْبَيْدَاءِ اَهَلَّ، وَاَدْرَكَ ذٰلِكَ اَقْوَامٌ، فَقَالُوْا: اِنَّمَا اَهَلَّ حِيْنَ عَلَا عَلَى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ۔ وَاَيْمُ اللهِ لَقَدْ اَوْجَبَ فِيْ مُصَلَّاهُ، وَاَهَلَّ حِيْنَ اِسْتَقَلَّتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ، وَاَهَلَّ حِيْنَ عَلَا عَلَى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ۔ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ: فَمَنْ اَخَذَ بِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَهَلَّ فِيْ مُصَلَّاهُ اِذَا فَرَغَ مِنْ رَكْعَتَيْهِ۔ رواه الحاكم في "المستدرك" (١-٤٥٣)، و قال: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، مفسر في الباب ولم يخرجاه۔ واقره على ذلك الذهبي، ورواه ايضا ابو داود كما قاله الحافظ في "الفتح" (٣-٣٥٨)۔

بَابُ لَا يَصِيْدُ الْمُحْرِمُ وَلَا يَدُلُّ عَلَى الصَّيْدِ وَلَا يُعِيْنُ وَلَا يُشِيْرُ اِلَيْهِ. وَيَجُوْزُ لَهٗ اَكْلُ مَا صَادَهُ الْحَلَالُ بِدُوْنِ اَمْرِهٖ وَدَلَالَتِهٖ وَاِشَارَتِهٖ

٢٦٠٩- عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ ﷺ، قَالَ: كُنْتُ يَوْمًا جَالِسًا مَعَ رِجَالٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ مَنْزِلٍ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ، وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَمَامَنَا، وَالْقَوْمُ مُحْرِمُوْنَ، وَاَنَا غَيْرُ مُحْرِمٍ عَامَ

لوگوں نے یہاں سے اسے محفوظ کرلیا اور وہ کہنے لگے کہ حضور ﷺ جب بیداء کی بلندی پر چڑھے تھے تو اس وقت حج شروع کیا تھا۔ (ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ) قسم بخدا حضور ﷺ نے (مسجد ذوالحلیفہ میں) اپنی نماز کی جگہ ہی سے تلبیہ پڑھ کر حج کو فرض کرلیا تھا (یعنی حج شروع کرلیا تھا) پھر اس کے بعد اونٹنی پر سوار ہوتے وقت اور بیداء کی بلندی چڑھتے وقت آپ ﷺ نے تلبیہ پڑھا۔ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ جو ابن عباسؓ کے قول کو لے تو اسے چاہیے کہ وہ احرام کی دو رکعت نفل کے بعد ہی تلبیہ پڑھ کر حج شروع کردے۔ (مستدرک حاکم)۔ حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور ذھبی نے بھی یہی کہا ہے اور ابوداؤد نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری)۔

فائدہ: یہ حدیث اس باب میں مفسر اور جامع ہے مختلف احادیث کے درمیان، تو اس کو لینا زیادہ بہتر ہے۔ اگرچہ وہ احادیث زیادہ صحیح ہیں جن میں ہے کہ آپ ﷺ نے اونٹنی پر سوار ہوتے وقت تلبیہ پڑھا لیکن دونوں حدیثوں پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ کسی ایک حدیث کو چھوڑنے سے۔ نیز اونٹنی پر سوار ہوتے وقت تلبیہ پڑھنے کی احادیث اس سے قبل تلبیہ پڑھنے سے ساکت ہیں اور اس حدیث میں اس کی زیادتی ہے تو زیادتی کو لینا لازم ہے۔

باب محرم نہ خود شکار کرے، نہ شکار کی رہنمائی کرے، نہ شکار کرنے میں تعاون کرے اور نہ ہی شکار کی طرف کوئی اشارہ کرے اور اگر اس کے حکم یا رہنمائی اور اشارہ کے بغیر کوئی حلال آدمی کوئی جانور شکار کرلائے تو اس کا کھانا محرم کے لئے جائز ہے

۲۶۰۹۔ ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں حدیبیہ والے سال مکہ معظمہ جانے والے راستے کے ایک مقام پر صحابہ کرامؓ کے ساتھ

الحُدَيْبِيَةِ، فَأَبْصَرُوْا حِمَارًا وَحْشِيًّا، وَأَنَا مَشْغُوْلٌ أَخْصِفُ نَعْلِيْ، فَلَمْ يُؤْذِنُوْنِيْ، وَأَحَبُّوْا لَوْ أَنِّيْ أَبْصَرْتُهُ، فَالْتَفَتُّ فَأَبْصَرْتُهُ، فَقُمْتُ إِلَى الْفَرَسِ فَأَسْرَجْتُهُ، ثُمَّ رَكِبْتُ وَنَسِيْتُ السَّوْطَ وَالرُّمْحَ، فَقُلْتُ لَهُمْ: نَاوِلُوْنِيْ السَّوْطَ وَالرُّمْحَ، قَالُوْا: وَاللّٰهِ لَا نُعِيْنُكَ عَلَيْهِ فَغَضِبْتُ، فَنَزَلْتُ فَأَخَذْتُهُمَا، ثُمَّ رَكِبْتُ فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهُ، ثُمَّ جِئْتُ بِهِ وَقَدْ مَاتَ، فَوَقَعُوْا فِيْهِ يَأْكُلُوْنَهُ، ثُمَّ إِنَّهُمْ شَكُّوْا فِيْ أَكْلِهِمْ إِيَّاهُ وَهُمْ حُرُمٌ، فَرُحْنَا وَخَبَأْتُ الْعَضُدَ مَعِيْ، فَأَدْرَكْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ، فَأَكَلَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ متفق عليه۔ ولفظه للبخاري، ولهم في رواية: ﴿هُوَ حَلَالٌ فَكُلُوْهُ﴾۔ ولمسلم: ﴿هَلْ أَشَارَ إِلَيْهِ إِنْسَانٌ أَوْ أَمَرَهُ بِشَيْءٍ؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: فَكُلُوْهُ﴾ وللبخاري: قال: ﴿مِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: فَكُلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا﴾: "نيل الاوطار" (٤-٢٤٠)۔

بیٹھا ہوا تھا اور حضور ﷺ ہمارے آگے تھے۔ دوسرے لوگ تو احرام کی حالت میں تھے جبکہ میں بغیر احرام کے تھا۔ لوگوں نے ایک گورخر دیکھا جبکہ میں اپنا جوتا سینے میں مصروف تھا۔ انہوں نے مجھے اس گورخر کی اطلاع تو نہ دی لیکن وہ چاہتے تھے کہ کاش میں اسے دیکھوں۔ پس جب میں مڑا تو میں نے اسے دیکھ لیا۔ پھر گھوڑے کی طرف کھڑا ہوا اور اس پر زین رکھی۔ سوار ہوتے وقت میں کوڑا اور نیزہ لینا بھول گیا۔ میں نے لوگوں سے کہا کہ مجھے کوڑا اور نیزہ اٹھا دو لیکن انہوں نے قسم اٹھا کر کہا کہ ہم اس کام میں آپ کا تعاون نہیں کرتے۔ مجھے اس پر غصہ آیا۔ بہر حال میں نے اتر کر یہ دونوں چیزیں لیں اور گھوڑے پر سوار ہو کر گورخر پر جھپٹا اور اسے زخمی کر دیا۔ پھر جب میں اسے لوگوں کے پاس لایا تو وہ مر چکا تھا۔ پھر تمام لوگ اس کے کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ احرام کی حالت میں اس کے کھانے پر انہیں شک گذرا۔ پس شام کو ہم چلے اور گورخر کا ایک بازو میں نے اپنے ساتھ چھپا لیا (تاکہ پھر کھائیں گے یا کسی اور کو کھلائیں گے) پھر ہماری حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی اور ہم نے اس (کے کھانے) کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ بچا ہوا ہے؟۔ میں نے عرض کیا ہاں! میں نے آپ ﷺ کو وہ بازو دیا تو آپ ﷺ نے اسے احرام کی حالت میں کھایا۔ (بخاری و مسلم)۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں، ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ یہ (تمہارے لئے) حلال ہے۔ اسے کھاؤ، صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: کیا کسی محرم نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا یا اس کا حکم دیا تھا؟ تو صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اسے کھاؤ۔ بخاری کی بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ کیا کسی محرم نے اس پر حملہ کرنے کا حکم یا اشارہ دیا تھا تو صحابہؓ نے عرض کیا نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو گوشت باقی بچا ہوا ہے اسے بھی کھاؤ۔ (نیل الاوطار)۔

فائدہ: اس حدیث سے باب کے تمام اجزاء پر "کہ محرم نہ خود شکار کرے، نہ شکار کرنے کا حکم کرے، نہ اس کی طرف رہنمائی و اشارہ کرے۔ اور اگر کوئی غیر محرم آدمی محرم کے حکم و رہنمائی اور اشارہ کے بغیر کسی جانور کو شکار کر لائے تو اس کا کھانا محرم کے لئے جائز ہے" پر دلالت ہو رہی ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر غیر محرم محرم کو کھلانے کی نیت سے شکار کرے تب بھی محرم اس شکار کا

۲۶۱۰- عَنْ جَابِرٍؓ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ﴿صَيْدُ الْبَرِّ لَكُمْ حَلَالٌ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ مَا لَمْ تَصِيْدُوْهُ اَوْ يُصَادُ لَكُمْ﴾- رواه الخمسة الا ابن ماجة، و قال الشافعي: هذا احسن حديث في الباب واقيس- قلت: وهو من رواية المطلب بن عبدالله بن حنطب عن جابر، ولا يعرف له سماع منه، قاله الترمذي، كذا في "نيل الاوطار" (٤-٢٤٣)- و في سنده اضطراب كما سنذكره-

بَابُ مَالَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ وَمَا لَا يُغَطِّيْهِ مِنْ اَعْضَائِهِ

۲۶۱۱- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ؟ قَالَ: ﴿لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيْصَ، وَلَا الْعِمَامَةَ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا السَّرَاوِيْلَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ وَلَا زَعْفَرَانٌ، وَلَا الْخُفَّيْنِ اِلَّا اَنْ لَا يَجِدَ نَعْلَيْنِ فَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ﴾- رواه الجماعة، و في لفظ للبخاري: ﴿وَلْيُحْرِمْ اَحَدُكُمْ فِيْ اِزَارٍ وَرِدَاءٍ وَنَعْلَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ

گوشت کھا سکتا ہے۔ اس لئے کہ ابوقتادہؓ نے یہ شکار صرف اپنے کھانے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی کھلانے کی نیت تھی۔ کیونکہ اتنا بڑا جانور صرف اپنے کھانے کیلئے شکار کرنا نہایت بعید اور عجیب ہے۔

۲۶۱۰۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ احرام کی حالت میں خشکی کے شکار تمہارے لئے حلال ہیں بشرطیکہ تم نے خود انہیں شکار نہ کیا ہو اور نہ ہی صرف تمہیں کھلانے کی نیت سے شکار کیا گیا ہو۔ اصحاب خمسہ نے سوائے ابن ماجہ کے اسے روایت کیا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس باب میں زیادہ اچھی اور زیادہ قرین قیاس ہے۔

فائدہ: یعنی شکار کرنے والے نے اپنے لئے اور مُحرموں کو کھلانے کیلئے شکار کیا ہو تو مُحرم لوگ اسے کھا سکتے ہیں۔ ہاں البتہ اگر مُحرموں کو کھلانے کے لئے شکار کیا گیا ہو، ان کے حکم یا اشارہ وغیرہ سے تو اس کا کھانا مُحرموں کے لئے درست نہیں۔ طحاوی نے اس حدیث کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔

باب مُحرم کون سے کپڑے نہ پہنے اور کون سے اعضاء نہ ڈھکے

۲۶۱۱۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ مُحرم کیا چیز پہن سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مُحرم قمیص، پگڑی، برساتی، شلوار یا ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا اور موزے نہ پہنے۔ ہاں اگر مُحرم کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن سکتا ہے۔ (رواہ الجماعۃ)۔ اور بخاری کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ تم میں سے ہر ایک ایک چادر، ایک تہہ بند اور دو جوتوں میں احرام باندھے اور اگر جوتے نہ ہوں تو موزے پہن لے (بشرط مذکورہ بالا یعنی ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موزوں کو کاٹ کر جوتے کے طور پر پہننا جائز ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جوتے ہوتے

نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ۔ الحديث (نيل ٤-٢١٨، ٢١٩)۔

٢٦١٢- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ﴿لَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ، وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ﴾۔ رواه احمد ، والبخاری، والنسائی، والترمذی وصححه، "نيل الاوطار" (٤-٢١٩)۔

٢٦١٣- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ، فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا، فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ۔ رواه احمد ، وابوداود، وابن ماجة، و فيه يزيد بن ابی زيادة قال ابن خزيمة: في القلب منه شيء، لكن ورد من وجه آخر، ثم اخرج من طريق فاطمة بنت المنذر عن اسماء بنت ابی بكر- وهي جدتها-ونحوه، وصححه الحاكم ، ويزيد بن ابی زيادة المذكور قد اخرج له مسلم، و في "الخلاصة" عن الذهبي: انه صدوق۔ (نيل ٤-٢٢٢)۔

٢٦١٤- عَنْ سَالِمٍ: اَنَّ عَبْدَ اللهِ -يَعْنِيْ اِبْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا- كَانَ يَقْطَعُ الْخُفَّيْنِ

ہوئے موزے استعمال کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں مال کا ضیاع ہے۔ اور یہی جمہور کا قول ہے۔

۲۶۱۲۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مُحرِم عورت چہرے پر نقاب نہ ڈالے اور دستانے نہ پہنے۔ (احمد، بخاری، نسائی، ترمذی)۔ ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

۲۶۱۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (دوران حج وعمرہ) سوار ہمارے سامنے سے گذرتے اور ہم حضور ﷺ کے ساتھ احرام کی حالت میں تھیں۔ پس جب سوار ہمارے سامنے آجاتے تو ہم اپنے منہ پر نقاب ڈال لیتے (اس طرح کہ کپڑا منہ کو نہ لگے) اور جب وہ گذر جاتے تو ہم پھر اپنے منہ کو کھول لیتے۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)۔ اس کی سند میں یزید بن ابی زیادہ ہے جو مختلف فیہ ہے اور مسلم نے بھی اس کی حدیث کی تخریج کی ہے اور خلاصہ میں ذھبی سے مروی ہے کہ یہ صدوق (سچا) ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت منہ ڈھانپا جاسکتا ہے بشرطیکہ کپڑا منہ کو نہ لگے۔ اسی طرح اس حدیث سے قبل مذکورہ حدیث کے بھی احناف تارک نہ ہوئے۔

۲۶۱۴۔ سالم، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ مُحرِم عورت کیلئے موزوں کو کاٹا کرتے تھے۔ پھر صفیہ بنت ابوعبید نے سالم کو بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو موزے (کاٹ کر) پہننے کی اجازت دی تھی۔ اس کے بعد یہ (کاٹنے کا) عمل ترک کردیا گیا۔ (ابوداود)۔ اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے لیکن اس نے عنعنہ نہیں کیا۔

فائدہ: یہ کاٹنے کا عمل اس لئے ترک کیا گیا کہ احرام کی حالت میں ٹخنوں کا ننگا رکھنا مرد کیلئے ضروری ہے۔ عورت کے لئے

لِلْمَرْأَةِ الْمُحْرِمَةِ، ثُمَّ حَدَّثَتْهُ صَفِيَّةُ بِنْتُ أَبِيْ عُبَيْدٍ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ قَدْ رَخَّصَ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُفَّيْنِ، فَتَرَكَ ذٰلِكَ۔ رواہ ابوداود، و فی اسنادہ محمد بن اسحاق، ولکنہ لم یعنعن۔ کذا فی "النیل" (٤-٢٢٢)۔

٢٦١٥- عن سعید بن جبیر، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَجُلًا أَوْقَصَتْهُ رَاحِلَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿اِغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّ سِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ، وَلَا تَمَسُّوْهُ طِيْبًا، وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ وَلَا وَجْهَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا﴾۔ اخرجہ مسلم، والنسائی، وابن ماجہ۔ "التعلیق الممجد" (٢٠٢)۔

٢٦١٦- اخبرنا مالک، حدثنا نافع، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ: مَا فَوْقَ الذَّقْنِ مِنَ الرَّأْسِ فَلَا يُخَمِّرُهُ الْمُحْرِمُ۔ اخرجہ محمد فی "الموطا" (٢٠٢) وقال: بقول ابن عمر ناخذ، وھو قول ابی حنیفة والعامة من فقھائنا رحمھم اللہ تعالی۔

ضروری نہیں۔ عورت بغیر کاٹے بھی استعمال کر سکتی ہے۔ یہی حنفیہ کا مذہب ہے۔

۲۶۱۵۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی احرام کی حالت میں سواری سے گر کر مر گئے تو اس مُحرم کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، اسے انہی دو کپڑوں میں کفن دو۔ اسے خوشبو نہ لگاؤ اور اس کے سر اور چہرے کو نہ ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھے گا۔ (مسلم، نسائی، ابن ماجہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مُحرم خوشبو استعمال نہ کرے اور نہ ہی اپنا سر اور چہرہ ڈھانپے۔ البتہ احناف کے نزدیک مُحرم کے مر جانے سے احرام کے احکام ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ مکلف نہ رہا۔ اس لئے اسے خوشبو وغیرہ لگا سکتے ہیں۔ باقی اس حدیث میں مردہ مُحرم کیلئے جو ممانعت آئی ہے یہ اس صحابی کی خصوصیت ہے۔

۲۶۱۶۔ ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ مُحرم پیشانی سے ٹھوڑی تک کے حصے کو نہ ڈھانپے۔ (مؤطا محمدؒ)۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ کے قول کو ہی ہم لیتے ہیں اور یہی امام اعظم اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مُحرم چہرہ نہ ڈھانپے۔ باقی امام شافعیؒ نے جو دار قطنی میں مذکور ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث احرام الرجل فی راسه واحرام المراۃ فی وجھھا سے جو استدلال کیا ہے کہ مرد کیلئے چہرہ ڈھانپنا جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مرد کے حق میں سر کا ننگا رکھنا زیادہ مؤکد ہے چہرہ کے ننگا رکھنے سے۔ اور یہ مطلب نہیں کہ چہرہ ننگا رکھنا اسے لازم نہیں اور اس پر دلیل مذکورہ بالا اصح الاسانید والی متن میں مذکور حدیث ہے۔

۲۶۱۷- عَنْ عُمَرَ ﷺ وَقَدْ رَاٰی عَلٰی طَلْحَةَ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: اِنَّمَا هُوَ مَدَرٌ، قَالَ: اِنَّكُمْ اَيُّهَا الرَّهْطُ اَئِمَّةٌ يَقْتَدِيْ بِكُمُ النَّاسُ، فَلَوْ اَنَّ رَجُلًا جَاهِلًا رَاٰی هٰذَا الثَّوْبَ فَقَالَ: اِنَّ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ كَانَ يَلْبَسُ الثِّيَابَ الْمُصَبَّغَةَ فِي الْاِحْرَامِ، فَلَا تَلْبَسُوْا اَيُّهَا الرَّهْطُ مِنْ هٰذِهِ الْمُصَبَّغَةِ۔ اخرجه مالك في "الموطا" "جمع الفوائد" (۱-۱۶۹)۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ فِيْ "موطاه": وَيُكْرَهُ اَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ الْمُشْبَعَ بِالْعُصْفُرِ، وَالْمَصْبُوْغَ بِالْوَرْسِ اَوِ الزَّعْفَرَانِ، اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ قَدْ غُسِلَ فَذَهَبَ رِيْحُهُ، وَصَارَ لَا يَنْفُضُ، فَلَا بَاْسَ اَنْ يَّلْبَسَهُ الْمُحْرِمُ اه۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَجِدْ اِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيْلَ وَلْيَفْتُقْهُ

۲۶۱۸- عَنْ جَابِرٍ ﷺ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ لَّمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ، وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ اِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيْلَ»۔ رواه احمد، و مسلم۔ (نيل الاوطار ۴-۲۲۰)۔

۲۶۱۷۔ عمر ﷺ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت طلحہؓ کے بدن پر احرام کی حالت میں رنگا ہوا کپڑا دیکھا تو فرمایا، یہ کیا ہے؟ (یعنی رنگا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں تو آپ نے یہ کیوں پہنا ہے؟) طلحہؓ نے فرمایا کہ یہ تو مٹی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے لوگو! تمہاری حیثیت ائمہ کی سی ہے۔ لوگ تمہاری اقتداء کرتے ہیں۔ اگر کوئی جاہل آدمی یہ کپڑا دیکھے گا تو کہے گا کہ طلحہ بن عبید اللہؓ احرام کی حالت میں رنگا ہوا کپڑا پہنتے تھے۔ پس لوگو! رنگے ہوئے کپڑے مت پہنو (موطا امام مالک) امام محمدؒ موطا میں فرماتے ہیں کہ کسم، ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا احرام کی حالت میں پہننا مکروہ ہے۔ ہاں اگر رنگنے کے بعد اسے اتنا دھو دیا گیا کہ اس کی بو باقی نہ رہے اور نچوڑنے سے عصفر وغیرہ نہ ٹپکے تو اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشبو سے رنگا ہوا کپڑا استعمال کرنا مُحرم کیلئے جائز نہیں۔ البتہ اگر اسے اچھی طرح دھو دیا جائے اور اس خوشبو کے اثرات ختم ہو جائیں تو پھر پہننا جائز ہے۔ دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ مقتدیٰ لوگوں کو ایسے مباح کاموں سے بھی احتراز کرنا چاہیے جس سے فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو حسنات الابرار سیئات المقربین کے اصول کے تحت۔

باب اگر محرم کے پاس تہہ بند نہ ہو تو وہ سلائی کھول کر شلوار پہن سکتا ہے

۲۶۱۸۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جس کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزے پہن لے اور جس کے پاس تہہ بند نہ ہو تو وہ شلوار پہن لے۔ (احمد، مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے مطلقاً (بغیر کاٹے) موزوں کو پہننے کی اجازت معلوم ہوتی ہے اور پچھلی احادیث میں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹنے کا حکم موجود ہے۔ لہٰذا مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہوئے ٹخنوں کے نیچے سے موزوں کا کاٹنا ضروری ہے۔ اسی طرح شلوار کو موزوں پر قیاس کرتے ہوئے سلائی کھولنا ضروری ہے۔ اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ اختلاف سے بچنے اور حدیث صحیح پر

بَابُ مَنْعِ الْمُحْرِمِ مِنْ اِسْتِعْمَالِ الطِّيْبِ بَعْدَ الْاِحْرَامِ

۲۶۱۹- عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ فِيْ حَدِيْثِهِ: ﴿وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ وَلَا زَعْفَرَانٌ﴾- وَ قَالَ فِي الْمُحْرِمِ الَّذِيْ اَوْ قَصَتْهُ نَاقَتُهُ: ﴿وَلَا تَمَسُّوْهُ طِيْبًا﴾- رواه ابن عباس، و قد تقدم كل ذلك في الباب المتقدم-

۲۶۲۰- وَعَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: مَنِ الْحَاجُّ؟ قَالَ: اَلشَّعِثُ التَّفِلُ قَالَ: فَاَيُّ الْحَجِّ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ قَالَ: وَمَا السَّبِيْلُ؟ قَالَ: ﴿الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ﴾- رواه ابن ماجة باسناد حسن- (الترغيب والترهيب ۱-۱۹۵)-

بَابُ جَوَازِ الْمُزَعْفَرِ وَغَيْرِهِ مِنَ الثِّيَابِ اِذَا كَانَ غَسِيْلًا

۲۶۲۱- حدثنا فهد، ثنا يحيى بن عبدالحميد الحماني، ثنا ابو معاوية، وحدثنا ابن ابي عمران، ثناعبدالرحمن بن صالح الازدي، حدثنا ابو معاوية، عن عبيدالله، عن نافع، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿لَا تَلْبَسُوْا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ اَوْ زَعْفَرَانٌ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ غَسِيْلًا﴾- يَعْنِيْ فِي الْاِحْرَامِ- اخرجه الطحاوي، ورجاله ثقات- (زيلعي ۱-۴۸۰)- و

عمل کرنے کیلئے موزوں کو کاٹ کر اور شلوار کو ادھیڑ کر پہننا بہتر ہے۔

باب احرام باندھنے کے بعد مُحرم کیلئے خوشبو استعمال کرنا ممنوع ہے

۲۶۱۹۔ ابن عمرؓ سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ مُحرم ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔ اسی طرح مرنے والے مُحرم کے بارے میں فرمایا کہ اسے خوشبو نہ لگائی جائے۔ (مسلم، نسائی، ابن ماجہ)۔

۲۶۲۰۔ ابن عمرؓ ہی سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ حاجی کیسا ہونا چاہیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پراگندہ بالوں والا اور بدبو والا (یعنی وہ خوشبو وغیرہ استعمال نہ کرے) پھر اس نے پوچھا کہ کون سا حج افضل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس میں خوب (لبیک کی) پکار ہو اور (خدا کے نام پر قربانی کر کے) زیادہ خون بہایا جائے۔ پھر اس نے پوچھا کہ ﴿مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ میں سبیل سے کیا مراد ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مراد سفر خرچ اور سواری کا انتظام ہے۔ (ابن ماجہ) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: بدبو والا ہونے سے مراد یہ ہے کہ خوشبو کا استعمال نہ کرے۔ اور چلّانے سے مراد یہ ہے کہ تلبیہ اونچی آواز سے کثرت سے پڑھے۔

باب زعفران سے رنگا ہوا کپڑا دھو کر استعمال کرنا درست ہے۔

۲۶۲۱۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ احرام کی حالت میں ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا مت پہنو۔ ہاں

م عمدة القاری ۱-۲۳-۵)۔

۲۶۲۲- ثنا يزيد بن هارون، ثنا الحجاج، عن حسين بن عبدالله، عن عكرمة، عن ابن عَبّاس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ﴿لا بَأسَ اَنْ يُحْرِمَ الرَّجُلُ فِيْ ثَوْبٍ مَصْبُوْغٍ بِزَعْفَرَانَ قَدْ غُسِلَ وَلَيْسَ لَهُ قَمِيْصٌ وَلَا دِرْعٌ﴾۔ اخرجه اسحاق بن راهويه، وابن ابی شيبة والبزار، وابو يعلی الموصلی فی مسانيدهم۔ (زيلعی ۱-۳۸۱) ورجاله ثقات غيرما فی حسن بن عبدالله من المقال، وشاه يحيی فی رواية وابن عدی، كما فی "التهذيب" (۱-۳۴۳ و ۳۴۴) وذكرته اعتضادا۔

بَابُ الرَّجُلِ يُحْرِمُ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ كَيْفَ يَنْبَغِيْ اَنْ يَّخْلَعَهُ

۲۶۲۳- عَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ فِيْ رَجُلٍ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ فَقَالَ: اِغْسِلِ الطِّيْبَ الَّذِيْ بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَانْزَعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ، وَاصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِيْ حَجَّتِكَ، اخرجه البخاری و غيره۔ و فی لفظ عند ابی داود: اِخْلَعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ، فَخَلَعَهَا مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ

گر اسے اچھی طرح دھولیا جائے (اور خوشبو کے اثرات زائل ہو جائیں تو پھر پہننا جائز ہے) (طحاوی) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۲۶۲۲۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر کسی محرم کے پاس کوئی اور قمیص اور زرہ نہ ہو تو زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کو دھو کر احرام میں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ابن ابی شیبہ، اسحاق بن راھویہ، بزار، ابویعلیٰ) اس کے راوی سوائے حسن بن عبداللہ کے ثقہ ہیں۔ اور میں نے اس حدیث کو بطور تائید کے ذکر کیا ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ زعفران وغیرہ سے رنگا ہوا کپڑا اچھی طرح دھو کر احرام میں استعمال کرنا جائز ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی پاک کپڑے کو نجاست لگ جائے اور اس کے ساتھ نماز جائز نہ ہو لیکن جب اسے اسی طرح دھولیا جائے کہ نجاست نکل جائے تو وہ کپڑا پاک ہو جاتا ہے اور اس میں نماز جائز ہو جاتی ہے۔ ابن مسیب، طاؤس، اور ابراہیم نخعی (جیسے کبار تابعین) کا بھی یہی مذہب ہے۔

باب محرم کے گلے میں کرتا ہو تو وہ اسے کس طرح نکالے

۲۶۲۳۔ یعلیٰ بن امیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عمرے کا احرام باندھا اور وہ خوشبو میں لت پت تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے جسم سے خوشبو کو تین مرتبہ دھودے اور کرتا اتار دے اور عمرے میں وہی اعمال کر جو تو حج میں کرتا ہے۔ (بخاری وغیرہ)۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کرتا اتار دے تو صحابی نے سر کی جانب سے کرتا اتار دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کے گلے میں اگر کرتا ہو تو وہ سر کی جانب اسے اتارے، اور اسے پھاڑ کر اتارنا ضروری نہیں، یہی جمہور کا قول ہے۔ باقی طحاوی میں مذکور حضرت جابر بن عبداللہؓ کی وہ حدیث کہ جس میں ہے کہ میں نے اپنے پاؤں کی

كَذَا فِيْ "الفتح" (۳-۳۱۳)۔

بَابُ الْمُحْرِمِ يَغْسِلُ رَأْسَهُ اَوْ يَغْتَسِلُ

۲۶۲۴- عن عبدالله بن حنين: اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ والمسور بْنَ مَخْرَمَةَ اِخْتَلَفَا بِالْاَبْوَاءِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، قَالَ الْمِسْوَرُ: لَا يَغْسِلُهُ، فَاَرْسَلَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ اِلَى اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ، فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يَسْتَتِرُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ قُلْتُ: عَبْدُ اللهِ بْنُ حُنَيْنٍ، اَرْسَلَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْأَلُكَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الثَّوْبِ فَطَأْطَأَهُ، حَتّٰى بَدَالِيْ رَأْسُهُ، ثُمَّ قَالَ لِاِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ: اُصْبُبْ، فَصَبَّ عَلٰى رَأْسِهِ، ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ، فَقَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُهُ ﷺ يَفْعَلُ۔ فَقَالَ الْمِسْوَرُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: لَا اُمَارِيْكَ اَبَدًا ۔ اخرجه الستة الا الترمذی۔ (جمع الفوائد ۱-۱۷۰)۔

جانب سے قمیص اتاری، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یعلیٰ کی حدیث سنداً اور نظراً جابرؓ کی حدیث سے احسن ہے۔ نظراً اس لئے احسن ہے کہ اگر محرم اپنے سر پر کوئی گٹھڑی وغیرہ اٹھالے یا اپنے سر پر ہاتھ رکھ لے تو بالاتفاق کوئی مضائقہ نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ سر کو ڈھانپنے سے منع الباس (لباس پہننے) کی جہت سے ہے، جیسے ٹوپی، پگڑی وغیرہ اور جب وہ سر کی طرف سے قمیص اتارے گا تو اس میں جہت الباس نہیں، اس لئے کوئی حرج نہیں، نیز جابرؓ کی حدیث احتیاط وتقویٰ پر محمول ہے اور سر کی جانب سے قمیص اتارنے میں فساد نہیں۔

باب محرم اپنے سر کو دھوسکتا ہے اور غسل کرسکتا ہے

۲۶۲۴۔ عبداللہ بن حنین فرماتے ہیں کہ (محرم کے سر دھونے کے متعلق) ابواء مقام پر ابن عباسؓ اور مسور بن مخرمہؓ کے درمیان اختلاف ہوا۔ ابن عباسؓ فرمانے لگے کہ محرم اپنا سر دھوسکتا ہے جبکہ مسور کہنے لگے کہ محرم سر نہیں دھوسکتا۔ (مسئلہ دریافت کرنے کیلئے) ابن عباسؓ نے مجھے (یعنی عبداللہ بن حنین کو) ابوایوب انصاریؓ کے پاس بھیجا۔ عبداللہ بن حنین نے ابوایوب انصاریؓ کو کنویں پر لگی ہوئی دو لکڑیوں کے درمیان ایک کپڑے کی آڑ میں غسل کرتے ہوئے پایا۔ عبداللہ بن حنین کہتے ہیں کہ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا عبداللہ بن حنین ہوں۔ مجھے ابن عباسؓ نے آپ سے یہ دریافت کرنے کیلئے بھیجا ہے کہ حضور ﷺ احرام کی حالت میں کس طرح اپنا سر مبارک دھوتے تھے؟ (یہ سنکر) ابوایوبؓ نے کپڑے پر ہاتھ رکھا اور سر اٹھایا حتیٰ کہ انکا سر مجھے نظر آنے لگا۔ پھر انہوں نے اس شخص سے جو پانی ڈال رہا تھا کہا کہ پانی ڈال۔ پس اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا اور انہوں نے اپنے سر کو ہاتھوں سے ملا اور ہاتھ آگے سے پیچھے اور پیچھے سے آگے کی طرف لائے پھر فرمایا میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر مسور، ابن عباسؓ سے فرمانے لگے کہ اب میں آپؓ سے کبھی جھگڑا نہیں کروں گا۔ اسے ترمذی کے علاوہ اصحاب صحاح ستہ نے روایت کیا ہے۔

بَابُ جَوَازِ تَظَلُّلِ الْمُحْرِمِ مِنَ الْحَرِّ اَوْ غَيْرِهٖ

۲۶۲۵- عَنْ أُمِّ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: حَجَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَجَّةَ الْوَدَاعِ، فَرَأَيْتُ أُسَامَةَ وَبِلَالًا، وَاَحَدُهُمَا آخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَةِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالْاٰخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهٗ يَسْتُرُهٗ مِنَ الْحَرِّ، حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ- و فی رواية: وَالْآخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهٗ عَلٰى رَاسِ النَّبِيِّ ﷺ يُظَلِّلُهٗ مِنَ الشَّمْسِ- رواه احمد و مسلم- (نیل ۴:۲۲۵)-

۲۶۲۶- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوْا اِلٰى مِنٰى، فَاَهَلُّوْا بِالْحَجِّ، وَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَصَلّٰى بِهَا الظُّهْرَ، وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ،

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ احرام کی حالت میں سر دھونا اور غسل کرنا جائز ہے۔ غسلِ جنابت تو بالاتفاق واجب ہے اور غسلِ نظافت یا غسل تبرید بھی جمہور کے ہاں بلا کراہت جائز ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ اسی طرح اس حدیث سے سر کا دھونا بھی محرم کیلئے ثابت ہے۔ باقی حضور ﷺ کا فرمان کہ "الحاج الشعث" (کہ حاجی پراگندہ بالوں والا ہوتا ہے) سے غسل راس کے عدم جواز پر استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ مؤطا محمد صفحہ ۲۳ میں ایک حدیث میں حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ احرام کی حالت میں آپؓ نے یعلی بن منیہ سے فرمایا کہ میرے سر پر پانی ڈال...... پانی ڈالنا سر کی پراگندگی میں اضافہ ہی کرے گا۔ (یہ مشاہدہ کی بات ہے کہ اگر خالی سر تر کیا جائے اور صابون تیل وغیرہ استعمال نہ کیا جائے تو اولاً غبار بالوں کی جڑوں میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر خشک ہونے پر غبار سر کی اوپر کی سطح پر آ جاتا ہے۔ اس طرح پراگندگی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

فائدہ: اس حدیثِ متن سے اور بھی کئی علوم حاصل ہوتے ہیں: (۱) اگر صحابہ کا آپس میں کسی مسئلہ پر اختلاف ہو جائے تو ایک کا قول دوسرے پر حجت نہیں ہوتا الا یہ کہ کسی ایک کے پاس کوئی دلیل ہو، (۲) نص کے پائے جانے کے وقت ترکِ قیاس و اجتہاد ضروری ہے، (۳) خبرِ واحد مقبول ہے اور اس کا قبول کرنا صحابہؓ کے ہاں مشہور تھا، (۴) ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید کر سکتا ہے جب دوسرے کا فضل واضح ہو جائے۔

باب گرمی وغیرہ سے بچاؤ کیلئے محرم کو کسی چیز کا سایہ لینا جائز ہے

۲۶۲۵۔ ام الحصینؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے حجۃ الوداع میں حضور ﷺ کے ساتھ حج کیا میں نے دیکھا کہ اسامہؓ اور بلالؓ میں سے ایک نے حضورؐ کی اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی ہے اور دوسرے نے حضور ﷺ پر گرمی سے بچاؤ کیلئے ایک کپڑے کے ذریعے سایہ کر رکھا ہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے جمرۂ عقبہ کی رمی کر لی۔ (مسند احمد و مسلم)۔

۲۶۲۶۔ حضرت جابرؓ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ ترویہ کے دن (یعنی آٹھ ذوالحجہ کو) تمام لوگ منیٰ کی طرف روانہ

والعِشَاءَ،وَالْفَجْرَ، ثُمَّ مَكَثَ قَلِيْلًا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ، وَاَمَرَ بِقُبَّةٍ مِّنْ شَعْرٍ، فَضُرِبَتْ لَهٗ بِنَمِرَةَ، فَسَارَ حَتّٰى اَتٰى عَرَفَةَ، فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهٗ بِنَمِرَةَ، فَنَزَلَ بِهَا۔ الحديث رواه مسلم، وابوداود، والنسائي۔ (جمع الفوائد۱:۱۷۷،۱۷۸)۔

بَابُ يُسْتَحَبُّ اَنْ يَّبْدَاَ بِالْمَسْجِدِ عِنْدَ دُخُوْلِ مَكَّةَ ثُمَّ يَسْتَلِمَ الْحَجَرَ مَا لَمْ يُؤْذِ اَحَدًا وَاِلَّا فَيَسْتَقْبِلُهٗ وَيُكَبِّرُ اللهَ وَيُهَلِّلُهٗ وَيُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَ اِسْتِلَامِهٖ ثُمَّ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ

۲۶۲۷- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَوَّلُ شَيْءٍ بَدَاَ بِهٖ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ اَنَّهٗ تَوَضَّاَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ۔ متفق عليه۔ (دراية۱۸۸)۔

۲۶۲۸- عَنْ جَابِرٍ ﷺ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَاسْتَلَمَ الْحَجَرَ ثُمَّ

ہونے لگے تو انہوں نے حج کا احرام باندھ کر تلبیہ پڑھا اور حضور ﷺ سوار ہو کر منیٰ گئے اور منیٰ میں آپ ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں پھر فجر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر سورج طلوع ہونے تک آپ ٹھہرے رہے پھر آپ ﷺ نے (عرفات میں) بالوں کا ایک خیمہ لگانے کا حکم فرمایا اور نمرہ کے مقام پر ایک خیمہ آپ ﷺ کے لئے لگا دیا گیا۔ پھر جب آپ ﷺ عرفات کے میدان میں پہنچے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ نمرہ مقام پر آپ ﷺ کے لئے ایک خیمہ لگ چکا ہے۔ تو آپ ﷺ اس میں ٹھہرے۔ (مسلم، ابوداود، نسائی)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ گرمی وغیرہ سے بچاؤ کیلئے سر پر سایہ کرنا محرم کے لئے جائز ہے۔ یہی احناف اور جمہور کا مسلک ہے۔ باقی ابن عمرؓ کی وہ حدیث جو بیہقی میں مروی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مذکورہ بالا مرفوع حدیثوں کے مقابلے میں مرجوح ہے۔ نیز اس میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ وہ کپڑا محرم کے سر کو لگا ہوا ہو اس لئے ابن عمرؓ نے اس سے روکا ہو۔

باب مکہ میں داخل ہو کر سب سے پہلے مسجد حرام جانا پھر بغیر کسی کو تکلیف دیے حجر اسود کو بوسہ دینا مستحب ہے اور تکلیف کی صورت میں حجر اسود کا استقبال ہی کافی ہے۔ بوسہ دیتے وقت تکبیر و تہلیل اور درود پڑھے پھر طواف کرے

۲۶۲۷۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے مکہ داخل ہو کر سب سے پہلے وضو کیا پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ (بخاری و مسلم)۔

۲۶۲۸۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو (سب سے پہلے) مسجد حرام میں داخل ہوئے، حجر اسود کا بوسہ لیا پھر اور کام کئے (مسلم)۔

ـــی، رواہ مسلم- (درایۃ۱۸۸)-

۲۶۲۹- عَنْ عَطَاءٍ: لَمَّا دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَكَّةَ لَمْ يَلْوِ عَلٰى شَیْءٍ وَلَمْ يَعْرُجْ ، وَلا ـعنْ أَنَّهُ دَخَلَ بَيْتًا حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَبَدَأَ بِالْبَيْتِ فَطَافَ بِهٖ- رواہ الازرقی فی "تاریخ ـكۃ"، (درایۃ) و سکت الحافظ عنہ-

۲۶۳۰- عن سعید بن المسیب، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ: ﴿يَا ـمرُ إِنَّكَ رَجُلٌ قَوِيٌّ، لَا تُزَاحِمْ عَلَى الْحَجَرِ فَتُوْذِي الضَّعِيْفَ، إِنْ وَجَدْتَ خَلْوَةً فَاسْتَلِمْهُ، وَإِلَّا ـسْتَقْبِلْهُ وَكَبِّرْ وَهَلِّلْ﴾- رواہ احمد والبیہقی، (درایۃ۱۸۹)، وسکت الحافظ عنہ- واخرجہ ـشافعی، واسحاق بن راھویہ، وابو یعلی الموصلی، کلھم عن سفیان، عن ابی یعفور لعبدی-واسمہ وقدان-قال: سمعت شیخنا بمکۃ یحدث عن عمر بن الخطاب ؓ، ـکرہ- قال الدارقطنی فی "العلل": قال ابن عیینۃ: ذکروا ان ھذاالشیخ ھو عبدالرحمن بن ـع بن عبدالحارث، کذا فی "نصب الرایۃ"(۱:۴۸۶)- قلت: وعبدالرحمن بن نافع ذکرہ ـ شاھین فی الصحابۃ، وعزاہ لابن سعد، لم یبین مستندہ، وابوہ صحابی شھیر- کذا فی ـتھذیب التھذیب" (۶-۲۸۸) فالسند صحیح، ولا اقل من ان یکون حسنا، فان رجالہ ـت کلھم، وقد تابع عبد الرحمن سعید بن المسیب، فذکر عن عمر نحوہ-

۲۶۲۹- عطاءؒ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو مسجد حرام میں داخل ہونے تک نہ آپ ﷺ کسی جانب ہٹے ـتے سے کسی اور جانب مڑے- اور نہ ہی کسی گھر میں داخل ہوئے (یعنی سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہوئے)- اور وہاں سب سے ـے بیت اللہ کا طواف فرمایا- (ازرقی فی تاریخ مکہ بحوالہ درایہ)- اس حدیث پر حافظ نے سکوت کیا ہے (لہذا یہ کم از کم حسن ہے)-

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مکہ پہنچ کر سب سے پہلے مسجد حرام میں جانا چاہیے اور بیت اللہ کا طواف کرنا چاہیے-

۲۶۳۰- سعید بن مسیب حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ آپ طاقتور آدمی ہیں ـ نے حجر اسود پر تنگی نہ کریں- بلکہ جس وقت خلوت پائیں اس وقت بوسہ دے لیں- اور اگر خلوت ہی نہ پائیں تو پھر اس کا صرف سامنا ـتیں- اور تکبیر و تسبیح پڑھیں- (احمد، بیہقی)- حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے اور شافعیؒ، اسحاق بن راہویہ اور ابو یعلیٰ موصلی نے بھی اس ـیث کو ذکر کیا ہے- الغرض اس کی سند صحیح ہے اور اس کا متابع بھی موجود ہے-

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ افضل بوسہ لینا ہی ہے بشرطیکہ کسی کو تکلیف نہ ہو- اور اگر زیادہ بھیڑ ہو تو حجر اسود کا سامنا ـنا ہی کافی ہے بلکہ اس کا ثواب بھی بوسہ دینے کے برابر ہے- آج کل کی صورت حال بھی اسی کی متقضی ہے کہ بوسہ دینے پر اصرار نہ

بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا اسْتَلَمَ الْحَجَرَ

٢٦٣١- عَنِ ابْنِ عُمَرَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّهُ كَانَ إِذَا اسْتَلَمَ الْحَجَرَ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔ رواه البيهقي والطبراني في الاوسط والدعاء وسنده صحيح۔ (التلخيص الحبير۱:۲۱۳)۔

٢٦٣٢- وَعَنْهُ: اَنَّهُ كَانَ إِذَا اَرَادَ اَنْ يَّسْتَلِمَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ، وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ، وَاِتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ، ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ يَسْتَلِمُهٗ۔ رواه الواقدي في المغازي مرفوعًا۔

٢٦٣٣- ورواه البيهقي والطبراني في "الاوسط والدعاء" عن الحارث الاعور، عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ: اَنَّهُ كَانَ إِذَا مَرَّ بِالْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فَرَاٰى عَلَيْهِ زِحَامًا اِسْتَقْبَلَهٗ وَكَبَّرَ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ، وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ، وَاِتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ، (التلخيص۱-۲۱۳) سكت الحافظ عنهما فالاسناد حسن۔

٢٦٣٤- عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ، قَالَ: اُخْبِرْتُ اَنَّ بَعْضَ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نَقُوْلُ إِذَا اسْتَلَمْنَا؟ قَالَ: ﴿قُوْلُوْا بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اِيْمَانًا بِاللّٰهِ وَتَصْدِيْقًا لِمَا جَاءَ بِهٖ مُحَمَّدٌ﴾۔ قلت: وهو في "الام" عن سعيد بن سالم، عن ابن جريج، (التلخيص الحبير

کیا جائے۔ لیکن اس مستحب کام کو کرنے کیلئے لوگ دھکم پیل کرتے ہیں جو کہ حرام ہے۔

باب حجر اسود کا بوسہ دیتے وقت محرم کیا کہے

۲۶۳۱۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے یہ الفاظ فرماتے تھے۔ بسم اللہ واللہ اکبر (اللہ کے نام سے بوسہ دیتا ہوں جو سب سے بڑا ہے)۔ (بیہقی، طبرانی) اس کی سند صحیح ہے۔

۲۶۳۲۔ ابن عمرؓ ہی سے مروی ہے کہ جب وہ حجر اسود کو بوسہ دینے کا ارادہ کرتے تو یہ الفاظ کہتے: "اے اللہ! میں تجھ پر ایمان رکھتے ہوئے، تیری کتاب (قرآن پاک) کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے نبی کریم ﷺ کی سنت کا اتباع کرتے ہوئے (بوسہ دیتا ہوں) پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے، اس کے بعد حجر اسود کو بوسہ دیتے۔ واقدی نے مغازی میں اسے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

۲۶۳۳۔ طبرانی نے الاوسط والدعاء میں اور بیہقی نے سنن میں روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جب وہ حجر اسود کے پاس سے گذرتے اور اس پر بھیڑ دیکھتے تو اس کا سامنا کرتے ہوئے تکبیر کہتے۔ پھر وہی الفاظ فرماتے جو ابن عمرؓ سے مروی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس پر سکوت کیا ہے پس اس کی سند (کم از کم) حسن ہے۔ (التلخیص الحبیر)۔

۲۶۳۴۔ ابن ابی نجیح فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کسی صحابی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ ہم حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت کیا پڑھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ الفاظ پڑھ بسم اللہ واللہ اکبر ایمانا باللہ و تصدیقا لما جاء به محمد ﷺ (التلخیص الحبیر)۔

۲۱۳)۔ و سعید فیه مقال وهو منقطع ایضا۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ

۲٦۳٥- عَنْ اِبْرَاهِيْمِ النَّخْعِى، قَالَ: تُرْفَعُ الْاَيْدِىْ فِىْ سَبْعِ مَوَاطِنَ: فِىْ اِفْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، فِى التَّكْبِيْرِ لِلْقُنُوْتِ فِى الْوِتْرِ، وَفِى الْعِيْدَيْنِ، وَعِنْدَ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ، وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَبِجَمْعٍ وَّعَرَفَاتٍ، وَعِنْدَ الْمَقَامَيْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ۔ رواه الطحاوى واسناده صحيح۔ (آثار السنن ۱-۱۸)۔

بَابُ لَا يَسْتَلِمُ مِنَ الْاَرْكَانِ غَيْرَ الْحَجَرِ وَالرُّكْنِ الْيَمَانِى وَاِذَا لَمْ يَقْدِرْ عَلَى الْاِسْتِلَامِ يَمْسَحُهُمَا بِشَىْءٍ ثُمَّ يُقَبِّلُهُ

۲٦۳٦- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمْ اَرَ النَّبِىَّ ﷺ يَمَسُّ مِنَ الْاَرْكَانِ اِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ۔(رواه الجماعة الا الترمذى، وله معناه من رواية ابن عباس۔ (نيل ٤:٢٦٤)۔

فائدہ: اسی طرح احادیث میں یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء نے بوسہ دیتے وقت یہ بھی کہا کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان۔ (اس حدیث کو مصنف ابن ابی شیبہ۔ عللِ دارقطنی، مسلم، نسائی اور ابوعوانہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے) تو آج کل کے فساد کے زمانہ میں علماء اور اکابر وخواص کے لئے بوسہ دیتے وقت یہ الفاظ کہنا بھی افضل ہے۔ اس طرح کہنے سے سنت کا اتباع بھی ہو جائے گا اور عوام کے عقائد میں بھی خلل نہیں آئے گا اور فلاسفہ اور دہریوں کے اعتراض سے بھی بچاؤ ہو جائے گا۔

باب حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت ہاتھ اٹھانا

۲٦۳٥۔ ابراھیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھ سات موقعوں پر اٹھایا جائے۔ نماز کے شروع میں، وتروں میں قنوت کے لئے تکبیر کہتے وقت، عیدین میں، حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت، صفا مروہ میں، مزدلفہ میں، عرفات میں، جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ ثانیہ کے مقامات محمودہ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یہ یقیناً انہوں نے صحابہؓ یا اجلہ تابعینؒ سے سنا ہوگا۔ کیونکہ ایسی بات اپنی رائے سے نہیں کہی جا سکتی۔

باب محرم حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کسی اور رکن کو بوسہ نہ دے اور اگر بوسہ دینے پر قدرت نہ ہو تو کسی اور چیز سے چھو کر اسے بوسہ دے

۲٦۳٦۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کسی اور رکن کا بوسہ دیتے نہیں دیکھا۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی وغیرہ)۔

٢٦٣٧- عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ اِسْتَلَمَ الْحَجَرَ بِيَدِهٖ، ثُمَّ قَبَّلَ يَدَهٗ، وَقَالَ: مَا تَرَكْتُهٗ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُهٗ۔ متفق عليه۔ (نيل ٤:٢٦٣)۔

٢٦٣٨- عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ ؓ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ، وَيَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِمِحْجَنٍ مَعَهٗ وَيُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ۔ رواه مسلم۔ (نيل ٤:٢٦٣)۔

٢٦٣٩- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما، قَالَ: طَافَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى بَعِيْرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ۔ متفق عليه۔ وَفِيْ لَفْظٍ: طَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى بَعِيْرٍ، كُلَّمَا أَتٰى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِيْ يَدِهٖ وَكَبَّرَ۔ رواه احمد والبخاري۔ (نيل ٤-٢٦٣)۔

بَابُ طَوَافِ الْقُدُوْمِ وَالرَّمَلِ وَالْاِضْطِبَاعِ فِيْهِ وَكَيْفِيَّتِهِمَا

٢٦٤٠- عَنْ جَابِرٍ ؓ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ بَدَأَ بِالْحَجَرِ فَاسْتَلَمَهٗ، ثُمَّ أَخَذَ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَرَمَلَ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ وَمَشٰى أَرْبَعًا۔ اخرجه مسلم۔(زيلعي ١-٤٨٨)۔ وهو في حديث طويل له في حجة الوداع۔

فائدہ: حجر اسود کو ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چومنا استلام کہلاتا ہے۔

۲۶۳۷۔ نافعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے حجر اسود کو چھوا پھر اپنے ہاتھ کا بوسہ لے کر فرمایا ''جب سے میں نے حضور ﷺ کو یہ کرتے ہوئے دیکھا، اس وقت سے میں نے حجر اسود کا بوسہ نہیں چھوڑا'' (بخاری و مسلم)۔

۲۶۳۸۔ ابوطفیل عامر بن واثلہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرتے اور حجر اسود کو اپنی چھڑی سے چھو کر چھڑی کو چوم لیتے (مسلم)۔

۲۶۳۹۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور ﷺ نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔ اور حجر اسود کو چھڑی سے چومتے تھے۔ (بخاری و مسلم)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا اور جب بھی حجر اسود پر پہنچتے تو اپنے ہاتھ میں موجود کسی شئی سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور تکبیر کہتے (احمد و بخاری)۔

فائدہ: مسند احمد میں ہے کہ عطاءؒ فرماتے ہیں کہ جابر بن عبد اللہؓ، ابن عمرؓ اور ابو سعید خدریؓ، ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ بھی حجر اسود کو ہاتھ لگا کر ہاتھوں کو چوم لیتے۔

باب طواف قدوم اور اس میں رمل اور اضطباع کی کیفیت

۲۶۴۰۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ آئے تو سب سے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر دائیں طرف

٢٦٤١- عَنِ ابْنِ عُمَرَرَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا، وَمَشٰى أَرْبَعًا، وَفِی رواية: إِذَا طَافَ فِی الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ أَوَّلَ مَايَقْدَمُ فَإِنَّهٗ يَسْعٰى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ بِالْبَيْتِ وَيَمْشِیْ أَرْبَعَةً متفق عليهما (نيل ٤-١٥٩)-

٢٦٤٢- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابَهٗ إِعْتَمَرُوْا مِنْ جِعِرَّانَةَ، فَرَمَلُوْا بِالْبَيْتِ، وَجَعَلُوْا أَرْدِيَتَهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ، ثُمَّ قَذَفُوْهَا عَلٰى عَوَاتِقِهِمِ الْيُسْرٰى، رواه أحمد، وابوداود، وسكت عنه هو والمنذری، والحافظ فی "التلخيص"، ورجاله رجال الصحيح، و قد صحح حديث الاضطباع النووی فی "شرح مسلم" (نيل ٤: ٢٦٠)-

---

سے طواف شروع کیا۔ اور تین چکروں میں رمل کیا۔ اور چار میں اپنی ہیئت پر چلے۔ (مسلم)۔ یہ حجۃ الوداع کے بارے میں حضرت جابرؓ کی لمبی حدیث میں مروی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمل اب بھی سنت ہے کیونکہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر تو کوئی کافر بھی مکہ میں نہ تھا۔

۲۶۴۱۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب بیت اللہ کا پہلا طواف کرتے تو تین چکروں میں جلدی جلدی چلتے (یعنی رمل کرتے) اور چار چکروں میں عام عادت کے مطابق چلتے۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ جب حج یا عمرہ کا پہلا طواف کرتے تو تین چکروں میں دوڑتے اور چار چکروں میں عادت کے مطابق چلتے۔ (بخاری و مسلم)۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ طواف قدوم اور اس میں رمل دونوں سنت ہیں۔ اور ﴿وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ سے طواف قدوم کے وجوب پر استدلال درست نہیں کیونکہ یہ آیت بالاجماع طواف زیارت سے متعلق ہے۔ (نیل الاوطار) نیز محرم سے طواف قدوم کا ساقط ہو جانا، اور وقت کی تنگی کے وقت مردوں سے بھی اس کا ساقط ہو جانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سنت ہے۔ کیونکہ اگر واجب ہوتا تو یہ ساقط نہ ہوتا اور اس کے فوت ہونے کی صورت میں فدیہ واجب ہوتا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

۲۶۴۲۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے جعرانہ مقام سے عمرہ کا احرام باندھا۔ اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے رمل کیا۔ (یعنی کندھے اچکاتے ہوئے جھپٹ کر چلے) اور اپنی چادروں کو بغلوں کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھوں پر ڈالا۔ (یعنی اضطباع کیا)۔ (احمد، ابوداؤد)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اضطباع کرنا سنت ہے اور طریقہ اضطباع بھی معلوم ہوا۔

بَابُ الطَّوَافِ مِنْ وَّرَاءِ الْحَطِيْمِ

٢٦٤٣- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا، قَالَتْ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْحَجَرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوْهُ فِي الْبَيْتِ؟ قَالَ: ﴿إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ، وَلَوْ لَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوْبُهُمْ لَنَظَرْتُ أَنْ أُدْخِلَ الْحَجَرَ فِي الْبَيْتِ﴾- الحديث متفق عليه، واللفظ لمسلم (نيل الاوطار٤-٢٦٦)-

٢٦٤٤- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ، قَالَ: اَلْحَجَرُ مِنَ الْبَيْتِ، لِأَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ طَافَ بِالْبَيْتِ مِنْ وَّرَائِهِ، قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾- اخرجه الحاكم في "المستدرك" قال: حديث صحيح الاسناد- (زيلعي ١-٤٨٨)-

بَابُ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ وَالرُّكْنِ الْيَمَانِيْ فِيْ كُلِّ شَوْطٍ وَاِنْ لَّمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ يُشِيْرُ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ وَّ يُقَبِّلُهُ

باب حطیم کے پیچھے سے طواف کرنا

۲۶۴۳۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے حطیم کے بارے میں پوچھا، کیا وہ بیت اللہ کا حصہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ پھر میں نے عرض کیا لوگوں نے (تعمیر کرتے وقت) اسے بیت اللہ میں داخل کیوں نہیں کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (تعمیر کرتے وقت) قوم کے پاس خرچ ختم ہو گیا اور اگر تیری قوم نے جاہلیت (کفر) کو نیا نیا نہ چھوڑا ہوتا اور مجھے اس بات کا خطرہ نہ ہوتا کہ ان کے دل (حطیم کو داخل کرنے کو) برا سمجھیں گے تو میں حطیم کو بیت اللہ میں داخل کر دیتا۔ (بخاری و مسلم)۔

۲۶۴۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے حطیم کے پیچھے سے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں کہ امن والے گھر (بیت اللہ) کا طواف کرو۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے اور طواف میں حطیم کو شامل کرنا بھی واجب ہے۔ ابن عبد البر نے حطیم کے باہر سے طواف کے وجوب پر اجماع نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ کسی حدیث مرفوع میں یا کسی صحابی سے یا اس کے بعد کے کسی بزرگ محدث وفقیہ سے یہ بات منقول نہیں ہے کہ اس نے حطیم کے اندر سے طواف کیا ہو۔ (فتح الباری)

باب طواف کے ہر چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کو بوسہ دیا جائے اور اگر اس پر قدرت نہ ہو تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کر کے اس چیز کو چوم لیا جائے

٢٦٤٥- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: طَافَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ عَلٰى بَعِيْرٍ، كُلَّمَا أَتَى الرُّكْنَ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ عِنْدَهُ وَكَبَّرَ- اخرجه الامام البخاری- (فتح الباری ٣-٣٨١)-

٢٦٤٦- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ مَسَحَ، أَيْ قَالَ: إِسْتَلَمَ الْحَجَرَ وَالرُّكْنَ فِيْ كُلِّ طَوَافٍ- اخرجه الحاكم فی "المستدرك" (١-٤٥٦) وقال: حديث صحيح الاسناد واقره عليه الذهبی-

بَابُ جَوَازِ الطَّوَافِ رَاكِبًا لِعُذْرٍ وَكَرَاهَتِهِ بِدُوْنِهِ

٢٦٤٧- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ وَهُوَ يَشْتَكِيْ، فَطَافَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ- اخرجه ابوداود، ذكره الحافظ فی (الفتح٣-٣٩٢) وسكت عنه، فهو صحيح او حسن-

٢٦٤٨- عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: شَكَوْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِنِّيْ أَشْتَكِيْ،

۲۶۴۵۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اونٹنی پر طواف کررہے تھے، جب بھی آپ ﷺ حجر اسود کے پاس پہنچے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ فرماتے اور تکبیر کہتے (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رش کی صورت میں کسی چھڑی وغیرہ کے ذریعے اشارہ کر کے چوم لینا ہی کافی ہے۔اور مسلم کی حدیث میں چھڑی کو چومنے کا بھی ذکر ہے۔اور ابو سعید خدری، ابو ہریرہ، ابن عمر، جابر اور ابن عباس ؓ سے بھی اسی طرح چومنا مروی ہے اور جمہور کا یہی مسلک ہے کہ ہاتھ سے چھوکر چومنا سنت ہے۔اور اگر اس کی قدرت نہ ہو تو کسی شئ سے چھوکر اس کو چوم لیا جائے۔ اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو ہاتھ یا چھڑی وغیرہ سے اس کی طرف اشارہ کردیا جائے۔

فائدہ: باقی آپ ﷺ کا سوار ہو کر طواف کرنا ضرورت اور مجبوری کی بنا پر تھا اور بلا عذر مکروہ ہے کما سیاتی۔

۲۶۴۶۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب طواف کرتے تو حجر اسود اور رکن یمانی کو ہر چکر میں چھوکر چومتے۔(مستدرک حاکم) حاکم فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور ذھبی نے بھی یہی کہا ہے۔

باب عذر کی بنا پر سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے اور بغیر عذر کے مکروہ

۲۶۴۷۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ پہنچے تو بیمار تھے اور آپ ﷺ نے اپنی سواری پر سوار ہو کر طواف کیا (ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔

۲۶۴۸۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اپنے بیمار ہونے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کے پیچھے

فَقَالَ: ﴿طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ﴾۔ الحديث، اخرجه البخاری۔ "فتح الباری" (۳-۳۹۲)۔

بَابُ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ ثُمَّ يَأْخُذُ عَنْ يَمِينِهِ مِمَّا يَلِيَ الْبَابَ

۲۶۴۹- عن ابن شهاب، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ ﷺ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ إِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ۔ اخرجه الامام البخاری۔ (فتح الباری ۳-۳۷۷)۔

۲۶۵۰- عَنْ جَابِرٍ ﷺ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ بَدَأَ بِالْحَجَرِ فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ أَخَذَ عَنْ يَمِيْنِهِ فَرَمَلَ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ، وَمَشٰى أَرْبَعًا۔ اخرجه مسلم۔ (زیلعی ۱-۴۸۸) وقد تقدم۔

بَابُ وُجُوْبِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الطَّوَافِ وَأَفْضَلِ مَكَانِهِمَا خَلْفَ الْمَقَامِ وَسُنِّيَّةِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ إِذَا كَانَ بَعْدَهُمَا سَعْيٌ

سوار ہو کر طواف کر لو۔ (بخاری)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عذر کی بنا پر سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے۔ اور وہ احادیث جن میں بیماری کا ذکر نہیں، ان مقید احادیث پر محمول ہونگی۔ اور اصل طواف یہ ہے کہ پیدل ہو جیسا کہ ابن عباسؓ کی مشہور حدیث ہے جو اصحاب سنن نے روایت کی ہے کہ طواف مثل نماز کے ہے اسے حاکم، ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجر اس کے بعد فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے سوار ہو کر طواف کرنے پر اس میں کوئی دلالت نہیں۔

باب محرم پہلے طواف میں ہی حجر اسود کو بوسہ دے پھر دروازے کی جانب سے اپنے دائیں جانب سے طواف شروع کرے

۲۶۴۹۔ سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ مکہ تشریف لاتے تو پہلے طواف میں حجر اسود کو بوسہ دیتے اور سات چکروں میں سے تین میں رمل کرتے۔ (بخاری)۔

۲۶۵۰۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ آئے تو سب سے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر اپنی دائیں جانب سے طواف شروع کیا۔ طواف کے تین چکروں میں رمل کیا اور چار چکروں میں عادت کے مطابق چلے (مسلم)۔

فائدہ: بعض حضرات نے حجر اسود کے بوسہ دینے سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ ہر اس شخص کو بوسہ دیا جا سکتا ہے جو تعظیم کا مستحق ہے۔ اسی طرح قرآن مجید اور اجزاء حدیث کو بوسہ دینے کا بھی جواز ثابت کیا ہے (فتح الباری)۔ لیکن یاد رہے کہ قبور صالحین کو بوسہ دینے سے علماء حنفیہ نے منع کیا ہے (نور الایضاح) کیونکہ اس میں قبر کو سجدہ کرنے کی ہیئت بنتی ہے جس میں بڑی خرابی ہے جو مخفی نہیں۔

باب طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا واجب ہے اور مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنا افضل ہے اور جس طواف کے بعد سعی ہو اس طواف کے بعد حجر اسود کو بوسہ دینا سنت ہے

٢٦٥١- عَنْ جَابِرٍ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا انْتَهٰى إِلٰى مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ قَرَأَ: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، فَقَرَأَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ، وَقُلْ يٰٓأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ، وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، ثُمَّ عَادَ إِلَى الرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا. رواه احمد و مسلم۔(نیل ٤-٢٧٢)۔

٢٦٥٢- قِيْلَ لِلزُّهْرِيِّ: إِنَّ عَطَاءً يَقُوْلُ: يُجْزِئُ الْمَكْتُوْبَةُ مِنْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ، فَقَالَ: السُّنَّةُ أَفْضَلُ، لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ ﷺ أُسْبُوْعًا إِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔ اخرجه البخاری (نیل ٤-٢٧٢)۔

٢٦٥٣- عن نافع، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ، قَالَ: سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِكُلِّ أُسْبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ۔ رواه الحافظ ابو القاسم تمام بن محمد الرازی فی "فوائده"۔ (زیلعی ١-٤٩٠)۔

٢٦٥٤- عن عمرو، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: مَضَتِ السُّنَّةُ أَنَّ مَعَ كُلِّ أُسْبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ لَا

۲۶۵۱۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب مقام ابراہیم پر پہنچے تو یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ پھر آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ قل یایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ قل ھو اللہ احد پڑھی۔ (دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد) آپ ﷺ نے دوبارہ حجر اسود کا بوسہ دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ صفا و مروہ کی طرف (سعی کیلئے) چلے گئے۔ (احمد و مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کی آیت ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ سے مراد طواف کی نماز ہے۔ اور امر کا صیغہ وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا طواف کی دو رکعتیں واجب ہیں۔ اس کے چھوڑنے پر دم واجب ہوگا۔ البتہ طواف کی رکعتوں کو مقام ابراہیم کے پاس پڑھنا واجب نہیں کیونکہ احادیث میں حضور ﷺ کا مختلف جگہوں پر نماز پڑھنا ثابت ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طواف کے بعد دوبارہ حجر اسود کو بوسہ دینا چاہیے بشرطیکہ اس کے بعد سعی ہو۔

۲۶۵۲۔ زہریؒ سے کہا گیا کہ عطاء کہتے ہیں کہ طواف کی دو رکعتیں فرض نماز سے بھی ادا ہو جاتی ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ سنت پر عمل زیادہ بہتر ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ حضور ﷺ نے سات چکر پورے کئے ہوں اور دو رکعت نماز نہ پڑھی ہو۔ (بخاری)۔

فائدہ: اس اثر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے طواف کی نماز ہمیشہ پڑھی ہے اور کبھی بھی ترک نہیں کیا جو وجوب کی دلیل ہے۔

۲۶۵۳۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر سات چکروں پر دو رکعت نماز مسنون فرمائی ہے۔ اسے ابو القاسم ابن تمام رازی نے فوائد میں روایت کیا ہے۔ (زیلعی)۔

۲۶۵۴۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ یہ سنت چلی آرہی ہے کہ ہر سات چکروں کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے

يُجْزِئُ مِنْهُمَا تَطَوُّعٌ وَلَا فَرِيْضَةٌ۔ رواه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"، ثم اخرجه عن يحيى بن سليمان، عن اسماعيل بن امية، عن الزهری نحوه سواء۔ (زيلعی ۱-۴۹۰)۔

بَابُ جَوَازِ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ وَمِنَ الْحَرَمِ

۲۶۵۵- عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿إِذَا أُقِيْمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ فَطُوْفِيْ عَلٰى بَعِيْرِكِ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ، فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ، فَلَمْ تُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَتْ﴾۔ اخرجه الامام البخاری۔ (فتح الباری ۳-۳۹۰)۔

۲۶۵۶- وَصَلّٰى عُمَرُ ﷺ خَارِجًا مِنَ الْحَرَمِ۔ علقه البخاری۔ وصله مالك وغيره كما فی "فتح الباری" ايضا۔

اور کسی قسم کی نفل یا فرض نماز سے نماز طواف ادا نہیں ہوتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: مضت السنة کے الفاظ مرفوع کے حکم میں ہیں۔ نیز سنت کا مطلب یہ ہے کہ یہ دو رکعتیں عزائم شریعت میں سے ہیں اور ہمیشہ سے مسلمانوں میں معروف و مشہور اور ان پر تواتر سے عمل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ الغرض سنت سے مراد سنت اصطلاحی نہیں بلکہ سنت لغوی مراد ہے جو واجب کو بھی شامل ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ دو رکعتیں واجب ہیں اور یہی حنفیہ کا قول ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طواف اور نماز طواف کے درمیان میں موالات بھی سنت ہے۔ بلا عذر تاخیر کراہت سے خالی نہیں۔

باب مسجد حرام یا حرم سے باہر طواف کی دو رکعتیں پڑھنا جائز ہے

۲۶۵۵۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب صبح کی نماز کھڑی ہو (اور لوگ نماز پڑھنے میں مشغول ہو جائیں) تو تو اپنے اونٹ پر طواف کر لینا۔ چنانچہ ام سلمہؓ نے ایسا ہی کیا (لیکن) آپ نے باہر نکلنے تک نماز طواف نہ پڑھی۔ (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کے طواف کے آداب میں سے یہ ہے کہ وہ طواف میں مردوں سے اختلاط نہ کریں۔ اس پر بخاری کی وہ حدیث بھی دلیل ہے جس میں ہے کہ جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف سے منع کر دیا..........اس میں ہے کہ حضرت عائشہؓ لوگوں سے الگ تھلگ طواف کرتی تھیں اور جب مطاف خالی ہوتا (رات کے کسی وقت میں) تو تب حجر اسود کو بوسہ دیتیں۔

۲۶۵۶۔ اور بخاری ہی میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے طواف کی دو رکعتیں حرم سے باہر جا کر (ذو طوی مقام میں) پڑھیں۔ بخاری نے اسے تعلیقاً اور امام مالکؒ وغیرہ نے اسے موصولاً روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ طواف کی دو رکعتیں مسجد حرام سے باہر جا کر پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ اگر جائز نہ ہوتا

بَابُ ذِكْرِ اللهِ فِي الطَّوَافِ

٢٦٥٧- عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ السَّائِبِ ﷺ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ بَيْنَ الرُّكْنِ الْيَمَانِيْ وَالْحَجَرِ: ﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾- رواه احمد، وابوداود- وقال: بين الركعتين- واخرجه ايضا النسائي، و صححه ابن حبان ، والحاكم- (نيل الاوطار١-٢١٣)-

٢٦٥٨- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ ﴿اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ، وَاخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَائِبَةٍ لِيْ بِخَيْرٍ﴾- رواه ابن ماجة، والحاكم- (التلخيص الحبير١-٢١٣) قال الحاكم: صحيح الاسناد-

٢٦٥٩- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ أَنَّ اللهَ وَكَّلَ بِالْحَجَرِ سَبْعِيْنَ مَلَكًا، فَمَنْ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالُوْا: آمِيْن- رواه ابن ماجة وسكت عنه الحافظ في التلخيص (١:٢١٣)-

٢٦٦٠- وَعَنْهُ: مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا فَلَمْ يَتَكَلَّمْ اِلَّا بِسُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ

حضور ﷺ ان پر ضرور انکار فرماتے۔ لیکن مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنا گذشتہ باب کی احادیث کی بنا پر یقیناً افضل ہے۔

باب طواف کے دوران اللہ کا ذکر کرنا

۲۶۵۷۔ عبداللہ بن سائبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان یہ پڑھتے ہوئے سنا: رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا) (احمد، ابوداود، نسائی)۔ حاکم اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

۲۶۵۸۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان یہ دعاء پڑھتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاخْلُفْ عَنِّيْ كُلَّ غَائِبَةٍ لِيْ بِخَيْرٍ (اے اللہ مجھے اپنے دیئے ہوئے پر قناعت کی توفیق دے اور میرے لیے اس میں برکت نازل فرما اور میرے لیے ہر غائب چیز میں خیر رکھ دے)۔ (ابن ماجہ، حاکم)۔ حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔

۲۶۵۹۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حجر اسود پر ستر فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں۔ پس اگر کوئی یوں کہے (حجر اسود کے قریب) اللهم انی اسئلک العفو والعافية فی الدنيا والآخرة. ربنا اتنا فی الدنيا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار تو اس پر وہ فرشتے آمین کہتے ہیں (ابن ماجہ)۔ حافظ صاحب نے تلخیص میں اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہٰذا یہ ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)

۲۶۶۰۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے مروی ہے کہ جو بیت اللہ کے سات چکر لگائے۔ اور اس دوران صرف تیسرا کلمہ پڑھے تو اس

إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ- مُحِيَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ، وَكُتِبَتْ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ- رواه ابن ماجة، و سنده ضعيف، قاله الحافظ في "التلخيص" (١-٢١٣)- و في "نيل الاوطار" (٤-٢٦٩): ان في اسناده اسماعيل بن عياش و فيه مقال، وهشام بن عمار، وهو ثقة تغير بآخره اهـ- قلت: وكلاهما حسن الحديث عندنا لا سيما في ابواب الفضائل-

بَابُ جَوَازِ الْكَلَامِ الْمُبَاحِ فِي الطَّوَافِ وَتَرْكُهُ اَفْضَلُ

٢٦٦١- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرْفُوعًا: ﴿اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ، إِلَّا أَنَّ اللّٰهَ أَبَاحَ فِيهِ الْكَلَامَ، فَمَنْ نَطَقَ فَلَا يَنْطِقُ إِلَّا بِخَيْرٍ﴾- اخرجه اصحاب السنن، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان- (فتح الباري٣-٣٨٦) و في كلام الحافظ ما يشعر بكون الحديث مشهورا عن ابن عباس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا موقوفا ومرفوعاً-

کے دس گناہ معاف ہوجاتے ہیں، دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس درجات بلند ہوتے ہیں۔(ابن ماجہ)۔ اس کی سند ضعیف ہے (تلخیص)۔ میں کہتا ہوں کہ اسماعیل اور ہشام دونوں حسن الحدیث ہیں خاص کر ابواب فضائل میں۔

فائدہ: ان احادیث سے طواف کے دوران ذکر اللہ کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔

باب طواف کے دوران مباح گفتگو کرنا جائز ہے لیکن نہ کرنا افضل ہے

۲۶۶۱۔ ابن عباسؓ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ بیت اللہ کا طواف نماز کی طرح ہے لیکن اس میں گفتگو کرنا مباح اور جائز ہے۔ تو جس نے گفتگو کرنی ہو وہ خیر کی گفتگو کرے۔ اس حدیث کو اصحاب سنن نے روایت کیا ہے۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے اور حافظ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ابن عباسؓ سے موقوفاً و مرفوعاً مشہور ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کے دوران گفتگو کرنا جائز ہے لیکن اسے نماز سے تشبیہ دی گئی ہے لہٰذا گفتگو نہ کرنا ہی مستحب ہے۔ اسی طرح ہر وہ عمل نہ کرنا مستحب ہے جو خشوع کے منافی ہو۔ لیکن یاد رکھیں کہ طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ اور صحابہؓ سے تواتر عملی سے ثابت ہے کہ طواف کے دوران وہ ہاتھ چھوڑے رکھتے تھے۔

فائدہ: قیاس کا تقاضا تھا کہ طواف میں بھی نماز کی طرح ہاتھ باندھے جائیں کیونکہ اسے نماز سے تشبیہ دی گئی ہے لیکن قربان جائیں امام اعظم ابوحنیفہؒ پر کہ انہوں نے قیاس کو چھوڑ کر سنت نبوی و سنت صحابہ کی پوری پوری رعایت کی ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود بھی ایک ٹولہ احناف کو قیاس کا طعنہ دیتا ہے۔ فهذه فرية بلا مرية تكاد القلوب يتفطرن منه وتنشق الصدور وتخر الجبال هدا

بَابُ اِذَا اَتٰی مِنْ سَبْعَةِ اَشْوَاطٍ بِاَکْثَرِ صَحَّ طَوَافُهُ

۲۶۶۲- عَنْ اَبِیْ الشَّعْثَاءِ: اَنَّهُ اُقِیْمَتِ الصَّلَاةُ وَقَدْ طَافَ خَمْسَةَ اَطْوَافٍ فَلَمْ یُتِمَّ مَا بَقِیَ۔ رواه عبدالرزاق، وذکره الحافظ فی "الفتح" (۳-۳۸۸) و سکت عنه، فهو صحیح او حسن۔

بَابُ اِذَا قَطَعَ طَوَافَهُ لِعُذْرٍ یَقْضِیْ مَا بَقِیَ وَیَبْنِیْ وَلَا یَلْزَمُهُ الْاِسْتِیْنَافُ وَالسُّنَّةُ فِیْهِ الْمُوَالَاةُ

۲۶۶۳- حدثنا اسماعیل بن زکریا، عَنْ جَمِیْلِ بْنِ زَیْدٍ، قَالَ: رَاَیْتُ اِبْنَ عُمَرَ طَافَ بِالْبَیْتِ فَاُقِیْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلّٰی مَعَ الْقَوْمِ، ثُمَّ قَامَ فَبَنٰی عَلٰی مَا مَضٰی مِنْ طَوَافِهٖ۔ رواه سعید بن منصور، و علقه البخاری مختصرا۔ (فتح الباری۳-۳۸۷) وسکت عنه الحافظ، فهو صحیح او

باب جوطواف کے اکثر حصے پورے کرلے اس کا طواف درست ہوگیا

۲۶۶۲۔ ابوالشعثاء سے مروی ہے کہ پانچ چکر پورے ہوجانے پر نماز کھڑی ہوجائے تو باقی چکروں کو پورا نہ کرے (مصنف عبدالرزاق)۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اسے ذکر کر کے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ طواف کا رکن اکثر چکر لگانا ہے۔ یہی حنفیہ کا مسلک ہے۔

باب اگر کسی عذر کی بناء پر طواف روکنا پڑے تو دوبارہ بناء کرتے ہوئے باقی حصے کی قضا کرے اور از سر نو کرنا ضروری نہیں۔ اور طواف میں سنت طریقہ یہ ہے کہ لگاتار کیا جائے

۲۶۶۳۔ جمیل بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا کہ آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اسی دوران نماز کھڑی ہوگئی تو آپ نے (طواف چھوڑ کر) لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی (پھر نماز کے بعد) آپ کھڑے ہوئے اور سابقہ طواف پر بناء کرتے ہوئے باقی طواف پورا کیا۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور بخاری نے بھی تعلیقاً روایت کیا ہے اور حافظ نے بھی اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عذر کی بناء پر طواف ادھورا چھوڑ دینا جائز ہے اور پھر بناء کرنا بھی جائز ہے۔ نیز مغنی ابن قدامہ میں ہے کہ اکثر اہل علم (ابن عمر، سالم عطاء، شافعی، ابوثور اور احناف وغیرہ) کے نزدیک اگر طواف یا سعی کرتے ہوئے فرض نماز کی اقامت کہی جائے تو وہ طواف وسعی ادھوری چھوڑ کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے۔ نیز حضور ﷺ کے فرمان "اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَةَ" سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ طوافِ سنت وغیرہ کے دوران اگر فرض نماز کی اقامت کہی جائے تو طواف

حسن عنده، وجميل بن زيد هذا هو الطائي الكوفي او البصري، روى عنه الثوري، واسماعيل بن زكريا وغيرهما، وهو ضعيف عندهم كما في "التهذيب" (۲-۱۱٤)۔

۲٦٦٤- عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: اَلطَّوَافُ الَّذِیْ يَقْطَعُهُ عَلَى الصَّلَاةِ وَاعْتَدَّ بِهِ اَيُجْزِئُ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَاَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ لَا يُعْتَدَّ بِهِ۔ قَالَ: فَاَرَدْتُ اَنْ اَرْكَعَ قَبْلَ اَنْ اُتِمَّ سُبْعِیْ؟ قَالَ: لَا، اَوْفِ سُبْعَكَ اِلَّا اَنْ تُمْنَعَ مِنَ الطَّوَافِ۔ اخرجه عبدالرزاق، و سكت عنه الحافظ في "الفتح" (۳-۳۸۷)۔

۲٦٦٥- حدثنا هشيم، حدثنا عبدالملك، عَنْ عَطَاءٍ، اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ فِي الرَّجُلِ يَطُوْفُ بَعْضَ طَوَافِهِ ثُمَّ تَحْضُرُ الْجَنَازَةُ: يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ عَلَيْهَا، ثُمَّ فَيَقْضِيْ مَابَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ طَوَافِهِ۔ اخرجه سعيد بن منصور و سكت عنه الحافظ في الفتح (۳:۳۸۷) ورجاله ثقات۔

ادھورا چھوڑ دے اور فرض نماز باجماعت ادا کرے۔ اور ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص بھی نہیں ہے جو بناء طواف کے مسئلہ میں مذکورہ بالا اہل علم کا مخالف ہو ان کے زمانہ میں سوائے حسن بصری کے۔ لیکن جمہور کا قول اولی ہے۔الخ۔ (۳:۴۱۳)

۲۶۶۴۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطاءؒ سے پوچھا کہ نماز کی وجہ سے طواف کے جس چکر کو توڑ دیا جائے تو کیا اس چکر کو طواف میں شمار کرنا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں لیکن مجھے پسندیدہ یہ ہے کہ اسے شمار نہ کیا جائے۔ راوی نے کہا کہ میں نے سات چکر پورا کرنے سے قبل نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا نہیں، سات چکر پورے کر۔ ہاں اگر طواف کرنے سے کوئی رکاوٹ ہو جائے (تو پھر پورا نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں) (مصنف عبدالرزاق) حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف درمیان میں چھوڑ دینا عذر کی وجہ سے جائز تو ہے لیکن لگاتار پورے سات چکر لگانا مسنون ہے۔

۲۶۶۵۔ عطاء سے مروی ہے، آپؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی طواف کے کچھ چکر پورے کر چکا ہو۔ پھر جنازہ آجائے اور وہ نماز جنازہ میں شریک ہو جائے تو وہ واپس آکر (بنا کرتے ہوئے) باقی طواف کر سکتا ہے۔ سعید بن منصور نے اسے روایت کیا ہے۔ حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: حافظ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ جمہور کا یہ قول ہے کہ عذر کی بنا پر (مثلاً فرض نماز، نماز جنازہ، تجدید وضو وغیرہ کی بنا پر) طواف ادھورا چھوڑنا جائز ہے اور پھر اس پر بنا کرنا بھی جائز ہے۔

بَابُ اَنَّ الْمُوَالَاةَ بَيْنَ الطَّوَافِ وَرَكْعَتَيْهِ سُنَّةٌ اِلَّا فِيْ وَقْتِ الْكَرَاهَةِ فَلَا بَأْسَ بِقَرْنِ الْاَسَابِيْعِ

۲۶۶۶- عن معمر، عن ایوب، عَنْ نَافِعٍ: اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَكْرَهُ قَرْنَ الطَّوَافِ، وَيَقُوْلُ: على كُلِّ سَبْعٍ صَلَاةُ رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ لَا يَقْرِنُ- اخرجه عبدالرزاق، وسكت عنه الحافظ فى الفتح(۳-۳۸۸) ورجاله ثقات معروفون من رجال الجماعة، فالسند صحيح-

۲۶۶۷- عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رضی اللہ عنہ: اَنَّهُ كَانَ يَقْرِنُ بَيْنَ الْاَسَابِيْعِ اِذَا طَافَ بَعْدَ الصُّبْحِ او الْعَصْرِ، فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ اَوْ غَرَبَتْ صَلّٰى لِكُلِّ اُسْبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ- رواه ابن ابی شيبة بسند جيد، كما فى "فتح البارى" (۳-۳۸۸)-

باب طواف اور نماز کے درمیان موالات سنت ہے مگر مکروہ وقت میں مسنون نہیں اور کئی طواف اکٹھے کرنے میں کوئی حرج نہیں

۲۶۶۶- نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ کئی طواف اکٹھے کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اور فرماتے تھے ہر سات چکروں پر دو رکعت نماز ضروری ہے۔ اور آپ خود کئی طوافوں کو نہیں ملاتے تھے (مصنف عبدالرزاق)۔ حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک طواف (یعنی سات چکر) مکمل اور پورا ہونے پر اگلا طواف شروع کرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے اور نماز پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کر دینا اچھا نہیں بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو۔ اور اگر وقت مکروہ ہو تو نمازِ طواف کی تاخیر میں کوئی کراہت نہیں جیسا کہ آگے آتا ہے۔

۲۶۶۷- مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ جب صبح یا عصر کی نماز کے بعد طواف کرتے تو کئی طوافوں کو ملاتے اور جب سورج طلوع ہو جاتا یا غروب ہو جاتا تو ہر سات چکروں کیلئے دو رکعت نماز پڑھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند عمدہ ہے۔

فائدہ: چونکہ وہ سورج کے طلوع اور غروب ہونے کا وقت ہوتا اس لئے آپ نماز نہ پڑھتے۔ بلکہ دوسرا طواف شروع کرتے۔ لیکن پہلی حدیث کی بنا پر عام حالات میں ایسا کرنا مکروہ ہے۔

بَابُ وُجُوْبِ الطَّهَارَةِ وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ لِلطَّوَافِ

٢٦٦٨- فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ﴿لا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ﴾-

٢٦٦٩- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ حِيْنَ قَدِمَ اَنَّهُ تَوَضَّأَ، ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ- متفق عليهما- (نيل الاوطار٤-٢٦٨)-

٢٦٧٠- وَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ لَمَّا طَمِثَتْ بِسَرِفَ: ﴿اِفْعَلِيْ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِيْ﴾- متفق عليه- (نيل٤-٢٦٨)-

٢٦٧١- وَعَنْهَا مَرْفُوْعًا: ﴿اَلْحَائِضُ تَقْضِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا اِلَّا الطَّوَافَ﴾- رواه احمد، واخرجه بهذا اللفظ ابن ابي شيبة باسناد صحيح عن ابن عمر- (نيل ٤:٢٦٨)-

باب طواف کیلئے ستر ڈھانپنا اور طہارت واجب ہے

۲۶۶۸۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ (متفق علیہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ستر عورت طواف کے لئے واجب ہے۔ کیونکہ یہ خبر بمعنی نہی ہے جو منع میں ابلغ ہے۔

۲۶۶۹۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب مکہ آتے تو سب سے پہلے وضو کر کے بیت اللہ کا طواف کرتے (بخاری ومسلم)۔

۲۶۷۰۔ جب ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سرف مقام پر حیض آ گیا تو حضور ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جو دوسرے حاجی کرتے ہیں تو بھی وہ اعمال کر لیکن جب تک پاک نہ ہو جائے بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔ (بخاری ومسلم)۔

۲۶۷۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا حیض والی عورت طواف کے علاوہ حج کے تمام مناسک ادا کر سکتی ہے۔ (مسند احمد ومصنف ابن ابی شیبہ)

فائدہ: آخری دو احادیث سے معلوم ہوا کہ طہارت طواف کیلئے واجب ہے۔ نیز حضور ﷺ نے طواف کو نماز سے تشبیہ دی ہے۔

بَابُ السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَوُجُوبُ الْبَدَاءَةِ بِالصَّفَا وَسُنِّيَّةِ الصُّعُوْدِ عَلَيْهِمَا مُسْتَقْبِلًا وَالدُّعَاءِ وَذِكْرِ اللهِ عِنْدَهُمَا

۲۶۷۲- عَنْ جَابِرٍ ﷺ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَأَ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ﴾، اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللهُ بِهِ- فَبَدَأَ بِالصَّفَاءِ فَرَقِيَ عَلَيْهِ حَتّٰى رَاَى الْبَيْتَ، فَاسْتَقْبَلَ الْبَيْتَ فَوَحَّدَ اللهَ، وَكَبَّرَهُ، وَقَالَ: ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، اَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ﴾، ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذٰلِكَ فَقَالَ مِثْلَ هٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ نَزَلَ اِلَى الْمَرْوَةِ حَتّٰى انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِي بَطْنِ الْوَادِيْ، حَتّٰى اِذَا صَعِدَتَا مَشٰى حَتّٰى اَتَى الْمَرْوَةَ، فَفَعَلَ عَلَى الْمَرْوَةِ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا- رواه مسلم- و كذلك احمد والنسائي بمعناه، ولفظ النسائي: ﴿فَابْدَأُوْا بِمَا بَدَأَ اللهُ بِهِ﴾ بصيغة الامر، و صححه ابن حزم، والنووي في "شرح مسلم"- و في "الموطا": حتى

باب صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا اور صفا سے سعی کو شروع کرنا واجب ہیں اور صفا مروہ پہاڑیوں پر چڑھ کر بیت اللہ کی طرف منہ کرنا اور دعا اور ذکر اللہ کرنا سنت ہیں

۲۶۷۲۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ صفا پہاڑی کے قریب ہوئے تو یہ آیت پڑھی۔ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ﴾ (کہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں) پھر فرمایا کہ میں اسی طرف سے شروع کروں گا جس طرف سے اللہ نے قرآن میں ان کا ذکر شروع کیا ہے (یعنی صفا سے)۔ پھر آپ ﷺ صفا پہاڑی سے شروع ہوئے اور پھر صفا پہاڑی پر چڑھے یہاں تک کہ بیت اللہ آپ کو نظر آنے لگا۔ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی کبریائی بیان کی پھر آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی لا اله الا الله وحده لا شريک له له الملک وله الحمد وهو على كل شيءٍ قدير. لا اله الا الله وحده انجز وعده (یعنی اپنا وعدہ پورا کیا) ونصر عبده (یعنی اپنے بندے کی مدد کی) وحزم الاحزاب وحده (جس نے تمام لشکروں کو اکیلے ہی شکست دے دی) آپ ﷺ نے یہ دعا تین دفعہ فرمائی۔ اور ہر دفعہ ان تکبیرات کے بعد دعا بھی فرماتے۔ پھر آپ ﷺ اتر کر مروہ کی طرف چلے یہاں تک کہ اس وادی کے نشیب میں آپ کے قدم مبارک اٹھنے لگے (یعنی نشیب میں دوڑے) پھر جب آپ ﷺ مروہ پہاڑی پر چڑھنے لگے تو عام رفتار سے چلے اور مروہ پہاڑی پر پہنچ گئے۔ اور مروہ پہاڑی پر وہی اعمال کئے جو صفا پہاڑی پر کئے (یعنی بیت اللہ کی طرف منہ کر کے اللہ سے دعاء کی) (مسلم، احمد، نسائی) اور نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ سعی اس طرف سے شروع کرو جس کو اللہ پاک نے کلام پاک میں مقدم رکھا ہے۔ یہ صیغہ امر وجوب پر دال ہے۔ نووی نے شرح مسلم میں اور ابن حزم نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور حمیدی کے جمع بین الصحیحین میں اور موطا میں یہ لفظ ہیں کہ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک وادی کے نشیب

انصبت قدماه فی بطن الوادی سعی حتی خرج، ولفظ الحمیدی فی "الجمع بین الصحیحین": حتی انصبت قدماه رمل فی بطن الوادی۔ و قد وقع فی بعض نسخ "صحیح مسلم" کلفظ "الموطا" وغیرہ۔ (نیل الاوطار ٤-٢٧٥)۔

٢٦٧٣- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ طَافَ وَسَعٰى، رَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشٰى أَرْبَعًا، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلّٰى﴾۔ فَصَلّٰى سَجْدَتَيْنِ، وَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ، ثُمَّ اسْتَلَمَ، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾، فَابْدَأُوْا بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ۔ رواہ النسائی و صححہ ابن حزم والنووی فی شرح مسلم (نیل الاوطار ٤:٢٧٥)۔

٢٦٧٤- عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ :أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمَّا فَرَغَ مِنْ طَوَافِهٖ أَتَى الصَّفَا، فَعَلَا عَلَيْهِ حَتّٰى نَظَرَ إِلَى الْبَيْتِ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ، فَجَعَلَ يَحْمَدُ اللّٰهَ وَيَدْعُوْ مَا شَاءَ أَنْ يَّدْعُوَ۔ رواہ مسلم وابوداود، (نیل الاوطار ٤-٢٧٤)۔

میں اترنے لگے۔ آپ ﷺ دوڑے حتیٰ کہ وادی سے نکل گئے۔ اور مسلم کے بعض نسخوں میں بھی موطا کی طرح کے الفاظ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں بلکہ قرآن میں بھی صفا مروہ کی سعی کو شعائر اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ پھر اِبْدَءُوْا امر کے الفاظ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ صفا سے سعی شروع کرنا واجب ہے۔ اور اس حدیث سے صفا مروہ پہاڑی پر ذکر اللہ کرنا بھی ثابت ہے جو کہ سنیت کی دلیل ہے۔

٢٦٧٣۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی۔ طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا اور چار چکروں میں عام عادت کے مطابق چلے۔ پھر (طواف کے بعد) یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلّٰى (یعنی مقام ابراہیم کے پاس کی جگہ کو سجدہ گاہ بناؤ) پھر آپ ﷺ نے طواف کی دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ مقام ابراہیم آپ ﷺ کے اور بیت اللہ کے درمیان تھا۔ پھر حجر اسود کو بوسہ دیا اور یہ فرماتے ہوئے چلائے ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ کہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں) پھر فرمایا کہ تم سعی اس جانب سے شروع کرو جس جانب کو اللہ نے قرآن میں پہلے ذکر کیا ہے۔ (نسائی) اسے ابن حزم اور نووی نے صحیح کہا ہے۔

٢٦٧٤۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوئے تو صفا کی طرف آئے اور صفا پہاڑی پر چڑھ گئے۔ جب بیت اللہ آپ ﷺ کو نظر آیا تو آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ کی حمد بیان کی اور جو چاہا مانگا (مسلم، ابوداود)

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے طواف اور سعی کے مابین ترتیب معلوم ہو رہی ہے۔ اور یہ ہمارے نزدیک واجب ہے۔ باقی اسامہ بن شریک کی وہ حدیث جس میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں طواف سے قبل سعی کر چکا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "طُف ولا حرج" یعنی اب طواف کرلو، کوئی حرج نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس شخص نے طواف قدوم کے بعد اور طواف افاضہ

بَابُ وُجُوْبِ السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ مَعًا

۲۶۷۵- عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَ: قُلْتُ لَهَا: إِنِّي لَأَظُنُّ رَجُلًا لَوْ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مَا ضَرَّهُ، قَالَتْ: لِمَ؟ قُلْتُ: لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ إِلٰى آخِرِ الْأٰيَةِ، فَقَالَتْ: مَا أَتَمَّ اللّٰهُ حَجَّ امْرِئٍ وَلَا عُمْرَتَهُ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَوْ كَانَ كَمَا تَقُوْلُ لَكَانَ : فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا- الحديث، رواه مسلم(۱-۴۱۴)- وهذا لفظه، والبخاري ولفظه: فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا- (فتح الباري ۱-۳۹۹)-

۲۶۷۶- عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنِيْ مَعْرُوْفُ بْنُ مُشْكَانَ، أَخْبَرَنِيْ مَنْصُوْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ، قَالَتْ: أَخْبَرَنِيْ نِسْوَةٌ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ الدَّارِ اللَّاتِيْ أَدْرَكْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قُلْنَ: دَخَلْنَا دَارَ ابْنِ أَبِيْ حُسَيْنٍ فَاطَّلَعْنَا مِنْ مُقْطَعٍ، فَرَأَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَشْتَدُّ فِي

سے قبل سعی کی تھی۔(فتح الباری) اور یہ صورت ہمارے نزدیک بھی جائز ہے۔ نیز حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدینؓ اور کبار صحابہؓ نے کبھی بھی طواف سے قبل سعی نہیں کی جو احناف کے مذہب کے لئے مؤید ہے۔

باب حج اور عمرہ دونوں میں صفا مروہ کی سعی واجب ہے

۲۶۷۵۔ عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میرے خیال میں اگر کوئی آدمی صفا مروہ کی سعی نہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ آپؓ نے فرمایا کیوں؟ میں نے عرض کیا کہ قرآن پاک میں آتا ہے کہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جو حج یا عمرہ کرے تو صفا مروہ کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب تک کوئی آدمی صفا مروہ کی سعی نہ کرے اس کا حج و عمرہ پورا نہیں ہوتا۔ اگر اسی طرح ہوتا جیسا کہ آپ کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطُوْفَ بِهِمَا (یعنی صفا مروہ کی سعی نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں)۔(مسلم) اور بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ کسی کو صفا مروہ کی سعی نہ کرنے کی اجازت نہیں۔

۲۶۷۶۔ منصور بن عبد الرحمٰن کی والدہ صفیہ فرماتی ہیں کہ بنی عبد الدار کی ان عورتوں نے جنہوں نے حضور ﷺ کو پایا ہے، مجھے خبر دی ہے اور کہا کہ ہم ابن ابی حسینؓ کے گھر میں داخل ہوئیں اور ہم نے ایک مقطع (روشن دان) سے جھانکا تو حضور ﷺ کو سعی کی جگہ میں تیز دوڑتا ہوا دیکھا۔ جب حضور ﷺ فلاں کی گلی پر پہنچے (جس کو راوی نے مسمّی کا نام دیا ہے) تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''اے لوگو! صفا مروہ کی سعی کرو اس لئے کہ یہ سعی تم پر فرض کر دی گئی ہے۔(دار قطنی)۔ صاحب تنقیح فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صفا مروہ کی سعی واجب ہے۔ نہ کرنے پر دم واجب ہوگا۔ نیز فتح الباری میں ہے کہ مسلم کی حدیث سے بھی جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کا حج اور عمرہ پورا نہ فرمائے (یعنی حضور ﷺ بددعا دے رہے ہیں) جو صفا مروہ کی

الْمَسْعٰی، حَتّٰی إِذْ بَلَغَ زِقَاقَ بَنِیْ فُلَانٍ - قَدْ سَمَّاهُ بِنَ الْمَسْعٰی - إِسْتَقْبَلَ النَّاسَ، وَقَالَ: ﴿یَا أَیُّهَا النَّاسُ! إِسْعَوْا، فَإِنَّ السَّعْیَ قَدْ کُتِبَ عَلَیْکُمْ﴾۔ رواہ الدارقطنی (۲-۲۷۰)۔ قال الزیلعی: قال صاحب "التنقیح": اسنادہ صحیح، و معروف بن مشکان صدوق، لا نعلم من تکلم فیہ، و منصور ھذا ثقة مخرج لہ فی الصحیحین (نصب الرایة ۱-۴۹۵)۔

بَاب فِیْ فَضْلِ الطَّوَافِ

۲۶۷۷- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا مَرْفُوْعًا: ﴿اَلطَّوَافُ بِالْبَیْتِ صَلَاۃٌ، إِلَّا أَنَّ اللّٰہَ أَبَاحَ فِیْهِ الْکَلَامَ، فَمَنْ نَطَقَ فَلَا یَنْطِقُ إِلَّا بِخَیْرٍ﴾۔ اخرجہ اصحاب السنن، و صححہ ابن خزیمة، وابن حبان۔ (فتح الباری۳-۳۸۶) وقد تقدم فی باب جواز الکلام المباح فی الطواف۔

۲۶۷۸- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا مَرْفُوْعًا: ﴿مَنْ طَافَ بِهٰذَا الْبَیْتِ أُسْبُوْعًا فَأَحْصَاهُ کَانَ کَعِتْقِ رَقَبَةٍ، لَا یَضَعُ قَدَمًا وَلَا یَرْفَعُ أُخْرٰی إِلَّا حَطَّ اللّٰہُ عَنْهُ بِهَا خَطِیْئَةً، وَکَتَبَ لَهُ بِهَا حَسَنَةً﴾۔ رواہ الترمذی، والحاکم، والنسائی۔ (کنزالعمال۳-۱۰) ولم یتعقبہ بشیء، فھو صحیح علی قاعدتہ۔

سعی نہیں کرتا"۔ معلوم ہوا کہ سعی واجب ہے۔

باب طواف کی فضیلت کے بیان میں

۲۶۷۷۔ ابن عباسؓ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ طواف نماز کی طرح ہے۔ مگر اس میں اللہ تعالیٰ نے گفتگو کرنا جائز رکھا ہے۔ پس جس نے گفتگو کرنی ہو تو وہ خیر کی گفتگو کرے۔ (اخرجہ اصحاب السنن) ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں طواف کو افضل الاعمال یعنی نماز سے تشبیہ دی گئی ہے، جس سے طواف کی فضیلت واضح ہوگئی۔

۲۶۷۸۔ ابن عمرؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بیت اللہ کے سات چکر لگائے (یعنی طواف کرے) اور انہیں شمار کرے تو گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا، اس کے ہر ہر قدم پر اس کا ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور (اس کے نامہ اعمال میں) ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ (ترمذی، حاکم، نسائی) یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: طواف کی فضیلت میں بیہقی، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن حبان وغیرہ میں ستر احادیث مروی ہیں۔

بَابُ عَدَمِ تَكْرَارِ السَّعيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِكُلِّ طَوَافٍ

٢٦٧٩- عَنْ جَابِرٍ ﷺ، لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ ﷺ وَلَا أَصْحَابُهُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا- رواه مسلم، وابوداود- (نيل الاوطار٤-٣٠٥) وابن ماجة و فيه ليث بن ابى سليم- نصب الراية١-٥٢٣)-

بَابُ خُطْبَةِ الْإِمَامِ فِيْ أَيَّامِ الْحَجِّ

٢٦٨٠- عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ ﷺ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ عَرَفَةَ عَلٰى بَعِيْرٍ قَائِمٌ فِيْ الرِّكَابَيْنِ- رواه ابوداود (٣-١٦٣)- وسكت عنه-

٢٦٨١- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ- رواه البخاري- (فتح الباری٣-٤٥٨)-

باب ہر طواف کیلئے سعی دوبارہ نہ کی جائے

۲۶۷۹۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نے صفا مروہ کے درمیان ایک ہی مرتبہ سعی کی۔ (مسلم،ابوداؤد)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج اور عمرہ میں صرف ایک سعی واجب ہے۔ نیز جب بھی نفلی طواف کیا جائے اس کے بعد سعی نہیں ہے۔ اس لئے کہ نفلی سعی مشروع نہیں ہے۔ فائدہ: اس حدیث سے اس بات پر استدلال پکڑنا غلط ہے کہ قارن صرف ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کرے۔ اس لئے کہ صحابہ میں سے بعض قارن اور بعض متمتع اور بعض مفرد تھے اور بالاتفاق متمتع دو طواف اور دو سعی کرے گا۔ اس لئے اس حدیث کی یہ تاویل کرنا کہ حج کے بعد حج کی سعی کرنے سے عمرہ کی سعی سے کفایت ہو جائے گی غلط ہے۔ بلکہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ہر نفلی طواف کے بعد وہ سعی نہ کریں کیونکہ نفلی سعی مشروع نہیں۔

باب حج کے دنوں میں امام کا خطبہ دینا

۲۶۸۰۔ عطاء بن خالد بن ھوذہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ عرفہ کے دن اونٹنی پر اس کی دو رکابوں پر کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دے رہے ہیں۔ (ابوداؤد)۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے یوم عرفہ کے خطبے کی مشروعیت معلوم ہوئی۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔ احناف کے ہاں حج کے خطبے تین ہیں۔ ۱۔ ذوالحجہ کی سات تاریخ کو، ۲۔ عرفہ کے دن، ۳۔ گیارہ ذوالحجہ کو۔

۲۶۸۱۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ (بخاری)

۲۶۸۲- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ حِیْنَ رَجَعَ مِنْ عُمْرَةِ الْجِعِرَّانَةِ بَعَثَ اَبَابَکْرٍ عَلَی الْحَجِّ، فَاَقْبَلْنَا مَعَهُ، حَتّٰی اِذَا کَانَ بِالْعَرْجِ ثُوِّبَ بِالصُّبْحِ، ثُمَّ اسْتَوٰی لِیُکَبِّرَ، فَسَمِعَ الرُّغْوَةَ خَلْفَ ظَهْرِهٖ، فَوَقَفَ عَلَی التَّکْبِیْرِ، فَقَالَ: هٰذِهٖ رُغْوَةُ نَاقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَلْجَدْعَاءِ، لَقَدْ بَدَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی الْحَجِّ، فَلَعَلَّهٗ اَنْ یَّکُوْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَنُصَلِّیَ مَعَهُ، فَاِذَا عَلِیٌّ عَلَیْهَا، فَقَالَ لَهٗ اَبُوْبَکْرٍ: اَمِیْرٌ اَمْ رَسُوْلٌ؟ قَالَ: لَا، بَلْ رَسُوْلٌ، اَرْسَلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبَرَاءَةٍ اَقْرَؤُهَا عَلَی النَّاسِ فِیْ مَوَاقِفِ الْحَجِّ، فَقَدِمْنَا مَکَّةَ، فَلَمَّا کَانَ قَبْلَ یَوْمِ التَّرْوِیَةِ بِیَوْمٍ قَامَ اَبُوْبَکْرٍ رضی اللہ عنہ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَحَدَّثَهُمْ عَنْ مَنَاسِکِهِمْ، حَتّٰی اِذَا فَرَغَ قَامَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ، فَقَرَاَ عَلَی النَّاسِ بَرَاءَةً حَتّٰی خَتَمَهَا، ثُمَّ خَرَجْنَا مَعَهٗ حَتّٰی اِذَا کَانَ یَوْمُ عَرَفَةَ قَامَ اَبُوْبَکْرٍ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَحَدَّثَهُمْ عَنْ مَنَاسِکِهِمْ، حَتّٰی اِذَا فَرَغَ قَامَ عَلِیٌّ فَقَرَاَ عَلَی النَّاسِ بَرَاءَةً حَتّٰی خَتَمَهَا، ثُمَّ کَانَ یَوْمُ النَّحْرِ فَاَفَضْنَا، فَلَمَّا رَجَعَ اَبُوْبَکْرٍ خَطَبَ النَّاسَ فَحَدَّثَهُمْ عَنْ اِفَاضَتِهِمْ وَعَنْ نَحْرِهِمْ وَعَنْ مَنَاسِکِهِمْ، فَلَمَّا فَرَغَ قَامَ عَلِیٌّ فَقَرَاَ عَلَی النَّاسِ بَرَاءَةً حَتّٰی خَتَمَهَا، فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ النَّفْرِ الْاَوَّلِ قَامَ اَبُوْبَکْرٍ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَحَدَّثَهُمْ کَیْفَ یَنْفِرُوْنَ، وَکَیْفَ یَرْمُوْنَ فَعَلَّمَهُمْ، فَلَمَّا فَرَغَ قَامَ عَلِیٌّ، فَقَرَاَ بَرَاءَةً عَلَی النَّاسِ۔ رواہ النسائی

۲۶۸۲۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ عمرۂ جعرانہ سے لوٹے تو ابوبکر صدیقؓ کو حج کیلئے (امیر بنا کر) بھیجا (جابرؓ کہتے ہیں کہ) ہم بھی آپؓ کے ساتھ تھے۔ جب ابوبکرؓ عرج مقام پر تھے تو صبح کی نماز کیلئے تکبیر کہی گئی اور ابوبکرؓ تکبیر تحریمہ کہنے ہی والے تھے کہ آپ نے اونٹنی کی آواز سنی تو تکبیر پر ٹھہر گئے اور فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کی اونٹنی جدعاء کی آواز ہے۔ یقینا حضور ﷺ کو حج میں کوئی امر پیش آ گیا ہے۔ شاید کہ حضور ﷺ خود ہوں تو ہم نماز آپ ﷺ کے پیچھے پڑھیں گے۔ لیکن جب دیکھا گیا تو وہ حضرت علیؓ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ کیا آپ کو امیر بنا کر بھیجا گیا ہے یا کہ کوئی پیغام دینے تشریف لائیں ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا پیغام پہنچانے کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ مجھے نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے سامنے حج کے مواقف میں سورۂ براءۃ سنانے کیلئے بھیجا ہے۔ (راوی کہتے ہیں) پھر ہم مکہ پہنچے تو سات ذوالحجہ کو حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں سے خطاب فرمایا اور انہیں حج کے اعمال کی تعلیم دی۔ ان کے فارغ ہونے کے بعد حضرت علیؓ نے لوگوں کے سامنے سورۂ براءۃ کی تمام آیات پڑھ کر سنائیں (راوی کہتے ہیں کہ) پھر ابوبکرؓ کے ہمراہ مکہ سے چلے گئے۔ پھر نو ذوالحجہ کو حضرت ابوبکرؓ نے (عرفات میں) پھر لوگوں سے خطاب فرمایا اور انہیں حج کے مناسک کی تعلیم دی۔ آپ کے خطاب کے بعد حضرت علیؓ نے پھر سورۂ براءۃ کی تمام آیات پڑھ کر سنائیں۔ پھر قربانی کے دن یعنی دس ذوالحجہ کو ہم نے طواف زیارت کیا اور یہاں بھی ابوبکرؓ نے لوگوں سے خطاب فرما کر انہیں طواف زیارت، قربانی اور دیگر اعمال کے مسائل کی تعلیم دی۔ ابوبکرؓ کے بعد علیؓ نے سورۂ براءۃ کی وہی آیات لوگوں کو پڑھ کر سنائیں پھر کوچ کرنے کے پہلے دن (بارہ ذوالحجہ کو) ابوبکرؓ نے لوگوں سے خطاب کیا اور انہیں کوچ کرنے اور کنکریاں

۴۰) واعله بابن خیثم و قال: لیس بالقوی فی الحدیث۔

۲۶۸۳- عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا کَانَ قَبْلَ التَّرْوِیَةِ بِیَوْمٍ خطبَ النَّاسَ، فَاَخْبَرَهُمْ بِمَنَاسِکِهِمْ، رواہ الحاکم والبیهقی۔(التلخیص الحبیر۱-۲۱۵) لم یتعقبه الحافظ بشیء، فهو صحیح او حسن، و صححه الذهبی فی تلخیصه للمستدرك" (۱-۴۶۱)۔

۲۶۸۴- عن جعفر بن محمد بن علی، عن ابیه، عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ: اَنَّهُ ﷺ خَطَبَ بِعَرَفَاتٍ خطبتین۔ رواہ الشافعی والبیهقی بمعناه، قال البیهقی: تفرد به ابراهیم (التلخیص ۲۱۵)۔

۲۶۸۵- عَنْ سَرَّاءِ بِنْتِ نَبْهَانَ، قَالَتْ: خَطَبَنَا النَّبِیُّ ﷺ یَوْمَ الرُّؤُسِ۔ فَقَالَ: اَیُّ یَوْمٍ هذا؟ قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ، قَالَ: اَلَیْسَ اَوْسَطَ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ؟۔ رواہ ابوداود (۲-۱۸۴ مع بذل") و سکت عنه۔

... کے مسائل کی تعلیم دی۔آپ کے خطاب کے بعد حضرت علیؓ نے ایک بار پھر لوگوں کو سورۂ براءۃ کی آیات پڑھ کر سنائیں۔(نسائی)۔

فائدہ: اس حدیث سے ساتویں ذوالحجہ کو امام کا قوم سے خطاب کرنا ثابت ہوتا ہے۔یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن ہم نے یہ حدیث تائیداً اور تبعاً پیش کی ہے البتہ یوم نحر کے خطبہ کو اس ضعیف حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔نیز یہ بات بھی یاد رکھیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو صرف اس لئے بھیجا کہ اس وقت یہ دستور تھا کہ نقضِ معاہدہ کا اعلان خود معاہدہ کرنے والا کرے یا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار۔اسی لئے حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو کفار سے معاہدہ حدیبیہ ختم کرنے کا اعلان کرنے کیلئے بھیجا تھا۔الغرض اس سے خلافتِ علی بلا فصل پر استشہاد بالکل غلط ہے۔

۲۶۸۳۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے یوم ترویہ سے ایک دن قبل (یعنی سات ذوالحجہ کو) لوگوں سے خطاب فرمایا اور انہیں حج کے اعمال و مناسک کی تعلیم دی۔(حاکم، بیہقی) یہ حدیث صحیح یا حسن ہے کیونکہ حافظ نے اس کا تعاقب نہیں کیا۔اور ذہبی نے مستدرک میں صحیح کہا ہے۔

۲۶۸۴۔ جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے عرفات میں دو خطبے دیئے۔اسے شافعی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

۲۶۸۵۔ سراء بنت نبہانؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے یوم الرؤس کو ہم سے خطاب فرمایا۔پس آپ ﷺ نے ہم سے پوچھا آج کونسا دن ہے۔ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا آج ایام تشریق کے بیچ کا دن نہیں ہے؟ ابوداود نے اسے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے۔لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

۲۶۸۶- وَرَوٰی مِثْلَهٗ عَنْ رَجُلَيْنِ مِنْ بَنِيْ بَكْرٍ، قَالَ: رَاَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ بَيْنَ اَوْسَطِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ، وَهِيَ خُطْبَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّتِيْ خَطَبَ بِمِنًى اه- وسكت عنه-

۲۶۸۷- وَقَالَ ابْنُ حزم: وَخَطَبَ النَّاسَ اَيْضًا يَعْنِيْ سَيِّدَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْاَحَدِ ثَانِيْ يَوْمِ النَّحْرِ وَهُوَ يَوْمُ الرُّؤُوْسِ اه- (عمدة القاری ٤-۷۵۸)-

بَابُ الْخُرُوْجِ اِلٰى مِنًى بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ

۲۶۸۸- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوْا اِلٰى مِنًى، فَاَهَلُّوْا بِالْحَجِّ، وَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَصَلّٰى بِهَا الظُّهْرَ، وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ، وَالْعِشَاءَ، وَالْفَجْرَ، ثُمَّ مَكَثَ قَلِيْلًا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ، وَاَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعْرٍ تُضْرَبُ لَهٗ بِنَمِرَةَ، فَسَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ اَنَّهٗ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ، كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَاَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اَتٰى عَرَفَةَ- الحديث مختصر، رواه مسلم (نيل ٤-۲۸۱)-

۲۶۸۶- ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں ایام تشریق کے درمیان والے دن ہم سے خطاب فرمایا۔ یہ حدیث بھی سکوت کی وجہ سے حسن یا صحیح ہے۔

۲۶۸۷- ابن حزم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اتوار کے روز قربانی کے دوسرے دن (جسے یوم الرؤس کہتے ہیں) لوگوں سے خطاب فرمایا۔ (عمدۃ القاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دوسرے دن یعنی گیارہ ذی الحجہ کو خطبہ ءِ حج دینا چاہیے، جس میں مناسک حج کی تعلیم دی جائے۔ یوم الترویہ (آٹھ ذوالحجہ) اور یوم النحر (دس ذوالحجہ) کو خطاب نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ مشغولیت کے دن ہیں۔ بعض احادیث میں یوم النحر کو خطبہ دینے کا ذکر ہے تو وہ تعلیم مناسک کے لئے نہیں بلکہ تبلیغ واشھاد کیلئے تھا۔ ہاں کسی دوسری حاجت کی بنا پر جب بھی امام ضرورت محسوس کرے خطبہ دے سکتا ہے۔ البتہ خطبہ ءِ حج تین ہی ہیں جیسا کہ گذرا۔

باب یوم ترویہ کو صبح کی نماز پڑھ کر منیٰ جانا چاہیے اور وہاں پانچ نمازیں پڑھنے تک قیام کیا جائے

۲۶۸۸- حضرت جابرؓ اپنی طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ ترویہ کے دن (یعنی آٹھ ذوالحجہ کو) لوگ منیٰ کی طرف جانے لگے تو انہوں نے تلبیہ پڑھ کر حج شروع کیا اور حضور ﷺ بھی سوار ہو کر منیٰ پہنچے اور منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء، اور فجر (پانچ نمازیں) پڑھیں۔ پھر سورج کے نکلنے تک تھوڑی دیر وہاں ٹھہرے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے نمرہ مقام میں بالوں کا خیمہ لگانے کا حکم فرمایا۔ اور حضور ﷺ وہاں سے چلے اور قریش کو یقین تھا کہ حضور ﷺ مشعر حرام میں وقوف فرمائیں گے جیسا کہ زمانہ ءِ جاہلیت میں قریش کرتے تھے۔ اور

۲۶۸۹- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ: اَنَّهُ كَانَ يُحِبُّ اِذَا اسْتَطَاعَ اَنْ يُصَلِّيَ الظُّهْرَ بِمِنًى مِنْ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ، وَذٰلِكَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ بِمِنًى- رواه احمد، واخرجه ايضا فى "الموطا" موقوفا على ابن عمر- (نيل ۴:-۲۸۰)-

۲۶۹۰- ثَبَتَ اَنَّهُ ﷺ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ لِضُحٰى مِنْ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ، وَغَدَا اِلَى عَرَفَاتٍ يَوْمَ عَرَفَةَ بَعْدَ الطُّلُوْعِ- اخرجه البخارى، و مسلم، وابوداود، والترمذى، والنسائى، واحمد، والحاكم، وابن خزيمة وغيرهم- (التعليق الممجد ۲۲۵)-

باب الغدو الى عرفات بعد طلوع الشمس من يوم عرفة والخطبة بها بعد الزوال قبل الصلاة وجمع الصلاتين بها فى وقت الظهر باذان واقامتين

۲۶۹۱- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: وَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى مِنًى، فَصَلّٰى بِهَا الظُّهْرَ، وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ، وَالْعِشَاءَ، وَالْفَجْرَ، ثُمَّ مَكَثَ قَلِيْلًا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ، وَاَمَرَ

آپ ﷺ وہاں سے آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ عرفات پہنچے۔ (مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آٹھ ذوالحجہ کو ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھنا مستحب ہے اور وہاں پانچ نمازیں پڑھنی چاہئیں۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ زوال سے قبل جائے، جیسا کہ مرغینانی فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آٹھ ذوالحجہ کو حضور ﷺ نے فجر کی نماز مکہ میں پڑھی اور پھر طلوع شمس کے بعد منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور اگلے دن کی فجر کی نماز پڑھی۔

۲۶۸۹۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپؓ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ اگر ہمت ہو تو ظہر کی نماز آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ میں پڑھی جائے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز منیٰ میں ہی پڑھی۔ (احمد)۔ اور مؤطا میں موقوفاً یہ حدیث مروی ہے۔

۲۶۹۰۔ یہ بات ثابت ہے کہ حضور ﷺ ذوالحجہ کو چاشت کے وقت مکہ سے نکلے اور عرفہ کے دن صبح کے وقت عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، احمد، حاکم)۔ بحوالہ التعلیق المجد۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ زوال سے قبل جانا مستحب ہے۔

باب عرفہ کے دن سورج نکلنے کے بعد عرفات جانے اور زوال کے بعد نماز ظہر سے قبل خطبہ دینے اور ظہر کے وقت میں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ظہر وعصر کی نمازوں کو اکٹھا کرنے کا بیان

۲۶۹۱۔ حضرت جابرؓ طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سوار ہو کر منیٰ پہنچے اور وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی

بِقُبَّةٍ مِنْ شَعْرٍ تُضْرَبُ لَهٗ بِنَمِرَةَ، فَسَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ اِلَّا اَنَّهٗ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ، كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَاَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، حَتّٰى اِذَا اَتٰى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهٗ بِنَمِرَةَ، فَنَزَلَ بِهَا، حَتّٰى اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ، فَرُحِلَتْ لَهٗ، فَاَتٰى بَطْنَ الْوَادِيْ، فَخَطَبَ النَّاسَ، وَقَالَ: ﴿اِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا﴾- اِلٰى اَنْ قَالَ: ﴿وَقَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ، كِتَابُ اللّٰهِ، وَاَنْتُمْ تُسْاَلُوْنَ عَنِّيْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ؟﴾ قَالُوْا: نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ، فَقَالَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا اِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُبُهَا اِلَى النَّاسِ: ﴿اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ﴾ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ اَذَّنَ، ثُمَّ اَقَامَ، فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ اَقَامَ، فَصَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اَتَى الْمَوْقِفَ اھ- مختصرا، رواه مسلم- قال ابن قدامة في المغني (۴۱۹:۳): هو حديث جامع صحيح- رواه مسلم وابوداود

نمازیں پڑھیں پھر فجر کی نماز پڑھ کر تھوڑی دیر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آفتاب نکل آیا۔ آپ ﷺ نے بالوں کا بنا ہوا خیمہ نصب کرنے کا حکم فرمایا جو آپ کے لئے نمرہ مقام پر لگا دیا گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ منیٰ سے عرفات کی طرف چلے اور قریش کو اس بات کا یقین تھا کہ آپ ﷺ مشعر حرام میں (جو مزدلفہ کی حدود میں ہے) وقوف کریں گے جیسا کہ قریش زمانہء جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ (وہاں نہ ٹھہرے بلکہ) آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ عرفات پہنچے۔ اور دیکھا کہ نمرہ مقام پر خیمہ لگا دیا گیا ہے تو آپ ﷺ نے وہیں قیام فرمایا۔ جب آفتاب ڈھل گیا تو آپ ﷺ نے قصواء نامی اونٹنی لانے کا حکم فرمایا اس پر پالان کسا گیا۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہو کر وادی کے اندر آئے اور لوگوں سے خطاب فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری جانیں اور مال تم پر اس طرح حرام (محترم) ہیں جیسا کہ اس شہر میں اور اس مہینہ میں آج کا یہ دن محترم ہے۔ (آگے چل کر) آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو پکڑے رہو گے (یعنی اس پر عمل کرتے رہو گے) تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ چیز اللہ کی کتاب ہے۔ اور قیامت کے دن تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا (کہ تم تک اللہ کا پیغام ٹھیک ٹھیک پہنچا) تو تم کیا کہو گے؟ اس پر سب لوگ بول اٹھے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے۔ اور اس کا حق ادا کر دیا ہے اور نصیحت کر دی ہے۔ آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھا کر اور پھر لوگوں کی طرف جھکا کر فرمایا اے اللہ گواہ رہ، اے اللہ گواہ رہ، اے اللہ گواہ رہ۔ (پھر حضرت بلالؓ نے) اذان دی اور تکبیر کہی۔ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر بلالؓ نے صرف اقامت کہی اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کچھ نہیں پڑھا۔ پھر حضور ﷺ سوار ہو کر موقف پہنچے۔ (مسلم)۔ ابن قدامہ مغنی میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح اور جامع ہے۔ اسے مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وابن ماجة۔

۲٦۹۲- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: مِنْ سُنَّةِ الْحَجِّ اَنْ يُصَلِّيَ الْاِمَامُ الظُّهْرَ، وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ، وَالْعِشَاءَ الْآخِرَةَ، وَالصُّبْحَ بِمِنًى، ثُمَّ يَغْدُوْ اِلٰى عَرَفَةَ فَيَقِيْلُ حَيْثُ قَضٰى لَهٗ، حَتّٰى اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ خَطَبَ النَّاسَ، ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا، ثُمَّ وَقَفَ بِعَرَفَاتٍ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ، ثُمَّ يُفِيْضُ فَيُصَلِّيْ بِالْمُزْدَلِفَةِ، اَوْ حَيْثُ قَضَى اللهُ، ثُمَّ يَقِفُ بِجَمْعٍ حَتّٰى يُسْفِرَ، وَيَدْفَعُ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ، فَاِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ الْكُبْرٰى حَلَّ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ حُرِمَ عَلَيْهِ اِلَّا النِّسَاءُ وَالطِّيْبُ حَتّٰى يَزُوْرَ الْبَيْتَ۔ رواه الحاكم في "مستدركه" (۱-٤٦۱)۔ و صححه على شرط الشيخين، واقره عليه الذهبي۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مُحرم نو ذوالحجہ کو سورج نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات جائے اور امام ظہر کی نماز سے قبل خطبہ دے اور ظہر وعصر کی نماز کو ظہر کے وقت میں صرف ایک اذان کے ساتھ جمع کرے۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔ جبکہ یہ حدیث امام مالکؒ کے خلاف حجت ہے۔ جو ظہر کی نماز کے بعد خطبہ کے قائل ہیں اور عصر کی نماز کیلئے مستقل اذان کے قائل ہیں۔

۲٦۹۲۔ عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حج کی سنت میں سے ہے کہ امام ظہر، عصر، مغرب عشاء اور فجر کی نمازیں منیٰ میں پڑھے۔ پھر (نو ذوالحجہ کو) صبح کے بعد عرفات جائے اور جتنی دیر مناسب ہو آرام کرے پھر سورج ڈھلنے کے بعد لوگوں سے خطاب فرمائے۔ پھر ظہر وعصر کو (ظہر کے وقت میں) جمع کرے۔ پھر سورج غروب ہونے تک عرفات میں وقوف کرے۔ پھر (سورج غروب ہونے کے بعد) عرفات سے کوچ کر جائے اور مغرب وعشاء کی نماز مزدلفہ میں یا جہاں مناسب ہو پڑھے۔ پھر صبح روشن ہونے تک مزدلفہ میں قیام کرے اور سورج طلوع ہونے سے قبل وہاں سے (منیٰ کی طرف) روانہ ہو جائے۔ پھر جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد ہر وہ چیز جو احرام کی وجہ سے اس پر حرام تھی وہ حلال ہو جائے گی، لیکن بیوی اور خوشبو طواف زیارت تک حرام رہیں گی (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے، اور ذھبی نے بھی صحیح کہا ہے۔

فائدہ: عرفات میں جمع بین الصلوتین امام کے ساتھ باجماعت نماز پڑھنے کے ساتھ مشروع ہے۔ اگر کوئی آدمی امام کے ساتھ نماز نہ پڑھے تو وہ ظہر کو ظہر کے وقت اور عصر کو عصر کے وقت میں پڑھے، اس لئے کہ وقت میں نماز پڑھنا نصوص قطعیہ سے فرض ہے۔ لہذا صرف انہیں صورتوں میں اس فرض کو چھوڑا جا سکتا ہے جو صورت حدیث میں وارد ہے اور وہ صورت امام کے ساتھ نماز پڑھنے کی ہے۔ امام کے بغیر نماز پڑھنے کی صورت میں وقت میں نماز پڑھنے کی فرضیت کو نہیں چھوڑا جائے گا۔

بَابُ التَّوَجُّهِ اِلَى الْمَوْقِفِ بَعْدَ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلاتَيْنِ وَاَنَّ الْحَجَّ عَرَفَةٌ فَمَنْ فَاتَهُ الْوُقُوْفُ بِهَا فَاتَهُ الْحَجُّ وَوَقْتُهُ مِنْ زَوَالِ الشَّمْسِ اِلٰى طُلُوْعِ الْفَجْرِ مِن لَيْلَةِ النَّحْرِ

٢٦٩٣- عَنْ جَابِرٍ ﷺ فِي الْحَدِيْثِ الطَّوِيْلِ: ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اَتَى الْمَوْقِفَ، فَجَعَلَ بَطْنَ نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ اِلَى الصَّخَرَاتِ، وَجَعَلَ جَبَلَ الْمُشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيْلًا حَتّٰى غَابَ الْقُرْصُ۔ الحديث، رواه مسلم كما مر (١-٣٩٨)۔

٢٦٩٤- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ ﷺ، قَالَ: شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَاتٍ،

باب جمع بین الصلوتین کے بعد موقف کی طرف جانا اور حج وقوفِ عرفات کا نام ہے، جونو ذوالحجہ کو وقوفِ عرفات نہ کرسکے اسکا حج نہیں۔ وقوف عرفات کا وقت سورج کے ڈھلنے سے لیلۃ النحر کی صبح طلوع ہونے تک ہے

۲۶۹۳۔ حضرت جابرؓ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ (ظہر کی نماز کے بعد) پھر اقامت کہی اور حضور ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی اور ظہر وعصر کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔ پھر حضور ﷺ سوار ہوکر موقف پہنچے (عرفات کے میدان میں آئے) اور اپنی اونٹنی قصواء کا پیٹ پتھروں کی طرف کیا اور جبل مشاۃ کو اپنے سامنے رکھا اور قبلہ کی طرف رخ کیا اور شام تک ٹھہرے رہے حتیٰ کہ آفتاب ڈوبنے کے قریب ہوگیا اور زردی بھی آہستہ آہستہ کم پڑگئی۔ یہاں تک کہ سورج کی ٹکیہ بھی غروب ہوگئی۔ الحدیث۔ (مسلم، ابوداؤد)۔

فائدہ: اس بات پر ائمہ کا اجماع ہے کہ وقوفِ عرفات رکن ہے اور اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ وقوفِ عرفات کا وقت زوالِ شمس سے لیکر لیلۃ النحر کی صبح صادق تک ہے۔ البتہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ صرف دن کے وقت وقوف کرنا درست نہیں بلکہ رات کے کسی حصے میں وقوف کرنا بھی ضروری ہے۔ لیکن ان پر یہ حدیث نبوی ﷺ حجت ہوگی جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ "وقد جاء عرفة قبل ذلک ليلا او نهارا فقد تم حجه" کہ دن یا رات کو حاجی عرفات میں آجائے تو اس کا حج مکمل ہوگیا۔ نیز آپ ﷺ کا زوالِ شمس کے بعد عرفہ میں وقوف کرنا اور زوال سے قبل نمرہ میں پڑاؤ کرنا (جس کے عرفہ میں داخل ہونے میں اختلاف ہے) اور زوال سے قبل عرفہ میں نہ آنا حالانکہ آپ ﷺ کو اس پر قدرت تھی، اس پر دلالت کرتا ہے کہ وقوفِ عرفہ کا وقت زوالِ شمس سے شروع ہوتا ہے۔ نیز اگر تمام دن وقوف کا وقت ہوتا تو حضور ﷺ باوجود قدرت ہونے کے قبل الزوال نمرہ میں قیام نہ فرماتے۔

۲۶۹۴۔ عبدالرحمٰنؓ بن یعمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ ﷺ عرفات میں وقوف فرمارہے تھے۔ نجد سے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ حج کیسے ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حج عرفات میں وقوف کرنے کا نام

واتاہ ناسٌ مِنْ اَھْلِ نَجْدٍ فَقَالُوا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! کَیْفَ الْحَجُّ؟ فَقَالَ: ﴿اَلْحَجُّ عَرَفَةُ، مَنْ جَاءَ عَرَفَةَ قبل صَلاةِ الْفَجْرِ مِنْ لَیْلَةِ جَمْعٍ فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ﴾۔ و فی روایة لابی داود: ﴿مَنْ أَدْرَكَ عَرَفَةَ قَبْلَ ان یَّطْلُعَ الْفَجْرُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ﴾۔ رواہ احمد، واصحاب السنن، وابن حبان، والحاکم، وقال: صحیح الاسناد) والدارقطنی، والبیہقی۔ (التلخیص الحبیر)۔

بَابُ بَیَانِ الْمَوْقِفِ بِعَرَفَةَ وَالْمُزْدَلِفَةِ

٢٦٩٥- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا وَقَالَ حِیْنَ وَقَفَ بِعَرَفَةَ: ﴿هٰذَا الْمَوْقِفُ، وَكُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ﴾۔ وَقَالَ حِیْنَ وَقَفَ عَلٰی قُزَحَ: ﴿هٰذَا الْمَوْقِفُ، وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ﴾۔ رواہ الحاکم فی "المستدرك" (١-٤٧٤)۔ و صححه علی شرط مسلم، واقرہ

ہے۔ لہذا جو شخص بھی (احرام کی حالت میں) مزدلفہ کی رات کو صبح صادق سے قبل عرفات کے میدان میں آ گیا تو اس کا حج مکمل ہو گیا۔ اور ابو داود کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے (دس ذوالحجہ کی) صبح طلوع ہونے سے قبل عرفہ کو پالیا تو گویا اس نے حج کو پالیا۔ (احمد واصحاب سنن)۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقوفِ عرفہ حج کا رکن اصلی ہے اور اس کے ضائع ہو جانے سے حج ہی ضائع ہو جاتا ہے۔ اور اس کی اصل دلیل اللہ کا یہ فرمان عالیشان ہے کہ ﴿ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ اور اس آیت سے مراد عرفہ سے کوچ ہے اور یقیناً کوچ کرنے کی فرضیت وقوف کی فرضیت کو مستلزم ہے۔ نیز وقوفِ عرفات کا آخری وقت بھی معلوم ہوا کہ دس ذوالحجہ کی صبح طلوع ہونے سے قبل تک اس کا وقت ہے۔

باب عرفہ اور مزدلفہ میں موقف کے بیان میں

۲۶۹۵۔ ابن عباسؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے عرفہ میں وقوف کرتے وقت فرمایا کہ یہ (جہاں ہم ہیں) بھی موقف ہے اور عرفات کا تمام میدان وقوف کی جگہ ہے۔ اور جب (مزدلفہ میں) قزح پہاڑی پر وقوف کیا تو فرمایا کہ یہ (جہاں ہم نے وقوف کیا ہے) بھی وقوف کی جگہ ہے اور تمام مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے۔ (مستدرک حاکم)۔ حاکم اور ذہبی نے اسے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے۔ اور بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عرفات کا تمام میدان وقوف کی جگہ ہے لیکن عرفہ کی وادی سے تیزی سے چلو (اور یہاں وقوف نہ کرو) اور تمام مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے لیکن وادی محسر سے تیزی سے چلو (اور یہاں وقوف نہ کرو) (زیلعی)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عرفات اور مزدلفہ کل کا کل وقوف کی جگہ ہے۔ البتہ عرفہ اور محسر کی وادیوں میں وقوف درست نہیں۔

علیه الذهبی۔ ورواه الطبرانی بلفظ: ﴿عَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ، وَارْفَعُوْا عَنْ بَطْنِ عُرَنَةَ، وَالْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ وَارْفَعُوْا عَنْ بَطْنِ مُحَسِّرٍ﴾۔ (زیلعی ۱-۴۹۸)۔

۲۶۹۶- واخرج الحاکم الجملة الاخیرة عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا بِلَفْظ: ﴿اِرْفَعُوْا عَنْ بَطْنِ عُرَنَةَ، وَارْفَعُوْا عَنْ بَطْنِ مُحَسِّرٍ﴾۔ و صححه علی شرط مسلم، و سکت عنه الذهبی فی "تلخیصه" (۱-۴۶۲)۔

بَابُ الدُّعَاءِ بِعَرَفَاتٍ وَالْاِجْتِهَادِ فِيْهِ

۲۶۹۷- عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ﴿خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِيْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾۔ اخرجه الترمذی و قال: حسن غریب، واخرجه ایضا من حدیثه احمد باسناد رجاله ثقات، ولفظه: كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَوْمَ عَرَفَةَ: ﴿لا اله الا الله الخ﴾۔ (نزل الابرار ۳۱۶)۔

۲۶۹۸- واخرجه مالك فی "الموطا" مِنْ حَدِيْثِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كُرَيْزٍ مُرْسَلًا بِلَفْظِ: ﴿أَفْضَلُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَأَفْضَلُ مَاقُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِيْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا

۲۶۹۶۔ حاکم نے بھی ابن عباسؓ سے آخری جملہ مرفوعا روایت کیا ہے۔ وہ یہ کہ (عرفات کے میدان میں سے) عرفہ کی وادی اور (مزدلفہ کے میدان میں سے) محسر کی وادی میں وقوف نہ کرو۔ حاکم نے اسے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا ان کے نزدیک یہ حدیث بھی صحیح ہے)۔

باب عرفات کے میدان میں خوب گڑگڑا کر دعاء کرنا

۲۶۹۷۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے، اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بہترین دعاء وہ ہے جو عرفہ کے دن کی جائے۔ اور بہترین الفاظ وہ ہیں جو میں نے اور مجھ سے پہلے آنے والے انبیاء علیہم السلام نے کہے۔ (وہ الفاظ یہ ہیں)۔ لا اله الا الله وحده لا شریک له. له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر۔ (ترمذی)۔ ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔ اور احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ جس میں یہ الفاظ ہیں کہ عرفہ کے روز حضور ﷺ کی اکثر دعاء لا اله الا الله تھی۔

۲۶۹۸۔ امام مالکؒ نے مؤطا میں طلحہ سے ایک مرسل حدیث روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بہترین دعاء وہ ہے جو عرفہ

ـہٗ وحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ﴾ الحدیث- (التلخیص الحبیر ۱:۲۱۵)-

۲۶۹۹- عَنْ عَلِیٍّ ؓ، قَالَ: اَکْثَرُ مَا دَعَا بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَشِیَّۃَ عَرَفَۃَ فِی الْمُوْقِفِ: ﴿اللّٰہُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَالَّذِیْ تَقُوْلُ، وَخَیْرًا مِمَّا نَقُوْلُ، اَللّٰہُمَّ لَکَ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ، وَاِلَیْکَ مَآبِیْ، وَلَکَ رَبِّ تُرَاثِیْ، اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَوَسْوَسَۃِ الصَّدْرِ، وَشَتَاتِ الْاَمْرِ، اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِیْئُ بِہِ الرِّیْحُ﴾- رواہ الترمذی و قال: غریب من ھذا الوجہ، ولیس اسنادہ بالقوی- وابن خزیمۃ فی "صحیحہ"، والمحاملی فی "الدعاء"، والبیہقی- (کنز العمال ۳-۳۸)-

۲۷۰۰- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَدْعُوْیَوْمَ عَرَفَۃَ مَادًّا یَدَیْہِ کَالْمُسْتَطْعِمِ الْمِسْکِیْنِ- رواہ البزار، والطبرانی، وابن عدی، من طریق ابن عباس، عن الفضل بن عباس و فیہ حسن بن عبداللّٰہ ضعیف- (درایۃ ۱۹۴)- وقال ابن عدی: ھو ممن یکتب حدیثہ، فانی لم اجد لہ حدیثا منکرا جاوز المقدار- (نصب الرایۃ ۱-۴۹۹)-

۲۷۰۱- واخرج ابن ابی شیبۃ، واحمد بن منیع فی "مسندہ" عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ ؓ، قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَقَفَ بِعَرَفَۃَ، فَجَعَلَ یَدْعُوْ ھٰکَذَا، وَجَعَلَ ظَھْرَ کَفَّیْہِ مِمَّا یَلِیْ صَدْرَہٗ-

---

ـدن (عرفات کے میدان میں) کی جائے اور بہترین الفاظ وہ ہیں جو میں نے اور مجھ سے پہلے آنے والے انبیاء علیہم السلام نے کہے (وہ یہ ہیں) لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ- (الحدیث)-

۲۶۹۹- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ عرفہ کی شام کو موقف میں یہ دعاء کثرت سے کر رہے تھے- اللھم لک الحمد کالذی تقول وخیرا مما نقول اللھم لک صلاتی و نسکی و محیای و مماتی والیک مآبی ولک رب تراثی اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر و وسوسۃ الصدر وشتات الامر. اللھم انی اعوذبک من شر ما تجیئ بہ الریح- (اے اللہ تیری ویسی ہی تعریف ہے جیسے تو نے کی ہے اور ہماری تعریف کی ہوئی سے بہتر تیری تعریف ہے- اے اللہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا تیرے ہی لیے ہے- تیری ہی طرف میرا لوٹنا ہے اور میرا سب کچھ تیرے ہی لئے ہے- اے اللہ! میں قبر کے عذاب، دل کے وسوسوں اور پریشان کن امور سے تیری پناہ مانگتا ہوں- اے اللہ میں ہوا کے ساتھ آنے والے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں- (ترمذی)- ترمذی فرماتے ہیں کہ اس طریق سے یہ حدیث غریب ہے- اسے ابن خزیمہ، محاملی اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے-

۲۷۰۰- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ عرفات کے میدان میں کھانا مانگنے والے مسکین کی طرح ہاتھوں کو پھیلا کر دعاء کرتے تھے- (بزار، طبرانی)- (سند حدیث ہمارے قواعد کی بنا پر حسن ہے خاص کر جبکہ اس کے متعدد طرق ہیں)-

۲۷۰۱- ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عرفات کے میدان میں وقوف فرمایا اور اس طرح اپنی ہتھیلیوں کے پچھلے

۲۷۰۲- وفي لفظ لابن منيع عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما: قَالَ: لَقَدْ رَءِ یَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ رَافِعًا يَدَيْهِ يُرٰى مَا تَحْتَ اِبْطَيْهِ: (كنز العمال۳-۳۱۷) و "نزل الابرار" (۳۱۸)-

۲۷۰۳- ولابی داود في مراسيله (۱۸) وَسَكَتَ عَنْهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى قَالَ: لَمْ يُحْفَظْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ رَفَعَ يَدَيْهِ الرَّفْعَ كُلَّهُ اِلَّا فِيْ ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ: اَلْاِسْتِسْقَاءُ، وَالْاِسْتِنْصَارُ، وَعَشِيَّةَ عَرَفَةَ- ثُمَّ كَانَ بَعْدَ رَفْعٍ دُوْنَ رَفْعٍ اھ-

بَابُ لَا يَقْطَعِ الْحَاجُّ التَّلْبِيَةَ حَتّٰى يَرْمِيَ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ

۲۷۰۴- عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ- اخرجه الائمة الستة في كتبهم، وزاد فيه ابن ماجة: فَلَمَّا رَمَاهَا قَطَعَ التَّلْبِيَةَ- (زیلعی ۱-۵۰۰)-

۲۷۰۵- وَلَفْظُ الصَّحِيْحَيْنِ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اِنَّ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ اِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ اَرْدَفَ الْفَضْلَ اِلٰى مِنًى، وَكِلَاهُمَا قَالَ: لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ، وَفِيْ رواية: حتى بلغ الجمرة، و في رواية النسائي-

---

حصے کو اپنے سینے کی طرف کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ مسند احمد بن منیع)۔

۲۷۰۲۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو عرفات کے میدان میں شام کے وقت دیکھا گیا کہ آپ ﷺ نے دعا کیلئے اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند کیا ہوا ہے کہ آپ ﷺ کی بغلوں کا نچلا حصہ دکھائی دے رہا ہے۔ (کنز العمال، مسند احمد بن منیع)۔

۲۷۰۳۔ ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں سلیمان بن موسیٰ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دعا کے دوران اپنے ہاتھوں کو بہت زیادہ بلند صرف تین موقعوں پر کیا ہے۔ ایک نماز استسقاء کے دوران، دوسرے کسی پر بددعا کرتے ہوئے، تیسرے عرفہ کے دن عرفات کے میدان میں شام کے وقت اور دیگر مواقع پر آپ ﷺ نے ہاتھ کم بلند کئے۔ (اس پر ابوداؤد نے سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے)۔

فائدہ: الغرض اس دن کثرت سے دعاء کی جائے یہ پورے سال میں سب سے افضل دن ہے دعا کیلئے۔

باب حاجی جمرہ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ بند نہ کرے

۲۷۰۴۔ فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک برابر تلبیہ پڑھتے رہے۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں مروی ہے۔ اور ابن ماجہ نے اس جملے کا اضافہ کیا ہے کہ جب جمرہ عقبہ کو آپ ﷺ نے کنکریاں مارنی شروع کیں تب آپ ﷺ نے تلبیہ بند کر دیا۔

۲۷۰۵۔ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ عرفات سے مزدلفہ تک اسامہ بن زید حضور ﷺ کے پیچھے اونٹنی پر سوار تھے۔ پھر مزدلفہ سے منیٰ تک حضور ﷺ نے فضل بن عباسؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا۔ یہ دونوں فرماتے ہیں کہ جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک حضور ﷺ برابر تلبیہ پڑھتے رہے (بخاری و مسلم) اور نسائی کی روایت میں ہے کہ رمی شروع کرنے تک آپ ﷺ برابر تلبیہ پڑھتے رہے۔ جب

... يزل يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمٰى، فَلَمَّا رَمٰى قَطَعَ التَّلْبِيَةَ۔ (التلخيص الحبير ۱-۲۱۸)۔

۲۷۰۶- وَعِنْدَ اَبِيْ داود عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ: رَمَقْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَلَمْ يَزَلْ يُلَبِّيْ حَتّٰى رمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ بِاَوَّلِ حَصَاةٍ۔ (دراية) و سكت عنه الحافظ ولم يعله بشيء۔

بَابُ الْاِفَاضَةِ مِنْ عَرَفَاتٍ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَمَنْ اَفَاضَ قَبْلَهٗ فَعَلَيْهِ دَمٌ

۲۷۰۷- عَنْ جَابِرٍؓ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ: فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ ... الصُّفْرَةُ قَلِيْلًا حَتّٰى غَابَ الْقُرْصُ۔ الحديث رواه مسلم و قد سر۔

۲۷۰۸- عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍؓ، قَالَ: وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِعَرَفَةَ، فَقَالَ: ﴿هٰذِهٖ ... وَهُوَ الْمَوْقِفُ، وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ﴾، ثُمَّ اَفَاضَ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ۔ الحديث، رواه ... (۱-۱۱٤) و قال: حسن صحيح، و مثله عن ابن الزبيرؓ و قد تقدم۔

۲۷۰۹- عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَؓ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِعَرَفَاتٍ، ثُمَّ قَالَ: ﴿اَمَّا ... فَاِنَّ اَهْلَ الشِّرْكِ كَانُوْا يَدْفَعُوْنَ مِنْ هٰذَا الْمَوْضِعِ اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ عَلٰى رُؤُوْسِ

... ﷺ نے رمی شروع کردی تو تلبیہ پڑھنا بند کردیا۔

۲۷۰۶۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ برابر تلبیہ پڑھتے رہے اور جونہی آپ ﷺ نے جمرہ عقبہ کو پہلی ... تو تلبیہ بند کردیا۔ (ابوداؤد)۔ حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جمرۂ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پڑھتے رہنا چاہیے اور جمرۂ عقبہ کو پہلی کنکری مارتے ہی تلبیہ بند کردینا ... یہی جمہور کا مسلک ہے۔

باب عرفات سے غروب شمس کے بعد لوٹنا چاہیے، جو اس سے پہلے لوٹے گا اس پر دم ہے

۲۷۰۷۔ جابرؓ اپنی طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ برابر وقوف فرماتے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور زردی ... ختم ہوگئی اور سورج کی ٹکیہ غائب ہوگئی۔ (مسلم)۔

۲۷۰۸۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عرفہ میں وقوف فرمایا اور فرمایا کہ یہ عرفات کا میدان ہے اور جس جگہ ہم ٹھہرے ... ہیں یہ موقف ہے اور عرفات کا تمام میدان موقف ہے۔ پھر آپ ﷺ سورج کے غروب ہونے پر لوٹے۔ (ترمذی)۔ امام ترمذی نے اسے حسن ... ہے اور اس قسم کی حدیث ابن زبیر سے بھی مروی ہے جو پہلے گذر چکی ہے۔

۲۷۰۹۔ مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عرفات کے میدان میں ہم سے خطاب فرمایا اور فرمایا کہ مشرک لوگ اس جگہ سے ... لوٹتے تھے جب کہ سورج پہاڑوں کے سروں پر اس طرح براجمان ہوتا تھا جیسے پگڑیاں لوگوں کے سروں پر لیکن ہم سورج کے غروب ہونے

الْجِبَالِ، كَأَنَّهَا عَمَائِمُ الرِّجَالِ عَلٰى رُؤُوْسِهَا، وَإِنَّا نَدْفَعُ بَعْدَ أَنْ تَغِيْبَ﴾۔ اخرجه الحاكم و صححه۔ (دراية ١٩٤)۔ واقره الذهبي على تصحيحه على شرط الشيخين فى "تلخيص المستدرك" (٢-٢٧٧)۔

بَابُ لَوْ مَكَثَ قَلِيْلاً بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ لِعُذْرٍ فَلا بَأْسَ بِهٖ

٢٧١٠- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: إِنَّهَا كَانَتْ تَدْعُوْ بِشَرَابٍ فَتُفْطِرُ ثُمَّ تُفِيْضُ۔ رواه ابن ابى شيبة، واسناد صحيح۔ (دراية ٢٩٥)۔

٢٧١١- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ، فَلَمَّا وَقَفْنَا بِعَرَفَةَ غَابَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ: لَوْ أَنَّ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَفَاضَ الْآنَ كَانَ قَدْ أَصَابَ۔ قَالَ: فَمَا أَدْرِيْ أَكَلَامُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَسْرَعُ أَوْ إِفَاضَةُ عُثْمَانَ؟ قَالَ: فَأَوْضَعَ النَّاسُ، وَلَمْ يَزِدْ ابْنُ مَسْعُوْدٍ عَلَى الْعُنُقِ حَتّٰى أَتٰى جَمْعًا۔ رواه احمد۔ كذا فى "فتح البارى" (٣-٤٢٤)۔ وهو صحيح او حسن على قاعدته۔

کے بعد چلیں گے۔ (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے شیخین کی شرط پر اس کی تصحیح کو تلخیص مستدرک میں برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: اس بارے میں روایات حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں کہ حضور ﷺ غروب شمس کے بعد عرفات سے لوٹتے تھے آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ مجھ سے اپنے اعمال سیکھ لو اور یہ فرمانا کہ غروب شمس سے قبل لوٹنا مشرکین کی عادات میں سے ہے اور یہ فرمانا کہ عرفات سے غروب شمس سے قبل کوچ کرے گا اس کا حج ناتمام ہے۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سورج کے غروب ہونے تک عرفات میں وقوف کرنا واجب ہے۔ اور سورج غروب ہونے سے پہلے لوٹنے پر دم واجب ہے۔ ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے کہ جو کوئی حج کے مناسک میں سے کوئی چیز چھوڑے گا تو اس پر دم واجب ہے۔ اور اکثر اہلِ علم بھی یہی فرماتے ہیں کہ غروب شمس سے قبل کوچ کرنے پر دم واجب ہے۔

باب سورج غروب ہونے کے بعد کسی عذر کی وجہ سے اگر عرفات کے میدان میں تھوڑی دیر ٹھہرا رہے تو کوئی حرج نہیں

۲۷۱۰۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے (عرفات کے میدان میں) افطاری کے پانی منگوایا۔ اور پھر افطار کر کے آپ ﷺ نے کوچ کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند صحیح ہے۔

۲۷۱۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں کہ ہم عبداللہ (ابن مسعودؓ) کے ساتھ حج کے لئے نکلے۔ پس جب ہم نے عرفات میں وقوف فرمایا اور سورج غروب ہو گیا تو عبداللہ نے فرمایا کہ اگر امیر المؤمنین (حضرت عثمانؓ) اس وقت کوچ کریں گے تو درست کریں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ ابن مسعودؓ کا یہ کلام پہلے تھا یا حضرت عثمانؓ کا کوچ کرنا پہلے تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگ

بَابُ الْاشْتِبَاهِ فِيْ يَوْمِ عَرَفَةَ

۲۷۱۲- عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَالِدِ بْنِ أُسَيْدٍ مَرْفُوْعًا: ﴿يَوْمُ عَرَفَةَ الْيَوْمُ الَّذِيْ يُعَرِّفُ النَّاسُ فِيْهِ﴾۔ رواه ابو داود فی المراسيل مرسلا، فان عبدالعزيز تابعی، (تلخيص الحبير ۱-۲۱۷)۔

۲۷۱۳- وله شاهد، فقد رواه مجاهد بن اسماعيل، عن سفيان ، عن ابن المنكدر، عن عائشة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَرْفُوْعًا بِلَفْظِ: ﴿عَرَفَةُ يَوْمٌ يُعَرِّفُ الْإِمَامُ﴾۔ تفرد به مجاهد، قاله البيهقي، قال: و محمد بن المنكدر عن عائشة مرسل، كذا قال، وقد نقل الترمذی عن البخاری: انه سمع منها، واذا ثبت سماعه منها امكن سماعه من ابی هريرةؓ، فانه مات بعدها۔ (التلخيص الحبير ۱-۲۱۷)۔

۲۷۱٤- عن مسلم بن خالد، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: رَجُلٌ حَجَّ أَوَّلَ مَا

سے منیٰ جلدی جلدی کوچ کرنا شروع کیا اور ابن مسعودؓ درمیانی چال ہی چلے کہ مزدلفہ پہنچ گئے۔ (مسند احمد)۔ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے غروب شمس کے بعد کوچ کرنے میں تھوڑی سی تاخیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ زیادہ تاخیر جائز نہیں اور امام کے کوچ کر جانے کے بعد بھی تاخیر کرنا درست نہیں۔ اور اگر امام کوچ کرنے میں زیادہ تاخیر کرے تو بھی مخالفتِ سنت کی وجہ سے اس کی موافقت درست نہیں۔

باب عرفہ کے دن میں شبہ کا واقع ہو جانا

۲۷۱۲۔ عبدالعزیز بن عبداللہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا عرفہ کا دن وہ دن ہے جس میں لوگ عرفات میں ٹھہریں۔ (مراسیل ابوداؤد)۔

فائدہ: یہ حدیث دوسرے طریق مرسل اور مرفوع سے مؤید ہے اس لئے حجت پکڑنے کے قابل ہے۔ یہی تمام مجتہدین کا اصول ہے۔

۲۷۱۳۔ اور (مذکورہ بالا حدیث) کا ایک شاہد بھی مجاہد نے روایت کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ عرفہ کا دن وہ دن ہے کہ جس دن امام عرفات میں ٹھہرے۔ (بیہقی)۔

فائدہ: یعنی عرفات کا دن وہ دن ہے جس دن لوگ عرفات کی طرف جائیں خواہ وہ دس تاریخ ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی اجتماعیت کو برقرار رکھا جائے۔ اجتماعیت کے خلاف محض شک کی وجہ سے تاریخ میں گڑبڑ نہ کی جائے۔

۲۷۱۴۔ ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کہ ایک آدمی نے پہلی مرتبہ حج کیا اور لوگوں نے قربانی کے دن میں

حَجَّ، فَاَخْطَأَ النَّاسُ بِيَوْمِ النَّحْرِ، اَيُجْزِئُ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَاَحْسِبُهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ﴿فِطْرُكُمْ يَوْمَ تُفْطِرُوْنَ، وَاَضْحَاكُمْ يَوْمَ تُضَحُّوْنَ﴾۔ قَالَ: وَاَرَاهُ قَالَ: ﴿وَعَرَفَةُ يَوْمَ تُعَرِّفُوْنَ﴾ رواه الشافعي واللفظ له، والترمذي واستغربه وصححه۔ (التلخيص الحبير ١-٢١٧)۔

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِمُزْدَلِفَةَ بِاَذَانٍ وَّاِقَامَةٍ وَّتَرْكِ التَّطَوُّعِ بَيْنَهُمَا

٢٧١٥- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، قَالَ: جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ لَيْسَ بَيْنَهُمَا سَجْدَةٌ۔ و في رواية: جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ صَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا، وَالْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ بِاِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ۔ رواهما مسلم في "صحيحه" (١-٤١٧)۔

٢٧١٦- وَعَنْهُ: اَنَّهُ اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَاَذَّنَ وَاَقَامَ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا، ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيْنَا فَقَالَ: اَلصَّلَاةَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ۔ كذا ذكره ابوداود موقوفا، ورواه من وجه آخر مرفوعا عن

غلطی کی تو کیا حج اس کی طرف سے درست ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری عید الفطر اس دن ہے جس دن تمام لوگ افطار کریں۔ اور تمہاری قربانی کا دن وہ دن ہے جب تم سب قربانی کرو۔ اور تمہارا عرفہ کا دن وہ دن ہے جس دن تم سب عرفات میں ٹھہرو۔ (رواہ الشافعیؒ)۔ اور ترمذی نے بھی اسے روایت کر کے غریب صحیح کہا ہے۔ (تلخیص الحبیر)۔

فائدہ: یعنی جس دن عام لوگ عرفات کے میدان کی طرف جائیں وہی عرفہ کا دن ہے۔

باب مزدلفہ میں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ مغرب اور عشاء کو جمع کرنا اور ان کے درمیان نوافل نہ پڑھنا

۲۷۱۵۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کیا اور ان کے درمیان کسی قسم کی (فرض و نفل) نماز نہیں پڑھی۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ایک اقامت کے ساتھ جمع کیا۔ مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی دو رکعت نماز پڑھی۔ (ان دونوں روایتوں کو مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے)۔

۲۷۱۶۔ ابن عمرؓ سے ہی (موقوف حدیث) مروی ہے کہ آپؓ مزدلفہ تشریف لائے اور اذان و اقامت کہی گئی اور آپؓ نے مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ایک اور نماز پڑھ لیں پھر آپؓ نے عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں۔ ابوداؤد نے اسے موقوف روایت کیا ہے اور ایک اور سند سے ابوداؤد نے ہی اسے مرفوع روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسا عمل فرمایا۔ (درایہ)۔ میں کہتا ہوں کہ حافظ صاحب نے اور ابوداؤد نے ان دونوں حدیثوں سے سکوت فرمایا ہے۔ (لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

ـ عمر - (درایة۱۹۵)- قلت: وقد سکت الحافظ عنهما، وکذا ابوداود فی "سننه" ۳-۱۶۸ مع "البذل")-

۲۷۱۷- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَغْرِبَ والْعِشَاءَ بِجَمْعٍ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَإِقَامَةٍ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا- رواہ ابن ابی شیبة عن حاتم بن اسماعیل، عن جعفر بن محمد ، عنه به- (زیلعی۱-۲-۵۰۲) قلت: رجاله کلهم ثقات من رجال مسلم، وهو عن جعفر بن محمد، عن ابیه، عن جابر، فسقط عن ابیه فی الکتابة، والا یکون الحدیث منقطعا، ولکن الزیلعی والحافظ ابن حجر لم یعلاه به- و قال ابوداود(۳-۱۶۰): الحدیث اسنده حاتم بن اسماعیل فی الحدیث الطویل، ووافق حاتم بن اسماعیل علی اسناده محمد بن علی الجعفی، عن جعفر، عن ابیه، عن جابرؓ، الا انه قال: فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ اهـ- فالحدیث متصل مرفوع-

۲۷۱۸- وفی الباب عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ ؓ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى بِجَمْعٍ الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا، وَالْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ- وفیه جابر الجعفی، وهو وان کان ضعیفا فقد تابعه محمد بن ابی لیلی عن عدی عند الطبرانی ایضاً، فیقوی کل واحد منهما بالآخر، (فتح الباری ۳-۴۱۸)-

۲۷۱۹- قلت: وقد رواہ ابو حنیفة فی "مسنده" (۱۱۹) عن ابی اسحاق، عن عبدالله بن یزید الخطمی، عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ ؓ مَرْفُوْعًا: صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِجَمْعٍ بِأَذَانٍ وَّ إِقَامَةٍ

۲۷۱۷- جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھیں اور ان کے درمیان کسی قسم کی نماز نہیں پڑھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور مسلم کے راوی ہیں پس حدیث متصل مرفوع ہے۔

۲۷۱۸- ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب کی تین رکعات اور عشاء کی دو رکعات ایک اقامت کے ساتھ ملا کر پڑھیں۔ (فتح الباری)۔ اس حدیث کے ایک راوی جابر جعفی اگرچہ ضعیف ہے لیکن ابن ابی لیلی کے متابع کی وجہ سے یہ قوی ہو جاتی ہیں۔

۲۷۱۹- امام ابوحنیفہؒ نے بھی حدیث اپنی مسند میں ابوایوب انصاریؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے مزدلفہ میں ایک اذان ایک اقامت کے ساتھ مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھا۔ (مسند امام اعظم)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

واحدة وهو سالم عن الجعفی، وسنده صحیح۔

بَاب اِذَا جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاء بِمُزْدَلِفَة بِفَصْل جَمَعَ بَيْنَهُمَا بِاَذَانٍ وَّ اِقَامَةٍ

۲۷۲۰- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ: اَنَّهُ اَتَی الْمُزْدَلِفَةَ حِيْنَ الْاَذَانِ بِالْعَتَمَةِ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ فَاَمَرَ رَجُلًا، فَاَذَّنَ وَاَقَامَ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ، وَصَلّٰى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهٖ فَتَعَشّٰى۔ ثُمَّ اَمَرَ اُرٰى رَجُلًا، فَاَذَّنَ وَاَقَامَ، ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ۔ الحديث، رواه البخاری، ووقع عند الاسماعيلی فی هذاالحديث: وَلَمْ يَتَطَوَّعْ قَبْلَ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا وَلَا بَعْدَهَا۔ كذا فی "فتح الباری" (۳-۴۱۹)۔

۲۷۲۱- عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ مَرْفُوْعًا: فَجَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ، فَتَوَضَّاَ فَاَسْبَغَ، ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ اَنَاخَ كُلُّ اِنْسَانٍ بَعِيْرَهٗ فِيْ مَنْزِلِهٖ، ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلّٰى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا۔ رواه البخاری۔ (فتح الباری ۳-۴۱۸)۔

فائدہ: احادیث بالا سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو عشاء کے وقت میں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھا جائے اور مغرب اور عشاء کے درمیان کسی قسم کی نفل یا فرض نماز نہ پڑھی جائے۔ حضور ﷺ کا یہی عمل ہے اور احناف کا یہی مختار مسلک ہے۔ باقی وہ احادیث جن میں دو اقامتوں کا ذکر ہے وہ اس صورت پر محمول ہیں کہ اگر مغرب اور عشاء کے درمیان کسی قسم کا وقفہ کر دیا جائے مثلاً کھانا کھانے کا یا اونٹ وغیرہ بٹھانے کا تو پھر عشاء کی نماز کیلئے دوبارہ اقامت کہی جائے تاکہ جو لوگ ادھر ادھر ہو چکے ہیں وہ نماز کیلئے حاضر ہو جائیں۔ جیسا کہ دو اقامتوں والی احادیث میں شام کے کھانے یا اونٹ بٹھانے کی صراحت ہے جیسا کہ اگلے باب کی احادیث میں ہے۔ باقی یاد رکھئے کہ یہ اختلاف سنیت کا ہے۔ جائز دونوں طریقے ہیں۔

باب کسی وقفہ کی وجہ سے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کرنا

۲۷۲۰۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ وہ مزدلفہ تقریباً عشاء کی اذان کے وقت پہنچے اور ایک آدمی کو اذان و اقامت کہنے کا حکم فرمایا پھر آپؓ نے مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھے۔ پھر عشاء کا کھانا منگوا کر تناول فرمایا، اس کے بعد پھر (میرے خیال میں) کسی آدمی کو اذان و اقامت کہنے کا حکم فرمایا اور دو رکعت عشاء کی نماز پڑھی۔ (بخاری)۔ لیکن اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ کسی فرض نماز سے قبل یا اس کے بعد نفل نماز نہیں پڑھی۔

۲۷۲۱۔ اسامہ بن زیدؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ مزدلفہ تشریف لائے پھر آپ نے اچھی طرح سے وضو فرمایا اس کے بعد اقامت کہی گئی اور آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر لوگ اپنے اپنے اونٹ بٹھانے لگ گئے، اس کے بعد عشاء کی نماز کیلئے اقامت کہی گئی اور آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی۔ اور ان دونوں نمازوں کے درمیان آپ ﷺ نے کسی قسم کی نماز نہیں پڑھی۔ (بخاری)۔

ـب لَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ اَنْ يُّصَلِّيَ الْمَغْرِبَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ اِلَّا بِمُزْدَلِفَةِ فِيْ وَقْتِ الْعِشَاءِ وَاِنْ صَلَّاهَا بِعَرَفَةَ اَوْ فِي الطَّرِيْقِ يَجِبُ اِعَادَتُهَا مَالَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ

۲۷۲۲- عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مِنْ عَرَفَاتٍ، فَلَمَّا بَلَغَ الشِّعْبَ الْاَيْسَرَ الَّذِيْ دُوْنَ الْمُزْدَلِفَةِ اَنَاخَ فَبَالَ، ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوْءَ، وَتَوَضَّأَ وُضُوْءًا خَفِيْفًا، فَقُلْتُ: اَلصَّلَاةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ: ﴿اَلصَّلَاةُ اَمَامَكَ﴾، فَرَكِبَ حَتّٰى اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلّٰى، ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ غَدَاةَ جَمْعٍ- للستة الا الترمذی- (جمع الفوائد ۱-۱۸٤)-

۲۷۲۳- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ: اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ: ﴿لَا صَلَاةَ اِلَّا بِجَمْعٍ﴾- اخرجه ابن المنذر باسناد صحيح- (فتح الباری ۳-٤١٥)-

۲۷۲٤- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ، اَنَّهٗ قَالَ: هُمَا صَلَاتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَقْتِهِمَا: صَلَاةُ

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر دونوں نمازوں کے درمیان کسی قسم کا وقفہ آ جائے (مثلاً پہلی حدیث میں ...نے کا اور دوسری حدیث میں اونٹوں کو بٹھانے کا وقفہ ہے) تو دو اقامتوں کے ساتھ نمازیں پڑھی جائیں۔ اور حنفیہ بھی اس کے قائل ہیں۔ بہذا احناف نے ایک اقامت والی حدیث پر بھی عمل کیا اور دو اقامتوں والی حدیث پر بھی عمل کیا ہے۔ الحمد للہ۔ لیکن اس کے باوجود ...حنفیہ کو اہل رائے ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ باقی دو اذانوں کا ہونا یہ راوی کا وہم ہے جیسا کہ خود بخاری کا سیاق بھی بتلا رہا ہے۔

باب مزدلفہ کی رات مغرب کی نماز راستے میں پڑھنا جائز نہیں بلکہ عشاء کے وقت مزدلفہ میں پڑھنا واجب ہے اور اگر کوئی راستے میں پڑھ لے تو صبح صادق کے طلوع تک اس کا لوٹانا واجب ہے

۲۷۲۲۔ اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ عرفات سے واپسی پر میں حضور ﷺ کے ساتھ آپ کی اونٹنی پر سوار ہوا۔ جب آپ ﷺ مزدلفہ کے قریب واقع بائیں جانب کی گھاٹی پر پہنچے تو آپ ﷺ نے اونٹنی کو بٹھایا اور اتر کر پیشاب کیا پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور میں نے آپ ﷺ پر وضو کا پانی ڈالا اور آپ ﷺ نے ہلکا سا وضو فرمایا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ نماز پڑھ لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز آگے پڑھیں گے۔ پھر آپ ﷺ سوار ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ مزدلفہ پہنچے تو نماز پڑھی۔ پھر مزدلفہ کی صبح کو فضل بن عباسؓ آپ ﷺ کے ساتھ سوار ہوئے۔ (بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی)۔

۲۷۲۳۔ حضرت جابرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مغرب کی نماز مزدلفہ میں ہی درست ہے۔ اسے ابن منذر نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۲۷۲٤۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ دو نمازیں (آج کے دن) اپنے وقت سے ہٹا دی جاتی ہیں۔ جب لوگ مزدلفہ آتے ہیں تو

الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ، وَالْفَجْرُ حِيْنَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُ
رواه البخاري (فتح الباري ۳-۴۱۹)۔

بَابُ يُصَلِّيْ الْفَجْرَ بِمُزْدَلِفَةَ بِغَلَسٍ قَبْلَ اَنْ يُّسْفِرَ ثُمَّ يَقِفُ عَلٰى قُزَحٍ يَدْعُوْ اِلَى الْاِسْفَارِ وَيُفِيْضُ مِنْهَا قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

۲۷۲۵- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ اِلٰى مَكَّةَ، ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا، فَصَلَّى الصَّلَاتَيْنِ كُلَّ صَلَاةٍ وَحْدَهَا بِاَذَانٍ وَّاِقَامَةٍ وَالْعَشَاءُ بَيْنَهُمَا، صَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ، قَائِلٌ يَقُوْلُ: طَلَعَ الْفَجْرُ، وَقَائِلٌ يَقُوْلُ: لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ﴿اِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَقْتِهِمَا فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ﴾، فَلَا يَقْدَمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتّٰى يُعْتِمُوْا، وَصَلَاةَ الْفَجْرِ هٰذِهِ السَّاعَةَ، ثُمَّ وَقَفَ حَتّٰى اَسْفَرَ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَفَاضَ الْاٰنَ اَصَابَ السُّنَّةَ، فَمَا اَدْرِيْ اَقَوْلُهٗ كَانَ اَسْرَعَ اَمْ دَفْعُ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ، فَلَمْ يَزَلْ

مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھی جاتی ہے) اور فجر کی نماز صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی (اندھیرے میں) پڑھی جاتی ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا۔ (بخاری)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز مغرب عشاء کے وقت میں مزدلفہ میں پڑھنا ضروری اور واجب ہے۔ (خصوصاً اسامہؓ کی حدیث فرضیت کی طرف مشیر ہے۔ لیکن خبر واحد ہونے کی وجہ سے وجوب ثابت ہوگا۔) اور مزدلفہ پہنچنے سے قبل عشاء کے وقت سے پہلے نماز مغرب پڑھ لینا جائز نہیں۔ مزدلفہ سے قبل پڑھ لینے کی صورت میں اعادہ واجب ہے اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم ہوگا۔ دوسری بات اس آخری حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ عام حالات میں فجر کی نماز اسفار میں ہی پڑھی جاتی تھی۔ کیونکہ ابن مسعودؓ حاضر باش کثیر الملازمہ صحابی مزدلفہ کی صبح اول وقت یعنی خوب اندھیرے میں پڑھنے کو اپنے وقت سے ہٹ کر پڑھنا بتارہے ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صبح کی نماز اسفار میں پڑھنی چاہیے۔

باب محرم مزدلفہ میں صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھ کر قزح پہاڑ پر وقوف کرے اور صبح روشن ہونے تک دعاء میں مصروف رہے اور سورج کے طلوع ہونے سے قبل وہاں سے روانہ ہو

۲۷۲۵۔ عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے ہمراہ مکہ کی طرف چلا۔ پھر جب ہم مزدلفہ پہنچے تو ابن مسعودؓ نے دونوں نمازیں اکٹھی پڑھیں اور ہر نماز سے قبل ایک اذان اور ایک اقامت کہی گئی اور ان دونوں کے درمیان عشاء کا کھانا تناول فرمایا اور فجر کی نماز صبح صادق طلوع ہوتے ہی پڑھی۔ اور اتنی جلدی پڑھی کہ صبح صادق کے طلوع ہونے میں اختلاف ہوگیا۔ بعض نے کہا کہ صبح صادق طلوع ہوچکی ہے اور بعض نے کہا کہ ابھی طلوع نہیں ہوئی۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ دونوں نمازیں اس

يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ۔ رواه الامام البخاري۔ (فتح الباري ۳-۴۲۴)۔

۲۷۲۶- عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُوْنٍ يَقُوْلُ: شَهِدْتُ عُمَرَ رضي الله عنه صَلَّى بِجَمْعٍ الصُّبْحَ، ثُمَّ وَقَفَ، فَقَالَ: إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ حِيْنَ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَيَقُوْلُوْنَ: أَشْرِقْ ثَبِيْرُ، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ رواه البخاري۔

۲۷۲۷- وَفِيْ حَدِيْثِ جَابِرٍ الطَّوِيْلِ: فَصَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى أَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَدَعَا اللهَ تَعَالَى وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ وَوَحَّدَهُ، فَلَمْ

جگہ اپنے وقت سے ہٹادی گئی ہیں، ایک تو مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھا جائے اور لوگ عشاء سے قبل مزدلفہ نہ آئیں اور دوسرے فجر کی نماز اس وقت پڑھی جائے (یعنی خوب اندھیرے میں) پھر عبداللہؓ نے صبح کے روشن ہونے تک مزدلفہ میں وقوف فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اگر امیر المؤمنین (حضرت عثمانؓ) اس وقت چلیں تو یہ سنت کے مطابق ہے۔ (عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ) مجھے معلوم نہیں کہ یہ الفاظ عبداللہ کی زبان سے پہلے نکلے یا حضرت عثمانؓ نے پہلے کوچ فرمایا۔ آپ قربانی کے دن جمرہ عقبہ کی رمی تک برابر تلبیہ پڑھتے رہے۔ (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ پہنچنے سے قبل اور عشاء کے وقت سے قبل مغرب کی نماز پڑھنا درست نہیں۔ اور وقوف مزدلفہ کا وقت صبح کی نماز کے بعد سے صبح کے روشن ہونے تک ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ طلوع شمس سے قبل مزدلفہ سے روانہ ہونا سنت ہے، واجب نہیں۔ حتیٰ کہ اگر وہ طلوع شمس کے بعد مزدلفہ سے روانہ ہو تو کوئی دم لازم نہ ہوگا۔ البتہ عرفات سے غروب شمس سے قبل کوچ کرنے میں دم ہے جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ جو عرفات کی وادی سے غروب شمس سے قبل کوچ کرے گا تو فلا حج له الكامل (یعنی اس کا حج کامل نہ ہوگا)۔ نیز ابن مسعودؓ کے قول کہ "یہ دونوں نمازیں اپنے وقت (معمول) سے ہٹادی گئی ہیں" سے معلوم ہوتا ہے کہ عام معمول فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنے کا نہ تھا۔ اسی لئے احناف بھی یہی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے معمول کے مطابق نماز اسفار میں پڑھنی چاہیے تاکہ آپ ﷺ کے معمول (سنت) پر عمل ہو جائے۔

۲۷۲۶۔ عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھی تو میں بھی موجود تھا اور نماز کے بعد آپ ﷺ ٹھہرے اور فرمایا مشرکین جاہلیت میں یہاں سے سورج نکلنے سے پہلے نہیں جاتے تھے، کہتے تھے " ثبیر (منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں طرف مکہ کا ایک بہت بڑا پہاڑ ہے) چمک جا" لیکن نبی کریم ﷺ نے مشرکوں کی مخالفت کی اور سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے روانہ ہوگئے تھے۔ (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقوف مزدلفہ کا وقت صبح کی نماز کے بعد سے اسفار تک ہے اور طلوع شمس سے پہلے وہاں سے چلے جانا سنت ہے۔ اور طلوع شمس کے بعد روانہ ہونا مکروہ ہے۔

۲۷۲۷۔ جابرؓ کی طویل حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے صبح کے کھل جانے پر فجر کی نماز پڑھی پھر آپ ﷺ قصواء اونٹنی پر سوار ہو کر مشعر حرام پہنچے۔ اور قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ کی حمد بیان کی، تکبیر کہی تلبیہ پڑھا اور اللہ کی توحید بیان کی۔ صبح کے خوب روشن ہونے

يَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰى اَسْفَرَ جِدًّا، فَدَفَعَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ رواه مسلم۔

۲۷۲۸- وَرَوَى الطَّبَرِي عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ، قَالَ: لَمَّا اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْمُزْدَلِفَةِ غَدَا فَوَقَفَ عَلٰى قُزَحَ وَاَرْدَفَ الْفَضْلَ، ثُمَّ قَالَ: ﴿هٰذَا الْمَوْقِفُ، وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ﴾۔ حَتّٰى اِذَا اَسْفَرَ دَفَعَ۔ واصله في الترمذي دون قوله: حتى اذا اسفر۔ (فتح البارى ۳-۴۲۵)۔

بَابُ وُجُوْبِ الْوُقُوْفِ بِمُزْدَلِفَةَ وَلُزُوْمِ الدَّمِ بِفَوَاتِهٖ بِلَا عُذْرٍ وَجَوَازِ تَرْكِهٖ بِعُذْرِ الزِّحَامِ وَنَحْوِهٖ لِلضُّعَفَاءِ

۲۷۲۹- عَنْ عُرْوَةَ بْنِ مُضَرِّسٍ، قَالَ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِالْمُزْدَلِفَةِ حِيْنَ خَرَجَ اِلَى الصَّلَاةِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلُ! اِنِّيْ جِئْتُ مِنْ جَبَلَيْ طَيٍّ، اَكْلَلْتُ رَاحِلَتِيْ، وَاَتْعَبْتُ نَفْسِيْ، وَاللّٰهِ مَا تَرَكْتُ مِنْ جَبَلٍ اِلَّا وَقَفْتُ عَلَيْهِ، فَهَلْ لِيْ مِنْ حَجٍّ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿مَنْ شَهِدَ صَلَاتَنَا هٰذِهٖ، وَوَقَفَ مَعَنَا حَتّٰى يَدْفَعَ، وَقَدْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ قَبْلَ ذٰلِكَ لَيْلًا اَوْ نَهَارًا، فَقَدْ تَمَّ حَجُّهٗ،

تک آپ وہاں ٹھہرے رہے پھر سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے روانہ ہوئے۔ (مسلم ـ ابوداؤد)۔

۲۷۲۸- طبری نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ مزدلفہ میں صبح صادق ہونے پر حضور ﷺ چلے اور قزح پہاڑی پر آپ ﷺ نے وقوف فرمایا۔ اور فضل بن عباس کو اپنے پیچھے (اونٹنی پر) بٹھایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بھی وقوف کی جگہ ہے اور تمام مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے پھر صبح خوب روشن ہونے پر آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے۔ (ترمذی)۔

فائدہ: ان سب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وقوف مزدلفہ کا وقت صبح کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے اور سورج کے طلوع ہونے سے قبل اور اسفار کے بعد وہاں سے روانہ ہونا سنت ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ اور اجلہ صحابہؓ سے اسفار کے بعد مزدلفہ سے کوچ کرنا ثابت ہے اور عبداللہ بن زبیرؓ سے سنن حج میں مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ اسفار تک مزدلفہ میں وقوف کرے اور ابن قدامہ مغنی میں نقل فرماتے ہیں کہ اس میں کسی کا اختلاف ہم نہیں جانتے کہ طلوع شمس سے قبل کوچ کرنا مسنون ہے۔ اور خاص اس حدیث سے قزح پہاڑی پر وقوف کا مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے۔

باب مزدلفہ میں وقوف کرنا واجب ہے اور بغیر عذر کے چھوڑ دینے پر دم لازم ہے ہاں کمزور لوگوں کے لئے رش وغیرہ عذر کی بناء پر وقوف مزدلفہ چھوڑ دینا جائز ہے

۲۷۲۹- عروہ بن مضرسؓ فرماتے ہیں کہ میں مزدلفہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نماز کیلئے نکل رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں طیٔ کے پہاڑ سے آیا ہوں، میں نے اپنی اونٹنی کو بھی خوب تھکایا اور خود بھی بے انتہا تھک گیا ہوں، قسم بخدا میں نے کوئی پہاڑ وقوف کے بغیر نہیں چھوڑا، کیا میرا حج ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہماری اس نماز میں ہمارے ساتھ شریک

حتى تفثه﴾۔ رواه الترمذى (۱-۱۱۵)۔ وقال: هذا حديث حسن صحيح۔ و فى لفظ الطحاوى: ﴿من شهد معنا هذه الصلاة صلاة الفجر﴾ قال: و قال سفيان: وزاد داود ابن ابى هند: قال: اتيت النبى ﷺ حين برق الفجر اه۔(۱-۴۰۸)۔ وقال الحافظ: اخرجه اصحاب السنن، وصححه ابن حبان، والدارقطنى، والحاكم۔ (فتح البارى ۳-۴۲۳)۔ وفيه ايضا: قال مجاهد، وقتادة، والزهرى: من لم يقف بها فقد ضيع نسكا، و عليه دم اه۔

۲۷۳۰- عن عائشة رضى الله تعالى عنها، قالت: نزلنا المزدلفة، فاستاذنت

جائے اور ہمارے یہاں رہنے تک ہمارے ساتھ رہے اور وہ اس سے پہلے دن یا رات کے کسی بھی حصے میں عرفات میں وقوف کر چکا ہو تو اس کا حج پورا ہوگیا اور وہ اپنا احرام کھول دے (ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور طحاوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ جو ہمارے ساتھ اس صبح کی نماز میں شریک ہوگیا اور داؤد بن ابی ھند نے ان الفاظ کا بھی اضافہ کیا کہ ''میں حضور ﷺ کے پاس اس وقت آیا جب فجر طلوع ہو چکی تھی'' (طحاوی)۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اسے اصحاب السنن نے روایت کیا ہے اور ابن حبان، دارقطنی اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور فتح الباری میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ مجاہد، قتادہ اور زہرہ فرماتے ہیں کہ جس نے مزدلفہ کا وقوف نہ کیا تو اس نے حج کے نیک عمل کو ضائع کر دیا اور اس پر دم ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وقوف مزدلفہ واجب ہے کیونکہ حضور ﷺ نے حج کے تمام ہونے کو اس وقوف پر معلق کیا ہے۔ لہٰذا واجب ہونا ادنیٰ درجہ ہے، اگر یہ خبر واحد نہ ہوتی تو وقوف مزدلفہ فرض ہو جاتا۔ البتہ اس بات پر اجماع ہے کہ مزدلفہ میں جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھنا واجب نہیں جیسا کہ طحاوی نے اسے ذکر کیا ہے اور ابن حزم کے اختلاف سے اس اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اس لئے ابن قدامہ نے بھی ابن حزم کے اختلاف کو درخور اعتناء نہ سمجھ کر طحاوی کی طرح اجماع ہی نقل کیا ہے۔ باقی نسائی اور ابویعلیٰ میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ''من لم يدرك مع الامام فلم يدرك اى الحج'' تو اس سے مراد نماز مع الامام نہیں بلکہ اس سے مراد وقتِ وقوف ہے۔ یعنی جس نے طلوع فجر کے بعد سے طلوع شمس تک کا وقت مزدلفہ میں پالیا جو کہ امام کے وقوف کا وقت ہے تو اس نے حج کو پالیا۔ نیز ''الحج عرفة'' سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وقوف مزدلفہ فرض نہیں۔ اس لئے فرضیت کا قول صحیح نہیں ہے نیز فرضیت وہاں ثابت ہوتی ہے جہاں دلیل قطعی ہو اور وہ یہاں نہیں کیونکہ یہ مسئلہ اہل دیانت کے ہاں اجتہادی ہے اور جس مسئلہ میں قطعی دلیل ہو وہاں اہل دیانت اختلاف نہیں کیا کرتے۔ نیز حضور ﷺ نے تمامیتِ حج کو اس کے ساتھ معلق فرمایا ہے اور تمامیتِ شئ واجب کے ساتھ معلق ہوا کرتی ہے نہ کہ فرض کے ساتھ اور فرض کے ساتھ تو اصلِ جواز متعلق ہوتا ہے نہ کہ تمامیت۔ نیز ''من شهد صلاتنا هذا'' سے بھی یہی معلوم ہوا کہ وقوف مزدلفہ کا وقت طلوع فجر کے وقت سے ہے۔

۲۷۳۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم مزدلفہ آئے تو حضرت سودہؓ نے لوگوں کے بھیڑ سے قبل وہاں سے

النَّبِیَّ ﷺ سَوْدَةُ اَنْ تَدفَعَ قَبلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَكَانَتْ اِمْرَاَةً بَطِيْئَةً، فَاَذِنَ لَهَا، فَدَفَعَتْ قَبلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَاَقَمْنَا حَتّٰی اَصْبَحْنَا نَحْنُ، ثُمَّ دَفَعْنَا بِدَفْعِه، فَلَاَنْ اَكُوْنَ اِسْتَاْذَنْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَمَا اسْتَاْذَنَتْ سَوْدَةُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ مَفْرُوْحٍ بِه۔ رواه البخاری، واخرجه مسلم بلفظ: وَدِدْتُ اَنِّیْ كُنْتُ اِسْتَاْذَنْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَمَا اِسْتَاْذَنَتْهُ سَوْدَةُ، فَاُصَلِّی الصُّبْحَ بِمِنًی، فَاَرْمِی الْجَمْرَةَ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِیَ النَّاسُ۔ فذكر الحديث، و فی رواية له: وَكَانَتْ عَائِشَةُ لَا تُفِيْضُ اِلَّا مَعَ الْاِمَامِ۔ (فتح الباری ۳-۴۲۳)۔

۲۷۳۱- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: بَعَثَنِی النَّبِیُّ ﷺ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ۔ وفی رواية: اَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِیُّ ﷺ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِیْ ضَعَفَةِ اَهْلِه رواهما البخاری۔ وقد اخرجه الطحاوی من طريق عطاء، عن ابن عباس ﷺ مفصلا: قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْعَبَّاسِ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ: ﴿اِذْهَبْ بِضُعَفَائِنَا وَنِسَائِنَا فَلْيُصَلُّوا الصُّبْحَ بِمِنًی، وَلْيَرْمُوْا جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ قَبْلَ اَنْ تُصِيْبَهُمْ دَفْعَةُ النَّاسِ﴾۔ قال (الراوی): فكان عطاء يفعله بعد ما كبر وضعف۔ (فتح الباری

روانہ ہونے کی حضور ﷺ سے اجازت لے لی۔ کیونکہ وہ بھاری بدن کی خاتون تھیں اس لیے آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ ازدحام سے پہلے روانہ ہوگئیں لیکن ہم لوگ وہیں ٹھہرے رہے اور صبح کو آپ ﷺ کے ساتھ گئے۔ میرے لیے ہر خوش کن چیز سے بہتر تھا کہ اگر میں بھی سودہؓ کی طرح حضور ﷺ سے اجازت لے لیتی۔ (بخاری)۔ مسلم کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ میں نے بھی خواہش کی کہ میں بھی حضرت سودہؓ کی طرح اجازت لے لیتی اور صبح کی نماز منیٰ میں جا کر پڑھتی اور لوگوں کے آنے سے قبل جمرہ عقبہ کی رمی کر لیتی اور مسلم کی ہی ایک روایت میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا امام کے ساتھ ہی کوچ کرتی تھیں۔

۲۷۳۱۔ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مزدلفہ سے رات ہی میں بھیج دیا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہیں نبی کریم ﷺ نے اپنے گھرانہ کے کمزور افراد کی حیثیت سے مزدلفہ کی رات ہی کو آگے بھیج دیا تھا (بخاری)۔ طحاوی کی ایک روایت میں ہے کہ مزدلفہ کی رات حضور ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ہمارے بوڑھوں اور عورتوں کو لے جاؤ تاکہ وہ صبح کی نماز منیٰ میں پڑھیں۔ اور لوگوں کے اژدہام سے پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کرلیں۔ یہ حدیث حسن ہے (ان شاء اللہ)۔ ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے بنو ہاشم کے کمزوروں اور بچوں کو مزدلفہ سے رات ہی کو بھیج دیا تھا (عمدۃ القاری)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کمزور لوگ اگر مزدلفہ کا وقوف نہ کریں تو کوئی حرج نہیں اور نہ ہی کوئی دم ہے اور عذر کی وجہ سے ساقط ہوجانا بھی وقوف مزدلفہ کے وجوب کی دلیل ہے۔ کیونکہ وقوف عرفہ عذر کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا جو کہ فرضیت کی دلیل ہے۔

٤٢٠) وفي سند الطحاوي اسماعيل بن عبدالملك بن ابي الصفير، وهو صدوق يخطئ، حسن الحديث ان شاء الله تعالى- وروى ابن حبان في الثقات عن ابن عباس: أنّ النبي ﷺ قدّم ضَعَفَةَ بَنِيْ هَاشِمٍ وَ صِبْيَانَهُمْ بلَيْلٍ اه- (عمدة القارى ٤: ٦٩٠)-

بَابُ لَا يَجُوْزُ رَمْيُ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ فَاِنْ رَمَاهُ قَبْلَهُ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اَجْزَاَهُ وَاِلَّا لَا وَعَلَيْهِ اِعَادَتُهُ فِيْ وَقْتِهٖ

۲۷۳۲- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدَّمَ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ، وَقَالَ: ﴿لَا ترموا الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ﴾- اخرجه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح (۱۰۹) وابوداود وسكت عنه بلفظ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ يُقَدِّمُ ضُعَفَاءَ اَهْلِهٖ بِغَلَسٍ، وَيَاْمُرُهُمْ يعني لَا يَرْمُوْنَ الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ-(۱-۲۷۵)- قال ابن القيم في زاد المعاد"(۱-۲۳۲): حديث صحيح، صححه الترمذي وغيره-

۲۷۳۳- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَيْضًا، قَالَ: قَدَّمَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ اُغَيْلِمَةَ بَنِيْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ عَلٰى حُمُرَاتٍ، فَجَعَلَ يَلْطَخُ اَفْخَاذَنَا وَيَقُوْلُ: ﴿اُبَيْنِيَّ، لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ

باب قربانی کے دن سورج کے طلوع ہونے سے قبل جمرہ عقبہ کی رمی کرنا جائز نہیں، اگر اس نے طلوع شمس سے قبل اور صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد رمی کی تو کفایت کرجائے گی ورنہ نہیں اور اس پر اس کے وقت میں اعادہ کرنا واجب ہے۔

۲۷۳۲۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے گھرانے کے کمزور لوگوں کو پہلے بھیج دیا اور فرمایا کہ جمرہ عقبہ کی رمی سورج طلوع ہونے سے پہلے مت کرنا (ترمذی)۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ اپنے گھرانہ کے کمزور لوگوں کو رات کے اندھیرے میں بھیج دیتے تھے۔ اور ان کو یہ حکم بھی فرماتے تھے کہ سورج طلوع ہونے سے قبل جمرہ عقبہ کی رمی نہ کرنا۔ (ابوداؤد)۔ ابوداود نے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، ترمذی وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔

۲۷۳۳۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مزدلفہ کی رات ہمیں اور بنو عبدالمطلب کے چھوٹے بچوں کو گدھوں پر سوار کرکے پہلے ہی بھیج دیا تھا۔ آپ ﷺ ہماری رانوں پر آہستہ سے مارتے ہوئے فرماتے کہ سورج نکلنے سے قبل جمرہ عقبہ کی رمی نہ کرنا (ابوداؤد)۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہذا یہ حدیث ان کے پاس حسن یا صحیح ہے) احمد نے بھی اسے روایت کیا ہے اور ابن قیم نے زاد المعاد میں کہا ہے کہ یہ حدیث قصہ کے ذکر کے ساتھ محفوظ ہے۔

حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ﴾۔ قال ابوداود: اللطخ الضرب اللين۔ اخرجه هو وسكت عنه، واخرجه احمد بلفظ: على حمرات لنا من جمع وبلفظ: اى بنى۔ ذكره ابن القيم فى "زاد المعاد" (۱-۲۳۳)، وقال: وهو محفوظ بذكر القصة فيه اھ۔

۲۷۳۴- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ كَانَ يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ، فَيَقِفُوْنَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ، فَيَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مَا بَدَالَهُمْ، ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ قَبْلَ أَنْ يَقِفَ الْإِمَامُ، وَقَبْلَ أَنْ يَّدْفَعَ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ مِنًى لِصَلَاةِ الْفَجْرِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَإِذَا قَدِمُوْا رَمَوُا الْجَمْرَةَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: أَرْخَصَ فِيْ أُولٰئِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. رواه البخاري۔ (فتح الباري ۳: ۴۲۰)۔

بَابُ الْإِيْضَاعِ فِيْ وَادِيْ مُحَسِّرٍ وَالْتِقَاطِ الْحَصٰى مِنْ مُزْدَلِفَةِ أَوْ مِنَ الطَّرِيْقِ وَأَنْ تَكُوْنَ سَبْعًا كَحَصَى الْخَذْفِ وَيَرْمِيْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ وَإِنْ رَمَاهَا مِنْ فَوْقِهَا أَجْزَأَ عَنْهُ وَيُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ

۲۷۳۴۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے گھرانہ کے کمزور لوگوں کو پہلے بھیج دیا کرتے تھے اور وہ رات ہی میں مزدلفہ کے مشعر حرام کے پاس آ کر ٹھہرتے تھے اور اپنی استطاعت کے مطابق اللہ کا ذکر کرتے تھے پھر امام کے وقوف اور اس کے کوچ کرنے سے قبل منی واپس آ جاتے تھے۔ ان میں سے بعض تو صبح کی نماز کے وقت منیٰ پہنچتے تھے اور بعض اس کے بعد پہنچتے تھے۔ جب وہ منیٰ پہنچتے تو جمرۂ عقبہ کی رمی کرتے۔ اور ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضور ﷺ نے ان سب چیزوں کی رخصت دی تھی۔ (بخاری)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ طلوع شمس سے قبل جمرۂ عقبہ کی رمی کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر ضعفاء صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد طلوع شمس سے قبل کنکریاں ماریں تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ اور یاد رکھیں کہ طلوع شمس سے قبل ضعفاء کیلئے جواز رمی مستلزم ہے اس بات کو کہ اصحاء (تندرستوں) کیلئے بھی رمی کفایت کر جائے گی۔ لیکن اصحاء کے حق میں کراہت کے ساتھ اور ضعفاء کے حق میں بغیر کراہت کے۔

فائدہ: اور جن احادیث میں بِلَيْلٍ کے لفظ ہیں تو ان سے امام شافعی کا قبل الفجر جوازِ رمی پر استدلال کرنا درست نہیں اس لئے کہ دوسری روایات مذکورہ بالا کے پیش نظر اس سے مراد اول فجر ہے۔ کیونکہ غلسنا کے الفاظ اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

باب وادی محسر سے تیزی سے گذرنا، مزدلفہ یا راستے سے چنے کے برابر سات کنکریاں اٹھانا اور وادی کے نشیب سے جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنا سنت ہے۔ اور اگر وادی کے اوپر سے مارے تو بھی جائز ہے اور ہر کنکری مارنے پر تکبیر کہنا سنت ہے

۲۷۳۵- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ: فَدَفَعَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَاَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ حَتّٰی اَتٰی بَطْنَ مُحَسِّرٍ، فَحَرَّكَ قَلِیْلًا، ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِیْقَ الْوُسْطٰی الَّتِیْ تَخْرُجُ عَلَی الْجَمْرَةِ الْكُبْرٰی، حَتّٰی اَتَی الْجَمْرَةَ الَّتِیْ عِنْدَ الشَّجَرَةِ، فَرَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ، یُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِنْهَا بِمِثْلِ حَصَی الْخَذْفِ، رَمٰی مِنْ بَطْنِ الْوَادِیْ، ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمَنْحَرِ، الحدیث مختصر، رواه مسلم (۱-۳۹۹) وابوداود بطوله۔

۲۷۳۶- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَوْضَعَ فِیْ وَادِیْ مُحَسِّرٍ۔ وَزَادَ فِیْهِ بِشْرٌ: وَاَفَاضَ مِنْ جَمْعٍ وَعَلَیْهِ السَّكِیْنَةُ، وَاَمَرَهُمْ بِالسَّكِیْنَةِ۔ وزاد فیه ابو نعیم: وَاَمَرَهُمْ اَنْ یَرْمُوْا بِمِثْلِ حَصَا الْخَذْفِ۔ وَقَالَ لِعَلِیٍّ: ﴿لَا اَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِیْ هٰذَا﴾۔ رواه الترمذی (۱-۱۰۸)۔ وقال: حدیث جابر حدیث حسن صحیح۔

۲۷۳۵۔ جابرؓ اپنی طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سورج طلوع ہونے سے قبل ہی مزدلفہ سے روانہ ہوئے اور فضل بن عباسؓ کو اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ جب آپ ﷺ محسر کی وادی میں پہنچے تو اپنی سواری کو تیز چلایا پھر درمیان والے راستے پر چلے جو جمرۂ عقبہ پر لے جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس جمرہ کے پاس آئے جو درخت کے پاس ہے پھر اس پر سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری پر تکبیر کہی (یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہا) اور ہر کنکری ایسی تھی جیسی انگلی میں رکھ کر پھینکتے ہیں (یعنی چنے کے دانے کے برابر) اور آپ ﷺ نے وادی کے نشیب سے کنکریاں ماریں پھر آپ ﷺ قربانی کرنے کی جگہ کی طرف لوٹ گئے۔ (مسلم، ابوداؤد)۔

۲۷۳۶۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ محسر کی وادی سے تیزی سے گذرے اور بشر راوی نے روایت میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ مزدلفہ سے اطمینان کے ساتھ روانہ ہوئے اور لوگوں کو بھی اطمینان اور سکون سے چلنے کا حکم فرمایا اور ابونعیم نے روایت میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ جمرات پر ایسی کنکریاں ماریں جو انگلیوں میں پکڑی جاسکیں (یعنی چھوٹی ہوں) پھر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ شاید میں اس سال کے بعد تم لوگوں کو نہ دیکھ سکوں۔ (ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ وادی محسر سے تیزی سے گذرنا چاہیے کیونکہ حضور ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ وہ مواضع عذاب سے تیزی سے گذر جاتے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ جب حجر ثمود کے پاس سے گذرے تو فرمایا کہ یہاں سے روتے ہوئے گذرو اور پھر حضور ﷺ خود اپنا سر ڈھانپ کر تیزی سے گذر گئے۔ ملخصاً (جمع الفوائد) اور وادی محسر بھی انہی وادیوں میں سے ہے کیونکہ یہاں اصحابِ فیل کے ہاتھی تھک کر بیٹھ گئے اس لئے ایسے مواضع میں چلنے کے سنن میں سے ایک سنت یہ ہے کہ تیزی سے چلا جائے۔ نیز ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کنکریاں چھوٹی ہوں (اور یہ جمہور کے ہاں ندب پر محمول ہے) کیونکہ رمی کی علت رجم شیطان اور اس کی اہانت ہے جیسا کہ منذری کی ترغیب میں ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم شیطان کو رجم کرتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم کے

۲۷۳۷- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْد، قَالَ: رَمٰی عَبْدُاللّٰهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِیْ، فَقُلْتُ: یَاأَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ! إِنَّ نَاسًا یَرْمُوْنَهَا مِنْ فَوْقِهَا۔ فَقَالَ: وَالَّذِیْ لَا إِلٰهَ غَیْرُهٗ هٰذَا مَقَامُ الَّذِیْ أُنْزِلَتْ عَلَیْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ، ﷺ۔ رواه البخاری، و فی لفظ له: فَرَمٰی بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ یُکَبِّرُ مَعَ کُلِّ حَصَاةٍ۔ (فتح الباری ۳-۴۶۳،۴۶۴)۔

۲۷۳۸- عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْن، عَنْ عُمَرَ رضی الله عنه: أَنَّهٗ رَمٰی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فِی السَّنَةِ الَّتِیْ أُصِیْبَ فِیْهَا وَفِیْ غَیْرِهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِیْ۔ اخرجه ابن ابی شیبة باسناد صحیح۔

۲۷۳۹- وَمِنْ طَرِیْقِ الْأَسْوَدِ: رَأَیْتُ عُمَرَ رَمٰی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ فَوْقِهَا۔ و فی سنده الحجاج بن ارطاة، وفیه ضعف۔ (فتح الباری ۳-۴۶۳)۔ قلت: هو حسن الحدیث ما مر غیر مرة۔

دین کی اتباع کرتے ہو۔ اس لئے عرف میں رمی کنکری کے ساتھ مقید نہیں بلکہ ہر اس چیز سے بھی ہو سکتی ہے جو جنس ارض سے ہو۔ لیکن پتھر کے ساتھ رمی کرنا افضل اور چھوٹی کنکری کے ساتھ رمی کرنا اکمل ہے فعلِ نبی ﷺ کی اتباع کی وجہ سے اور آپ ﷺ کے ظاہر قول کی وجہ سے جو احادیث میں ہے۔ اور باقی امام احمدؒ کا یہ فرمانا کہ ''نہی، منہی عنه کے فساد کا مقتضی ہے'' غلط ہے۔ بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ اعمال شرعیہ سے نہی ان کے صحت مع الکراہت کا مقتضی ہے جیسا کہ کتب اصول میں لکھا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کنکریاں وادی کے نشیب سے ماری جائیں اور ہر کنکری پر تکبیر کہی جائے۔ یہی سنت ہے اور احناف اسی کے قائل ہیں۔

۲۷۳۷۔ عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں کہ عبداللہؓ نے وادی کے نشیب سے کنکریاں ماریں۔ میں نے عرض کیا اے ابو عبدالرحمٰن! (کنیت ہے عبداللہ کی) لوگ تو جمرۂ عقبہ کی رمی وادی کے اوپر کے حصے سے کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں حضور ﷺ پر سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی۔ (بخاری، ترمذی)۔ اور اس کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عبداللہ نے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہی۔

فائدہ: یعنی حضور ﷺ نے سورۂ بقرہ نازل ہونے کی اسی جگہ سے رمی کی تھی اور وہ جگہ وادی کے نشیب کا حصہ ہے۔ گویا حضور ﷺ کی سنت نشیب سے کنکریاں مارنے کی ہے۔ البتہ اس حدیث سے وادی کے اوپر کے حصہ سے رمی کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ نے اس پر کوئی انکار نہیں فرمایا۔ صرف اتنا ظاہر فرمایا کہ یہ خلافِ سنت ہے۔

۲۷۳۸۔ عمرو بن میمون سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے شہادت والے سال اور دوسرے سالوں میں وادی کے نشیب سے کنکریاں ماریں۔

۲۷۳۹۔ اور اسود کی سند سے عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو وادی کے اوپر کے حصے سے جمرۂ عقبہ کی رمی کرتے دیکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

۲۷٤۰- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غَدَاةَ جَمْعٍ (وَهُوَ عَلٰی راحلتِهٖ): اُلْقُطْ لِیْ، فَلَقَطْتُ لَهٗ حَصَيَاتٍ مِنْ حِصَى الْخَذْفِ، فَقَالَ: ﴿بِاَمْثَالِ هٰؤُلَاءِ، وَاِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِی الدِّيْنِ﴾- رواه احمد، والنسائی، وابن ماجة، والحاکم- ولاحمد من وجه آخر عن ابن عباس رفعه: ﴿عَلَيْكُمْ بِحَصَى الْخَذْفِ﴾ واسناده صحیح- "درایة" (۱۹۷)-

۲۷٤۱- عَنْ قَتَادَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ قَالَ: مَا اُبَالِیْ رَمَيْتُ الْجِمَارَ بِسِتٍّ اَوْ سَبْعٍ وَاَنَّ ابن عَبَّاسٍ اَنْكَرَ ذٰلِكَ اخرجه ابن ابی شیبة، وقتادة لم یسمع من ابن عمر-

۲۷٤۲- وَرُوِیَ مِنْ طَرِيْقِ مُجَاهِدٍ: مَنْ رَمٰی بِسِتٍّ فَلَا شَیْءَ عَلَيْهِ-

۲۷٤۳- وَمِنْ طَرِيْقِ طَاوُسٍ: يَتَصَدَّقُ بِشَیْءٍ اھ- (فتح الباری ۳:٤٦۳)-

فائدہ: پہلی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ نشیب سے رمی کرتے تھے اور یہ مواظبت سنت پر دال ہے۔ البتہ کسی دفعہ آپ نے وادی کے اوپر کے حصے سے رمی کی جو جواز پر دال ہے۔ اور آج کل کے حالات بھی یہی بتاتے ہیں کہ دوسری منزل سے بھی رمی ہوتی ہے گویا اس جواز پر اجماع ہو چکا ہے۔ صرف افضلیت میں اختلاف ہے اور افضل احادیث مرفوعہ کی بنا پر نشیب سے مارنا ہی ہے۔

۲۷٤۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اونٹنی پر سوار ہو کر مزدلفہ کی صبح کو مجھ سے فرمایا کہ میرے لئے کنکریاں چنو تو میں نے آپ ﷺ کیلئے چھوٹی چھوٹی سات کنکریاں چنیں (جو انگلیوں کے پوروں میں آسکتی تھیں) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان جیسی ہی ہونی چاہئیں۔ اور (یہ بھی فرمایا) دین میں غلو اور حد سے بڑھنے سے بچو۔ (احمد، نسائی، ابن ماجہ)۔ مسند احمد کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا (چنے کی دال کے برابر) چھوٹی چھوٹی کنکریاں استعمال کرنا تم پر لازم ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کنکریاں مزدلفہ سے چن لینا مستحب ہے۔ تاکہ رمی جمار سے قبل کسی اور کام میں مشغولیت نہ ہوئے۔ اور کسی بھی جگہ سے چن لینا بالاتفاق جائز ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دین میں کسی قسم کا غلو اور زیادتی حرام ہے۔ مثلاً شیطان کی دشمنی اور اللہ کی محبت میں جمرات پر بھاری پتھروں اور جوتیوں سے سنگ باری کرنا دین نہیں بلکہ بدعت ہے۔ لہٰذا چھوٹی کنکری کا استعمال کرنا ضروری ہے۔

۲۷٤۱۔ قتادہ ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں نے جمرہ کو چھ کنکریاں ماری ہیں یا سات ماری ہیں لیکن ابن عباسؓ نے اس پر نکیر کی ہے۔

۲۷٤۲۔ مجاہد، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی حاجی جمرہ کو چھ کنکریاں مارے تو اس پر کچھ نہیں۔

۲۷٤۳۔ اور طاوس بھی ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا کہ (چھ کنکریاں مارنے پر) وہ کچھ صدقہ کردے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

۲۷۴۴- عَنْ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ (هو ابن مالك)، قَالَ: رَجَعْنَا فِي الْحَجَّةِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، وَبَعْضُنَا يَقُولُ: رَمَيْتُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، وَبَعْضُنَا يَقُولُ: رَمَيْتُ بِسِتٍّ، فَلَمْ يَعِبْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ رواه النسائي و سنده صحيح، الا انه منقطع بين مجاهد و سعد بن مالك، فانه لم يسمع منه۔ (الجوهر النقي ۱-۳۴۸)۔

بَابُ لَا يَقِفُ عِنْدَ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ وَلَا يَأْخُذُ الْحَصٰى مِنْ عِنْدِ الْجَمَرَاتِ

۲۷۴۵- عَنِ الزُّهْرِيِّ، سَمِعْتُ سَالِمًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ كَانَ إِذَا رَمٰى

۲۷۴۴۔ سعدؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم حج میں حضور ﷺ کے ساتھ لوٹے تو ہم میں سے کسی نے کہا کہ میں نے سات کنکریاں ماری ہیں اور کسی نے کہا کہ میں نے چھ کنکریاں ماری ہیں۔لیکن کسی نے کسی کو عیب نہیں دیا (کہ تو نے غلط کیا)۔(نسائی)۔اس کی سند صحیح ہے مگر منقطع۔

فائدہ: سات کنکریاں مارنا واجب ہے۔البتہ ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی پانچ یا چھ (یعنی اکثر تعداد میں) مارے تب بھی رمی واجب ادا ہو جائے گی۔البتہ نقصان کو پورا کرنے کیلئے صدقہ اس کے ذمے ہوگا۔جوایک کنکری کے عوض نصف صاع گندم ہے۔البتہ تین جمرات کی رمی میں نصف رمی کی تو دم ہے۔واللہ اعلم

فائدہ: اس بارے میں اختلاف ہے کہ رمی جمار واجب ہے یا فرض یا سنت یا مستحب۔جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ واجب ہے (اور یہی صحیح ہے)۔کیونکہ اس کے وجوب پر اجماع ہو چکا ہے اور اجماع لاحق اختلاف سابق کو ختم کر دیتا ہے۔نیز حضور ﷺ کا اس آدمی کو (جس نے کہا ذبحت ثم رميت ارم ولا حرج) فرمانا بھی وجوب پر دلالت کرتا ہے۔کیونکہ امر وجوب عمل کا مقتضی ہے۔نیز ان اتبع ملة ابيكم بھی اس بات کا مقتضی ہے کہ جو مناسک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادا کئے ان کی اتباع واجب ہے۔جب تک کہ کوئی اور دلیل اس کے عدم وجوب پر دلالت نہ ہو اور رمی بھی انہی مناسک میں سے ایک ہے۔اور باقی ابن جریر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جو یہ نقل کیا ہے کہ ان تركه و كبر اجزأه تو ممکن ہے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قیاس ہو جو نص کے مقابلہ میں حجت نہیں اور اگر مرفوع حدیث ہو تو بھی محتمل ہے اور محتمل کی وجہ سے متیقن کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔اسی طرح اس حدیث سے بھی استدلال کرنا درست نہیں جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ طواف،سعی اور رمی اقامتِ ذکر اللہ کیلئے ہیں (اس لئے رمی واجب نہیں)۔کیونکہ تمام اعمال سے ہی ذکر اللہ مقصود ہے جیسا کہ فرمایا ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ ذکر نماز سے کفایت کر جائے گا۔کیونکہ روح جسد سے مستغنی نہیں اگرچہ افضل ہو۔

باب محرم جمرۂ عقبہ کے پاس نہ ٹھہرے اور نہ ہی جمرات کے پاس سے کنکریاں اٹھائے

۲۷۴۵۔ سالم اپنے باپ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب جمرہ کی رمی کرتے تھے تو سات

جمرة رماها بسبع حصيات، يكبر مع كل حصاة، ثم ينصرف، ولا يقف عندها۔ رواه البخاري۔ (دراية ۱۹۷)۔

۲۷۴۶- عن ابن عباس رضي الله عنه، قال: كان رسول الله ﷺ إذا رمى جمرة العقبة مضى ولم يقف۔ رواه ابن ماجة (۲۲۴) بسند فيه الحجاج بن ارطاة، وهو حسن الحديث عندنا، كما مر غير مرة۔

۲۷۴۷- عن ابي سعيد رضي الله عنه، قال: قلنا: يا رسول الله! هذه الجمار التي يرمى بها كل عام، فنحسب أنها تنقص۔ فقال: ﴿إنه ما يقبل منها رفع، ولو لا ذلك لرأيتها أمثال الجبال﴾ رواه الدارقطني، والحاكم في "المستدرك" و قال: حديث صحيح الاسناد، ويزيد بن سنان ليس بمتروك اھ۔(زيلعي ۱-۲۰۳)۔ و في "الترغيب" للمنذري: يزيد بن سنان مختلف في توثيقه اھ۔ (۱-۲۰۳)۔ و فيه ايضا (۱-۵۳۰): وثقه البخاري وغيره، قلت: وقد تقدم توثيقه في هذا الكتاب، وهو حسن الحديث، فالحديث حسن۔

۲۷۴۸- عن ابن عباس رضي الله عنهما في حصى الجمار: ما تقبل منها رفع، وما لم يتقبل ترك، ولولا ذلك لسد ما بين الجبلين۔ اخرجه البيهقي، واسحاق بن راهويه۔ قال البيهقي: وهو مشهور عن ابن عباس موقوفا۔(التلخيص الحبير ۱-۲۱۸)۔

کنکریاں مارتے تھے۔اور ہر کنکری پر تکبیر کہتے۔پھر وہاں سے چلے جاتے اور وہاں ٹھہرتے نہیں تھے۔(بخاری)

۲۷۴۶۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جمرۂ عقبہ کی رمی کرتے تو فوراً وہاں سے چلے جاتے اور وہاں ٹھہرتے نہیں تھے۔(ابن ماجہ)۔اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ ہے اور وہ حسن الحدیث ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جمرۂ عقبہ کے پاس نہیں ٹھہرنا چاہیے۔یہی احناف کا مسلک ہے۔

۲۷۴۷۔ ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ان جمرات کو ہر سال اتنی کنکریاں ماری جاتی ہیں۔پس آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ(ہر سال اکٹھی ہونے کی بعد پھر) کم ہوجاتی ہیں(تو آخر یہ کہاں جاتی ہیں)۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کنکری قبول ہوجاتی ہے وہ اٹھالی جاتی ہے اور اگر ایسے نہ ہوتا تو تو یہاں کنکریوں کے پہاڑ دیکھتا(دارقطنی وحاکم)۔حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔میں کہتا ہوں کہ یزید بن سنان مختلف فیہ ہے لہٰذا یہ حدیث حسن ہے۔

۲۷۴۸۔ ابن عباسؓ سے جمرات کی کنکریوں کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کنکری قبول ہوجاتی ہے وہ اٹھالیا جاتا ہے اور جو کنکری قبول نہیں ہوتی اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔اگر یہ کنکریوں کا اٹھانا نہ ہوتا تو منی کے دونوں پہاڑوں کے درمیان کا رستہ بند ہوجاتا۔(بیہقی،اسحاق بن راہویہ)۔بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ابن عباسؓ سے موقوفاً مشہور ہے۔(تلخیص)۔

بَابُ وُجُوبِ التَّرْتِيبِ فِي مَنَاسِكِ يَوْمِ النَّحْرِ وَهِيَ الرَّمْيُ وَالذِّبْحُ وَالْحَلْقُ

۲۷۴۹- عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه :أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى مِنًى، فَأَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا، ثُمَّ أَتَى مَنْزِلَهُ بِمِنًى فَنَحَرَ، ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ: "خُذْ" وَأَشَارَ إِلَى جَانِبِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرِ- اخرجه الخمسة- (دراية ۱۹۸)-

۲۷۵۰- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنه: مَنْ رَمَى الْجَمْرَةَ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الْعَقَبَةِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَحَرَ هَدْيَهُ، ثُمَّ حَلَقَ، فَقَدْ حَلَّ مَا حُرِّمَ عَلَيْهِ مِنْ شَأْنِ الْحَجِّ- رواه البزار- (كنز العمال ۳-۱۶)-

۲۷۵۱- عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِلنَّاسِ حِينَ دَفَعُوا عَشِيَّةَ عَرَفَةَ وَغَدَاةَ جَمْعٍ: ﴿عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ﴾، حَتَّى إِذَا دَخَلَ مِنًى فَهَبَطَ حِينَ هَبَطَ مُحَسِّرًا قَالَ: ﴿عَلَيْكُمْ بِحَصَى الْخَذْفِ الَّذِي يُرْمَى بِهِ الْجَمْرَةُ﴾- الحديث، رواه النسائی بسند صحيح (۲-۴۸)- وقال تعالى: ﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ﴾ الآية-

فائدہ: آخری دو احادیث سے معلوم ہوا کہ جمرات کے پاس پڑی ہوئی کنکریاں مردود ہیں اور انہیں رمی میں استعمال کرنا مکروہ ہے۔اور یہی احناف کا مسلک ہے۔(ہدایہ)۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہاں سے لینا بھی جائز ہے کیونکہ وہ بھی کنکریاں ہیں۔ہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مقام رمی سے کنکری نہیں لی اور فرمایا خذوا عنی مناسککم۔اور اگر مقام رمی سے کنکری لینا جائز ہوتا تو پھر کوئی بھی دوسری جگہ سے کنکری لینے کا محتاج نہ ہوتا۔نیز اس پر اجماع بھی ہے کہ غیر مقام رمی سے کنکریاں لینا مستحب ہے۔

باب دس ذوالحجہ کے اعمال (رمی، قربانی اور حلق) میں ترتیب واجب ہے

۲۷۴۹۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ منیٰ پہنچ کر جمرۂ عقبہ کے پاس تشریف لائے اور اسے کنکریاں ماریں پھر منیٰ میں اپنے ٹھکانے پر پہنچے اور قربانی کی۔پھر نائی سے فرمایا کہ بال کاٹ دو۔پہلے اپنی دائیں جانب اشارہ کیا پھر بائیں جانب۔(اخرجہ الخمسہ)۔

۲۷۵۰۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس حاجی نے جمرۂ عقبہ کو سات کنکریاں ماریں پھر وہاں سے لوٹ کر اپنے جانور کی قربانی کی پھر اس نے سر منڈایا تو حج کی وجہ سے جو چیزیں اس پر حرام تھیں وہ حلال ہوگئیں۔(بزار، کنز العمال)۔

۲۷۵۱۔ فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب عرفہ کی شام کو اور مزدلفہ کی صبح کو لوگ روانہ ہونے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اطمینان اور سکون سے چلو پھر جب منیٰ میں پہنچ کر وادی محسر میں اترنے لگے تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جمرۂ عقبہ کو رمی کرنے کے لئے چھوٹی چھوٹی کنکریاں لے لو۔اسے نسائی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اپنی قربانی میں سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج

۲۷۵۲- ثنا ابو الاحوص، عن ابراهیم بن مهاجر- هو البجلی- عن مجاهد، عَنِ ابْنِ عبّاسٍ رضی الله عنهما، قَالَ: مَنْ قَدَّمَ شَيْئًا مِنْ حَجِّهِ أَوْ أَخَّرَهُ فَلْيُهْرِقْ لِذٰلِكَ دَمًا- وهذا سند صحیح علی شرط مسلم- (الجوهر النقی ۱-۳٤۷)- و قال الحافظ فی "الدرایة" (۲۰۸): اخرجه ابن ابی شیبة باسناد حسن، واخرجه الطحاوی من وجه آخر احسن منه عنه اه- قلت: والاحسن من الحسن لا یکون الا صحیحا فما له لا یصححه ؟-

۲۷۵۳- ثنا ابو معاویة، عن الاعمش، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: مَنْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَّذْبَحَ أَهْرَقَ دَمًا، فَقَرَأَ: ﴿وَلَا تَحْلِقُوْا رُؤُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهٗ﴾، اخرجه ابن ابی شیبة- (الجوهر النقی ۱-۳٤۷)، وهذا سند صحیح ایضا-

بہاؤ پھر تم اپنا میل کچیل دور کرو۔ (یعنی احرام کھول دو)"۔

فائدہ: ان احادیث میں فاء اور ثم کے الفاظ ترتیب پر دلالت کرتے ہیں اور حضور ﷺ کے بارے میں کسی کو شک اور اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ نے پہلے رمی کی پھر قربانی کی اور اس کے بعد حلق کرایا۔ پھر آپ ﷺ کا یہ فرمانا خذوا عنی مناسککم اس ترتیب کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اور فضل بن عباسؓ کی حدیث میں تو رمی کی تقدیم تمام مناسک پر ظاہر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان مذکورہ بالا میں بھی "ثم" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ذبح اور حلق میں ترتیب واجب ہے اور ارشاد ربانی ﴿ولا تحلقوا رؤوسکم حتی یبلغ الهدی محله﴾ پچھلی آیت سے بھی زیادہ صراحت سے ترتیب کے وجوب پر دال ہے۔ کیونکہ بلوغ ھدی سے مراد ذبح ہے۔

۲۷۵۲۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے حج میں سے کسی عمل کو وقت سے پہلے کیا یا مؤخر کیا تو خون بہانا اس پر لازم ہے۔ یہ سند شرط مسلم پر صحیح ہے۔ (جوہر نقی)۔ حافظ صاحب درایہ میں فرماتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ نے یہ حدیث سند حسن سے روایت کی ہے۔ اور طحاوی نے دوسرے طریق سے اس سے بھی زیادہ احسن سند سے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حسن سے احسن صحیح ہی ہوتی ہے تو حافظ اسے صحیح کیوں نہیں کہہ دیتے۔

۲۷۵۳۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں جس نے ذبح سے قبل حلق کرالیا تو وہ خون بہائے پھر ابراہیم نے یہ آیت پڑھی۔ ﴿ولا تحلقوا رؤوسکم حتی یبلغ الهدی محله﴾ (اور اپنے سروں کو اس وقت تک مت منڈاؤ جب تک کہ قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند بھی صحیح ہے۔

فائدہ: ان آخری دو احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی عمل کو مقدم اور مؤخر کرنے سے خون بہانا واجب ہو جاتا ہے۔ اور خون بہانا واجب کی تقدیم و تاخیر ہی سے ہوتا ہے، سنت اور مستحب کی تقدیم و تاخیر سے نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ ترتیب واجب ہے۔ اور وہ احادیث جن میں لا حرج کے الفاظ ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ چونکہ یہ تقدیم و تاخیر نسیان کی وجہ سے ہوئی ہے۔ لہٰذا کوئی گناہ نہیں۔

بَابُ مَنْ رَمٰی وَذَبَحَ وَحَلَقَ فَقَدْ حَلَّ لَهٗ کُلُّ شَیْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ مَالَمْ یَطُفْ وَإِذَا طَافَ لِلإِفَاضَةِ فَقَدْ حَلَّ الْحِلُّ کُلُّهٗ

٢٧٥٤- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿إِذَا رَمَیْتُمُ الْجَمْرَةَ فَقَدْ حَلَّ لَکُمْ کُلُّ شَیْءٍ إِلَّا النِّسَاءُ﴾- فَقَالَ رَجُلٌ: وَالطِّیْبُ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَمَّا أَنَا فَقَدْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَضْمَخُ رَأْسَهٗ بِالْمِسْكِ، أَفَطِیْبٌ ذٰلِكَ أَمْ لَا؟ رواه احمد، وابوداود، والنسائی، وابن ماجة، قال فی "البدر المنیر": اسناده حسن کما قاله المنذری- (نیل الاوطار٤-٢٥٧)-

٢٧٥٥- عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَاقَالَتْ: کُنْتُ أُطَیِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَبْلَ أَنْ یُحْرِمَ، وَیَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ أَنْ یَطُوْفَ بِالْبَیْتِ، بِطِیْبٍ فِیْهِ مِسْكٌ- متفق علیه- (نیل٤-٢٩٧)- وللنسائی: طَیَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِحُرْمِهٖ حِیْنَ أَحْرَمَ، وَلِحِلِّهٖ بَعْدَ مَا رَمٰی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ قَبْلَ أَنْ یَطُوْفَ بِالْبَیْتِ-(نیل ایضا)-

باب دس ذوالحجہ کو رمی، قربانی اور حلق کرانے سے عورتوں کے سوا تمام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں لیکن عورتیں طواف زیارت کے بغیر حلال نہیں ہوتیں اور طواف زیارت سے تمام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں

۲۷۵۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم جمرۂ عقبہ کی رمی کرلو (اور قربانی اور حلق کرلو) تو عورتوں کے سوا تمام چیزیں تمہارے لئے حلال ہو جائیں گی۔ کسی نے کہا کہ خوشبو بھی؟ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کے سر کو (طواف زیارت سے قبل) مشک میں لت پت دیکھا۔ کیا مشک خوشبو نہیں ہے۔ (مسند احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)۔ بدر منیر میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔ ایسے ہی منذری نے بھی کہا ہے۔ فائدہ: ''اذا رمیتم الجمرۃ'' کا مطلب یہ ہے کہ تم ذبح اور حلق بھی کر چکو تو تمہارے لئے عورتوں کے سوا ہر چیز حلال ہے۔ اس لئے کہ ذبح اور حلق رمی کے معاقب ہوتے ہیں شرعاً، اس لیے ایک کے ذکر پر ہی اکتفا کیا ہے۔

الغرض رمی، قربانی اور حلق کرانے کے بعد طواف زیارۃ سے قبل عورتوں کے سوا تمام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں۔ اس کی صراحت و تفصیل آگے حدیث نمبر ۲۷۵۷ میں آرہی ہے۔

۲۷۵۵۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کو احرام باندھنے سے قبل اور دس ذوالحجہ کو طواف زیارت سے قبل مشک ملی خوشبو لگایا کرتی تھی۔ (بخاری و مسلم) اور نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے احرام باندھتے وقت اپنے احرام کیلئے اور جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد طوافِ زیارت سے قبل احرام کھولتے وقت خوشبو لگائی۔ (نسائی)

۲۷۵٦- حدثنا وكيع، عن هشام بن عروة، عن عروة، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ﴿إِذَا رَمٰى أَحَدُكُمْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَقَدْ حَلَّ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءُ﴾۔ رواه ابن ابی شیبة و سنده صحیح، (درایة۱۹۸)۔ و "زیلعی" (۱:۵۰۸)۔ ورواه ابو داود بطریق الحجاج بن ارطاة، عن الزهری، عن عمرة، عن عائشةرَضِيَ اللهُ عَنْهَا، وضعفه لاجل ان الحجاج لم یرالزهری، ولم یسمع منه شیئا، كما فی "نصب الراية" ایضا، ولكن سند ابن ابی شیبة سالم عن هذه العلة، فالحدیث صحیح۔

۲۷۵۷- عن الحجاج بن ارطاة، عن ابی بكر بن عمرو بن حزم، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ﴿إِذَا رَمَيْتُمْ وَحَلَقْتُمْ وَذَبَحْتُمْ حَلَّ لَكُمْ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءُ﴾۔ قال الدارقطنی: ولم یروه غیر الحجاج بن ارطاة۔ "زیلعی" (۱:۵۰۸) و "درایة" ۱۹۹)۔ قلت: فما له وهو حسن الحدیث؟ وثقه غیر واحد كما مر غیر مرة، فالحدیث حسن۔

۲۷۵۸- عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهٗ قَالَ عَشِيَّةَ يَوْمِ النَّحْرِ: ﴿إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ رُخِّصَ لَكُمْ إِذَا رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ أَنْ تَحِلُّوْا مِنْ كُلِّ مَا حُرِمْتُمْ عَنْهُ إِلَّا النِّسَاءُ﴾۔ اخرجه احمد فی "مسنده"۔ والحاكم فی "المستدرك"، وابوداود فی "سننه" - "زیلعی" ۵۰۸)۔ وسكت عنه ابو داود كما فی "بذل المجهود" (۳:۱۹۰)۔ قال فی "النیل" (۴:۲۹۲): و فی الباب عن ام سلمة عند ابی داود، والحاكم، والبیهقی، و فی اسناده محمد

۲۷۵٦۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمرۂ عقبہ کی رمی کرلے تو عورتوں کے سوا تمام چیزیں اس کے لئے حلال ہوجاتی ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔ ابوداؤد میں بھی یہ حدیث ہے لیکن وہ حجاج کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لیکن ابن ابی شیبہ کی حدیث اس علت وعیب سے محفوظ ہے اور سالم ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۷۵۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم جمرۂ عقبہ کی رمی، حلق اور ذبح کرلو تو تمہارے لئے عورتوں کے سوا تمام چیزیں حلال ہوجائیں گی۔ (دارقطنی)۔ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ رمی جمرۂ عقبہ کے ساتھ ذبح اور حلق بھی مراد ہے۔ اس کی طرف ہم پہلے اشارہ کرچکے ہیں۔

۲۷۵۸۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے دس ذوالحجہ کی شام کو فرمایا کہ یہ وہ دن ہے کہ جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد عورتوں کے علاوہ وہ تمام چیزیں جو حج کی وجہ سے تمہارے لئے حرام تھیں تم پر حلال ہوگئیں۔ (مسند احمد، مستدرک حاکم، سنن

بن اسحاق، ولکنہ صرح بالتحدیث اھ۔ قلت: فالحدیث حسن۔

بَابُ طَوَافِ الزِّيَارَةِ بَعْدَ الرَّمْيِ وَالْحَلْقِ وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾

۲۷۵۹- عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَفَاضَ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ رَجَعَ، فَصَلَّى الظُّهْرَ بِمِنًى، متفق علیہ۔ (نیل ٤-۲۹۸)۔

۲۷٦۰- عَنْ جَابِرٍؓ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِنْصَرَفَ اِلَى الْمَنْحَرِ، فَنَحَرَ، ثُمَّ رَكِبَ فَاَفَاضَ اِلَى الْبَيْتِ، فَصَلّٰى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ، رواہ مسلم۔ (نیل الاوطار٤:۲۹۸)۔

ابی داؤد)۔ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (بذل) لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حسن ہے۔

باب رمی کرنے اور سر منڈانے کے بعد طواف زیارت کرنا سنت ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ حجاج کرام امن والے گھر (بیت اللہ) کا طواف کریں۔

۲۷۵۹۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ دس ذوالحجہ کو طواف زیارت کر کے منیٰ لوٹے اور ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی۔(بخاری، مسلم)۔

۲۷٦۰۔ جابرؓ اپنی طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ (کنکریاں مارنے کے بعد) قربان گاہ گئے، قربانی کی اور پھر (حلق کرانے کے بعد) سوار ہو کر مکہ میں طواف زیارت کیا اور ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی۔(مسلم)۔

فائدہ: حضرت انسؓ کی حدیث نمبر ۲۷۴۹ میں ہے کہ حضور ﷺ نے قربانی کے بعد سر منڈایا۔ لہٰذا ان تمام احادیث کے مجموعے سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت رمی اور حلق کے بعد کرنا سنت ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ طواف زیارت حج کا ایک رکن ہے، اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ اور اس پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ دس ذوالحجہ کو قربانی اور حلق کے بعد طواف زیارت کرنا مستحب ہے اور اگر ایام تشریق تک مؤخر کر دیا تو اس پر کوئی دم نہیں۔ البتہ ایام تشریق کے بعد تک مؤخر کرنے میں امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ کے ہاں دم ہے۔

فائدہ: حضور ﷺ نے مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی اور پھر منیٰ گئے تو وہاں لوگ ظہر کی نماز با جماعت پڑھ رہے تھے تو آپ ﷺ ان کے ساتھ نفل کی نیت سے شریک ہو گئے۔

فائدہ: ان مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے دن کو طواف زیارت کیا جبکہ ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے طواف زیارت رات تک مؤخر کیا تو اس میں تطبیق یہ ہے کہ حضور ﷺ نے طواف زیارت تو دن ہی کو کیا البتہ اپنی عورتوں کے ساتھ رات کو

باب وُجُوبِ الْحَلْقِ اَوِ التَّقْصِيرِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَكَوْنِهِ نُسُكًا مِّنَ الْمَنَاسِكِ وَاَنَّ الْحَلْقَ اَفْضَلُ مِنَ التَّقْصِيرِ لِلرِّجَالِ وَلَا يَجُوزُ لِلنِّسَاءِ اِلَّا التَّقْصِيرُ

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللهُ آمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُؤُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ﴾۔

۲۷۶۱- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ﴿مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلْيُقَصِّرْ، وَلْيُحَلِّلْ﴾۔ مختصر للشيخين وابی داود والنسائی۔ (جمع الفوائد ۱-۱۷۵)۔

۲۷۶۲- عَنْ جَابِرٍ ﷺ، قَالَ: فَاَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ اَصْحَابَهُ اَنْ يَجْعَلُوْهَا عُمْرَةً، وَيَطُوْفُوْا ثُمَّ يُقَصِّرُوْا، وَيُحِلُّوْا اِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ۔ مختصر للشيخين وابی داود والنسائی۔ (جمع الفوائد ۱:۱۷۵)۔ ولفظ البخاری: عن جابر: ﴿اَحِلُّوْا مِنْ اِحْرَامِكُمْ بِطَوَافٍ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَصِّرُوْا﴾۔ (التلخيص الحبير ۱:۲۱۹)۔

تشریف لائے ان کو طواف زیارت کرانے کیلئے ویسے آپ منٰی میں قیام کے دوران روزانہ رات کو تشریف لاتے تھے۔ (ھکذا فی العمدۃ)

باب حج اور عمرہ میں حلق یا قصر کرنا واجب ہے اور مردوں کے لئے حلق افضل ہے۔ عورتوں کے لئے صرف قصر جائز ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم مسجد حرام میں امن کے ساتھ حلق کرا کر یا قصر کرا کر ضرور داخل ہو گے۔

۲۷۶۱۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے ساتھ ھدی (قربانی کا جانور) لے کر نہ آیا ہو وہ بیت اللہ کا طواف، صفا مروہ کی سعی کرے اور بال ترشوا کر احرام کھولدے۔ (شیخین، ابوداؤد، نسائی)۔

۲۷۶۲۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ (جو اپنے ساتھ ہدی لے کر نہ آیا ہو) اس احرام کو عمرہ کا احرام بنائیں۔ طواف کر کے بال ترشوالیں اور احرام کھولدیں۔ مگر جو اپنے ساتھ ہدی لے کر آیا ہو (وہ طواف و سعی کے بعد بال نہ ترشوائے اور نہ احرام کھولے بلکہ وہ حج کے بعد احرام کھولے)۔ (شیخین، ابوداؤد، نسائی) جابرؓ کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بیت اللہ کا طواف، صفا مروہ کی سعی کر کے بال ترشواؤ اور احرام کھولدو (بخاری)۔

فائدہ: حضور ﷺ کا امر فرمانا وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔ لہٰذا قصر یا حلق مناسک حج میں سے ایک نسک ہے اور واجب ہے۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ قرآن میں ان کی صفت یوں بیان کرتے ہیں ﴿محلقین رؤوسکم و مقصرین الخ﴾ تو اگر حلق/قصر مناسک میں سے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی یہ صفت بیان نہ کرتے۔ نیز اگر یہ مناسک میں سے نہ ہوتے تو حضور ﷺ محلقین کیلئے تین مرتبہ اور مقصرین کیلئے ایک مرتبہ رحمت کی دعا کر کے اس کی فضیلت کا اظہار نہ کرتے، اسی طرح حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے ہمیشہ ایسا ہی کیا

۲۷۶۳- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَبَّدَ رَأْسَہٗ وَاَھْدٰی، فَلَمَّا قَدِمَ مَکَّۃَ اَمَرَ نِسَائَہٗ اَنْ یَحْلِلْنَ، قُلْنَ: مَالَکَ اَنْتَ لَمْ تَحِلَّ؟ قَالَ: ﴿اِنِّیْ قَلَّدْتُ ھَدْیِیْ، وَلَبَّدْتُ رَأْسِیْ، فَلَا اَحِلُّ حَتّٰی اَحِلَّ مِنْ حَجَّتِیْ وَاَحْلِقَ رَأْسِیْ﴾۔ رواہ احمد، وھو فی البخاری عنہ عن حفصۃ ولیس فیہ: ﴿وَاَحْلِقَ رَأْسِیْ﴾۔ والحدیث احتج بہ ابن تیمیۃ فی "المنتقی"، والشوکانی فی "نیل الاوطار" (۴:۲۹۶)۔

۲۷۶۴- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: اَنَّہٗ لَقِیَ رَجُلًا مِنْ اَھْلِہٖ یُقَالُ لَہُ الْمُجَبَّرُ قَدْ اَفَاضَ وَلَمْ یَحْلِقْ وَلَمْ یُقَصِّرْ، جَھِلَ ذٰلِکَ، فَاَمَرَہٗ اَنْ یَّرْجِعَ فَیَحْلِقَ اَوْ یُقَصِّرَ، ثُمَّ یَرْجِعَ اِلَی الْبَیْتِ فَیُفِیْضَ۔ رواہ مالک۔ (جمع الفوائد ۱-۱۸۶)۔

۲۷۶۵- عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِیْنَ﴾ قَالُوْا

کہ حلق یا قصر کے ساتھ حلال ہوئے۔ اگر یہ مناسک میں سے نہ ہوتا تو اس پر آپ ﷺ یا آپ ﷺ کے صحابہؓ اس پر مداومت نہ فرماتے۔

۲۷۶۳۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے سر کے بالوں کو جمایا اور اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے کر چلے۔ پس جب مکہ پہنچے تو اپنی عورتوں کو (طواف وسعی کے بعد) احرام کھولنے کا حکم فرمایا۔ عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے تو احرام نہیں کھولا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے قربانی کے جانور کو قلادہ پہنایا ہے۔ اور میں نے اپنے سر کے بالوں کو جمایا ہے تو جب تک میں اپنے حج سے فارغ نہ ہو جاؤں اور اپنے سر کے بال نہ منڈالوں میں احرام نہیں کھول سکتا۔ (احمد)۔ اور بخاری میں حفصہؓ سے یہ روایت مروی ہے۔ لیکن اس میں احلق راسی کے الفاظ نہیں۔ ابن تیمیہ اور شوکانی نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حجت کے قابل ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حلق احرام کھلنے کے اسباب میں سے ہے لہٰذا حلق یا قصر بھی مناسک میں سے ایک نسک ہے۔ اور "خذوا عنی مناسککم" کی وجہ سے واجب ہے۔

فائدہ: اس میں حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ "حلق کراؤنگا" حصر کیلئے نہیں کہ تلبید کرنے والے کیلئے صرف حلق ہے، قصر جائز نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ تلبید والے کیلئے حلق افضل ہے۔

۲۷۶۴۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپؓ اپنے گھر کے ایک آدمی سے جس کا نام مجبر تھا ملے۔ جس نے بال ترشوائے یا منڈائے بغیر طواف زیارت کر لیا تھا۔ آپؓ نے اس سے فرمایا تو جاہل ہے۔ اس کے بعد آپؓ نے اسے حکم فرمایا کہ جا کر پہلے بال ترشوا یا منڈا پھر دوبارہ بیت اللہ کا طواف زیارت کر۔ (مالک)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قصر یا حلق واجب ہے۔ کیونکہ اگر واجب نہ ہوتا تو آپ لفظ "جاہل" نہ فرماتے اور اسے کرنے کا تاکیدی حکم نہ دیتے۔ نیز آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ "بال ترشوا کر دوبارہ طواف کر" بھی وجوب پر دال ہے کیونکہ ترتیب امور واجبیہ میں ہوتی ہے۔

لِلْمُقَصِّرِيْنَ، قَالَ: ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ﴾ قَالُوْا: وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ۔ قَالَهَا ثَلَاثًا، قَالَ: وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ﴾۔ رواه البخاری والجماعة، و فی روایة قال فی الرابعة: ﴿وللمقصرین﴾۔ (فتح الباری ۳-۴٤۸)، و"جمع الفوائد" (۱-۱۸٦)۔

۲۷٦٦- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: ﴿لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ، إِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيْرُ﴾۔ رواه ابوداود، والدارقطنی، والطبرانی، وقد قوی اسناده البخاری فی "التاریخ"، وابوحاتم فی "العلل"، وحسنه الحافظ، واعله ابن القطان، ورد علیه ابن المورق فاصاب۔ (نیل الاوطار٤:۲۹٦)۔

۲۷٦۷- عَنْ عَلِيٍّ ﷺ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا۔ زاد رزین: فی الحج والعمرة، و قال: ﴿إِنَّمَا عَلَيْهَا التَّقْصِيْرُ﴾۔ (جمع الفوائد۱-۱۸٦) اخرجه الترمذی والنسائی، ورواته موثقون الا انه اختلف فی وصله وارساله۔(درایة۲۰۲)۔

۲۷٦۸- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فِي الْاَصْلَعِ: يُمِرُّ الْمُوْسٰى عَلٰى رَأْسِهٖ۔ رواه

۲۷٦۵۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے اللہ بال منڈانے والوں کو بخش دے۔ لوگوں نے کہا کہ بال ترشوانے والوں کو بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ بال منڈانے والوں کو بخش دے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ بال ترشوانے والوں کو بھی تو تیسری مرتبہ (اور ایک روایت میں چوتھی مرتبہ میں جاکر) آپ ﷺ نے فرمایا کہ بال ترشوانے والوں کو بھی بخش دے۔ (بخاری)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حلق یا قصر واجب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بال منڈانا افضل ہے اور یہ بھی معلوم ہوا تقصیر حلق سے کفایت کرتا ہے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

۲۷٦٦۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں بال نہ منڈائیں۔ بلکہ ان کے ذمے بال ترشوانا ہے۔ (ابوداؤد، دارقطنی)۔ امام بخاری نے تاریخ میں اور ابوحاتم نے علل میں اس کی سند کو قوی کہا ہے، اور حافظ نے اس کی تحسین کی ہے۔

۲۷٦۷۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عورت کو حج اور عمرہ میں سر منڈانے سے منع فرمایا۔ اور رزین نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر تو صرف بال ترشوانا واجب ہے۔ (ترمذی، نسائی) اس کے راوی ثقہ ہیں۔ لیکن اس کے وصل اور ارسال میں اختلاف ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بال منڈانا عورتوں کے لئے جائز نہیں۔ اور قصر ان پر واجب ہے۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ حافظ نے بھی فتح الباری میں یہی لکھا ہے۔ اس میں عبدالکریم بن روح مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا حدیث کی سند لاباس بہ ہے اور حسن ہے۔ (دارقطنی) دارقطنی اور صاحب التعلیق المغنی نے اس پر سکوت کیا ہے۔

۲۷٦۸۔ ابن عمرؓ نے گنجے کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے سر پر استرا پھیر دے۔

الدارقطني و سكت عنه هو وصاحب "التعليق المغني"- والاسناد لا باس به، و فيه عبدالكريم بن روح مختلف فيه، وثقه ابن حبان، وضعفه آخرون- (تهذيب ١: ١٧٠)-

اَبْوَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ وَآدَابِهٖ

بَابُ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَرَمْيِ الْجِمَارِ الثَّلاثِ فِيْ سَائِرِ الْاَيَّامِ بعْدَ الزَّوَالِ

٢٧٦٩- عَنْ جَابِرٍ ﷺ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَمَى الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى ثُمَّ لَمْ يَرْمِ فِيْ سَائِرِ الْاَيَّامِ حَتّٰى زَالَتِ الشَّمْسُ- رواه مسلم من حديث ابى الزبير عنه معنعنا، وعلقه البخاری ورواه ابوذر الهروی فی "مناسكه" من حديث ابی الزبير، قال: سمعت جابرا- ورواه الحاكم فی "المستدرك" من حديث ابن جريج، عن عطاء، عن جابرنحوه، ووهم فی استدراكه- (التلخيص الحبير ١-٢١٩)-

٢٧٧٠- عَنْ وَبرَةَ، قَالَ: سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: مَتٰى اَرْمِي الْجِمَارَ؟ قَالَ: اِذَا

فائدہ: احناف کے ہاں ربع راس کا حلق (چوتھائی سر منڈانا) واجب ہے جو امسحوا برؤسکم سے ماخوذ ہے۔

ابواب جمراۃ کی رمی اور اس کے آداب کے بیان میں

باب دس ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی چاشت کے وقت کرنا اور باقی ایام میں تمام جمراۃ کی رمی سورج ڈھلنے کے بعد کرنا

۲۷۶۹۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دس ذوالحجہ کو چاشت کے وقت جمرۂ عقبہ کو کنکریاں ماریں۔ اور باقی ایام میں سورج ڈھلنے کے بعد کنکریاں ماریں (مسلم)۔ بخاری نے اسے تعلیقاً روایت کیا ہے اور ابوذر ہروی نے اسے ابوالزبیر کی حدیث سے روایت کیا ہے جو کہتے ہیں کہ میں نے جابرؓ سے سنا اور حاکم نے مستدرک میں ابن جریج کی حدیث کو عن عطاء عن جابرؓ روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دس ذوالحجہ کو سورج نکلنے کے بعد سے سورج ڈھلنے تک رمی کرنا افضل ہے اور سورج ڈھلنے کے بعد غروب ہونے تک جائز ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دس ذوالحجہ کو صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کی جائے۔ اور دس ذوالحجہ کو صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کرنا، یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

۲۷۷۰۔ وبرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں نے جمرۂ کی رمی کب کروں۔ آپؓ نے فرمایا کہ جب تیرا امام رمی کرے تو بھی اس وقت رمی کر، وبرہ کہتے ہیں کہ میں نے آپؓ سے دوبارہ مسئلہ پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ ہم انتظار کرتے رہتے تھے۔ جب سورج ڈھل جاتا تو ہم رمی کرتے۔ (بخاری)۔ اور ابن عیینہ نے مسعر سے اسی سند کے ساتھ یہ زیادہ کیا ہے کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا اور اگر میرا امام رمی کو مؤخر کردے تو آپ کی کیا رائے ہے؟ پس آپ نے یہ حدیث بیان کی (فتح الباری)۔ مؤطا محمد کی ایک روایت میں ہے

...مى لمائك فارمه، فاعدت عليه المسألة، قال: كنا نتحين، فإذا زالت الشمس رمينا. رواه ...خارى، و زاد ابن عيينة عن مسعر بهذا الاسناد: فقلت له: أرأيت إن أخر إمامى أى ...مى؟، فذكر له الحديث. (فتح البارى۳-٤٦٣). ورواه محمد فى "الموطا" (۳۲۹) عن ...ث، عن نافع، عن ابن عمر رضى الله عنهما، بلفظ: أنه كان يقول: لا ترمى الجمار حتى ...ول الشمس فى الأيام الثلاثة التى بعد يوم النحر اه.

۲۷۷۱- عن سالم: أن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما كان يرمى الجمرة الدنيا ...بع حصيات، يكبر على إثر كل حصاة، ثم يتقدم فيسهل، فيقوم مستقبل القبلة قياما ...يلا، فيدعو ويرفع يديه، ثم يرمى الجمرة الوسطى كذلك، فيأخذ ذات الشمال فيسهل، ...يقوم مستقبل القبلة قياما طويلا، فيدعو ويرفع يديه، ثم يرمى الجمرة ذات العقبة من بطن ...الوادى، ولا يقف ويقول: هكذا رأيت النبى ﷺ يفعله. رواه البخارى. والقيام الطويل قد ...جاء تفسيره فيما رواه ابن ابى شيبة باسناد صحيح عن عطاء: كان ابن عمر يقوم عند ...الجمرتين بمقدار ما يقرأ سورة البقرة. (فتح البارى۳-٤٦٦).

...ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ دس ذوالحجہ کے بعد باقی تین دنوں میں رمی سورج ڈھلنے کے بعد کرو۔ (موطا محمد)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دس ذوالحجہ کے بعد باقی دنوں میں رمی جمرات کا سورج ڈھلنے کے بعد کرنا واجب ہے اور ...کا یہ فرمانا کہ "ہم انتظار کرتے تھے"۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ باقی دنوں میں رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوجاتا ہے۔ اور ...ﷺ کا فعل بھی بخاری میں جابرؓ سے اسی طرح مروی ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے دن (دس ذوالحجہ کو) جمرۂ عقبہ کی رمی چاشت کے وقت کی ...باقی دنوں میں زوال شمس کے بعد اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔

۲۷۷۱۔ سالم فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ (دس ذوالحجہ کے بعد کے دنوں میں) پہلے جمرہ کو سات کنکریاں مارتے تھے اور ہر ...ی کے ساتھ تکبیر کہتے تھے اس کے بعد آپ آگے بڑھتے اور ایک ہموار زمین پر دیر تک قبلہ رو کھڑے ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتے تھے۔ ...میانے جمرہ کی بھی اس طرح رمی کرتے اور بائیں طرف آگے بڑھ کر ایک ہموار زمین پر قبلہ رو کھڑے ہوجاتے، بہت دیر تک اسی طرح ...ے ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتے رہتے، پھر جمرۂ عقبہ کی رمی وادی کے نشیب سے کرتے لیکن آپ یہاں ٹھہرتے نہیں تھے۔ آپ فرماتے تھے ...میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا (بخاری)۔ ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ ابن عمرؓ پہلے دونوں جمرات کے پاس ...سورۂ بقرہ پڑھنے کی مقدار کے برابر کھڑے رہتے۔

۲۷۷۲- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، قَالَتْ: أَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ آخِرِ يَوْمٍ حِيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مِنًى، فَمَكَثَ بِهَا لَيَالِيَ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ، يَرْمِي الْجَمْرَةَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، كُلَّ جَمْرَةٍ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، وَيُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، وَيَقِفُ عِنْدَ الْأُوْلٰى، وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ فَيُطِيْلُ الْقِيَامَ، وَيَتَضَرَّعُ، وَيَرْمِي الثَّالِثَةَ لَا يَقِفُ عِنْدَهَا- رواه احمد، وابو داود، واخرجه ايضا ابن حبان، والحاكم- (نيل الاوطار٤-٣٠٧) و قال المنذری فی مختصره: حديث حسن- وقال الحاكم فی المستدرك: حديث صحيح علی شرط مسلم (زيلعی ١:٥١٠)-

۲۷۷۳- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ لِرُعَاءِ الْإِبِلِ أَنْ يَرْمُوْا

فائدہ: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ پہلے دونوں جمرات کی رمی کے بعد وہاں کھڑے ہوکر ہاتھ اٹھا کر طویل دعا کرنی چاہیے۔اور آخری جمرہ کی رمی کے بعد وہاں نہیں کھڑا ہونا چاہیے۔

۲۷۷۲۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے دس ذوالحجہ کو ظہر کی نماز کے وقت اس کے آخری حصہ میں طواف زیارت کیا پھر آپ ﷺ منیٰ لوٹ آئے اور ایام تشریق کی راتیں آپ ﷺ نے منیٰ میں گذاریں۔سورج ڈھلنے کے بعد آپ ﷺ رمی کرتے اور ہر جمرہ کو سات کنکریاں مارتے۔اور ہر کنکری پر تکبیر کہتے۔پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس دیر تک کھڑے رہتے اور گریہ وزاری کر کے دعا کرتے رہتے اور تیسرے جمرہ کی رمی کے بعد آپ ﷺ وہاں نہ ٹھہرتے۔(احمد، ابوداؤد، ابن حبان، حاکم)۔منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گذارنا سنت ہے۔اس کے ترک پر کوئی چیز واجب نہیں۔البتہ وہاں رات نہ رہنا مکروہ ضرور ہے۔لیکن ہدایہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واجب ہے البتہ تارک پر کوئی چیز واجب نہیں۔ممکن ہے کہ ابن الھمامؒ کے سنت کہنے سے مراد بھی سنت مؤکدہ ہو جو کالواجب (واجب کی طرح) ہے۔اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہو۔حضور ﷺ کا ابن عباسؓ کو سقایہ کی وجہ سے مکہ میں رات گذارنے کی اجازت دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ منیٰ میں رات گذارنا واجب نہیں کیونکہ اگر واجب ہوتا تو رخصت نہ دیتے جیسا کہ سقایہ کی وجہ سے مزدلفہ کا قیام چھوڑنے کی رخصت نہیں دی جاتی۔اور ابن عباسؓ کا اجازت لینا اس لئے نہیں تھا کہ منیٰ میں رات گذارنا واجب تھا بلکہ صحابہؓ کی شان ہی ہر کام میں اجازت لینا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿واذا كانوا معه علی امر جامع لم يذهبوا حتی يستاذنوه﴾ الغرض اس کا درجہ قیام مزدلفہ اور رمی جمار سے کم ہے (اور یہ دونوں واجب ہیں) لہٰذا یہ سنت مؤکدہ ہوگا۔اور یہ بھی یاد رکھیں کہ آپ ﷺ کا منیٰ میں قیام نسک نہیں بلکہ ذریعۃ للنسک تھا۔اس لئے یہ منیٰ میں قیام "خذوا عنی مناسککم" کے ماتحت میں داخل ہو کر واجب نہیں۔

۲۷۷۳۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کے لئے رات کو رمی کرنے کی اجازت دی۔حافظ

...يل - رواه البزار- و في سنده مسلم بن خالد الزنجي شيخ الشافعي رحمه الله، ضعفه ...، ووثقه آخرون- (زيلعي ۱-۵۱۱)- وقال الحافظ في "التلخيص الحبير" (۱-۲۱۹)- رواه البزار باسناد حسن، والحاكم، والبيهقي اه-

۲۷۷٤- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَيْضًا: أَنَّ الْعَبَّاسَ رضي الله عنه اِسْتَأْذَنَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أَنْ يَّبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى لِأَجْلِ سِقَايَةٍ فَأَذِنَ لَهُ- متفق عليه (التلخيص الحبير ۱: ۲۱۹)-

۲۷۷۵- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: إِذَا انْتَفَخَ النَّهَارُ مِنْ يَوْمِ النَّفْرِ فَقَدْ حَلَّ الرَّمْيُ وَالصَّدْرُ- رواه البيهقي، واسناده ضعيف، والانتفاج بالجيم الارتفاع- (دراية ۱۹۹)- في سنده طلحة بن عمرو، ضعفه البيهقي- (نصب الراية ۱-۵۱۰)- وقال السيوطي: روى له ابن ماجة و ضعفوه، الا انه لم يتهم بكذب، و قال ابو حاتم: مكي ليس بقوي، لين

...صاحب تلخیص میں فرماتے ہیں کہ بزار نے یہ حدیث سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے اور حاکم و بیہقی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یہاں رات سے مراد آنے والی رات ہے یعنی اتوار کی رمی (مثلاً) اتوار کے بعد آنے والی رات کو رمی کریں۔

۲۷۷۴۔ ابن عمرؓ سے ہی مروی ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضور ﷺ سے پانی پلانے کے لئے منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے کی اجازت لی تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ (بخاری و مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منیٰ کی راتیں مکہ میں گذارنا جائز ہے، منیٰ میں رات گزارنا واجب نہیں۔ حافظ صاحب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منیٰ میں رات گزارنا واجب ہے کیونکہ رخصت کے ساتھ تعبیر کرنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کے مقابل (یعنی منیٰ میں رات گزارنا) عزیمت ہے۔ حافظ کا یہ استدلال غلط ہے۔ کیونکہ مکہ میں رات گزارنے کی رخصت اور اس کے مقابل کا عزیمت ہونا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ عزیمت واجب ہو۔ بلکہ احتمال ہے کہ سنت مؤکدہ ہو۔ کیونکہ کتنے عزائم ہیں کہ جن کے وجوب کا ائمہ قول نہیں کرتے۔ جیسے سجود تلاوۃ فی القرآن اس لئے ص کے سجدہ کے علاوہ باقی عزائم میں سے ہیں شافعیہ کے ہاں لیکن واجب نہیں۔ سفر میں نماز پوری پڑھنا ان کے ہاں عزیمت ہے لیکن بالاتفاق واجب نہیں۔ سفر میں روزہ رکھنا بالاتفاق عزیمت ہے لیکن بالاتفاق واجب نہیں۔ لہٰذا منیٰ میں رات گذارنا عزیمت ضرور ہے لیکن واجب نہیں۔

۲۷۷۵۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ تیرہ ذوالحجہ کو جب سورج بلند ہو جائے تو جمرات کی رمی کرنا اور وہاں سے چلے جانا جائز ہے۔ (بیہقی)۔ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تیرہ ذوالحجہ کو رمی کا وقت طلوع شمس کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔

الحدیث- و روی ابن عدی باسناد صحیح عن عبدالرزاق، عن معمر، قصة اجتماع شعبة، و معمر، وسفیان، وابن جریج به، فاسلی علیهم اربعة آلاف حدیث عن ظهر قلت: ما اخطا الا فی موضعین، لم یکن الخطا منه، ولا منهم، وانما الخطا من فوق- "کشف الاحوال فی نقد الرجال" (۵۵)- ومثله فی "المیزان" (۱-۴۷۹)- و فیه ایضا: قال آدم بن موسی: سمعت خ(یعنی البخاری) یقول: طلحة بن عمرو لین عندهم اه- قلت: فهو من حفاظ الحدیث، ولم یتهم بکذب، فالحدیث حسن علی اصلنا-

۲۷۷۶- عَنْ عُمَرَؓ اَنَّهُ قَالَ: مَنْ اَدْرَکَهُ الْمَسَاءُ فِی الْیَوْمِ الثَّانِیْ فَلْیُقِمْ اِلَی الْغَدِ حَتّٰی یَنْفِرَ مَعَ النَّاسِ- رواه ابن المنذر،وجعله ثابتا عنه- (المغنی۳-۴۸۹)-

۲۷۷۷- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَعْمَر: اَنَّ نَاسًا مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِﷺ وَهُوَ بِعَرَفَةَ فَسَاَلُوْهُ؟ فَاَمَرَ مُنَادِیًا یُنَادِیْ فَنَادٰی: اَلْحَجُّ عَرَفَةُ، مَنْ جَاءَ لَیْلَةَ جَمْعٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ فَقَدْ

۲۷۷۶- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بارہ ذوالحجہ کو اگر کوئی حاجی سورج غروب ہونے تک منیٰ میں رہے تو اسے چاہیے کہ وہ اگلے دن تک وہاں قیام کرے اور (تیرہ ذوالحجہ کو کنکریاں مارنے کے بعد) لوگوں کے ساتھ لوٹے۔(ابن المنذر، المغنی)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بارہ ذوالحجہ کو واپس نہ لوٹے اور منیٰ میں ہوتے ہوئے ہی سورج غروب ہوجائے تو تیرہ ذوالحجہ کو کنکریاں مارے بغیر آجانا مکروہ ہے۔یہی جمہور اور احناف کا مسلک ہے۔

۲۷۷۷- عبدالرحمٰن بن یعمر سے مروی ہے کہ اہل نجد کے کچھ لوگ عرفات کے میدان میں حضورﷺ کے پاس آئے اور آپﷺ سے کوئی مسئلہ پوچھا اس پر آپﷺ نے ایک آدمی کو کہا کہ وہ اس بات کا اعلان کردے کہ عرفہ میں وقوف کرنا ہی حج ہے اور جو شخص مزدلفہ کی رات صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے (عرفات کے میدان میں) پہنچ جائے تو اس کا حج ہوگیا۔منیٰ کے تین دن ہیں (گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ) جو شخص دو دنوں میں (مکہ واپس آنے میں) جلدی کرے (یعنی بارہ کو کنکریاں مار کر واپس آجائے) اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو شخص تاخیر کرے (یعنی تیرہ کو بھی کنکریاں مارے) اس پر بھی گناہ نہیں۔(بخاری، مسلم، ترمذی)۔وکیع فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ام المناسک ہے (یعنی حج کے احکام کی اصل بنیاد ہے) ابن عباسؓ کی ایک مرفوع حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ دس ذوالحجہ کو سورج کے طلوع ہونے سے پہلے جمرۂ عقبہ کی رمی نہ کرو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بارہ ذی الحجہ کو رمی کے بعد واپس مکہ آجانا بھی جائز ہے اور تیرہ ذوالحجہ کو رمی کرکے واپس آنا بھی درست ہے۔ارشاد ربانی ہے ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ﴾ لیکن یاد رکھیں کہ اگر بارہ کو سورج غروب ہوجائے اور وہ منیٰ میں ہی ہو تو حاجی کے لئے منیٰ سے نکلنا مکروہ ہے لیکن نکلنے پر دم نہیں البتہ اگلے دن طلوع فجر کے بعد وہ نکل آیا تو دم واجب ہوگا نیز

... ت الحج، ايام منى ثلاثة، فمن تعجل في يومين فلا اثم عليه، ومن تاخر فلا اثم عليه۔ ... و الخمسة، وابن حبان ، والحاكم-(نيل الاوطار٤-٢٨٤)، واللفظ للترمذي(١-١٨٠)، ... وقال سفيان بن عيينة: هذا اجود حديث رواه سفيان الثوري، و قال وكيع: هذاالحديث ... المناسك اه- و قد تقدم حديث ابن عباس رضي الله عنهما مرفوعاً: ﴿لا ترموا الجمرة حتى تطلع الشمس﴾، فلا نعيده۔

باب يرمي جمرة العقبة يوم النحر راكبا وفي سائر الايام يرمي الجمار كلها ماشيا هو الافضل

٢٧٧٨- عن جابر﷜، قال: رايت النبي ﷺ يرمي على راحلته يوم النحر، ويقول: ﴿لتاخذوا مناسككم، فاني لا ادري لعلي لا احج بعد حجتي هذه﴾۔ رواه مسلم۔ (المغنى لابن قدامة٣-٤٤٩)۔

٢٧٧٩- عن نافع : كان ابن عمر يرمي جمرة العقبة على دابته يوم النحر، وكان لا ياتي سائرها بعد ذلك الا ماشيا ذاهبا وراجعا، وزعم ان النبي ﷺ كان لا ياتيها الا ماشيا ذاهبا وراجعا۔ رواه احمد في "مسنده"۔ "المغنى" ايضا (٣-٤٤٩)۔ ورواه الترمذي اختصر

... معلوم ہوا کہ رمی کا وقت دس کو طلوع شمس سے شروع ہوتا ہے اور باقی دنوں میں زوال شمس سے۔ اور جن احادیث میں رات کو کنکریاں ... کی اجازت ہے اس سے مراد اگلی رات ہے نہ کہ پچھلی رات جیسا کہ وقوف عرفہ کیلئے مزدلفہ کی رات کو بیان کیا گیا ہے۔

باب دس ذوالحجہ کو سوار ہو کر اور باقی دنوں میں پیدل رمی کرنا اور یہی افضل ہے

۲۷۷۸۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دس ذوالحجہ کے دن سواری پر سوار ہو کر کنکریاں مارتے اور یہ فرماتے ہوئے ... کہ مجھ سے حج کے اعمال سیکھ لو۔ پھر شاید کہ اس حج کے بعد میں اور حج نہ کر سکوں۔ (مسلم)۔

۲۷۷۹۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ دس ذوالحجہ کے دن سوار ہو کر جمرۂ عقبہ کی رمی فرماتے اور باقی دنوں میں ... کنکریاں مارنے کیلئے) جمرات تک پیدل آتے اور پیدل ہی واپس جاتے۔ اور ان کا یہ خیال و اعتقاد تھا کہ حضور ﷺ (دس ذوالحجہ کے علاوہ ... دنوں میں) جمرات تک پیدل آتے اور لوٹتے تھے۔ (احمد، ترمذی)۔ امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ ... ابن عمرؓ دس ذوالحجہ کے بعد باقی تین دنوں میں جمرات تک پیدل آتے اور پیدل ہی لوٹتے تھے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ حضور ﷺ نے اسی ... یہ تھا۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

سنه وصححه، واخرجه ابوداود عنه بلفظ: أَنَّهُ كَانَ يَأْتِي الْجِمَارَ فِي الْأَيَّامِ الثَّلَاثَةِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ مَاشِيًا ذَاهِبًا وَرَاجِعًا، وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ-(نيل الاوطار٤-٣٠٧)-

قلت: وسكت عنه ابو داود، و قال المنذري: في اسناده عبد الله بن عمر بن حفص العمري، و فيه مقال، و قد اخرج له مسلم مقرونا باخيه عبيدالله (عون المعبود٢-١٤٦)

قلت: فالحديث حسن-

٢٧٨٠- اخبرنا مالك، اخبرنا عبدالرحمن بن القاسم، عن ابيه، انه قال: إِنَّ النَّاسَ كَانُوا إِذَا رَمَوُا الْجِمَارَ مَشَوْا ذَاهِبِيْنَ وَرَاجِعِيْنَ، وَأَوَّلُ مَنْ رَكِبَ مُعَاوِيَةُ- اخرجه محمد في "الموطا" (٢٢٨)، و سنده صحيح، و قال: اَلْمَشْيُ أَفْضَلُ، وَ مَنْ رَكِبَ فَلَا بَأْسَ بِذٰلِكَ-

٢٧٨١- واخرج ابن ابي شيبة باسناد صحيح: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَمْشِيْ إِلَى الْجِمَارِ مُقْبِلًا وَمُدْبِرًا-

٢٧٨٢- وَعَنْ جَابِرٍ ؓ: أَنَّهُ كَانَ لَا يَرْكَبُ إِلَّا مِنْ ضَرُوْرَةٍ- كذا في "فتح الباري" (٣-٤٦٦)-

---

۲۷۸۰۔ عبدالرحمٰن بن قاسم سے مروی ہے کہ ان کے والد نے فرمایا کہ لوگ جمرات کی رمی کے لئے پیدل آتے اور جاتے تھے۔لیکن حضرت امیر معاویہؓ وہ پہلے فرد ہیں جنہوں نے (دس ذوالحجہ کے علاوہ باقی دنوں میں بھی) سوار ہوکر رمی کی (مؤطا محمد)۔اس کی سند صحیح ہے۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ پیدل رمی کرنا افضل ہے اور اگر کوئی شخص سوار ہوکر رمی کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے دس ذوالحجہ کو سوار ہوکر اور باقی دنوں میں پیدل رمی کرنا چاہیے۔لیکن آج کل کے ہجوم کو دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ عوام کے لئے تمام دنوں میں پیدل ہی رمی کرنا زیادہ بہتر ہے۔ نیز آپ ﷺ کا سوار ہوکر رمی کرنا اس لئے تھا کہ لوگ آپ ﷺ کو دیکھ کر رمی کا طریقہ سیکھ سکیں، لہٰذا اب یہ مقصد نہیں۔اس لئے ہمارے لئے تو پیدل رمی کرنا ہی افضل ہے۔

۲۷۸۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ ابن عمرؓ جمرات تک پیدل ہی جاتے اور پیدل ہی واپس آتے۔

۲۷۸۲۔ حضرت جابرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ (رمی کیلئے) بغیر ضرورت کے سوار نہ ہوتے تھے۔(فتح الباری)۔

بَابُ اَنَّ الْمَبِيْتَ بِمِنًى فِيْ لَيَالِيْ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ سُنَّةٌ وَيُكْرَهُ تَعْجِيْلُ ثِقْلِهٖ مِنْ مِنًى قَبْلَ النَّفرِ

٢٧٨٣- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: اَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ آخِرِ يَوْمٍ حِيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى مِنًى، فَمَكَثَ بِهَا لَيَالِيَ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ. الحديث۔ رواه احمد، وابوداود، وصححه ابن حبان، والحاكم، وحسنه المنذرى، و قد تقدم فى الباب المتقدم۔

٢٧٨٤- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ فَرُّوْخَ: اَنَّهٗ سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اِنَّا نَتَبَايَعُ بِاَمْوَالِ النَّاسِ، فَيَاْتِيْ اَحَدُنَا مَكَّةَ، فَيَبِيْتُ عَلَى الْمَالِ، فَقَالَ: اَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَبَاتَ بِمِنًى وَظَلَّ۔ اخرجه ابو داود، و سكت عنه هو والمنذرى (عون المعبود ٢: ١٤٤). و قد تقدم حديث ابن عمر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَذِنَ لِلْعَبَّاسِ اَنْ يَبِيْتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى لِاَجْلِ سِقَايَتِهٖ۔

باب ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنا سنت ہے اور منیٰ سے واپس لوٹنے سے قبل اپنا سامان پہلے بھیج دینا مکروہ ہے

۲۷۸۳۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے دس ذوالحجہ کے دن آخر میں ظہر کی نماز کے وقت طواف زیارت کیا پھر منیٰ لوٹ آئے اور ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گزاریں۔ (احمد، ابوداؤد)۔ ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور منذری نے اسے حسن کہا ہے۔

۲۷۸۴۔ عبدالرحمٰن بن فروخ نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم لوگوں کا مال بیچا کرتے ہیں (جس کی وجہ سے ہمارے پاس بہت سا مال رہتا ہے جس کی حفاظت ضروری ہے) تو کیا ہم میں سے کوئی شخص (منیٰ سے آکر) مکہ میں اپنے مال کے پاس رہ سکتا ہے۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ تو رات اور دن منیٰ میں گزارتے تھے۔ (ابوداؤد)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے) اور ابن عمرؓ کی یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ حضور ﷺ نے پانی پلانے کی خدمت کی وجہ سے حضرت عباسؓ کو منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

فائدہ: یا تو ابن عمرؓ کے ہاں مکہ میں رات گزارنے کی رخصت صرف چرواہوں اور پانی پلانے والوں کیلئے تھی۔ یا وہ یہ سمجھتے تھے۔ چونکہ تمام لوگ منیٰ میں آئے ہوئے ہیں اس لئے مال کے چوری ہونے کا خطرہ نہیں اس لئے اس کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ اور زمانہ بھی خیرالقرون کا تھا۔ یا آپ کا مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ حضور ﷺ منیٰ میں رات گزارتے تھے (تاکہ شوق پیدا ہو)۔ البتہ دوسرے صحابہ میں سے بعض مکہ میں بھی رات گذارتے تھے، مال کی حفاظت اور سقایت کے لئے۔ الغرض اس جملہ میں کئی احتمالات ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا کہ مکہ میں رات گزارنا جائز نہیں غلط ہے۔

۲۷۸۵- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَنْهَى أَنْ يَبِيتَ أَحَدٌ مِنْ وَرَاءِ الْعَقَبَةِ، وَكَانَ يَأْمُرُهُمْ أَنْ يَدْخُلُوا مِنًى- اخرجه ابن ابی شیبة بسند صحیح- (درایة ۲۰۰)-

۲۷۸۶- وَأَخْرَجَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَنَامَ أَحَدٌ أَيَّامَ مِنًى بِمَكَّةَ- (وفی سنده حجاج هو ابن ارطاة وهو حسن الحدیث)-

۲۷۸۷- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ قَالَ: لَا يَبِيتَنَّ أَحَدٌ مِنْ وَرَاءِ الْعَقَبَةِ لَيْلًا بِمِنًى أَيَّامَ التَّشْرِيقِ. (وفی سنده لیث هو ابن ابی سلیم وهو حسن الحدیث ایضا کما مر غیر مرة) "نصب الرایة" (۱-۵۱۲).

۲۷۸۸- اخبرنا مالك، حدثنا عبدالله بن ابی بکر، ان اباه اخبره، ان ابا البداح بن

۲۷۸۵- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ اس بات سے منع کرتے تھے کہ کوئی عقبہ کے پیچھے رات گذارے اور منیٰ میں داخل ہونے کا حکم فرماتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عقبہ اور اس کے جمرات منیٰ میں داخل ہیں۔

۲۷۸۶- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص منیٰ کے دن (اور راتیں) مکہ میں سوتا رہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس اثر سے منیٰ میں رات گزارنے کا لزوم معلوم ہو رہا ہے۔ اور پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ ہدایہ کی عبارت وجوب کی طرف مشعر ہے اور ہدایہ میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ منیٰ میں رات نہ گزارنے والے کو تادیب بھی کیا کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ تادیب مکروہ تحریمی پر ہی کرتے ہونگے لہٰذا منیٰ میں رات گزارنا واجب یا سنت مؤکدہ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ البتہ اس کا درجہ وقوف مزدلفہ اور رمی جمرات سے کم ہے، جیسا کہ بیان ہو چکا۔

۲۷۸۷- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایام تشریق کی کوئی رات عقبہ کے پیچھے نہ گزارے۔ (نصب الرایہ)۔ یہ حدیث حسن ہے۔

۲۷۸۸- عبداللہ بن ابوبکر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ابوالبداح نے اپنے باپ کے واسطے سے یہ خبر دی کہ حضور ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کے لئے منیٰ میں رات نہ گزارنے کی رخصت عنایت فرمائی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ وہ دس ذوالحجہ کو رمی کرلیں۔ اس کے بعد پھر کل آ کر بھی رمی کرلیں یا پھر صرف پرسوں آ کر دونوں کی اکٹھی رمی کرلیں۔ پھر لوٹنے کے دن رمی کرلیں۔ (موطا محمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

...صم بن عدی اخبره عَنْ اَبِيْهِ عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّؓ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِﷺ: اَنَّهُ رَخَّصَ لِرُعَاءِ الْاِبِلِ فِي الْبَيْتُوْتَةِ، يَرْمُوْنَ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ يَرْمُوْنَ مِنَ الْغَدِ اَوْ مِنْ بَعْدِ الْغَدِ لِيَوْمَيْنِ، ثُمَّ يَرْمُوْنَ يَوْمَ النَّفْرِ. اخرجه محمد فی "الموطا" (٢٢٨)۔ وابو داود، والترمذی، والنسائی، وابن ماجة. وقال الترمذی: حسن صحیح.(عون المعبود٢-١٤٨).

٢٧٨٩- حدثنا ابن ادریس، عن الاعمش، عَنْ عُمَارَةَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: مَنْ قَدَّمَ ثِقْلَهُ مِنْ مِنًى لَيْلَةَ يَنْفِرُ فَلَا حَجَّ لَهُ۔ اخرجه ابن ابی شیبة۔(زیلعی ١:٥١٢)۔

٢٧٩٠- حدثنا وکیع، عن شعبة، عن الحکم، عن ابراهیم عن عمر بن شرحبیل، عن عُمَرَؓ، قَالَ: مَنْ قَدَّمَ ثِقْلَهُ قَبْلَ النَّفْرِ فَلَا حَجَّ لَهُ۔ اخرجه ابن ابی شیبة ایضا۔ (زیلعی) قلت: وهذا سند صحیح، و عمر بن شرحبیل من خیار عباد الله، احتج به الشیخان وغیرهما، وكان من افاضل اصحاب عبدالله - (تهذیب٨-٤٧)۔ والاثر الاول منقطع بین عمارة-وهو ابن عمیر التیمی کوفی ثقة- و بین عمر، فانه لم یر عمر ورای ابن عمر وروی عنه۔ کذا فی "التهذیب" ایضا۔ (٧-٤٢١)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنا سنت ہے اور ضرورت کی بنا پر چھوڑ دینا جائز ہے۔ آخری حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضورﷺ نے چرواہوں کو ان کے عذر کی وجہ سے ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں نہ گزارنے کی اجازت دی تھی اور اس بات کی بھی اجازت دی تھی کہ وہ دس ذوالحجہ کو رمی کرنے کے بعد گیارہ کو رمی نہ کریں بلکہ بارہ کو آکر گیارہ و بارہ کی رمی اکٹھی کریں جو گیارہ کی قضاء اور بارہ کی اداء ہوگی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں بذل المجہود ج ۳: ص ۱۸۰، اور عون المعبود ج ۲: صفحہ ۱۴۸۔

۲۷۸۹۔ عمارہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس شخص نے لوٹنے کے دن سے قبل رات کو ہی اپنا سامان و اسباب منیٰ سے واپس بھیج دیا تو اس کا حج (کامل) نہیں ہوا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

۲۷۹۰۔ عمر بن شرحبیل سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس نے لوٹنے کے دن سے قبل ہی اپنا سامان و اسباب منیٰ سے واپس بھیج دیا تو اس کا حج (کامل) نہیں ہوا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ لوٹنے کے دن سے قبل ہی رات کو سامان بھیجنا مکروہ ہے اور حضرت عمرؓ کا "فلا حج" کہنا کراہت تحریمہ پر دال ہے۔ کیونکہ آپؓ نے اس پر تادیب کی ہے اور تادیب مکروہ تحریمی پر ہی کی جاتی ہے۔

بَابُ اَنَّ النُّزُوْلَ بِالْمُحَصَّبِ يَوْمَ النَّفْرِ سُنَّةٌ وَيُسْتَحَبُّ اَنْ يُّصَلِّيَ بِهِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَيَبِيْتَ بِهِ بَعْضَ اللَّيْلِ

۲۷۹۱- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، وَاَبَابَكْرٍ، وَعُمَرَ، كَانُوْا يَنْزِلُوْنَ الْاَبْطَحَ، رواه مسلم (۱-۴۲۲)۔

۲۷۹۲- عَنْ نَافِعٍ: اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَرَى التَّحْصِيْبَ سُنَّةً، وَكَانَ يُصَلِّيْ الظُّهْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْحَصْبَةِ۔ قَالَ نَافِعٌ: قَدْ حَصَّبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَالْخُلَفَاءُ بَعْدَهٗ۔ رواه مسلم (۱-۴۲۲)۔

۲۷۹۳- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ، قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ بِمِنًى: ﴿نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ، حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ﴾۔ وَذٰلِكَ اَنَّ قُرَيْشًا وَبَنِيْ كِنَانَةَ حَالَفَتْ عَلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ اَنْ لَّا يُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ حَتّٰى يُسْلِمُوْا اِلَيْهِمْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ،

باب لوٹنے کے دن وادی محصب میں کچھ دیر ٹھہرنا سنت اور وہاں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز پڑھنا اور رات کا کچھ حصہ گزارنا مستحب ہے

۲۷۹۱۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ، ابوبکرؓ اور عمرؓ ابطح (محصب) مقام پر ٹھہرتے تھے۔(مسلم)

۲۷۹۲۔ نافعؒ سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ محصب میں ٹھہرنے کو سنت سمجھتے تھے اور لوٹنے کے دن ظہر کی نماز محصب میں ادا کرتے تھے۔ نافع فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدینؓ نے محصب میں قیام کیا تھا۔(مسلم)

۲۷۹۳۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ منیٰ میں حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ ہم کل (لوٹنے کے دن) بنی کنانہ کے خیف (یعنی محصب) میں پڑاؤ کریں گے جہاں کفار نے کفر پر قسم اٹھائی تھی۔ واقعہ یوں ہوا کہ قریش اور بنو کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو المطلب کے خلاف آپس میں ایک دوسرے سے حلف لیا تھا کہ جب تک یہ لوگ (یعنی بنو ہاشم و بنو المطلب) نبی کریم ﷺ کو ہمارے حوالے نہ کر دیں۔ ان سے نہ نکاح کیا جائے اور نہ ہی کسی قسم کی خرید و فروخت کی جائے۔(مسلم)۔

فائدہ: ان احادیث سے حضور ﷺ اور خلفاء راشدینؓ کا محصب میں پڑاؤ کرنا معلوم ہوتا ہے، خاص کر آخری حدیث سے حضور ﷺ کا قصداً پڑاؤ کرنا معلوم ہوتا ہے تاکہ وہاں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھ کر اس کا شکر ادا کیا جائے (اور وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ) پر عمل ہو جائے۔ البتہ بخاری و مسلم کی وہ روایات جن میں لیس بسنة یا لیس بشیء کے الفاظ ہیں ان سے مراد یہ ہے کہ مناسک حج میں سے نہیں ہے، یعنی محصب میں پڑاؤ نہ کرنے پر کوئی حرج اور گناہ نہیں۔

يعني بالمُحَصَّبِ- رواه مسلم (۱-۴۲۳)- والبخاري- (دراية ۲۰۰)-

۲۷۹۴- عن قتادة، عَنْ اَنَسٍؓ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ، وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ، والعِشَاءَ، وَرَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ اِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهٖ- اخرجه البخاري "زيلعي (۱-۵۱۲)"، "وفتح الباري" (۳-۴۷۰)-

۲۷۹۵- عَنْ نَافِعٍ: اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يُصَلِّيْ بِهَا يَعْنِي الْمُحَصَّبَ الظُّهْرَوَالْعَصْرَ، اَحْسِبُهٗ قَالَ: وَالْمَغْرِبَ- قَالَ خَالِدٌ: لَا اَشُكُّ فِي الْعِشَاءِ، وَيَهْجَعُ هَجْعَةً، وَيَذْكُرُ ذٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، رواه البخاري، واخرجه الاسماعيلي بطريق سفيان بن عيينة بغير شك في المغرب، وكذا هو عند ابي داود- (فتح الباري ۳-۴۷۲)-

بَابُ وُجُوْبِ طَوَافِ الْوَدَاعِ عَلٰى اَهْلِ الْاٰفَاقِ وَرَخَّصَ لِلْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ فِيْ تَرْكِهٖ

۲۷۹۶- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: اُمِرَ النَّاسُ اَنْ يَكُوْنَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ، اِلَّا اَنَّهٗ

۲۷۹۴۔ قتادہ، انسؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ محصب میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھتے اور تھوڑی دیر کے لئے نیند بھی کرتے تھے۔ پھر سوار ہو کر بیت اللہ جاتے اور طواف کرتے۔ (بخاری)۔

۲۷۹۵۔ نافع سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ محصب میں ظہر، عصر کی نماز پڑھتے تھے اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے مغرب کا بھی اور خالد راوی کہتے ہیں کہ جب کہ عشاء میں مجھے شک نہیں (کہ وہ اسے پڑھتے تھے)۔ اور تھوڑی دیر سوتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضور ﷺ نے اسے کیا تھا۔ (بخاری)۔ اور اسماعیل نے سفیان بن عیینہ کے طریق سے روایت کیا ہے مغرب کی نماز میں شک کے بغیر۔ ابو داؤد کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے۔ (فتح الباری)۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ چار نمازیں محصب میں پڑھنا مستحب ہے۔ الغرض غنیۃ السالک میں ہے کہ جب دس بارہ ذوالحجہ یا تیرہ ذوالحجہ کو واپسی کا ارادہ کرے تو وادی محصب میں قصداً آئے اور وہاں پڑاؤ کرے۔ اگرچہ ایک گھڑی ہی کیوں نہ ہو دعا کرے اس طرح سنت ادا ہو جائے گی۔ لیکن کمال یہ ہے کہ وہاں چار نمازیں ظہر عصر مغرب اور عشاء پڑھے۔ اور تھوڑی دیر آرام کرے پھر مکہ آئے کیونکہ حضور ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔

باب آفاقیوں (غیر مکیوں) پر طواف وداع واجب ہے۔ ہاں حیض اور نفاس والی عورت چھوڑ سکتی ہے

۲۷۹۶۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ آخر میں بیت اللہ کا طواف کر کے جائیں۔ مگر حائضہ عورت سے اس میں تخفیف کر دی گئی تھی۔ (یعنی یہ طواف اس سے معاف کر دیا گیا تھا)۔ (بخاری و مسلم)۔ ایک اور روایت میں ہے کہ لوگ

خفّف عن المرأة الحائض- رواه الشیخان، وفی لفظ لمسلم: قال: کان الناس ینصرفون فی کل وجہ، فقال رسول الله ﷺ: ﴿لا ینفرن أحدکم حتی یکون آخر عهده بالبیت﴾ اھ-(زیلعی(۱-۵۱۲)-

۲۷۹۷- اخبرنا مالك، عن نافع، عن ابن عمر، عن عمر رضی اللہ عنہ قال: لا یصدرن أحد من الحاج حتی یکون آخر عهده، فإن آخر النسك الطواف بالبیت- رواه الامام الشافعی فی "مسنده" (۷۷)- وسنده صحیح، ومحمد فی "الموطا"(۲۳٤) بهذا السند بعینه-

۲۷۹۸- اخبرنا ابن عیینة عن عمرو بن دینار، وإبراهیم بن میسرة عن طاؤس، قال: جلست إلی ابن عمر، فسمعته یقول: لا ینفرن أحد حتی یکون آخر عهده بالبیت، فقلت: ماله؟ أما سمع لما سمع أصحابه؟ ثم جلست إلیه من العام المقبل فسمعته یقول: زعموا أنه

ہر طرف کو واپس جارہے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک واپس نہ لوٹے جب تک کہ وہ طوافِ وداع نہ کرلے۔(مسلم)۔

۲۷۹۷۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی حاجی اس وقت تک (اپنے گھر کی طرف) نہ لوٹے جب تک کہ وہ آخر میں بیت اللہ کا طواف نہ کرلے اس لیے کہ طواف وداع مناسک حج میں سے آخری نسک (عمل) ہے۔(مسند شافعی وموطا محمد)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف وداع صرف حاجی پر لازم ہے، کیوں کہ حاجّ کے الفاظ ہیں۔لہٰذا یہ طواف وداع عمرہ کرنے والے پر واجب نہیں۔ باقی ترمذی میں جو حارث بن عبداللہ سے حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ﴿من حج هذا البيت أو اعتمر فليكن آخر عهده بالبيت﴾ یعنی عمرہ کرنے والا بھی آخر میں طواف کرکے جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ امام ترمذی فرماتے ہیں۔حديث الحارث حديث غريب، اور رحمۃ الامۃ میں ہے کہ طواف وداع مشہور مذہب پر حج کے واجبات میں سے ہے۔

۲۷۹۸۔ طاؤس فرماتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا میں نے ابن عمرؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی آدمی گھر کو نہ لوٹے یہاں تک کہ وہ چلتے وقت طواف وداع نہ کرلے۔طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے کہا اسے کیا ہے؟ کیا اس نے وہ چیز نہیں سنی جو اس کے ساتھیوں نے سنی تھی۔ پھر میں اگلے سال ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا اور آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ حائضہ عورت سے طواف وداع معاف ہے۔(مسند شافعی)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ اور نفساء پر طوافِ وداع واجب نہیں اور اس میں یہ دلالت ہورہی ہے کہ انہوں نے اپنے پہلے قول وجوب طوافِ وداع علی الحائض سے رجوع کرلیا تھا اور یاد رکھیں کہ زید بن ثابت کا رجوع بھی مسلم میں طاؤس کی حدیث سے ثابت ہے۔

خصَ لِلْمَرْأَةِ الْحَائِضِ- رواه الشافعي في "مسنده" (۷۸)- ايضا، و سنده صحيح-

۲۷۹۹- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ فَلْيَكُنْ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ اِلَّا الْحُيَّضَ، وَرَخَّصَ لَهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ- رواه الترمذي و قال: حسن صحيح(۱:۱۱٤)-

۲۸۰۰- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: حَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ، قَالَتْ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: ﴿أَحَابِسَتُنَا هِيَ؟﴾ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ حَاضَتْ بَعْدَ الْاِفَاضَةِ، قَالَ: ﴿فَلْتَنْفِرْ اِذَنْ﴾- متفق عليه، (نيل الاوطار ٤-۳۱۸)-

بَابُ يُسْتَحَبُّ اَنْ يَشْرَبَ الْمُوْدِعُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ وَيَلْتَزِمَ الْمُلْتَزَمَ

۲۸۰۱- عَنْ جَابِرٍ ﷺ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ: فَاَفَاضَ اِلَى الْبَيْتِ فَصَلّٰى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ،

۲۷۹۹- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص حج کرے اسے چاہیے کہ چلتے وقت طواف وداع کر کے جائے مگر حائضہ عورتوں کو طواف وداع نہ کرنے کی حضور ﷺ نے اجازت دی ہے۔(ترمذی)۔امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف وداع کا وجوب حاجی کے ساتھ خاص ہے۔

۲۸۰۰- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ طواف زیارت کرنے کے بعد حضرت صفیہ بنت حیی کو حیض آ گیا۔ اور میں نے حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ ہمیں روکنے والی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ طواف زیارت کرنے کے بعد انہیں حیض آیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو انہیں کوچ کرنا چاہیے۔(بخاری ومسلم)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا (خصوصاً شروع کی احادیث جن میں امر کے الفاظ ہیں) کہ طواف وداع آفاقیوں پر واجب ہے۔ اور اس کے ترک پر دم واجب ہے۔ اور اس حدیث میں آفاقیوں کے مراد ہونے پر دلیل "کان الناس ینصرفون من کل وجه" کے الفاظ ہیں۔ لہٰذا اس حدیث میں طواف وداع کے مامور یہی ینصرفون یعنی واپس جانے والے آفاقی ہونگے۔ یہ دلائل امام مالکؒ کے خلاف حجت ہیں۔ نیز حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی معلوم ہوا کہ حائضہ سے طواف وداع معاف ہے۔ اس پر واجب نہیں البتہ اگر پاک ہونے تک انتظار کر کے طواف کر کے جائے تو اولیٰ ہے۔

باب وداع کرنے والے کا زمزم کا پانی پینا اور ملتزم کو چمٹ جانا مستحب ہے

۲۸۰۱- جابرؓ اپنی طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے اور طواف زیارت کیا اور ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی۔ پھر بنی عبدالمطلب کے پاس آئے جو (لوگوں کو) زمزم پر پانی پلا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عبدالمطلب کی اولاد

فَاَتٰى بَنِىْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَسْقُوْنَ عَلٰى زَمْزَمَ، فَقَالَ: ﴿اِنْزِعُوْا بَنِىْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ، فَلَوْ لَا اَنْ يَغْلِبَكُمُ النَّاسُ عَلٰى سِقَايَتِكُمْ لَنَزَعْتُ مَعَكُمْ﴾، فَنَاوَلُوْهُ دَلْوًا فَشَرِبَ مِنْهُ۔ رواه مسلم فی "صحیحه" (۱-۴۰۰) وهذا آخره۔

۲۸۰۲- عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّهَا كَانَتْ تَحْمِلُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ، وَتُخْبِرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَحْمِلُهُ۔ رواه الترمذی و قال: حدیث حسن غریب (نیل الاوطار ۴:۳۱۵)۔

۲۸۰۳- وَكَتَبَ ﷺ اِلٰى سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو: ﴿وَاِنْ وَصَلَ كِتَابِىْ لَيْلًا فَلَا تُصْبِحَنَّ، اَوْ نَهَارًا فَلَا تُمْسِيَنَّ حَتّٰى تَبْعَثَ اِلَىَّ بِمَاءٍ مِنْ زَمْزَمَ﴾۔ وَفِيْهِ: اَنَّهُ بَعَثَ لَهُ بِمَزَادَتَيْنِ، وَكَانَ حِيْنَئِذٍ بِالْمَدِيْنَةِ قَبْلَ اَنْ يَفْتَحَ مَكَّةَ۔ وَهُوَ حدیث حسن لشواهده۔ "المقاصد الحسنة" للسخاوی

پانی بھرو، اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ ہجوم کر کے تمہیں پانی نہ بھرنے دیں گے تو میں بھی تمہارا شریک ہو کر پانی بھرتا۔ (یعنی جب آپ ﷺ بھرتے تو سنت ہو جاتا پھر ساری امت بھرنے لگتی اور بنو عبدالمطلب کی سقایہ ختم ہو جاتی) پھر ان لوگوں نے پانی کا ایک ڈول آپ ﷺ کو دیا اور آپ ﷺ نے اس میں سے پیا۔ (مسلم)۔

۲۸۰۲۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپؓ زمزم کا پانی (مدینہ) لے جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ حضور ﷺ بھی لاتے تھے۔ (ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (نیل الاوطار)۔

فائدہ: جب زم زم کا پانی اپنے شہروں اور گھروں کو لے جانا مسنون ہے تو وداع کے وقت اس کا پینا بطریق اولیٰ مستحب ہوگا۔ اور اس میں ان لوگوں پر بھی رد ہے جو کہتے ہیں کہ ماء زم زم کی فضیلت محض اس کے اپنے محل میں ہی ہے اور جب وہ اپنے محل سے منتقل کر دیا جائے تو اس کی فضیلت ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ حضور ﷺ ادویہ اور قرب کے طور پر اسے لے جاتے تھے۔ اور مریضوں پر اسے ڈالتے اور ان کو پلاتے۔ ابن عباسؓ مہمانوں کو تحفہ میں دیتے تھے۔ اللہ ناس کرے یورپ کے اطباء کا جو کہتے ہیں کہ زم زم کا پانی صحت کے لئے مضر ہے۔ کیونکہ اس تک سورج نہیں پہنچ رہا اور نہ ہی ہوا پہنچتی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ جاری چشمہ ہے اور چشمہ کا پانی سورج اور ہوا کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کروڑوں لوگوں نے تجربہ کیا ہے کہ ماء زم زم شفاء ہے اور نفع ونقصان کا مدار تجربہ پر ہے۔ کیا ان کے پاس تجربہ کی کوئی چیز ہے تو وہ پیش کریں۔ کلا لن یجدوا الی ذلک سبیلاً۔

۲۸۰۳۔ حضور ﷺ نے سہیل بن عمرو کو خط لکھا کہ اگر میرا خط رات کو پہنچے تو صبح ہونے سے پہلے پہلے اور اگر میرا خط دن کو پہنچے تو شام ہونے سے پہلے پہلے مجھے زمزم کا پانی بھجواؤ اور اس میں یہ بھی ہے کہ سہیل بن عمروؓ نے آپ کے لئے دو مشکیزے پانی کے بھجوائے۔ اس وقت آپ فتح مکہ سے پہلے مدینہ میں تھے۔ یہ حدیث دیگر شواہد کی بناء پر حسن ہے۔ (المقاصد الحسنہ)۔ حافظ نے تلخیص میں اسے ذکر کیا ہے اور بیہقی کی طرف اس کی نسبت کی ہے اور پھر اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں بھی حسن ضرور ہے)۔

(۱۶۹) قلت: وذكره الحافظ في التلخيص (۱: ۲۲٦) وعزاه الى البيهقي و سكت عنه۔

۲۸۰٤- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿خَيْرُ مَاءٍ عَلَى وَجْهِ الْاَرْضِ مَاءُ زَمْزَمَ، فِيْهِ طَعَامُ الطُّعْمِ، وَشِفَاءُ السُّقْمِ﴾، الحديث۔ رواه الطبراني في "الكبير"، ورواته ثقات، وابن حبان في "صحيحه"۔ "الترغيب" للمنذري (٤-٢٠٣) وهو في صحيح مسلم بلفظ: ﴿زَمْزَمُ مُبَارَكَةٌ اِنَّهَا طَعَامُ طعم، وَشِفَاءُ سقم﴾۔ "نيل الاوطار" (٤-٣١٦)۔

۲۸۰۵- عَنْ جَابِرٍ ﷺ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ﴾۔ رواه احمد، وابن ماجة، وابن ابي شيبة، والبيهقي، والحاكم، والدارقطني، وصححه المنذري، والدمياطي، وحسنه الحافظ۔ "نيل الاوطار" (٤-٣١٦) وقال المنذري في "الترغيب" (١-٢٠٤): روى احمد وابن ماجة المرفوع منه عن عبدالله بن المؤمل، انه سمع ابا الزبير يقول: سمعت جابر بن عبدالله يقول: فذكره۔ وهذا اسناد حسن اه۔ وقال الحافظ في "الفتح" (٣-٣٩٤): رجاله ثقات الا عبدالله بن المؤمل۔ ذكر العقيلي انه تفرد به، لكن ورد من رواية غيره عندالبيهقي من طريق ابراهيم بن طهمان، ومن طريق حمزة الزيات، كلاهما عن ابي الزبير عن جابر اه۔

۲۸۰٦- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ، فَاِنْ شَرِبْتَهُ تَسْتَشْفِيْ بِهِ شَفَاكَ اللّٰهُ، وَاِنْ شَرِبْتَهُ مُسْتَعِيْذًا اَعَاذَكَ اللّٰهُ، اِنْ شَرِبْتَهُ

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زمزم کا پانی گھروں کو لے جانا سنت اور محبوب ہے۔

۲۸۰۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا روئے زمین پر سب سے بہترین پانی زمزم کا پانی ہے۔اس میں بھوکے کیلئے کھانا ہے اور بیمار کے لئے شفاء ہے۔ (طبرانی)۔اس کے راوی ثقہ ہیں۔اور ابن حبان نے صحیح اور منذری نے ترغیب میں اسے ذکر کیا ہے۔اور یہ حدیث مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا) زمزم کا پانی بابرکت ہے کیونکہ یہ بھوکے کے لئے کھانا اور بیمار کے لئے دواء ہے۔

۲۸۰۵۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس مقصد کے لئے بھی پیا جائے اسی میں مفید ہے۔ (احمد، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ، بیہقی، حاکم، دارقطنی)۔منذری نے اسے صحیح کہا ہے اور حافظ نے اسے حسن کہا ہے۔

۲۸۰۶۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس مقصد کے لئے بھی پیا جائے اسی میں مفید ہے۔اگر تم اسے (بیماری سے) شفایابی کے لئے پیوگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں شفاء دے گا۔اور اگر تم اسے کسی بھی چیز سے خدا کی پناہ لینے کی غرض

لِيَقْطَعَ ظَمَاَكَ قَطَعَهُ﴾۔ قَالَ: وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِذَا شَرِبَ مَاءَ زَمْزَمَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا، وَرِزْقًا وَاسِعًا، وَشِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ۔ اخرجه الحاكم فى "المستدرك" (١-٤٧٣)۔ وقال: صحيح الاسناد ان سلم من الجارودى (واسمه محمد بن حبيب) واقره عليه الذهبى۔ قال الحافظ فى "الفتح" (٣-٣٩٤): رجاله موثقون، الا انه قد اختلف فى وصله وارساله، وله شاهد من حديث جابر﷛، وهو اشهر منه اه۔ وقال المحقق فى "الفتح" (٢-٣٩٩): قيل: قد سلم منه فانه صدوق، قاله الخطيب فى "تاريخه"۔ وقال الحافظ المنذرى: لكن الراوى عنه محمد بن هشام المروزى لا اعرفه۔ وقال الحافظ ابن حجر: محمد بن هشام ثقة اه۔ فقد ثبت صحة هذاالحديث الا ما قيل: ان الجارودى تفرد عن ابن عيينة بوصله، والعبرة فى تعارض الوصل والوقف للواصل بعد كونه ثقة، لا للاحفظ ولا غيره، مع تصحيح نفس ابن عيينة للحديث فى ضمن حكاية حكاها الدينورى فذكرها اه۔ ورواه الدارقطنى (١:٢٨٤) بزيادة: وهى هزمة جبرئيل وسقياالله اسماعيل۔

٢٨٠٧- عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْاَسْوَدِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ جِئْتَ؟ فَقَالَ: شَرِبْتُ مِنْ زَمْزَمَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَشَرِبْتَ مِنْهَا كَمَا يَنْبَغِيْ؟ قَالَ: وَكَيْفَ ذَاكَ يَا اَبَا عَبَّاسٍ؟قَالَ: إِذَا شَرِبْتَ مِنْهَا فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، وَاذْكُرِاسْمَ اللهِ، وَتَنَفَّسْ ثَلَاثًا، وَتَضَلَّعْ مِنْهَا، فَإِذَا فَرَغْتَ مِنْهَا فَاحْمَدِ اللهَ، فَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: ﴿آيَةٌ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُنَافِقِيْنَ إِنَّهُمْ لَا يَتَضَلَّعُوْنَ

سے پیو گے تو خدا تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گا، اور اگر اسے پیاس بجھانے کے لئے پیو گے تو اللہ تعالیٰ پیاس کو بجھا دیں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ زمزم کا پانی پیتے وقت یہ دعاء کرتے تھے۔ **اللھم انی اسئلک علما نافعا و رزقا واسعا وشفاء من کل داء** (اے اللہ میں تجھ سے نفع بخش علم کا، فراخ روزی کا، اور ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں) (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن وصل وارسال میں اختلاف ہے، اور اس کا ایک شاہد بھی ہے جو اس سے زیادہ مشہور ہے اھ۔ اور یاد رکھیں وصل ووقف میں اعتبار واصل کا ہے جبکہ وہ ثقہ ہو۔

۲۸۰۷۔ عثمان بن اسود فرماتے ہیں کہ ایک شخص ابن عباسؓ کے پاس آیا تو آپؓ نے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے؟ اس نے عرض کیا میں نے زمزم کا پانی پیا ہے۔ ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا کہ کیا تو نے اس کے آداب کا خیال رکھتے ہوئے پیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ اے ابن عباسؓ! وہ کیسے؟ آپؓ نے فرمایا کہ جب تو زمزم کا پانی پینے لگے تو قبلہ کی طرف منہ کر، اللہ کا نام لے (یعنی بسم اللہ پڑھ) اور تین سانس میں پی اور سیر ہو کر پی لینے کے بعد اللہ کی حمد وبیان کر اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور منافقین کے درمیان (ایک

ن زمزم﴾- اخرجه الحاكم فى "المستدرك" (١-٤٧٢)-وقال : صحيح على شرط الشيخين ان كان عثمان سمع من ابن عباس اه- واقره عليه الذهبى، وقال: لا والله ما لحقه، توفى عام خمسين ومائة،واكبر مشيخته سعيد بن جبير اه-قلت:رواه الدارقطنى(١-٢٨٤) من طريق عثمان بن الاسود: حدثنى عبدالله ابن ابى مليكة، قال: جاء رجل الى ابن عباس فذكره، وابن ابى مليكة قد سمع من ابن عباس و عائشة﷛ ونظرائهما- ورواه ابن ماجة (٢٢٦) عن عثمان بن الاسود، عن محمد بن عبدالرحمن بن ابى بكر، قال: كنت عند ابن عباس فذكره اه-والعجب من الحاكم والذهبى كيف خفى عليهما ذلك كله-

٢٨٠٨- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِﷺ جَاءَ اِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقٰى، قَالَ الْعَبَّاسُ: يَا فَضْلُ! اِذْهَبْ اِلٰى اُمِّكَ فَاْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِﷺ بِشَرَابٍ مِّنْ عِنْدِهَا، فَقَالَ: ﴿اِسْقِنِىْ﴾- فَشَرِبَ، ثُمَّ اَتٰى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْتَقُوْنَ وَيَعْمَلُوْنَ فِيْهَا، فَقَالَ: ﴿اِعْمَلُوْا فَاِنَّكُمْ عَلٰى عَمَلٍ صَالِحٍ﴾- ثُمَّ قَالَ: ﴿لَوْ لَا اَنْ تُغْلَبُوْا لَنَزَلْتُ حَتّٰى اَضَعَ الْحَبْلَ﴾، يَعْنِىْ عَلٰى عَاتِقِهٖ، وَاَشَارَ اِلٰى عَاتِقِهٖ- رواه البخارى- (نيل الاوطار٤-٢١٦)-

٢٨٠٩- عَنِ السَّائِبِ﷛،اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ : اِشْرَبُوْا مِنْ سِقَايَةِ الْعَبَّاسِ، فَاِنَّهٗ مِنَ السُّنَّةِ-

---

منافق فرق یہ بھی ہے کہ وہ زمزم کا پانی سیر ہو کر نہیں پیتے۔(مستدرک حاکم)۔حاکم نے کہا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے بشرطیکہ عثمان کا ابن عباسؓ سے سماع ثابت ہو۔ میں کہتا ہوں کہ دارقطنی نے عثمان بن اسود کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ ایک آدمی ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابن ابی ملیکہ کا سماع ابن عباسؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ سے ثابت ہے پس تعجب ہے۔یہ چیز حاکم اور ذہبی پر مخفی رہی۔

۲۸۰۸۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ پانی پلانے کی جگہ (زمزم کے پاس) تشریف لائے اور پانی طلب فرمایا،عباسؓ نے فضلؓ سے کہا کہ اپنی والدہ کے پاس جا کر ان سے حضورﷺ کے لئے پانی لاؤ۔لیکن آپﷺ نے فرمایا کہ مجھے (یہی) پانی پلاؤ۔چنانچہ آپﷺ نے پانی پیا۔پھر زمزم کے قریب آئے اور لوگ کنویں سے پانی نکال رہے تھے اور کام کر رہے تھے۔آپﷺ نے انہیں فرمایا کہ کرتے جاؤ کیونکہ تم ایک اچھے کام پر لگے ہوئے ہو۔پھر فرمایا کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ تمہیں پریشان کریں گے تو میں بھی اترتا اور رسی کو اس پر رکھ لیتا،مراد آپﷺ کا کندھا تھا کیونکہ آپﷺ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا۔(بخاری)۔

۲۸۰۹۔ سائبؓ فرمایا کرتے تھے کہ عباسؓ کے سقایہ سے پانی پیو کیونکہ یہ سنت ہے۔اسے طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

رواه الطبراني في "الكبير"، و في اسناده رجل لم يسم، وبقيته ثقات۔ "الترغيب والترهيب" للمنذري (۱-۲۰٤)۔

۲۸۱۰- عَنْ طَاؤُسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَفَاضَ فِيْ نِسَائِهِ لَيْلًا، فَطَافَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنِهِ، وَيُقَبِّلُ طَرَفَ الْمِحْجَنِ، ثُمَّ أَتٰى زَمْزَمَ، فَقَالَ: ﴿اِنْزَعُوْا، فَلَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوْا عَلَيْهِ لَنَزَعْتُ﴾، ثُمَّ أَمَرَ بِدَلْوٍ، فَنُزِعَ لَهُ مِنْهَا، فَشَرِبَ مِنْهُ وَمَضْمَضَ، ثُمَّ مَجَّ فِيْ الدَّلْوِ، فَأُهْرِيْقَ فِيْ زَمْزَمَ۔ رواه الازرقي في تاريخ مكة۔ (زيلعي ۱:۵۱۳) وسنده صحيح۔

۲۸۱۱- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَلْمُلْتَزَمُ مَا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ۔ اخرجه عبدالرزاق من وجه صحيح، وذكره مالك في "الموطا" في رواية ابي مصعب بلاغا، قال: بلغه عن ابن عباس۔ (دراية ۲۰۱)۔ ورواه البيهقي في "الشعب" عن الحاكم بسند:

اس میں ایک راوی مجہول ہے اور باقی ثقہ ہیں۔ (الترغیب)۔

فائدہ: لیکن اس حدیث کی تائید ابن عباسؓ کی حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے سقایہ عباسؓ سے زمزم کا پانی پیا۔

فائدہ: مستحب یہ ہے کہ وداع کے وقت حاجی زمزم کے کنویں سے پانی پیئے اور کھڑے ہو کر تا کہ اچھی طرح پیٹ بھر کر پی سکے۔ جیسا کہ بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر زمزم پیا اور ڈول وغیرہ سے جو بچ جائے اسے اپنے چہرے اور جسم پر انڈیل دے۔ اسی طرح مستحب ہے۔

۲۸۱۰۔ طاؤس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ رات کے وقت اپنی عورتوں کے ساتھ مکہ آئے اور اپنی سواری پر سوار ہو کر طواف وداع فرمایا۔ حجر اسود کو اپنی چھڑی کے ذریعے استلام کیا اور چھوا اور پھر چھڑی کے اس کنارے کو بوسہ دیا پھر زمزم کے کنویں پر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم پانی نکالو کنویں سے اور اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ لوگ تمہیں پریشان کریں گے تو میں بھی کنویں سے پانی نکالتا۔ پھر آپ ﷺ نے پانی کا ایک ڈول لانے کا حکم فرمایا۔ آپ ﷺ کے لئے پانی کا ایک ڈول کنویں سے کھینچا گیا۔ آپ ﷺ نے اس میں سے پیا اور کلی کر کے واپس ڈول میں ڈال دیا۔ پھر وہ ڈول والا پانی (جس میں کلی کی گئی تھی) زمزم کے کنویں میں انڈیل دیا گیا۔ (تاریخ مکہ لازرقی، نصب الرایہ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی اب تمام حاجی بلکہ روئے زمین کے تمام مسلمان حضور ﷺ کا بچا ہوا پانی پی رہے ہیں۔ اور تا قیامِ قیامت پیتے رہیں گے۔ (الحمد للہ) حضور ﷺ کی شان رحیمی کا کیا کہنا، پس اب زمزم کی برکت، لذت، شفاء، طہارت اور نورانیت میں اضافہ ہو گیا۔

۲۸۱۱۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کی درمیانی جگہ کو ملتزم کہتے ہیں۔ (مؤطا مالک۔ مصنف عبدالرزاق)۔ عبدالرزاق نے صحیح طریق سے اسے روایت کیا ہے اور مالک نے بلاغاً۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

...مرفوعاً: ﴿مَا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ مُلْتَزَمٌ﴾۔ وفي اسناده ابراهيم بن اسماعيل، وهو ابن مجمع ...ضعيف۔ (دراية ۲۰۱) قلت: قال ابن عدي: ومع ضعفه يكتب حديثه۔ (تهذيب ۱-۱۰۵)۔ ...وجع المحقق في "الفتح" (۲-۴۰۰): ولمثله حكم المرفوع لعدم استقلال العقل به اه۔

۲۸۱۲- عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، قَالَ: طُفْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، ...فلما فَرَغْنَا مِنَ السَّبْعِ رَكَعْنَا فِيْ دُبُرِ الْكَعْبَةِ، فَقُلْتُ: اَلَا تَتَعَوَّذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ؟ وَقَالَ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ ...من النَّارِ، قَالَ: ثُمَّ مَضٰى فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ، ثُمَّ قَامَ بَيْنَ الْحَجَرِ وَالْبَابِ، فَاَلْصَقَ صَدْرَهٗ وَيَدَيْهِ ...وخدهٗ اِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَفْعَلُ۔ رواه ابن ماجة، وفيه المثنى بن صباح قد ...اضطرب فيه مع ضعفه، فروى عنه عبدالرزاق عند ابن ماجة كما ترى، وعيسى بن يونس ...عند ابي داود عنه، عن عمرو بن شعيب، عن ابيه شعيب، قال: طفت مع عبدالله بن عمرو۔ ...ورواه عبدالرزاق عن ابن جريج، عن عمرو بن شعيب، قال: طاف جدي محمد بن عبدالله ...بن ابيه عبدالله، فلما كان سابعها قال محمد لعبد الله، فذكره۔ وابن جريج اوثق من المثنى، ...ورواية ابن جريج تؤيد من قال فيه عن ابيه عن جده۔ (دراية ۲۰۱) - قلت: وقد جود المحقق ...في الفتح (۲:۴۰۰)سند عبدالرزاق عن ابن جريج اه۔ وهو سند صحيح عند من يصحح ...رواية عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده۔

...حجر اسود اور کعبہ کے دروازے کی درمیان کی جگہ ملتزم ہے (بیہقی)۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مدرک بالرائے نہیں ...اس لئے مرفوع ہے۔

۲۸۱۲۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کے ہمراہ بیت ...اللہ کا طواف کیا اور جب ہم سات چکروں سے فارغ ہوئے تو ہم نے کعبہ کے پیچھے نماز طواف پڑھی۔ پھر میں نے (عبداللہ سے) کہا کہ کیا ...آپ آگ سے اللہ کی پناہ نہیں مانگتے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں آگ سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ (راوی کہتے ہیں کہ) پھر عبداللہ نے ...حجر اسود کو بوسہ دیا اور حجر اسود اور کعبہ کے دروازے کے درمیان کھڑے ہوکر اپنا سینہ، دونوں ہاتھ اور رخسار کو خانہ کعبہ کی دیوار پر رکھ دیا پھر فرمایا ...میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا (ابن ماجہ، مصنف عبدالرزاق)۔ میں کہتا ہوں کہ فتح الباری میں حافظ نے عبدالرزاق کی ...سند کو جو ابن جریج سے ہے عمدہ کہا ہے اور جو محدث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت کو صحیح کہتے ہیں ان کے ہاں یہ سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وداع کرتے وقت ملتزم کو لپٹ کر گریہ وزاری کر کے دعاء کرنی چاہیے۔

بَابُ السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لَا يُكَرَّرُ
فَمَنْ سَعٰى فِيْ طَوَافِ الْقُدُوْمِ لَا يَسْعٰى فِي الْإِفَاضَةِ وَلَا فِي الْوَدَاعِ

٢٨١٣- عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه، قَالَ: لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ ﷺ وَلَا أَصْحَابُهُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا- و في رواية: الا طوافا واحدا طوافه الاول- رواه مسلم (١-٤١٤)-

مَسَائِلُ شَتّٰى مِنْ اَفْعَالِ الْحَجِّ
بَابُ وَقْتِ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ وَسُقُوْطِ طَوَافِ الْقُدُوْمِ بِضَيْقِ الْوَقْتِ

٢٨١٤- عَنْ عُرْوَةَ بْنِ مُضَرِّسٍ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِالْمُزْدَلِفَةِ حِيْنَ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ- وفي رواية للطحاوي: حِيْنَ بَرَقَ الْفَجْرُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ جِئْتُ مِنْ جَبَلَيْ طَيٍّ، أَكْلَلْتُ رَاحِلَتِيْ، وَأَتْعَبْتُ نَفْسِيْ، وَاللّٰهِ مَا تَرَكْتُ مِنْ جَبَلٍ إِلَّا وَقَفْتُ عَلَيْهِ، فَهَلْ لِيْ مِنْ حَجٍّ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ شَهِدَ صَلَاتَنَا هٰذِهِ، وَوَقَفَ مَعَنَا حَتّٰى يَدْفَعَ وَقَدْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ

باب صفا مروہ کی سعی میں تکرار نہیں، جس نے طواف قدوم میں سعی کر لی ہو وہ طواف زیارۃ اور طواف وداع میں سعی نہ کرے

۲۸۱۳- جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نے صفا مروہ کی ایک ہی سعی کی- اور ایک روایت میں ہے کہ پہلے طواف (یعنی طواف قدوم) کے ساتھ جو سعی کی بس وہی ایک سعی کی- (مسلم)-

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج یا عمرہ میں سعی صرف ایک مرتبہ کی جائے، دوبارہ کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ بدعت ہے- ابن قدامہ مغنی میں فرماتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق حاجی کے حق میں سعی صرف ایک مرتبہ ہی مشروع ہے بغیر کسی اختلاف کے- اگر وہ طواف قدوم کے ساتھ سعی کر چکا ہو تو اس کے بعد سعی نہ کرے-

حج کے مختلف مسائل

باب عرفہ میں وقوف کرنے کے وقت کا بیان اور وقت کی تنگی کی وجہ سے طوافِ قدوم معاف ہو جاتا ہے

۲۸۱۴- عروۃ بن مضرس فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مزدلفہ میں صبح کی نماز کے لئے نکلے تو اس وقت میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا- (اور طحاوی کی روایت میں ہے کہ جب صبح ظاہر ہوئی تب میں حاضر ہوا) اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں قبیلہ طی کے پہاڑوں سے آیا ہوں- میں نے اپنی سواری کو بھی تھکا دیا ہے اور میں خود بھی تھک گیا ہوں- قسم بخدا میں (راستہ میں) ہر پہاڑ پر وقوف کرتا آیا ہوں- تو کیا میرا حج ہو گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہماری اس نماز میں ہمارے ساتھ شریک ہو جائے اور ہمارے یہاں رہنے تک ہمارے ساتھ رہے اور وہ اس سے پہلے عرفات میں دن یا رات کے کسی بھی حصے میں وقوف کر چکا ہو تو اس کا حج ہو گیا اور وہ اپنی میل کچیل

ـ‌ن ذٰلِكَ لَيْلًا اَوْ نَهَارًا، فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ وَقَضٰى تَفَثَهُ﴾۔ رواہ الترمذی وقال: حسن صحیح۔ و
ـ الحافظ فی "الفتح": اخرجه اصحاب السنن، وصححه ابن حبان، والدارقطنی،
ـ‌حاکم، و قد تقدم فی باب وجوب الوقوف بمزدلفة۔

۲۸۱۵- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ﷛، قَالَ: شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَاتٍ،
ـ‌تَاهُ نَاسٌ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ الْحَجُّ؟ فَقَالَ: ﴿اَلْحَجُّ عَرَفَةُ، مَنْ جَاءَ عَرَفَةَ
ـ‌بْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ لَيْلَةِ جَمْعٍ فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ﴾۔ رواہ احمد، واصحاب السنن، وابن حبان،
ـ‌حاکم، و قال: صحیح الاسناد (التلخیص الحبیر)۔ وقد تقدم فی باب التوجه الی الموقف۔

۲۸۱۶- عَنْ جَابِرٍ﷛ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ: فَاَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، حَتّٰى اِذَا اَتٰى عَرَفَةَ
ـ‌جَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ، فَنَزَلَ بِهَا، حَتّٰى اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ، فَرُحِلَتْ
ـ‌هُ، فَاَتٰى بَطْنَ الْوَادِيْ، فَخَطَبَ النَّاسَ، ثُمَّ اَذَّنَ، ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ،

ـ‌ے (یعنی احرام کھول دے)۔ (ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ فتح الباری میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ
ـ‌ب السنن نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ابن حبان، دارقطنی اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ حاجی مکہ کے باہر سے آیا اور اس نے طواف قدوم نہیں کیا۔ لیکن اس پر کسی نے کوئی
ـ‌ر نہیں کی اور نہ ہی دم کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ طواف قدوم سنت ہے اور وقت کی تنگی سے ساقط ہو جاتا ہے۔

۲۸۱۵۔ عبدالرحمٰن بن یعمر فرماتے ہیں کہ میں عرفات میں وقوف کے دوران حضور ﷺ کے پاس موجود تھا کہ آپ ﷺ کے
ـ‌ نجد سے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! حج کیسے ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حج تو وقوف عرفہ کا نام
ـ‌ے۔ جو شخص مزدلفہ کی رات کو صبح کی نماز سے قبل عرفات میں پہنچ جائے تو اس کا حج ہو گیا۔ (احمد، اصحاب السنن، ابن حبان، حاکم)۔ حاکم نے
ـ‌ہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ (تلخیص حبیر)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ کا آخری وقت مزدلفہ کی رات کو صبح صادق کے طلوع تک ہے۔ اور یہ اجماعی
مسئلہ ہے۔

۲۸۱۶۔ حضرت جابرؓ اپنی طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ (مشعر حرام پر نہیں ٹھہرے بلکہ) اس سے آگے نکل
ـ‌ے۔ جب عرفات پہنچے تو نمرہ مقام کے پاس ایک خیمہ نصب شدہ دیکھا تو اس میں قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھل گیا تو قصواء نامی اونٹنی لانے
ـ‌کا حکم فرمایا۔ اونٹنی پر پالان کسا گیا۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہو کر وادی کے نشیب پر پہنچے۔ وہاں آپ ﷺ نے لوگوں سے خطاب فرمایا۔ پھر
ـ‌پھر اقامت کہی گئی اور آپ ﷺ نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی گئی اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ اور ان دونوں

وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اَتَى الْمَوْقِفَ- رواه مسلم، وابوداود وابن ماجة، وقد تقدم فی باب الغدو الی عرفات-

۲۸۱۷- عَنْ سَالِمٍ، قَالَ: كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ اِلَى الْحَجَّاجِ: اَنْ لَّا تُخَالِفَ ابْنَ عُمَرَ فِی الْحَجِّ- و فی رواية: اَنْ يَّأْتَمَّ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فِی الْحَجِّ- فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ وَاَنَا مَعَهٗ يَوْمَ عَرَفَةَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ، فَصَاحَ عِنْدَ سُرَادِقِ الْحَجَّاجِ، فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُعَصْفَرَةٌ، فَقَالَ: مَالَكَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ فَقَالَ: اَلرَّوَاحَ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ، قَالَ: هٰذِهِ السَّاعَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاَنْظِرْنِیْ حَتّٰی اُفِيْضَ عَلٰى رَاْسِیْ ثُمَّ اَخْرُجَ، فَنَزَلَ (اَیْ ابْنُ عُمَرَ) حَتّٰى خَرَجَ الْحَجَّاجُ، فَسَارَ بَيْنِیْ وَبَيْنَ اَبِیْ، فَقُلْتُ: اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوْفَ، فَجَعَلَ يَنْظُرُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ: صَدَقَ- رواه البخاری- (فتح الباری ۳-۴۰۸)- و عند ابی داود

نمازوں کے درمیان آپ ﷺ نے کوئی (فرض یا نفل) نماز نہ پڑھی۔ پھر حضور ﷺ سوار ہو کر موقف پہنچے (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ)۔

۲۸۱۷۔ سالم فرماتے ہیں کہ خلیفہ عبدالملک نے حجاج کو خط لکھا کہ حج کے احکام میں عبداللہ بن عمرؓ کی مخالفت نہ کرے بلکہ ان کی اتباع کرے۔ سالم کہتے ہیں کہ عرفہ کے دن ابن عمرؓ سورج ڈھلنے کے بعد تشریف لائے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ ابن عمرؓ نے حجاج کے خیمے کے پاس آ کر بلند آواز سے (حجاج کو) پکارا تو وہ کسم میں رنگے ہوئے چادر پہن کر باہر نکلا اور کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن (ابن عمرؓ کی کنیت ہے) کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر سنت کے مطابق عمل کرنا چاہتے ہو تو یہی روانگی کا وقت ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا اسی وقت؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا کہ پھر مجھے تھوڑی سی مہلت دیجئے تا کہ میں نہالوں پھر چلوں گا۔ اس کے بعد ابن عمرؓ سواری سے اتر گئے۔ اور جب حجاج باہر آیا تو میرے اور میرے والد (ابن عمرؓ) کے درمیان چلنے لگا (سالم کہتے ہیں کہ) میں نے کہا کہ اگر سنت کے مطابق عمل کرنا چاہتے ہو تو خطبہ میں اختصار اور وقوف عرفہ میں جلدی کرنا۔ اس بات پر وہ ابن عمرؓ کی طرف دیکھنے لگا تو ابن عمرؓ نے کہا کہ سالم نے سچ کہا ہے۔ (بخاری) اور ابوداؤد میں ہے کہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب حجاج نے عبداللہ بن زبیر کو قتل کر ڈالا تو ابن عمرؓ کے پاس سے مسئلہ دریافت کیا کہ آج کے دن (عرفہ کے دن) حضور ﷺ نماز کیلئے کب نکلتے تھے۔ آپؓ نے جواب میں فرمایا کہ "جب وہ وقت ہوگا تو ہم نکلیں گے"۔ پھر جب ابن عمرؓ نے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں نے کہا کہ ابھی سورج نہیں ڈھلا۔ آپؓ نے تھوڑی دیر کے بعد پھر پوچھا کہ کیا سورج ڈھل چکا ہے؟ (کیونکہ آپؓ نابینا ہو چکے تھے)۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں پھر جب لوگوں نے کہا کہ سورج ڈھل چکا ہے تب آپ روانہ ہوئے۔ (ابوداؤد)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے (عون)۔ (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے زوال سے قبل وقوف عرفہ نہیں فرمایا۔ اور آپ ﷺ کا فعل اول وقت سے

ـ طريق سعيد بن حسان، عن ابن عمر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔ قَالَ: لَمَّا قَتَلَ الْحَجَّاجُ اِبْنَ الزُّبَيْرِ
ـ اِلَى اِبْنِ عُمَرَ: اَيَّةَ سَاعَةٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرُوْحُ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ (اى الى الموقف؟) قَالَ: اِذَا
ـ ذٰلِكَ رُحْنَا، فَلَمَّا اَرَادَ ابْنُ عُمَرَ اَنْ يَّرُوْحَ قَالُوْا: لَمْ تَزِغِ الشَّمْسُ، قَالَ: اَزَاغَتْ؟ قَالُوْا: لَمْ تَزِغْ اَوْ
ـت، قَالَ: فَلَمَّا قَالُوْا: زَاغَتْ، اِرْتَحَلَ۔ سكت عنه هو والمنذرى۔ (عون المعبود ٢-١٣٣)۔

٢٨١٨ - اَبُوْحَنِيْفَةَ الْاِمَامُ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷺ: اَنَّهُ بَيْنَا
هو وَاقِفٌ بِجَمْعٍ اِذْ اَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! قَدِمْتُ السَّاعَةَ وَاَنَا مُهِلٌّ الْحَجِّ، فَقَالَ لَهٗ
ـ اَتَهْتَدِيْ اِلَى عَرَفَاتٍ؟ قَالَ: لَا ، فَاَرْسَلَ مَعَهٗ رَجُلًا وَقَالَ: اِنْطَلِقْ بِهٖ اِلَى عَرَفَاتٍ، فَلْيَقِفْ
ـ ثُمَّ اعْجَلْ عَلَيَّ اَتَمَّ الْعَجَلِ، فَاِنِّيْ حَابِسُ النَّاسِ عَلَيْكَ، الحديث۔ اخرجه الحافظ ابن
خسرو، والقاضى ابوبكر بن عبدالباقى، والحسن بن زياد فى "مسند ابى حنيفة"۔ "جامع
مسانيد الامام" (١-٥٢١)۔ وسنده صحيح الا انه مرسل، ومراسيل ابراهيم صحيحة كما
مر غير مرة۔

ـ بیان ہے۔ کیونکہ آپ نے صرف ایک ہی حج فرمایا ہے، اگر زوال سے قبل بھی وقوف عرفہ کا وقت ہوتا تو آپ ﷺ اسے لوگوں کے لئے
ـ بیان فرماتے۔ اس لئے عروۃ بن مضرس کی حدیث میں آپ کا فرمان لیلاً و نہاراً اول وقت کے بیان کے لئے بالکل مفید نہیں۔ البتہ
ـ وقت کو مالم یطلع الفجر کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے لیکن اول وقت کے لئے مبین صرف آپ ﷺ کا فعل ہی ہے۔

۲۸۱۸۔ ابوحنیفہؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ مزدلفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے تو اس
ـ ایک آدمی آپؓ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ میں ابھی ابھی آیا ہوں اور میں نے حج کا احرام باندھا ہے (تو میرے بارے میں کیا حکم
ـ ا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو عرفات کا راستہ جانتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں تو آپؓ نے اس کے ساتھ ایک آدمی کو بھیجا
ـ اسے عرفات لے جاؤ تاکہ یہ وہاں وقوف کر سکے۔ پھر واپس بہت جلدی پہنچو کیونکہ میں نے تمہاری وجہ سے لوگوں کو کوچ کرنے سے
ـ رو کا ہے۔ (مسند ابی حنیفہ، حافظ ابن خسرو)۔ اس کی سند صحیح ہے مگر مرسل ہے اور ابراہیم کے مراسیل صحیح ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے طواف قدوم ساقط اور معاف ہو جاتا ہے۔ یہ تقریباً اجماعی مسئلہ
ـ اس لئے کہ اکثر کے ہاں طواف قدوم سنت ہے اور اس کے تارک پر کوئی چیز واجب نہیں۔ مگر امام مالکؒ سے مروی ہے کہ اس کے تارک پر
ـ واجب ہے۔ یہ حدیث امام مالکؒ پر حجت ہے جو طواف قدوم کے وجوب کے قائل ہیں۔

بَابُ نُسُکِ الْمَرْاَةِ وَاَنَّهَا تَکْشِفُ وَجْهَهَا وَلَوْ سَدَلَتْ عَلٰی وَجْهِهَا شَيْئًا وَجَافَتْهُ جَازَ

۲۸۱۹- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا: ﴿لَيْسَ عَلَى الْمَرْاَةِ اِحْرَامٌ اِلَّا فِيْ وَجْهِهَا﴾ رواه الدارقطني، والطبراني، والبيهقي، و في اسناده ايوب بن محمد ابو الجمل، وهو ضعيف قال ابن عدی: تفرد برفعه۔ قال البيهقي: الصحيح وقفه، واسنده في "المعرفة" عن ابن عمر قال: ﴿اِحْرَامُ الْمَرْاَةِ فِيْ وَجْهِهَا، وَاِحْرَامُ الرَّجُلِ فِيْ رَاسِهٖ﴾۔ (التلخيص الحبير ۱-۲۲۳)۔

قلت: ايوب بن محمد مختلف فيه، قال ابو حاتم: لا باس به، وثقه الفسوي، وعبدالله بن رجاء۔ كذا في "اللسان" (۱-۴۸۷)۔ فهو حسن الحديث على اصلنا الذي اصلناه في المقدمة۔

۲۸۲۰- اخبرنا سعيد بن سالم، عن ابن جريج، عن عطاء، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما، قَالَ: تُدْنِيْ عَلَيْهَا مِنْ جَلَابِيْبِهَا، وَلَا تَضْرِبُ بِهٖ۔ قُلْتُ: وَمَا لَا تَضْرِبُ بِهٖ؟ فَاَشَارَ لِیْ كَمَا تُجَلْبِبُ الْمَرْاَةُ ثُمَّ اَشَارَ اِلٰى مَا عَلٰى خَدِّهَا مِنَ الْجِلْبَابِ، فَقَالَ: لَا تُغَطِّيْهِ فَتَضْرِبُ بِهٖ عَلٰى وَجْهِهَا، فَذٰلِكَ الَّذِيْ لَا يَبْقٰى عَلَيْهَا، وَلٰكِنْ تَسْدِلُهٗ عَلٰى وَجْهِهَا كَمَا هُوَ مَسْدُوْلًا، وَلَا تَقْلِبُهٗ، وَلَا تَضْرِبُ بِهٖ

باب عورت کو احرام کی حالت میں چہرہ ننگا رکھنا ضروری ہے ہاں اگر عورت اپنے چہرے پر اس طرح کپڑا ڈالے کہ چہرے کو نہ لگے تو جائز ہے

۲۸۱۹۔ ابن عمرؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورت کا احرام تو صرف اس کے چہرے میں ہے۔(دار قطنی، بیہقی، طبرانی)۔ بیہقی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف حدیث ہے۔ اور "معرفت" میں اسے مسنداً بیان کیا ہے کہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں اور مرد کا احرام اس کے سر میں ہے۔(التلخیص الحبیر)۔

فائدہ: (۱) یہ حدیث مرفوعاً بھی ضعیف نہیں بلکہ صالح للاحتجاج ہے کیونکہ ایوب بن محمد کی بعض نے توثیق کی ہے۔(دیکھیں جوہر نقی، ج ۱، صفحہ ۳۳۵)۔ (۲) یعنی عورت کے لئے اپنا چہرہ اور مرد کے لئے اپنا سر ننگا رکھنا ضروری ہے۔

۲۸۲۰۔ عطاء فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عورت اپنے چہرے پر اس طرح نقاب ڈالے کہ کپڑا اس کے چہرے کو نہ لگے۔ میں نے عرض کیا کہ "کپڑا چہرے کو نہ لگے" کا کیا مطلب ہے۔ تو آپ نے اشارہ کر کے مجھے سمجھایا کہ کس طرح عورت اپنے چہرے پر کپڑا ڈالتی ہے اور پھر کس طرح کپڑا اس کے رخسار کو لگتا ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ عورت اس طرح اپنے چہرے کو نہ ڈھانپے کہ کپڑا چہرے

و... غطفۃ۔ رواہ الامام الشافعی فی "الام" (۱-۱۲۷)، و سعید بن سالم ھو القداح مختلف
... حسن الحدیث۔ (تہذیب ٤-٣٥)۔

بَاب لَا تَرْفَعُ الْمَرْاَۃُ صَوْتَھَا بِالتَّلْبِیَۃِ وَلَا تَرْمُلُ وَلَا تَسْعٰی وَلَا تَسْتَلِمُ الْحَجَرَ اِلَّا اَنْ تَجِدَ الْمَوْضِعَ خَالِیًا۔

۲۸۲۱- ثنا محمد بن مخلد، نا علی بن اشکاب، نا اسحاق الازراق، عن عبید اللہ بن
...ر عن نافع، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہ عَنْھُمَا، قَالَ: لَیْسَ عَلَی النِّسَاءِ رَمْلٌ بِالْبَیْتِ، وَلَا بَیْنَ
الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ۔ اخرجہ الدارقطنی (۱-۲۸۷)۔ ورجالہ ثقات۔

۲۸۲۲- ثنا محمدبن مخلد، نا العباس بن محمد، نا ابو داود الحفری، نا سفیان
الثوری، عن عبیداللہ بن عمر، عن نافع، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَا تَصْعَدِ الْمَرْاَۃُ عَلَی الصَّفَا،

...ے کیونکہ اس سے احرام اپنی حالت پر باقی نہ رہے گا۔ بلکہ عورت نقاب کو اپنے چہرے پر لٹکائے اور پھر اسے لوٹ پوٹ نہ کرے اور نہ ہی
...ے کو چہرے سے لگنے دے۔ اسے امام شافعی نے "الام" میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں سعید بن سالم مختلف فیہ ہے۔ لہذا
...حسن الحدیث ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجنبیوں کے سامنے بلاضرورت چہرہ ننگا رکھنا درست نہیں اور احرام کی حالت میں بے
...ے بچنے کے لئے عورت نقاب اس طرح ڈالے کہ کپڑا چہرے کو نہ چھوئے اور یہ حدیث ابن عباسؓ تفسیر ہے اس حدیث کی جو
... اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب دوسرے اجنبی سوار (دوسرے اجنبی لوگ) ہمارے پاس سے
...تے جبکہ ہم احرام میں ہوتیں تو ہم اپنے نقاب کو جو ہمارے سر پر ہوتا منہ پر لٹکا لیتیں۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ دوسرے صحابہؓ کی بہ
...مت حضور ﷺ کی مراد اور ازواج مطہرات کے افعال کی حقیقت سے سب سے زیادہ واقف ہیں۔

باب عورت تلبیہ اونچی آواز سے نہ پڑھے۔ نہ طواف میں رمل کرے اور نہ ہی سعی میں دوڑے اور رش نہ ہونے کی صورت میں حجر اسود کو بوسہ دے ورنہ نہ دے

۲۸۲۱۔ نافع سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ عورت بیت اللہ کے طواف کے دوران رمل نہ کرے اور نہ ہی صفا مروہ کی
...ے دوران دوڑے۔ (دار قطنی) اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔

۲۸۲۲۔ نافع ابن عمرؓ سے ہی نقل کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا کہ عورت صفا مروہ کی پہاڑیوں پر نہ چڑھے اور نہ ہی تلبیہ اونچی
...سے پڑھے۔ (دار قطنی)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: مسند شافعی میں سند حسن کے ساتھ مروی ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ عورتوں پر نہ طواف میں رمل ہے اور نہ ہی صفا مروہ

وَالْمَرْوَةِ، وَلَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالتَّلْبِيَةِ- رواه الدارقطنی (۱-۲۸۷)، ورجاله ثقات-

۲۸۲۳- اخبرنا سعید بن سالم، عن عمر بن سعید بن ابی حسین، عَنْ مَنْبُوذِبْنِ أَبِي سُلَيْمَان، عَنْ أُمِّهِ: أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فَدَخَلَتْ عَلَيْهَا مَوْلَاةٌ لَهَا، فَقَالَتْ لَهَا: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! طُفْتُ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَاسْتَلَمْتُ الرُّكْنَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: لَا أَجَرَكِ اللّٰهُ، تُدَافِعِينَ الرِّجَالَ، أَلَا كَبَّرْتِ وَمَرَرْتِ- رواه الامام الشافعی فی "مسنده" (۷۵)- وسنده حسن، ومنبوذ بن ابی سلیمان و ثقه ابن معین، وذکره ابن حبان فی الثقات- (تہذیب ۱-۲۹۷)

بَابُ تُقَصِّرُ امْرَأَةٌ مِنْ شَعْرِ رَأْسِهَا وَلَا يَجُوْزُ لَهَا الْحَلْقُ

۲۸۲۴- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ الْحَلْقُ، إِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيرُ﴾- رواه ابوداود، والدارقطنی، والطبرانی، وقد قوی اسناده البخاری فی "التاریخ"، وابو حاتم فی "العلل"، وحسنه الحافظ، (نیل الاوطار ۴-۲۹۶)-

۲۸۲۵- عَنْ عَلِيٍّ ﷺ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا، زاد رزین: فِي الْحَجِّ

کے درمیان دوڑنا۔

۲۸۲۳۔ منبوذ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ اس دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی آئی اور کہا کہ میں نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور دو تین مرتبہ حجر اسود کا بوسہ بھی دیا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس پر اجر نہ دے، کیونکہ تو نے تو پھر مردوں کو دھکے دیے ہونگے۔ (جو کہ ناجائز ہے) تو تکبیر کہہ کر وہاں سے گذر کیوں نہ گئی۔ (مسند شافعی)۔ اس کی سند حسن ہے۔ اور منبوذ کو ابن معین اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے طواف میں رمل کرنا، صفا مروہ کی سعی کے دوران دوڑنا اور تلبیہ اونچی آواز سے کہنا جائز نہیں۔ نیز ہجوم کی صورت میں حجر اسود کو بوسہ دینا بھی درست نہیں بلکہ عورتوں کے لئے رات کو طواف کرنا مستحب ہے کیونکہ اس میں زیادہ ستر ہے اور ہجوم کی کمی کی وجہ سے حجر اسود کو بوسہ دینے کا بھی امکان ہے۔

باب عورت (احرام کھولتے وقت) اپنے بالوں کو ترشوائے۔ عورت کے لئے سر کے بال منڈانا جائز نہیں

۲۸۲۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کے لئے سر کے بال منڈانا جائز نہیں۔ عورتوں پر تو صرف بال کو ترشوانا ہے۔ (ابوداود، دارقطنی، بیہقی)۔ ابوحاتم نے علل میں اور امام بخاری نے تاریخ میں اس کی سند کو قوی کہا ہے اور حافظ نے حسن کہا ہے۔

بِ الْعُمْرَةِ- وَقَالَ: ﴿إِنَّمَا عَلَيْهَا التَّقْصِيْرُ﴾- (جمع الفوائد ۱:۱۸٦)- اخرجه الترمذی، والنسائی- ورواته موثقون الا انه اختلف فی وصله وارساله- (درایة ۲۰۲)-

بَاب مَنْ قَلَّدَ بَدَنَتَهُ وَسَاقَهَا فَقَدْ اَحْرَمَ وَمَنْ بَعَثَ بِهَا وَلَمْ يَسُقْهَا لَمْ يَصِرْ مُحْرِمًا مَا لَمْ يُلَبِّ

۲۸۲٦- حدثنا ابن نمیر، ثنا عبیدالله بن عمر عن نافع عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَنْ قَلَّدَ فَقَدْ اَحْرَمَ- رواه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"- (فتح القدیر ۲-۴۰۵)-

۲۸۲۷- حدثنا وکیع، عن سفیان، عن حبیب بن ابی ثابت، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَنْ قَلَّدَ اَوْ جَلَّلَ اَوْ اَشْعَرَ فَقَدْ اَحْرَمَ- اخرجه ابن ابی شیبة، (فتح القدیر ۲-۴۰٦)- وسنده صحیح-

۲۸۲۸- عن عمرة بنت عبدالرحمن: اَنَّ زِيَادَ بْنَ اَبِیْ سُفْيَانَ كَتَبَ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِیَ

۲۸۲۵- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حج اور عمرہ میں (احرام کھولتے وقت) عورتوں کو سر کے بال منڈانے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ ان پر تو صرف بالوں کو ترشوانا ہے۔ (ترمذی، نسائی، جمع الفوائد)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں البتہ اس کے وصل اور ارسال میں اختلاف ہے۔ (درایہ)۔

فائدہ: ان احادیث سے ترجمۃ الباب بالکل ظاہر ہے۔ اور اس کی وضاحت ابن عمرؓ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ احرام والی عورت اپنے بالوں سے ایک پورے کے بقدر ترشوائے۔ (دارقطنی)۔ باقی صحیح ابن حبان کی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضرت میمونہؓ نے حج میں اپنے سر کا حلق کرایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اگر صحیح ہو تو حضرت میمونہؓ کا سر منڈانا عذر پر محمول ہے کہ آپؓ کے سر میں تکلیف تھی۔

باب جو شخص اپنے بدنہ کو قلادہ پہنا کر خود ہانک لائے تو وہ محرم ہو جاتا ہے اور جو شخص (قلادہ پہنا کر) کسی اور کے ہاتھ بھیج دے اور خود نہ لائے تو تلبیہ پڑھنے تک وہ محرم نہیں ہوگا

۲۸۲٦- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے قلادہ پہنایا (اور خود ہانک لایا) تو وہ محرم ہو گیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

۲۸۲۷- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے قربانی کے جانور کو قلادہ پہنا دے یا اس پر جھول ڈال دے یا اس کا اشعار کر دے تو وہ (خود ہانک کر لانے سے) محرم ہو جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ہمارے نزدیک محض قلادہ پہنانے یا جھول ڈالنے یا اشعار کرنے سے محرم نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے یہ شرط ہے کہ خود اس کی طرف لے کر بھی آئے اور یہ شرط اگلی احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔

اللّٰہُ عَنْہَا : اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: مَنْ اَھْدٰی ھَدْیًا حَرُمَ عَلَیْہِ مَا یَحْرُمُ عَلَی الْحَاجِّ حَتّٰی یَنْحَرَ ھَدْیَہٗ۔ قَالَتْ عَمْرَۃُ: فَقَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا: لَیْسَ کَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، اَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ ھَدْیِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بِیَدَیَّ، ثُمَّ قَلَّدَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِیَدَیْہِ، ثُمَّ بَعَثَ بِہَا مَعَ اَبِیْ، فَلَمْ یَحْرُمْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ شَیْءٌ اَحَلَّہُ اللّٰہُ حَتّٰی نَحَرَ الْھَدْیَ۔ اخرجہ البخاری ومسلم۔ (زیلعی ۱:۵۱۷)۔

۲۸۲۹- عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا، قَالَتْ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُہْدِیْ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ فَاَفْتِلُ قَلَائِدَ ھَدْیِہٖ، ثُمَّ لَا یَجْتَنِبُ مِمَّا یَجْتَنِبُ الْمُحْرِمُ۔ رواہ الجماعۃ،(نیل الاوطار ۴-۳۳۷)۔

۲۸۲۸۔ زیاد بن ابی سفیان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خط لکھا کہ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ھدی (قربانی کا جانور) بھیجی تو اس پر ھدی کے ذبح ہونے تک وہ تمام چیزیں حرام ہوجاتی ہیں جو محرم (حاجی) پر حرام ہوتی ہیں۔ (عمرۃ کہتی ہیں کہ) اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ابن عباسؓ نے جو کچھ فرمایا بات ایسی نہیں ہے۔ میں نے خود نبی کریم ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے قلادے (گلے میں ڈالنے کے لئے ہار) اپنے ہاتھ سے بٹے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے ان جانوروں کو قلادہ پہنایا اور میرے والد صاحب کے ساتھ انہیں بھیجا لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ پر اللہ کی حلال کردہ چیزوں میں سے کوئی بھی چیز ذبح ہونے تک حرام نہیں ہوئی۔ (بخاری ومسلم)۔

۲۸۲۹۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ مدینہ سے اپنے قربانی کے جانور بھیجا کرتے تھے اور ان جانوروں کے قلادے میں خود بٹا کرتی تھی۔ لیکن حضور ﷺ ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرتے تھے جن سے ایک محرم پرہیز کرتا ہے (اسے جماعت صحاح ستہ نے روایت کیا ہے)۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ محض قلادہ ڈال کر ھدی بھیج دینے سے آدمی محرم نہیں ہوتا بلکہ ان جانوروں کے ساتھ خود چلنا بھی احرام کیلئے ضروری ہے اس لئے ہم نے ماقبل میں مذکورابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کے اثروں کو بھی اس شرط کے ساتھ مقید کیا ہے تاکہ دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہوجائے۔ باقی جو طحاوی وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی قمیص کو پھاڑ کر پاؤں کی طرف سے نکال لی اور فرمایا کہ میں نے جانور حرم کی طرف بھیجا ہے اور اسے آج قلادہ پہنانے کا میں نے حکم دیا تھا لیکن میں قمیص پہن بیٹھا اور اسے نکالنا بھول گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعف سند کی بنا پر حضرت عائشہؓ کی مذکورہ بالا حدیث کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ کیونکہ طحاوی نے حضرت عائشہؓ کی حدیث کو اٹھارہ طرق سے روایت کرکے فرمایا کہ یہ آثار حضرت عائشہؓ سے حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں۔ اسی طرح نسائی میں صحیح سند کے ساتھ جابرؓ سے ہی مروی ہے کہ اس حدیث کی صراحۃ اس بات پر دلالت ہے کہ ھدی بھیجنے والے کو اختیار ہونا چاہیے، چاہے محرم ہوجائے چاہے حلال رہے۔ اس لئے ان احادیث کی روشنی میں ہم کہتے ہیں۔

۲۸۳۰- عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوْا بِعُمْرَةٍ- وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ: ﴿إِنِّيْ لَبَّدْتُ رَأْسِيْ- وَقَلَّدْتُ هَدْيِيْ، فَلَا أَحِلُّ حَتّٰى أَنْحَرَ﴾ رواه البخاري- (فتح الباري ۳-٤٤٦)-

۲۸۳۱- اخبرنا سفيان، حدثنا ابن طاوس، وابراهيم بن ميسرة، وهشام بن حجير، سمعوا طَاوُسًا يَقُوْلُ: فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ، إِلٰى أَنْ قَالَ: فَأَمَرَ أَصْحَابَهٗ مَنْ كَانَ مِنْهُمْ أَهَلَّ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ هَدْيٌ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً، وَقَالَ: ﴿لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمَا سُقْتُ الْهَدْيَ، وَلٰكِنِّيْ لَبَّدْتُ رَأْسِيْ، وَسُقْتُ هَدْيِيْ، فَلَيْسَ لِيْ مَحِلٌّ دُوْنَ مَحِلِّ هَدْيِيْ﴾- الحديث، اخرجه الشافعي رحمه الله في "الام" (۲:۱۰۹)- وهو مرسل حسن-

۔ جن صحابہ کرامؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جس نے ہدی کو حرم کی طرف بھیج دیا تو وہ محرم ہو گیا تو اس سے ان کی مراد حقیقت احرام نہ تھا بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ ان کے لئے محرمین کے ساتھ تشبہ اختیار کرنا مستحب ہے جیسا کہ دس ذوالحجہ کو قربانی کرنے والے کیلئے بھی اس تشبہ کا حکم مروی ہے کہ نہ وہ ناخن کاٹے نہ بال کاٹے۔ (مسلم، مشکوۃ)۔ تو جب دس ذوالحجہ کو قربانی کرنے والے کے لئے تشبہ بالمحرمین مستحب ہے تو حرم کی طرف ہدی بھیجنے والے کے لئے یہ تشبہ بالمحرمین بطریق اولی مستحب ہوگا اور یہی ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کی مراد ہے۔ فافہم۔

۲۸۳۰۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت حفصہؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ لوگوں نے تو عمرہ کر کے احرام کھول دیا اور آپ ﷺ نے عمرہ کر کے احرام نہیں کھولا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے (خطمی وغیرہ سے) اپنے سر کے بالوں کو جمایا ہے اور میں نے اپنے قربانی کے جانور کو قلادہ پہنایا لہذا میں قربانی کرنے تک احرام نہیں کھولوں گا۔ (بخاری)۔

۲۸۳۱۔ ابن طاؤس، ابراہیم بن میسرہ اور ہشام بن حجیر فرماتے ہیں کہ ہم نے طاؤس کو ایک لمبی حدیث بیان کرتے ہوئے سنا۔ جس میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم فرمایا کہ جس نے حج کا احرام باندھا اور اپنے ساتھ ہدی لے کر نہیں آیا تو وہ اس حج کے احرام کو عمرہ کا احرام بنالے اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر مجھے وہ بات پہلے معلوم ہوتی جواب معلوم ہوئی ہے تو میں بھی ہدی لے کر نہ آتا (اور احرام کھول دیتا) لیکن میں نے اپنے سر کے بالوں کو جمایا ہوا ہے اور میں اپنے ساتھ ہدی لے کر آیا ہوں تو میں اپنے قربانی کے جانور کے ذبح ہونے تک احرام نہیں کھول سکتا۔ اسے امام شافعیؒ نے الام میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

فائدہ: (۱) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی قلادہ پہنا کر ھدی خود لے کر چلے تو محرم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہدی کو لے کر آنے سے عقد احرام مزید پختہ ہو جاتا۔ اور یہ تلبیہ سے بھی زیادہ شدید ہے۔ پس اس حدیث میں احناف کے لئے حجت ہے اس بارے میں کہ اگر حاجی ہدی کو قلادہ پہنا کر ہانک کر حرم کی طرف لے آئے تو وہ محرم ہو جاتا ہے خواہ تلبیہ پڑھے یا نہ پڑھے کیونکہ سوق ہدی احرام میں تلبیہ سے بھی زیادہ ابلغ ہے۔

بَاب اَنَّ الْبُدْنَةَ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَاَنَّ تَقْلِيْدَهَا اَفْضَلُ مِنْ اِشْعَارِهَا وَالْاِشْعَارُ حَسَنٌ وَتَقْلِيْدُ الْغَنَمِ لَيْسَ بِاِحْرَام مَالَمْ يُلَبِّ

۲۸۳۲- عَنْ جَابِرٍؓ، قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نَشْتَرِكَ فِيْ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ، كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِيْ بَدَنَةٍ- متفق عليه- و في لفظ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿اِشْتَرِكُوْا فِيْ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ فِيْ بَدَنَةٍ﴾- رواه البرقاني على شرط الصحيحين- و في رواية: قَالَ: اِشْتَرَكْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِيْ بَدَنَةٍ- فَقَالَ رَجُلٌ لِجَابِرٍ: اَيُشْتَرَكُ فِيْ الْبَقَرِ مَا يُشْتَرَكُ فِيْ الْجَزُوْرِ؟ قَالَ: مَا هِيَ اِلَّا مِنَ الْبُدْنِ- رواه مسلم (نيل الاوطار ٤-۳۳۱)-

(۲) صحابہ کرامؓ نے بھی حج کا احرام باندھا تھا لیکن مکہ آ کر حضور ﷺ کو مشرکین کے غلط عقیدے کا علم ہوا (اور اس سے قبل آپ ﷺ کو اس چیز کا علم نہ تھا تو آپ ﷺ عالم غیب کیسے ہوئے؟) کہ ان کے نزدیک اشہر حج میں عمرہ کرنا سب سے بڑا گناہ ہے تو اس غلط عقیدے کے رد کے لئے حضور ﷺ نے ان صحابہ کو جو اپنے ساتھ ہدی لے کر نہیں آئے تھے فسخ الحج بالعمرة کا حکم فرمایا یعنی اگر چہ انہوں نے احرام تو حج کا باندھا ہے لیکن محض عمرہ (طواف وسعی) کر کے احرام کھول دیں لیکن فسخ الحج بالعمرة صرف اسی وقت کے لئے خاص تھا اب جائز نہیں۔ اس کا تفصیلی بیان آگے آ رہا ہے۔

باب بدنہ سے مراد اونٹ اور گائے ہے۔ ان کو قلادہ باندھنا اشعار کرنے سے افضل ہے اور اشعار بھی اچھا ہے اور بکری کو قلادہ پہنانے سے آدمی محرم نہیں ہو جاتا جب تک کہ تلبیہ نہ پڑھے۔

۲۸۳۲۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں اونٹ اور گائے میں شریک ہونے کا حکم فرمایا یعنی سات آدمی ایک بدنہ میں شریک ہو سکتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ اونٹ گائے میں سات آدمی شریک ہو جاؤ۔ اسے برقانی نے صحیحین کی شرط پر روایت کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ حج وعمرہ میں سات آدمی ایک بدنہ میں شریک ہوئے اور کسی آدمی نے جابرؓ سے کہا کہ کیا گائے میں بھی اتنے آدمی شریک ہو سکتے ہیں جتنے کہ اونٹ میں شریک ہوتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ گائے بھی بدنہ ہے۔ (مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح لغۃً بدنہ کا لفظ اونٹ اور گائے کو اتفاقاً شامل ہے اسی طرح شرعاً بھی بدنہ کا لفظ اونٹ اور گائے کو شامل ہے کیونکہ حضرت جابرؓ جس طرح عارف بلغۃ العرب ہیں اسی طرح وہ شریعت کی زبان سے بھی مکمل آشنا ہیں لہٰذا گائے بھی بدنہ ہے اور اونٹ کی طرح اس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور جابرؓ کے اس جواب کو بیان لغت پر محمول نہیں کر سکتے کیونکہ سائل نے حکم شرعی کے اعتبار سے ان کی مساوات کے بارے میں پوچھا تھا۔ لہٰذا اس جواب سے آپؓ کا مقصد حکم شرعی کو بیان کرنا تھا۔ پھر یہ حدیث اگر چہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے کیونکہ یہ مسئلہ امر معقول نہیں بلکہ امر تعبدی محض ہے اور پھر برقانی کی روایت سے تو یہ تصریح ہو گئی کہ خود حضور ﷺ کی زبان سے بھی یہی بیان ہوا ہے کہ بدنہ کا لفظ اونٹ اور گائے دونوں کو شامل ہے۔

۲۸۳۳- روى ابن ابى شيبة فى "مصنفه" باسانيد جيدة عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ: اِنْ شِئْتَ فَاَشْعِرْ، وَاِنْ شِئْتَ فَلَا- (عمدة القارى ٤-٧١٢)-و قال الطحاوى: ثبت عن عائشة وابن عباس التخيير بين الاشعار و تركه، فدل على انه ليس بنسك- قاله الحافظ فى "الفتح" (٣-٤٣٤)-

۲۸۳٤- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، قَالَتْ: كُنْتُ اَفْتِلُ الْقَلَائِدَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَيُقَلِّدُ الْغَنَمَ وَيُقِيْمُ فِيْ اَهْلِهِ حَلَالًا- اخرجه البخارى- (فتح البارى ٣-٤٣٧)-

۲۸۳۳۔ ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا اگر تو چاہے تو اشعار کر اور اگر تو چاہے تو اشعار نہ کر۔ (عمدۃ القاری)۔ طحاویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ابن عباسؓ سے اشعار کرنے اور نہ کرنے میں تخییر ثابت ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اشعار ضروری نہیں۔

فائدہ: (۱) امام طحاوی فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ہاں بھی اصلِ اشعار مکروہ نہیں (کیونکہ حضور ﷺ سے اشعار کرنا ثابت ہے) البتہ ایسا اشعار مکروہ ہے جو مفضی الی الہلاک ہو جیسا کہ آپ کے زمانہ والے عوام حدود کی رعایت نہ کرتے ہوئے اشعار کرتے تھے اس لئے اس مسئلہ میں ابن حزم نے جو طرز اختیار کیا ہے وہ سفاہت اور قلتِ حیاء کا مظہر ہے کیونکہ طحاویؒ علماء کے مذاہب خاص کر مذہب احناف کو بہتر جانتے ہیں۔ اور پھر مزید یہ کہ ابن عباسؓ اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ بھی اشعار کو سنت یا مستحب نہیں جانتے تھے تو کیا ابن حزم ان دونوں صحابہؓ پر بھی یہی طرز کلام اختیار کریں گے۔

(۲) اشعار کا مطلب یہ ہے کہ جانور کے کوہان کی دائیں جانب کو زخمی کیا جائے تا کہ یہ معلوم ہو کہ یہ حرم میں قربانی کا جانور ہے اور قلادہ کا مطلب گلے میں ہار ڈالنا ہے۔

۲۸۳۴۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے جانوروں کے لئے قلادے بٹا کرتی تھی پھر آپ ﷺ بکری کو قلادہ پہناتے اور اپنے گھر میں حلال ہو کر ٹھہر جاتے۔ (بخاری)۔

فائدہ: حضور ﷺ نے ایک مرتبہ بکری کو قلادہ پہنایا جو بکری کو قلادہ پہنانے کے سنت ہونے کے لئے کافی نہیں۔ کیونکہ سنت کے لئے حضور ﷺ یا خلفاء راشدین کی مواظبت شرط ہے۔ لہٰذا اس سے صرف جواز معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اَهْدٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ مَرَّةً غَنَمًا فَقَلَّدَهَا۔ لہٰذا صاحب ہدایہ کا اس کو غیر مسنون کہنا ہی درست ہے اور ابن حجر کا درایہ میں صاحب ہدایہ کے قول کو مردود کہنا خود محل نظر ہے۔ پھر عجیب بات ہے کہ خود حافظ صاحب غیر معتاد ہونا تسلیم بھی کر رہے ہیں جو کہ عدم مواظبت کی بیّن دلیل ہے۔ اسی طرح کتاب وسنت میں کوئی ایسا کلام بھی نہیں جو بکری کو قلادہ پہنانے کی طلب موکد کیلئے مفید ہو۔ اسی لئے صاحب ہدایہ نے ہدایا احرام میں تقلید (قلادہ پہننے) کی نفی کی ہے اور اگر کوئی ماں کا لال اس بات کا مدعی ہو کہ حضور ﷺ یا کسی خلیفہ راشد

بَابُ اِبْدَالِ الْهَدْیِ

۲۸۳۵- عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِیْهِ، قَالَ: اَهْدٰی عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بُخْتِیًّا، فَاُعْطِیَ بِهَا ثَلَاثَ مِائَةِ دِیْنَارٍ، فَاَتَی النَّبِیَّ ﷺ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّیْ اَهْدَیْتُ بُخْتِیًّا، فَاُعْطِیْتُ بِهَا ثَلَاثَ مِائَةِ دِیْنَارٍ، فَاَبِیْعُهَا وَاشْتَرِیْ بِثَمَنِهَا بُدْنًا؟ قَالَ: ﴿لَا، اِنْحَرْهَا اِیَّاهَا﴾۔ رواه احمد، وابوداود، والبخاری فی "تاریخه"، وابن حبان، وابن خزیمة فی "صحیحیهما"۔ (نیل الاوطار ٤-۳۲۹)۔

اَبْوَابُ وُجُوْهِ الْاِحْرَامِ

بَابُ کَوْنِ الْقِرَانِ اَفْضَلُ مِنَ التَّمَتُّعِ وَالْاِفْرَادِ وَبَیَانِ اَنَّهُ ﷺ کَانَ قَارِنًا فِیْ حَجَّتِهٖ

۲۸۳٦- عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷺ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ بِوَادِی الْعَقِیْقِ یَقُوْلُ: ﴿اَتَانِیْ اللَّیْلَةَ آتٍ مِنْ رَبِّیْ، فَقَالَ: صَلِّ فِیْ هٰذَا الْوَادِی الْمُبَارَكِ، وَقُلْ: عُمْرَةٌ فِیْ

نے حج میں محرم ہوتے ہوئے بکری کو قلادہ پہنایا ہے تو وہ دلیل لائے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بکری کو محض قلادہ پہنا دینے سے آدمی محرم نہیں ہو جاتا۔

قربانی کا جانور تبدیل کرنا

۲۸۳۵۔ سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک بختی اونٹ ہدی کے طور پر بھیجا پھر اس کی قیمت تین سو دینار لگ گئی تو وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ایک بختی اونٹ ہدی کیا ہے اور مجھے اس کے تین سو دینار مل رہے ہیں۔ تو کیا میں اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے اور اونٹ خرید لوں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، اسی کو ذبح کر۔ (احمد، ابوداود، تاریخ بخاری، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی ہدی کو تبدیل کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ ہدی واجب کو تبدیل کرنا جائز تو ہے لیکن خلاف اولی ہے۔ لہٰذا جو ہدی حضرت عمرؓ نے بھیجی تھی اگر وہ تطوع تھی تو پھر نہی اپنی حقیقت پر محمول ہے اور اگر وہ ہدی واجب تھی تو پھر نہی خلاف اولی پر محمول ہے۔

ابواب احرام کی قسمیں

باب قران، تمتع اور افراد سے افضل ہے اور حضور ﷺ نے حج قران فرمایا

۲۸۳٦۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو وادی عقیق میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رات میرے پاس میرے رب کا ایک فرستادہ آیا اور کہا کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور اعلان کردو کہ میں نے حج کے ساتھ عمرے کا احرام بھی باندھ لیا

حجّۃ﴾۔ رواہ احمد، والبخاری، وابن ماجۃ، وابوداود۔ و فی روایۃ للبخاری: ﴿وَقُلْ: عُمْرَۃٌ فی حَجَّۃٍ﴾۔ کذا فی "نیل الاوطار" (٤-١٩٦)، وزاد فی لفظ: یعنی ذاالْحُلَیْفَۃَ۔ (زیلعی ١-٥١٨)۔

٢٨٣٧- عَنْ أُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: ﴿اَھِلُّوْا یَا آلَ مُحَمَّدٍ بِعُمْرَۃٍ فِیْ حَجَّۃٍ﴾۔ اخرجہ الطحاوی فی "معانی الآثار"۔ (زیلعی ١-٥١٨)، وابن حبان فی "صحیحہ"۔ (کنزالعمال)، واخرجہ الامام احمد بسند جید عنہا، قالہ العینی فی "العمدۃ" (٤-٥٣٧)۔

٢٨٣٨- عَنْ سُرَاقَۃَ بْنِ مَالِكٍ ﷺ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: ﴿دَخَلَتِ الْعُمْرَۃُ فِی الْحَجِّ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ﴾۔ قَالَ: وَقَرَنَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ۔ رواہ الامام احمد، واسنادہ

ہے۔ (احمد، بخاری، ابن ماجہ، ابوداؤد)۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اعلان کردو کہ میں نے حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھا ہے۔ اور ایک روایت میں ذوالحلیفہ کے الفاظ بھی ہیں (کہ وہ وادی ذوالحلیفہ تھی)۔

فائدہ: حضور ﷺ کے حج کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا آپ ﷺ قارن تھے یا متمتع یا مفرد، احناف کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ آپ قارن تھے۔ کیونکہ قران کے راوی زیادہ ہیں نیز قران میں ایک زیادتی کا اثبات ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے اور خاص وہ زیادتی جو متعدد طرق سے صحابہؓ کی ایک کثیر جماعت سے مروی ہو اور وہ روایات جن میں تمتع کا ذکر ہے اس سے مراد تمتع لغوی ہے یعنی ایک حج میں عمرہ اور حج کرنا اور افراد کی روایات کے راوی (جو چار ہیں) وہ سب کے سب قران کے روایات کے بھی راوی ہیں نیز قران کی روایت تاویل کی محتمل نہیں جبکہ تمتع اور افراد کی روایات تاویل کی محتمل ہیں (مثلاً یہ کہ صحابہ کے ہاں تمتع کا لفظ قران کو بھی شامل ہے اور یہ کہ ان کے راوی قران کے بھی راوی ہیں۔ ہکذا قال ابن تیمیہ)۔ نیز وادی عقیق (ذوالحلیفہ) میں آپ کا دونوں کو جمع کرنا اس بات کو معین کرتا ہے کہ آپ ﷺ قارن تھے۔ نیز مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حج وعمرہ کو جمع کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا تھا تو یقیناً وہ کام جس کا آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جارہا ہے افضل ہوگا۔

۲۸۳۷۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے آل محمد (ﷺ) حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھو۔ (طحاوی، ابن حبان، کنز العمال)۔ امام احمد نے اسے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے قران کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ یقیناً حضور ﷺ نے اپنے اہل کیلئے وہی طریقہ پسند کیا ہوگا جو اپنے لئے پسند کیا ہوگا تو جب اہل بیت کیلئے قران محبوب ہے تو اپنے لئے بھی قران محبوب ہوگا۔

۲۸۳۸۔ سراقہؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ قیامت تک کے لئے عمرہ حج کے مہینوں میں کرنا جائز ہے۔ سراقہ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ حجۃ الوداع میں قارن تھے۔ (مسند احمد)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

ثقات۔ (زاد المعاد ۱-۱۸۴)۔

۲۸۳۹- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: ﴿مَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُهِلَّ بِحَجٍّ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ﴾، الحديث متفق عليه۔ (نيل الاوطار ۴:۱۸۹)۔

۲۸۴۰- وَيُزَادُ فِيْ الْبَابِ مَا سياتى فى الباب الذى بعده عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ: أَنَّهُ جَمَعَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَطَافَ طَوَافَيْنِ، وَسَعٰى سَعْيَيْنِ، وَحَدَّثَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَعَلَ ذٰلِكَ۔ اخرجه النسائى فى مسند على، ورواته موثقون، (دراية ۲۰۴)۔

۲۸۴۱- عَنْ مُجَاهِدٍ: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ كَمْ اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ؟ فَقَالَ: مَرَّتَيْنِ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَقَدْ عَلِمَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اِعْتَمَرَ ثَلَاثًا سِوَى الَّتِيْ قَرَنَ بِحَجَّتِهِ۔ رواه ابوداود واسناده صحيح جليل على شرط البخارى۔ (الجوهر النقى ۱-۳۳۱)۔

۲۸۴۲- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ حَجَّ ثَلَاثَ حِجَجٍ: حَجَّتَيْنِ قَبْلَ أَنْ

۲۸۳۹۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ (حج کے لئے) نکلے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھنا چاہے تو وہ ایسے کرے اور جو حج کا احرام باندھنا چاہے وہ حج کا احرام باندھ لے اور جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا احرام باندھ لے۔ (بخاری ومسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے حج کی تینوں صورتوں کا جواز معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف عمرہ کرنا یا تمتع کرنا بھی جائز ہے۔ البتہ وہ احادیث جن میں مروی ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تمتع سے منع فرماتے تھے وہاں تمتع سے مراد فسخ الحج بالعمرۃ ہے۔ یا یہ کہ ان کے ہاں دو مختلف سفروں میں دونوں اعمال کرنا، ایک سفر میں دونوں اعمال کرنے سے افضل تھا اس صورت میں یہ نہی کراہت تنزیہی پر محمول ہے۔

۲۸۴۰۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حج اور عمرہ کو جمع فرمایا اور دو طواف کئے اور دو سعی کی اور فرمایا کہ حضور ﷺ نے ایسے ہی کیا۔ (مسند علی، النسائی)۔ اس کے راوی توثیق کردہ ہیں۔

۲۸۴۱۔ مجاہد سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ نے کتنے عمرے کیے، تو انہوں نے فرمایا دو مرتبہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ابن عمرؓ کو معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے حج والے عمرے کے علاوہ تین عمرے کیے۔ (ابوداؤد)۔ اس کی سند بخاری کی شرط پر صحیح جلیل ہے۔

۲۸۴۲۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے تین حج کیے، دو حج ہجرت سے قبل اور ایک حج ہجرت کے بعد جس کے ساتھ عمرہ بھی کیا۔ (ترمذی وغیرہ)۔

تجر، وَحَجَّةً بَعْدَ مَا هَاجَرَ مَعَهَا عُمْرَةٌ رواه الترمذی وغیره۔

٢٨٤٣- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعَ عُمَرٍ: عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَّةِ، وَالثَّانِيَةُ حِيْنَ تَوَاطَئُوْا عَلٰى عُمْرَةٍ مِنْ قَابِلٍ، وَالثَّالِثَةُ مِنَ الْجِعِرَّانَةِ، وَالرَّابِعَةُ الَّتِيْ قَرَنَهَا مَعَ حَجَّتِهٖ۔ رواه ابو داود۔ ذکر الاحادیث الثلاث الحافظ ابن القیم فی "زاد المعاد" (١-١٨٣) وحکم لها بالصحة۔

٢٨٤٤- عن بکر بن عبدالله المزنی، عَنْ اَنَسٍ ﷺ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يُلَبِّيْ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ جَمِيْعًا۔ قَالَ بَكْرٌ: فَحَدَّثْتُ بِذَالِكَ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: لَبّٰى بِالْحَجِّ وَحْدَهٗ۔ فَلَقِيْتُ اَنَسًا فَحَدَّثْتُهٗ بِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ اَنَسٌ: مَا يَعُدُّوْنَنَا اِلَّا صِبْيَانًا، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا۔ اخرجه الشیخان۔ (زاد المعاد١-١٨٥)۔

تابع بکرا عن انس ﷺ فی قوله: اَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ مَعًا ابوقلابة عندالشیخین، ویحیی بن ابی اسحاق، وعبدالعزیزبن صهیب، وحمید عند مسلم، ویحیی بن سعید الانصاری عند ابی یوسف القاضی۔ وابو اسماء، والحسن البصری عندالنسائی۔ وزید بن اسلم

۲۸۴۳۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے چار عمرے کیے۔ایک حدیبیہ کا عمرہ (یعنی ہجرت کے چھٹے سال میں) دوسرا وہ عمرہ جو آپ ﷺ نے حدیبیہ سے اگلے سال صلح کر کے کیا (جس کو عمرۃ القضاء کہتے ہیں یعنی ہجرت کے ساتویں سال میں) اور تیسرا وہ عمرہ جو جعرانہ سے کیا (آٹھویں سال میں) اور چوتھا وہ عمرہ جو حج کے ساتھ کیا (دسویں سال میں)۔(ابوداؤد)۔ابن القیم نے زادالمعاد میں (مذکورہ بالا) تینوں حدیثوں کو ذکر کر کے ان پر صحت کا حکم لگایا ہے۔

فائدہ: ان تینوں احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے عمرہ کو حج کے ساتھ ملایا یعنی آپ قارن تھے۔

۲۸۴۴۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا، بکر راوی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات ابن عمرؓ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے صرف حج کا تلبیہ پڑھا پھر میں انسؓ سے ملا اور ان کو ابن عمرؓ کی بات بتائی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اگر چہ ہمیں بچہ سمجھتے ہیں لیکن میں نے حضور ﷺ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا۔ لبیک عمرة وحجا، اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔(زادالمعاد)۔

مصنف فرماتے ہیں کہ سولہ ثقہ راوی حضرت انسؓ سے یہ بات نقل کرنے میں بکر کی متابعت کرتے ہیں اور متفق ہیں کہ حضور ﷺ قارن تھے جن کے نام یہ ہیں۔ابوقلابہ، یحیی بن ابی اسحاق، عبدالعزیز بن صہیب، حمید، یحیی بن سعید انصاری، ابواسماء، حسن بصری، زید بن اسلم مولی عمرؓ، سلیمان تیمی، ابوقدامہ، مصعب بن سلیم، ثابت بنانی، ابوقزعہ اور قتادہ انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے چار عمرے کیے پھر ان کو ذکر کیا اور کہا کہ ایک وہ عمرہ ہے جو حج کے ساتھ کیا۔

مولی عمر بن الخطاب، وسليمان التيمي، وابو قدامة عند البزار- ومصعب بن سليم، و
ثابت البناني عند وكيع- وابو قزعة عندالخشني وقتادة عن انس عند البخاري: إِعْتَمَرَ
رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَرْبَعَ عُمَرٍ، فَذَكَرَهَا، وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ- وعن ابي قلابةوحميد بن هلال مثله عند
عبدالرزاق، فهؤلاء ستة عشر نفسا من الثقات، كلهم متفقون عن انس ان لفظ النبي ﷺ
كان اهلالا بحج وعمرة معا، قاله الحافظ ابن القيم في "زاد المعاد" (۱:۱۸٦)-

۲۸٤٥- عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا
رَسُوْلَ اللهِ! مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوْا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ: ﴿إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي
وَقَلَّدْتُ هَدْيِيْ، فَلَا أَحِلُّ حَتّٰى أَنْحَرَ﴾- رواه البخاري (۳-۲۷۸ مع "الفتح")-ووقع في رواية
عبيدالله بن عمر عند الشيخين: ﴿فَلَا أَحِلُّ مِنَ الْحَجِّ﴾- كذا في "فتح الباري" (۳-۲۷۵)-

۲۸٤٦- ولفظ احمد عَنْ أَنَسٍ ﷺ: ﴿وَلٰكِنْ سُقْتُ الْهَدْيَ، وَقَرَنْتُ بَيْنَ الْحَجِّ
وَالْعُمْرَةِ﴾- (نيل الاوطار ٤:١٩٦)-

۲۸٤٧- ابو حنيفة، عن حماد، عَنْ طَاؤُسٍ، أَنَّهُ قَالَ: لَوْ حَجَجْتُ أَلْفَ حَجَّةٍ لَمْ أَدَعْ أَنْ

۲۸۴۵۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت حفصہؓ نے فرمایا، یارسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ لوگوں نے تو عمرہ کرکے احرام کھول دیا اور آپ ﷺ نے عمرہ کرکے احرام نہیں کھولا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے سر کے بالوں کو جمایا ہے اور میں نے اپنی ہدی کو قلادہ پہنایا ہے تو میں ذبح کرنے تک احرام نہیں کھول سکتا۔ (بخاری) اور شیخین کی ایک روایت میں ہے کہ میں حج سے پہلے احرام نہیں کھول سکتا۔

۲۸۴۶۔ احمد، انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا لیکن چونکہ میں اپنے ساتھ ہدی لایا ہوں اور میں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا ہے۔ (نیل الاوطار)۔

__فائدہ:__ ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ قارن تھے۔ نیز قران کی روایات میں ثقہ صحابہؓ ایک زائد چیز کو ثابت کررہے ہیں اور مثبت نافی سے راجح ہوتی ہے اور ثقہ کی زیادتی معتبر ہوتی ہے۔

۲۸۴۷۔ ابوحنیفہؒ، حماد کے واسطے سے طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ طاؤس نے فرمایا کہ اگر میں ہزار حج کروں تو میں حج اور عمرہ کے جمع کرنے کو نہیں چھوڑوں گا۔ (یعنی ہر مرتبہ حج قران کروں گا)۔ اس لیے کہ ہم اسے حج اکبر کہتے ہیں اور ہمارے خیال میں جو حاجی قران نہ کرے اس کا حج کامل نہیں۔ (کتاب الآثار لمحمد وجامع مسانید الامام)۔

__فائدہ:__ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج قران تابعین کے زمانہ میں بھی تمتع اور افراد سے افضل مشہور تھا جو قران کی افضلیت پر واضح دلیل ہے۔

۔ بَیْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، حَتّٰی اِنَّا لَنَدْعُوْهُ الْحَجَّ الْاَکْبَرَ، وَنَرٰی اَنَّ حَجَّ مَنْ لَمْ یَقْرِنْ لَیْسَ
۔ۃ۔سلٍ۔ اخرجه محمد فی "الآثار" (۵۰)، و "جامع مسانید الامام" (۱-۵۱۷)۔

۔ابُ اِفْرَادِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِاِنْشَاءِ السَّفَرِ لَهُمَا عَلٰی حِدَةٍ اَفْضَلُ مِنَ الْقِرَانِ وَالتَّمَتُّعِ وَاَمَّا فَسْخُ الْحَجِّ اِلَی الْعُمْرَةِ فَکَانَ خَاصًّا بِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

۲۸۴۸- عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ، قَالَ: کَانَ اِبْنُ عَبَّاسٍ یَاْمُرُ بِالْمُتْعَةِ، وَکَانَ ابْنُ الزُّبَیْرِ یَنْهٰی ۔، قَالَ: فَذَکَرْتُ ذٰلِكَ لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، فَقَالَ: عَلٰی یَدَیَّ دَارَ الْحَدِیْثُ، تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُوْلِ ﷺ، فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ قَالَ: اِنَّ اللهَ کَانَ یُحِلُّ لِرَسُوْلِهٖ مَا شَاءَ بِمَا شَاءَ، وَاِنَّ الْقُرْاٰنَ قَدْ نَزَلَ مَنَازِلَهٗ، ۔تِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ کَمَا اَمَرَکُمُ اللهُ، وَاَبِتُّوْا نِکَاحَ هٰذِهِ النِّسَاءِ، فَلَنْ اُوْتٰی بِرَجُلٍ نَکَحَ اِمْرَاَةً ۔ اَجَلٍ اِلَّا رَجَمْتُهٗ بِالْحِجَارَةِ۔ وَفِیْ روایة: فَافْصِلُوْا حَجَّکُمْ مِنْ عُمْرَتِکُمْ، فَاِنَّهٗ اَتَمُّ لِحَجِّکُمْ،

۔ب الگ الگ سفر کے ساتھ حج اور عمرہ کرنا قران وتمتع سے افضل ہے اور حج کے احرام کو عمرہ کے ساتھ فسخ کرنا حضور ﷺ کے صحابہ کے ساتھ (اسی سال کے لئے) خاص تھا

۲۸۴۸۔ ابونضرۃ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ فسخ الحج بالعمرۃ کا حکم فرماتے تھے اور ابن زبیرؓ اس سے منع فرماتے تھے، ۔ کہتے ہیں کہ میں نے یہ اختلاف جابر بن عبداللہؓ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حدیث تو میرے ہاتھوں پھیلی ہے۔ (جابرؓ فرماتے ۔) ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ (حجۃ الوداع کے موقعہ پر) حج کے احرام کو عمرہ کے ساتھ فسخ کیا (یعنی حج کا احرام باندھ کر آئے تھے لیکن ۔ یعنی طواف وسعی کر کے یعنی عمرہ کر کے احرام کھولدیا)۔ پھر جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپؓ نے فرمایا کہ اللہ اپنے رسول ﷺ کے لئے ۔ سبب سے بھی چاہتا اور جو چاہتا حلال کر دیتا تھا۔ اور بے شک قرآن کے تمام احکام اپنی اپنی جگہ پر اترے ہیں۔ لہذا تم حج اور عمرہ کو اسی ۔ پورا کرو جس طرح اللہ نے تمہیں حکم فرمایا ہے۔ اور ان عورتوں کے نکاح کو قطعی اور دائمی کرو (یعنی جن سے تم نے معینہ مدت تک کے ۔ نکاح کیا ہے جسے متعہ کہتے ہیں۔ اسے دائمی نکاح بنالو)۔ اب اگر کوئی میرے پاس نکاح متعہ کے ساتھ آیا تو میں اسے ضرور رجم کروں ۔ ایک روایت میں ہے کہ اپنے حج کو اپنے عمرہ سے جدا کرو اس لئے کہ اس سے تمہارا حج بھی پورا ہوگا اور تمہارا عمرہ بھی پورا ۔۔ (مسلم)۔

فائدہ: حج کے مسائل میں متعہ یا تمتع کے دو معنی ہیں۔ (۱) تمتع معروف یعنی عمرہ کا احرام باندھ کر اشہرِ حج میں عمرہ کرنا ۔ پھر اسی سال حج کرنا یہ بالاتفاق جائز ہے اور قرآن کی آیت ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ﴾ سے علماء کے نزدیک بالاتفاق

وَاَنۡتُمۡ لِعُمۡرَتِكُمۡ- رواه مسلم (۳-۳۵۸)-

۲۸۴۹- عَنۡ عُمَرَ رضی اللہ عنہ،اَنَّهُ قَالَ: اِنۡ اَتَمَّ لِحَجِّكُمۡ وَعُمۡرَتِكُمۡ اَنۡ تُنۡشِئُوۡا لِكُلِّ مِنۡهُمَا سَفَرًا- وعن ابن مسعود نحوه، اخرجه ابن ابی شیبة وغیره- (فتح الباری۳-۲۷۶)- قلت

یہی تمتع معروف مراد ہے۔حضرت عمرؓ بھی تمتع معروف کے جواز کے قائل تھے(اور حضرت عمرؓ اس کے عدم جواز کے قائل کیونکر ہو سکتے تھے جبکہ یہ تمتع معروف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے ثابت ہے)ایک حدیث میں ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ اگر میں دوبارہ حج کروں گا تو تمتع کروں گا۔(سنن اثرم۔مصنف عبدالرزاق۔زادالمعاد)۔ (۲):تمتع بمعنی فسخ الحج بالعمرة یعنی حج کے احرام کو عمرہ کے اعمال پر کھولدینا اور پھر دوبارہ حج کا احرام باندھ کر حج کرنا،مذکورہ بالا حدیث میں مختلف فیہ صورت بھی یہی فسخ الحج بالعمرة ہے اور حضرت عمرؓ نے اسی صورت سے منع فرمایا تھا اور آپؓ کا قول''ان الله كان يحل لرسوله ما شاء بما شاء ''(کہ اللہ اپنے رسول کے لئے جو چاہتا ہے حلال کرتے ہیں)اس پر واضح قرینہ ہے کہ آپ فسخ الحج بالعمرة سے منع کرتے۔یہ جمہور علماء کے نزدیک اب جائز نہیں اور صرف حضورﷺ کے حجۃ الوداع والے سال ایک مصلحت کے پیش نظر جائز کیا گیا تھا جیسا کہ آنے والی احادیث اس پر دال ہیں۔اور وہ مصلحت یہ تھی کہ مشرکین وکفار اشھر حج میں عمرہ کرنے کو سب سے بڑا گناہ سمجھتے تھے۔لہٰذا ان کے اس غلط عقیدے کو ختم کرنے کے لئے وقتی تقاضے کے تحت فسخ الحج بالعمرة کی اجازت دی گئی۔اب یہ صورت جائز نہیں سوائے ابن عباسؓ کے اور ان کے بعد ابن القیم نے اس کے وجوب پر زور دیا ہے۔حالانکہ ابن عباسؓ اس کے محض جواز کے قائل ہیں نہ کہ وجوب کے۔

اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ(عمرؓ کے حضورﷺ اور اسلام سے تعلق اور محبت کو دیکھتے ہوئے)حضرت عمرؓ نے فسخ الحج بالعمرة کو اپنی رائے سے ختم نہیں فرمایا۔اگر انہوں نے اپنی رائے سے ختم کرنا ہوتا تو وہ یقیناً رمل کو بھی ختم کرتے۔یقیناً حضرت عمرؓ کے پاس ضرور کوئی دلیل ہوگی۔

بہرحال بے شمار احادیث(جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں)سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فسخ الحج بالعمرة صحابہ کے ساتھ خاص تھا۔اور خصوصیات بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتیں۔لہٰذا ابوذرؓ کا خاص کہنا اور عمرؓ کا منع فرمانا یقیناً سماع پر محمول ہوگا۔اور اگر فسخ الحج بالعمرة کے بارے میں ابوذرؓ وعمرؓ کے اقوال کو رائے پر محمول کریں تو متعة النساء کے بارے میں بھی ان کے قول کو رائے پر محمول کرنا پڑے گا کیونکہ ابن عباسؓ دونوں متعوں کے جواز کے قائل تھے۔لیکن متعة النساء کے جواز کا صرف شیعہ گروہ(فرقہ باطلہ)ہی قائل ہے۔تو جس طرح متعة النساء کے بارے میں ان کا قول سماع پر یقیناً محمول ہے تو اسی طرح فسخ الحج بالعمرة کے بارے میں بھی ان کا قول(یقیناً)سماع پر محمول کرنا چاہیے۔

۲۸۴۹۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہارے حج اور عمرہ کا کمال یہ ہے کہ تم ہر ایک کے لئے الگ الگ سفر کرو۔اور ابن مسعودؓ سے بھی اسی طرح کا قول مروی ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔حافظ ابن حجر نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ حضرت عمرؓ سے ثابت ہے۔

وتم صرح الحافظ بکونه ثابتا عن عمرؓ۔

۲۸۵۰- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِيْ عُمْرَتِهَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا: ﴿اِنَّمَا اَجْرُكِ فِيْ عُمْرَتِكِ عَلٰى قَدْرِ نَفَقَتِكِ﴾۔ اخرجه الشيخان۔ و في لفظ للبخاري: ﴿عَلٰى قَدْرِ نَفَقَتِكِ اَوْ نَصَبِكِ﴾وللحاكم: ﴿عَلٰى قَدْرِ نَصَبِكِ وَ نَفَقَتِكِ﴾۔ (فتح الباري۳-۳۹۶)۔

۲۸۵۱- عَنْ سُلَيْمِ بْنِ الْاَسْوَدِ: اَنَّ اَبَاذَرٍّ كَانَ يَقُوْلُ فِيْمَنْ حَجَّ ثُمَّ فَسَخَهَا بِعُمْرَةٍ: لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ اِلَّا لِلرَّكْبِ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ رواه ابوداود۔

۲۸۵۲- ولمسلم والنسائي وابن ماجة عن ابراهيم التيمي، عن ابيه، عَنْ اَبِيْ ذَرٍّؓ، قال: كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِي الْحَجِّ لِاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ خَاصَّةً۔ (نيل الاوطار٤-٢١٤)۔

۲۸۵۳- عن ربيعة بن ابي عبدالرحمن، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَسْخُ الْحَجِّ لَنَا خَاصَّةً اَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً؟ قَالَ:﴿لَنَا خَاصَّةً﴾۔ رواه الخمسة الا

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حج اور عمرہ کے لئے الگ الگ سفر کرنا افضل ہے۔

۲۸۵۰۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اپنے ہی عمرہ کے بارے میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تیرے عمرہ کا ثواب تیرے خرچے کی بقدر ہے (بخاری ومسلم) اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ تیرے عمرے کا ثواب تیرے خرچ اور تیری مشقت کے بقدر ہے۔ اور حاکم میں ہے کہ تیرے عمرہ میں تیرا ثواب تیری مشقت اور خرچہ کے بقدر ہے۔ (فتح الباری)۔

فائدہ: (۱) ان تینوں احادیث سے معلوم ہوا کہ حج اور عمرہ کے لئے الگ الگ سفر کرنا حج قران اور حج تمتع سے افضل ہے کیونکہ الگ الگ سفر میں خرچ اور مشقت زیادہ ہے۔ (۲) لیکن یاد رکھیں کہ خرچہ اور مشقت کی زیادتی کی وجہ سے ثواب کا زیادہ ہونا مطرد نہیں کیونکہ بعض اوقات عبادات مشقت والی عبادت پر ثواب زیادہ رکھتی ہے (مثلاً) کسی مکان یا زمان کی نسبت کی وجہ سے مثلاً لیلۃ القدر کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ یا جیسے دو رکعت نماز مسجد حرام میں دوسری جگہ کی درجنوں نمازوں سے بہتر ہے۔

۲۸۵۱۔ سلیم بن الاسود سے مروی ہے کہ حضرت ابوذرؓ فسخ الحج بالعمرۃ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ صرف حضور ﷺ کے ساتھ حج میں شریک لوگوں کے لئے خاص تھا۔ (ابوداؤد)۔

۲۸۵۲۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ابوذرؓ نے فرمایا کہ فسخ الحج بالعمرۃ اصحاب محمد کے لئے خاص تھا۔ (مسلم، ابن ماجہ، نسائی)۔

فائدہ: اس بارے میں حضرت ابوذرؓ سے روایات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں کہ فسخ الحج بالعمرۃ صرف اسی سال میں صحابہ کے لئے خاص تھا۔

الترمذی، وقال الحافظ: الحارث بن بلال من ثقات التابعین اھ۔ (نیل الاوطار ۴-۲۱۴)۔

۲۸۵۴- عن ابراھیم التیمی، عن ابیه، قال: قَالَ أَبُوْذَرٍّ رضی اللہ عنہ: لَا تَصْلُحُ الْمُتْعَتَانِ إِلَّا لَنَا خَاصَّةً، يَعْنِي مُتْعَةَ النِّسَاءِ، وَمُتْعَةَ الْحَجِّ۔ رواہ مسلم (۳-۳۸۰ مع شرحه "اکمال المعلم")۔

۲۸۵۵- عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، فَأَتَاهُ آتٍ فَقَالَ: اِبْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ اِخْتَلَفَا فِي الْمُتْعَتَيْنِ، فَقَالَ جَابِرٌ: فَعَلْنَاهُمَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ نَهَانَا عَنْهُمَا عُمَرُ فَلَمْ نَعُدْ لَهُمَا۔ رواہ مسلم (۳:۳۹۷)۔

۲۸۵۶- وعنه، عن ابیه، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ فِي مُتْعَةِ الْحَجِّ: لَيْسَتْ لَكُمْ، وَلَسْتُمْ مِنْهَا فِي شَيْءٍ، إِنَّمَا كَانَتْ رُخْصَةً لَنَا أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ رواہ النسائی بسند صحیح۔ (زاد المعاد ۱-۲۱۳)۔

۲۸۵۷- وَعَنْهُ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سُئِلَ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ؟ فَقَالَ: كَانَتْ لَنَا لَيْسَتْ لَكُمْ۔ رواہ ابوداود بسند صحیح۔ (زاد المعاد ۱-۲۱۳)۔

۲۸۵۳۔ حارث بن بلال فرماتے ہیں کہ ان کے والد نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ کیا فسخ الحج بالعمرۃ ہمارے لئے خاص ہے یا کہ تمام (قیامت تک آنے والے) لوگوں کے لئے اجازت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صرف ہمارے لئے خاص ہے۔ (رواہ الخمسہ الا الترمذی)۔

فائدہ: اس حدیث کو اصحاب سنن نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد اور نسائی نے حارث بن بلال پر سکوت کیا ہے اور حافظ صاحب نے اس کو ثقہ تابعی کہا ہے۔ لیکن خدا ناس کرے ضد کا کہ ابن قیمؒ اس حدیث کو نہ ماننے پر مصر ہیں۔ لیکن غیر مقلدین کو اب یہ سانپ سونگھ گیا ہے کہ وہ ابن قیم پر کچھ تبصرہ نہیں کرتے۔

۲۸۵۴۔ ابراہیم تیمی اپنے باپ کے واسطے سے فرماتے ہیں کہ ابوذرؓ نے فرمایا کہ دو متعے (یعنی فسخ الحج بالعمرۃ اور متعۃ النساء) صرف ہمارے لئے خاص تھے۔ (مسلم)

۲۸۵۵۔ ابونضرۃ فرماتے ہیں کہ میں جابر بن عبداللہؓ کے پاس تھا کہ کسی نے آ کر کہا کہ ابن عباسؓ اور ابن الزبیرؓ دونوں متعوں (فسخ الحج بالعمرۃ اور متعۃ النساء) کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں اس پر جابرؓ نے فرمایا کہ ہم حضور ﷺ کے زمانے میں انہیں کرتے تھے پھر ہمیں ان دونوں سے حضرت عمرؓ نے منع کر دیا تو ہم نے دوبارہ انہیں نہیں کیا۔ (مسلم)

۲۸۵۶۔ ابونضرۃ اپنے باپ کے واسطے سے ابوذرؓ سے فسخ الحج بالعمرۃ کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ تمہارے لئے جائز نہیں اور نہ ہی تمہارا اس سے کوئی واسطہ ہے۔ یہ تو صرف اصحاب محمد کے لئے جائز ہوا تھا۔ (نسائی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۲۸۵۸- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ نَوْفَلٍ: اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ لَهُ: سَلْ لِيْ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ عَنْ رَجُلٍ اَهَلَّ بِالْحَجِّ فَاِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ اَيَحِلُّ اَمْ لَا؟ قَالَ: فَسَاَلْتُهُ؟ فَقَالَ: لَا يَحِلُّ مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ اِلَّا بِالْحَجِّ، فذكر الحديث وَفِيْهِ: قَدْ حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَاَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ اَنَّ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَبِهِ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ اَنَّهُ تَوَضَّاَ، ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ حَجَّ اَبُوْبَكْرٍ، فَكَانَ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ، ثُمَّ عُمَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ، فَرَاَيْتُهُ اَوَّلُ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ، ثُمَّ مُعَاوِيَةُ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ اَبِيْ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَامِ، فَكَانَ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ، ثُمَّ رَاَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارَ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ، ثُمَّ آخِرُ مَنْ رَاَيْتُ فَعَلَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ، ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا بِعُمْرَةٍ۔ فَهٰذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ اَفَلَا يَسْاَلُوْنَهُ؟ وَلَا اَحَدٌ مِمَّنْ مَضٰى مَا كَانُوْا يَبْدَاُوْنَ بِشَيْءٍ حِيْنَ يَضَعُوْنَ اَقْدَامَهُمْ اَوَّلَ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَا يَحِلُّوْنَ، وَقَدْ رَاَيْتُ اُمِّيْ

۲۸۵۷۔ ابونضرۃ اپنے باپ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ سے فسخ الحج بالعمرۃ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارے لئے خاص تھا۔تمہارے لئے جائز نہیں۔(ابوداؤد)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ فسخ الحج بالعمرۃ صحابہ کے لئے خاص تھا اب اس کی اجازت نہیں۔

۲۸۵۸۔ محمد بن نوفل فرماتے ہیں کہ ایک آدمی عراق سے آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں عروہ بن الزبیر سے یہ مسئلہ پوچھو کہ اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھ کر آئے تو کیا وہ طواف وسعی کر کے (یعنی صرف عمرہ کے اعمال کر کے) احرام کھول سکتا ہے؟ تو عروۃ بن الزبیر نے فرمایا کہ جس نے حج کا احرام باندھا ہے وہ صرف حج کر کے ہی احرام کھول سکتا ہے (یعنی عمرہ کر کے احرام نہیں کھول سکتا۔یعنی فسخ الحج بالعمرۃ جائز نہیں) پھر اس کے بعد محمد بن نوفل نے لمبی حدیث ذکر کی اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے مجھے اطلاع دی کہ حضور ﷺ مکہ میں آ کر سب سے پہلے وضو کر کے طواف کیا۔پھر آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا۔لیکن انہوں نے حج کے احرام کو عمرہ کے احرام میں نہیں بدلا تھا۔پھر ان کے بعد عمرؓ نے بھی ایسے ہی کیا۔پھر حضرت عثمانؓ نے حج کیا تو انہوں نے سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا اور حج کے احرام کو عمرہ کے ساتھ فسخ نہیں کیا تھا۔پھر اس کے بعد معاویہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ نے بھی ایسا کیا۔پھر میں نے ابوالزبیر بن العوامؓ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا۔لیکن حج کو عمرہ کے ساتھ فسخ نہیں کیا۔پھر مہاجرینؓ والانصارؓ کو بھی ایسے ہی کرتے دیکھا (یعنی حج کو عمرہ سے فسخ نہیں کیا)۔وہ آخری شخص جس کو میں نے یہ کرتے (یعنی احرام باندھ کر طواف کرتے) دیکھا وہ ابن عمرؓ تھے۔لیکن انہوں نے بھی حج کے احرام کو عمرہ کے ساتھ ختم نہیں کیا۔اور ابن عمرؓ تمہارے پاس موجود ہیں تم ان سے پوچھ کیوں نہیں لیتے۔تمام گذشتہ صحابہؓ حج کا احرام باندھ کر سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتے تھے لیکن احرام نہیں کھولتے تھے۔اور میں نے اپنی والدہ اور خالہ کو بھی دیکھا ہے کہ جب وہ حج کا احرام باندھ کر مکہ آئیں تو انہوں نے سب سے پہلے بیت

وَخَالَتِيْ حِيْنَ تَقْدَمَانِ لَا تَبْدَآنِ بِشَيْءٍ أَوَّلَ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ، تَطُوْفَانِ بِهِ، ثُمَّ لَا تَحِلَّانِ- رواه مسلم في "صحيحه"- (زاد المعاد) واللفظ له والبخاري-(۱-۲۱۶)-

۲۸۵۹- عَنْ وَبْرَةَ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسَةً عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَيَصْلُحُ لِيْ أَنْ أَطُوْفَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ آتِيَ الْمَوْقِفَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ: فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: لَا تَطُفْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَأْتِيَ الْمَوْقِفَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَقَدْ حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ الْمَوْقِفَ، فَبِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَحَقُّ أَنْ تَأْخُذَ، أَوْ بِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا؟ رواه مسلم في "صحيحه" (۳:۳۸٦ مع شرحه)-

بَاب يَطُوْفُ الْقَارِنُ طَوَافَيْنِ وَيَسْعٰى سَعْيَيْنِ

۲۸٦۰- عَنْ عَلِيٍّ ﷺ: أَنَّهُ جَمَعَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَطَافَ طَوَافَيْنِ، وَسَعٰى سَعْيَيْنِ وَحَدَّثَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ ذٰلِكَ- اخرجه النسائي في مسند علي، ورواته ثقون-

اللہ کا طواف کیا لیکن انہوں نے احرام نہیں کھولا۔(مسلم، بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث میں حج کی پوری تاریخ بیان کردی گئی ہے کہ کسی صحابی نے بھی فسخ الحج بالعمرۃ پر عمل نہیں کیا۔ کم از کم بیان جواز کے لئے تو کسی کو عمل کرنا چاہیے تھا۔ لیکن عمل نہ کرنا عدم جواز پر دلالت کرتا ہے۔ اور عروہ کا اتنے کثیر صحابہؓ اور خلفاء کے عمل کو پیش کرنا اجماع کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

۲۸۵۹۔ وبرۃ فرماتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے آکر عرض کیا کہ کیا میں موقف (عرفات کے میدان میں) جانے سے قبل طواف کرسکتا ہوں۔ تو آپؓ نے فرمایا ہاں۔ اس پر اس نے کہا کہ ابن عباسؓ تو فرماتے ہیں کہ عرفات میں آنے سے قبل طواف نہ کر۔ تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے تو موقف میں آنے سے قبل طواف کیا تھا۔ اگر تو سچا ہے تو بتا کہ حضور ﷺ کا فرمان زیادہ قابل عمل ہے یا ابن عباسؓ کا قول؟ (مسلم)۔

فائدہ: ابن عباسؓ نے اس لئے روکا کہ طواف کرنے سے محرم حلال ہوجاتا ہے خواہ حاجی ہو یا غیر حاجی (عمرہ کرنے والا) یعنی ان کے نزدیک محرم کو اختیار ہے کہ خواہ وہ طواف کرکے حلال ہوجائے (یعنی فسخ الحج بالعمرۃ کرلے) یا موقف سے قبل طواف نہ کرکے محرم باقی رہے۔ بہرحال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی فسخ الحج بالعمرۃ جائز ہے۔ حالانکہ اس پر بھی ابن عمرؓ نے رد فرمایا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ابن قیم فسخ الحج بالعمرۃ کے وجوب پر بضد ہیں۔ واللہ ھو الھادی۔

باب قارن دو طواف اور دو سعی کرے

۲۸٦۰۔ حضرت علیؓ کے بارے میں مروی ہے کہ آپؓ نے حج قران کیا اور دو طواف اور دو سعی کیں اور یہ بھی بیان کیا کہ حضور ﷺ نے ایسے کیا تھا۔ (نسائی فی مسند علی)۔ اس کے راوی توثیق کردہ شدہ ہیں۔

۲۸٦۱- عن حماد بن عبدالرحمن الانصاری، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ، قال: طُفْتُ مَعَ أَبِيْ وَقَدْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَطَافَ لَهُمَا طَوَافَيْنِ، وَسَعٰى لَهُمَا سَعْيَيْنِ، وحدثني: أَنَّ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ فَعَلَ ذَاكَ، وَحَدَّثَهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ ذٰلِكَ- اخرجه النسائی فی "سننه الكبرى"، و سنده حسن- (فتح القدیر۲-٤١٥)-

۲۸٦۲- اخبرنا ابو حنيفة، ثنا منصور بن المعتمر، عن ابراهيم النخعی، عن ابی نصر السلمي، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: إِذَا أَهْلَلْتَ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَطُفْ لَهُمَا طَوَافَيْنِ، واسْعَ لَهُمَا سَعْيَيْنِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ- قَالَ مَنْصُوْرٌ: فَلَقِيْتُ مُجَاهِدًا وَهُوَ يُفْتِيْ بِطَوَافٍ وَاحِدٍ لمن قرن، فَحَدَّثْتُهُ بِهٰذَاالْحَدِيْثِ، فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ سَمِعْتُهُ لَمْ أُفْتِ إِلَّا بِطَوَافَيْنِ، وَأَمَّا بَعْدَهُ فَلَا أفتي إِلَّا بِهِمَا- اخرجه محمد فی "الآثار" (۵۰)- و فی "فتح القدیر" (۲:٤١٦): لا شبهة فی هذاالسند اھ- وقد رواه الدارقطني في "سننه" ايضا، وقد احتج به مجاهد، وترك به قوله الاول، وهو امام مجتهد، فاخذه به تصحيح له كما اصلناه فی المقدمة فلتراجع،

۲۸٦۱- ابراہیم بن محمد بن الحنفیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے ساتھ طواف کیا جبکہ آپ کا حج قران تھا- آپ نے دو طواف اور دو سعی کیں- اور والد صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت علیؓ نے ایسے ہی کیا تھا- اور ان سے حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا- (سنن کبریٰ للنسائی) اس کی سند حسن ہے- (فتح القدیر)-

۲۸٦۲- علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ جب تو حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھے (یعنی قارن ہو) تو ان دونوں (حج و عمرہ) کے لئے دو طواف اور دو سعی کر- منصور راوی کہتے ہیں کہ پھر میں مجاہدؒ سے ملا جو قارن کے لئے ایک طواف کا فتویٰ دیتے تھے، میں نے ان سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے فرمایا اگر میں نے یہ حدیث پہلے سنی ہوتی تو دو طوافوں کا ہی فتویٰ دیتا- آج کے بعد میں دو طوافوں کا ہی فتویٰ دوں گا- (کتاب الآثار امام محمد)- فتح القدیر میں ہے کہ اس کی سند میں کوئی شبہ نہیں ہے- دار قطنی نے بھی اس کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے- مجاہد نے اس کو حجت بناتے ہوئے اپنے پہلے قول (ایک طواف و ایک سعی) کو ترک فرما دیا اور مجاہد امام مجتہد ہیں اور امام مجتہد کا اس کو حجت بنانا اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے- ابو عمر تمہید میں ابو نصر عن علیؓ کی یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اعمش نے ابراہیم اور مالک بن حارث سے اور انہوں نے عبدالرحمن بن اذینہ سے روایت کیا ہے اور یہ سند عمدہ ہے (جوہر النقی)- میں کہتا ہوں کہ طحاوی نے بھی اعمش والی سند کی معانی الآثار (۱-٤۰٦) میں تخریج کی ہے اور وہ بھی عمدہ سند ہے-

وابونصرالسلمی ذکره ابن خلفون فی الثقات، کما فی "تعجیل المنفعة"(۵۲۳)۔ وذکر ابن عمر فی "التمهید" حدیث ابی نصر عن علی، ثم قال: وروی الاعمش هذاالحدیث عن ابراهیم، وسالك بن الحارث عن عبدالرحمن بن اذینة، قال: سالت علیا فذکره، وهذا اسناد جید۔ (الجوهر النقی ۱:۳۴۲)۔ قلت: وقد اخرج الطحاوی سند الاعمش فی "معانی الآثار" له وهو سند جید(۱:۴۰۶)۔

۲۸۶۳- ثنا هشیم، عن منصور بن زاذان، عن الحکم، عَنْ زِیَادِبْنِ مَالِكٍ: أَنَّ عَلِیًّا وَابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا: اَلْقَارِنُ یَطُوْفُ طَوَافَیْنِ۔ اخرجه ابن ابی شیبة، و سعید بن منصور، ورجال هذاالسند ثقات، و زیاده بن مالك ذکره ابن حبان فی الثقات۔ (الجوهر النقی ۱:۳۴۲)۔ قلت: والحدیث ذکره الزیلعی فی "نصب الرایة"(۱:۵۲۵): والحافظ فی الدرایة(۲۰۴) فزاد و یسعی سعیین اه و فی معانی الآثار(۱-۴۰۶)بطریق سعید بن منصور بسنده قَالَا:اَلْقَارِنُ یَطُوْفُ طَوَافَیْنِ، وَ یَسْعٰی سَعْیَیْنِ۔

۲۸۶۴- عن حماد بن سلمة، عن حماد بن ابی سلیمان، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخْعِیِّ: اَنَّ الصُّبَیَّ بْنَ مَعْبَدٍ قَرَنَ بَیْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافَیْنِ، وَسَعٰی سَعْیَیْنِ، وَلَمْ یَحِلَّ بَیْنَهُمَا وَاَهْدٰی۔ وَاَخْرَجَهُ بِذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: هُدِیْتَ لِسُنَّةِ نَبِیِّكَ ﷺ۔ رواه ابن حزم فی "المحلی"۔ (الجوهر النقی ۱-۳۴۳)۔ والاسناد المذکور حسن کما لا یخفی۔

فائدہ: امام محمد مجتہد کا اس سے استدلال کرنا بھی اس کی صحت کی دلیل ہے اور عبدالرحمٰن بن اذینہ کا تابع بھی موجود ہے۔

۲۸۶۳۔ زیاد بن مالک سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ قارن دو طواف کرے (مصنف ابن ابی شیبہ، سعید بن منصور) اس سند کے راوی ثقہ ہیں اور زیاد بن مالک کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے (جوہر نقی)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث نصب الرایہ (ج:۱، صفحہ ۵۲۵) اور درایہ (صفحہ ۲۰۴) میں بھی ہے۔ اور انہوں نے یہ الفاظ زیادہ ذکر کئے ہیں کہ دو سعی بھی کرے۔ اور شرح معانی الآثار میں سعید بن منصور کے طریق میں ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ قارن دو طواف اور دو سعی کرے۔

۲۸۶۴۔ ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ صبی بن معبد نے حج قران کیا اور ان کے لئے دو طواف اور دو سعی کیں، ان دونوں طوافوں کے درمیان آپ نے احرام نہیں کھولا۔ اور آپ اپنے ساتھ قربانی کا جانور بھی لائے تھے۔ جب یہ بات عمر بن خطابؓ سے کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ تجھے نبی کی سنت کی ہدایت کی گئی ہے (یعنی تو نے سنت پر عمل کیا ہے)۔ اسے ابن حزم نے محلی میں بیان کیا ہے (الجوہر

- محدث لا يسقط من اول الاسناد الا من لا حاجة الى ذكره، ولم يعله ابن التركماني الا
بما فيه من ارسال النخعي، فانه لم يدرك عمر ولا الصبي، ثم اجاب بما حاصله ان مراسيل
النخعي عندهما صحاح اهـ والحديث اخرجه ابو حنيفة الامام في "مسنده" (۱۲۱،۱۲۲):
عن حماد بن ابي سليمان هكذا واطول منه- (فتح القدير۲:۴۱۵)-

۲۸۶۵- ثنا ابو محمد بن صاعد، ثنا محمد بن يحيى الازدي، ثنا عبدالله بن داود، عن
شعبة، عن حميد بن هلال، عن مطرف، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضي الله عنه: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ طَافَ طَوَافَيْنِ،
وَسَعَى سَعْيَيْنِ- اخرجه الدارقطني في "سننه" ، ثم قال: ان محمد بن يحيى حدث بهذا من
حفظه، فوهم في متنه، والصواب بهذاالاسناد انه عليه السلام قرن الحج والعمرة،وليس فيه
ذكر الطواف والسعي، وقد حدث به محمد بن يحيى على الصواب مرارا، يقال: انه رجع عن
ذكر الطواف والسعي، قال ابن التركماني: قوله: "حدث به من حفظه فوهم" لم ينسبه الى
احد ممن يعتمد عليه، وكذا قوله: ويقال: انه رجع عنه- والظاهر ان المراد انه سكت عنه، واذا
ذكر هذه الزيادة مرة و سكت عنها مرة لعذر لا تترك الزيادة، ولو كان في الحديث علة
اخرى غير هذا لذكره الدارقطني ظاهرا اهـ- (الجوهر النقي۱:۳۴۳)- و قال ابن الهمام: ومحمد
بن يحيى هذا قال الدارقطني: ثقة، وذكره ابن حبان في كتاب الثقات، والحاصل انه ثقة، ثبت
عنه انه ذكر زيادة على غيره، والزيادة من الثقة مقبولة اهـ- (فتح القدير۲:۴۱۶)-

۲۸۶۶- ثنا حفص بن غياث، عن حجاج، عن الحكم، عن عمرو، عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ
عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: إِذَا قَرَنْتَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَطُفْ طَوَافَيْنِ، وَاسْعَ سَعْيَيْنِ-
اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه"- (نصب الراية۱:۵۲۵)- و فيه الحجاج بن ارطاة متكلم

(نخعی)۔اس کی سند حسن ہے اور مراسیل ابراہیم نخعی صحیح ہیں۔اور یہ حدیث امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنی مسند میں بیان کی ہے۔

۲۸۶۵۔ عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دو طواف اور دو سعی کیں (سنن دارقطنی)۔محمد بن یحییٰ کو دارقطنی نے ثقہ کہا ہے۔اور ثقہ کی زیادتی معتبر ہے (فتح القدیر)

۲۸۶۶۔ حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ جب تو حج قران کرے تو دو طواف اور دو سعی کر (مصنف ابن ابی شیبہ)۔حجاج بن ارطاۃ حسن الحدیث ہیں اور باقی راوی ثقہ ہیں اور اس اثر کو حافظ نے درایہ میں ذکر کر کے اس پر سکوت کیا ہے۔(لہٰذا یہ اثر کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قارن کو دو طواف اور دو سعی کرنی چاہیے نیز ثقہ راویوں کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے دو طواف کیے ہیں یہ اثبات زیادتی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے، نیز مثبت نافی سے راجح ہوتی ہے اور جن راویوں نے ایک طواف کا ذکر کیا

فیه، وهو حسن الحدیث کما مر غیر مرة، والباقون ثقات معروفون، والاثر ذکره الحافظ في "الدرایة" و سکت عنه (۲۰٤)۔

بَابُ اِخْتِصَاصِ الْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ بِمَنْ كَانَ خَارِجَ الْمَوَاقِيْتِ وَوُجُوْبِ الْهَدْيِ عَلَى الْمُتَمَتِّعِ وَالْقَارِنِ

۲۸٦۷- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ؟ فَقَالَ: اَهَلَّ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَاَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَاَهْلَلْنَا، اِلٰى اَنْ قَالَ بَعْدَ ذِكْرِ التَّمَتُّعِ

ہے ممکن ہے کہ انہوں نے دوسرا طواف کرتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔ لیکن عدم رؤیت عدم طواف کو مستلزم نہیں۔ باقی دخلت العمرة في الحج والی دلیل کئی معانی کی محتمل ہے جو غیر صریح ہونے کی وجہ سے مذکورہ بالا صریح دلائل کی معارض نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح یہ بھی یاد رکھیں کہ حضرت عائشہؓ بھی قارن نہیں تھیں کیونکہ حدیث بخاری میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے حیض آجانے پر فرمایا کہ "دعي عمرتک" کہ اپنا عمرہ چھوڑ دو۔ اور حج کا احرام باندھ لو۔ پھر بعد میں آپؓ نے تنعیم سے عمرہ قضاء ادا فرمایا، اس پر مزید دلیل یہ ہے کہ اگر آپ قارن یا متمتع (اصطلاحی) ہوتیں تو آپ پر یقیناً بالاتفاق آیت قرآنی ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ کی وجہ سے اور امت کے اجماع کی وجہ سے ہدی واجب ہوتی۔ لیکن بخاری میں صراحت ہے کہ آپؓ فرماتی ہیں کہ مجھ پر نہ ہدی، صدقہ واجب نہ ہوا، اور یہی حق ہے اور اس سے تمام اختلافی روایات جمع ہوجاتی ہیں اور ان میں تطبیق ہوجاتی ہے۔ نیز مسلم میں ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپؓ روتی ہوئیں حضور ﷺ کے پاس تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے کیا ہوا تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ "منعت العمرة" کہ آپ نے عمرہ سے روک دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کیا ہوا پھر آپ ﷺ نے فرمایا "فکوني في حجک فعسی الله ان یرزقکیها" کہ آپؓ اب اپنے حج میں ہوجائیں اور شاید اللہ تجھے عمرہ بھی عنایت کردے۔ یہ اس بات میں صریح ہے کہ وہ عمرہ کرنے سے روک دی گئی تھیں اور قارن نہ تھیں۔ باقی یسعک طوافک لحجک و عمرتک کے الفاظ میں عبداللہ بن طاؤس عن ابیہ کا تفرد ہے اور مجاہد کا عائشہؓ سے سماع بھی مختلف فیہ ہے جو کہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایات کے معارض نہیں بن سکتے۔

باب تمتع اور قران صرف ان لوگوں کے لئے خاص ہے جو مواقیت سے باہر رہتے ہوں اور متمتع اور قارن پر ہدی واجب ہے

۲۸٦۷۔ ابن عباسؓ سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر مہاجرین، انصار، امہات المؤمنین نے اور ہم نے حج احرام باندھا تھا۔ (حج تمتع کے ذکر کے بعد فرمایا) جب ہم مناسک حج سے فارغ ہوگئے تو ہم نے آکر بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی۔ اس طرح ہمارا حج پورا ہوگیا اور قربانی ہم پر واجب ہوگئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "جو کچھ قربانی کا جانور میسر ہو تو اسے ذبح کرے اور جسے قربانی کی استطاعت نہ ہو تو تین دن روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے گھر واپس ہونے پر رکھے"۔ قربانی میں بکری بھی کافی ہے۔ لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں ایک ہی سال میں ایک ساتھ کیے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ

ثم فرغنا من المناسك جئنا، فطفنا بالبيت وبالصفا والمروة، فقد تم حجنا، وعلينا الهدي، كما قال تعالى: ﴿فما استيسر من الهدي فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام في الحج وسبعة إذا رجعتم﴾ إلى أمصاركم، الشاة تجزئ، فجمعوا نسكين في عام بين الحج والعمرة، فإن الله تعالى أنزله في كتابه، وسنة نبيه ﷺ، وأباحه للناس غير أهل مكة، قال الله: ﴿ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام﴾، وأشهر الحج التي ذكره الله تعالى: شوال، وذو القعدة، وذو الحجة، فمن تمتع في هذه الأشهر فعليه دم أو صوم۔ الحديث اخرجه البخاري۔ (فتح الباري ۳-۴۸۰)۔

۲۸۶۸- حدثنا ابن بشار، ثنا عبدالرحمن، ثنا عبدالله بن المبارك، عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر، عن مكحول: ﴿ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام﴾ قال: من كان دون المواقيت حدثنا المثنى، ثنا سويد، اخبرنا ابن المبارك باسناده مثله، الا انه قال: ما كان دون المواقيت الى مكة۔ اخرجه الامام ابن جرير الطبري في تفسيره(۲:۱۹٤)۔ واسناده حسن صحيح۔

۲۸۶۹- حدثنا الحسن بن يحيى، قال: اخبرنا عبدالرزاق، عن معمر، عن رجل، عن

نے خود اپنی کتاب میں یہ حکم نازل کیا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر خود عمل کر کے تمام لوگوں کے لئے مباح قرار دیا تھا۔ لیکن مکہ والوں کے لئے یہ جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ذٰلِکَ لِمَنْ لَّمْ یَکُنْ اَھْلُہٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ یعنی یہ (تمتع اور قران) اس شخص کے لئے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام کے قرب ونواح میں نہ رہتے ہوں اور حج کے جن مہینوں کا قرآن میں ذکر ہے وہ شوال، ذی قعدہ اور ذوالحجہ ہیں۔ تو جو شخص ان مہینوں میں عمرہ کر کے حج کرے گا اس پر قربانی واجب ہوگی یا روزے۔ (بخاری)۔

فائدہ: قرآن کی آیت اور اس حدیث میں واضح طور پر اشارہ ہے کہ دونوں یعنی حج اور عمرہ کے اعمال ایک ہی سال اشہر حج میں بجالانا مکیوں کے لئے جائز نہیں۔ یہ صرف آفاقیوں (میقات سے باہر رہنے والوں) کے لئے جائز ہے۔ اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمتع یا قران کرنے والوں پر قربانی واجب ہے۔

۲۸۶۸۔ مکحول فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی یہ آیت ﴿ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام﴾ میں مسجد حرام کے حاضرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو مواقیت کے اندر رہتے ہیں اور ابن المبارک فرماتے ہیں کہ مواقیت سے لے کر مکہ تک رہنے والے لوگ مراد ہیں۔ (تفسیر طبری)۔ اس کی سند حسن صحیح ہے۔

۲۸۶۹۔ عطاء فرماتے ہیں کہ جس کے اہل وعیال مواقیت کے اندر رہتے ہیں وہ مکیوں کی طرح ہے۔ وہ تمتع اور قرآن نہ

عَطَاءٍ، قَالَ: مَنْ كَانَ اَهْلُهُ دُوْنَ الْمَوَاقِيْتِ فَهُوَ كَاَهْلِ مَكَّةَ لَا يَتَمَتَّعُ۔ اخرجه ابن جرير ايضا في تفسيره، و فيه رجل لم يسم، وقد ذكرناه اعتضادا۔

۲۸۷۰- اخبرنا ابو حنيفة، عن حماد، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، فِيْ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ اِعْتَمَرَ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ، ثُمَّ حَجَّ مِنْ عَامِهٖ ذٰلِكَ قَالَ: لَيْسَ عَلَيْهِ هَدْيٌ لِمُتْعَتِهٖ۔ اخرجه محمد في "الآثار" (۵۲)۔ وَقَالَ: وَبِهٖ نَاْخُذُ، وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَذٰلِكَ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ اھ۔

بَابُ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْقَارِنُ اَوِ الْمُتَمَتِّعُ الْهَدْيَ فَعَلَيْهِ صِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ آخِرُهَا عَرَفَةُ فَاِنْ فَاتَتْهُ فَعَلَيْهِ الْهَدْيُ وَلَا يَصُوْمُ اَيَّامَ التَّشْرِيْقِ

۲۸۷۱- عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ ﷺ، قَالَ: اَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ اَنْ اُنَادِيَ اَيَّامَ مِنًى: اِنَّهَا

کرے (تفسیر طبری)۔ اس میں ایک راوی ایسے ہیں جن کا نام نہیں لیا گیا لیکن ہم نے اس حدیث کو بطور تائید کے ذکر کیا ہے۔

فائدہ: یہاں تمتع سے مراد تمتع لغوی ہے جو حج قران اور حج تمتع دونوں کو شامل ہے۔

۲۸۷۰۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مکی اشہر حج میں عمرہ کر کے پھر اسی سال حج بھی کرے تو اس تمتع کی بنا پر اس پر قربانی نہیں۔ (کتاب الآثار)۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تمتع اور قران ان لوگوں کے لئے جائز ہے جن کے گھر والے مسجد حرام میں نہ رہتے ہوں۔

فائدہ: اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ مکیوں پر حج تمتع اور حج قران کرنے کی صورت میں دمِ تمتع اور دمِ قران نہیں (مغنی۔۳۔۵۰۲) لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اس پر دمِ جبر ہے یا نہیں تو امام اعظمؒ کے ہاں اس پر دم جبر ہے۔

باب اگر قارن اور متمتع کے پاس ھدی کی طاقت نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے ایام حج میں رکھے ان میں سے تیسرا روزہ عرفہ کے دن کا ہو۔ اگر یہ تین روزے رہ جائیں تو اس پر ہدی واجب ہو جائے گی اور ایام تشریق میں روزے نہیں رکھ سکتا

۲۸۷۱۔ سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں منیٰ کے دنوں میں یہ اعلان کردوں کہ یہ (یعنی ایام تشریق) کھانے اور پینے کے دن ہیں، ان میں روزہ رکھنا درست نہیں۔ (مسند احمد، بزار)۔ مجمع الزوائد میں ہے کہ ان دونوں کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ (نیل) اور طحاوی میں یہ الفاظ ہیں کہ یہ کھانے پینے اور جماع کے دن ہیں۔ اور ابن ماجہ اور ابن حبان کے الفاظ ہیں کہ "بعال" عورتوں سے ہم بستری کرنا ہے۔

...مُ أَكْلٍ وَّشَرَابٍ، وَلَا صَوْمَ فِيهَا، يَعْنِىْ أَيَّامَ التَّشْرِيْقِ۔ رواه احمد، والبزار۔ وقال فى مجمع الزوائد": رجالهما رجال الصحيح۔ (نيل الاوطار٤-١٤٤)۔ ولفظ الطحاوى: إنَّها ...مُ أَكْلٍ وَ شُرْبٍ وَبِعَالٍ۔(١-٤٢٨)۔ ولفظ ابن ماجة وابن حبان عن ابن عباس رضي الله عنه: وَالْبِعَالُ ...غ النِّسَاء۔ (نيل٤:١٤٤)۔

٢٨٧٢- حدثنا محمد بن خزيمة، ثنا حجاج بن المنهال، ثنا حماد بن سلمة، انا حجاج، عن عمرو بن شعيب، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: إِنَّ رَجُلًا أَتٰى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَوْمَ النحر، فَقَالَ: يَا أَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ! إِنِّىْ تَمَتَّعْتُ وَلَمْ أُهْدِ وَلَمْ أَصُمْ فِى الْعَشَرِ، فَقَالَ: سَلْ فِىْ قَوْمِكَ؟ ثُمَّ قَالَ: يَا مُعَيْقِيْبُ! أَعْطِهٖ شَاةً۔ رواه الطحاوى (٤٣١:٤) و سنده حسن۔

٢٨٧٣- عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَهٗ وَأَوْسَ بْنَ الْحَدَثَانِ أَيَّامَ التَّشْرِيْقِ، فَنَادَيَا: أَنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَأَيَّامُ مِنًى أَيَّامُ أَكْلٍ وَّشُرْبٍ۔ رواه احمد و مسلم۔ (نيل الاوطار٤-٢١)۔

٢٨٧٤- عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهٗ قَالَ لِابْنِهٖ عَبْدِاللّٰهِ فِىْ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ: إِنَّهَا الْأَيَّامُ الَّتِىْ

فائدہ: امام طحاوی نے جو کہ اس فن میں ید طولی رکھتے ہیں، سولہ صحابہؓ سے ایام تشریق میں روزہ رکھنے سے نہی اور منع کی حدیث روایت کی ہے اور پھر چونکہ یہ منادی تمام حاجیوں کے لئے کرائی گئی تھی جس میں قارن اور متمتع بھی تھے اور ان کا استثناء بھی نہیں کیا گیا تو معلوم ہوا کہ قارن اور متمتع بھی روزے نہیں رکھ سکتے۔

۲۸۷۲۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ ایک آدمی دس ذی الحجہ کو حضرت عمرؓ کے پاس آ کر کہنے لگا اے امیر المؤمنین! میں نے تمتع کیا ہے اور میرے پاس ہدی بھی نہیں ہے اور میں روزے بھی نہ رکھ سکا تو آپ نے فرمایا اپنی قوم میں سے کسی سے (قربانی کا جانور) مانگ، پھر آپ نے فرمایا اے معیقیب اسے بکری دے دو۔ (طحاوی)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین روزے فوت ہو جانے پر ہدی متعین ہو جاتی ہے۔ ورنہ حضرت عمرؓ اس شخص سے ...کہتے کہ ایام تشریق میں روزے رکھ لے۔

۲۸۷۳۔ کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اسے اور اوس بن حدثان کو ایام تشریق میں بھیجا کہ یہ اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مسلمان داخل ہوگا اور منیٰ کے دن کھانے اور پینے کے دن ہیں۔ (احمد و مسلم)۔

۲۸۷۴۔ عمرو بن العاص کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے سے ایام تشریق کے بارے میں فرمایا کہ یہ وہ دن ہیں۔ جن میں حضور ﷺ نے روزے رکھنے سے منع فرمایا اور ان میں روزہ نہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ (ابوداؤد، ابن المنذر)۔ ابن خزیمہ، اور ابن

نَهى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَوْمِهِنَّ، وَاَمَرَ بِفِطْرِهِنَّ، اخرجه ابو داود، وابن المنذر، وصححه ابن خزيمة، والحاكم۔ (فتح البارى ٤-٢١١)۔

٢٨٧٥- اخبرنا ابو حنيفة، عن حماد، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، فِيْ الرَّجُلِ يَفُوْتُهٗ صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فِيْ الْحَجِّ قَالَ: عَلَيْهِ الْهَدْيُ، لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَوْ اَنْ يَبِيْعَ ثَوْبَهٗ۔ اخرجه محمد فى "الآثار" له۔(٥٢)۔ و سنده صحيح۔

حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام تشریق میں روزے بند رکھے جائیں۔ متمتع اور قارن بھی اس عموم میں داخل ہیں۔

۲۸۷۵۔ ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ اگر متمتع و قارن سے ایام حج کے تین دن کے روزے چھوٹ جائیں تو اس پر ہدی واجب ہو جاتی ہے، اگر چہ اسے کپڑے بیچ کر ہی کیوں نہ خریدنی پڑے۔ (کتاب الآثار امام محمدؒ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایام حج کے روزے چھوٹ جانے پر ہدی واجب ہو جاتی ہے اور ایام تشریق میں روزے نہیں رکھ سکتا۔ (۲) بعض لوگوں نے کہا ہے کہ متمتع کے پاس ہدی کی طاقت نہ ہو اور وہ یوم عرفہ تک تین روزے بھی نہ رکھ سکا ہو تو اس کے لئے ایام تشریق یعنی گیارہ بارہ تیرہ تاریخ کو روزے رکھنا جائز ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ اگر متمتع کے پاس ہدی نہ ہو تو وہ یوم عرفہ تک روزے رکھے اور اگر وہ روزے بھی نہ رکھ سکا اور ہدی بھی اس کے پاس نہیں تو وہ ایام منیٰ میں (گیارہ، بارہ، تیرہ کو) کو روزے رکھ لے اور اسی طرح قرآن کی آیت ﴿فصيام ثلاثة ايام فى الحج﴾ میں فی الحج عام ہے جو ماقبل یوم النحر اور مابعد یوم النحر دونوں کو شامل ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر سعد بن ابی وقاص، کعب بن مالک، اوس بن الحدثان، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن حذافہ، بشر بن سحیم، معمر بن عبداللہ عدوی وغیرہم ؓ کو حکم دیا کہ وہ اس بات کا اعلان کریں کہ قیام منیٰ میں روزے نہ رکھے جائیں۔ (طحاوی)۔ لہٰذا یہ حدیث مرفوع ہے قطعی طور پر لیکن افسوس ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کو اس کے مرفوع ہونے میں شک ہے اور حدیثِ عائشہؓ وابن عمرؓ جو اباحت میں ہے، کو مرفوع سمجھتے ہیں حالانکہ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ وہ ان دونوں حضرات کا عموم آیت سے استنباط ہے اور مرفوع نہیں۔ پھر امام ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ ایام تشریق میں روزے کی ممانعت کی احادیث متواتر ہیں۔ دیکھئے معانی الآثار طحاوی اور متواتر حدیث سے عموم آیت میں تخصیص درست ہے پھر عجیب اتفاق کہ خود جواز کے قائلین بھی اس میں تخصیص کر چکے ہیں، وہ اس طرح کہ بالاتفاق یوم نحر میں صوم تمتع ممنوع ہے حالانکہ وہ بھی ایام حج میں سے ہے بلکہ اس کا ایام حج میں سے شمار ہونا اولیٰ ہے بنسبت ایام تشریق کے تو جب حکم عام میں سے ایک فرد خاص کر لیا گیا تو اس کا عموم باقی افراد میں قطعی نہ رہا۔ اس کی مزید توضیح یہ ہے کہ قضاء رمضان کے بارے میں حکم ہے کہ ﴿فعدة من ايام اخر﴾ جو اپنے عموم کی وجہ سے سال کے تمام ایام اور ایام تشریق کو بھی شامل ہے۔ لیکن انہی مذکورہ بالا احادیث کی وجہ سے ہی اس آیت کے عموم میں تخصیص کی گئی ہے تو ثابت ہو گیا کہ بالاتفاق یہ احادیث متواتر ہونے کی وجہ سے آیت کے عموم کے لئے مخصص بن سکتی ہیں۔ لہٰذا فصیام ثلثة ایام میں ایام تشریق (ایام منیٰ) شامل نہ ہوں گے۔ الحمدللہ احناف کا یہی مسلک ہے۔

بَابُ طَرِيْقِ التَّمَتُّعِ وَاَنَّهُ مَعَ سَوْقِ الْهَدْيِ اَفْضَلُ مِنْهُ لِغَيْرِهٖ وَلَا يَحِلُّ الْمُتَمَتِّعُ سَائِقُ الْهَدْيِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ يَوْمَ النَّحْرِ

۲۸۷۶- عن الزهری ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ وَاَهْدٰى، فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَبَدَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ اَهَلَّ بِالْحَجِّ، وَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ، فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ اَهْدٰى فَسَاقَ الْهَدْيَ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُهْدِ، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَكَّةَ قَالَ لِلنَّاسِ: ﴿مَنْ كَانَ مِنْكُمْ اَهْدٰى فَاِنَّهُ لَا يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَجَّهُ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ اَهْدٰى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ، ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَلْيُهْدِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ﴾- وَطَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ قَدِمَ

باب حج تمتع کا طریقہ

تمتع میں ہدی ساتھ لانا، ہدی نہ لانے سے افضل ہے اور ہدی ساتھ لانے والا متمتع اس وقت تک احرام نہیں کھول سکتا جب تک کہ ہدی اپنی جگہ اور وقت پر ذبح نہ ہو جائے

۲۸۷۶۔ زہری، سالم کے واسطے سے ان کے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر حج کے ساتھ عمرہ بھی کیا اور ہدی بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ آپ ﷺ ذوالحلیفہ سے ہدی لے کر گئے تھے۔ حضور ﷺ نے پہلے عمرہ کے لئے احرام باندھا اور پھر حج کا احرام باندھا۔ لوگوں نے بھی حضور ﷺ کے ساتھ حج کے ساتھ عمرہ کا بھی احرام باندھا تھا۔ لیکن بہت سے لوگ اپنے ساتھ ہدی لے گئے تھے اور بہت سے لوگ نہیں لے گئے تھے۔ پھر جب حضور ﷺ مکہ تشریف لائے تو لوگوں سے کہا کہ تم میں سے جو شخص ہدی ساتھ لایا ہے، اس کے لئے حج کے پورا ہونے تک کوئی بھی ایسی چیز حلال نہیں ہو سکتی جو احرام کی وجہ سے اس پر حرام ہوئی ہے۔ لیکن جن کے ساتھ ہدی نہیں ہے وہ طواف اور سعی کر کے بال ترشوالیں اور حلال ہو جائیں (یعنی احرام کھول دیں) پھر حج کے لئے از سر نو احرام باندھیں اور قربانی کریں۔ اور جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو وہ تین دن کے روزے ایام حج میں اور سات روزے گھر واپسی پر رکھے، جب حضور ﷺ مکہ تشریف لائے تو سب سے پہلے طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیا، تین چکروں میں آپ ﷺ نے رمل کیا اور چار چکروں میں حسب معمول چلے۔ طواف پورا ہونے پر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی، سلام پھیر کر آپ صفا پہاڑی کی طرف آئے اور صفا مروہ کی سعی کی اور سات چکر لگائے جن چیزوں کو احرام کی وجہ سے اپنے پر حرام کر لیا تھا ان سے اس وقت تک حلال نہیں ہوئے جب تک حج پورا نہ کر لیا اور جب تک دس

مَكَّةَ، فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ، ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ مِنَ السَّبْعِ، وَمَشَى أَرْبَعَةَ أَطْوَافٍ، ثُمَّ رَكَعَ حِينَ قَضَى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ، فَأَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ، ثُمَّ لَمْ يَتَحَلَّلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى قَضَى حَجَّهُ، وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ، وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُولُ اللهِ مَنْ أَهْدَى فَسَاقَ الْهَدْيَ- وعن عروة عن عائشة مثل حديث سالم عن ابيه متفق عليه- (نيل الاوطار ٤-١٩٤)

٢٨٧٧- وَ فِيْ حَدِيْثِ جَابِرِ الطَّوِيْلِ عِنْدَ مُسْلِمٍ: حَتَّى إِذَا كَانَ آخِرُ طَوَافِهِ عَلَى الْمَرْوَةِ فَقَالَ: ﴿لَوْ أَنِّيْ اِسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِيْ مَااسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ، وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحِلَّ وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً﴾- الحديث-

بَابُ مَتٰى يَقْطَعُ الْمُتَمَتِّعُ وَالْمُعْتَمِرُ تَلْبِيَتَهُ

٢٨٧٨- عن ابن ابى ليلى، عن عطاء، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ

ذوالحجہ کو قربانی کا جانور بھی ذبح نہ کرلیا۔ پھر آپ ﷺ آئے اور بیت اللہ کا طواف کیا تو ہر وہ چیز حلال ہوگئی جو احرام کی وجہ سے حرام تھی۔ اور جو لوگ اپنے ساتھ ہدی لے کر گئے تھے انہوں نے بھی اسی طرح کیا جیسا کہ حضور ﷺ نے کیا۔ حضرت عروہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے اسی طرح کی حدیث روایت کرتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)۔

فائدہ: اس حدیث میں تمتع کی دونوں قسموں کا طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ حاجی اگر اپنے ساتھ ہدی نہ لایا ہو تو وہ عمرہ کر کے حلال ہوجائے پھر حج کے قریب حج کے لئے دوبارہ احرام باندھے۔ اور ہدی تمتع اس کے ذمہ واجب ہے۔ اور جو حاجی اپنے ساتھ ہدی لایا ہو وہ عمرہ کرنے کے بعد حلال نہیں ہوگا بلکہ حج کے بعد حلال ہوگا۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ تمتع مع سوق الہدی، تمتع من غیر سوق الہدی سے افضل ہے۔ اس لئے کہ (۱) حضور ﷺ خود سائق الہدایا تھے۔ اور (۲) سائق الہدی اپنے عمرہ سے حلال نہیں ہوتا جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ لہٰذا کثرت مشقت اس صورت میں پائی گئی لہٰذا یہ صورت افضل ہوگی۔ کیونکہ کثرت مشقت کثرت ثواب کو مستلزم ہے۔

۲۸۷۷۔ جابرؓ کی طویل حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے مروہ کا آخری چکر پورا کیا تو فرمایا اگر وہ بات مجھے پہلے معلوم ہوتی جو بعد میں معلوم ہوئی تو میں اپنے ساتھ ہدی نہ لاتا اور حج کے احرام کو عمرہ میں تبدیل کردیتا اور تم میں سے جو اپنے ساتھ ہدی نہ لایا ہو اسے چاہیے کہ اس احرام کو عمرہ کا احرام بنادے اور عمرہ کر کے حلال ہوجائے۔ (مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج تمتع میں ہدی اپنے ساتھ لانے والا عمرہ کے بعد حلال نہیں ہوتا جب کہ ہدی نہ لانے والا عمرہ کر کے حلال ہوجاتا ہے۔

۔ يُمْسِكُ عَنِ التَّلْبِيَةِ فِي الْعُمْرَةِ إِذَا اسْتَلَمَ الْحَجَرَ۔ رواه الترمذی و قال: حديث صحيح۔ (زيلعی ۱-۵۲٦)۔

۲۸۷۹- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ﴿يُلَبِّي الْمُعْتَمِرُ حَتّٰى يَسْتَلِمَ الْحَجَرَ﴾۔رواه ابوداود(۲-۱۰۰)، وسكت عنه، قال المنذری: واخرجه الترمذی و قال: حسن صحيح اه۔ و فی اسناده محمد بن عبدالرحمن بن ابی ليلی، و فيه مقال۔

۲۸۸۰- حدثنا اسامة بن زيد، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَبّٰى يَعْنِيْ فِيْ عُمْرَةِ الْقَضِيَّةِ حَتّٰى اِسْتَلَمَ الرُّكْنَ ۔ رواه الواقدی فی "كتاب المغازی"۔ (زيلعی ۱-۵۲٦)۔ قلت: اسامة بن زيد هذاهو الليثی، وروی له مسلم مقرونا، والبخاري تعليقا، واصحاب السنن۔ (تقريب۱۲)، والواقدی فيه كلام، وثقه بعضهم، وضعفه آخرون، وهو مقبول فی المغازی كما مر غير مرة۔

باب حج تمتع کرنے والا اور عمرہ کرنے والا تلبیہ کب بند کرے

۲۸۷۸۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ عمرہ میں جب حجر اسود کو بوسہ دیتے تو تلبیہ بند کر دیتے۔(ترمذی)۔امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(زیلعی)۔

فائدہ: امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر اہلِ علم کا اس پر عمل ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دے تو تلبیہ بند کر دے۔

۲۸۷۹۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا عمرہ کرنے والا حجر اسود کو بوسہ دینے تک تلبیہ پڑھتا رہے۔(ابوداؤد)۔امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔(لہٰذا ان کے ہاں یہ حدیث صحیح یا حسن ہوگی)۔منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ترمذی نے ذکر کر کے اسے صحیح کہا ہے۔

۲۸۸۰۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عمرہ قضا میں حجر اسود کو بوسہ دینے تک تلبیہ پڑھتے رہے۔(کتاب المغازی للواقدی ونصب الرایہ)۔مصنف علام فرماتے ہیں کہ اسامہ بن زید لیثی کی روایت کو امام مسلم نے مقرونا اور امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے اور اصحاب السنن نے بھی اسے روایت کیا ہے۔(تقریب)۔واقدی کو بعض نے ثقہ اور بعض نے ضعیف کہا ہے الغرض وہ مغازی میں مقبول ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ اور حج تمتع میں محرم جب حجر اسود کا بوسہ دے تو تلبیہ ختم کر دے اور یہ قولاً و فعلاً دونوں طرح سے حضور ﷺ سے ثابت ہے۔

بَابُ اَنَّ مِنْ شَرْطِ التَّمَتُّعِ الْاِعْتِمَارُ فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ الْحَجُّ مِنْ عَامِهٖ وَعَلَیْهِ مَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ وَاِنْ صَامَ فَاقِدُ الْهَدْیِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ بَعْدَ مَا اَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ قَبْلَ اَنْ یَطُوْفَ لَهَا جَازَ وَاِنْ صَامَهَا قَبْلَ الْاِحْرَامِ بِهَا لَمْ یَجُزْ

۲۸۸۱ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ: اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَاجِّ، فَقَالَ: اَهَلَّ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ، فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ، وَفِیْهِ: فَجَمَعُوْا نُسُکَیْنِ فِیْ عَامٍ وَاحِدٍ بَیْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَاِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَهٗ فِیْ کِتَابِهٖ، وَسُنَّةِ نَبِیِّهٖ، وَاَبَاحَهٗ لِلنَّاسِ غَیْرِ اَهْلِ مَکَّةَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ یَکُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾۔ وَاَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِیْ ذَکَرَهُ اللّٰهُ شَوَّالٌ، وَذُوالْقَعْدَةِ، وَذُوالْحِجَّةِ، فَمَنْ تَمَتَّعَ فِیْ هٰذِهِ الْاَشْهُرِ فَعَلَیْهِ دَمٌ اَوْ صَوْمٌ۔ اخرجه البخاری والبیهقی۔ (الدرالمنثور ۱: ۲۱۵)۔ و فیه ایضا: اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم، عن ابن عباس فی قوله: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ﴾ یَقُوْلُ: مَنْ اَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ اھ۔

باب اشہر حج میں عمرہ کرنا پھر اسی سال حج کرنا تمتع میں شرط ہے اور جو قربانی میسر ہو وہ متمتع پر واجب ہے اور جس متمتع کے پاس قربانی کی طاقت نہ ہو اور وہ عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد عمرہ کے طواف سے قبل تین روزے رکھ لے تو جائز ہے اور اگر عمرہ کے احرام سے قبل روزے رکھے تو جائز نہیں

۲۸۸۱۔ ابن عباسؓ سے طویل حدیث میں مروی ہے کہ ان سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر مہاجرین وانصار نے حج کا احرام باندھا پھر آپ نے طویل حدیث ذکر کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں کو ایک سال میں جمع کیا۔ کیونکہ اللہ نے خود اپنی کتاب میں یہ حکم نازل کیا تھا اور نبی کریم ﷺ نے خود اس پر عمل کر کے غیر مکی لوگوں کے لئے مباح قرار دیا تھا۔ (البتہ مکہ والوں کے لئے یہ جائز نہیں)۔ کیونکہ اللہ کا یہ فرمان ہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جن کے اہل وعیال مسجد حرام یا گردونواح کے رہنے والے نہ ہوں۔ اور حج کے جن مہینوں کا قرآن حکیم میں ذکر ہے وہ شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں، پس جو شخص ان مہینوں میں عمرہ اور حج دونوں کو کرے گا اس پر قربانی یا روزے واجب ہیں (بخاری، بیہقی)۔ اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ قرآن کی آیت ﴿فمن تمتع بالعمرة الی الحج﴾ سے مراد یہ ہے کہ جو اشہر حج میں عمرہ کرے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ اور حج کو اشہر حج میں کرنا تمتع کے لئے شرط ہے اور ایسے حاجی پر قربانی واجب ہے۔ یہ کہ تمتع کی اجازت مکہ والوں کو (یعنی جو میقات کے اندر رہتے ہیں) حاصل نہیں۔

۲۸۸۲- عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ قَالَ: سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا عَنِ الْمُتْعَةِ، فَاَمَرَنِیْ ـب، وَسَاَلْتُهٗ عَنِ الْهَدْیِ، فَقَالَ: فِیْهَا جَزُوْرٌ، اَوْ بَقَرَةٌ، اَوْ شَاةٌ، اَوْ شِرْكٌ مِنْ دَمٍ۔ متفق علیه۔ "مغنی" لابن قدامة(۳-۴۹۸)۔

۲۸۸۳- عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا، اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ: مَنِ اعتمر فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ فِیْ شَوَّالٍ، اَوْ ذِی الْقَعْدَةِ، اَوْ ذِی الْحِجَّةِ، قَبْلَ الْحَجِّ، ثُمَّ اَقَامَ بِمَکَّةَ حَتّٰی یُدْرِكَهُ الْحَجُّ، فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ اِنْ حَجَّ، وَعَلَیْهِ مَااسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ۔ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ، وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعَ۔ اخرجه مالك فی "الموطا" (۱۳۳)۔

۲۸۸۴- مالك، عن صدقة بن یسار، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا، اَنَّهٗ قَالَ: وَاللّٰهِ

۲۸۸۲۔ ابو جمرۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے مجھے اس کے کرنے کا حکم دیا اور میں نے ہدی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہدی میں اونٹ، گائے یا بکری یا اونٹ گائے میں حصہ داری شامل ہے۔(بخاری ومسلم)۔

۲۸۸۳۔ ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اشہر حج یعنی شوال یا ذوالقعدہ یا ذوالحجہ میں حج سے پہلے عمرہ کرے پھر مکہ میں ہی مقیم ہو جائے یہاں تک کہ حج کے دن آجائیں اور وہ اسی سال حج کرے تو متمتع ہے۔اور جو ہدی میسر ہو اس کا ذبح کرنا اس پر واجب ہے اور اگر ہدی کی طاقت نہ ہو تو ایام حج میں تین روزے رکھے اور گھر لوٹنے پر سات روزے رکھے۔(مؤطا امام مالک)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ اشہر حج میں کرنا اور پھر اس سال حج کرنا تمتع کے لئے ضروری ہے اور تمتع میں قربانی بھی واجب ہے اور قربانی کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں دس روزے رکھے۔ان میں سے تین روزے حج سے قبل اور عمرہ کے احرام کے بعد یعنی احرام بالعمرۃ ہی تمتع کا سبب ہے لہذا تمتع کا اثر اور موجب یعنی روزے بھی احرام بالعمرۃ کے بعد ہونے چاہئیں اور وجود سبب کے بعد وقت وجوب سے قبل روزے رکھنا درست ہوتا ہے۔جیسے تعجیل زکوۃ میں یعنی وجود نصاب (سبب) کے پائے جانے پر وقت وجوب (سال کے گزرنے) سے قبل زکوۃ دینا جائز ہے ایسے ہی کفارۂ قتل کی تعجیل۔نیز ابن عباسؓ سے سند حسن کے ساتھ تفسیر ابن جریر طبری میں یہ روایت مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ الصیام للمتمتع ما بین احرامه الی یوم عرفة(۲-۱۴۴)اور یہاں احرام سے مراد احرام بالعمرۃ ہی ہے کیونکہ احرام حج متمتع کے لئے منیٰ کی طرف روانگی کا وقت ہی مسنون ہے اور اس وقت سے لے کر عرفہ تک تین دن نہیں بنتے۔لہذا اس حدیث ابن عباسؓ میں احرام بالعمرۃ ہی مراد ہے اور مطلب حدیث کا یہ ہے کہ عمرہ کے احرام اور عرفہ کے درمیان تین روزے رکھے۔

۲۸۸۴۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ قسم بخدا! حج سے پہلے عمرہ کرنا اور ہدی ساتھ لے جانا مجھے زیادہ محبوب ہے اس بات سے کہ میں

لَاَنْ اَعْتَمِرَ قَبْلَ الْحَجِّ وَاُهْدِیَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَعْتَمِرَ بَعْدَ الْحَجِّ فِیْ ذِی الْحَجَّةِ۔ (الموطا ۲۳۰۔

۲۸۸۵- عَنْ نَافِعٍ: اَنَّهٗ خَرَجَ مَعَ ابْنِ عُمَرَ مُعْتَمِرَیْنِ فِیْ شَوَّالٍ، فَاَدْرَكَهُمَا الْحَجُّ وَهُمَا بِمَكَّةَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَنِ اعْتَمَرَ مَعَنَا فِیْ شَوَّالٍ ثُمَّ حَجَّ فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ، عَلَیْهِ مَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ۔ الحدیث، اخرجه الطبری فی تفسیره۔(۲۔۱۴۴)۔ وسنده صحیح۔

۲۸۸۶- حدثنا ابن حمید، ثنا هارون ، عن عنبسة، عن لیث، عَنْ عَطَاءٍ، فِیْ رَجُلٍ اِعْتَمَرَ فِیْ غَیْرِ اَشْهُرِ الْحَجِّ، فَسَاقَ هَدْیًا تَطَوُّعًا، فَقَدِمَ مَكَّةَ فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ، قَالَ: اِنْ لَمْ یَكُنْ یُرِیْدُ الْحَجَّ فَلْیَنْحَرْ هَدْیَهٗ، ثُمَّ لِیَرْجِعْ اِنْ شَاءَ۔ فَاِنْ هُوَ نَحَرَ الْهَدْیَ وَحَلَّ، ثُمَّ بَدَالَهٗ اَنْ یُقِیْمَ حَتّٰی یَحُجَّ، فَلْیَنْحَرْ هَدْیًا آخَرَ لِتَمَتُّعِهٖ، فَاِنْ لَمْ یَجِدْ فَلْیَصُمْ۔ حدثنا ابن حمید، ثنا هارون، عن عنبسة، عن ابن ابی لیلی مثله۔ اخرجه الطبری ایضا فی تفسیره(۲:۱۴۴)۔ و سنده حسن۔

۲۸۸۷- اخبرنا ابو حنیفة، عن حماد، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ، فِی الرَّجُلِ یَقْدَمُ مُتَمَتِّعًا فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَلَا یَطُوْفُ حَتّٰی یَدْخُلَ شَوَّالٌ، قَالَ: هُوَ مُتَمَتِّعٌ، لِاَنَّهٗ طَافَ (لِعُمْرَتِهٖ) فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ۔

ذوالحجہ میں حج کے بعد عمرہ کروں۔ (مؤطا مالک)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذوالحجہ میں حج کے بعد عمرہ کرنے سے تمتع نہیں ہوتا۔

۲۸۸۵۔ نافعؒ فرماتے ہیں کہ میں اور ابن عمرؓ شوال میں عمرہ کے لئے نکلے اور ابھی ہم مکہ ہی میں تھے کہ حج کے دن آ پہنچے تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جس نے ہمارے ساتھ شوال میں عمرہ کیا پھر حج کیا تو وہ متمتع ہے اور جو ہدی میسر ہوا سے ذبح کرنا اس پر واجب ہے۔ (تفسیر طبری)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۲۸۸۶۔ عطاءؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اشہر حج سے پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور نفلی ہدی ساتھ لے کر چلے اور مکہ اشہر حج میں پہنچے فرمایا کہ اگر تو وہ حج کا ارادہ نہیں رکھتا تو ہدی ذبح کردے اور اگر چاہے (عمرہ کر کے) واپس چلا جائے اور اگر وہ ہدی ذبح کرکے حلال ہوجائے، پھر اسے مکہ میں رہنا پڑ جائے حتیٰ کہ وہ حج کرے تو اسے چاہیے کہ تمتع کے لئے ایک اور قربانی دے اور اگر قربانی نہ ہو تو روزے رکھے۔ (تفسیر طبری)۔ اس کی سند حسن ہے۔

۲۸۸۷۔ ابراہیم نخعیؒ سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو حج تمتع کی نیت سے رمضان کے مہینے میں مکہ آتا ہے لیکن شوال میں ہی طواف کرتا ہے تو آپ نے فرمایا وہ متمتع ہے کیونکہ اس نے اپنے عمرہ کا طواف اشہر حج ہی میں کیا ہے۔ امام محمدؒ نے کتاب الآثار

اخرجه محمد فی "الآثار" و قال: وَبِهٖ نَاْخُذُ، عُمْرَتُهٗ فِی الشَّهْرِ الَّذِیْ یَطُوْفُ فِیْهِ، وَلَیْسَ فِی الشَّهْرِ الَّذِیْ یُحْرِمُ فِیْهِ، وهو قول ابی حنیفة اھ-(٥٦)-

باب الْمُتَمَتِّعُ غَیْرُ سَائِقِ الْهَدْیِ یُلِمُّ بِاَهْلِهٖ بَعْدَ مَا حَلَّ مِنْ عُمْرَتِهٖ بَطَلَ تَمَتُّعُهٗ فَاِنْ رَجَعَ وَحَجَّ مِنْ عَامِهٖ ذٰلِکَ لَمْ یَجِبْ عَلَیْهِ هَدْیُ الْمُتْعَةِ وَاِنْ خَرَجَ اِلٰی غَیْرِ بَلَدِهٖ وَاَهْلِهٖ فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ اِنْ حَجَّ مِنْ عَامِهٖ

۲۸۸۸- اخبرنا مالك، اَخْبَرَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ، اَنَّهٗ سَمِعَ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ یَقُوْلُ: مَنِ اعْتَمَرَ فِیْ شَوَّالٍ اَوْ ذِی الْقَعْدَةِ اَوْ فِیْ ذِی الْحَجَّةِ ثُمَّ اَقَامَ حَتّٰی یَحُجَّ فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ، قَدْ وَجَبَ عَلَیْهِ مَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ، اَوِ الصِّیَامِ اِنْ لَمْ یَجِدْ هَدْیًا، وَمَنْ رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ ثُمَّ حَجَّ فَلَیْسَ عَلَیْهِ شَیْءٌ- اخرجه محمد فی "الموطا"، وقال: وبهذا کله ناخذ، وهو قول ابی حنیفة والعامة من فقهاء نا اھ- (۲۱۳)-

فرمایا یہ حدیث روایت کر کے فرمایا یہی ہمارا مسلک ہے۔اس کا عمرہ اس مہینے میں سمجھا جائے گا جس مہینے میں وہ طواف کرتا ہے۔اور اس مہینے میں نہیں سمجھا جائے گا جس مہینے میں احرام باندھتا ہےاور یہی امام اعظم ابوحنیفہ کا قول ہے۔(کتاب الآثار)۔

<u>فائدہ</u>: ان تمام آثار و روایات سے معلوم ہوا کہ اشہر حج میں عمرہ اور اسی سال حج کرنا تمتع کے لئے شرط ہے۔اور متمتع پر قربانی واجب ہے۔عمرہ کا طواف اشہر حج میں ہونا شرط ہے اگرچہ احرام رمضان میں ہی باندھا ہو۔واللہ اعلم۔

باب ہدی ساتھ نہ لانے والا اگر عمرہ کر کے گھر چلا جائے تو اس کا تمتع باطل ہو جاتا ہے۔پھر اگر (گھر جا کر) واپس آ کر حج کرے تو اس پر ہدی تمتع واجب نہیں۔البتہ اگر وہ (عمرہ کر کے) کسی دوسرے شہر چلا جائے اور پھر اسی سال آ کر حج کرے تو وہ متمتع ہے

۲۸۸۸- یحیٰ بن سعید نے سعید بن المسیب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی شخص شوال یا ذیقعدہ یا ذوالحجہ میں عمرہ کر کے (مکہ میں) ٹھہر جائے اور پھر (اسی سال) حج کرے تو وہ متمتع ہے۔اور اس پر جو ہدی (قربانی کا جانور) میسر ہو سکے اس کی قربانی واجب ہے۔اگر ہدی میسر نہ ہو تو (دس) روزے اس پر واجب ہیں۔اور جو شخص (عمرہ کر کے) اپنے گھر لوٹ جائے اور پھر اسی سال حج کرے تو وہ متمتع نہیں۔اس پر قربانی بھی واجب نہیں ہے)۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی ہمارا اور امام ابوحنیفہؒ اور عام حنفی فقہاء کا مسلک ہے۔(موطا محمد)۔

<u>فائدہ</u>: عطاء، مجاہد، طاؤس اور ابراہیم نخعی رحمھم اللہ جیسے کبار تابعین کا بھی یہی مسلک ہے۔(احکام القرآن جصاص، طحاوی)۔

۲۸۸۹- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: إِذَا اعْتَمَرَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ أَقَامَ فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ، فَإِنْ رَجَعَ فَلَيْسَ بِمُتَمَتِّعٍ، اخرجه ابن ابی شیبة (الدرالمنثور ۱:۲۱۵)، واحتج به ابن قدامة في المغني (۳:۵۰۱)- فهو حسن او صحيح، و اقل من ان يكون صالحا-

۲۸۹۰- عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: مَنِ اعْتَمَرَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى بَلَدِهِ، ثُمَّ حَجَّ مِنْ عَامِهِ فَلَيْسَ بِمُتَمَتِّعٍ، ذَاكَ مَنْ أَقَامَ وَلَمْ يَرْجِعْ- اخرجه ابن ابی شیبة ایضا-(الدرالمنثور ۱:۲۱۶)- ولم اقف علی سنده و ذکرته اعتضاداً-

۲۸۹۱- اخبرنا ابوحنیفة، عن حماد، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، فِي الرَّجُلِ إِذَا أَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ فِي غَيْرِ أَشْهُرِ الْحَجِّ، ثُمَّ أَقَامَ حَتَّى يَحُجَّ أَوْ رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ ثُمَّ حَجَّ: فَلَيْسَ بِمُتَمَتِّعٍ، وَإِذَا أَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ، ثُمَّ حَجَّ فَلَيْسَ بِمُتَمَتِّعٍ، وَإِذَا اعْتَمَرَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، ثُمَّ أَقَامَ حَتَّى

۲۸۸۹- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص اشہر حج میں عمرہ کر کے وہیں ٹھہر جائے (اور پھر اسی سال حج کرے) تو وہ متمتع ہے اور اگر (عمرہ کر کے) اپنے گھر لوٹ جائے تو وہ متمتع نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) (الدرالمنثور)۔ مغنی میں ابن قدامہ نے اسے حجت بنایا ہے۔ پس یہ حدیث صحیح یا حسن ہے اور کم از کم حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

فائدہ: ہمارے (احناف) کے ہاں قول صحابی حجت ہے، خاص کر اس مسئلہ میں جو مدرک بالرائے نہ ہو پس یہ حکماً مرفوع ہے۔ اسی طرح ائمہ اربعہؒ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ رجوع سے تمتع باطل ہو جاتا ہے۔ البتہ معنی رجوع میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔ حنفیہ نے رجوع کا معنی یہ کیا ہے کہ وہ اپنے شہر لوٹ جائے ...... الغرض اس پر ائمہ اربعہ متفق ہیں کہ رجوع مبطل تمتع ہے۔ نیز قرآن پاک کی آیت ﴿ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام﴾ میں تمتع کو اہل مکہ کے لئے جائز نہیں رکھا۔ اس کی وجہ اہل مکہ کا اپنے اہل پر المام مع جواز الاحلال منہا ہے اور یہ معنی اس غیر مکی (آفاقی) میں بھی موجود ہے جو اپنے گھر چلا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عمرہ کر کے اپنے گھر جانے والا اسی سال حج کرے تو وہ متمتع نہ ہوگا۔

۲۸۹۰- عطاء فرماتے ہیں کہ جو شخص اشہر حج میں عمرہ کر کے اپنے شہر لوٹ جائے اور پھر اسی سال حج کرے تو وہ متمتع نہیں۔ متمتع وہ شخص ہے جو (عمرہ کر کے مکہ میں) ٹھہر جائے یعنی گھر نہ لوٹے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ (مصنف علام فرماتے ہیں کہ) مجھے اس کی سند پر اطلاع نہیں ہوئی۔ میں نے اسے محض تائید کے لئے پیش کیا ہے۔

۲۸۹۱- ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جو شخص اشہر حج کے علاوہ کسی اور مہینے (مثلاً رمضان) میں عمرہ کر کے وہیں ٹھہر جائے اور پھر اسی سال حج کرے یا اپنے گھر لوٹ جائے اور اسی سال حج کرے تو وہ متمتع نہیں۔ اور اگر وہ اشہر حج میں عمرہ کر کے اپنے گھر لوٹ جائے اور پھر اسی سال حج کرے تو وہ بھی متمتع نہیں۔ اور اگر وہ اشہر حج میں عمرہ کر کے وہیں ٹھہر جائے اور پھر حج کرے تو وہ متمتع ہے۔ (کتاب الآثار محمد) اس کی سند صحیح ہے۔

حَجَّ فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ۔ اخرجه محمد فی "الآثار"(۵۲)۔ و سنده صحیح۔

۲۸۹۲- عَنْ زَيْدِ الثَّقَفِيِّ رضی اللہ عنہ: أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: أَتَيْنَا عِمَارًا قَضَيْنَاهَا۔ ثُمَّ زُرْنَا الْقَبْرَ، ثُمَّ حَجَجْنَا، فَقَالَ: أَنْتُمْ مُتَمَتِّعُوْنَ۔ اخرجه السرخسی فی "المبسوط" ۱۸۴:۴)۔ واحتج به لابی حنیفة، ولم اقف له علی سند۔

بَابُ اَشْهُرِ الْحَجِّ وَكَرَاهَةِ الْإِحْرَامِ بِالْحَجِّ قَبْلَهَا وَبَعْدَهَا وَاِنْ اَحْرَمَ بِهٖ فِيْ غَيْرِهَا صَحَّ

۲۸۹۳- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ قَالَ: اَشْهُرُ الْحَجِّ: شَوَّالٌ، وَذُوْالْقَعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ۔ علقه البخاری، ووصله الطبری والدارقطنی من طریق ورقاء، عن عبداللّٰه بن دینار، عنه، والبیهقی من طریق عبداللّٰه بن نمیر عن عبیداللّٰه بن عمر، عن نافع عنه۔ قال الحافظ: والاسنادان صحیحان۔ (فتح الباری۳:۳۲۳)۔ ورواه الحاکم فی مستدرکه فی

۲۸۹۲۔ زید ثقفیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ہم عمرہ کی نیت سے آئے اور ہم نے عمرہ کر کے (مدینہ میں) روضہ اطہر کی زیارت کی پھر ہم نے (اسی سال) حج کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم متمتع ہو۔ (مبسوط سرخسی)۔ مبسوط نے اسے امام اعظم ابوحنیفہ کے لئے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ اور اس کی سند مجھے معلوم نہیں ہو سکی۔

فائدہ: (۱): صاحب مبسوط نے اسے امام ابوحنیفہؒ کی دلیل کے طور پر بیان کیا ہے اور سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بلاغات محمدؒ میں سے ہے اور بلاغات امام محمد ہمارے ہاں حجت ہیں۔ (۲) ان تمام آثار و روایات سے معلوم ہوا کہ تمتع کے لئے شرط ہے کہ عمرہ اور حج اشہر حج میں ایک ہی سفر میں ہوں۔ اگر عمرہ کر کے اپنے گھر آ جائے اور پھر حج کرے تو تمتع باقی نہیں رہتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر وہ اشہر حج میں عمرہ کر کے اپنے شہر آنے کی بجائے کسی دوسرے شہر چلا جائے تب بھی وہ متمتع ہی رہتا ہے خواہ وہ شہر دور ہو یا نزدیک جیسا کہ یہاں پر معلوم ہو رہا ہے کہ وہ مکہ سے مدینہ زیارت روضہ اطہر کے لئے گئے جو بعید اور خارج عن المیقات ہے لیکن ابن عباسؓ نے مدینہ کی طرف چلے جانے کو ان کے لئے مبطل تمتع نہیں کہا پس معلوم ہوا کہ وہ رجوع تمتع کو باطل کر دینے والا ہے جو اپنے اہل کی طرف ہو نہ کہ کسی دوسرے شہر کی طرف، رجوع خواہ نزدیک ہو یا دور۔ (۳) اس ساری تقریر سے معلوم ہوا کہ امام اعظمؒ تمام لوگوں میں سے اثر و حدیث کے تابع اور متبع ہیں اور قیاس سے سب سے زیادہ دور ہیں اس لئے اب آپ کو کثرت قیاس اور اتباع رائے سے وہی شخص متہم کر سکتا ہے جو آثار و احادیث سے جاہل ہو۔ (۴) اس اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سفر کیا کرتے تھے اور ائمہ مجتہدین اسے جانتے اور درست سمجھتے تھے اس لئے بعض لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ اسلاف کے زمانہ میں قبر شریف کی زیارت کے لئے سفر معمول بہ نہ تھا اور نہ ہی ائمہ مجتہدین اس سے واقف تھے۔

باب حج کے مہینوں کا بیان، حج کا احرام اشہر حج سے قبل یا بعد میں باندھنا جائز تو ہے مگر مکروہ ہے

۲۸۹۳۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حج کے مہینے یہ ہیں۔ شوال، ذیقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن۔ بخاری نے اسے تعلیقاً روایت کیا

تفسير سورة البقرة بطريق عبيدالله بن عمر، عن نافع عنه و قال: حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه۔ (بناية ۱:۸۰۰۱)۔

۲۸۹۴- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ اَنْ لَا يُحْرِمَ بِالْحَجِّ اِلَّا فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ۔ علقه البخاری، ووصله ابن خزيمة، والحاكم، والدارقطنی، من طريق الحاكم عن مقسم عنه، وابن جرير من وجه آخر عن ابن عباس، قال: لَا يَصْلُحُ اَنْ يُحْرِمَ اَحَدٌ بِالْحَجِّ اِلَّا فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ۔ (فتح البارى ۳۳۳:۳)۔

بَابُ اِذَا حَاضَتِ الْمَرْاَةُ عِنْدَالْاِحْرَامِ اِغْتَسَلَتْ وَاَحْرَمَتْ وَصَنَعَتْ كَمَا يَصْنَعُهُ الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفَ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرَ

۲۸۹۵- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ خَرَجْنَا لَا نَرٰى اِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ، فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا اَبْكِيْ، فَقَالَ: ﴿مَالَكِ؟ اَنُفِسْتِ؟﴾۔ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ﴿اِنَّ هٰذَاالْاَمْرَ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ، فَاقْضِيْ مَا يَقْضِي الْحَاجُّ، غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى

ہے۔اور طبری، دارقطنی اور بیہقی نے اسے اپنی اپنی سندوں سے موصولاً روایت کیا ہے اور حافظ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ دونوں سندیں صحیح ہیں اور حاکم نے مستدرک میں سورۃ البقرہ کی تفسیر میں یہ حدیث روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔(بنایہ)

۲۸۹۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں باندھا جائے۔بخاری نے اسے تعلیقاً روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ، حاکم، دارقطنی نے حاکم کے طریق سے اسے موصولاً روایت کیا ہے۔اور ابن جریر نے دوسری وجہ سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں ہی باندھنا درست ہے۔(طبری)۔

فائدہ: کراہت کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اشہر حج میں ہی احرام باندھا تھا۔لہذا اس سے قبل احرام باندھنا خلاف سنت ہے۔نیز اشہر حج سے قبل احرام باندھنے میں کثرت وقت کی وجہ سے کسی ممنوع چیز میں پڑنے کا امکان ہے۔

باب اگر احرام باندھتے وقت عورت حائضہ ہو تو وہ غسل کر کے احرام باندھے اور حج کے تمام افعال سرانجام دے مگر پاک ہونے تک طواف نہ کرے

۲۸۹۵۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حج ہی کی نیت سے نکلے تھے۔اور جب ہم سرف مقام پر پہنچے تو میں حائضہ ہوگئی اور حضور ﷺ تشریف لائے تو میں رو رہی تھی تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا ہے؟ کیا حیض آ گیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک فطری بات ہے جو اللہ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں پر لکھ دی ہے۔لہذا جو اعمال حاجی کرتا ہے تو بھی کر لیکن حیض سے پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔(بخاری ومسلم)۔

تَطْهُرِیْ﴾- اخرجه الشیخان- (زیلعی ۱-۵۳۰)-

۲۸۹۶- عن وکیع، ثنا سفیان، عن جابر، عن عبدالرحمن بن الاسود، عن ابیه، عَنْ حَبَشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَ: ﴿اَلْحَائِضُ تَقْضِیْ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا اِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَیْتِ﴾- رواه احمد، وابن ابی شیبة- (زیلعی ۱-۵۳۰)- و فیه جابر هو الجعفی مختلف فیه، و حدیث حسن تاید بالذی قبله-

بَابُ اِذَا حَاضَتِ الْمُتَمَتِّعَةُ قَبْلَ الطَّوَافِ وَلَمْ تَطْهُرْ اِلٰی یَوْمِ عَرَفَةَ رَفَضَتْ عُمْرَتَهَا وَبَطَلَتْ مُتْعَتُهَا وَعَلَیْهَا دَمٌ لِرَفْضِ الْعُمْرَةِ وَقَضَائُهَا

۲۸۹۷- عن عروة بن الزبیر، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَاَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ﴿مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْیٌ فَلْیُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ لَا یَحِلُّ حَتّٰی یَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِیْعًا﴾، فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَاَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَیْتِ وَلَا بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ: ﴿اُنْقُضِیْ

۲۸۹۶- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حائضہ عورت طواف کے علاوہ حج کے تمام اعمال سرانجام دے سکتی ہے۔ (احمد، ابن ابی شیبہ)۔ اس میں جابر جعفی مختلف فیہ ہے۔ پس حدیث حسن ہے۔ اور یہ حدیث پہلی صحیح حدیث سے مؤید ہے۔

فائدہ: یہ غسل احرام کے لئے ہے نہ کہ نماز کے لئے اور چونکہ طواف مسجد میں ہوتا ہے اور مسجد میں حائضہ کا داخلہ منع ہے اس لئے طواف مؤخر کرنے کا حکم ہوا۔

باب اگر حج تمتع کرنے والی عورت طوافِ عمرہ سے قبل ہی حائضہ ہو جائے اور یوم عرفہ تک وہ پاک نہ ہو تو وہ اپنا عمرہ چھوڑ دے اور عمرہ چھوڑنے کی وجہ اس پر دم اور قضاء واجب ہوگی اور اس کا تمتع باطل ہو جائے گا

۲۸۹۷- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقعہ پر نکلے پس ہم نے عمرہ کا احرام باندھا تھا پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے ساتھ ہدی لایا ہو تو وہ حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ پڑھے اور دونوں سے فارغ ہونے تک وہ احرام نہ کھولے۔ (ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ) جب میں مکہ پہنچی تو میں حائضہ تھی اور میں بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی نہ کرسکی اور اس کی شکایت میں نے حضور ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا سر کھولدے اور کنگھی کر (یعنی عمرہ کا احرام کھولدے) اور حج کا احرام باندھ کر تلبیہ پڑھ اور عمرہ چھوڑ دے تو میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب ہم نے حج کرلیا تو حضور ﷺ نے مجھے میرے بھائی عبدالرحمٰن کے ساتھ تنعیم تک بھیجا اور وہاں سے میں نے عمرہ کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عمرہ

رَاْسَكِ وَامْتَشِطِیْ، وَاَهِلِّیْ بِالْحَجِّ، وَدَعِی الْعُمْرَةَ﴾، فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَیْنَا الْحَجَّ اَرْسَلَنِی النَّبِیُّ ﷺ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ اِلَی التَّنْعِیْمِ، فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ: ﴿هٰذِهٖ مَکَانُ عُمْرَتِكِ﴾ الحدیث۔ رواہ البخاری۔ (فتح الباری ۳: ۳۳۰)۔

۲۸۹۸- عن حماد، عن ابراھیم، عن الاسود، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّهَا قَدِمَتْ مُتَمَتِّعَةً وَهِیَ حَائِضٌ، فَاَمَرَهَا النَّبِیُّ ﷺ، فَرَفَضَتْ عُمْرَتَهَا، فَاسْتَاْنَفَتِ الْحَجَّ، حَتّٰی اِذَا فَرَغَتْ مِنْ حَجِّهَا اَمَرَهَا اَنْ تَصْدُرَ اِلَی التَّنْعِیْمِ مَعَ اَخِیْهَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ۔ رواہ الامام ابو حنیفة وھذا سند صحیح، اخرجه ابو محمد البخاری فی "مسندہ" لابی حنیفة۔ (جامع المسانید ۱: ۵۵۳) و فی سندہ الی الامام من لم اعرفه، وذکرته اعتضادا۔

۲۸۹۹- ابو حنیفة، عن الھیثم، عن رجل، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَبَحَ لِرِفْضِهَا الْعُمْرَةَ بَقَرَةً۔ (عقود الجواھر المنیفة ۱-۱۴۶)۔ واخرجه ابو محمد البخاری بسندہ عن ابی حنیفة، عن عبدالملك بن عمیر، عن ربعی بن حراش، عن

اس چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضاء ہے۔ (بخاری ومسلم)

۲۸۹۸۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ حج تمتع کی نیت سے مکہ پہنچی تو حائضہ تھیں تو حضور ﷺ نے انہیں عمرہ چھوڑ دینے کا حکم فرمایا۔ لہٰذا انہوں نے اپنا عمرہ چھوڑ دیا اور از سر نو حج کا احرام باندھ کر حج شروع کر دیا اور جب حج سے فارغ ہوئیں تو حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے بھائی عبدالرحمٰن کے ساتھ تنعیم جائیں۔ (اسے ابوحنیفہؒ نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔ اور ابومحمد بخاری نے اسے اپنی مسند میں روایت کیا ہے (جامع المسانید)۔ میں نے یہ حدیث تائیداً روایت کی ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اس کو ترک کر دینے پر قضا لازم ہے۔ یہ حدیث اس پر بھی نص ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اولاً عمرہ کا احرام باندھا اور پھر حیض کی وجہ سے اسے چھوڑ کر حج افراد کیا اور زبیدی اپنی عقود الجواہر میں فرماتے ہیں کہ "ھذہ مکان عمرتک" اور "ھذہ قضاء عن عمرتک" کے الفاظ صراحۃً دلالت کر رہے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے پہلا عمرہ چھوڑ دیا تھا کیونکہ دوسرا پہلے کی جگہ اور پہلے کی قضاء اس کے (یعنی پہلے کے) مفقود ہونے پر ہی ہو سکتا ہے۔

۲۸۹۹۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اس کے عمرہ چھوڑنے پر ایک گائے ذبح کی (عقود الجواھر المنیفہ)۔ اسے ابومحمد نے بھی اپنی سند کے ساتھ ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اس کے عمرہ چھوڑنے پر خون بہا کا حکم فرمایا۔ (جامع المسانید)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ متمتع نہیں تھیں کیونکہ انہوں نے عمرہ کے اعمال ترک کر دیئے تھے، حیض کی وجہ

عائشة رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَمَرَ لِرفُضِهَا الْعُمْرَةَ دَمًا۔ (جامع المسانيد ۱: ۵۴۹)۔

۲۹۰۰- وروی مسلم عَنْ جَابِرٍؓ: نَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ عَائِشَةَ بَقَرَةً يَوْمَ النَّحْرِ۔ (عقود الجواهر)۔ وفيه تقوية لما رواه الامام۔

اَبْوَابُ الْجِنَايَاتِ

بَابُ اَنَّ الْحِنَّاءَ طِيْبٌ وَكَذٰلِكَ الْعُصْفُرُ

۲۹۰۱- عن خولة بنت حكيم، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿لَا تُطَيِّبِيْ وَاَنْتِ مُحْرِمَةٌ، وَلَا تَمَسِّيْ الْحِنَّاءَ، فَاِنَّهُ طِيْبٌ﴾۔ اخرجه الطبراني في معجمه" والبيهقي في "كتاب المعرفة" في الحج، قال: اسناده ضعيف، فان ابن لهيعة لا يحتج به۔ (زيلعي ۱-۵۳۱)۔ قلت: وقد مرغير مرة انه حسن الحديث، وثقه غير واحد، وتكلم فيه آخرون، و قال الحافظ في "الدراية" (۲۰۷): اخرجه البيهقي۔ واعله بابن لهيعة، لكن اخرجه النسائي من وجه آخر اسلم منه اه۔ فارتفعت العلة۔

سے اور بعد میں انہوں نے متروکہ عمرہ کی قضاء کی اور جو دم اور قربانی کی وہ عمرہ چھوڑنے پر کی تھی۔ فائدہ: یہ روایت امام اعظمؒ نے دو سندوں سے روایت کی ہے ایک سند میں ایک راوی مجہول ہے لیکن دوسری سند میں کوئی علت اور اعتراض نہیں لہٰذا یہ حدیث حجت پکڑنے کے لائق ہے۔ اور یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ عمرہ چھوڑنے پر دم بھی واجب ہے اور یہی حنفیہ کا مسلک ہے۔

۲۹۰۰۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی طرف سے دس ذوالحجہ کو ایک گائے ذبح کی۔ (عقود جواہر المنیفہ) اس حدیث میں امام کی روایت کردہ حدیث کے لئے تقویت ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عمرہ کو ترک کرنے پر قضا کے ساتھ دم بھی واجب ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

ابواب الجنایات

باب مہندی اور کسم خوشبو ہیں

۲۹۰۱۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو احرام کی حالت میں خوشبو استعمال نہ کر اور مہندی کو ہاتھ بھی نہ لگا اس لیے کہ یہ بھی خوشبو ہے۔ (معجم طبرانی، کتاب المعرفت للبیہقی)۔ ابن لھیعہ حسن الحدیث ہے۔ اسے کئی محدثین نے ثقہ کہا ہے۔ حافظ ابن حجر درایہ میں فرماتے ہیں کہ بیہقی نے اسے ابن لھیعہ کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے لیکن نسائی نے یہ حدیث ایک اور طریق سے روایت کی ہے جس میں ابن لھیعہ نہیں ہے لہٰذا یہ اعتراض بھی ختم ہوا۔

۲۹۰۲۔ ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس عورت کا خاوند مر جائے وہ عدت کے دنوں میں کسم سے رنگے

۲۹۰۲- عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ﴿اَلْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ﴾- الحديث، رواه ابو داود بسند صحيح- (الجوهر النقی ۱:۳۳۷)-

بَابُ فِدْيَةِ مَنْ حَلَقَ رَأْسَهُ فِي الْإِحْرَامِ بِعُذْرٍ

۲۹۰۳- عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: وَقَفَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِالْحُدَيْبِيَّةِ وَرَأْسِي يَتَهَافَتُ قُمْلًا، فَقَالَ: ﴿يُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ؟﴾ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ﴿فَاحْلِقْ رَأْسَكَ أَوْ اِحْلِقْ﴾ قَالَ:

ہوئے کپڑے نہ پہنے۔(ابوداؤد)۔اس کی سند صحیح ہے۔(جوہر نقی)۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مہندی اور کسم خوشبو ہیں اور خوشبو کا استعمال حالت احرام میں ممنوع ہے۔لہٰذا ان کا استعمال حالت احرام میں غلط ہے۔باقی رہا شافعیہ کا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کرنا کہ ازواج مطہرات مہندی لگائے ہوتی تھیں اور کسم سے رنگے ہوئے کپڑے پہنتی تھیں جبکہ وہ احرام میں ہوتیں۔تو اس کا اولاً جواب یہ ہے کہ اس میں یعقوب بن عطاء بن ابی رباح ہے اکثر محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے۔(تہذیب التہذیب)اور اس جیسی روایت محدثین کے ہاں حجت نہیں ہوا کرتی۔نیز اس روایت کو سند کے ساتھ ذکر کرنا بھی طبرانی یا اس کے کسی شیخ کا تفرد ہے ورنہ بیہقی نے المعرفۃ میں، ابن المنذر نے الاشرف میں اور دیگر محدثین نے اسے بغیر سند کے ذکر کیا ہے۔لہٰذا سند پر واقفیت حاصل کئے بغیر اس کو حجت بنانا درست نہیں اور اگر اس حدیث کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ احرام سے قبل مہندی لگاتی تھیں اور مہندی کا اثر ان کے ہاتھ میں باقی رہ جاتا تھا۔اسی طرح وہ کسم میں رنگے ہوئے کپڑے کو دھو کر استعمال کرتی تھیں۔اور تاویل اس لئے ضروری ہے کہ محلی ابن حزم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جملۃً کسم میں رنگے ہوئے کپڑے کے استعمال کا ممنوع ہونا مروی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خاص محرم کے لئے اس کا ممنوع ہونا مروی ہے۔اور احرام سے قبل خوشبو لگانا اور خوشبو لگائے ہوئے کپڑے کو دھو کر حالت احرام میں استعمال کرنا ہمارے ہاں جائز ہے جیسا کہ حدیث متفق علیہ میں ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا جبکہ وہ خلوق خوشبو میں تر بتر تھا اور اس نے جبہ بھی پہنا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ خوشبو دھو ڈال اور جبہ بھی اتار دے اور عمرہ میں وہ افعال سرانجام دے جو تو حج میں دیتا ہے۔اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ان کے احرام باندھنے سے کچھ دیر قبل اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگائی اور یقیناً اس کا اثر احرام کے بعد تک رہا ہوگا اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے اور انما یوخذ بالآخر فالآخر من الامر کے اصول کے تحت اگر احرام سے قبل لگائی گئی خوشبو کا اثر رہ جائے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔

باب احرام کی حالت میں عذر کی وجہ سے سر کے بال منڈوانے کا فدیہ

۲۹۰۳۔ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ مقام پر حضور ﷺ میرے پاس کھڑے تھے اور میرے سر سے جوئیں کثرت سے گر رہی تھیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ جوئیں تجھے تکلیف دیتی ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اپنے سر کے بال منڈوا دے۔کعب فرماتے ہیں کہ قرآن کی یہ آیت ﴿فمن کان منکم مریضاً او بہ اذی من راسہ (الآیۃ)﴾ (یعنی تم میں سے

فیّ نزلت هذه الآية: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ بِه اَذًى مِنْ رَّأسِه﴾ إلى آخرها، فقال النبي ﷺ: ﴿صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ تَصَدَّقْ بِفَرَقٍ بَيْنَ سِتَّةٍ، أَوْ نُسُكٍ بِمَا تَيَسَّرَ﴾۔ رواه البخاري۔ و في لفظ له: ﴿أَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ، لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ صَاعٍ﴾۔ و في رواية عند احمد: ﴿والْفَرَقُ ثَلَاثَةُ آصُعٍ﴾۔ ولمسلم من طريق ابی قلابة عن ابن ابی ليلی: ﴿اَوْ اَطْعِمْ ثَلَاثَةَ آصُعٍ مِنْ تَمْرٍ عَلٰى سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ﴾۔ ولاحمد عن بهز عن شعبة: ﴿نِصْفَ صَاعِ طَعَامٍ﴾۔ ولبشر بن عمر عن شعبة: ﴿نِصْفَ صَاعِ حِنْطَةٍ﴾۔ قال الحافظ: المحفوظ عن شعبة انه قال في الحديث: ﴿نِصْفَ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ﴾۔ والاختلاف عليه في كونه تمرا او حنطة لعله من تصرف الرواة۔ فتح الباری ۴:۱۳ و ۱۵)۔

۲۹۰۴- عن الشعبي، عن ابن ابی ليلی، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رضی اللہ عنہ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَه ﴿إِنْ شِئْتَ فَانْسُكْ نَسِيْكَةً، وَإِنْ شِئْتَ فَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَإِنْ شِئْتَ فَاَطْعِمْ﴾۔ الحديث. رواه ابوداؤد و في رواية مالك في الموطا عن عبدالكريم باسناده في آخر الحديث ﴿اَیَّ ذٰلِكَ فَعَلْتَ اَجْزَاَكَ﴾۔ ذكره الحافظ في "الفتح" (۴:۱۰)۔ وهو صحيح او حسن على اصله۔

یہ بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو وہ روزے یا صدقہ یا قربانی کا فدیہ دے)۔ میرے بارے میں ہی نازل ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا تین روزے رکھ یا چھ مسکینوں پر چھ فرق صدقہ کر یا جو قربانی میسر ہو وہ ذبح کر۔ (بخاری) بخاری کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلا، ہر مسکین کو آدھا صاع اور احمد کی ایک روایت میں ہے کہ فرق تین صاع کا ہوتا ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے چھ مسکینوں کو کھجور کے تین صاع کھلا۔ اور احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اناج کا آدھا صاع اور ایک روایت میں ہے کہ گندم کا آدھا صاع ہر مسکین کو دے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ محفوظ لفظ طعام ہے پھر طعام کی مراد میں اختلاف ہے کہ کھجور ہے یا گندم۔ (فتح الباری)

۲۹۰۴۔ کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا اگر چاہے تو ایک قربانی ذبح کر یا تین دن کے روزے رکھ اور اگر چاہے تو کھانا کھلا۔ (ابوداؤد) مؤطا مالک کی ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے جو کام بھی تو کرے گا درست ہوگا۔ (فتح الباری)۔ یہ حدیث حافظ ابن حجر کے اصول پر صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر عذر کی وجہ سے سر منڈایا جائے تو محرم کو باجماع ائمہ ذبح، صدقہ اور روزے میں تخییر ہے۔ البتہ بغیر عذر کے سر منڈانے پر احناف کے ہاں قربانی ہی متعین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت بالا میں تخییر کو شرط عذر کے ساتھ مقید کیا ہے پس جب شرط عذر نہ ہوگی تو تخییر بھی نہ رہے گی۔

بَابُ فَسَادِ الْحَجِّ بِالْجِمَاعِ قَبْلَ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ وَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْهَدْيِ وَادْنَاهُ شَاةٌ

۲۹۰۵- عَنْ يَزِيْدِ بْنِ نعيم: أَنَّ رَجُلًا مِنْ جُذَامٍ جَامَعَ اِمْرَأَتَهُ وَهُمَا مُحْرِمَانِ، فَسَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ ، فَقَالَ: ﴿اِقْضِيَا نُسُكَكُمَا، وَاَهْدِيَا هَدْيًا﴾۔ رواه ابوداود فی مراسيله۔ ورجاله ثقات مع ارساله، ورواه ابن وهب في "موطاه" من طريق سعيد بن المسيب مرسلا اھ۔ (التلخيص الحبير۱-۲۲۷)۔ واعله ابن القطان بجهالة يزيد، وذكرنا جوابه في الحاشية۔ ورواه ابن وهب: اخبرني ابن لهيعة، عن يزيد بن ابی حبيب، عن عبدالرحمن بن حرملة، عن ابن المسيب: ان رجلا من جذام جامع امراته وهما محرمان۔ فسال الرجل النبی ﷺ الحديث۔ قال ابن القطان: وهذاايضا ضعيف بابن لهيعة۔ (زيلعی ۱:۵۳۲)۔ قلت: قد مر غير مرة انه حسن الحديث۔

باب وقوف عرفہ سے قبل جماع سے حج فاسد ہو جاتا ہے اور ہدی ذبح کرنا اور حج کی قضا کرنا واجب ہے

۲۹۰۵۔ یزید بن نعیم سے مروی ہے کہ قبیلہ جذام کا ایک آدمی اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھا جب کہ وہ دونوں احرام کی حالت میں تھے۔ تو انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنے حج کی قضا کرو اور ہدی ذبح کرو۔ (مراسیل ابوداؤد)۔ اھ۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور مؤطا ابن وہب میں بھی یہ حدیث سعید بن مسیب کے طریق سے مرسلاً مروی ہے۔ اور ابن القطان نے اس حدیث کو یزید بن نعیم کے مجہول ہونے کے ساتھ معلول کیا ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ بیہقی نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور راوی بلاشک یزید بن نعیم ہے اھ۔ اور ابوداؤد کی سند میں انقطاع بھی نہیں ہے کیونکہ اس کی سند یوں ہے عن ابی توبہ بن الربیع بن نافع عن معاویہ بن سلام عن یحییٰ بن ابی کثیر قال اخبرنی یزید بن نعیم اور زید بن نعیم (یزید اور زید میں ابوتوبہ کو شک ہے اور یہ شک بیہقی کی روایت میں نہیں ہے) یہ سند متصل ہے اور بیہقی کی سند کی تقریر پر یہاں یزید راوی ہے لہٰذا تمام راوی ثقہ ہیں لہٰذا یہ حدیث متصل و مرسلاً ہر دو طرح مروی ہے اور وہ ہمارے ہاں اور اکثر اہل علم کے ہاں حجت ہے (فتح الباری ۲۔۴۵۵) ابن وہب کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ قبیلہ جذام کے ایک آدمی نے اپنی بیوی سے ہم بستری کی جبکہ وہ دونوں حالت احرام میں تھے۔ پس اس آدمی نے حضور ﷺ سے دریافت کیا الحدیث۔ اس سند میں ابن لہیعہ ہے جو حسن الحدیث ہے۔ کما مر غیر مرۃ

فائدہ: صحابہؓ کی جماعت سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ قبل الوقوف وطی کرنے سے اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اس پر قضا بھی ہے اور کم از کم بکری بھی جبکہ امام شافعیؒ قبل الوقوف ہم بستری کو بعد الوقوف ہم بستری پر قیاس کرتے ہوئے اونٹ کی قربانی کو واجب قرار دیتے ہیں لیکن احناف کثر اللہ سوادھم حدیث میں واھدیا ھدیا کے عموم کی وجہ سے اور صحابہؓ کے اقوال کی وجہ سے بکری کی قربانی کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ اب دیکھیے کون قیاس کر رہا ہے اور کون حدیث پر عمل کر رہا ہے لیکن افسوس کہ ترکِ حدیث کا اعتراض پھر بھی احناف پر۔

۲۹۰۶- عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: أَتَى رَجُلٌ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو، فَسَأَلَهُ عَنْ مُحْرِمٍ وَقَعَ بِامْرَأَتِهِ، فَأَشَارَ لَهُ إِلَى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، فَلَمْ يَعْرِفْهُ الرَّجُلُ، قَالَ: فَذَهَبْتُ مَعَهُ، فَسَأَلَهُ عَنْ مُحْرِمٍ وَقَعَ بِامْرَأَتِهِ، قَالَ: بَطَلَ حَجُّهُ۔ قَالَ: فَيَقْعُدُ؟ قَالَ: لَا، بَلْ يَخْرُجُ مَعَ النَّاسِ، فَيَصْنَعُ مَا يَصْنَعُوْنَ، فَإِذَا أَدْرَكَهُ قَابِلٌ حَجَّ وَأَهْدٰى، فَرَجَعْنَا إِلَى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، فَأَرْسَلَنَا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ شُعَيْبٌ: فَذَهَبْتُ مَعَهُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقَالَ الرَّجُلُ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو: مَا تَقُوْلُ أَنْتَ؟ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَا: رواه الدارقطني، وعنه الحاكم، وعنه البيهقي في "المعرفة"، و قال: اسناده صحيح، وفيه دلالة على صحة سماع شعيب من جده عبدالله بن عمرو، ومن ابن عباس ﷺ انتهى-(اى ومن ابن عمر ﷺ ايضا) وقال الشيخ في "الامام": رجاله كلهم ثقات مشهورون اهـ (زيلعي ۱-۵۳۲) "دراية"(۲۰۷)-

۲۹۰۷- مَالِكٌ أَنَّهُ بَلَغَهُ: أَنَّ عُمَرَ، وَعَلِيًّا، وَأَبَا هُرَيْرَةَ ﷺ، سُئِلُوْا عَنْ رَجُلٍ أَصَابَ أَهْلَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِالْحَجِّ، فَقَالُوْا: يَنْفُذَانِ بِوُجُوْهِهِمَا حَتّٰى يَقْضِيَا حَجَّهُمَا، ثُمَّ عَلَيْهِمَا الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ

۲۹۰۶- عمرو بن شعیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی عبداللہ بن عمرو کے پاس آیا اوران سے پوچھا کہ اگر کوئی محرم اپنی بیوی سے ہم بستری کرے (اس کے بارے میں کیا حکم ہے) توانہوں نے عبداللہ بن عمرؓ کی طرف اشارہ کیا۔لیکن وہ آدمی ابن عمرؓ کو نہیں جانتا تھا۔تو راوی کہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ گیا اوراس آدمی نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ اگر محرم اپنی بیوی سے ہم بستری کرلے تو کیا حکم ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ اس کا حج باطل ہوگیا۔اس آدمی نے کہا کیا وہ بیٹھ جائے۔آپ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ لوگوں کے ساتھ نکلے اور جو اعمال لوگ کریں یہ بھی کرے اور جب اگلا سال آئے تو حج کرے اور قربانی دے۔راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم عبداللہ بن عمروؓ کے پاس آئے تو انہوں نے ہمیں ابن عباسؓ کی طرف بھیج دیا۔شعیبؒ کہتے ہیں کہ میں بھی اس آدمی کے ساتھ ابن عباسؓ کے پاس گیا،آپؓ نے بھی اسی طرح فرمایا پھراس آدمی نے عبداللہ بن عمروؓ سے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے۔انہوں نے ان دونوں حضرات کی طرح فرمایا۔(دارقطنی، حاکم، بیہقی)۔بیہقی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔شیخ "امام" میں فرماتے ہیں کہ اس کے تمام راوی ثقہ مشہور ہیں۔(زیلعی، درایہ)۔

فائدہ: لفظ اهدی اس بات پر دلیل ہے کہ مطلق ہدی واجب ہے اور وہ کم از کم بکری ہے۔

۲۹۰۷- امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عمرؓ، علیؓ، ابو ہریرہؓ سے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا، جو احرام کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھے، انہوں نے فرمایا کہ وہ (میاں بیوی) تمام اعمال بجالائیں اور حج پورا کریں پھر اگلے سال حج اور قربانی ان کے ذمہ ہوگی۔حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب اگلے سال وہ دونوں حج کا احرام باندھیں تو دونوں حج کے مکمل ہونے تک علیحدہ علیحدہ رہیں۔(مؤطا مالک)۔عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس جگہ سے جدا ہو جائیں جہاں انہوں نے ہم بستری کی۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔

وَالْهَدْیُ۔قَالَ عَلِیٌّ: فَاِذَا اَهَلَّا بِالْحَجِّ بِنْ عَامٍ قَابِلٍ تَفَرَّقَا حَتّٰی یَقْضِیَا حَجَّهُمَا۔ رواه فی "الموطا"، واخرجه البیهقی من طریق عطاء عن عمر، قال فیه: وَیَتَفَرَّقَانِ حَتّٰی یُتِمَّا حَجَّهُمَا۔ واخرجه ابن ابی شیبة من طریق عطاء عن مجاهد، قال: کان فی عهد عمر فذکره، وفیه وَتَفَرَّقَا بِنَ الْمَکَانِ الَّذِیْ اَصَابَهَا فِیْهِ۔ ومن طریق الحکم عن علی نحوه، ومن طریق ابن عباس نحوه۔ (درایة۲۰۷)۔

بَابُ مَنْ جَامَعَ بَعْدَ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ قَبْلَ الْحَلْقِ فَعَلَیْهِ بَدَنَةٌ وَقَدْ تَمَّ حَجُّهٗ

۲۹۰۸- اخبرنا مالك، اخبرنا ابو الزبیر المکی، عن عطاء بن ابی رباح، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ وَقَعَ عَلٰی اِمْرَاَتِهٖ قَبْلَ اَنْ یُّفِیْضَ، فَاَمَرَهٗ اَنْ یَّنْحَرَ بَدَنَةً۔ رواه محمد فی "الموطا" (۲۳۳)، وهو فی "موطا مالك" بهذاالسند، ولفظه: وَهُوَ بِمِنًی قَبْلَ اَنْ یُّفِیْضَ۔ (درایة۲۰۸)۔

۲۹۰۹- حدثنا ابوبکر بن عیاش، عن عبدالعزیز بن رفیع، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر وقوف عرفہ سے پہلے محرم جماع کر بیٹھے تو اس حج کو پورا کرے اور حج کے فاسد ہونے کی وجہ سے اگلے سال قضاء کرے اور قربانی دے اور قربانی میں بکری بھی کافی ہے کیونکہ احادیث میں مطلق ہدی کا ذکر ہے جو بکری کو بھی شامل ہے۔البتہ میاں بیوی کے جدا ہونے کا حکم استحباب پر محمول ہے، وجوب پر نہیں۔ کیونکہ عمرؓ اور ابو ہریرہؓ نے سائل کے سوال کے جواب میں علیحدہ علیحدہ رہنے کو ذکر نہیں کیا۔ اگر علیحدہ علیحدہ رہنا واجب ہوتا تو یہ دونوں حضرات بھی اسے ضرور ذکر کرتے۔البتہ مستحب ضرور ہے تاکہ کہیں پھر ہمبستری نہ کر بیٹھے جیسے پہلے احرام میں ہمبستری کر بیٹھا ہے۔اور اگر محرم وقوف عرفہ کے بعد اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھے تو اس صورت میں اس کا حج فاسد نہیں ہوگا کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ الحج عرفة یعنی حج تو وقوف عرفہ ہی ہے اور آپ ﷺ کا دوسرا فرمان ہے کہ "من وقف بعرفة فقد تم حجه" یعنی جس نے وقوف عرفہ کرلیا تو اس کا حج مکمل ہو گیا۔البتہ وقوفِ عرفہ کے بعد ہم بستری کرنے پر اس پر اونٹ کی قربانی واجب ہوگی۔مزید تفصیل اگلے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب جو وقوف عرفہ کے بعد حلق سے پہلے ہم بستری کر بیٹھے تو اس کا حج پورا ہو گیا اور اس پر بدنہ واجب ہے

۲۹۰۸۔ عطاء سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اگر محرم طواف زیارت سے قبل اپنی بیوی سے جماع کرلے (تو اس کا کیا حکم ہے) تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ ایک بدنہ ذبح کرے۔(مؤطا محمد) اور مؤطا مالک کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ طواف زیارت سے قبل منیٰ میں (جماع کرلے)۔

۲۹۰۹۔ عطاء فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اگر محرم آدمی تمام مناسک حج ادا کرنے کے بعد طواف زیارت سے قبل اپنی بیوی سے ہمبستری کرلے (تو اس کا کیا حکم ہے)۔آپؓ نے فرمایا کہ ایک بدنہ ذبح کرنا اس پر واجب ہے۔(مصنف ابن ابی

عنهما عن رجل قضى المناسك كلها، غير انه لم يزر البيت حتى وقع على امراته؟، قال: بدنة۔ اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" (زیلعی ۱: ۵۳۳)۔ ورجاله رجال الصحیح۔

۲۹۱۰- اخبرنا ابو حنیفة، عن عطاء بن ابی رباح، عن ابن عباس رضی الله عنهما، قال: اذا جامع ... يفيض من عرفات فعليه بدنة، ويقضي ما بقي من حجه وتم حجه۔ اخرجه محمد فی "الآثار" (۵۳)۔ ... به ناخذ، وهو قول ابی حنیفة اه۔ قلت: وهذا سند صحیح جلیل کلهم ائمة فقهاء۔

باب من قبل امراته بشهوة او لمسها او جامعها في غير السبيلين فعليه دم ولا يفسد حجه انزل او لم ينزل

۲۹۱۱- اخبرنا ابو حنیفة عن عبدالعزیز بن رفیع، عن مجاهد عن ابن عباس رضی ... ان رجلا اتاه، فقال: اني قبلت امراتي وانا محرم، فخذفت بشهوتي، فقال: انك شبق، ... دما، وتم حجك۔ اخرجه محمد فی "الآثار" (۵۳)۔ وسنده صحیح، قال محمد: وبه ناخذ، ... يفسد الحج حتی یلتقی الختانان، وهو قول ابی حنیفة، وکذلك بلغنا عن ابن ابی رباح اه۔

... اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۲۹۱۰۔ عطا بن ابی رباح سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر محرم عرفات سے لوٹنے کے بعد ہمبستری کر لے ... بدنہ ذبح کرنا واجب ہے، اور حج کے باقی اعمال وہ پورے کرے اور اس کا حج مکمل ہو گیا۔ (کتاب الآثار امام محمدؒ)۔ امام محمدؒ فرماتے ... ہمارا بھی یہی مذہب ہے۔ اور یہی امام اعظمؒ کا قول ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند صحیح جلیل ہے اور اس کے تمام راوی ائمہ فقہاء ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ کے بعد ہمبستری کرنے سے حج فاسد نہیں ہوتا۔ البتہ ایک بدنہ (اونٹ یا ... گائے) ذبح کرنا ضروری ہے۔

باب اگر محرم اپنی بیوی کو شہوت سے بوسہ دے یا چھوئے یا غیر سبیلین میں جماع کر لے تو اس کا حج فاسد نہیں ہوگا خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ البتہ اس پر دم واجب ہے

۲۹۱۱۔ مجاہد سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میں نے احرام کی حالت میں اپنی ... بیوی کا بوسہ دیا ہے اور بوسہ دے کر میں نے اپنی شہوت کو قطع کیا ہے۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ تو شدید شہوت والا ہے۔ ایک ہدی ذبح کر اور تیرا حج ... پورا ہو گیا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب تک دونوں ختنے نہ ملیں حج فاسد نہیں ہوتا۔ یہی ہمارا اور امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔ اور عطاء بن ... ابی رباح بھی یہی فرماتے ہیں (کتاب الآثار)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہوت سے بوسہ دینے سے حج فاسد نہیں ہوتا اگرچہ منی اتر آئے۔ اور ابن عباسؓ نے

۲۹۱۲- عن عبدالرحمن بن الحارث: اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَبَّلَ عَائِشَةَ بِنْتَ طَلْحَةَ مُحْرِمًا فَاَجْمَعَ لَهٗ عَلٰی اَنْ يُّهْرِقَ دَمًا۔ رواه الاثرم فی "سننه" باسناده۔ (المغنی لابن قدامة۳-۳۲۷)۔

۲۹۱۳- اخبرنا ابو حنيفة، عن حماد، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: مَنْ قَبَّلَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَعَلَيْهِ دَمٌ۔ اخرجه محمد فی "الآثار" وقال: وبه ناخذ اذا قبّل بشهوة، وهو قول ابی حنيفة(۵۳)۔ وسنده صحيح۔

بَابُ وُجُوْبِ الْاِعَادَةِ عَلٰی مَنْ طَافَ لِلزِّيَارَةِ جُنُبًا اَوْ مُحْدِثًا وَاِنْ لَمْ يُعِدْ فَعَلَيْهِ دَمٌ

۲۹۱٤- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا: ﴿اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ، اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ اَبَاحَ فِيْهِ الْكَلَامَ، فَمَنْ نَطَقَ فَلَا يَنْطِقُ اِلَّا بِخَيْرٍ﴾۔ اخرجه اصحاب السنن، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان۔ (فتح الباری۳:۳۸۶)، قال الحافظ: اشار البخاری الی الحديث المشهور عن ابن عباس موقوفا و مرفوعا فذكره۔

فتویٰ دیا کہ اس صورت میں حج پورا ہو جائے گا اور اس پر دم واجب ہے جو کم از کم ایک بکری ہے۔

۲۹۱۲۔ عبدالرحمٰن بن الحارث سے روایت ہے کہ عمر بن عبداللہؓ نے عائشہ بنت طلحہ کو احرام کی حالت میں بوسہ دیا تو خون بہانے پر اتفاق ہوا۔ (المغنی لابن قدامہ)

۲۹۱۳۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جو شخص احرام کی حالت میں بوسہ دے تو اس پر دم واجب ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی مسلک ہے بشرطیکہ بوسہ شہوت کے ساتھ ہو اور یہی امام ابوحنیفہ کی رائے ہے۔ (کتاب الآثار)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ احرام کی حالت میں بوسہ دینے سے دم واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ مغنی میں ہے کہ ابن منذر فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ حالت احرام میں جماع کے علاوہ باقی تمام حرکات کرنے سے حج فاسد نہیں ہوتا۔ اور شہوت سے بوسہ دینا، چھونا یا غیر سبیلین میں جماع کرنا جماع نہیں ہے لہٰذا ان سے حج فاسد نہیں ہوگا۔

باب اگر طوافِ زیارت جنابت یا حدث کی حالت میں کرے تو اس کا اعادہ واجب ہے اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم واجب ہے

۲۹۱۴۔ ابن عباسؓ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف (ثواب کے حصول میں) نماز کی طرح ہے۔ لیکن اس میں بات چیت کرنا اللہ نے جائز کر دیا ہے۔ لہٰذا جس نے بات کرنی ہی ہو تو بھلی بات کرے۔ (اخرجہ اصحاب السنن)۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے مروی موقوف و مرفوع حدیث کی طرف اشارہ کر کے یہی حدیث روایت کی ہے۔

٢٩١٥- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ لَمَّا طَمَثَتْ بِسَرِفَ: ﴿اِفْعَلِيْ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِيْ﴾۔ متفق عليه، (نيل الاوطار٤-٢٦٨)۔

٢٩١٦- حدثنا ابو عوانة، عن ابی بشر، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: حَاضَتْ اِمْرَاَةٌ وَهِيَ تَطُوْفُ مع عائشة اُمِّ الْمُوْمِنِيْنَ، فَاَتَمَّتْ بِهَا عَائِشَةُ سُنَّةَ طَوَافِهَا۔ رواه سعيد بن منصور فی "سننه"، وذكره الشيخ تقی الدين فی "الامام"۔ "فتح القدير" (٢:٠ ٤٦)۔ "ونصب الراية" (١:٥٣٣)۔ واسناده صحيح، وابو بشر هو جعفر بن اياس۔

٢٩١٧- حدثنا غندر، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَاَلْتُ الْحَكَمَ، وَحَمَّادًا، وَمَنْصُوْرًا، وسليمان، عَنِ الرَّجُلِ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ، فَلَمْ يَرَوْا به بَاْسًا۔ وَرُوِيَ عَنْ عَطَاءٍ: اِذَا

٢٩١٥۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب وہ مقام سرف پر حائضہ ہوگئیں تو آپ ﷺ نے انہیں حکم فرمایا کہ حاجی جو افعال سرانجام دیتے ہیں تو بھی وہ سرانجام دے۔ لیکن حیض سے پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کر۔ (بخاری ومسلم)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ طہارت طواف کے لئے واجب ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ طہارت طواف کے لئے شرط نہیں۔ یعنی اگر کوئی بغیر طہارت کے طواف کرلے تو طواف ہوجائے گا جیسا کہ اگلے آثار اس کے مؤید ہیں۔

فائدہ: طواف کو نماز سے تشبیہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ طواف حصولِ ثواب میں نماز کی طرح ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام احکام میں نماز کی طرح ہے۔ مثلاً چلنا، گفتگو کرنا، نماز میں جائز نہیں لیکن طواف میں جائز ہے۔ بدن اور کپڑوں کا نجس سے پاک ہونا نماز کے لئے شرط ہے لیکن طواف کے لئے بالاتفاق شرط نہیں۔ اس طرح طہارت بھی نماز کے لئے شرط ہے لیکن طواف کے لئے شرط نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص طواف بغیر طہارت کے کرلے تو جائز ہوجائے گا۔ البتہ واجب کے چھوڑنے پر جرمانہ ہوگا جو طواف قدوم (جو سنت ہے) طواف زیارت (جو فرض ہے) اور طواف وداع (جو واجب ہے) کے لئے مختلف ہے۔ طواف زیارت اگر بغیر طہارت کے ہو تو اس کا اعادہ واجب ہے اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم واجب ہے۔ مزید تفصیل کے لئے فتح القدیر ج ٢ صفحہ ٤٥٩ ملاحظہ کریں۔

٢٩١٦۔ عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ طواف کر رہی تھی کہ اچانک حیض آ گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے سنت طواف (یعنی طواف قدوم) پورا کرایا۔ اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ اور تقی الدین شیخ نے الامام میں اسے ذکر کیا ہے۔ (نصب الرایہ وفتح القدیر)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

٢٩١٧۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حمادؒ، منصورؒ اور سلیمانؒ سے پوچھا کہ اگر آدمی بغیر طہارت کے طواف کرے (تو کیا حکم ہے) انہوں نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ حضرت عطاء سے مروی ہے کہ اگر عورت تین سے زیادہ چکر لگا چکی ہو اور پھر حیض آجائے تو وہ طواف کفایت کر جائے گا (یعنی درست ہے)۔ اسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ (فتح الباری)۔ یہ حدیث حافظ ابن

طَافَتِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ فَصَاعِدًا ثُمَّ حَاضَتْ أَجْزَأَعَنْهَا۔ رواه ابن ابی شیبة۔ (فتح الباری ۳-۴۰۳)۔ وهو حسن او صحیح علی اصله۔

بَابُ وُجُوْبِ الدَّمِ عَلٰی مَنْ تَرَکَ شَیْئًا مِنْ وَاجِبَاتِ الْحَجِّ اَوْ نَسِیَهُ اَوْ قَدَّمَ وَاَخَّرَ

۲۹۱۸- عن مجاهد، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: مَنْ قَدَّمَ شَیْئًا مِنْ حَجِّهِ أَوْ أَخَّرَ فَلْیُهْرِقْ لِذٰلِكَ دَمًا۔ اخرجه ابن ابی شیبة باسناد حسن، والطحاوی من وجه آخر احسن عنه، قاله الحافظ فی (الدرایة ۲۰۸)۔

۲۹۱۹- مالك، حدثنا ایوب السختیانی، عن سعید بن جبیر، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ یَقُوْلُ: مَنْ نَسِیَ مِنْ نُسُكِهِ شَیْئًا أَوْ تَرَكَ فَلْیُهْرِقْ دَمًا۔ قَالَ أَیُّوْبُ: لَا أَدْرِیْ أَقَالَ: تَرَكَ أَمْ نَسِیَ۔ اخرجه مالك فی "موطاه" (۱۶۳)۔ و محمد فی "موطاه" ایضا (۲۳۰) وسنده صحیح جلیل۔

اَبْوَابُ جَزَاءِ الصَّیْدِ

بَابُ مَا یَحِلُّ قَتْلُهُ لِلْمُحْرِمِ فِیْ الْاِحْرَامِ وَلَهُ وَلِلْحَلَالِ فِیْ الْحَرَمِ

حجرؒ کے اصول پر حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: ان دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ طہارت طواف کے لئے شرط نہیں۔

باب کسی واجب کے چھوڑنے یا بھول جانے پر یا واجب کے مقدم ومؤخر کرنے سے دم واجب ہوتا ہے

۲۹۱۸۔ مجاہدؒ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا کہ جس نے اپنے حج سے کوئی چیز مقدم یا مؤخر کی تو وہ خون بہائے۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کی سند حسن ہے۔اور طحاویؒ نے اس سے زیادہ بہتر طریق سے روایت کیا ہے۔(فتح الباری)۔

۲۹۱۹۔ سعید بن جبیر، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر محرم حج کے (واجب) اعمال میں سے کوئی عمل بھول جائے یا چھوڑ دے تو اسے چاہیے کہ وہ خون بہائے (مؤطا مالک، مؤطا محمد)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: چونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ فرض یا رکن کے چھوڑنے پر کوئی تدارک ممکن نہیں بلکہ اصل عمل (مثلاً حج) ہی جاتا ہے۔اور اسی طرح سنت یا مستحب کے چھوڑنے پر کوئی دم واجب نہیں لہذا ان احادیث سے معلوم ہوا کہ واجب کے چھوڑنے یا تقدیم وتاخیر کرنے پر دم واجب ہے۔باقی افعل ولا حرج والی احادیث عدم گناہ پر محمول ہیں اور کفارہ کے وجوب اور عدم وجوب سے خاموش ہیں۔اس پر لم اشعر کے الفاظ واضح دلیل ہیں۔

ابواب شکار کرنے کی جزاء

باب جن چیزوں کا احرام کی حالت میں قتل کرنا محرم کے لئے جائز ہے

۲۹۲۰- عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِقَتْلِ خَمْسٍ فَوَاسِقَ فِی الحِلِّ وَالْحَرَمِ: اَلْغُرَابِ، وَالْحِدَاةِ، وَالْعَقْرَبِ، وَالْفَارَةِ، وَالْكَلْبِ الْعَقُوْرِ- متفق علیه- (نیل الاوطار ص ٤-٢٤٥)- واخرجه ابو عوانة فی "المستخرج" من طریق المحاربی، عن هشام، بلفظ: ست- وزاد: الحیة- وهو كذلك عند مسلم بطریق شیبان عن ابن عمر، فزاد الحیة- ولم یقل فی اوله: خمسا، ولاستا- وقد وقع فی حدیث ابی سعید عند ابی داود نحو حدیث شیبان، وزاد السبع العادی- و فی حدیث ابی هریرة عند ابن خزیمة وابن المنذر زیادة الذئب، والنمر، فتصیر تسعا، وفی روایة سعید بن المسیب عن عائشة عند مسلم: الغراب الابقع- (فتح الباری ٤: ٣٠)-

۲۹۲۱- عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَ: ﴿یَقْتُلُ الْمُحْرِمُ الْحَیَّةَ وَالذِّئْبَ﴾ اخرجه ابو داود وابن ابی شیبة وسعید بن منصور ورجاله ثقات- (فتح الباری ٤: ٣٠)-

۲۹۲۲- عن حجاج بن ارطاة، عن وبرة، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِقَتْلِ الذِّئْبِ لِلْمُحْرِمِ- اخرجه احمد، وحجاج ضعیف- (فتح الباری)- قلت: كلا، بل هو حسن الحدیث كما مر غیر مرة-

۲۹۲۳- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ﴿خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَیْسَ

اسی طرح وہ جانور جن کو حرم میں قتل کرنا محرم اور حلال دونوں کے لئے جائز ہے

۲۹۲۰۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے پانچ موذی جانوروں کو حل اور حرم میں قتل کرنے کا حکم دیا: کوا، چیل، بچھو، چوہا اور باؤلا کتا (بخاری و مسلم)۔ ابوعوانہ نے مستخرج میں محاربی کے طریق سے ہشام کے واسطے سے حضرت عائشہؓ سے چھ جانوروں کا ذکر کر کے سانپ کا اضافہ کیا ہے۔ اور مسلم میں شیبان کے طریق سے ابن عمرؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور ابوداؤد میں ابو سعید کی حدیث میں شیبان کی طرح ہے اور ایک اور جانور کا اضافہ ہے اور وہ پھاڑنے والا درندہ ہے۔ اور صحیح ابن خزیمہؒ اور ابن منذر میں ابو ہریرہ کی حدیث میں دو اور جانوروں کا اضافہ ہے بھیڑیا اور تیندوا تو اس طرح یہ کل نو ہو گئے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہ سے مروی حدیث میں چتکبرے کوے کا ذکر ہے۔ (فتح الباری)۔

۲۹۲۱۔ سعید بن مسیب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا محرم سانپ اور بھیڑیے کو قتل کرے۔ (ابوداؤد، مصنف ابن ابی شیبہ، سعید بن منصور)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۲۹۲۲۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے محرم کو بھیڑیے کے قتل کرنے کا حکم فرمایا (احمد)۔ حجاج ضعیف نہیں بلکہ حسن الحدیث ہے۔

۲۹۲۳۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا پانچ جانوروں کے قتل کرنے میں محرم پر کوئی گناہ نہیں۔ کوا، چیل، بچھو،

عَلَى الْمُحْرِمِ فِيْ قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ: اَلْغُرَابُ، وَالْحِدَاةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْفَارَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ﴾۔ رواہ الجماعة الا الترمذی، و فی لفظ: ﴿خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَالْإِحْرَامِ: اَلْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ، وَالْغُرَابُ وَالْحُدَی وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ﴾رواہ مسلم والنسائی(نیل الاوطار٤:٢٤٥)۔

٢٩٢٤- عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ مُحْرِمًا بِقَتْلِ حَيَّةٍ بِمِنًى، رواہ مسلم ـ (نیل ٤:٢٤٥)۔

٢٩٢٥- عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ﴿يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ السَّبُعَ الْعَادِيَ، وَالْكَلْبَ الْعَقُوْرَ، وَالْفَارَةَ، وَالْعَقْرَبَ، وَالْحِدَاةَ﴾۔ رواہ الترمذی و قال: ھذا حدیث حسن(١:١٠٣)۔

٢٩٢٦- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ﷺ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الضَّبُعِ، فَقَالَ: ﴿هِيَ مِنَ الصَّيْدِ﴾، وَجَعَلَ فِيْهَا إِذَا أَصَابَهَا الْمُحْرِمُ كَبْشًا۔ اخرجه الطحاوی فی "معانی الآثار" (١-٣٨٤) بسند صحیح، واخرجه باسانید متعددة حسان وصحاح، واخرجه اصحاب السنن، وابن حبان، والحاکم عن جابر بلفظ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الضَّبُعِ أَصَيْدٌ؟، قال

چوہا اور باؤلا کتا۔ اسے ترمذی کے علاوہ جماعت نے روایت کیا ہے۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ جوان پانچ جانوروں کو حرم میں یا احرام کی حالت میں قتل کرے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ چوہا، بچھو، کوا، چیل اور باؤلا کتا۔ (مسلم ونسائی)۔

۲۹۲۴۔ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے منیٰ میں سانپ کے قتل کرنے کا محرم کو حکم فرمایا۔ (مسلم)۔

۲۹۲۵۔ ابو سعیدؓ نبی کریم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ محرم پھاڑنے والے درندے، باؤلے کتے، چوہا، بچھو اور چیل کو قتل کرے۔ (ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: سبع عادی کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر درندہ محرم پر حملہ کرے تو اس کا قتل جائز ہے۔ ہاں اگر وہ تکلیف دینے میں ابتداء نہ کرے تو پھر اسے قتل کرنا جائز نہیں۔

۲۹۲۶۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے بجو کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ شکار ہے۔ اگر محرم اسے قتل کرے تو اس میں ایک بکرا ہے۔ (طحاوی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔ امام طحاوی نے اسے صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور اصحاب السنن اور حاکم اور ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کیا بجو شکار ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اور اگر محرم اسے شکار کرے تو اس پر ایک بکرا ہے۔ (درایہ)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا جانوروں کا قتل کرنا حرم اور حل میں محرم اور حلال کے لئے جائز ہے۔ آخری حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر قسم کے درندے کو مارنا جائز نہیں کیونکہ بجو بھی درندہ ہے لیکن اس کے قتل سے روکا گیا ہے۔

...نعم، وَفِيهِ كَبْشٌ إِذَا صَادَهُ الْمُحْرِمُ﴾۔ (دراية ٢٠٩)۔

بَابُ اَنَّ الدَّلَالَةَ عَلَى الصَّيْدِ كَاصْطِيَادِهٖ فِيْ اِيْجَابِ الْجَزَاءِ وَالتَّحْرِيْمِ

٢٩٢٧- عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ ﷺ فِیْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ حَاجًّا، فَخَرَجُوْا ...معه، فَصَرَفَ طَائِفَةً مِنْهُمْ فِيْهِمْ اَبُوْ قَتَادَةَ، فَقَالَ: خُذُوْا سَاحِلَ الْبَحْرِ، فَلَمَّا انْصَرَفُوْا اَحْرَمُوْا اِلَّا ...قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ، فَبَيْنَمَاهُمْ يَسِيْرُوْنَ اِذْ رَاَوْاحُمُرَ وَحْشٍ، فَحَمَلَ اَبُوْقَتَادَةَ عَلَى الْحُمُرِ، فَعَقَرَ ...ب اَتَانًا، فَنَزَلُوْا، فَاَكَلُوْا مِنْ لَحْمِهَا، وَقَالُوْا: اَنَاْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ؟ فَحَمَلْنَا مَا ...ى مِنْ لَحْمِ الْاَتَانِ، فَلَمَّا اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهٗ، قَالَ: ﴿اَمِنْكُمْ اَحَدٌ اَمَرَهٗ اَنْ يَحْمِلَ ...عليها، اَوْ اَشَارَ اِلَيْهَا؟﴾ قَالُوْا: لَا، قَالَ: ﴿فَكُلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا﴾۔ رواه البخاری، و فی رواية ...ب طريق ابی حازم: وَخَبَاْتُ الْعَضُدَ مَعِيْ، وَفِيْهِ: ﴿مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟﴾، فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ، ...فَاَكَلَهَا حَتّٰى تَعَرَّقَهَا۔ وفی رواية لمسلم: ﴿هَلْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اَمَرَهٗ اَوْ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ؟﴾، وفی ...رواية له: ﴿هَلْ اَشَرْتُمْ اَوْ اَعَنْتُمْ اَوْ اِصْطَدْتُّمْ﴾۔ (فتح الباری ٤-٣٥)۔

٢٩٢٨- عَنْ عُمَرَ ﷺ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهٗ: اِنِّیْ اَشَرْتُ اِلٰى ظَبْيٍ وَاَنَا مُحْرِمٌ، فَقَتَلَهٗ صَاحِبِيْ،

...ب شکار کرنے کی طرح شکاری کی راہنمائی کرنا محرم کے لئے حرام ہے اور راہنمائی کرنے پر جزا واجب ہے

۲۹۲۷۔ ابوقتادہؓ طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عمرہ کا ارادہ کر کے نکلے، صحابہ کرامؓ بھی آپ کے ساتھ ...تھے۔ حضور ﷺ نے صحابہؓ کی ایک جماعت کو جن میں ابوقتادہؓ بھی تھے یہ ہدایت دے کر بھیجا کہ سمندر کے کنارے ہو کر جاؤ (اور دشمن کا پتہ ...لو) جب یہ جماعت لوٹی تو ابوقتادہ کے علاوہ سب نے احرام باندھا، یہ قافلہ چل رہا تھا کہ اچانک انہوں نے چند گورخر دیکھے، ابوقتادہ ان ...گورخروں پر جھپٹ پڑے اور ان میں سے ایک مادہ کو شکار کر لائے، ان سب نے ایک جگہ ٹھہر کر اس کا گوشت کھایا۔ اچانک انہیں خیال آیا ...کیا ہم محرم ہوتے ہوئے شکار کا گوشت کھا سکتے ہیں؟ چنانچہ جو گوشت باقی بچا وہ ہم ساتھ لائے، جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو ...عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے شکار کرنے کے لئے کہا تھا یا کسی نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا، انہوں نے کہا نہیں، اس پر ...آپ ﷺ نے فرمایا باقی ماندہ گوشت بھی کھالو (بخاری) اور ابوحازم کے طریق سے بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے اپنے ساتھ ...ایک بازو (جانور کا) چھپالیا آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ باقی بھی ہے۔ میں نے آپ ﷺ کو وہ بازو دے دیا تو آپ ﷺ نے اسے کھایا یہاں ...تک کہ اس کی ہڈی پر سے سارا گوشت کھالیا۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ کیا تم میں سے کسی نے اس کا حکم دیا یا اس کی طرف اشارہ ...کیا؟۔ اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ کیا تم نے اشارہ کیا یا تم نے اعانت کی یا تم نے خود شکار کیا۔ (فتح الباری)۔

۲۹۲۸۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ میں نے احرام کی حالت میں ایک ہرن کی طرف

فَقَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ: مَا تَرٰى؟ قَالَ: شَاةٌ، وَاَنَا اَرٰى ذٰلِكَ۔ رواه الطحاوی فی "اختلاف العلماء" له (الجوهر النقی ۱-۳۵۳)، واحتج به، واحتجاج مثله بحديث حجة كما ذكرنا فی المقدمة۔

اشارہ کیا اور میرے ساتھی نے اسے قتل کیا تو عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے فرمایا ایک بکری واجب ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا میری بھی یہی رائے ہے۔ (اختلاف العلماء للطحاوی بحوالہ الجوہر النقی)۔ امام طحاوی نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے اور طحاوی جیسے مجتہد کا کسی حدیث سے حجت پکڑنا اس حدیث کے حجت ہونے کی دلیل ہے۔

فائدہ: (۱) چونکہ پہلی حدیث میں حضور ﷺ نے حلال ہونے کو عدم اشارہ کے ساتھ معلّق کیا ہے۔ اور اشارہ کہتے ہیں کہ بغیر زبان کے راہنمائی کرنا تو زبان کے ساتھ راہنمائی کرنا بطریق اولیٰ حرام ہونا چاہیے۔ الغرض ان احادیث سے معلوم ہوا کہ محرم کے لئے جس طرح خود شکار کرنا حرام ہے اسی طرح شکاری کی راہنمائی کرنا یا شکار کی طرف اشارہ کرنا یا شکاری کی شکار کرنے میں کسی طرح کی مدد کرنا بھی حرام ہے۔ اور اس پر جزا واجب ہے۔

(۲) مغنی میں موفقؒ فرماتے ہیں کہ اس پر سب اہل علم کا اجماع ہے کہ محرم کے لئے جانور کا شکار کرنا اور قتل کرنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے ﴿لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ (المائدہ)﴾ اور فرمان عالی شان ہے ﴿حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَادُمْتُمْ حُرُمًا (المائدہ)﴾ اور اسی طرح محرم کے لئے شکار کی طرف اشارہ کرنا یا اس کے بارے میں رہنمائی کرنا یا شکار کرنے والے کی کسی طرح مدد کرنا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ حدیث ابوقتادہ (جو متفق علیہ ہے) میں ہے کہ ساتھیوں نے کہا کہ بخدا ہم آپ کی اعانت نہیں کریں گے اور پھر حضور ﷺ کا سوال کرنا هل منكم احد امره او اشار اليها اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر اشارہ یا حکم اور دلالت بھی اگر محرم کی طرف سے پائی گئی تو وہ جانور حرام ہوگا۔

(۳) اگر محرم کی راہنمائی سے کوئی اور شخص شکار کرے تو اس کی جزاء راہنمائی کرنے والے محرم پر ہوگی کیونکہ وہ شکار کے تلف کرنے کا سبب بنا ہے اور اس لئے کہ یہی قول علیؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے اور صحابہ میں کوئی ایسے صحابی نظر نہیں آتے جس نے ان کے قول کی مخالفت کی ہو (مغنی ۳-۲۸۷)۔ مبسوط میں شمس الائمہ فرماتے ہیں کہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ جزاء محرم (جو اشارہ یا دلالت یا راہنمائی کرنے والا ہے) پر نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس شکار کرنے والے پر ہونی چاہیے (جیسا کہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے) کیونکہ جزاء قتل صید پر ہے اور دلالت یا اشارہ قتل کے معنی میں نہیں کیونکہ قتل ایک فعل ہے جو قاتل کی طرف سے مقتول کے ساتھ متصل ہوتا ہے اور دلالت یا اشارہ محل یعنی شکار کے ساتھ متصل نہیں۔ اور اس لئے بھی جزاء اشارہ کرنے یا راہنمائی کرنے والے محرم پر نہیں ہونی چاہیے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے مال یا جان کی کسی کو راہنمائی کرے اور وہ (مدلول) اسے قتل کردے تو اس کی جزاء اس راہنمائی کرنے والے پر نہیں ہوتی حالانکہ مسلمان کے مال و جان کی حرمت زیادہ ہے محرم کے حق میں شکار کے حرمت کی نسبت تو لہٰذا قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ محرم اگر شکار کی راہنمائی کرے تو اس پر جزاء واجب نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن احناف نے اس قیاس کو ترک کردیا ہے کیونکہ صحابہؓ کا اتفاق ہے کہ جزاء رہنمائی کرنے والے محرم پر واجب ہوگی۔ کیونکہ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا کہ اس محرم پر بکری ہے۔ اسی طرح

بَابُ يَجُوْزُ لِلْمُحْرِمِ اَكْلُ مَا صَادَهُ الْحَلَالُ
اِذَا لَمْ يَدُلَّهُ عَلَيْهِ وَلَمْ يُشِرْ اِلَيْهِ وَلَمْ يُعِنْهُ بِشَيْءٍ

۲۹۲۹- عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ ﷺ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: اَنَّهُ اصْطَادَ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ وَاَصْحَابُهُ مُحْرِمُوْنَ، فَوَقَعُوْا فِيْهِ يَاْكُلُوْنَهُ، ثُمَّ اِنَّهُمْ شَكُّوْا فِيْ اَكْلِهِمْ اِيَّاهُ وَهُمْ حُرُمٌ، فَرُحْنَا وَخَبَاْتُ الْعَضُدَ مَعِيْ، فَاَدْرَكْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَسَاَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: ﴿هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟﴾ فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ، فَاَكَلَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ، متفق عليه مختصر، ولمسلم: ﴿هَلْ اَشَارَ اِلَيْهِ اِنْسَانٌ اَوْ اَمَرَهُ بِشَيْءٍ؟﴾ قَالُوْا: لَا، قَالَ: ﴿فَكُلُوْهُ﴾۔ وللبخاری: ﴿هَلْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اَمَرَهُ اَنْ يَّحْمِلَ عَلَيْهَا، اَوْ اَشَارَ اِلَيْهَا؟ ﴾ قَالُوْا: لَا، قَالَ: ﴿فَكُلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا﴾۔ (نیل الاوطار ٤-۲٤۰)۔

حضرت علیؓ و ابن عباسؓ سے ایسے محرم کے بارے میں پوچھا گیا جس نے بعض نعامہ پر راہنمائی کی تھی تو آپ نے فرمایا کہ راہنمائی کرنے والے پر اس کی جزاء ہے۔ اور فقہاء صحابہ کے قول کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور اس مسئلہ میں جو کچھ صحابہؓ سے منقول ہے وہ حضور ﷺ سے نقل شدہ بات کی طرح ہے کیونکہ یقیناً انہوں نے یہ فتویٰ اٹکل سے نہیں دیا ہوگا اور قیاس بھی اس فتویٰ کا مؤید نہیں تو لامحالہ یہ مسئلہ انہوں نے حضور ﷺ سے سنا ہوگا۔ الغرض احناف نے اقوال صحابہؓ کے مقابلہ میں قیاس کو چھوڑ دیا اور اقوال صحابہ کو ترجیح دی۔ الحمدللہ۔ اس تمام تقریر سے معلوم ہوا کہ احناف آثار صحابہ کے کتنی شدت کے ساتھ متبع ہیں اور آثار کی وجہ سے قیاس کو چھوڑنے والے ہیں۔ لیکن خدا برا کرے ضد کا کہ ضد کی وجہ سے ایک گروہ کی آنکھیں ان تمام چیزوں سے اندھی ہوگئیں اور وہ احناف پر آئے روز یہ الزام لگاتا ہے کہ احناف نصوص کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔

باب غیر محرم کے شکار کردہ جانور کا گوشت محرم کھا سکتا ہے
بشرطیکہ محرم نے اس کی طرف راہنمائی یا اشارہ کیا ہو نہ ہی اس کی اعانت کی ہو۔

۲۹۲۹۔ ابو قتادہؓ سے طویل حدیث میں مروی ہے کہ میں نے ایک جنگلی گورخر شکار کیا جبکہ میں غیر محرم تھا اور میرے تمام ساتھی محرم تھے وہ تمام اس کے کھانے پر ٹوٹ پڑے پھر انہیں احرام کی حالت میں اس کے کھانے میں شک ہوا (یعنی محرم شکار کردہ جانور کا گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں) پھر ہم واپس لوٹے اور میں نے اپنے ساتھ اس کا ایک بازو چھپالیا۔ پھر جب ہم حضور ﷺ سے ملے تو ہم نے آپ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا (یعنی کیا حلال کا شکار کردہ جانور محرم کھا سکتے ہیں؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس اس میں سے بچا ہوا کچھ ہے؟ میں نے کہا ہاں اور میں نے وہ بازو آپ ﷺ کو دیدیا اور آپ ﷺ نے احرام کی حالت میں اسے کھایا (بخاری و مسلم)۔ مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا کسی محرم نے اس کا حکم کیا تھا یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر کھاؤ اور بخاری کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس پر حملہ کا حکم یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر جو باقی بچا ہوا ہے وہ کھاؤ۔

۲۹۳۰- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ التَّیْمِی وَهُوَ ابْنُ اَخِیْ طَلْحَةَ- قَالَ كُنَّا مَعَ طَلْحَةَ وَنَحْنُ حُرُمٌ، فَاُهْدِیَ لَنَا طَیْرٌ وَطَلْحَةُ رَاقِدٌ، فَمِنَّا مَنْ اَكَلَ، وَمِنَّا مَنْ تَوَرَّعَ فَلَمْ یَاْكُلْ، فَلَمَّا اسْتَیْقَظَ طَلْحَةُ وَفَّقَ مَنْ اَكَلَهُ، وَقَالَ: اَكَلْنَاهُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ- رواه احمد ومسلم، والنسائی- (نیل ٤-٢٣٨)-

۲۹۳۱- عَنْ عُمَیْرِ بْنِ سَلَمَةَ الضَّمْرِیِّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَهْزٍ: اَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ یُرِیْدُ مَكَّةَ، حَتّٰى اِذَا كَانُوْا فِیْ بَعْضِ وَادِیْ الرَّوْحَاءِ وَجَدَ النَّاسُ حِمَارَ وَحْشٍ عَقِیْرًا، فَذَكَرُوْا لِلنَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ: ﴿اَقِرُّوْهُ حَتّٰى یَاْتِیَ صَاحِبُهُ﴾، فَاَتَى الْبَهْزِیُّ وَكَانَ صَاحِبُهُ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَاْنُكُمْ هٰذَاالْحِمَارُ، فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبَابَكْرٍ، فَقَسَّمَهُ فِیْ الرِّفَاقِ وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ- رواه احمد والنسائی، ومالك فی الموطا وصححه ابن خزیمة وغیره كما قال فی الفتح (نیل الاوطار ٤:٢٣٩)-

۲۹۳۰- عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی (جو طلحہؓ کے بھتیجے ہیں) فرماتے ہیں کہ ہم احرام کی حالت میں حضرت طلحہؓ کے ساتھ تھے کہ ہمیں ایک شکار کیا ہوا پرندہ (پکا ہوا) ہدیہ کیا گیا اور حضرت طلحہ سو رہے تھے۔ ہم میں سے بعض لوگوں نے کھایا اور بعضوں نے پرہیز کرتے ہوئے نہ کھایا۔ پھر جب طلحہ جاگے تو انہوں نے کھانے والوں کی موافقت کی (یعنی فرمایا کہ کھانا جائز ہے)۔ اور انہوں نے فرمایا کہ ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ کھایا تھا۔ (احمد، مسلم، نسائی)۔

۲۹۳۱- عمیر بن سلمہ ضمری کسی بہزیؓ آدمی سے روایت کرتے ہیں۔ بہزیؓ فرماتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے ہمراہ (احرام کی حالت میں) مکہ کے ارادے سے نکلے۔ جب وہ روحاء مقام (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے) پر تھے تو لوگوں نے ایک گورخر شکار کیا ہوا پایا اور اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے یہاں پڑا رہنے دو تا کہ اس کا مالک آ جائے۔ پس اس کا مالک بہزی حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس گورخر کے آپ ﷺ مختار ہیں تو حضور ﷺ نے ابوبکرؓ کو حکم فرمایا کہ اسے ساتھیوں میں تقسیم کر دو۔ حالانکہ تمام ساتھی محرم تھے۔ (احمد، نسائی، مؤطا مالک)۔ اسے ابن خزیمہ وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔ (فتح)۔

فائدہ: آپ ﷺ اور طلحہ نے ہدیہ کرنے والے سے یہ نہیں پوچھا کہ تو نے اپنے لئے شکار کیا تھا یا محرمین کے لئے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر محرم کا شکار کیا ہوا محرمین کے لئے کھانا حلال ہے، خواہ اس نے اپنے لئے کیا ہو یا محرمین کے لئے بشرطیکہ محرم نے کسی قسم کی معاونت نہ کی ہو، اس کو شکار کرنے میں۔ حتیٰ کہ نہ حکم کیا ہو اور نہ ہی شکار کی طرف اشارہ کیا ہو۔

۲۹۳۲- مالك عن ابن شهاب، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَبْدَاللّٰهِ بن عُمَرَ: أَنَّهُ مَرَّبِه قَوْمٌ مُحْرِمُوْنَ بِالرَّبْذَةِ، فَاسْتَفْتَوْهُ فِيْ لَحْمِ صَيْدٍ وَجَدُوْا نَاسًا أَحِلَّةً يَأْكُلُوْنَهُ، فأفتاهُمْ بِأَكْلِهِ، قَالَ: ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: بِمَ أفتيتهم؟ قَالَ: فَقُلْتُ: أَفْتَيْتُهُم بِأَكْلِهِ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ أَفْتَيْتَهُمْ بِغَيْرِ ذٰلِكَ لَأَوْجَعْتُكَ۔ رواه مالك في "الموطا" (۱۳۶)، والطحاوی وزاد: إِنَّمَا نَهَيْتُ أَنْ تَصْطَادَهُ۔ (۱-۳۹۰)۔

۲۹۳۳- عن عبدالله بن شماس يَقُوْلُ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ فَسَأَلْتُهَا عَنْ لَحْمِ الصَّيْدِ يَصِيْدُهُ الحلالُ ثُمَّ يُهْدِيْهِ لِلْمُحْرِمِ، فَقَالَتْ: اِخْتَلَفَ فِيْهِ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَمِنْهُمْ مَنْ حَرَّمَهُ، ومنهُمْ مَنْ أَحَلَّهُ۔ وَمَا أَرَى بِشَيْءٍ مِنْهُ بَاسًا۔ رواه الطحاوی(۱:۳۸۷)، وفيه عبيدالله بن حمران شيخ شعبة، روى عنه واثنى عليه، قال ابوحاتم: شيخ، وذكره ابن حبان في الثقات۔ وعبدالله بن شماس اظنه عبدالرحمن بن شماسة۔ كذا في "تعجيل المنفعة"(۱۷۲)۔ اخطأ شعبة في اسمه، وربما اخطا في الاسماء ولا يخطئ في المتون كما مر غير مرة،

۲۹۳۲۔ سالم بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہؓ کو ابن عمرؓ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کچھ لوگ مجھے ربذہ مقام پر احرام کی حالت میں ملے اور انہوں نے مجھ سے شکار کے ایسے گوشت کے بارے میں پوچھا جو حلال لوگوں کے پاس ہو اور وہ اسے کھا رہے ہوں تو میں نے انہیں اس کے کھانے کی اجازت دی۔ ابوہریرہؓ نے مزید فرمایا کہ پھر جب میں مدینہ منورہ پہنچا اور حضرت عمرؓ سے اس بارے میں میں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تو نے کیا فتویٰ دیا؟ میں نے کہا کہ میں نے کھانے کا فتویٰ دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تو کسی اور چیز کا فتویٰ دیتا تو میں تجھے سزا دیتا۔ (مؤطا مالک)۔ اور طحاوی میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ میں نے تو صرف اسے شکار کرنے سے منع کیا ہے۔ (طحاوی)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حلال کا شکار کیا ہوا محرم کے لئے حلال اور مباح ہے خواہ شکار کرنے والے نے اپنے لئے شکار کیا ہو یا محرم کے لئے کیونکہ حضرت عمرؓ نے بھی اس بارے میں نہیں پوچھا کہ کس کے لئے شکار کیا گیا۔

۲۹۳۳۔ عبداللہ بن شماس کہتے ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، پوچھا کہ حلال شخص کسی شکار کو شکار کر کے اس کا گوشت محرم کو ہدیہ کرے تو اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں صحابہ میں اختلاف ہے۔ بعض اس گوشت کو حرام قرار دیتے ہیں اور بعض حلال قرار دیتے ہیں۔ اور میرے خیال میں اس گوشت کے کھانے میں کوئی

وعبدالرحمن بن شماسة من رجال مسلم والاربعة، ثقة، قال ابو حاتم: روايته عن عائشة مرسلة- و قال اللالكائي: سمع منها-(تهذيب التهذيب۶:۱۹۵)- وسياق هذاالاسناد يؤيد اللالكائي كما ترى، وهو عندي اسناد حسن-

۲۹۳۴- اخبرنا ابو حنيفة، قال: حدثنا هشام بن عروة، عن ابيه، عن جده الزبير بن العوام، قَالَ: كُنَّا نَحْمِلُ لَحْمَ الصَّيْدِ صَفِيْفًا، وَنَتَزَوَّدُ وَنَاكُلُهُ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ- اخرجه محمد فى "الآثار"(۱۵۴) وسنده صحيح، وابن خسرو فى "مسنده" لابى حنيفة، ذكره الشيخ فى "الامام"- (زيلعى۱:۵۴۰)- وروى هذاالحديث حماد بن ابى سليمان شيخ الامام عن ابى حنيفة رحمه الله لجلالة قدره-(جامع المسانيد۱:۵۵۵)- واخرجه مالك فى "الموطا" عن هشام بن عروة، عن ابيه مختصرا: اَنَّ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَامِ كَانَ يَتَزَوَّدُ صَفِيْفَ الظِّبَاءِ فِى الْاِحْرَامِ- قال مالك: والصفيف القدير(۱۳۵)-

۲۹۳۵- اخبرنا ابو حنيفة، عن محمد بن المنكدر، عن عثمان بن محمد عن طلحة

حرج نہیں۔(طحاوی)۔اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان کہ "میرے خیال میں اس گوشت کے کھانے میں کوئی حرج نہیں" اپنے عموم کی وجہ سے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حلال کا شکار کردہ محرم کے لئے مباح ہے خواہ اس نے جس نیت سے بھی شکار کیا ہو۔

۲۹۳۴۔ زبیر بن العوامؓ فرماتے ہیں کہ ہم شکار کا گوشت پکا کر خشک کر کے اپنے ساتھ زادِراہ کے طور پر لے جاتے اور کھاتے تھے جبکہ ہم حضور ﷺ کے ہمراہ احرام کی حالت میں ہوتے تھے۔(کتاب الآثار محمدؒ)۔اس کی سند صحیح ہے۔اور ابن خسرو نے اپنی مسند میں اور حماد نے جامع المسانید میں یہ حدیث روایت کی ہے۔اور مؤطا مالک میں ہے کہ زبیرؓ بن العوام احرام کی حالت میں ہرن کا گوشت پکا کر خشک کر کے لے جاتے تھے۔

فائدہ: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شکار کا گوشت محرم کے لئے مباح ہے۔بشرطیکہ اس نے اسے احرام باندھنے سے قبل شکار کیا ہو۔اور اسی طرح وہ گوشت بھی مباح ہے جو حلال نے شکار کر کے محرم کو بھیجا ہو۔جو ان دونوں میں فرق کا مدعی ہے پس اس کے ذمہ دلیل ہے۔

۲۹۳۵۔ طلحہ بن عبیداللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس بات میں بحث کر رہے تھے کہ آیا حلال آدمی کے شکار کردہ جانور کا گوشت محرم

بن عبيدالله ،قال: تَذَاكَرْنَا لَحْمَ الصَّيْدِ يَصِيْدُهُ الحَلَالُ فَيَاكُلُهُ الْمُحْرِمُ وَالنَّبِيُّ ﷺ نَائِمٌ، فارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُنَا، فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: ﴿فِيْمَ تَتَنَازَعُوْنَ؟﴾ فَقُلْنَا: فِيْ لَحْمٍ يَصِيْدُهُ الحَلَالُ فَيَاكُلُهُ الْمُحْرِمُ، قَالَ: فَاَمَرَنَا بِاَكْلِهِ۔ اخرجه محمد فى "الآثار"(٥٤)، وابو محمد البخارى، والحافظ طلحة بن محمد، والحافظ ابن خسرو، والقاضى ابن عبد الباقى فى مسانيدهم للامام "جامع المسانيد"(١:٥٤٢)۔ وعثمان بن محمد بن ابى سويد روى عنه الزهرى ومحمد بن المنكدر، ذكره ابن حبان فى الثقات، من التابعين۔ (تعجيل المنفعة٢٨٣) فالحديث حسن صحيح۔

٢٩٣٦- اخبرنا ابوحنيفة، قال: حدثنا الهيثم بن ابى الهيثم، عن الصلت بن حنين، عن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما، قَالَ: اُهْدِىَ لَهُ ظَبْيَانِ وَ بَيْضُ نَعَامٍ فِى الْحَرَمِ، فَاَبٰى اَنْ يَقْبَلَهُ وَ قَالَ: هَلَّاذَبَحْتَهُمَا قَبْلَ اَنْ تَجِيْءَ بِهِمَا؟۔ اخرجه محمد فى "الآثار"۔ قال محمد: وبه ناخذ، اذا دخل شىء من الصيد الحرم حيا لم يحل ذبحه ولا بيعه وخلى سبيله، وهو قول ابى حنيفة اھ(٥٥)۔ لم اعرف الصلت هذا، ولكن محمدا احتج به، واحتجاج المجتهد

کھا سکتا ہے؟ اور حضور ﷺ (ہمارے پاس ہی) آرام فرمارہے تھے کہ اچانک ہماری آواز بلند ہوئی تو حضور ﷺ جاگ پڑے اور فرمایا کہ کس بات پر جھگڑ رہے تھے؟ ہم نے کہا کہ حلال کے شکار کردہ جانور کے گوشت کے بارے میں کہ کیا محرم اس گوشت کو کھا سکتا ہے؟ راوی کہتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں اس کے کھانے کا حکم فرمایا۔ (کتاب الآثار محمد)۔ یہ حدیث ابومحمد بخاری، حافظ طلحہ بن محمد اور ابن خسرو نے روایت کی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: آپ ﷺ کا کھانے کا حکم فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حلال کا شکار کردہ محرم کے لئے مباح ہے۔ خواہ اس نے اس نیت سے بھی شکار کیا ہو۔

۲۹۳۶۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہیں حرم میں دو ہرن اور شتر مرغ کے انڈے ہدیہ کئے گئے تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ انہیں لانے سے قبل تم نے ذبح کیوں نہیں کر لیا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر شکار کو حرم میں زندہ لایا جائے تو اس کو ذبح کرنا اور بیچنا جائز نہیں بلکہ اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ یہی امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ (کتاب الآثار محمد)۔ امام محمدؒ مجتہد کا اس حدیث سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔

بحديث تصحيح له كما مر في المقدمة۔

۲۹۳۷- اخبرنا ابو حنيفة، عن حماد، عن ابراهيم، قَالَ: إِذَا أَهْلَلْتَ بِهِمَا جَمِيعًا الْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ فَأَصَبْتَ صَيْدًا فَإِنَّ عَلَيْكَ جَزَائَيْنِ، فَإِنْ أَهْلَلْتَ بِعُمْرَةٍ كَانَ عَلَيْكَ جَزَاءٌ، وَإِنْ أَهْلَلْتَ بِحَجٍّ كَانَ عَلَيْكَ جَزَاءٌ۔ اخرجه محمد في "الآثار" وقال: وبه ناخذ، وهو قول ابي حنيفة اهـ(٥٤)۔

۲۹۳۸- ابو حنيفة، عن حماد عن ابراهيم، قَالَ: إِذَا اشْتَرَكَ الْقَوْمُ الْمُحْرِمُوْنَ فِيْ صَيْدٍ فَعَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ جَزَاؤُهٗ۔ قال محمد: وبه ناخذ، وهو قول ابي حنيفة۔ "كتاب الآثار"(١٥٤)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذبح شدہ جانور حرم میں لانا اور محرم کو ہدیہ کرنا جائز ہے۔ البتہ زندہ صورت میں محرم کو ہدیہ کرنا جائز نہیں۔

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ حلال آدمی کے شکار کردہ جانور کا گوشت محرم کے لئے کھانا درست ہے۔ بشرطیکہ کسی محرم نے حکم، اشارہ یا تعاون نہ کیا ہو۔ اور خواہ شکار کرنے والے نے محرم کو کھلانے کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو کیونکہ حضور ﷺ نے جب موانع عن الاکل کے بارے میں سوال کیا تو حکم، اشارہ اور تعاون کے بارے میں تو پوچھا اور اگر محرم کو کھلانے کی نیت سے شکار کرنا بھی مانع ہوتا تو ضرور اس بارے میں سوال کرتے، لیکن سوال نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مانع نہیں۔ نیز ابوقتادہؓ کا گورخر شکار کرنا صرف اپنے لئے نہیں تھا بلکہ یقیناً ساتھیوں کے لئے تھا۔

۲۹۳۷۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر تو نے حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا ہوا اور پھر تو (احرام کی حالت میں) شکار کرے تو تجھ پر دو جزاء واجب ہونگی۔ اور اگر تو نے صرف عمرہ کا یا صرف حج کا احرام باندھا ہو تو تجھ پر ایک جزاء واجب ہوگی۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی ہمارا اور امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ (کتاب الآثار محمد)۔

فائدہ: چونکہ اس نے دو احراموں کی بے حرمتی کی ہے۔ لہٰذا دو جزائیں واجب ہونگی۔

۲۹۳۸۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کچھ محرم لوگ مل کر کسی شکار کو شکار کریں تو ان میں سے ہر ایک پر مستقل الگ الگ جزاء ہوگی۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی ہمارا اور امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔

فائدہ: چونکہ یہ جزاء جنایت پر ہے اور یہاں جنایت متعدد ہیں لہٰذا جزاء بھی متعدد ہونگی۔

باب قوله تعالى: ﴿يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنكُمْ﴾

٢٩٣٩ - عن محمد بن سيرين: أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: إِنِّي أَجْرَيْتُ أَنَا وَصَاحِبٌ لِيْ فَرَسَيْنِ نَسْتَبِقُ إِلَى ثُغْرَةِ ثَنِيَّةٍ، فَأَصَبْنَا ظَبْيًا وَنَحْنُ مُحْرِمَانِ، فَمَا ذَا تَرَى؟ فَقَالَ عُمَرُ لِرَجُلٍ بِجَنْبِهِ: تَعَالَ حَتَّى نَحْكُمَ أَنَا وَأَنْتَ، قَالَ: فَحَكَمَا عَلَيْهِ بِعَنْزٍ، فَوَلَّى الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ: هٰذَا أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَحْكُمَ فِيْ ظَبْيٍ حَتَّى دَعَا رَجُلًا فَحَكَمَ مَعَهُ. فَسَمِعَ عُمَرُ قَوْلَ الرَّجُلِ، فَدَعَاهُ، فَسَأَلَهُ: هَلْ تَقْرَأُ سُوْرَةَ الْمَائِدَةِ؟ فَقَالَ: لَا، فَقَالَ: هَلْ تَعْرِفُ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِيْ حَكَمَ مَعِيَ؟ فَقَالَ: لَا فَقَالَ: لَوْ أَخْبَرْتَنِيْ أَنَّكَ تَقْرَأُ سُوْرَةَ الْمَائِدَةِ لَأَوْجَعْتُكَ ضَرْبًا، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ فِيْ كِتَابِهِ: ﴿يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ﴾. وَهٰذَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ. رواه مالك في "الموطا" عن عبدالملك بن قريب، عن محمد بن سيرين وعبدالملك بن قريب هو الاصمعي ثقة. (نيل الاوطار ٤:٢٣٥).

باب اللہ کا فرمان "يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنكُمْ" (یعنی اس کی جزاء کے بارے میں دو عادل فیصلہ کریں) کی تفسیر

٢٩٣٩۔ محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ ایک آدمی عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں اور میرے دوست نے ثنیۃ الوداع کی سرحد تک گھڑ دوڑ کی پھر ہم نے احرام کی حالت میں ایک ہرن شکار کیا۔ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے فرمایا تشریف لائیں تا کہ ہم دونوں مل کر فیصلہ کریں۔ راوی کہتے ہیں کہ ان دونوں نے اس پر ایک بکری کا فیصلہ کیا۔ پھر وہ آدمی یہ کہتے ہوئے لوٹا یہ کیسا امیر المومنین ہے، جو ایک ہرن کے بارے میں فیصلہ نہیں کر سکتا؟ جب تک کہ آدمی کو نہ بلا لے جو اس کے ساتھ فیصلہ کرے۔ حضرت عمرؓ نے اس آدمی کی بات سن لی۔ اور اسے بلا کر اس سے پوچھا کیا تو نے سورۂ مائدہ پڑھی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تو اس آدمی کو جانتا ہے جس نے میرے ساتھ مل کر فیصلہ کیا اس نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تو یہ کہتا کہ میں نے سورۂ مائدہ پڑھی ہے تو میں تجھے مارتا۔ پھر آپؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی کتاب قرآن پاک میں فرماتے ہیں کہ اس بارے میں تم میں سے دو عادل شخص جزا میں ایسی ہدی کا فیصلہ کریں جو مکہ میں پہنچنے والی ہو۔ اور یہ شخص جنہوں نے میرے ساتھ مل کر فیصلہ کیا عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے (مؤطا مالک)۔ اسے عبدالملک بن قریب نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے اور عبدالملک بھی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کی حالت میں شکار کرنے کی جزا کا فیصلہ دو عادل مل کر کریں اور یہ مستحب

باب من كسر بيض النعامة فعليه قيمته وان المراد بالمثل في قوله تعالى: ﴿فجزاء مثل ما قتل من النعم﴾ المثل المعنوى وهو القيمة دون النظير من حيث الخلقة

٢٩٤٠- عن كعب بن عجرة ﷺ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضٰى فِيْ بَيْضِ نَعَامَةٍ أَصَابَهُ الْمُحْرِم بِقِيْمَتِهٖ- رواه عبدالرزاق، والبيهقى، والدارقطنى، من حديث ابراهيم بن ابى يحيى، عن حسين بن عبدالله، عن عكرمة، عن ابن عباس، عنه، وحسين ضعيف- ورواه ابوداود والدارقطنى، والبيهقى، من رواية ابن جريج، عن زياد بن سعد، عن ابى الزناد، عن رجل عن عائشة رضى الله عنها- ورواه ابن ماجة، والدارقطنى، من حديث ابى المهزم- وهو اضعف من حسين او مثله- عن ابى هريرة ﷺ (التلخيص الحبير ١: ٢٢٤)- قلت: حسين بن عبدالله قال ابن ابى مريم عن يحيى: ليس به باس: يكتب حديثه، وكذا قال ابن عدى: هو ممن يكتب حديثه، فانى لم اجد له حديثا منكرا قد جاوز المقدار اه- من "التهذيب" (٢: ٣٤١، ٣٤٢) وقد عرف ان قول ابن معين: لا باس به، وليس به باس، توثيق منه- وللحديث طرق عديدة اذا ضم بعضها الى بعض حصلت له قوة-

ہے، ورنہ ایک عادل بھی فیصلہ کرسکتا ہے۔ جیسا کہ اگلے باب کی روایات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ نیز امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شکار کی قیمت وہاں کی معتبر ہوگی جہاں شکار کیا گیا ہے پھر فدیہ دینے میں محرم کو اختیار ہے چاہے تو ہدی حرم میں ذبح کرے یا اس کی قیمت کا غلہ لے کر مساکین میں تقسیم کرے یا روزے رکھے۔

باب شترمرغ کے انڈے کے توڑنے پر اس کی قیمت واجب ہے اور اللہ کے فرمان ﴿فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾ میں مثل سے مثل معنوی مراد ہے، مثل صوری مراد نہیں۔

۲۹۴۰۔ حضرت کعب بن عجرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اگر محرم شترمرغ کا انڈہ توڑے تو اس پر اس کی قیمت واجب ہے۔ (عبدالرزاق، بیہقی، دارقطنی)۔

فائدہ: اس کے متعدد طرق ہیں۔ جس کی وجہ سے حدیث میں قوت آ جاتی ہے۔ نیز آثار صحابہ ﷺ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے یہ حدیث حسن ہے اور حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

۲۹٤۱- عن ابن عباس رضی اللہ عنھما، قَالَ: فِیْ بَیْضِ النَّعَامِ یُصِیْبُهُ الْمُحْرِمُ ثَمَنُهُ۔
اخرجه عبدالرزاق من طریق صحیح منه، قاله الحافظ فی "الدرایة"(۲۰۹)۔

۲۹٤۲- حدثنا ابن فضیل، عن خصیف، عن ابی عبیدة، عن عبداللہ-هو ابن مسعود- قَالَ: فِیْ بَیْضِ النَّعَامِ قِیْمَتُهُ۔

۲۹٤۳- حدثنا ابو حنیفة رحمه اللہ ،عن خصیف به۔ اخرجه عبدالرزاق فی مصنفه" (زیلعی ۱:۵۳۷)۔ وسکت عنه الحافظ فی "الدرایة" (۲۰۹)۔ ورجاله کلھم ثقات، وقد ذکرنا غیر مرة ان الدارقطنی صحح احادیث ابی عبیدة عن ابیه، فالاثر صحیح۔

۲۹٤٤- حدثنا وکیع، وابن نمیر، عن الاعمش، عن ابراھیم، عن عمرؓ، قَالَ: فِیْ بیض النَّعَامِ قِیْمَتُهُ۔ قاله الشیخ فی "الامام"۔ وابراھیم النخعی عن عمرؓ منقطع اھ۔ زیلعی (۱:۵۳۷)۔ قلت: نعم، ولکن مراسیله صحاح کما مر غیر مرة۔

۲۹٤۵- عن نافع بن عبدالحارث، قَالَ: قَدِمَ عُمَرُ مَکَّةَ، فَدَخَلَ دَارَالنَّدْوَةِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ،

۲۹۴۱۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ محرم پر شتر مرغ کے انڈے کے توڑنے میں اس کی قیمت واجب ہے۔ (عبدالرزاق)۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۹۴۲۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شتر مرغ کا انڈہ توڑنے میں اس کی قیمت واجب ہے۔

۲۹۴۳۔ امام ابوحنیفہؒ خصیف سے بھی اس قسم کی روایت نقل کرتے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ پس یہ اثر صحیح ہے۔

۲۹۴۴۔ ابراہیمؒ (نخعی) سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شتر مرغ کا انڈہ توڑنے میں اس کی قیمت واجب ہے (نصب الرایہ)۔ ابراہیم کے تمام مراسیل صحیح ہیں۔

فائدہ: ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شتر مرغ کے انڈے کو توڑنے میں قیمت کو واجب کیا گیا اور قیمت مثل حکمی ہے۔

۲۹۴۵۔ نافع بن عبدالحارث فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ مکہ تشریف لائے اور جمعہ کے دن دارالندوۃ میں داخل ہوئے اور اپنی چادر گھر میں کسی کھڑی ہوئی چیز پر لٹکا دی۔ پھر اس پر کوئی پرندہ آ بیٹھا آپ کو خوف ہوا کہ کہیں اس پر بیٹ نہ کر دے تو آپ نے اسے

فَأَلْقَى رِدَائَهُ عَلَى وَاقِفٍ فِي الْبَيْتِ، فَوَقَعَ عَلَيْهِ طَيْرٌ، فَخَشِيَ أَنْ يَّسْلَحَ عَلَيْهِ فَأَطَارَهُ، فَوَقَعَ عَلَيْهِ
فَانْتَهَزَتْهُ حَيَّةٌ فَقَتَلَهُ، فَلَمَّا صَلَّى الْجُمُعَةَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ أَنَا وَ عُثْمَانُ، فَقَالَ: أُحْكُمَا عَلَيَّ فِي شَيْءٍ
صَنَعْتُهُ الْيَوْمَ، فَذَكَرَلَنَا الْخَبَرَ، فَقُلْتُ لِعُثْمَانَ: كَيْفَ تَرَى فِي عَنْزٍ ثَنِيَّةٍ عَفْرَاءَ؟ قَالَ: أَرَى ذٰلِكَ
فَأَمَرَ بِهَا عُمَرُ۔ اخرجه الشافعي، واسناده حسن۔ (التلخيص الحبير ۱:۲۲۸)۔

۲۹۴۶- عن مجاهد، عن عبدالله، قَالَ: فِي الضَّبِّ يُصِيبُهُ الْمُحْرِمُ حَفْنَةٌ مِنْ طَعَامٍ۔ رواه
ابن ابی شیبة۔ (التلخیص الحبیر ۱:۲۲۸)۔ وسکت عنه الحافظ فهو حسن او صحیح۔

۲۹۴۷- عن طارق قَالَ: خَرَجْنَا حُجَّاجًا، فَأَوْطَأَ رَجُلٌ مِنَّا- يُقَالُ لَهُ: أَرْبَد- ضَبًّا، فَفَزَرَ
ظَهْرَهُ، فَأَتَى عُمَرَ، فَقَالَ عُمَرُ: أُحْكُمْ يَا أَرْبَدُ، قَالَ: أَرَى فِيهِ جَدْيًا قَدْ جَمَعَ الْمَاءَ وَالشَّجَرَ، فَقَالَ
عُمَرُ: فَذَاكَ فِيهِ: اخرجه الشافعي رحمه الله بسند صحیح۔ (التلخیص الحبیر ۱:۲۲۸)۔

اڑایا، پھر وہ دوبارہ اس پر آ بیٹھا اور سانپ نے اسے زخمی کر کے مار ڈالا۔ نافع کہتے ہیں کہ پھر میں اور حضرت عثمانؓ جمعہ کی نماز کے وقت آپؓ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا آج میں نے یہ کیا ہے، اس کی جزا کے بارے میں مجھ پر فیصلہ کرو۔ میں نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ ثنیۂ عفراء کی بکری کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میری بھی یہی رائے ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے بکری لانے اور ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ (اخرجہ الشافعی)۔ اس کی سند حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: پرندے اور بکری میں کوئی صوری مماثلت نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن میں مثل سے مراد مثل معنوی ہے۔ اس سے جمہور کا یہ دعویٰ بھی باطل ہو گیا کہ صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ مثل صوری مراد ہے۔ نیز جوہر نقی باب جزاء الحمام میں ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے حمام (کبوتر) کی جزاء میں بکری واجب کی۔

۲۹۴۶۔ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر محرم گوہ کو شکار کرے تو اس میں لپ بھر غلہ واجب ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ حافظ صاحب نے اس کی سند سے سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۲۹۴۷۔ طارق فرماتے ہیں کہ ہم حاجی بن کر نکلے، ہم میں سے ایک اربد نامی آدمی نے ایک گوہ کو روندا اور اس کی کمر توڑ کر رکھ دیا۔ پھر وہ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اربد! فیصلہ کر، اس نے کہا میرے خیال میں اس میں ایک بکرا ہے جس نے پانی اور سبزے کو جمع کیا ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس میں یہی واجب ہے۔ اسے امام شافعی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (التلخیص الحبیر)۔

٢٩٤٨ - عن عمر ﷺ: اَنَّهٗ قَضٰى فِي الْغَزَالِ بِعَنْزٍ، وَ فِي الْاَرْنَبِ بِعَنَاقٍ، وَ فِي الْيَرْبُوْعِ بِجَفْرَةٍ۔ رواه مالك والشافعي بسند صحيح۔

٢٩٤٩ - وقال ابن ابي شيبة: ثنا يزيد بن هارون عن ابن عون، عن ابي الزبير، عن جابر ﷺ: اَنَّ عُمَرَ قَضٰى فِي الْاَرْنَبِ بِبَقَرَةٍ۔ كذا في "التلخيص الحبير"، و سند ابن ابي شيبة صحيح ايضا۔

٢٩٥٠ - حدثنا محمد بن المثنى، ثنا محمد بن جعفر، ثنا شعبة، عن حماد، سَمِعْتُ اِبْرَاهِيْمَ يَقُوْلُ: فِيْ كُلِّ شَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ ثَمَنُهٗ۔ اخرجه الامام ابن جرير الطبرى في تفسيره (٧-٣١)۔ و سنده صحيح۔

۲۹۴۸۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ہرن کے شکار میں بکری، خرگوش کے شکار میں بکری کے بچے جنگلی چوہے کے شکار میں چار مہینے کے بکری کے بچے کا فیصلہ فرمایا۔ امام مالکؒ نے اپنی مؤطا میں اور امام شافعیؒ نے اسے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۲۹۴۹۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے خرگوش کے شکار میں گائے کا فیصلہ فرمایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند بھی صحیح ہے۔

فائدہ: گوہ کے شکار میں کبھی لپ بھر غلہ اور کبھی بکرے کا فیصلہ کرنا اور خرگوش کے شکار کرنے میں بکری کے بچے اور کبھی گائے کا فیصلہ کرنا اس پر دلیل ہے کہ مثل سے مراد مثل معنوی ہے کیونکہ مختلف مقامات یا مختلف زمانوں میں ایک چیز کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے لہٰذا اسی قیمت کے مطابق مختلف فیصلے فرمائے گئے۔

۲۹۵۰۔ حمادؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر شکار میں اس کی قیمت واجب ہے۔ (تفسیر طبری)

فائدہ: ابراہیم نخعیؒ کا قول اور فتویٰ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آیت میں مثل سے مراد مثل معنوی ہے نہ کہ مثل صوری۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مثل معنوی کہنے میں امام اعظمؒ منفرد نہیں ہیں۔ بلکہ فقہاء تابعین کا بھی یہی قول ہے۔

باب يذبح الهدى بالحرم ويتصدق بالطعام ويصوم حيث شاء وهو مخيّر بين الثلاثة وان كان ذا يسار

۲۹۵۱- حدثنا هناد، ثنا ابن ابی عروبة، عن ابی معشر عن ابراهيم، قَالَ: مَا كَانَ مِن دَمٍ فَبِمَكَّةَ، وَمَا كَانَ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ صَوْمٍ حَيْثُ شَاءَ۔ اخرجه الامام الطبری فی تفسيره(۳٦:۷)- و سنده حسن صحيح۔

۲۹۵۲- حدثنا ابن وكيع، وابن حميد، قالا: ثنا جرير، عن منصور، عن الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس رضی الله عنهما: ﴿فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ: ﴿أَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا﴾، قَالَ: إِذَا أَصَابَ الْمُحْرِمُ الصَّيْدَ حُكِمَ عَلَيْهِ جَزَاؤُهٗ مِنَ النَّعَمِ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ نُظِرَ كَم

باب محرم فدیہ کی ہدی حرم ہی میں ذبح کرے البتہ جہاں چاہے صدقہ دے اور روزے رکھے۔ محرم کو ان تینوں فدیوں میں سے ایک فدیہ دینے کا اختیار ہے اگرچہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو

۲۹۵۱۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ فدیہ دم کی صورت میں ہو تو مکہ میں ذبح کرنا ضروری ہے اور اگر صدقہ یا روزے کی صورت میں ہو تو جہاں چاہے فدیہ دے۔ (تفسیر طبری)۔ اس کی سند حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے باب کا جزء اول واضح ہے کہ فدیہ کا جانور صرف مکہ ہی میں ذبح ہوگا۔ البتہ صدقہ اور روزہ کی صورت میں فدیہ ہر جگہ دے سکتا ہے۔ احکام القرآن میں جصاص لکھتے ہیں کہ اس بات میں فقہاء کے مابین اختلاف نہیں ہے کہ فدیہ کا جانور صرف مکہ ہی میں ذبح کرنا جائز ہے۔ اور "بالغ الكعبة" کا مطلب یہ ہے کہ حرم میں اسے ذبح کیا جائے۔ اور فقہاء اس پر بھی متفق ہیں کہ فدیہ کے روزے غیر مکہ میں رکھنے جائز ہیں۔ البتہ صدقہ میں اختلاف ہے۔ ہم احناف کے ہاں جہاں چاہے دے سکتا ہے۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ﴿أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ﴾ ہے کیونکہ یہاں تمام مساکین مراد ہیں خواہ مکہ کے ہوں یا غیر مکہ کے۔ اس کی تخصیص کرنا کسی مخصوص مکان کے ساتھ بغیر دلیل کے جائز نہیں۔ اسی طرح جب دیگر صدقات ہر جگہ جائز ہیں تو یہ بھی چونکہ یہ صدقہ ہے تو یہ بھی ہر جگہ جائز ہونا چاہیے۔

۲۹۵۲۔ اللہ پاک کا ارشاد ﴿فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ﴾ الآیہ۔ (تو اس پر فدیہ واجب ہوگا جو مساوی ہوگا اس جانور کے جو اس نے قتل کیا ہے، جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل شخص کریں۔ اگر وہ فدیہ ہدی کی شکل میں ہو تو وہ کعبہ تک پہنچائی جائے یا کفارہ مسکینوں کو دے دیا جائے یا اس کے برابر روزے رکھ لیے جائیں)۔ کے بارے میں ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر محرم کسی جانور کو شکار کرلے تو جانوروں میں

ـ۔ قَالَ اِبْنُ حَمِيْدٍ: كَمْ قِيْمَتَهُ فَقُوِّمَ عَلَيْهِ ثَمَنُهُ طَعَامًا، فَصَامَ مَكَانَ كُلِّ نِصْفِ صَاعٍ يَوْمًا، أَوْ ـدَرَةُ طَعَامِ مَسَاكِيْنَ، أَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا۔ قَالَ: اِنَّمَا أُرِيْدَ بِالطَّعَامِ الصِّيَامُ، فَإِذَا وُجِدَ الطَّعَامُ ـجَزَائُهُ۔ اخرجه الامام الطبری ایضا (۷:۲۹)۔ و سنده حسن صحیح۔

۲۹۵۳- حدثنا هناد بن السری، ثنا ابن ابی زائده، اخبرنا ابن جریج، عَنْ عَطَاءٍ، فِيْ ـ اللهِ تَعَالٰى: ﴿فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾، قَالَ: اِنْ أَصَابَ اِنْسَانٌ مُحْرِمٌ نَعَامَةً فَاِنَّ لَهُ اِنْ ـ ذَا يَسَارٍ أَنْ يُهْدِيَ مَا شَاءَ جَزُوْرًا، أَوْ عَدْلُهَا طَعَامًا، أَوْ عَدْلُهَا صِيَامًا، قَالَ: كُلُّ شَيْءٍ فِيْ ـ أَوْ أَوْ فَلْيَخْتَرْ مِنْهُ صَاحِبُهُ مَا شَاءَ۔ اخرجه الطبری ایضا (۷:۳۵)۔ و سنده صحیح۔

۲۹۵٤- حدثنا هناد، ثنا حفص، عن لیث، عن مجاهد، عن ابن عباس رضی الله عنهما، ـ كُلُّ شَيْءٍ فِي الْقُرْآنِ أَوْ أَوْ، فَصَاحِبُهُ مُخَيَّرٌ فِيْهِ، وَكُلُّ شَيْءٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ، فَالْأَوَّلُ ثُمَّ ـنِيْ يَلِيْهِ۔ اخرجه الطبری ایضا (۷:۳۵)۔ و سنده حسن۔ ولیث هو ابن ابی سلیم، وفیه،

ـ کی جزاء کا فیصلہ کیا جائے گا اور اگر وہ جانور نہ پائے تو اس کی قیمت کا اندازہ لگایا جائے۔ ابن حمید فرماتے ہیں کہ اس کی قیمت کا ـ لگایا جائے پھر اس کی قیمت پر غلہ کا اندازہ لگایا جائے۔ ہر نصف صاع کے بدلے ایک دن روزہ رکھے یا مسکینوں کو غلہ دے کر کفارہ ادا ـ یا اس کے برابر روزے رکھے۔

راوی کہتے ہیں طعام سے صیام مراد ہے، جب طعام پایا جائے گا گویا کہ جزاء پائی گئی۔ (تفسیر طبری)۔ اس کی سند حسن صحیح ہے۔

۲۹۵۳۔ عطاءؒ، اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾ (محرم جو جانور شکار کرے اس کی مثل فدیہ میں ـ) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر انسان احرام کی حالت میں کسی شتر مرغ کا شکار کرلے اور وہ آدمی مالدار ہو تو اسے اس بات کا ـ ہے کہ یا تو جس قسم کا اونٹ چاہے ذبح کرے (مکہ میں) یا اس کی قیمت کے برابر اناج لے کر صدقہ کرے یا نصف صاع کے حساب ـ کے برابر روزے رکھے۔ عطاء یہ بھی فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں جس مسئلہ میں ''أَوْ''، اَوْ کا ذکر ہے اس میں عامل کو اختیار ہے ـ صورت چاہے اختیار کرے۔ (تفسیر طبری)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۲۹۵۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں جس مسئلہ میں اَوْ، اَوْ کا ذکر ہے اس میں عامل کو اختیار ہے کہ جو صورت ـ اختیار کرے۔ اور ہر وہ مسئلہ جس میں اَوْ اَوْ نہ ہو تو اس میں پہلے پہلی صورت اور (اگر اس کی طاقت نہ ہو تو) پھر اس کے ساتھ والی ـ اختیار کرے)۔ (تفسیر طبری)۔ اس کی سند حسن ہے۔

وفيه مقال، ولكنه حسن الحديث كما مر غير مرة۔

باب الجراد من صيد البر وفيها صدقة كحفنة من طعام او تمرة

۲۹۵۵- عن زيد بن اسلم: أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷺ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنِّيْ أَصَبْتُ جَرَادَاتٍ بِسَوْطِيْ وَأَنَا مُحْرِمٌ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَطْعِمْ قُبْضَةً مِنْ طَعَامٍ۔ اخرجه مالك في "الموطا" (١٦٢)، وهو مرسل۔

۲۹۵٦- عن يحيى بن سعيد: أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَسَأَلَهُ عَنْ جَرَادَةٍ قَتَلَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَقَالَ عُمَرُ لِكَعْبٍ: تَعَالَ حَتّٰى نَحْكُمَ، فَقَالَ كَعْبٌ: دِرْهَمٌ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّكَ لَتَجِدُ الدَّرَاهِمَ، لَتَمْرَةٌ خَيْرٌ مِنْ جَرَادَةٍ۔ اخرجه مالك في "الموطا" ايضا (١٧٢) وهو مرسل۔

فائدہ: ان دونوں آثار سے معلوم ہوا کہ اگر محرم احرام کی حالت میں کسی جانور کا شکار کرے تو اسے فدیے میں تین چیزوں میں سے ایک چیز کا اختیار ہے۔ یا تو ہدی حرم میں بھیج کر ذبح کرے یا ہدی کی قیمت کے بقدر اناج لے کر مساکین میں تقسیم کرے یا ہر نصف صاع کے بدلے میں ایک روزہ رکھے۔

باب ٹڈی خشکی کا شکار ہے اور اس کے شکار کرنے پر لپ بھر اناج یا کھجور ہے

۲۹۵۵۔ زید بن اسلمؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے امیر المؤمنین! میں نے احرام کی حالت میں چند ٹڈیوں کو اپنے کوڑے سے مار ڈالا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ ایک مٹھی بھر کھانا کسی کو کھلا دے۔ (مؤطا مالک)۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

فائدہ: ابن حبان کے حوالہ سے یہ بات مقدمہ اعلاء السنن میں مذکور ہے کہ کبار تابعین کے مراسیل مقبول ہیں کیونکہ وہ صرف ثقہ سے ہی ارسال کرتے ہیں۔ اسی طرح ابن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ جس کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ثقہ سے ہی حدیث روایت کرتا ہے تو اس کا ارسال بھی مقبول ہے۔ اور یہ بات بھی معلوم شدہ ہے کہ زید بن اسلم صرف ثقہ سے ہی ارسال کرتے ہیں۔

۲۹۵٦۔ یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عمرؓ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ اس نے احرام کی حالت میں ایک ٹڈی مار ڈالی ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے کعبؓ سے فرمایا کہ آؤ ہم مل کر فیصلہ کریں۔ کعبؓ نے فرمایا کہ ایک درہم لازم ہے اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تیرے پاس تو بہت دراہم ہیں۔ میرے نزدیک ایک کھجور ایک ٹڈی سے بہتر ہے۔ (مؤطا مالک)۔ یہ مرسل ہے لیکن عبدالرزاق نے اسے سند صحیح کے ساتھ موصولاً روایت کیا ہے۔

ووصله عبدالرزاق بسند صحيح، كما سنذكره في الحاشية۔

۲۹۵۷- عن ابن عباس رضی الله عنهما: فِي الْجَرَادَةِ قُبْضَةٌ مِنْ طَعَامٍ، وَلَتُوخَذَنَّ بِقَبْضَةٍ جَرَادَاتٍ۔ رواه الامام الشافعي بسند صحيح (التلخيص الحبير ۱:۲۲۹)۔

باب يجب على المحرم ارسال ما في يده من الصيد عند الاحرام لا ما في بيته او في قفص معه و في حكمه الداخل في الحرم

۲۹۵۸- حدثنا ابوبكر بن عياش، عن يزيد بن ابي زياد، عن عبدالله بن الحارث، قَالَ: كُنَّا نَحُجُّ وَنَتْرُكُ عِنْدَ أَهْلِنَا أَشْيَاءَ مِنَ الصَّيْدِ مَا نُرْسِلُهَا۔ رواه ابن ابي شيبة۔(زيلعی ۵٤)۔ قلت: سند حسن صحيح على شرط مسلم، وعبدالله بن الحارث له رؤية، ولد على عهد النبي ﷺ كما في التقريب(۱۰۰)۔

۲۹۵۹- حدثنا عبدالسلام بن حرب، عن ليث، عن مجاهد: أَنَّ عَلِيًّا رضی الله عنه رَأَى مَعَ

فائدہ: یعنی احرام کی حالت میں ایک ٹڈی مارنے پر ایک کھجور یا مٹھی بھراناج صدقہ کردینا کافی ہے۔

۲۹۵۷۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ٹڈی کے مارنے میں مٹھی بھراناج صدقہ کرنا (محرم پر) لازم ہے۔اور تیری مٹھی بھرٹڈیوں کی وجہ سے پکڑ ہوگی۔اسے امام شافعی نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔(تلخیص حبیر)۔

فائدہ: باقی ابوداؤد وترمذی کے الفاظ کہ ''كلوه فانه صيد البحر'' کہ اسے کھاؤ کیونکہ یہ سمندر کے شکاروں میں سے ہے۔اس میں ابوالمهزم متکلم فیہ ہے۔ابوداؤد نے کہا ہے کہ ابوالمهزم ضعیف ہے اور یہ حدیث وہم پر مبنی ہے۔(عون المعبود ج۲ص ۱۱۰)۔اور صحیح یہ ہے کہ یہ حج کے موقعہ پر یعنی احرام کی حالت کا قصہ نہیں بلکہ ایک غزوہ کا واقعہ ہے۔ ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں کہ انه من صيد البحر کا مطلب یہ ہے کہ یہ سمندری شکار کے مشابہ ہے کہ اسے ذبح نہیں کرنا پڑتا۔

باب احرام باندھتے وقت محرم کے ہاتھ میں جو بھی شکار ہو اسکا چھوڑنا واجب ہے۔البتہ جو گھر میں یا اس کے ساتھ پنجرے میں ہے اس کا چھوڑنا ضروری نہیں اور یہی حکم حرم میں موجود شکار کا ہے

۲۹۵۸۔ عبداللہ بن حارث فرماتے ہیں کہ ہم حج پر جاتے لیکن ہمارے گھروں میں جو بھی شکار (جانور یا پرندے) ہوتے انہیں ہم نہیں چھوڑتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر حسن صحیح ہے۔

۲۹۵۹۔ مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ اپنے ساتھیوں کے پاس جو کہ احرام میں تھے، پالتو شکار (کبوتر وغیرہ) دیکھا اور انہیں

أَصْحَابِهِ دَاجِنًا بَيْنَ الصَّيْدِ وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ، فَلَمْ يَأْمُرْهُمْ بِإِرْسَالِهِ۔ رواه ابن ابی شيبة۔(زيلعی ۱:۵٤۱)۔ و سنده حسن، ومجاهد عن علی رضی اللہ عنہ مرسل، وهو حجة عندنا۔

۲۹۶۰- حدثنا عارم، ثنا حماد بن زيد، عن هشام بن عروة، قَالَ: كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ وَأَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يَحْمِلُوْنَ الطَّيْرَ فِي الْأَقْفَاصِ۔ رواه البخاری فی "الادب المفرد" (۷۰) و سنده صحيح، وزاد ابن قدامة فی "المغنی": لَا يَرَوْنَ بِهِ بَأْسًا اه۔ (۳:۲۹۹)۔

باب حرمة صيد الحرم و شجره ونباته وحشيشه الّا الاذخر

۲۹٦۱- عن ابی شريح العدوی، أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعْدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ إِلَى مَكَّةَ-: اِئْذَنْ لِيْ أَيُّهَا الْأَمِيْرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، فَسَمِعَتْهُ أُذُنَايَ، وَوَعَاهُ قَلْبِيْ، وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهِ، إِنَّهُ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ﴿إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللهُ، وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقُوْلُوْا لَهُ: إِنَّ اللهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُوْلِهِ ﷺ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِيْ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَ قَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ،

اس شکار کے چھوڑنے کا حکم نہ فرمایا۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کی سند حسن ہے اور مجاہد عن علی مرسل ہے۔لیکن یہ ہمارے ہاں حجت ہیں۔

۲۹۶۰۔ ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ ابن الزبیرؓ مکہ میں تھے اور صحابہ کرامؓ پنجروں میں پرندے اٹھائے رہتے تھے۔بخاریؒ نے ادب المفرد میں اسے روایت کیا ہے۔اس کی سند صحیح ہے اور المغنی میں ہے کہ صحابہ کرام اس چیز کو برا محسوس نہیں کرتے تھے۔

فائدہ: ان روایات سے معلوم ہوا کہ محرم حالتِ احرام میں گھر کے اندر یا اپنے ساتھ پنجرے میں پرندے وغیرہ رکھ سکتا ہے اسی طرح حرم میں بھی گھروں اور پنجروں میں شکار رکھے جا سکتے ہیں اور انہیں آزاد کرنا اور چھوڑنا ضروری نہیں۔واللہ اعلم بالصواب۔

باب حرم مکہ کے شکاری جانور، درخت، گھاس اور بھنگ محترم ہیں (ان کو کاٹنا جائز نہیں) لیکن اذخر کو کاٹنا جائز ہے

۲۹٦۱۔ ابوشریح العدوی سے مروی ہے کہ جب عمرو بن سعید مکہ کی طرف (ابن الزبیر پر چڑھائی کے لئے) لشکر بھیج رہا تھا تو انہوں نے اس سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اگر اجازت ہو تو میں ایک ایسی حدیث بیان کروں جو نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن بیان فرمائی تھی۔اس حدیث مبارک کو میرے کانوں نے سنا، میرے دل نے اسے پوری طرح محفوظ کیا اور جب آپ ﷺ یہ حدیث

ـ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ﴾ـ اخرجه البخاری واللفظ له (فتح الباری ۴:۳۸)ـ

۲۹۶۲- عن ابی هریرة ﷺ ، قَالَ: لَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مَكَّةَ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْهِمْ، حمِدَاللهَ، وَاَثْنٰی عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ﴿إِنَّ اللهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيْلَ، وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِيْنَ، ـ إِنَّهَا اُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، ثُمَّ بَقِيَ حَرَامًا اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا يُخْتَلٰی خَلَاهَا، وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ﴾، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: اِلَّا الْاِذْخِرَ، فَاِنَّهٗ لِقُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا۔ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: ﴿اِلَّا الْاِذْخِرَ﴾ـ اخرجه الستة۔ (زیلعی (۱:۵۴۱)ـ

۲۹۶۳- عن طاوس، عن ابن عباس رضی الله عنهما: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ فَتْحِ

بات فرما رہے تھے تو میری یہ دونوں آنکھیں آپ ﷺ کو دیکھ رہی تھیں۔ (حدیث کی صحت بتانا مقصود ہے)۔ آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ مکہ کو اللہ نے حرمت والا بنایا ہے اور لوگوں نے اسے حرمت عطاء نہیں کی۔ اس لئے کسی ایسے شخص کے لئے جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو، یہ حلال نہیں کہ وہ اس مکہ میں خون بہائے اور یہاں کا کوئی درخت کاٹے۔ لیکن اگر کوئی شخص حضور ﷺ کے قتال (یوم فتح مکہ کے موقعہ پر) سے اس کی اجازت نکالے تو اس سے یہ کہہ دو کہ بے شک اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی۔ اور مجھے بھی دن کے ایک مختصر حصہ کے لئے اجازت دی تھی۔ پھر دوبارہ آج اس کی حرمت ایسی ہی ہوگئی جیسے پہلے تھی۔ اور حاضر موجود غائب کو (اللہ کا پیغام اور میری نصیحتیں) پہنچادے۔ (بخاری)۔

فائدہ: موفق مغنی میں لکھتے ہیں کہ حرم کا شکار حلال اور حرام (محرم) دونوں پر حرام ہے اور جو بھی حرم کے شکار کو ہلاک کرے تو اس کی بھی وہی سزا ہے جو محرم کی ہے۔ اور اس کی حرمت نص اور اجماع سے ثابت ہے۔

۲۹۶۲۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ہاتھوں مکہ فتح کرایا تو آپ ﷺ لوگوں کے درمیان (تقریر) کے لئے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد وثناء کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے اصحاب فیل کو مکہ پر قبضہ کرنے سے روک دیا تھا۔ مگر اس نے اپنے رسول اور مسلمانوں کو اس پر قبضہ دلا دیا ہے۔ اور میرے لئے (یہاں) کچھ دیر کے لئے (قتال کرنا) حلال ہوا ہے۔ اس کے بعد قیامت تک کے لئے یہ شہر محترم ہے۔ اب نہ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ اس کے جانور کو شکار کے لئے پھڑکایا جائے اور نہ ہی یہاں کی گری پڑی چیز کسی کے لئے اٹھانا حلال ہے۔ البتہ وہ شخص اٹھا سکتا ہے جو اس کا اعلان کرنے والا ہو (یعنی مالک کی تلاش کرکے مالک تک پہنچانے والا ہو) اس پر حضرت عباسؓ نے فرمایا (اے اللہ کے رسول!) مگر اذخر (جو گھاس ہے) کی اجازت دیجئے کیونکہ وہ ہمارے قبروں اور گھروں کی ضرورت ہے۔ تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا مگر اذخر کی اجازت ہے (صحاح ستہ۔ احمد، دارمی)

۲۹۶۳۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا بے شک اللہ نے اس شہر مکہ کو اسی دن حرمت عطا

مَكَّةَ: ﴿إِنَّ هٰذَا بَلَدٌ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ، وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ، وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقْطَتَهُ اِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا، وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا﴾۔ قَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِلَّا الْاِذْخِرَ، فَاِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ، فَقَالَ: ﴿اِلَّا الْاِذْخِرَ﴾۔ اخرجه البخاری واللفظ له۔ (فتح الباری ٤:٤٢)۔ والائمة الستة فی کتبهم۔ (زیلعی ١:٥٤١)۔

٢٩٦٤- اخبرنا سعید، عن ابن جریج، قال: سمعت عطاء يَقُوْلُ: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ صَيْدِ الْجَرَادِ فِي الْحَرَمِ، فَقَالَ: لَا، وَنَهٰى عَنْهُ۔ قَالَ: اِمَّا قُلْتُ لَهُ اَوْ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: فَاِنَّ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْنَهُ وَهُمْ مُحْتَبُوْنَ(وفی لفظ: منحنون) فِي الْمَسْجِدِ؟ فَقَالَ: لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اخرجه الامام الشافعی فی "مسنده" (٨٠)، و سنده حسن فان فی سعید مقالا۔

فرمائی تھی جس دن اس نے زمین وآسمان پیدا کئے تھے۔اس لئے یہ اللہ کی دی ہوئی حرمت کی وجہ سے تاقیامت حرام اور محترم ہے۔اس لئے یہ مجھ سے قبل بھی کسی کیلئے جنگ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔اور مجھے بھی دن کے کچھ حصے کے لئے جنگ کی اجازت دی گئی۔پس اب یہ شہر اللہ کی حرمت کی وجہ سے قیامت تک کے لئے حرام ہے۔لہٰذا نہ اس کے کانٹے کو کاٹا جائے، نہ اس کے شکار بھگائے جائیں اور نہ ہی کوئی یہاں کی گری پڑی چیز اٹھائے۔مگر وہ شخص اٹھا سکتا ہے جو اس کا اعلان کرے اور نہ ہی اس کی گھاس اکھاڑی جائے۔حضرت عباسؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مگر اذخر کی اجازت دیدیں کیونکہ یہ کاریگروں اور گھروں کے لئے ضروری ہے۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اذخر کاٹنے کی اجازت ہے۔(بخاری و الائمة الستة)

۲۹۶۴۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ابن عباسؓ سے حرم کی ٹڈی کا شکار کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا شکار نہ کیا جائے اور آپ نے شکار کرنے سے منع فرمایا۔راوی کہتے ہیں کہ میں نے یا کسی اور آدمی نے آپ سے کہا کہ آپ کی قوم تو مسجد میں بیٹھ کر ٹڈی کا شکار کرتی ہے تو اس پر آپ نے فرمایا انہیں معلوم نہیں ہے۔(مسند شافعی)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی حل کا شکار حرم میں داخل ہو جائے تو وہ حرم کے شکار کے حکم میں ہے۔اور درج بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ حرم کا شکار اور اس کے درخت، گھاس، کانٹے وغیرہ کاٹنا محرم اور حلال سب پر حرام ہے۔

۲۹۶۵- اخبرنا سعيد، عن ابن جريج، عن عطاء، أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عُبَيْدِاللهِ بْنِ حُمَيْدٍ
...ـں اِبْنٌ لَهُ حَمَامَةً، فَجَاءَ اِبْنَ عَبَّاسٍ،فَقَالَ لَهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ: تُذْبَحُ شَاةٌ فَتُصَدَّقُ بِهَا، قَالَ
...ـنُ جُرَيْجٍ: فَقُلْتُ لِعَطَاءٍ: اَمِنْ حَمَامَةِ مَكَّةَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ اخرجه الامام الشافعي في "مسنده"
...۸)، وسنده حسن۔

۲۹۶۶- عن عطاء: اَنَّ رَجُلًا اَغْلَقَ بَابَهُ عَلٰى حَمَامَةٍ وَفَرْخَيْهَا، ثُمَّ انْطَلَقَ اِلٰى عَرَفَاتٍ
...ـنًى، فَرَجَعَ وَ قَدْ مَاتَتْ، فَاَتَى اِبْنَ عُمَرَ، فَجَعَلَ عَلَيْهِ ثَلَاثًا مِنَ الْغَنَمِ، وَحَكَمَ مَعَهُ رَجُلٌ
...ـرُ۔ اخرجه ابن ابي شيبة، والبيهقي، و سكت عنه الحافظ في "التلخيص" (۱:۲۲۹)، فهو
حسن او صحيح، و تقدم حديث عمر من طريق نافع بن عبدالحارث: أَنَّهُ تَسَبَّبَ فِيْ قَتْلِ
حَمَامَةٍ بِمَكَّةَ، فَحَكَمَ عَلَيْهِ نَافِعٌ وَ عُثْمَانُ بِعَنْزٍ ثَنِيَّةٍ عَفْرَاءَ۔ و سنده حسن۔

۲۹۶۷- عن عبدالله بن عمر العمري، عن ابيه، قَالَ: قَدِمْنَا وَ نَحْنُ غِلْمَانٌ مَعَ حَفْصِ
...ـنِ عَاصِمٍ، فَاَخَذْنَا فَرْخًا بِمَكَّةَ فِيْ مَنْزِلِنَا، فَلَعِبْنَا بِهِ حَتّٰى قَتَلْنَاهُ۔ فَقَالَتْ لَهُ اِمْرَاَتُهُ عَائِشَةُ

۲۹۶۵۔ عطاء سے مروی ہے کہ عثمان بن عبیداللہ کے بیٹے نے ایک کبوتری کو قتل کر دیا تو عثمان، ابن عباس کے پاس آئے اور
...قصہ بیان کیا تو ابن عباسؓ نے فرمایا ایک بکری ذبح کر کے اس کا صدقہ کیا جائے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے عرض کیا کہ کیا
...ـکہ کی کبوتری کے بارے میں یہ فرمایا، انہوں نے کہا ہاں۔ (مسند شافعی)۔ اس کی سند حسن ہے۔

۲۹۶۶۔ عطاء فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کبوتری اور اس کے دو چوزوں کو کمرے میں بند کر کے عرفات اور منیٰ چلا گیا۔ اور جب
...پس لوٹا تو وہ مر چکے تھے۔ پھر وہ ابن عمرؓ کے پاس آیا تو انہوں نے اس پر تین بکریاں واجب کیں۔ فیصلہ کرنے میں آپ کے ساتھ ایک
...دمی بھی شریک تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی)۔ حافظ صاحب نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا ان کے ہاں یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔ اسی
...ح حضرت عمرؓ کی حدیث (نمبر ۲۹۴۵) پہلے گذر چکی ہے کہ حضرت عمرؓ مکہ میں کبوتری کے مارنے کا سبب بنے تو عثمان اور نافع نے ثنیہ
...وی بکری واجب کی۔ اس کی سند بھی حسن ہے۔

۲۹۶۷۔ عبداللہ عمری سے مروی ہے کہ ان کے باپ نے فرمایا ہم حفص بن عاصم کے ساتھ بچپن میں (مکہ) آئے اور ہم مکہ
...پنے گھر میں ایک چوزے کو پکڑ کر اس سے کھیلنے لگے۔ یہاں تک ہم نے اسے مار ڈالا اس پر حفص کی بیوی عائشہ نے حضرت حفصؒ سے
...قصہ ذکر کیا تو آپ نے ایک بکرا ذبح کر کے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ حافظ صاحب نے اس پر سکوت کیا

بِنْتُ مُطِيْعِ بْنِ الْاَسْوَرِ، فَاَمَرَ بِكَبْشٍ، فَتَصَدَّقَ لَهٗ۔ اخرجه ابن ابی شیبة، وسکت عنه الحافظ فی "التلخیص" (۱:۲۲۹)، فهو حسن او صحیح۔

۲۹۶۸- مالك عن یحیی بن سعید، عن سعید بن المسیب، أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: فِيْ حَمَامِ مَكَّةَ إِذَا قُتِلَنَ شَاةٌ۔ رواه البیهقی، ورواه ابن ابی شیبة عن ابی خالد الاحمر، و عن عبدة، کلاهما عن یحیی بن سعید نحوه۔ (التلخیص الحبیر ۱:۲۲۹)، و سند ابن ابی شیبة صحیح۔

۲۹۶۹- عن داود بن شابور، عن مجاهد، عن النبی ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: ﴿فِي الدَّوْحَةِ الْكَبِيْرَةِ إِذَا قُطِعَتْ بِنْ أَصلِهَا بَقَرَةٌ﴾۔ رواه سفیان بن عیینة، قاله الماوردی۔ (التلخیص الحبیر ۱:۲۲۹)۔ قلت: داود هذا من رجال الترمذی والنسائی، ثقة من السادسة۔ (تقریب ٥٤)، والاثر مرسل، ومراسیل مجاهد حسان کما مر فی المقدمة۔

۲۹۷۰- عن ابن الزبیر: فِي الشَّجَرَةِ النَّابِيَةِ الْكَبِيْرَةِ بَقَرَةٌ، وَ فِي الصَّغِيْرَةِ شَاةٌ۔ ذکره الامام الشافعی، ولم یذکر له اسنادا۔ (التلخیص الحبیر ۱:۲۲۹)۔

۲۹۷۱- عن هشیم، عن شیخ، عن عطاء، أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: اَلْمُحْرِمُ إِذَا قَطَعَ شَجَرَةً عَظِيْمَةً بِنْ شَجَرَةِ الْحَرَمِ فَعَلَيْهِ بَدَنَةٌ۔ اخرجه سعید بن منصور، و فی سنده رجل لم یسم۔

ہے۔لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے۔

۲۹۶۸۔ سعید بن مسیب فرمایا کرتے تھے کہ مکہ کے کبوتر کے قتل کرنے میں بکری واجب ہے۔(بیہقی)۔اور ابن ابی شیبہ نے ابو خالد احمر اور عبدۃ سے اور وہ دونوں سعید بن مسیب سے اسی طرح حدیث روایت کرتے ہیں۔ابن ابی شیبہ کی حدیث کی سند صحیح ہے۔

۲۹۶۹۔ مجاہدؒ، نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر بڑے درخت کو جڑ سے اکھیڑا جائے تو اس میں ایک گائے واجب ہے۔(تلخیص الحبیر)۔میں کہتا ہوں کہ یہ اثر مرسل ہے اور مراسیل مجاہد حسن ہیں۔

۲۹۷۰۔ ابن زبیرؓ سے مروی ہے کہ بڑے بڑھنے والے درخت کے کاٹنے میں گائے اور چھوٹے درخت کے کاٹنے میں بکری ہے۔اسے امام شافعیؒ نے ذکر کیا ہے اور اس کی سند ذکر نہیں کی۔(تلخیص الحبیر)۔

۲۹۷۱۔ عطاء فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی محرم حرم کے درختوں میں سے کوئی بڑا درخت کاٹ دے تو اس پر بدنہ واجب ہے۔اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ایک سند میں ایک غیر معلوم راوی ہے (ایضا)۔

تلخیص الحبیر ۱: ۲۲۹)۔

۲۹۷۲- ابو حنیفة عن حماد، والھیثم، عن نافع، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، اَنَّہٗ قال: اِذَا رَمٰی الرَّجُلُ فِیْ الْحَرَمِ فَاَصَابَ فِیْ الْحِلِّ فَعَلَیْہِ الْجَزَاءُ، وَاِذَا رَمٰی فِی الْحِلِّ فَاَصَابَ فِی الْحَرَمِ فَعَلَیْہِ الْجَزَاءُ۔ اخرجه الحافظ ابن خسرو فی مسنده للامام، و سنده صحیح۔(جامع المسانید ۱: ۵۴۹)۔

مسائل شتی تتعلق بالحج

باب لا یجوز قصر الصلاة بمنی لاھل مکة ومن مثلھم من المقیمین

۲۹۷۳- اخبرنا سعید بن عبید الطائی، عن علی بن ربیعة الوالبی، قال: سَاَلْتُ عَبْدَاللہِ بْنَ عُمَرَرضی اللہ عنہما اِلٰی کَمْ تُقْصَرُ الصَّلَاۃُ؟ فَقَالَ: اَتَعْرِفُ السُّوَیْدَاءَ؟ قَالَ: قُلْتُ:

۲۹۷۲۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی حرم میں کھڑے ہو کر تیر پھینکے اور وہ حل میں کسی شکار کو جا لگے تب بھی اس پر جزاء ہے اور اگر حل میں کھڑے ہو کر تیر پھینکے اور وہ حرم میں کسی شکار کو جا لگے تب بھی اس پر جزاء ہے۔ اسے حافظ ابن خسرو نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (جامع المسانید)۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ حرم کے کسی جانور کو مارنا یا درخت وغیرہ کو کاٹنا حرام ہے اور ان کے قتل کرنے اور کاٹنے پر جزاء واجب ہے۔ آخری حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر تیر انداز حرم میں ہو اور شکار حل میں یا اس کے برعکس تب بھی جزاء واجب ہے۔

فائدہ: علامہ جصاصؒ احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ ﴿لا تقتلوا الصید وانتم حرم﴾ کا ایک محتمل یہ بھی ہے کہ تم حرم میں داخل ہو کر شکار کو قتل نہ کرو اور جب حضور ﷺ نے حلال اور حرام کو حرم کے شکار سے منع کر دیا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی اس آیت سے مراد تھا۔

حج سے متعلق مختلف مسائل

باب مکہ مکرمہ کے باشندوں اور مقیمین کے لئے منیٰ میں قصر کرنا جائز نہیں

۲۹۷۳۔ علی بن ربیعہ والبی فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ کہاں تک جا کر نماز کی قصر کی جائے؟ آپ نے فرمایا: کیا تو سویدا کو جانتا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ صرف اس کا نام ہی جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ درمیانی چال کے تین رات کی مسافت پر ہے۔ جب ہم وہاں تک نکلتے تو نماز کی قصر کرتے۔ (کتاب الآثار امام محمد)۔ اس کی سند شرط شیخین پر صحیح ہے۔

لَا، وَلٰكِنِّيْ قَدْ سَمِعْتُ بِهَا، قَالَ: هِيَ ثَلَاثُ لَيَالٍ قَوَاصِدَ، فَإِذَا خَرَجْنَا إِلَيْهَا قَصَرْنَا الصَّلَاةَ- رواه الامام محمد بن الحسن فی "الآثار" له (٦٢)، واسناده صحیح علی شرط الشیخین غیر محمد، فلم یخرجا له وهو ثقة امام-

باب اذا قضی حجه فلیعجل الرحلة الی اهله وما یقول عندالوصول الیهم وما یفعلون

٢٩٧٤- عن عائشة رضی الله عنها مرفوعاً: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿إِذَا قَضٰى أَحَدُكُمْ حَجَّهٗ فَلْيُعَجِّلِ الرِّحْلَةَ إِلٰى أَهْلِهٖ، فَإِنَّهٗ أَعْظَمُ لِأَجْرِهٖ﴾- اخرجه الحاکم فی "المستدرك"(٤: ٣٢٠)، وصححه علی شرط الشیخین، واقره علیه الذهبی فی "تلخیصه"-

٢٩٧٥- عن انس، قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَا وَأَبُوْ طَلْحَةَ وَ صَفِيَّةُ رَدِيْفَتُهٗ عَلٰى نَاقَتِهٖ،

سوائے امام محمد کے اور وہ بھی امام مجتہد تو ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین دن کی مسافت سے کم پر نماز کی قصر نہیں کرنی چاہیے۔

فائدہ: دارقطنی، ابن ابی شیبہ اور طبری و بیہقی میں مذکورہ مرفوع حدیث "یا اهل مكة لا تقصروا الصلوة فی ادنی من اربعة برد من مكة الی عسفان" (یعنی اے مکہ والو اڑتالیس میل سے کم میں نماز قصر نہ کرو یعنی عسفان سے کم کے سفر میں قصر نہ کرو) سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور یہ حدیث مرفوع ہے اگر چہ ضعیف ہے۔ لیکن مؤطا میں مذکور صحیح سند کے ساتھ ابن عباسؓ کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ آپؓ سے پوچھا گیا کہ کیا عرفہ تک کے سفر میں قصر کیا جائے تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ عسفان، طائف یا جدہ تک کے سفر میں قصر کیا جائے۔ اور پھر اس بات پر اجماع ہے کہ اڑتالیس میل سے کم کے سفر میں قصر نہ کیا جائے۔

باب حج ادا کر کے گھر جلدی لوٹے اور گھر پہنچنے پر کیا الفاظ کہے اور گھر والے کیا کریں؟

۲۹۷۴۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنا حج مکمل کر لے تو اسے چاہیے کہ اپنے گھر جلدی لوٹے کیونکہ یہ جلدی لوٹنا اس کے اجر اور ثواب کو بڑھانے والا ہے (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے تلخیص میں اسے برقرار رکھا ہے۔

۲۹۷۵۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب میں اور ابوطلحہؓ حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ آئے۔ اور صفیہؓ آپ ﷺ کی اونٹنی پر

حتى إذَا كُنَّا بِظَهْرِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ: ﴿آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ﴾، فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ- رواه مسلم، والنسائی-(نزل الابرار۳۳۸)-

۲۹۷۶- عن ابن عباس رضی اللہ عنهما، قَالَ: كَانَ ﷺ إذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَرَاٰى اَهْلَهٗ ... ﴿أَوْبًا أَوْبًا إِلٰى رَبِّنَا تَوْبًا، لَا يُغَادِرُ عَلَيْنَا حَوْبًا﴾- اخرجه الحاكم فی "المستدرك" ۴۸۰)- وصححه، واقره عليه الذهبی- و فی "مجمع الزوائد": رواه احمد ، والطبرانی، ... يعلی، والبزار، ورجالهم رجال الصحيح- (نزل الابرار۳۳۸)-

۲۹۷۷- عن عائشة رضی اللہ عنها، قَالَتْ: أَقْبَلْنَا مِنْ مَكَّةَ فِيْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ، وَأُسَيْدُ ... حُضَيْرٍ يَسِيْرُ بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَتَلَقَّانَا غِلْمَانٌ مِنَ الْاَنْصَارِ، وَكَانُوْا يَتَلَقَّوْنَ اَهَالِيَهُمْ ... قَدِمُوْا- اخرجه الحاكم فی "المستدرك" ايضا (۱:۴۸۸)- وصححه علی شرط ...سلم، واقره الذهبی-

۲۹۷۸- عن ابن عمر رضی اللہ عنهما مرفوعا: ﴿إِذَا لَقِيْتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ

...پ ﷺ کے پیچھے سوار تھیں۔ جب کہ ہم مدینہ کے باہر تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہم لوٹنے والے ہیں۔ اللہ کی طرف توبہ کرنے والے ہیں۔ اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ اور ہمارے مدینہ پہنچنے تک حضور ﷺ برابر یہ الفاظ کہتے ...ے۔ (مسلم، نسائی)۔ (نزل الابرار)۔

۲۹۷۶۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کسی سفر سے تشریف لاتے اور اپنے گھر والوں کو دیکھتے تو یہ الفاظ کہتے: ہم ...ٹنے والے ہیں اپنے رب کی طرف توبہ کرنے والے ہیں۔ وہ ایسا رب ہے جو ہم پر کسی گناہ کو باقی نہیں رکھے گا (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی یہی کہا ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اسے احمد، طبرانی، ابو یعلیٰ اور بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے ... صحیح کے راوی ہیں۔ (نزل الابرار)۔

۲۹۷۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم حج یا عمرہ کر کے مکہ سے واپس آئے اور اسید بن حضیر آپ ﷺ کے آگے آگے چل رہے تھے تو انصاری بچوں نے ہمارا استقبال کیا۔ اور (انصاریوں کی عادت تھی کہ) ان کے گھر والے جب ...تے تو وہ ان کا استقبال کیا کرتے تھے (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔

۲۹۷۸۔ ابن عمرؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تو حاجی سے ملے تو اسے سلام کہہ اور اس سے

وَصَافِحْه، وَمُرْه أَنْ يَسْتَغْفِرَلَكَ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتَهُ، فَإِنَّهُ مَغْفُوْرٌ لَهُ﴾- رواه احمد في "مسنده"- (كنز العمال۳:۳)- وهو حسن او صحيح-

۲۹۷۹- عن عمرؓ، قَالَ : تَلَقَّوُا الْحاجَّ وَالْعُمَّارَ وَالْغُزَاةَ، فَلْيَدْعُوالَكُمْ قَبْلَ أَنْ يَتَدَنَّسُوْا- رواه ابن ابی شيبة- (كنزالعمال۳:۲۷)-

ابواب الاحصار

باب الاحصار لا يختص بالعدو

ووجوب القضاء على المحصَر وما استيسر من الهدى

۲۹۸۰- عن الحجاج بن عمرو، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ﴿مَنْ كُسِرَ أَوْ عَرِجَ فَقَدْ حَلَّ وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ أُخْرٰى﴾- قَالَ عِكْرَمَةُ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ، فَقَالَا: صَدَقَ- رواه الخمسة- و فى رواية لابى داود وابن ماجة: ﴿مَنْ عَرَجَ أَوْ كُسِرَ أَوْ مَرِضَ﴾-

---

مصافحہ کرواور اس سے اس کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اپنے لئے بخشش کی دعا کا کہہ اس لئے کہ وہ گناہوں سے صاف ہے۔(مسند احمد)۔ یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۲۹۷۹۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں اور مجاہدین کا استقبال کرو۔ اور قبل اس کے کہ وہ میلے ہوں وہ تمہارے لیے دعا کریں۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حجاج وغیرہ کا شہر سے باہر جا کر استقبال کرنا مستحب ہے۔ اور حاجی کو گھر جلدی واپس آنے کا اس لئے کہا گیا ہے کہ گھر والوں کا اس پر حق ہے۔ لہٰذا لمبی غیبوبت سے ان کو نہ ستائے۔

ابواب الاحصار

باب احصار صرف دشمن ہی کے ساتھ خاص نہیں اور محصر پر قضا اور قربانی واجب ہے

فائدہ: حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد کسی رکاوٹ کی وجہ سے رک جانے کو احصار کہتے ہیں اور یہ رکاوٹ دشمن یا بیماری وغیرہ ہوسکتی ہے۔

۲۹۸۰۔ حجاج بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کی ہڈی ٹوٹ گئی یا لنگڑا ہوگیا تو اس کا احرام کھل گیا اور اس پر (آئندہ سال) حج واجب ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ سے بیان کی تو انہوں

ـ تر معناه و في رواة لاحمد: ﴿مَنْ حُبِسَ بِكَسْرٍ أَوْ مَرَضٍ﴾، والحديث سكت عنه ابوداود، والمنذري، وحسنه الترمذي، واخرجه ايضا ابن خزيمة، والحاكم- (نيل الاوطار ٤: ٣٢٠)-

٢٩٨١- حدثني المثنى، ثنا ابو صالح، ثني معاوية، عن علي، عن ابن عباس رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قوله: ﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَااسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾، يَقُوْلُ: مَنْ أَحْرَمَ بِحَجٍّ أَوْ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ حُبِسَ عَنِ الْبَيْتِ بِمَرَضٍ يُجْهِدُهُ، أَوْ عُذْرٍ يَحْبِسُهُ، فَعَلَيْهِ قَضَاؤُهَا- اخرجه الامام الطبري في تفسيره(٢: ١٢٤)، و سنده صالح حسن، وعلي بن ابي طلحة عن ابن عباس رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مرسل بينهما مجاهد، وذكر البخاري في التراجم وغيرها من تفسيره رواية معاويةبن صالح عنه سن ابن عباس شيئا كثيرا، ولكنه لا يسميه، كذا في "التهذيب" (٧: ٣٤٠)-

٢٩٨٢- حدثنا ابن مرزوق، ثنا بشر بن عمر، ثنا شعبة، عن الحكم، قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيْمَ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بن يزيد، قَالَ: أَهَلَّ رَجُلٌ مِنَ النَّخْعِ بِعُمْرَةٍ يُقَالُ لَهُ: عُمَيْرُ بْنُ سَعِيْدٍ، فَلُدِغَ، فَبَيْنَا هُوَ صَرِيْعٌ فِيْ الطَّرِيْقِ إِذْ طَلَعَ عَلَيْهِمْ رَكْبٌ فِيْهِمْ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ ﷺ،

ـ فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔(رواہ الخمسۃ)۔اور ابوداؤد اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو لنگڑا ہوگیا یا اس کی ہڈی ٹوٹ گئی یا وہ بیمار ہوگیا۔اور احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو ہڈی ٹوٹنے یا بیماری کی وجہ سے رک گیا۔اس حدیث سے ابوداؤد اور منذری نے سکوت کیا ہے۔(لہذا ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔اور ابن خزیمہ اور حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے۔(نیل)

فائدہ: یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ احصار غیر عدو کے ساتھ بھی متحقق ہوتا ہے۔

٢٩٨١۔ ابن عباسؓ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ (یعنی اگر تم بیماری یا دشمن سے حبس روک دیے جاؤ تو پھر قربانی کا جو جانور میسر ہو سکے ذبح کرو) کے بارے میں فرمایا جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا پھر لاغر کرنے والی بیماری یا کسی اور معقول عذر کی وجہ سے بیت اللہ جانے سے روک دیا گیا تو اس پر اس کی قضاء واجب ہے(تفسیر طبری)۔ اس کی سند صالح حسن ہے۔

٢٩٨٢۔ عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ نخع مقام سے ایک آدمی نے جس کا نام عمیر بن سعید ہے نے احرام باندھا پھر اسے کسی کیڑے نے ڈنک مارا اور وہ راستے میں بے سدھ پڑا تھا کہ ایک قافلہ وہاں سے گذرا جن میں ابن مسعودؓ بھی تھے۔لوگوں نے اس کے

فَسَأَلُوهُ، فَقَالَ: اِبْعَثُوا بِالْهَدْيِ، وَاجْعَلُوا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ يَوْمًا اَمَارَةً، فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَلْيَحِلَّ۔ ف۔ الْحَكَمُ: وَقَالَ عَمَّارَةُ بْنُ عُمَيْرٍ: وَكَانَ حَدَّثْتُكَ بِهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ قا۔ وَعَلَيْهِ الْعُمْرَةُ مِنْ قَابِلٍ۔ قَالَ شُعْبَةُ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَهُ بِهِ بِمِثْلِ مَا حَدَّثَ بِهِ الْحَكَمُ سَوَا۔ اخرجه الطحاوی (۱:۴۳۲)۔ وسنده صحیح۔

۲۹۸۳- روی الواقدی فی المغازی عن جماعة من مشايخه قَالُوْا: لَمَّا دَخَلَ هِلَا۔ ذِی الْقَعْدَةِ سَنَةَ سَبْعٍ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَصْحَابَهُ اَنْ يَّعْتَمِرُوْا قَضَاءَ عُمْرَتِهِمِ الَّتِیْ صُدُّوا عَنْہ۔ وَاَنْ لَّا يَتَخَلَّفَ اَحَدٌ مِمَّنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَّةَ، فَلَمْ يَتَخَلَّفْ مِمَّنْ شَهِدَهَا اِلَّا مَنْ قُتِلَ بِخَيْبَرَ۔ مَاتَ، وَخَرَجَ مَعَهُ نَاسٌ مِمَّنْ لَمْ يَشْهَدِ الْحُدَيْبِيَّةَ، فَكَانَ عِدَّةُ مَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَلْفَیْ۔ ذکره الحافظ فی "التلخیص الحبیر" (۱:۳۳۱)۔ وقال: والواقدی اذا لم یخالف الاخبا۔ الصحیحة ولا غیره من اهل المغازی مقبول فی المغازی عند اصحابنا اھ۔ قلت: ولما ذكر۔ الواقدی شواهد ذکرناها فی الحاشية۔

بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا ایک قربانی کا جانور (حرم میں) بھیج دو اور اپنے اور اس کے درمیان کسی دن کو ذبح کرنے کے لئے مقر۔ کرلو تو جب وہ دن ہو تو یہ مریض احرام کھول دے۔ حکم فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ نے یہ فرمایا کہ اس پر اگلے سال عمرہ ہے۔ شعبہ کہتے ہیں۔ میں نے سلیمان کو یہ حدیث بیان کرتے سنا تو انہوں نے بھی حکم کی طرح بیان کیا۔ (طحاوی) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ دشمن کے علاوہ بیماری یا کوئی معقول عذر بھی احصار کا سبب ہے اور محصر پر قربانی کرنے حلال ہونا اور پھر اس کی قضاء کرنا واجب ہے۔

۲۹۸۳۔ واقدی نے کتاب المغازی میں اپنے اساتذہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ےے ھ کو جب ذوالقعدہ کا چاند طلوع ہوا تو حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو حکم دیا کہ وہ پچھلے سال کے عمرہ کی قضاء کریں جس سے انہیں روکا گیا تھا۔ اور واقعہ حدیبیہ میں حاضر ہونے والوں میں سے کوئی آدمی پیچھے نہ رہے تو حدیبیہ میں حاضر ہونے والوں میں سے کوئی آدمی پیچھے نہ رہا۔ البتہ وہ لوگ جو خیبر میں شہید کردیئے گئے یا جو مر چکے تھے وہ عمرۂ قضا میں حاضر نہ ہوسکے اور عمرۂ قضا میں آپ کے ساتھ بہت سے ایسے لوگ بھی تھے جو حدیبیہ میں حاضر نہیں تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کی تعداد دو ہزار تھی۔ (تلخیص الحبیر)۔ واقدی کی ذکر کردہ اس روایت کے کچھ شواہد ہیں جو اعلاء السنن کے حاشیہ میں مذکور ہیں۔

۲۹۸۴- عن ابن عمرؓ أنَّهُ كَانَ يَقُولُ: أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ إِنْ حُبِسَ أحدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ يَحِلُّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى يَحُجَّ عَامًا قابلًا، فَيُهْدِيْ، أَوْ يَصُوْمُ إِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا- رواه البخاری، والنسائی- (نیل الاوطار٤: ٣٢٠)-

باب تحقق الاحصار فی العمرة کالحج

۲۹۸۵- نافع أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ، وَ سَالِمَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ ، كَلَّمَا عَبْدَاللّٰهِ حِيْنَ نَزَلَ الحجاجُ لِقِتَالِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقَالَا: لَايَضُرُّكَ أَنْ لَّا تَحُجَّ الْعَامَ، فَإِنَّا نَخْشٰى أَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَ النَّاسِ قتالٌ. وَيُحَالُ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الْبَيْتِ- قَالَ: إِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا معهٗ حِيْنَ حَالَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْبَيْتِ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً- فَانْطَلَقَ حتّٰى أَتَى ذَاالْحُلَيْفَةِ فَلَبّٰى بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ قَالَ: إِنْ خُلِّيَ سَبِيْلِيْ قَضَيْتُ عُمْرَتِيْ، وَإِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ وبينهٗ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا مَعَهُ، ثُمَّ تَلَا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾، ثُمَّ سَارَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِظَهْرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ: مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ، إِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ

۲۹۸۴- ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ کیا تمہارے لیے نبی ﷺ کی سنت کافی نہیں؟ کہ اگر تم میں سے کوئی حج سے روک دیا جائے (پھر رکاوٹ دور ہونے پر عمرے پر وہ قادر ہو) تو بیت اللہ کا طواف کرلے۔ اور صفا و مروۃ کی سعی کرے پھر ہر چیز سے حلال ہو جائے۔ (یعنی احرام کھول دے لیکن احرام کھولنے سے پہلے) ہدی ذبح کرے اور اگر ہدی کی طاقت نہ ہو تو روزے رکھے۔ اور اگلے سال حج کرے (بخاری ونسائی)۔ (نیل)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حج یا عمرہ سے روک دیئے جانے پر قربانی کر کے احرام کھول دے اور پھر اس کی قضاء کرے۔ اور یہ قضاء واجب ہے۔

باب حج کی طرح عمرہ میں بھی احصار ہوتا ہے

۲۹۸۵- نافع فرماتے ہیں کہ جن دنوں حجاج بن یوسف، عبداللہ بن زبیرؓ سے لڑنے کے لئے مکہ میں آیا تھا تو عبداللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ اگر آپ اس سال حج نہ کریں تو کیا نقصان ہے۔ اس لئے کہ ہمیں خطرہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں لڑائی ہو اور آپ بیت اللہ نہ جاسکیں۔ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ اگر میں بیت اللہ نہ جاسکا تو میں ایسا ہی کروں گا جیسا حضور ﷺ نے کیا تھا۔ کہ جب کفار نے آپ ﷺ کو بیت اللہ جانے سے روک دیا تھا تو میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا پھر ابن عمرؓ نے فرمایا

الْعُمْرَةِ حِيلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْحَجِّ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِيْ۔ الحديث، رو- مسلم(۱:۴۰۴) واللفظ له، والبخاري۔

باب يجب على المحصر عن العمرة عمرةٌ وعلى المحصر عن الحج حجة وعمرة قضاءً

۲۹۸۶- حدثنا عبيد بن اسماعيل الهباري، ثنا عبدالله بن نمير، عن الاعمش، عن ابراهيم، عن علقمة: ﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ﴾ قَالَ: إِذَا أَهَلَّ الرَّجُلُ بِالْحَجِّ فَأُحْصِرَ قَالَ: يَبْعَثُ بِمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ شَاةً، قَالَ: فَإِنْ عَجَّلَ قَبْلَ أَنْ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ، أَوْ حَلَقَ رَأْسَهُ، أَوْ مَسَّ طِيْبًا، أَوْ تَدَاوٰى، كَانَ عَلَيْهِ فِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ، أَوْ صَدَقَةٍ، أَوْ نُسُكٍ، ﴿فَإِذَا أَمِنْتُمْ﴾ فَإِذَا بَرَأَ فَمَضٰى

کہ تم گواہ رہو کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کرلیا ہے۔ پھر آپ ذوالحلیفہ آئے اور عمرہ کا تلبیہ پڑھ کر احرام باندھا۔ پھر آپ نے فر کہ اگر میرا راستہ نہ روکا گیا تو میں اپنا عمرہ بجالاؤں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ پیش آ گئی تو میں ویسا ہی کروں گا جیسا کہ حضور ﷺ نے کیا تھا۔ جب کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا پھر آپؓ نے یہ آیت تلاوت کی ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (یعنی تمہارے لیے رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے) پھر آپ ﷺ چلے اور بیدا مقام پر پہنچے تو فرمایا کہ حج- عمرے کا ایک ہی حکم ہے یعنی اگر میں عمرہ سے روکا گیا تو حج سے بھی روکا جاؤں گا، تم گواہ رہو۔ میں نے عمرہ کے ساتھ حج کو بھی اپنے۔ واجب کرلیا۔ (مسلم وبخاری)۔ یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ اور حج احصار کے حکم میں برابر ہیں اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔ اور یہ واقعہ حد تو- کو پہنچا ہوا ہے کہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کو حدیبیہ والے سال عمرے سے روکا گیا تھا تو آپ ﷺ نے قربانی کر کے احرام کھول پھر اگلے سال اس کی قضا کی۔

باب عمرہ سے روکے جانے والے پر قضاء میں عمرہ اور حج سے روکے جانے والے پر قضاء میں حج اور عمرہ دونوں واجب ہیں

۲۹۸۶۔ علقمہ ﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی حج کا احرام باندھے اور پھر حج سے روک دیا جائے تو وہ قربانی کا جانور جو میسر ہو حرم میں بھیج دے اور اگر ہدی کے اپنی جگہ (حرم) میں ذبح ہونے سے پہلے وہ احرام کھول دے یا منڈا دے یا خوشبو لگا لے یا کوئی دوائی لگا دے تو اس پر تین روزے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانے یا بکری ذبح کرنے کا فدیہ واجب ہے۔ پھ

ـ وِجْهِهٖ ذٰلِكَ حَتّٰى اَتَى الْبَيْتَ حَلَّ مِنْ حَجِّهٖ بِعُمْرَةٍ، وَكَانَ عَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ، وَاِنْ هُوَ
ـ وَلَمْ يتم اِلَى الْبَيْتِ مِنْ وَجْهِهٖ ذٰلِكَ، فَاِنَّ عَلَيْهِ حَجَّةٌ وَ عُمْرَةٌ، وَدَمًالِتَاخِيْرِ الْعُمْرَةِ، فَاِنْ هُوَ
ـ مُتَمَتِّعًا فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ، فَاِنَّ عَلَيْهِ مَااسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ شَاةٌ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ
ـ فِى الْحَجِّ، وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعَ- قَالَ اِبْرَاهِيْمُ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَقَالَ: كَذٰلِكَ
ـ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ- اخرجه الامام الطبرى فى تفسيره(١٤٣:٢)، ورجاله رجال
ـصحيح، وشيخه عبيد بن اسماعيل الهبارى اخرج له البخارى فى "الصحيح"- كما فى
ـتهذيب"(٥٩:٧)-

٢٩٨٧- حدثنا يزيد بن سنان، ثنا يحيى بن سعيد القطان، عن الاعمش، عن
ـ هيم، عَنْ عَلْقَمَةَ: ﴿وَاَتِمُّوْاالْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَااسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾، قَالَ:
ـ اُحْصِرَ الرَّجُلُ بَعَثَ بِالْهَدْيِ-﴿وَلَا تَحْلِقُوْا رُؤُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَمَنْ كَانَ
ـكُمْ مَرِيْضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ﴾، فَاِنْ عَجَّلَ فَحَلَقَ قَبْلَ
ـ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَعَلَيْهِ فِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ، اَوْ نُسُكٍ، صِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، اَوْ تَصَدَّقَ

ـ نے فاذاامنتم کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ عذر (احرام کھولنے سے پہلے) ٹل جائے تو (اسی احرام کے ساتھ) بیت اللہ حاضر ہوکر
ـ کر کے حج کا احرام کھولدے اور اگلے سال حج کرنا اس پر واجب ہے۔اور اگر وہ عذر ختم ہونے کے باوجود بیت اللہ نہ آیا۔تو اس پر اگلے
ـ ں حج اور عمرہ (دونوں) واجب ہیں۔اور عمرہ کو مؤخر کرنے پر دم بھی واجب ہے۔پھر اگر وہ اشہر حج میں تمتع کی نیت سے لوٹے تو اس پر
ـ کی قربانی (دم تمتع کے طور پر) واجب ہے۔اور اگر قربانی کی طاقت نہ ہو تو تین دن ایام حج میں روزے رکھے اور سات روزے گھر
ـ نے پر۔ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سعید بن جبیر سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عباسؓ نے بھی اسی طرح فرمایا (تفسیر
ـ ی)۔اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

٢٩٨٧۔ علقمہ فرماتے ہیں کہ حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔اگر تمہیں بیت اللہ جانے سے روک دیا جائے تو جو ہدی
ـسر ہو اسے ذبح کرو یعنی اگر محرم کو بیت اللہ جانے سے روک دیا جائے تو وہ ہدی حرم میں بھیج دے اور پھر جب تک ہدی حرم میں ذبح نہ
ـ ہو جائے اپنے سروں کو نہ منڈاؤ (یعنی احرام نہ کھولو) ہاں جو تم میں سے مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو وہ روزوں یا صدقہ یا
ـ ی کی صورت میں فدیہ دے۔یعنی ہدی کی جگہ پر ذبح ہونے سے پہلے اس نے سر منڈا لیا تو اس پر روزے یا صدقہ یا قربانی کا فدیہ ہے

عَلٰى سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ، كُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفَ صَاعٍ، وَالنُّسُكُ شَاةٌ، فَإِذَا أَمِنَ مِمَّا كَانَ بِهٖ ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ﴾ فَإِنْ مَضٰى مِنْ وَجْهِهٖ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ حَجَّةٌ، وَإِنْ أَخَّرَ الْعُمْرَةَ إِلٰى قَابِلٍ فَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَ عُمْرَةٌ۔ ﴿وَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ﴾ آخِرُهَا يَوْمُ عَرَفَةَ، ﴿وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ﴾۔ قَالَ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَقَالَ: هٰذَا قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَقَدَ ثَلَاثِيْنَ، اخرجه الطحاوى فى "معانى الآثار" له (۱:٤۳۲)۔ وسنده صحيح۔ وَيُزَادُ فِيْهِ مَاتَقَدَّمَ عن الواقدى: أَنَّهٗ ﷺ أَمَرَ أَصْحَابَهٗ أَنْ يَعْتَمِرُوْا قَضَاءَ عُمْرَتِهِمُ الَّتِيْ صُدُّوْا عَنْهَا الخ۔ و فيه دليل على وجوب العمرة على المحصر عن العمرة۔

یعنی تین دن کے روزے رکھنا یا چھ مسکینوں پر صدقہ کرنا بایں صورت کہ مسکین کو آدھا صاع دے یا بکری کی قربانی کرے (اور اگر احرام کھولنے سے پہلے حج کے فوت ہونے کے بعد) وہ عذر ٹل جائے تو اسی احرام کے ساتھ عمرہ کر کے احرام کھولے تو اس پر اگلے سال حج واجب ہے اور اگر اگلے سال تک عمرہ کو مؤخر کر دے تو اس پر عمرہ اور حج دونوں واجب ہیں۔ اور دونوں اکٹھے کرنے کی صورت میں جو ہدی میسر ہو سکے ذبح کرے اور جس کے پاس ہدی کی طاقت نہ ہو تو تین دن حج کے دنوں میں روزے رکھے۔ یعنی آخری روزہ عرفہ کے دن اور سات روزے گھر لوٹنے پر رکھے، راوی کہتے ہیں کہ یہ حدیث سعید بن جبیر سے ذکر کی تو اس نے کہا کہ ابن عباسؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔ اور اس حدیث میں پچھلی حدیث کی نسبت اس عبارت کا اضافہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو اس بات کا حکم دیا کہ پچھلے سال جس عمرہ سے روک دیئے گئے تھے اس کی قضاء کا عمرہ کرو۔ (طحاوی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اس میں واضح طور پر اس بات کی دلیل ہے کہ عمرہ سے روکے جانے والے پر بھی عمرہ کی قضاء واجب ہے۔

فائدہ: اگر حج کے دن سے پہلے ہی رکاوٹ ٹل جائے تو پھر محرم کو اسی احرام کے ساتھ ہی حج کرنا چاہیے۔ بخاری اور مسلم میں بھی ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ محصر عن الحج کے بارے میں فرماتے تھے کہ کیا تمہیں اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کافی نہیں کہ اگر کوئی شخص حج سے روک دیا جائے تو وہ طواف و سعی کر کے احرام کھول دے اور اگلے سال حج کرے تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ محصر عن الحج پر عمرہ اور حج ہے۔

فائدہ: محصر عن الحج کے لئے اس فتوٰی کو سنت رسول اللہ کہا گیا ہے حالانکہ آپ ﷺ کے زمانہ میں محصر عن الحج کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا بلکہ محصر عن العمرہ کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اور یہ مسئلہ حضرت ابن عمرؓ نے قیاس سے بتایا تو معلوم ہوا کہ قیاس بھی دلیل شرعی ہے۔ اور قیاس کے حجت شرعیہ ہونے کے منکرین کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

باب هل يجب على المحصر الحلق اذا حل في مكانه ولم يصل الى البيت

۲۹۸۸- عن المسور و مروان في حديث عُمْرَةِ الْحُدَيْبِيَةِ وَالصُّلحِ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا فرغ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ لِاَصْحَابِهِ: ﴿قُومُوْا فَانْحَرُوْا ثُمَّ احْلِقُوْا﴾، قَالَ: فَوَاللهِ مَا قَامَ مِنْهُمْ رجُلٌ حَتّٰى قَالَ ذٰلِكَ ثَلاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا لَمْ يَقُمْ مِنْهُمْ اَحَدٌ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ، فَذَكَرَ لَهَا مَا لقِيَ مِنَ النَّاسِ، فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ: يَا نَبِيَّ اللهِ! اَتُحِبُّ ذَاكَ؟ اُخْرُجْ ثُمَّ لَاتُكَلِّمْ اَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتّٰى تَنْحَرَ بُدْنَكَ، وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ، فَخَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ اَحَدًا مِنْهُمْ حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ، نحرَ بُدْنَهُ، وَدَعَا حَالِقَهُ فَحَلَقَهُ، فَلَمَّا رَاَوْاذٰلِكَ قَامُوْا فَنَحَرُوْا، وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَحْلِقُ بَعْضًا، حَتّٰى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا غَمًّا- الحديث، اخرجه البخاري مطولا (۱: ۳۸۰)-

۲۹۸۹- عن المسور اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَحَرَ قَبْلَ اَنْ يَحْلِقَ، وَاَمَرَ اَصْحَابَهُ بِذٰلِكَ- اخرجه البخاري ايضا، واحمد ولفظه: حَلَقَ بِالْحُدَيْبِيَةِ فِيْ عُمْرَتِهِ، وَاَمَرَ اَصْحَابَهُ بِذٰلِكَ، وَنَحَرَ بالْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ اَنْ يَحْلِقَ، وَاَمَرَ اَصْحَابَهُ بِذٰلِكَ- كذا في "نيل الاوطار" (٤: ٣٢٢)-

باب اگر محصر بیت اللہ تک پہنچنے سے قبل ہی احصار کی جگہ احرام کھولے تو کیا اس پر سر منڈانا واجب ہے؟

۲۹۸۸۔ مسورؓ اور مروان عمرۂ حدیبیہ اور صلح حدیبیہ کی حدیث میں فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ صلح نامے سے فارغ ہوئے تو اپنے صحابہؓ سے فرمایا۔ اب اٹھو اور جن جانوروں کو ساتھ لائے ہو ان کی قربانی کرلو اور سر منڈالو۔ راوی کہتے ہیں کہ خدا گواہ ہے کہ ان میں سے ایک آدمی بھی نہ اٹھا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ کلمات فرمائے۔ پھر جب کوئی شخص نہ اٹھا تو آپ ﷺ ام المؤمنین ام سلمہؓ کے پاس گئے اور ان سے لوگوں کے طرز عمل کا ذکر کیا۔ ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ یہ پسند کریں گے کہ آپ ﷺ باہر تشریف لے جائیں اور کسی سے کوئی بات نہ کریں بلکہ اپنا قربانی کا جانور ذبح کردیں اور اپنے حجام کو بلالیں جو آپ ﷺ کا سر مونڈ دے۔ چنانچہ حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور کسی سے کوئی بات نہ کی اور یہی سب کچھ کیا یعنی اپنے جانور کی قربانی کردی اور اپنے حجام کو بلایا جس نے آپ ﷺ کے سر کے بال مونڈ دیے۔ جب صحابہؓ نے یہ سب کچھ دیکھا تو وہ بھی اٹھ کر قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنے لگے اور ایک دوسرے کے سر کے بال مونڈنے لگے۔ حتیٰ کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رنج وغم میں ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے۔ (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ محصر پر اپنی جگہ پر حلق کرانا واجب ہے خواہ وہ بیت اللہ تک نہ ہی پہنچ سکے۔ کیونکہ یہاں امر کا لفظ وجوب پر دلالت کرتا ہے یہی امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔

۲۹۸۹۔ مسورؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے سر منڈانے سے قبل قربانی کا جانور ذبح کیا اور اپنے صحابہؓ کو اس بات کا حکم دیا۔ (بخاری) اور احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے حدیبیہ والے عمرہ میں سر کے بال منڈائے اور صحابہؓ کو اس کا حکم

۲۹۹۰ - عن عائشة (ام المؤمنین رضی اللہ عنہا) زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فَقَدِمْتُ مَکَّةَ وَاَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَیْتِ وَلَا بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَکَوْتُ ذٰلِکَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ: ﴿اُنْقُضِیْ رَاْسَکِ وَامْتَشِطِیْ، وَاَهِلِّیْ بِالْحَجِّ، وَدَعِی الْعُمْرَةَ﴾، فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَیْنَا الْحَجَّ اَرْسَلَنِی النَّبِیُّ ﷺ مَعَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ اِلَی التَّنْعِیْمِ، فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ ﴿هٰذِهِ مَکَانُ عُمْرَتِکِ﴾، الحدیث، اخرجه البخاری (۱:۲۱۱)۔

باب ان محل الهدی الحرم للمحصر و غیره دون الحل وقوله ﴿هدیا بالغ الکعبة﴾، وقوله: ثم محلها الی البیت العتیق

۲۹۹۱ - عن عطاء بن ابی رباح، عن جابر ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿کُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ، وَکُلُّ مِنًی مَنْحَرٌ، وَکُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ، وَکُلُّ فِجَاجِ مَکَّةَ طَرِیْقٌ وَ مَنْحَرٌ﴾۔ اخرجه

فرمایا (نیل الاوطار)۔

فائدہ: تو یہ امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ امام ابو یوسف کا مذہب ہے۔

۲۹۹۰۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا طویل حدیث میں فرماتی ہیں کہ جب میں مکہ مکرمہ پہنچی تو میں حائضہ تھی اور میں طواف و سعی نہ کر سکی اور اس کی شکایت میں نے حضور ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنا سر کھول دے اور کنگھی کر اور عمرہ کا احرام کھول کر حج کا احرام باندھ لے اور میں نے ایسے ہی کیا۔ پھر جب ہم حج سے فارغ ہوئے تو حضور ﷺ نے مجھے عبدالرحمن بن ابوبکر (جو ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کے بھائی ہیں) کے ساتھ تنعیم مقام کی طرف بھیجا اور میں نے وہاں سے عمرہ کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تیرے اس چھوڑے ہوئے عمرے کی قضاء ہے۔ (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو قصر کا حکم نہیں دیا جس سے عدم وجوب معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ کا قول ہے۔ نیز ان تمام احادیث سے کسی عذر کی وجہ سے چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضاء کرنا واجب معلوم ہوتا ہے۔

باب محصر وغیرہ کی ہدی کے ذبح ہونے کی جگہ حرم ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''یہاں تک کہ وہ ہدی اپنے محل تک پہنچ جائے'' اللہ کا ارشاد ہے کہ ''ایسی ہدی جو کعبہ تک پہنچے''۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''اس کے ذبح ہونے کی جگہ امن والا گھر ہے''

۲۹۹۱۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عرفات کا تمام میدان وقوف کرنے کی جگہ ہے۔ تمام منیٰ ذبح کرنے کی جگہ ہے۔ تمام مزدلفہ وقوف کرنے کی جگہ ہے اور مکہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان کی جگہ راستہ اور قربان گاہ ہے۔ (ابوداؤد، ابن

ـوداود، وابن ماجة، وفيه اسامة بن زيد الليثى قال فى "التنقيح": روى له مسلم متابعة فيما ـى، ووثقه ابن معين فى رواية انتهى- قال الزيلعى: فالحديث حسن- (نصب ـراية ١:٢:٥٥٥)-

٢٩٩٢- عن عمرو بن ميمون، قال: سمعت ابا حاضر الحميرى يحدث ابى ميمون ـن مهران، قَالَ: خَرَجْتُ مُعْتَمِرًا عَامَ حَاصَرَ اَهْلُ الشَّامِ اِبْنَ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ، وَبَعَثَ مَعِيَ رِجَالٌ ـنْ قَوْمِيْ بِهَدْيٍ، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا اِلَى اَهْلِ الشَّامِ مَنَعُوْنَا اَنْ نَدْخُلَ الْحَرَمَ، فَنَحَرْتُ الْهَدْيَ ـكَانِيْ، ثُمَّ اَحْلَلْتُ، ثُمَّ رَجَعْتُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ خَرَجْتُ لِاَقْضِيَ عُمْرَتِيْ، فَاَتَيْتُ

ـیہ)۔زیلعی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اوپر کی آیات سے (جو ترجمۃ الباب میں مذکور ہیں) اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہدی (خواہ دم احصار ہو یا دم ـفارات یا دمِ قران ہو یا دم تمتع یا جزاءِ صید ہو) کا محل حرم ہے، حل نہیں، جو ہر نقی میں ہے کہ نسائی نے سند صحیح کے ساتھ ناجیہ بن کعب الاسلمی ـے جو روایت ذکر کی ہے وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کی ہدی کو (دم احصار کو) حرم میں ذبح کیا گیا۔ فتح الباری میں ہے کہ عطاء کہتے تھے کہ حضور ﷺ نے حدیبیہ کے روز حرم میں ہی قربانی دی۔ تو یہ دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ محصر کے ہدی کا محل حرم ہی ہے اس کے باہر ذبح کرنا جائز نہیں اِلّا یہ کہ وہ اس پر بالکل قادر نہ ہو اس صورت میں اس پر اس کا بدل ہوگا قضاء میں۔ نیز اگر محلِ ہدی حرم نہ ہوتا تو آپ ﷺ ناجیہ کے ذریعے اتنا حیلہ نہ کرتے حرم تک پہنچانے کے لئے کہ وہ اسے خفیہ طریقہ پر حرم لاتے۔ باقی جو ابن قدامہ نے ذکر ـیا ہے کہ آپ ﷺ نے شجرۂ حدیبیہ کے پاس ذبح کیا تھا بغیر سند کے مجہول راوی سے مروی ہے اور نسائی کی حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس لئے تو عطاء اور ابن اسحاق نے جزم اور پورے وثوق سے کہا ہے کہ آپ ﷺ نے حدیبیہ کے دن دمِ احصار حرم ہی میں ذبح کیا ہے۔

۲۹۹۲۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے ابو حاضر الحمیری کو ابو میمون سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ جس سال شامیوں نے عبداللہ بن الزبیرؓ کا مکہ مکرمہ میں محاصرہ کیا تھا اس سال میں عمرہ کرنے کی نیت سے نکلا، میری قوم کے کچھ لوگوں نے میرے ساتھ ہدی بھیجی تو شام والوں نے ہمیں حرم میں داخل ہونے سے روک دیا تو میں نے اسی جگہ (یعنی حرم سے باہر حل میں) ہدی کی قربانی کی ـر احرام کھولدیا اور واپس چلا آیا۔ پھر جب دوسرا سال آیا تو میں اپنے عمرہ کی قضاء کے لئے پھر نکلا اور میں ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا (اور آپؓ سے مسئلہ پوچھا) تو آپؓ نے فرمایا کہ ہدی بھی بدل ڈال کیونکہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اس ہدی کو عمرۂ قضا میں بدل دیں جو انہوں نے حدیبیہ کے سال میں ذبح کی تھی (ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے جو صحت یا کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے۔ اور جو ہر نقی میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے اور مستدرک حاکم میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ عمرو بن میمون نے فرمایا کہ

اِبْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: اَبْدِلِ الْهَدْیَ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَ اَصْحَابَهٗ اَنْ یُّبَدِّلُوْا الْهَدْیَ الَّذِیْ نَحَرُوْا عَامَ الْحُدَیْبِیَّةِ فِیْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ۔ اخرجه ابو داود(١:٢٦٤)۔ و سکت عنه۔ و فی "الجوهر النقی" (١:٣٥٨): بسند حسن اه۔ واخرجه الحاکم فی "المستدرک" (١:٤٨٦) وزاد: قال عَمْرٌو (هو ابن میمون) فَکَانَ اَبِیْ قَدْ اَهَمَّهٗ ذٰلِكَ الَّذِیْ نَحَرُوْا عَامَ الْحُدَیْبِیَّةِ، یَقُوْلُ: لَا اَدْرِیْ هَلْ اَبْدَلَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ ﷺ الْهَدَایَا الَّتِیْ نَحَرُوْا بِالْحُدَیْبِیَّةِ فِیْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ اَمْ لَا؟ حَتّٰی حَدَّثَهٗ اَبُوْ حَاضِرٍ۔ قال الحاکم: هذا حدیث صحیح الاسناد، وابو حاضر شیخ من اهل الیمن مقبول صدوق اه۔ واقره علیه الذهبی فی "تلخیصه"۔

٢٩٩٣- عن ابن عباس رضی الله عنهما: وَاِذَا کَانَ مَعَهٗ هَدْیٌ وَهُوَ مُحْصَرٌ نَحَرَ اِنْ کَانَ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّبْعَثَ، وَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّبْعَثَ بِهٖ لَمْ یَحِلَّ حَتّٰی یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ۔ رواه البخاری معلقا، ووصله اسحاق بن راهویه فی تفسیره، وابن جریر الطبری، (فتح الباری ٤:٩)۔ وهو صحیح او حسن۔

٢٩٩٤- عن عبدالرحمن بن یزید، قَالَ: اَهَلَّ رَجُلٌ مِنَّا بِعُمْرَةٍ فَلُدِغَ، فَطَلَعَ رَکْبٌ

میرے والد کے لئے یہ مسئلہ پریشان کن تھا کہ آیا عمرہ قضاء میں صحابہ نے ہدایا کو تبدیل کیا تھا یا نہیں؟ اس کے بعد ابو حاضر نے ان سے یہ حدیث بیان کی (کہ تبدیل کی تھیں) حاکم کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اور تلخیص میں ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: اس لئے کہ بعض صحابہ نے صلح حدیبیہ والے سال حرم سے باہر حل میں ہدی ذبح کی تھی۔ لہٰذا انہیں دوبارہ ہدی ذبح کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ حرم سے باہر ہدی ذبح کرنا درست نہیں ہے۔ یہ اس بارے میں واضح دلیل ہے کہ محصر کے لئے بھی ہدی حرم میں ذبح کرنا واجب ہے اور اگر حرم میں ذبح نہ کرسکے تو قضاءً اس کا بدل دے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اور بعض صحابہؓ نے حدیبیہ کے دن قربانی حرم میں کی تھی جیسا کہ امام اعظمؒ کا مذہب ہے۔

۲۹۹۳۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر محرم کے پاس ہدی ہو اور بیت اللہ تک جانے میں کوئی رکاوٹ پیش آجائے اور وہ ہدی حرم میں نہ بھیج سکتا ہو تو وہیں ذبح کردے (اور احرام کھولدے) اور اگر وہ ہدی حرم میں بھیجنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس وقت تک احرام نہ کھولے جب تک کہ ہدی اپنی جگہ (حرم) میں پہنچ کر ذبح نہ ہوجائے۔ (بخاری) اور ابو اسحاق نے اپنی تفسیر میں اور ابن جریر طبری نے اسے موصولاً روایت کیا ہے (فتح) اور وہ صحیح یا حسن ہے۔

۲۹۹۴۔ عبدالرحمٰن بن یزید سے مروی ہے کہ ہم میں سے ایک آدمی نے عمرہ کا احرام باندھا پھر اسے کسی کیڑے نے ڈس

فيهم عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ، فَسَأَلُوْهُ، فَقَالَ: يَبْعَثُ بِهَدْيٍ، وَاجْعَلُوْا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ يَوْمًا أَمَارًا، فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ الْيَوْمُ فَلْيَحِلَّ- قال عمارة بن عمير: فَكَانَ حَسْبُكَ بِهِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدٍ عن عبدالله ، وَعَلَيْهِ الْعُمْرَةُ مِنْ قَابِلٍ، اخرجه الطبری فی تفسیره(۲:۱۲۹)- بسند صحیح، و فی روایة له: قَالَ: يَبْعَثُ مَعَكُمْ بِثَمَنِ هَدْيٍ-

باب الاشتراط فی الحج والعمرة

۲۹۹۵ - حدثنی یونس قال: اخبرنا ابن وهب ، اخبرنی یونس، عن ابن شهاب، عن سالم، قَالَ: كَانَ عَبْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ يُنْكِرُ الْاِشْتِرَاطَ فِي الْحَجِّ وَ يَقُوْلُ: أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ؟ إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا، وَيُهْدِيْ أَوْ يَصُوْمُ إِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا- اخرجه الامام الطبری فی تفسیره (۲:۱۳۱)- وسنده صحیح- واخرجه البخاری مختصرا کما مر فی آخر ابواب الاحصار من هذاالکتاب-

---

ہے۔ پھر وہاں ایک قافلہ آن پہنچا جن میں عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے تو لوگوں نے آپؓ سے اس کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ ایک ہدی (حرم میں) بھیجے اور اپنے اور اس کے درمیان ذبح کرنے کا کوئی دن مقرر کرلے۔ جب وہ دن آئے تو یہ محرم احرام کھول دے۔ عمارۃ بن عمیر نے ان الفاظ کا بھی حدیث میں اضافہ کیا ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اس پر اگلے سال عمرہ کی قضاء ہے (تفسیر طبری)۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔ اور اس کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تمہارے ساتھ ہدی کی قیمت بھیجدے (تاکہ تم اس رقم کی ہدی خرید کر ذبح کردو)۔

فائدہ: بہرحال ان احادیث سے (اور دیگر احادیث سے جو اعلاء السنن کے حاشیہ میں مذکور ہیں) معلوم ہوا کہ مکانِ احصار میں ہدی قربان کرنا جائز نہیں بلکہ حرم میں بھیجنا ضروری ہے۔

باب حج اور عمرہ میں شرط لگانا

۲۹۹۵۔ سالم فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ حج میں شرط لگانے کو برا سمجھتے تھے۔ اور فرماتے کہ کیا تمہارے لئے نبی کریم ﷺ کی سنت کافی نہیں۔ اگر تم میں سے کسی کو (احرام باندھنے کے بعد) حج سے روک دیا جائے تو وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے احرام کھول دے اور ہر چیز سے حلال ہوجائے، پھر اگلے سال دوبارہ حج کرے۔ لیکن احرام کھولنے سے قبل ہدی ذبح کرے اور اگر ہدی کی طاقت نہ ہو تو تین دن روزے رکھے۔ (تفسیر طبری)۔ اس کی سند صحیح ہے اور بخاری نے بھی مختصراً اسے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث بیہقی میں بھی صحیح سند کے ساتھ مذکور ہے اور ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

۲۹۹۶- اخبرنا ابو حنيفة، عن حماد، عن ابراهيم فِي الرَّجُلِ يَشْتَرِطُ فِي الْحَجِّ قَالَ: لَيْسَ شَرْطُهٗ بِشَيْءٍ- اخرجه محمد فى "الآثار"(٦٢)- و سنده حسن صحيح- قال محمد: وبه ناخذ، وهو قول ابى حنيفة اھ-

باب فوات الحج وما على من فاته ولا يجب عليه الهدى للفوات

۲۹۹۷- عن يحيى بن عيسى النهشلى، عن محمد بن ابى ليلى، عن عطاء، عن ابن عباس رضى الله عنهما، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ﴿مَنْ أَدْرَكَ عَرَفَاتٍ فَوَقَفَ بِهَا وَالْمُزْدَلِفَةَ فَقَدْ تَمَّ حَجُّهٗ، وَمَنْ فَاتَهٗ عَرَفَاتٌ فَقَدْ فَاتَهُ الْحَجُّ، فَلْيَتَحَلَّلْ بِعُمْرَةٍ، وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ﴾- اخرجه

۲۹۹۶۔ ابراہیم نخعیؒ سے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو حج میں شرط لگاتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کی شرط کی کوئی حیثیت نہیں۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم احناف کا یہی مسلک ہے۔(کتاب الآثار محمد)۔اس کی سند حسن صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی احرام باندھتے وقت اس قسم کی شرط لگانا کہ اگر میں بیت اللہ تک پہنچا تو حج کا احرام منعقد ہوگا ورنہ نہیں۔اس شرط کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ وہ احرام منعقد ہو جائے گا۔ہاں رکاوٹ کی صورت میں ہدی ذبح کر کے حلال ہو جائے اور اگلے سال قضا کرے۔اور ابن عمرؓ کے فتوی کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے حج اور اپنے عمروں میں سے کسی عمرے میں قطعاً کوئی شرط نہیں لگائی۔اور نہ ہی صحابہ میں سے کسی صحابی کو (سوائے ضباعہ کے) اس کا حکم دیا حالانکہ اس میں عمومی طور پر اس کی حاجت ہوتی ہے اور کوئی بھی عوارض سے کلی طور پر اور قطعی طور پر محفوظ نہیں ہوتا۔اس لئے اگر یہ شرط لگانے کی عام اجازت ہوتی تو آپ ﷺ بھی اس کو عمل میں لاتے اور اپنے صحابہ کو بھی اس کا حکم کرتے لیکن چونکہ اس طرح کی کوئی چیز ثابت نہیں تو معلوم ہوا کہ ضباعہ کو حکم دینا صرف اسی کے ساتھ خاص ہے،اس میں عموم نہیں۔اور ضباعہ کو آپ ﷺ نے اس کی اجازت اس کے تطییب قلب کے لئے دی کیونکہ بعض اوقات آدمی وہ کام کرنے کی جرات نہیں کرتا جس میں عدم وفاء کا خطرہ ہو کیونکہ اس میں ظاہری طور پر وعدہ خلافی کا پہلو ہوتا ہے۔تو اس لئے آپ ﷺ نے اس کی تسکین کے لئے اس کا حکم کیا۔

باب حج کے فوت ہو جانے کا بیان اور جس کا حج فوت ہو جائے اس پر کیا واجب ہے اور اس پر حج کے فوت ہو جانے کی وجہ سے ہدی واجب نہیں

۲۹۹۷۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا (حج کا احرام باندھ کر) جس نے عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کر لیا

دارقطني، والنهشلي متكلم فيه، و قال في "التنقيح": روى له مسلم-(زيلعي ١:٥٤٢)-
قلت: وقال احمد: ما اقرب حديثه- و قال ابوداود: بلغني عن احمد انه احسن الثناء عليه،
وقال العجلي: ثقة- وقال ابو معاوية: اكتبوا عنه، فطالما رأيته عند الاعمش - ذكره ابن حبان
في الثقات، وقال مسلمة: لا باس به- وضعفه ابن معين، قال النسائي- ليس بقوي- (وهذا
تلين هين) كذا في "التهذيب" (١١:٢٦٣)- فالحديث صحيح حسن-

٢٩٩٨- عن ابن عمر رضي الله عنهما: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ﴿ مَنْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ بِلَيْلٍ فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ، وَمَنْ فَاتَهُ عَرَفَاتٌ بِلَيْلٍ فَقَدْ فَاتَهُ الْحَجُّ، فَلْيَحِلَّ بِعُمْرَةٍ، وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ﴾- اخرجه الدارقطني، وفيه رحمة بن مصعب قال الدارقطني: ضعيف، وقد تفرد به (زيلعي ١:٥٤٢)- قلت: قال الآجري: سالت ابا داود عنه، فاثنى عليه خيرا، وذكره ابن حبان في الثقات، كذا في "اللسان" (٢:٤٥٨)- فالحديث حسن-

---

تو اس کا حج ہوگیا اور جو عرفات میں وقوف نہ کرسکا اس کا حج ضائع ہوگیا اور حج کے ضائع ہوجانے پر اسے چاہیے کہ وہ عمرہ کرکے احرام کھولدے اور اگلے سال حج کی قضاء کرے۔ (دارقطنی)۔ یہ حدیث صحیح حسن ہے۔

۲۹۹۸۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دس ذوالحجہ کی رات کو عرفات میں وقوف کرلیا تو اس کا حج ہوگیا اور جو اس رات کو عرفات میں وقوف نہ کرسکا تو اس کا حج ضائع ہوگیا۔ اسے چاہیے کہ وہ عمرہ کرکے حج کا احرام کھول دے اور اگلے سال حج کی قضاء کرے۔ (دارقطنی)۔ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد اگر حج ضائع ہوجائے اور وقوفِ عرفات نہ کرسکے تو اسے چاہیے کہ وہ عمرہ کرکے حج کا احرام کھول دے اور یہ عمرہ کرنا واجب ہے۔ البتہ حج کا احرام کھولتے وقت ہدی ذبح کرنا واجب نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے اس کا حکم نہیں فرمایا، اگر واجب ہوتا تو ضرور بیان کرتے کیونکہ یہ موضع بیان ہے۔ اس مرفوع حدیث کی بنا پر ہم حضرت عمرؓ کی وہ حدیث جو امام مالکؒ نے مؤطا میں روایت کی ہے کہ "حضرت عمرؓ نے فائت الحج کو فرمایا کہ ہدی ذبح کر" ندب اور استحباب پر محمول کریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ عینیؒ نے بنایہ میں کہا ہے کہ اسود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو فرماتے سنا کہ جس کا حج فوت ہوجائے تو وہ عمرہ کے ساتھ حلال ہوجائے اور اس پر دم نہیں اور اسود فرماتے ہیں کہ پھر میں تیس سال بعد زید بن ثابتؓ سے ملا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا۔ اور حضرت عثمانؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (البنایہ)۔ حضرت عمرؓ کا قول اور اثر مبسوط امام محمد میں بلاغاً مذکور ہے اور ان

باب جواز العمرة فی جمیع السنة الا ایام التشریق ویوم عرفة ویوم النحر

۲۹۹۹- عن ابن عباس ؓ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ، قَالَ: ﴿عُمْرَةٌ فِیْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً﴾- رواہ الجماعة الا الترمذی، لکنه له من حدیث ام معقل-(نیل الاوطار ۴:۱۸۲)- واخرجه ابن حبان بلفظ: ﴿عُمْرَةٌ فِیْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً مَعِیْ﴾- (فتح الباری ۳:۴۰۰) و فیه ایضا: قال ابن العربی: حدیث العمرة هذا صحیح اھ- وفی طریق لمسلم- ﴿تَقْضِیْ حَجَّةً اَوْ حَجَّةً مَعِیْ﴾- و فی روایة لابی داود: ﴿تَعْدِلُ حَجَّةً مَعِیْ﴾- من غیر شك-(فتح القدیر ۳:۶۱)-

۳۰۰۰- عن قتادة سَاَلْتُ اَنَسًا کَمْ اِعْتَمَرَ النَّبِیُّ ﷺ؟ قَالَ: اَرْبَعٌ، عُمْرَةُ الْحُدَیْبِیَّةِ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ حَیْثُ صَدَّهُ الْمُشْرِکُوْنَ، وَ عُمْرَةٌ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ حَیْثُ صَالَحَهُمْ، وَعُمْرَةُ الْجِعِرَّانَةِ- و فی روایة قَالَ: اِعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمَرٍ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ اِلَّا الَّتِیْ اِعْتَمَرَ مع حَجَّتِهٖ- الحدیث رواہ البخاری (فتح الباری ۳:۴۷۹)-

کے بلاغات ہمارے ہاں حجت ہیں۔

باب نو ذوالحجہ سے تیرہ ذوالحجہ تک کے ایام کے علاوہ تمام سال میں عمرہ کرنا جائز ہے

۲۹۹۹۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا (ثواب میں) حج کے برابر ہے۔ اسے ترمذی کے علاوہ جماعت نے روایت کیا ہے۔ ابن حبان نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا (ثواب میں) میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (فتح الباری)۔ اور مسلم کے یہ الفاظ ہیں کہ رمضان میں عمرہ کرنا (ثواب میں) حج کے یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ اور ابوداؤد میں بغیر شک کے ہے کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (فتح القدیر)۔

فائدہ: یاد رکھیں کہ رمضان میں عمرہ کرنا ثواب میں حج کے برابر ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حج فرض اس سے ساقط ہو جاتا ہے، کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ عمرہ حج فرض کے قائم مقام نہیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ ﴿قل هو الله احد﴾ تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۳۰۰۰۔ قتادہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے انسؓ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ نے کتنے عمرے کئے؟ تو آپؓ نے فرمایا: حضور ﷺ نے چار عمرے کئے۔ ایک عمرہ حدیبیہ ذیقعدہ میں کیا جب مشرکین نے آپ ﷺ کو (بیت اللہ جانے سے) روک دیا۔ دوسرا اگلے سال عمرۂ قضاء ذیقعدہ میں۔ تیسرا عمرۂ جعرانہ (اور چوتھا وہ عمرہ جو حج کے ساتھ کیا)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حج والے عمرہ کے علاوہ باقی تمام عمرے ذیقعدہ میں کئے۔ (بخاری)۔

۳۰۰۱- عن عائشة رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ إِعْتَمَرَ عُمْرَتَيْنِ عُمْرَةً فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، وعُمْرَةً فِيْ شَوَّالٍ- رواه ابو داود و سکت عنه، ورجاله رجال الصحيح (نيل ٤:١٨٢)-

۳۰۰۲- عن شعبة، عن يزيد الرشك، عن معاذة، عن عائشة رضی اللہ عنہا، قالت: حَلَّتِ الْعُمْرَةُ فِي السَّنَةِ كُلِّهَا اِلَّا اَرْبَعَةَ اَيَّامٍ: يَوْمُ عَرَفَةَ، وَ يَوْمُ النَّحْرِ، وَيَوْمَانِ بَعْدَ ذلك- اخرجه البيهقي-(زيلعي ١:٥٤٣)- قلت: المذكور من السند صحيح، والمحدث لا يحذف من اوله الا ما لا كلام فيه-

۳۰۰۳- اخبرنا ابو حنيفة، عن يزيد بن عبدالرحمن ، عن عجوز من العتيك، عن عائشة ام المؤمنين رضی اللہ عنہا، أَنَّهَا قَالَتْ: لَا بَأْسَ بِالْعُمْرَةِ فِيْ أَيِّ السَّنَةِ شِئْتَ مَا خَلَا خَمْسَةَ أَيَّامٍ: يَوْمُ عَرَفَةَ، وَيَوْمُ النَّحْرِ، وَأَيَّامُ التَّشْرِيْقِ- اخرجه محمد فى "الآثار"(۷۲)، وقال: وبه ناخذ- والعجوز من العتيك هى معاذة العدوية، اخرج ابن خسروالحديث من طريق

۳۰۰۱- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے دو عمرے کیے ایک ذیقعدہ میں اور ایک عمرہ شوال میں کیا۔(ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔(نیل)

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عمرہ تمام سال میں اور اشہر حج میں بھی جائز ہے۔یہی جمہور کا مسلک ہے۔لیکن بدویہ (فرقہ) کہتا ہے اشہر حج میں عمرہ مکروہ ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اشہر حج میں عمرہ کرنے سے حج کے اعمال متاثر ہونگے۔لیکن سوچنے کی چیز یہ ہے کہ حضور ﷺ نے تمام عمرے اشہر حج میں ہی کئے اور اس کی وجہ جاہلیت کی اس رسم کو توڑنا تھا کہ اشہر حج میں عمرہ ممنوع ہے۔لیکن بدویہ ان صحیح دلائل اور واضح براہین کے باوجود شارع علیہ السلام کی مخالفت اور جاہلیت کی حمایت میں کمربستہ ہیں اور کہتے ہیں کہ اشہر حج میں عمرہ مکروہ ہے۔

۳۰۰۲- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عمرہ چار دنوں کے علاوہ سال کے تمام ایام میں جائز ہے۔اور وہ چار ایام یہ ہیں: نو، دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ۔(بیہقی)۔میں کہتا ہوں کہ مذکورہ سند صحیح ہے۔

۳۰۰۳- ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پانچ دنوں کے علاوہ سال کے جس حصے میں تو چاہے عمرہ کر سکتا ہے۔اور وہ پانچ دن یوم عرفہ (نو ذوالحجہ) یوم النحر (دس ذوالحجہ) اور ایام تشریق (گیارہ بارہ تیرہ ذوالحجہ) ہیں۔اس کی سند صحیح جلیل ہے۔

فائدہ: راجح پانچ دن ہیں کیونکہ اثر ابن عباسؓ اس کے لئے شاہد ہے۔نیز زیادۃ ثقہ مقبول ہے۔

یزید الرشك عنها۔ قاله الحافظ فی "تعجیل المنفعة"(٥٦٧)۔ وهذا سند صحیح جلیل۔ ویزید بن عبدالرحمن هو یزید بن ابی یزید الرشك من رجال الجماعة ثقة۔ و کذا معاذة ثقة حجة۔ (تهذیب١٢: ٤٥٢)۔

٣٠٠٤- عن اسماعیل بن عیاش عن ابراهیم و نافع عن طاوس قال البحر یعنی ابن عباس رضی الله عنهما : خَمْسَةُ أَيَّامٍ: يَوْمُ عَرَفَةَ، وَيَوْمُ النَّحْرِ، وَ ثَلَاثَةُ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ، اِعْتَمِرْ قَبْلَهَا وَ بَعْدَهَا مَا شِئْتَ۔ ذكره الشیخ تقی الدین فی الامام و لم یعزه (زیلعی١: ٥٤٣)۔ و قال العینی فی "البنایة" (١: ١٦٠٧): رواه سعید بن منصور اھ۔ واسماعیل بن عیاش مختلف فیه اذا روی عن غیر الشامیین، فالاثر حسن۔

٣٠٠٥- عن ابن مسعودؓ مرفوعًا: ﴿تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّ مُتَابَعَةً بَيْنَهُمَا تَنْفِي الذُّنُوْبَ وَالْفَقْرَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ، وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُوْرَةِ ثَوَابٌ اِلَّا الْجَنَّةَ﴾۔ اخرجه الترمذی وغیره۔ (فتح الباری٣: ٤٦٨)۔ و سکت عنه الحافظ، فهو صحیح او حسن۔ وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح غریب(١: ١٠٠)۔

۳۰۰۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پانچ دنوں (یوم عرفہ، یوم نحر، ایام تشریق) سے قبل یا بعد میں جب چاہے عمرہ کر۔ اسے شیخ تقی الدین نے الامام میں روایت کیا ہے۔(زیلعی) یہ اثر حسن ہے۔

۳۰۰۵۔ ابن مسعودؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حج اور عمرہ پے در پے کرو۔ (یعنی ایک دوسرے کے متعاقب ہوں خواہ عمرہ مقدم ہو یا حج) کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کے میل کو ختم کر دیتا ہے۔ اور مقبول حج کا بدلہ صرف جنت ہی ہے۔(ترمذی وغیرہ)۔ حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا ان کے ہاں یہ حدیث صحیح یا حسن ہے اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ تمام سال میں اور اشہر حج میں بھی عمرہ کرنا جائز ہے اور حج کے فوراً بعد تنعیم سے عمرہ کرنے پر مواظبت ثابت ہے۔ ابو الزبیر فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب بھی حج کرتیں تو حج کے فوراً بعد تنعیم سے عمرہ کرتیں۔(مسلم)۔ اور آپؓ کا یہ عمل بطور مقتدی کافی ہے۔ اور اگر حج کے بعد تنعیم سے عمرہ کرنا مکروہ ہوتا جیسا کہ ابن القیم نے کہا ہے تو آپؓ اس طرح مواظبت نہ کرتیں۔ نیز رمضان المبارک میں عمرہ کرنا افضل ہے۔ اسی لئے اسلاف رمضان میں عمرہ کرنے کو حج اصغر کہتے ہیں۔

باب ان العمرة تطوع ای سنة وليست بفريضة

٣٠٠٦- عن جابر ﷺ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْعُمْرَةِ أَوَاجِبَةٌ هِيَ؟ قَالَ: ﴿لَا ، وَأَنْ تَعْتَمِرُوْا هُوَ أَفْضَلُ﴾۔ رواه الترمذی(١١٢:١)، و قال: هذا حدیث حسن صحیح۔

٣٠٠٧- وعنه أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَخْبِرْنِيْ عَنِ الْعُمْرَةِ، أَ وَاجِبَةٌ هِيَ؟ قَالَ: ﴿لَا، وَأَنْ تَعْتَمِرَ خَيْرٌ لَّكَ﴾ رواه احمد، والترمذی و قال: حسن صحیح، وابو یعلی، وابن خزیمة، والدارقطنی، و سعید بن منصور۔ (کنزالعمال٢:٢٩٣) واحادیث ابن خزیمة صحاح علی اصله، و قد حسنه الترمذی وصححه، کما مر۔

٣٠٠٨- حدثنا بشر بن موسی ثنا جریر وابوالاحوص عن معاویة بن اسحاق عن ابی صالح عن ابی هريرة ﷺ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ﴿اَلْحَجُّ جِهَادٌ، وَالْعُمْرَةُ تَطَوُّعٌ﴾۔ اخرجه عبدالباقی بن قانع، واعله ابن حزم و قال: انما هو من طريق ابی صالح ماهان الحنفی عن النبی ﷺ مرسل، وماهان ضعیف، واوهم بن قانع انه ابو صالح السمان وليس كذلك۔ واعترضه الشیخ (ابن دقیق العید) فی "الامام" بان عبدالباقی بن قانع من کبار الحفاظ،

باب عمرہ کرنا سنت ہے، فرض نہیں

۳۰۰۶۔ جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا عمرہ کرنا واجب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ لیکن اگر تم عمرہ کرو تو یہ افضل اور بہتر ہے۔ (ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ عمرہ نفل ہے، واجب نہیں۔

۳۰۰۷۔ جابرؓ سے ہی مروی ہے کہ کسی آدمی نے کہا یا رسول اللہ! مجھے عمرے کے بارے میں بتاؤ، کیا یہ واجب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ لیکن عمرہ کرنا تیرے لئے خیر کا سبب ہے۔ (ترمذی، احمد، ابویعلی، ابن خزیمہ، دارقطنی، سعید بن منصور)۔ امام ترمذی نے اسے صحیح حسن کہا ہے۔ اور ابن خزیمہ کی احادیث بھی ان کے اصل پر صحیح ہیں۔

۳۰۰۸۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حج جہاد کی طرح ہے اور عمرہ نفل ہے۔ اسے عبدالباقی بن قانع نے روایت کیا ہے۔ (زیلعی)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

واکثر عنه الدارقطني، وبقية الاسناد ثقات۔ وقوله في ابي صالح ماهان الحنفي: انه ضعيف۔ ليس بصحيح، فقد وثقه ابن معين، وروى عنه جماعة مشاهير اه (زيلعي ۱:۵۴۳)۔ قلت فالحديث حسن صحيح۔

۳۰۰۹- عن القاسم ابي عبدالرحمن عن ابي امامة‌ؓ عن النبي ﷺ قَالَ: ﴿مَنْ مَشٰى اِلٰى صَلَاةٍ مَكْتُوْبَةٍ فَاَجْرُهٗ كَحَجَّةٍ، وَمَنْ مَشٰى اِلٰى صَلَاةِ تَطَوُّعٍ فَاَجْرُهٗ كَعُمْرَةٍ تَامَّةٍ﴾۔ روى يحيى بن الحارث۔ واعله ابن حزم بضعف القاسم، ورواه ايضا عن حفص بن غيلان عن مكحول عن ابي امامة۔ قال ابن حزم: حفص بن غيلان مجهول، ومكحول لم يسمع من ابي امامة۔ قال الشيخ في "الامام": قوله: حفص بن غيلان مجهول، عجيب منه، فانه ابو معيد شامي مشهور۔ (زيلعي ۱:۵۴۵)۔

قلت: اما القاسم صاحب ابي امامة فصدوق حسن الحديث، احتج به اصحاب السنن وهو من ثقات المسلمين، وانما يجيئ المناكير في حديثه اذا روى عنه الضعفاء، كما يظهر من مراجعة اقوال المعدلين۔(تهذيب ۸:۳۲۳ و ۳۲۴)۔ واما حفص بن غيلان فمن رجال النسائي وابن ماجة، وثقه ابن معين، ودحيم، ومحمد بن المبارك الصوري، وابو زرعة، وابو حاتم، وابن عدي، وابن حبان، والحاكم۔ وتكلم فيه آخرون۔(تهذيب ۲:۴۱۸)۔ وابن حزم مفرط في تجهيل المعروفين۔ و سماع مكحول عن ابي امامة مختلف فيه، وغايته الارسال، والمرسل اذا تأيد بموصول تقوى، فالحديث حسن صالح للاحتجاج به۔ واخرجه الطبراني وسكت عنه الحافظ في "التلخيص" (۱:۲۰۴)، ولا يسكت فيه الا عن صحيح

۳۰۰۹۔ ابوامامہ‌ؓ حضور ﷺ کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو فرض نماز کے لئے چل کر جاتا ہے اس کے لئے حج کے برابر ثواب ہے۔ اور جو نفل نماز کے لئے چل کر جاتا ہے اس کے لئے عمرہ کے برابر ثواب ہے۔ اسے یحییٰ بن حارث نے روایت کی ہے (زیلعی)۔ یہ حدیث حسن اور حجت پکڑنے کے قابل ہے۔ طبرانی نے بھی اسے روایت کیا ہے اور حافظ نے بھی تلخیص میں اس پر سکوت کیا ہے اور وہ صالح للاحتجاج سے ہی سکوت کرتے ہیں۔

... كما ذكرناه في المقدمة۔

۳۰۱۰- حدثنا ابن ادريس وابو اسامة عن سعيد بن ابی معشر عن ابراهيم قَالَ: قَالَ ... بْنُ مَسْعُوْدٍ: اَلْحَجُّ فَرِيْضَةٌ، وَالْعُمْرَةُ تَطَوُّعٌ۔ اخرجه ابن ابی شيبة- ... (۱:۵٤٤)۔ وابو معشر من قدماء اصحاب ابراهيم،اسمه زياد بن كليب، ثقة من ... مسلم۔ قال ابن حبان: كان من الثقات المتقنين(تهذيب۳:۳۸۲)۔ وقد تقدم غير مرة ... مراسيل ابراهيم صحاح لا سيما عن ابن مسعودؓ۔

ابواب الحج عن الغير

باب اذا حج عن غيره من لم يحج لنفسه صح حجه عن الغير ويكره

۳۰۱۱- عن عبدالله بن الزبيرؓ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ خَثْعَمَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اِنَّ ... اَدْرَكَهُ الْاِسْلَامُ، وَهُوَ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ رُكُوْبَ الرَّحْلِ وَالْحَجُّ مَكْتُوْبٌ عَلَيْهِ، اَفَاَحُجُّ ... قَالَ: ﴿اَنْتَ اَكْبَرُ وَلَدِهٖ؟﴾قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ﴿اَرَاَيْتَ لَوْ كَانَ عَلٰى اَبِيْكَ دَيْنٌ فَقَضَيْتَهُ عَنْهُ، ... يُجْزِئُ ذٰلِكَ عَنْهُ؟﴾ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ﴿فَاحْجُجْ عَنْهُ﴾۔ رواه احمد والنسائی بمعناه، وقال ... الحافظ: ان اسناده صالح۔(نيل ٤:١٦٦)۔

۳۰۱۰۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ حج فرض ہے اور عمرہ نفل ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔ یہ حدیث مرسل ہے اور مراسیلِ ابراہیم صحیح ہیں خاص کر ابن مسعودؓ سے۔

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ عمرہ نفل اور سنت ہے۔ البتہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے جیسا کہ اس باب سے سابقہ باب سے معلوم ہوتا ہے۔

ابواب کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنا

باب اپنا حج کئے بغیر دوسرے کی طرف سے حج کرنا صحیح تو ہے مگر مکروہ ہے

۳۰۱۱۔ عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کے ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میرے والد مسلمان ہیں اور سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے اور حج ان پر فرض ہو چکا ہے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتا ہوں؟

۳۰۱۲- عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: ﴿نَعَمْ، حُجِّي عَنْهَا. أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟ اقْضُوا اللهَ، فَاللهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ﴾. رواہ البخاری والنسائی بمعناہ. وفی روایۃ لاحمد والبخاری: ﴿جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ أُخْتِي نَذَرَتْ بِالْحَجِّ﴾.(نیل الاوطار ۱۶۶:۴)۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو اس کا بڑا بیٹا ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو اگر ان پر قرض ہوتا اور تم اسے ادا کرتے تو تمہارے ادا کرنے سے ان کی طرف سے ادا ہو جاتا؟ اس نے کہا ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس کی طرف سے تو حج کر۔ (نسائی)۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد صالح ہے۔

فائدہ: بڑے بیٹے کا باپ کی طرف سے حج کرنا افضل ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تو بڑا بیٹا ہے؟

۳۰۱۲۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی۔ لیکن حج کرنے سے قبل ہی وفات پا گئیں تو کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! اس کی طرف سے حج کر۔ دیکھو اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تو اس کی طرف سے قرض ادا کرتی؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا قرض ادائیگی کا اس سے بھی زیادہ مستحق ہے۔ (بخاری، نسائی)۔ اور احمد اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے آ کر عرض کیا کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی ہے۔ (نیل الاوطار)۔

فائدہ: حضور ﷺ نے دوسرے کی طرف سے حج کرنے والے سے یہ نہیں پوچھا کہ کیا تو نے خود حج کیا ہوا ہے یا نہیں۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خواہ خود حج کیا ہو یا نہ کیا ہو دوسرے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے۔ نیز آپ ﷺ نے والد کی طرف سے حج کی قضاء کو دین کی قضاء کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اور تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ والد کی طرف سے قرضہ ادا کرنا جائز اور درست ہے اگرچہ بیٹا مدیون ہو۔ البتہ ابن عباسؓ کی حدیث (جس میں ہے کہ ایک شخص کو حضور ﷺ نے احرام کی حالت میں یہ کہتے سنا کہ لبیک عن شبرمہ تو آپ نے فرمایا کہ شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ میرا بھائی یا قریبی ہے تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے اپنا حج کیا ہوا ہے۔ اس نے عرض کیا نہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا حج عن نفسک ثم عن شبرمہ یعنی پہلے اپنا حج کرو پھر شبرمہ کا۔ ابوداؤد، دار قطنی)۔ مذکورہ احادیث کی بنا پر افضلیت پر محمول ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنا حج کرے پھر غیر کا۔ لیکن اگر اپنا حج کئے بغیر دوسرے کی طرف سے حج کرے تب بھی درست ہے تو گویا کہ احناف دونوں حدیثوں کو عمل میں لائے ہیں۔ فللہ الحمد۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں میں حضور ﷺ خود حج کو قرضہ پر قیاس فرما رہے ہیں تو قیاس کو کار ابلیس کہنے والوں کو سوچنا چاہئے کہ (معاذ اللہ) حضور ﷺ بھی کار ابلیس میں ملوث ہیں۔

باب حج الصبی

۳۰۱۳- عن ابن عباس رضی الله عنهما: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ: «مَنِ الْقَوْمُ؟» قَالُوا: الْمُسْلِمُونَ، فَقَالُوا مَنْ أَنْتَ؟ فَقَالَ: «رَسُولُ اللهِ ﷺ»۔ فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ: أَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: «نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ»۔ رواه احمد و مسلم وابو داود والنسائی(نیل الاوطار ۴:۱۶۴)۔

۳۰۱۴- عن السائب بن یزید ﷺ، قَالَ: حُجَّ بِي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ۔ رواه احمد والبخاری والترمذی وصححه۔(نیل الاوطار ۴:۱۷۴)۔

۳۰۱۵- عن جابر ﷺ قَالَ: حَجَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَعَنَا النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ، فَلَبَّيْنَا عَنِ الصِّبْيَانِ وَرَمَيْنَا عَنْهُمْ۔ رواه احمد، وابن ماجة، وابن ابی شیبة و فی اسناده اشعث بن سوار وهو ضعیف(نیل ۴:۱۷۴)۔

۳۰۱۶- عن ابن عباس رضی الله عنهما مرفوعا قَالَ: «أَيُّمَا صَبِيٍّ حَجَّ ثُمَّ بَلَغَ فَعَلَيْهِ

باب بچے کا حج کرنا

۳۰۱۳۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی روحاء مقام پر ایک قافلہ سے ملاقات ہوئی تو ایک عورت اپنے بچے کو اٹھا کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور تجھے ثواب ملے گا۔ (احمد، ابوداؤد، مسلم، نسائی)۔

۳۰۱۴۔ سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ میرے والد نے حضور ﷺ کی معیت میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر مجھے لے کر حج کیا جبکہ میں سات سال کا بچہ تھا۔ (ترمذی، بخاری، احمد)۔ ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ (نیل)۔

۳۰۱۵۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کی معیت میں حج کیا جبکہ ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے۔ ہم نے بچوں کی طرف سے تلبیہ پڑھا اور رمی کی۔ (احمد، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ اشعث بن سوار مختلف فیہ ہے لہٰذا وہ حسن الحدیث ہے۔

۳۰۱۶۔ ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس بچے نے (بچپن میں) حج کیا اور پھر وہ بالغ ہوا تو حج (یعنی فرض حج) اس پر ابھی فرض ہے اور جس غلام نے حج کیا اور اس کے بعد وہ آزاد ہوا تو (آزادی کے بعد) اس پر بھی حجِ فرض باقی

حَجَّةُ الْإِسْلَامِ، وَأَيُّمَا عَبْدٍ حَجَّ ثُمَّ عَتَقَ فَعَلَيْهِ حَجَّةُ الْإِسْلَامِ﴾۔ اخرجه ابن خزيمة والاسماعيلي، والحاكم، والبيهقي، وابن حزم وصححه من حديث محمد بن المنهال عن يزيد بن زريع عن شعبة عن الاعمش عن ابي ظبيان عنه۔ قال ابن خزيمة: الصحيح موقوف۔ قال البيهقي: تفرد برفعه محمد بن المنهال۔ قال الحافظ في "التلخيص": لكن تابعه الحارث بن سريج عن يزيد بن زريع عند الاسماعيلي والخطيب، ويؤيد صحة رفعه ما رواه ابن ابي شيبة: نا ابو معاوية عن الاعمش عن ابي ظبيان عن ابن عباس قال: احفظوا عني ولا تقولوا قال ابن عباس رضي الله عنهما: فذكره۔ وهذا ظاهره انه اراد انه مرفوع، فلذا نهاهم عن نسبته اليه۔ (التلخيص الحبير ۱:۲۰۲)۔

ابواب الهدى

باب ان الهدى من الابل، او البقر، او الغنم، او شرك من دم

۳۰۱۷- عن ابي جمرة قَالَ: سَأَلْتُ اِبْنَ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما عَنِ الْمُتْعَةِ فَأَمَرَنِي

ہے۔(صحیح ابن خزیمہ، اسماعیلی، حاکم، بیہقی وابن حزم)۔

فائدہ: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نابالغ بچے کا حج کر لینے سے فرض ساقط نہ ہوگا۔ اسی طرح غلامی کی حالت میں کیا ہوا حج کافی نہیں بلکہ بلوغت اور آزادی کے بعد دوبارہ حج کرنا فرض ہے۔ البتہ بچپن یا غلامی کی حالت میں کیا ہوا حج نفل ہے اور اس کا ثواب ملتا ہے۔

فائدہ: اللُّباب میں ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک تمیز کرنے والے بچے کا احرام نفل حج کے لئے منعقد ہو جاتا ہے۔ اور اس پر ثواب ملتا ہے۔ البتہ اگر وہ کوئی جنایت کا ارتکاب کرے تو اس پر یا اس کے ولی پر کوئی فدیہ یا دم نہیں ہے۔

ھدی کا بیان

باب ہدی میں اونٹ، گائے، بکری یا (اونٹ یا گائے) میں حصہ رکھنا شامل ہے

۳۰۱۷۔ ابو جمرۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے مجھے اس کی اجازت دی۔ اور میں نے آپؓ سے ہدی کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ اونٹ، گائے یا بکری کی قربانی کرنا یا (اونٹ، گائے) میں حصہ

ب. و سَأَلْتُهُ عَنِ الْهَدْيِ فَقَالَ: فِيهَا جَزُورٌ اَوْ بَقَرَةٌ اَوْ شَاةٌ اَوْ شِرْكٌ فِيْ دَمٍ۔ الحديث رواه البخاری(فتح الباری ۲:٤٢٦)۔

۳۰۱۸- عن ابن عباس رضی الله عنهما : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: اِنَّ عَلَيَّ بَدَنَةً وَ مُوْسِرٌ وَلَا اَجِدُهَا فَاَشْتَرِيَهَا؟ فَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّبْتَاعَ سَبْعَ شِيَاهٍ فَيَذْبَحَهُنَّ۔ رواه احمد، وابن ماجة۔ قال الشوكانی: ورجاله رجال الصحيح لكن عطاء (الخراسانی) لم يسمع من ابن عباس رضی الله عنهما۔(نيل الاوطار٤:٣٣٠)۔ قلت: وهو مختلف فيه فالحديث حسن، و قد تقدم حديث جابر المتفق عليه بلفظ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نَّشْتَرِكَ فِي الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِيْ بَدَنَةٍ۔

۳۰۱۹- عن حذيفة ﷺ قَالَ: شَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ حَجَّتِهٖ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْبَقَرَةِ عَنْ سَبْعَةٍ۔ رواه احمد۔ وقد اورده الحافظ فی "التلخيص" و سكت عنه، و قال فی "مجمع الزوائد": رجاله ثقات(نيل ٤:٣٣٠)۔

...ن میں شامل ہیں۔(بخاری)۔

۳۰۱۸۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھ پر بدنہ (اونٹ یا گائے) واجب ہے اور میں مالدار آدمی ہوں۔لیکن بدنہ ملتا نہیں کہ میں اسے خریدوں تو حضور ﷺ نے اسے سات بکریاں خرید کر کے ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔(احمد، ابن ماجہ)۔شوکانی کہتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔لیکن عطاء خراسانی نے ابن عباسؓ سے نہیں سنا۔(نیل)۔ میں کہتا ہوں کہ عطاء مختلف فیہ ہے۔پس حدیث حسن ہے۔اور حضرت جابرؓ کی متفق علیہ حدیث گذر چکی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں اونٹ یا گائے میں شریک ہونے کا حکم فرمایا کہ ہم سات آدمی ایک بدنہ میں شریک ہوں۔(بخاری و مسلم)۔

۳۰۱۹۔ حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر سات سات مسلمانوں کو ایک گائے میں شریک کیا۔(احمد)۔حافظ نے اسے تلخیص حبیر میں ذکر کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے۔(پس یہ حدیث ان کے ہاں حسن ہے یا صحیح ہے)اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اونٹ یا گائے میں سات آدمی شریک ہوں خواہ ہدی نفلی ہو یا واجب، یہی جمہور کا مسلک ہے۔باقی جو حدیث ابن عباسؓ میں ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ قربانی کا دن آ گیا تو ہم نے گائے سات آدمیوں کی طرف سے اور اونٹ دس آدمیوں کی طرف سے ذبح کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث جسے ائمہ خمسہ نے ماسوائے ابوداؤد کے

باب يستحب الاكل من لحوم الهدايا اذا كانت للتمتع او القران او تطوعا، ولا يؤكل من جزاء الصيد والنذر ولا من الفدية

۳۰۲۰- عن جابر رضی اللہ عنہ في حديثه الطويل: ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْحَرِ فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَ سِتِّينَ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَعْطَى عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ، وَأَشْرَكَهُ فِي هَدْيِهِ، ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ فَجُعِلَتْ

روایت کیا ہے وہ مذکورہ بالا حدیثِ جابر (جو متفق علیہ ہے اور حدیثِ حذیفہ سے مؤید بھی ہے) کے معارض نہیں بن سکتی۔ پھر امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے فضل بن موسیٰ کے طریق سے ہی جانتے ہیں (۱۔۱۸۱) اور پھر یہ حدیث محلِ نزاع سے الگ ہے۔ کیونکہ یہ حدیثِ ابن عباس اضحیہ سے متعلق ہے اور پھر ہدی کو اس پر قیاس کرنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ یہ قیاس مخالف نصوص ہے۔ اور پھر یہ قصہ سفر کا ہے اور سفر میں تو قربانی واجب ہی نہیں ہوتی اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قصہ حدیبیہ اور حجۃ الوداع سے قبل کا ہو اور منسوخ ہو۔ اور نیز مؤطا محمد میں ہے کہ سعید بن مسیب سے بدنہ کی بابت سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ اونٹ اور اگر وہ نہ پائے تو گائے ورنہ دس بکریاں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے سالمؒ سے پوچھا تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا لیکن انہوں نے فرمایا کہ اگر گائے نہ ملے تو سات بکریاں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے عبداللہ بن محمد بن علی سے پوچھا تو انہوں نے سالم کی طرح فرمایا (ص ۲۰۰) اس کی سند صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمہور کا مسلک یہی ہے کہ گائے، اونٹ میں سات حصے ہوتے ہیں اور سعید بن مسیب اس مسئلہ میں جمہور سے الگ ہیں۔ اور ان کے موافق کوئی نہیں۔

فائدہ: البتہ تمام شرکاء کے لئے تقرب وثواب کی نیت کا ہونا احناف کے ہاں ضروری ہے۔ کیونکہ ہدی اس جانور کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بیت اللہ کی طرف بھیجی جائے۔ پس اگر شرکاء کی یا کسی ایک کی نیت تقرب کی نہ ہو تو وہ ہدی نہ رہے گی۔

باب ہدی تمتع یا ہدی قران یا نفلی ہدی میں سے خود کھانا مستحب ہے لیکن شکار کی جزاء، نذر اور فدیہ کی قربانی کا گوشت خود کھانا جائز نہیں

۳۰۲۰۔ حضرت جابرؓ کی طویل حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ قربان گاہ کی طرف گئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح فرمائے۔ اور باقیوں کو حضرت علیؓ کے سپرد کیا اور انہوں نے باقی اونٹوں کو ذبح کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنی قربانی میں شریک فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہر اونٹ میں سے ایک ٹکڑا لے کر ایک ہانڈی میں ڈال کر اسے پکایا جائے۔ پھر آپ ﷺ نے اور حضرت علیؓ نے اس کا گوشت کھایا اور اس کا شوربہ پیا۔ (مسلم)

فائدہ: حضور ﷺ قارن تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ہدیِ قران سے کھانا سنت ہے۔ نوویؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہدیِ تطوع وغیرہ سے کھانا سنت ہے، واجب نہیں۔

فِي قِدْرٍ فَطُبِخَتْ، فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا۔ الحديث رواه مسلم (۱:۳۹۹)۔

۳۰۲۱- عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنهما: لَا يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالنَّذْرِ، وَيُؤْكَلُ مِمَّا سِوَى ذٰلِكَ۔ علقه البخاری ووصله الطبری، (فتح الباری ۳:۴۴۴)۔

۳۰۲۲- عن عطاء قَالَ: يَأْكُلُ وَيُطْعِمُ مِنَ الْمُتْعَةِ۔ علقه البخاری، ووصله عبد الرزاق عن ابن جريج عنه۔

۳۰۲۳- وروى سعيد بن منصور من وجه آخر عن عطاء: لَا يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ، وَلَا مِمَّا يُجْعَلُ لِلْمَسَاكِيْنِ مِنَ النَّذْرِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، وَلَا مِنَ الْفِدْيَةِ، وَيُؤْكَلُ مِمَّا سِوَى ذٰلِكَ۔

۳۰۲۴- وروى عبد بن حميد من وجه آخر عنه: إِنْ شَاءَ أَكَلَ مِنَ الْهَدْيِ وَالْأُضْحِيَةِ، وَإِنْ شَاءَ لَمْ يَأْكُلْ۔ (فتح الباری ۳:۴۴۴) و سكوته عن الاحاديث المزيدة فی "الفتح" دليل على صحتها او حسنها، كما صرح به فی المقدمة۔

۳۰۲۱۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ شکار کی جزاء اور نذر کی قربانی سے نہ کھایا جائے اور ان کے سوا دوسری قربانیوں کے جانوروں کا گوشت کھایا جا سکتا ہے۔ بخاری نے اسے تعلیقاً روایت کیا ہے اور طبری نے موصولاً۔ (فتح الباری)۔

۳۰۲۲۔ عطاء فرماتے ہیں کہ دم تمتع کی قربانی کا گوشت کھا اور کھلا سکتا ہے۔ (بخاری نے اسے تعلیقاً اور عبدالرزاق نے ابن جریج سے موصولاً روایت کیا ہے)۔

۳۰۲۳۔ عطاء ہی فرماتے ہیں کہ شکار کی جزاء کے جانور کا گوشت اور نذر (جو مساکین کے لئے مانی گئی ہو) وغیرہ کے جانور کا گوشت اور فدیہ کے جانور کا گوشت نہ کھایا جائے۔ ہاں ان کے علاوہ ذبح کئے جانے والے تمام جانوروں کا گوشت کھایا جا سکتا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث مسلک حنفیہ میں صریح ہے اور اس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث (جو بخاری و مسلم میں ہے) سے بھی ہوتی ہے کہ ہمارے پاس قربانی کے دن گوشت لایا گیا تو میں نے کہا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی کی ہے۔ چونکہ یہ ہدی تمتع تھی اس لئے اس سے بھی مسلک حنفیہ واضح ہو جاتا ہے۔

۳۰۲۴۔ عطاء ہی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ قربانی دینے والا ہدی اور اضاحی کے جانوروں میں سے اگر چاہے تو کھائے اور اگر چاہے تو نہ کھائے۔ (فتح الباری)۔ حافظ صاحب نے اس پر سکوت کیا ہے جو کہ صحیح ہونے یا حسن ہونے کی دلیل ہے۔

باب يستحب نحر الابل قياما مقيدة والذبح فى البقر والغنم وان يسمى ويكبر ويباشره بيده ويجوز الاستنابة فيه

۳۰۲۵- عن انس ﷺ فى حديث: وَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهٖ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا، وَضَحّٰى بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ- رواه البخارى، (فتح البارى ۳:۴۴۲)-

۳۰۲۶- عن جابر ﷺ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَاَصْحَابَهٗ كَانُوْا يَنْحَرُوْنَ الْبَدَنَةَ مَعْقُوْلَةَ الْيُسْرٰى قَائِمَةً عَلٰى مَا بَقِيَ مِنْ قَوَائِمِهَا- رواه ابو داود و سكت عنه هو والمنذرى، ورجاله رجال الصحيح-(عون المعبود ۲:۸۳)-

۳۰۲۷- عن زياد بن جبير قَالَ: كُنْتُ مَعَ اِبْنِ عُمَرَ بِمِنًى، فَمَرَّ بِرَجُلٍ وَهُوَ يَنْحَرُ بَدَنَةً وَهِيَ بَارِكَةٌ فَقَالَ: اِبْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً، سُنَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ- اخرجه الشيخان وابو داود-(عون

باب اونٹ کو کھڑا کر کے پاؤں میں رسی باندھ کر سینے پر نیزا مار کر ذبح کرنا اور گائے اور بکری کا گلا کاٹ کر ذبح کرنا مستحب ہے- ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا، تکبیر کہنا اور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا چاہیے- ہاں کسی اور سے ذبح کرانا بھی جائز ہے

۳۰۲۵- ایک حدیث میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے سات اونٹوں کو کھڑا کر کے اپنے ہاتھ سے سینے پر مار کر ذبح کیا اور مدینہ میں دو چتکبرے، سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی کی-(بخاری)-

۳۰۲۶- حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ اونٹ کو اس طریقے پر نحر کرتے تھے کہ وہ اس کو کھڑا کر کے اس کا بایاں ہاتھ باندھ دیتے تھے، اور باقی تین ہاتھ پاؤں پر وہ کھڑا رہتا تھا-(ابوداؤد)-

۳۰۲۷- زیاد بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں منیٰ میں ابن عمرؓ کے ساتھ تھا- ابن عمرؓ ایک شخص کے پاس سے گذرے جو اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا- تو آپؓ نے فرمایا کہ اسے کھڑا کر کے اور باندھ کر نحر کر کیونکہ یہی نبی کریم ﷺ کا طریقہ تھا-(بخاری ومسلم، ابوداؤد)-

فائدہ: نحر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کے حلقوم پر نیزہ مارا جائے اور جب وہ گر جائے تو پھر اسے ذبح کیا جائے-
ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے گلے پر چھری چلائی جائے- جمہور کے نزدیک اونٹ کو نحر کرنا اور گائے، بکری وغیرہ کو عام معروف طریقے سے ذبح کرنا مستحب ہے- ہاں اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا افضل ہے- بٹھا کر نحر کرنا بھی جائز ہے-

مسعود ۳: ۸۳)۔

۳۰۲۸- عن انس ﷺ قَالَ: ضَحّٰى رَسُوْلُ اللهِ بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ، فَرَأَيْتُهُ وَاضِعًا قَدَمَيهِ عَلٰى صَفَاحِهِمَا يُسَمِّيْ وَ يُكَبِّرُ فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ۔ رواه الجماعة، (نيل الاوطار ٤: ٣٥٤)۔

۳۰۲۹- عن جابر ﷺ فی حديثه الطويل: ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمَنْحَرِ فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَ سِتِّيْنَ بِيَدِهٖ، ثُمَّ اَعْطٰى عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ۔ الحديث رواه مسلم (١: ٣٩٩)۔

۳۰۳۰- عن ابی هريرة ﷺ قَالَ: ذَبَحَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَمَّنْ اِعْتَمَرَ مِنْ نِسَائِهٖ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بَقَرَةً بَيْنَهُنَّ۔ اخرجه النسائی، والحاكم و صححه۔ (فتح الباری ٣: ٤٤٠)۔

باب يتصدق بجلود الهدايا و جلالها ولا يعطى الجزار منها شيئا فی جزارتها

۳۰۳۱- عن علی ﷺ قَالَ: اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ اَقُوْمَ عَلٰى بُدْنِهٖ وَ اُقَسِّمَ جُلُوْدَهَا وَجِلَالَهَا، وَاَمَرَنِيْ اَنْ لَا اُعْطِيَ الْجَزَّارَ مِنْهَا شَيْئًا۔ وَ قَالَ: نَحْنُ نُعْطِيْهِ مِنْ عِنْدِنَا۔ اخرجه

۳۰۲۸۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دو چتکبرے، سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی کی۔ اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے پاؤں جانور کے کوہان پر رکھے ہوئے ہیں اور بسم اللہ اور اللہ اکبر پڑھ رہے ہیں۔ اس طرح آپ ﷺ نے دونوں مینڈھوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا۔ (بخاری)۔ اسے جماعت نے بھی روایت کیا ہے۔

۳۰۲۹۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ (رمی جمرۃ عقبہ کے بعد) قربان گاہ کی طرف گئے اور اپنے ہاتھوں سے تریسٹھ جانور ذبح کئے اور باقی (سینتیس جانور) حضرت علیؓ کے سپرد کئے اور انہوں نے بقیہ جانور ذبح کئے۔ الحدیث۔ (مسلم)۔

۳۰۳۰۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنی ان ازواج مطہرات کی طرف سے گائے ذبح کی جن ازواج مطہرات نے عمرہ کیا تھا۔ (نسائی، حاکم)۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

باب قربانی کے جانوروں کی جھولوں اور چمڑوں کو صدقہ کرنا چاہیے اور قصائی کو اجرت میں ان میں سے کوئی چیز نہ دی جائے

۳۰۳۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں قربانی کے جانوروں کی دیکھ بھال کروں اور ان کی جھولیں اور چمڑوں کو تقسیم کردوں اور قصاب کو ان میں سے کوئی چیز (اجرت میں) نہ دوں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم قصاب کو اپنے پاس سے (ان جھولوں اور چمڑوں کے علاوہ) کوئی اور چیز (اجرت میں) دیتے ہیں (ابوداؤد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ)۔ بخاری کی روایت

ابوداود، والبخاری، و مسلم، والنسائی، وابن ماجة-(عون المعبود ۸۳:۲)- ولفظ البخاری: وَلَا يُعْطِيَ فِيْ جِزَارَتِهَا شَيْئًا- زاد مسلم وابن خزيمة: وَلَا يُعْطِيَ فِيْ جِزَارَتِهَا بشيء شَيْئًا-(فتح الباری ۴۴۳:۳)-

باب جواز الركوب على الهدى اذا اضطر اليه والا فلا

۳۰۳۲- عن ابی الزبير قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ سُئِلَ عَنْ رُكُوْبِ الْهَدْيِ، فقال سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ﴿اِرْكَبْهَا اِذَا اُلْجِئْتَ اِلَيْهَا حَتّٰى تَجِدَ ظَهْرًا﴾- رواه مسلم (۴۲۶:۱)-

۳۰۳۳- اخبرنا مالك اخبرنا هشام بن عروة عن ابيه انه قَالَ: اِذَا اضْطَرَرْتَ اِلٰى بَدَنَتِكَ فَارْكَبْهَا رُكُوْبًا غَيْرَ قَادِحٍ- اخرجه محمد فی "الموطا" (۲۰۰) و سنده صحيح-

باب من اهدى تطوعا ثم ماتت فی الطريق فليس عليه ابدالها

۳۰۳۴- عن ابن عمر رضی اللہ عنہ (مرفوعا): ﴿مَنْ اَهْدٰى تَطَوُّعًا ثُمَّ ضَلَّتْ فَاِنْ شَاءَ اَبْدَلَهَا وَاِنْ

میں یہ الفاظ ہیں کہ ان کے ذبح کرنے کی اجرت کے طور پر ان میں سے کوئی چیز نہ دی جائے۔(فتح)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قصاب کو اجرت میں چمڑا یا جھول دینا ناجائز ہے

باب مجبوری کی حالت میں قربانی کے جانور پر سوار ہونا جائز ہے اور بغیر ضرورت کے ناجائز ہے

۳۰۳۲۔ جابرؓ بن عبداللہ سے قربانی کے جانور پر سوار ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تمہیں انتہائی ضرورت ہو اور دوسری کوئی سواری نہ ملے تو اس پر سوار ہو جاؤ۔(مسلم)۔

۳۰۳۳۔ عروۃ روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے فرمایا کہ جب تو اپنے قربانی کے جانور پر سوار ہونے پر مجبور ہو جائے تو اس پر ایسی طرح سوار ہو کہ اسے تکلیف نہ ہو (موطا محمد)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: احناف کا بھی یہی مذہب ہے کہ بغیر ضرورت اور اضطرار کے سوار نہ ہوا جائے۔

باب نفلی ہدی راستے میں مر جائے تو اس کو بدلنا ضروری نہیں

۳۰۳۴۔ ابن عمرؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کی نفلی ہدی مر جائے تو اسے تبدیل کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہے۔ پس اگر چاہے تو اس کی جگہ دوسری ہدی ذبح کرے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے (یعنی دوسری ہدی اس کے بدلے میں

شاءَ تَرَكَ، وَإِنْ كَانَ فِي نَذْرٍ فَلْيَتَبَدَّلْ﴾۔ رواه الحاكم، والبيهقي۔(كنز العمال ٣: ٢١)۔

٣٠٣٥- اخبرنا مالك اخبرنا نافع: ان ابن عمر او عمر -شك محمد- كَانَ يَقُوْلُ: مَنْ هدى بَدَنَةً فَضَلَّتْ أَوْ مَاتَتْ فَإِنْ كَانَتْ نَذْرًا أَبْدَلَهَا، وَإِنْ كَانَتْ تَطَوُّعًا فَإِنْ شَاءَ أَبْدَلَهَا، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهَا۔ اخرجها محمد في "الموطا" (٢٠١)۔ و في "التعليق الممجد": و في موطا يحيى عن ابن عمر من غير شك اه۔

باب ما يفعل بالهدى اذا خاف عليه العطب

٣٠٣٦- عن ابن عباس رضى الله عنهما: أَنَّ ذُوَيْبًا أَبَا قَبِيْصَةَ حَدَّثَهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَبْعَثُ مَعَهُ بِالْبُدْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ: ﴿إِذَا عَطِبَ مِنْهَا شَيْءٌ فَخَشِيْتَ عَلَيْهِ مَوْتًا فَانْحَرْهَا، ثُمَّ اغْمِسْ نَعْلَهَا فِيْ دَمِهَا ثُمَّ اضْرِبْ بِهِ صَفْحَتَهَا، وَلَا تَطْعَمْهَا أَنْتَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ رُفْقَتِكَ﴾، رواه مسلم (١: ٤٢٧)۔

٣٠٣٧- عن ابي قتادة رضي الله عنه مرفوعا: ﴿إِنْ كَانَ هَدْيًا تَطَوُّعًا عَطِبَ فَلَا تَأْكُلْ مِنْهُ﴾،

(چاہے) نہ کرے) اور اگر نذر کی ہدی ہو (اور مرجائے) تو اس کے بدلے دوسری ہدی لے کر ذبح کرے۔ (حاکم، بیہقی)۔

۳۰۳۵۔ نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ یا عمرؓ (امام محمد کو شک ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا عمرؓ نے) فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص قربانی کا جانور لے کر چلے اور وہ (راستے میں) ضائع ہو جائے یا مرجائے۔ اگر تو وہ نذر کا جانور ہو تو اس کے بدلے اور لے کر ذبح کرے۔ اور اگر نفلی ہدی ہو تو اگر چاہے تو اس کے بدلے اور لے کر ذبح کرے (اور اگر چاہے تو اس کے بدلے اور نہ لے)۔ (مؤطا محمد)

فائدہ: معلوم ہوا کہ نفلی ہدی کے مرجانے پر اس کے بدلے دوسرا جانور ذبح کرنا ضروری نہیں۔ البتہ اگر فرض ہدی مرجائے تو اس کے بدلے دوسرا جانور لے کر ذبح کرنا ضروری ہے۔

باب اگر راستے میں ہدی کے مرنے کا خطرہ ہو تو کیا کیا جائے

۳۰۳۶۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ذویب ابوقبیصہ نے ان سے فرمایا کہ حضور ﷺ میرے ساتھ قربانی کے جانور بھیجا کرتے تھے۔ اور فرماتے کہ اگر ان میں سے کوئی لاغر ہو جائے اور اس کے مرنے کا خطرہ ہو تو اس کو ذبح کر کے اس کے کھر خون میں لت پت کر کے اس کی کوہان پر چھاپ دینا (تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی کا جانور ہے) اور نہ تو خود کھانا اور نہ تمہارا کوئی ہمسفر ساتھی کھائے۔ (مسلم)

۳۰۳۷۔ ابوقتادہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر نفلی ہدی مرجائے تو اس میں سے کچھ نہ کھاؤ۔ (صحیح ابن خزیمہ، کنز العمال)۔

اخرجه ابن خزیمة فی صحیحه۔(کنز العمال۳:۲۲)۔

۳۰۳۸- عن ابی قتادة رضی اللہ عنہ ایضا مرفوعا: ﴿مَنْ سَاقَ الْهَدْیَ تَطَوُّعًا فَعَطِبَ فَلَا يَأْكُلْ مِنْهُ، فَإِنَّهُ إِنْ أَكَلَ مِنْهُ كَانَ عَلَيْهِ بَدَلُهُ، وَلٰكِنْ لِيَنْحَرْهَا ثُمَّ لِيَغْمِسْ نَعْلَهَا فِي دَمِهَا ثُمَّ لِيَضْرِبْ جَبِيْنَهَا، وَإِنْ كَانَ هَدْيًا وَاجِبًا فَلْيَأْكُلْ إِنْ شَاءَ فَإِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ قَضَاءِهٖ﴾. اخرجه البیہقی (کنز العمال۳:۲۲)۔

۳۰۳۸۔ ابوقتادہ سے ہی مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نفلی ہدی لے کر چلے اور وہ راستے میں تھک ہوجائے (اور ذبح کردی جائے) تو اس میں سے کچھ نہ کھائے۔ اس لئے کہ اگر وہ شخص اس میں سے کچھ کھائے گا تو اس کا بدل اس کے ذمہ ہوگا۔ بلکہ اسے چاہیے کہ اسے ذبح کرے اور اس کے کھر خون میں لت پت کرے اور اس کی کوہان پر وہ چھاپ دے اور اگر ہدی واجب ہو اور وہ لاغر ہوجائے تو اسے ذبح کردے) تو اس میں سے اگر چاہے تو کھا سکتا ہے کیونکہ ہدی واجب کی قضاء ضروری ہے۔ (بیہقی)۔

فائدہ: چونکہ نفل ہدی کی قضاء ضروری نہیں اس لئے اس میں سے کھانا جائز نہیں۔ اور چونکہ ہدی واجب کی قضا ضروری ہے لہٰذا اس جانور سے کھایا جاسکتا ہے۔

فائدہ: کتاب الآثار امام محمدؒ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مروی ہے کہ آپؓ سے پوچھا گیا کہ جب ہدی ہلاک ہونے کے قریب ہوجائے تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس کا کھانا مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ اسے درندوں کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ امام اعظمؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اگر وہ ہدی واجب ہے تو تم کے ساتھ تو جو چاہے کر اور اس کا بدل تیرے ذمہ ہے۔ اور اگر وہ ہدی نفلی ہے تو اسے فقراء پر صدقہ کردے اور اگر اُس جگہ فقراء ہی نہ ہوں تو اسے ذبح کر کے اس کے کھر خون میں لت پت کر کے اسے کوہان پر دے مار اور پھر لوگوں کے کھانے کے لئے چھوڑ دے ہاں اگر آپ خود اس سے کھائیں تو اس کا بدل آپ کے ذمہ ہوگا۔ پس اگر تو چاہے تو اس کے ساتھ جو چاہے کر اور تیرے ذمہ اس کا عوض ہوگا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا بھی یہی مذہب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اگر ہدی نفلی کا بدل دینے کا ارادہ ہو تو اس کا حکم بھی واجب والا ہی ہے کہ اس سے خود بھی کھا سکتا ہے اور اغنیاء کو بھی کھلا سکتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان "اس کا کھانا مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ درندوں کے لئے اسے چھوڑ دیا جائے" کا مطلب یہ ہے کہ جب جگہ ایسی ہو کہ وہاں فقراء ہی نہ ہوں تو پھر وہ خود اور اس کے ہم سفر اس کو کھالیں اور اس کو درندوں کے لئے نہ چھوڑیں۔ البتہ اس کے عوض دوسری ہدی دے۔

باب من نذر الحج ماشيا لزمه المشي فان عجز عنه ركب واراق دما

٣٠٣٩- عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما: أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ أُخْتَهُ نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ وَشَكَا إِلَيْهِ ضُعْفَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ﴿إِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنْ نَذْرِ أُخْتِكَ، فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ بَدَنَةً﴾- رواه احمد- و في لفظ: إِنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ وَإِنَّهَا لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ، فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَرْكَبَ وَتُهْدِيَ هَدْيًا- رواه ابوداود وسكت عنه هو والمنذرى ورجاله رجال الصحيح- وقال الحافظ في "التلخيص": اسناده صحيح-(نيل٨:٤٨٣)-

٣٠٤٠- عن ابن عباس رضي الله عنهما قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ أُخْتِيَ حَلَفَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ وَإِنَّهُ يَشُقُّ عَلَيْهَا الْمَشْيُ، فَقَالَ: ﴿مُرْهَا فَلْتَرْكَبْ إِذَا لَمْ تَسْتَطِعْ أَنْ تَمْشِيَ فَمَا أَغْنَى اللهُ أَنْ يَشُقَّ عَلَى أُخْتِكَ﴾: اخرجه الحاكم و سكت عنه الحافظ في "الفتح" (١١:٥١١)- و من طريق كريب عن ابن عباس نحوه بلفظ: ﴿لِتَحُجَّ

باب جو پیدل حج کرنے کی نذر مانے تو پیدل حج کرنا اس پر لازم ہے، اگر وہ اس سے عاجز آ جائے تو سوار ہوسکتا ہے لیکن فدیہ میں بکری ذبح کرے

۳۰۳۹۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عقبہ بن عامرؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اس کی بہن نے بیت اللہ تک پیدل چلنے (یعنی پیدل حج کرنے) کی نذر مانی ہے اور آپ ﷺ سے اس کی کمزوری کی شکایت کی تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیری بہن کی نذر سے بے نیاز ہے۔ وہ سوار ہوسکتی ہے لیکن بدنہ ذبح کرے (احمد)۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عقبہ بن عامرؓ کی ہمشیرہ نے بیت اللہ تک (حج کے لئے) پیدل چلنے کی نذر مانی لیکن اب وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی تو حضور ﷺ نے اسے سوار ہونے اور ہدی ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ (ابوداؤد)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور تلخیص حبیر میں حافظ فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

۳۰۴۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میری ہمشیرہ نے بیت اللہ تک (حج کے لئے) پیدل چلنے کی نذر مانی ہے لیکن پیدل چلنا اس پر دشوار ہو رہا ہے تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر اسے چلنے کی طاقت نہ ہو تو اسے حکم کر دو کہ وہ سوار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس چیز سے بہت بے نیاز ہیں کہ تیری ہمشیرہ کو مشقت میں ڈالیں۔ (مستدرک حاکم، حافظ نے اس سے سکوت کیا ہے (لہذا ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے) اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ سوار ہو کر حج کرلے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔ (ابوداؤد، احمد)۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

رَاكِبَةً ثُمَّ لْتُكَفِّرْ يَمِينَهَا﴾۔ رواه احمد، وابو داود ورجاله رجال الصحيح (نيل ٨: ٤٨٣)۔

٣٠٤١- اخبرنا شعبة بن الحجاج عن الحكم بن عتبة عن ابراهيم النخعي عن علي ابن ابي طالب ﷺ اَنَّهُ مَنْ نَذَرَ اَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا ثُمَّ عَجَزَ فَلْيَرْكَبْ وَلْيَحُجَّ وَلْيَنْحَرْ بَدَنَةً۔ وعنه في حديث آخر: وَيُهْدِيَ هَدْيًا۔ اخرجه الامام محمد في "موطاه" (٣٢٣)۔ و سنده صحيح، وابراهيم عن علي مرسل، و مراسيله صحاح كما قد مر غير مرة۔

٣٠٤٢- عن عطاء بن ابي رباح عن عبدالله بن عباس رضي الله عنهما قال: كَانَتِ الْاَنْبِيَاءُ يَدْخُلُوْنَ الْحَرَمَ مُشَاةً حُفَاةً، وَيَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ وَيَقْضُوْنَ الْمَنَاسِكَ حُفَاةً مُشَاةً۔ رواه ابن ماجة (٧ و فيه مبارك بن حسان مختلف فيه، وثقه ابن معين ولينه آخرون، وذكر الحافظ الحديث في "التلخيص" (١: ٢١١) و سكت عنه۔ وله شواهد ذكرها الحافظ في "التلخيص" ايضا۔

٣٠٤٣- عن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي ﷺ قال: ﴿إِنَّ آدَمَ أَتَى الْبَيْتَ أَلْفَ اَتْيَةٍ لَمْ يَرْكَبْ قَطُّ فِيْهِنَّ مِنَ الْهِنْدِ عَلٰى رِجْلَيْهِ﴾۔ رواه ابن خزيمة في صحيحه۔ و قال: في القلب من القاسم بن عبدالرحمن۔ قال الحافظ القاسم: هذاواه:(الترغيب والترهيب ١٩١)۔

۳۰۴۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص پیدل حج کرنے کی نذر مانے اور پھر عاجز آ جائے تو اسے چاہیے کہ وہ سوار ہو کر حج کرے اور (کفارہ میں) بدنہ ذبح کرے۔ اور حضرت علیؓ سے ہی ایک دوسری روایت میں ہے کہ کفارہ میں ہدی ذبح کرے (موطا محمد)۔ اس کی سند صحیح ہے اور مراسیل ابراہیم صحیح ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ پیدل حج کرنے کی نذر ماننے سے (طواف زیارت تک) پیدل حج کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر وہ اس نذر کو پورا کرنے کی استطاعت نہ رکھے تو سوار ہو کر حج کرے اور نذر پوری نہ کرنے کی پاداش میں ہدی ذبح کرے۔

۳۰۴۲۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام پیدل اور ننگے پاؤں حرم میں داخل ہوتے تھے۔ اور بیت اللہ کا طواف اور دیگر مناسک حج پیدل اور ننگے پاؤں ہی سرانجام دیتے تھے۔ (ابن ماجہ)۔ مبارک بن حسان مختلف فیہ ہے۔ حافظ نے تلخیص میں اس حدیث سے سکوت کیا ہے۔ (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے) اور اس کے شواہد بھی تلخیص میں مذکور ہیں۔

۳۰۴۳۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان سے ہزار مرتبہ بیت اللہ پیدل تشریف لائے اور ان سفروں میں کبھی بھی سوار نہیں ہوئے (صحیح ابن خزیمہ)۔ اس کی سند میں ایک راوی قاسم ہے جسے ابن معین وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔ لہٰذا وہ حسن الحدیث ہے۔

فائدہ: آخری دو احادیث سے معلوم ہوا کہ پیدل حج کرنا محمود اور پسندیدہ ہے۔ نیز چونکہ اجر و ثواب بقدر مشقت ملتا ہے۔

قلت: بل هو حسن الحديث، وثقه ابن معين وغيره كما مر غير مرة، وصحح له ترمذى، و قال يعقوب بن شيبة: متهم من يضعفه- (ترغيب ٥٣٠)-

باب حرم المدينة و انه ليس كحرم مكة فى الاحكام

٣٠٤٤- عن سلمة بن الاكوعؓ قَالَ: كُنْتُ أَرْمِي الْوَحْشَ وَأَصِيْدُهَا وَأُهْدِىْ لحمها اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿أَمَا لَوْ كُنْتَ تَصِيْدُهَا بِالْعَقِيْقِ لَشَيَّعْتُكَ اِذَا ذهبتَ وَ تَلَقَّيْتُكَ اِذَا جِئْتَ، فَاِنِّىْ أُحِبُّ الْعَقِيْقَ﴾- رواه الطبرانى فى "الكبير" باسناد حسن-(الترغيب ٢١١:١)- و قال الهيثمى: اسناده حسن- (وفاء الوفاء ١٨٨:٢)-

٣٠٤٥- عن انسؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهُ، فَاِذَا جِئْتُمُوْهُ

پیدل حج کرنے میں مشقت زیادہ ہے، لہٰذا محمود ہے۔ احکام القرآن میں جصاص فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھے پیدل حج کرنے کی خواہش ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿یاتوک رجالا......﴾ کہ وہ تیرے پاس (بیت اللہ تک) پیدل آتے ہیں۔ مجاہد سے مروی ہے کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام نے پیدل حج کیا۔ حسن بن علیؓ نے پچیس حج پیدل کئے۔ اس پر اعتراض ہوسکتا ہے کہ اگر پیدل حج کرنا اولی اور افضل ہے تو حضور ﷺ نے سوار ہوکر ہی حج کیوں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ اہل جاہلیت کی اس رسم کو توڑنا چاہتے تھے کہ وہ حج کرتے ہوئے سوار نہیں ہوتے تھے اور سوار ہونے کو برا جانتے تھے۔ تو بعض اوقات حضور ﷺ بیان جواز کے لئے غیر اولیٰ پسند فرماتے تھے اسی لیے آپ نے سوار ہوکر حج کیا۔ ولہ نظائر کثیرۃ۔

باب مدینہ کے حرم کا بیان اور مدینہ کا حرم احکام میں مکہ کے حرم کی طرح نہیں ہے

۳۰۴۴۔ سلمۃ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ میں جنگلی جانوروں کا شکار کرتا اور ان کا گوشت حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں ہدیہ کرتا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو وادی عقیق میں شکار کرتا تو میں تیرے جانے پر تجھے الوداع کہتا اور تیرے آنے پر تیرا استقبال کرتا۔ اس لئے کہ مجھے وادی عقیق سے محبت ہے۔ (طبرانی فی الکبیر)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وادی عقیق میں شکار کرنا جائز ہے اور وادی عقیق حرم مدینہ میں داخل ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حرم مدینہ میں شکار جائز ہے۔

۳۰۴۵۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ احد پہاڑ ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ لہٰذا جب تم وہاں آؤ تو اس کے درختوں کے پھل سے کچھ ضرور کھاؤ اگرچہ کانٹے دار درخت سے ہی کچھ کھالو۔ (طبرانی فی الاوسط) یہ حدیث حسن ہے۔

فَكُلُوْا مِنْ شَجَرِهِ وَلَوْ مِنْ عِضَاهِهِ﴾۔ رواه الطبرانی فی "الاوسط" من رواية كثير بن زيد (الترغيب ۲۱۱)۔

قلت : وكثير هذا اخرج حديثه ابن خزيمة في صحيحه، و قال ابن عدی: لم ... بحديث كثير باسا۔ وقال ابن معين: ثقة، و قال ابو زرعة: صدوق، و فيه لين۔ و قال ... المدينی: صالح وليس بقوی، وضعفه النسائی، كذا فی "الترغيب" ايضا (۲۰... فالحديث حسن على الاصل الذی ذكرناه غير مرة۔

۳۰۴۶- وعنه: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا، وَكَانَ لِيْ أَخٌ يُقَالُ لَهٗ: عُمَيْرٌ وَ... فَطِيْمٌ، كَانَ إِذَا جَاءَ قَالَ: ﴿يَا أَبَا عُمَيْرٍ! مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟﴾ لِنُغَرٍ كَانَ يَلْعَبُ بِهٖ ۔ الحديث للشيخين وابی داود والترمذی(جمع الفوائد۲:۱۸۰) قال الترمذی (شمائل ص ۱۷): وفـ... أَنَّهٗ لَا بَأْسَ أَنْ يُعْطَى الصَّبِيُّ الطَّيْرَ لِيَلْعَبَ بِهٖ، وَإِنَّمَا قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : ﴿يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟﴾ لِأَنَّهٗ كَانَ لَهٗ نُغَيْرٌ فَيَلْعَبُ بِهٖ، فَمَاتَ فَحَزِنَ الْغُلَامُ عَلَيْهِ، فَمَازَحَهُ النَّبِيُّ ﷺ اھ۔

۳۰۴۷- عن ابی هريرة ﷺ عن النبی ﷺ قال: ﴿اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ، فَمَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا ...

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احد کے درختوں سے کھانا جائز ہے اور احد حرم مدینہ میں داخل ہے۔ لہٰذا حرم مدینہ کا حکم حرم مکہ کی طرح نہیں۔

۳۰۴۶۔ انسؓ سے ہی مروی ہے کہ حضور ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔ میرا ایک بھائی عمیر تھا جس کا دودھ چھڑادیا گیا تھا اور اس کے پاس ایک بلبل تھا جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تو حضور ﷺ جب بھی (ہمارے ہاں) تشریف لاتے تو فرماتے اے ابوعمیر! نغیر کا کیا ہوا؟۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بچے کو کھیلنے کے لئے کوئی پرندہ دے دیا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ حضور ﷺ نے اس (عمیر) سے یہ بات اس لئے کہی کہ عمیر کے پاس ایک بلبل تھا جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ جب وہ بلبل مر گیا تو اس کے مرنے پر عمیر غمزدہ ہوا تو حضور ﷺ نے اس سے بطور مزاح کے یہ بات کہی تھی۔

فائدہ: ان تینوں احادیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ کا حرم احکام میں مکہ کے حرم کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ درختوں کے پھل توڑ کر کھانا، پرندوں کو محبوس کرنا اور شکار کرنا جائز ہے۔

۳۰۴۷۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ محترم ہے۔ جو شخص اس میں کوئی نئی بات (دین میں) نکالے

آوى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَدْلٌ وَلَا صَرْفٌ﴾۔

... مسلم (۱:۴۲۰)۔وزاد فی بعض طرقه: وَجَعَلَ اِثْنَىْ عَشَرَ مِيْلاً حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ حِمًى۔

۳۰۴۸- عن عدی بن زيدؓ قال: حَمٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلَّ نَاحِيَةٍ مِنَ الْمَدِيْنَةِ بَرِيْدًا بَرِيْدًا، لَا يُخْبَطُ شَجَرُهُ وَلَا يُعْضَدُ اِلَّا مَا يُسَاقُ بِهِ الْجَمَلُ۔ رواه ابوداود (۲:۱۶۶ مع "العون") وسكت عنه، ... ذكره الحافظ فی "الفتح" (۴:۷۲) و سكت عنه، فهو صحيح او حسن۔

۳۰۴۹- عن جابر بن عبدالله ﷺ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا يُخْبَطُ وَلَا يُعْضَدُ حِمٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ يُهَشُّ هَشًّا رَفِيْقًا﴾۔ اخرجه ابوداود و سكت عنه هو والمنذرى۔(عون المعبود ۲:۱۶۹)۔

۳۰۵۰- عن عائشة رضى الله عنها قالت: كَانَ لِآلِ رَسُوْلِ ﷺ وَحْشٌ فَاِذَا خَرَجَ

... بات نکالنے والے کو پناہ دے تو اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔قیامت کے دن اس کے نہ فرض قبول ہوں گے نہ ...۔(مسلم،ابوداؤد)۔بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ کے اردگرد بارہ میل تک کے علاقہ کو محترم کہا ہے۔

۳۰۴۸۔ عدی بن زیدؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ کے ہر طرف سے ایک ایک برید کو محفوظ قرار دیا یعنی نہ وہاں کا درخت کاٹا جائے اور نہ پتے توڑے جائیں۔مگر اونٹ کے چارے کے واسطے کاٹے جاسکتے ہیں۔(ابوداؤد)۔ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔حافظ نے فتح الباری میں اسے ذکر کر کے اس پر سکوت کیا ہے۔پس یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۳۰۴۹۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ کے حرم میں سے نہ پتے توڑے جائیں اور نہ درخت کاٹا جائے بلکہ آہستہ سے پتے جھاڑ لئے جائیں۔(ابوداؤد)۔ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے)۔

فائدہ: ان احادیث میں مدینہ کے حرم کو حمی سے تعبیر کیا گیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مدینہ کے درختوں کو کاٹنے کی ممانعت سیاستہً ہے تا کہ وہاں کے جانوروں کے لئے کمی نہ آ جائے اور مدینہ کے حسن میں خلل نہ ہو۔اور اس کی تائید طحاوی کی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مدینہ کے آطام کے گرانے سے منع فرمایا اور دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ کے آطام مت گراؤ کیونکہ یہ مدینہ کی زینت ہے۔اس کی سند صحیح ہے۔اور طحاوی میں ہی سلمہ بن الاکوعؓ کے بارے میں ہے کہ وہ شکار کرتے تھے اور اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ مدینہ کا شکار مباح ہے۔کیا آپ دیکھتے نہیں کہ حضور ﷺ نے ... شکار میں راہنمائی کی اور یہ مکہ میں جائز نہیں۔پس معلوم ہوا کہ مدینہ کے شکار کا حکم مکہ کے شکار کی طرح نہیں۔

۳۰۵۰۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی آل کا ایک جنگلی جانور تھا جو جب پناہ گاہ سے باہر آتا تو

لَعِبَ وَاشْتَدَّ وَأَقْبَلَ وَأَدْبَرَ، فَإِذَا أَحَسَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَدْ دَخَلَ رَبَضَ فَلَمْ يَتَرَمْرَمْ كَرَاهَةَ يُؤْذِيَهُ﴾۔ رواہ الطحاوی و سندہ صحیح، واخرجہ احمد ایضا فی مسندہ۔(عمدۃ القاری ۵:۱۳۶)۔

ابواب الزیارۃ النبویۃ

باب زیارۃ قبر النبی ﷺ قبل الحج او بعدہ

۳۰۵۱- عن موسی بن ہلال العبدی عن عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ﴾۔ اخرجہ الدارقطنی۔

واتفقت روایاتہ فی عدۃ نسخ معتمدۃ من سننہ، و کذلک فی غیر السنن عن المحاملی عن عبیداللہ مصغرا، رواہ البیہقی عن غیر المحاملی من طریق محمد بن زنجویہ القشیری: حدثنا عبید بن محمد بن القاسم ابن ابی مریم الوراق ثنا موسی بن ہلال العبدی عن عبیداللہ بن عمر

کھیلتا کودتا اور دوڑ لگاتا، آتا اور جاتا لیکن جب اسے معلوم ہوجاتا کہ حضور ﷺ گھر میں آچکے ہیں تو سکون سے بیٹھ جاتا اور حرکت نہ کرتا تاکہ کہیں آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔ (طحاوی، اور امام احمد نے بھی مسند میں اسے روایت کیا ہے)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یہ ربض (پناہ گاہ) حرم مدینہ میں داخل ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنگلی جانوروں کو محبوس کرنا اور ان کو بند کر دینا جائز ہے۔ جس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ مدینہ کا حرم احکام میں مکہ کے حرم کی طرح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵: صفحہ ۱۳۶)

ابواب زیارت نبویہ

باب حج سے قبل یا بعد میں نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا

فائدہ: آنے والی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر نبی کی زیارت کی بڑی فضیلت ہے بلکہ احناف کے ہاں قبر مبارک کی زیارت واجب کے قریب کا درجہ رکھتی ہے۔

۳۰۵۱۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی تو میری شفاعت اس کے لئے (قیامت کے دن) واجب ہوگئی۔ (دار قطنی)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابن السکن، عبدالحق اور تقی الدین سبکی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

... نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما الحديث- فثبت عن عبيد بن محمد وهو ثقة روايته ... الصغير، والرواة الى موسى بن هلال ثقات، و موسى قال ابن عدي: ارجوا انه لا باس به- ... روى عنه ستة منهم الامام احمد، ولم يكن يروي الا عن ثقة، فلا يضره قول ابي حاتم الرازي: ... مجهول- كذا في "وفاء الوفاء" (٢: ٣٩٤)- فالحديث حسن صحيح،وقد صحح هذاالحديث ... السكن، وعبدالحق، و تقي الدين السبكي، كذا في نيل الاوطار(٤: ٣٢٥)-

٣٠٥٢- عن ابن عمرؓ مرفوعاً قالﷺ: ﴿مَنْ جَاءَ نِيْ زَائِرًا لَا يُهِمُّهُ إِلَّا زِيَارَتِيْ كَانَ حَقًّا ... أَنْ أَكُوْنَ لَهُ شَفِيْعًا﴾ رواه الطبراني، و صححه ابن السكن، قاله العراقي في "شرح ... الاحياء" (٤: ٤١٦)-

٣٠٥٣- عن هارون بن قزعة عن رجل من آل حاطب عن حاطبؓ قَالَ: قَالَ ... رسول اللهﷺ: ﴿مَنْ زَارَنِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ فَكَأَنَّمَا زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ، وَمَنْ مَاتَ بِأَحَدِ الْحَرَمَيْنِ ... بعث مِنَ الْآمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾-رواه الدارقطني وغيره، وجود الذهبي اسناده كما في "وفاء ... الوفاء" (٢: ٣٩٤ و ٣٩٩)-

٣٠٥٤- عن سوار بن ميمون: حدثني رجل من آل عمر عن عمر رضي الله تعالىٰ ... عنهما قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِﷺ يَقُوْلُ: ﴿مَنْ زَارَ قَبْرِيْ أَوْ قَالَ: مَنْ زَارَنِيْ كُنْتُ لَهُ شَفِيْعًا أَوْ

۳۰۵۲۔ ابن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صرف اور صرف میری زیارت کے لئے آیا تو قیامت ... دن اس کی شفاعت کرنا مجھ پر لازم ہے (طبرانی) ابن السکن نے اسے صحیح کہا ہے (شرح احیاء)۔

۳۰۵۳۔ حاطبؓ فرماتے ہیں کہ حضورعلیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص نے میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد میری زیارت کی تو ... اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ اور جو شخص مکہ یا مدینہ کے حرموں میں سے کسی حرم میں مرے گا وہ قیامت کے روز ایسے ... میں اٹھایا جائے گا جو خدا کی حفظ و امان میں ہونگے۔ (دار قطنی)۔ علامہ ذہبی نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔

۳۰۵۴۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی یا یوں فرمایا ... جس نے میری زیارت کی قیامت کے روز میں اس کا سفارشی یا اس کے حق میں گواہ ہونگا۔ اور جو شخص مکہ یا مدینہ کے کسی حرم میں مرے گا ... قیامت کے روز ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا جو خدا کی حفظ و امان میں ہونگے۔ (ابوداؤد طیالسی، ابوجعفر عقیلی)۔ ابوجعفر عقیلی کے

شَهِيْدًا، وَمَنْ مَاتَ فِيْ أَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِي الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾- رواه ... داود الطيالسى، وابو جعفر العقيلى ولفظه:﴿مَنْ زَارَنِيْ مُتَعَمِّدًا كَانَ فِيْ جِوَارِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾- كذا فى "وفاء الوفاء" (۳۹۹:۲)- و فيه ايضا: قال السبكى: هو مرسل جيد، سو... ابن ميمون روى عنه شعبة فدل على ثقته عنده، فلم يبق من ينظر فيه الا الرجل الذى ... آل عمر- والامر فيه قريب لا سيما فى هذه الطبقة التى هى طبقة التابعين اھ-

قلت : والمجهول فى القرون الفاضلة حجة عندنا، فالحديث حجة- و فى الباب عن عبد... بن مسعودؓ، وابى هريرةؓ، وانسؓ بن مالك، وابن عباسؓ، و علیؓ بن ابى طالب، وغيرهم ﷺ... ضمت صارت حجة قوية، و قد ذكرها صاحب "وفاء الوفاء" (۴۰۲:۲) باسانيدها فلتراجع-

۳۰۵۵- حدثنا محمد بن يعقوب ثنا عبدالله بن وهب عن رجل عن بكر ... عبداللهؓ عن النبى ﷺ قال: ﴿مَنْ اَتَى الْمَدِيْنَةَ زَائِراً لِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَـ... وَمَنْ مَاتَ فِيْ أَحَدِالْحَرَمَيْنِ بُعِثَ آمِنًا﴾- رواه يحيى بن الحسن بن جعفر الحسينى فى اخبار المدينة، ولم يتكلم عليه السبكى- و محمد بن يعقوب هو ابو عمر الزبيرى المد... صدوق، وعبدالله بن وهب ثقة، ففيه الرجل المبهم، وبكر بن عبدالله ان كان المزنى فهو تابعى جليل فيكون مرسلا، وان كان بكر بن عبدالله بن الربيع الانصارى فهو صحابى، كما فى "وفاء الوفاء" ايضا (۴۰۳:۲)-

---

الفاظ ہیں کہ جو شخص بالقصد میری زیارت کرے گا وہ قیامت کے روز میرے پڑوس میں ہوگا- علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے... ہے اور اس باب میں عبداللہ بن مسعودؓ، ابو ہریرہؓ، انس بن مالکؓ، ابن عباسؓ، علی المرتضیٰؓ وغیرہ سے احادیث مروی ہیں- اور جب یہ احادیث ملیں گی تو حجت قویہ ہو جائیں گی- یہ تمام روایات و احادیث وفاء الوفاء میں مذکور ہیں-

۳۰۵۵- بکر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری زیارت کے لئے مدینہ منورہ آئے گا تو قیامت کے روز اس کی شفاعت کرنا مجھ پر واجب ہو جائے گی- اور جو شخص مکہ یا مدینہ کے حرم میں مرے گا تو وہ قیامت کے روز خدا کی ... امان میں اٹھایا جائے گا- (وفاء الوفاء)- اسے یحییٰ بن حسن نے اخبار المدینہ میں روایت کیا ہے اور سبکی نے اس پر کلام نہیں کیا-

۳۰۵۶- عن ابی ھریرة ﷺ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ﴿مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ﴾۔ رواہ ابوداود بسند صحیح ، وذکرہ ابن قدامة من روایة احمد بلفظ: ﴿مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ﴾، وقد صدر بہ البیہقی باب زیارة قبر النبی ﷺ ، واعتمد علیہ جماعة من الائمة فیہا منہم الامام احمد۔ قال السبکی: وھو اعتماد صحیح اھ۔ کذا فی "وفاء الوفاء" (۴۰۳:۲)۔

۳۰۵۶- ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان مجھ پر درود وسلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (ابوداؤد)۔ اس کی سند صحیح ہے اور ابن قدامہ نے احمد کی روایت سے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں کہ جو مسلمان میری قبر پر آ کر مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو (آگے وہی مذکورہ بالا الفاظ ہیں)۔

فائدہ: اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِی الحدیث۔ اس حدیث پاک میں ردّ روح سے مراد متوجہ کرنا ہے جیسا کہ لیلۃ التعریس میں آپ ﷺ نے فرمایا (جبکہ صبح کی نماز کے لیے آپ ﷺ کی اور آپ کے صحابہ کی آنکھ نہ کھلی) "ان اللہ قبض ارواحکم حین شاء ، وردھا علیکم حین شاء . یا بلال! قم فاذن" (بخاری۔ کتاب مواقیت الصلوٰۃ ۔ باب الاذان بعد ذھاب الوقت۔ جلد ۱ ص ۸۳)۔ تو جس طرح حدیث لیلۃ التعریس میں ردروح سے مراد متوجہ کرنا ہے۔ اسی طرح مذکورہ بالا "الا رد اللہ علی روحی" میں بھی رد روح سے مراد متوجہ کرنا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ حضرت عالیہ اور تجلیاتِ ربانی کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتے ہیں پھر جب کوئی شخص آپ ﷺ کے روضہ مبارکہ پر جا کر سلام عرض کرتا ہے تو پھر آپ کو دوائر بشریہ اور اس عالم کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تاکہ آپ ﷺ سلام سنیں اور اس کا جواب دیں۔ گویا کہ آپ ﷺ سونے والے کی طرح ہیں جو تنبہ کے بعد سنتا اور بولتا ہے۔ ھکذا قال الخفاجی والسبکی (وفاء ۲:۴۰۷) اور اس حدیث کا ظاہری مفہوم کہ "آپ ﷺ کی حیاۃ روضہ میں دائمی نہیں بلکہ غیر متناہی مرتبہ آپ ﷺ کی روح مبارک کو جسد اطہر سے نکالا اور اس کی طرف لوٹایا جاتا ہے" مراد نہیں کیونکہ اس سے متعدد خرابیاں لازم آتی ہیں۔ (۱) بار بار نبی اقدس ﷺ کو موت کی تکلیف میں مبتلا کرنا اور اگر تکلیف نہ ہو تو کم از کم اس کا حضور ﷺ کے اکرام کے مخالف ہونا (۲) شہداء کی حیات استمراری (دائمی) ہے حالانکہ ان کا رتبہ آپ ﷺ سے کم ہے اور آپ ﷺ کی حیات کا دائمی نہ ہونا۔ (۳) موتوں اور زندگیوں کا متعدد ہونا جو ظاہر قرآن کے مخالف ہے۔ (۴) گزشتہ متواتر حدیثوں کے مخالف ہونا جن سے دائمی حیات ثابت ہوتی ہے اور اس بنا پر علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنے رسالہ انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء میں اس حدیث پاک کی ۱۵ تاویلیں ذکر کی ہیں تاکہ متواتر روایات سے اس کا تضاد نہ ہو۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔ (۱) الفاظ حدیث میں راوی کو وہم ہو گیا جو ان اشکالات کا سبب بنا یعنی راوی نے روایت بالمعنی ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ اپنی طرف سے ذکر کئے ہیں، حدیث پاک کے الفاظ کچھ اور تھے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہ احتمال ضعیف ہے۔ (۲) رد اللہ جملہ حالیہ ہے اور قد یہاں محذوف ہے اور حتی تعلیلیہ نہیں بلکہ محض عاطفہ بمعنی واؤ ہے معنی یہ ہوگا کہ کوئی مجھ پر سلام نہیں بھیجے گا مگر اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے

اوپر میری روح کو لوٹا دیا ہوگا اور میں اس کے سلام کا جواب دوں گا یعنی سلام سے پہلے مجھ میں روح لوٹا دی گئی ہوگی۔(۳) جس طرح حضرت شعیب علیہ السلام کے قول قد افترینا علی اللہ کذبا ان عدنا فی ملتکم میں عود لوٹنے کے معنی میں نہیں کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام پہلے کبھی ان کے دین پر نہیں رہے تھے بلکہ عود صیرورۃ کے معنی میں ہے یعنی اگر ہم تمہارے دین میں ہو گئے اسی طرح اس حدیث میں رد صیرورۃ کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے میری روح میرے اوپر ہی کی ہوگی۔(۴) رد روح سے مراد روح کو متوجہ کرنا ہے یعنی روح مبارک جو تجلیات ربانی کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتی ہے اس کو زائر کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تاکہ اس کے سلام کا جواب دے۔(۵) رد روح سے مراد دوام حیات ہی ہے کیونکہ جب کوئی وقت سلام کرنے والے کے سلام سے خالی نہیں تو رد روح سے دوام حیات اور دوام توجہ ہی مراد ہوگی۔(۶) ابتداً آپ کو دوام کی اطلاع نہیں تھی یہ آپ نے اس وقت فرمایا بعد میں بذریعہ وحی آپ کو دوام حیات کی اطلاع دی گئی۔(۷) روح سے مراد راحت اور خوشی ہے جیسے قرآن پاک میں فروح و ریحان میں ایک قراءۃ را کی پیش کے ساتھ ہے تو معنی ہوگا کہ کوئی آدمی مجھ پر سلام نہیں بھیجتا مگر اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مجھے راحت اور بشاشت عطا فرماتے ہیں اسی بشاشت کی وجہ سے میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔(۸) روح سے مراد رحمت ہے یعنی امتیوں کے سلام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے اوپر سلامتی اور رحمت لوٹاتے ہیں تو میں بھی خوش ہو کر سلام کا جواب دیتا ہوں۔(۹) روح اس فرشتہ کو کہتے ہیں جو قبر اطہر پر سلام پہنچانے کے لیے متعین ہے۔(۱۰) رد الحکم الی فلان کا معنی فیصلہ اس کے سپرد کر دینا ہے جیسے فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول میں رد سپرد کرنے کے معنی میں ہے تو حدیث پاک کا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے میری روح یا مجازاً میرے سلام کو میرے سپرد کر دیا ہے۔ الغرض اس حدیث میں عدم استمرار حیاۃ پر کوئی دلالت نہیں۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

پیغمبر ﷺ کی حیات اور سماع کا مسئلہ ضروریات اہلسنت والجماعت میں سے ہے۔ زائر کے سلام کے سننے کی صراحت آپ ﷺ نے خود فرما دی ہے۔(۱) حضور ﷺ نے فرمایا "من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیاً ابلغته (رواہ البیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ ص ۸۷) اس کی سند جید ہے۔ مرقات ص ۳۴۷، القول البدیع ص ۱۶۰۔(۲) اور ابن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ "من صلی علی عند قبری رددت علیه و من صلی علی فی مکان آخر بلغونیه" اور اصول ہے کہ تعدد طرق قوت کا فائدہ دیتا ہے۔(۳) اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے "علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی (رواہ المنذری)۔(۴) کامل ابن عدی میں حضرت ثابت بن انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون۔ اسے ابویعلیٰ نے ثقہ راویوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے۔(۵) ابن ماجہ نے سند جید (عمدہ سند) کے ساتھ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اکثروا الصلوة علی یوم الجمعة فانه مشهود تشهد الملائکة وان احد یصلی علی الاعرضت علی صلوته حین یفرغ منها. قال قلت و بعد الموت؟ قال ﷺ و بعد الموت، ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء علیهم الصلوة والسلام فنبی الله حی یرزق۔(۶) عبدالحق الاحکام الصغریٰ میں ابن عباسؓ سے مرفوع حدیث روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ما من احد یمر بقبر اخیه المومن کان یعرفه فیسلم علیه الاعرفه ورد علیه السلام۔ اسے ابن عبدالبر نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔ هکذا نقله ابن تیمیه۔ اور ابن ابی الدنیا ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں

۳۰۵۷- عن عمر بن عبدالعزیز ﷺ: أَنَّهُ كَانَ يُبْرِدُ الْبَرِيْدَ مِنَ الشَّامِ يَقُوْلُ: سَلِّمْ لِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ ذکره عنه الامام ابوبکر بن عمرو بن عاصم النبیل فی مناسکه والتزم له الثبوت، و قال السبکی: قد استفاض ذلك عن عمر بن عبدالعزیز، وذلك فی زمن صدر التابعین (وفاء الوفاء ۲:۴۰۹)۔

۳۰۵۸- عن عمر بن الخطاب ﷺ: أَنَّهُ لَمَّا صَالَحَ أَهْلَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَ قَدِمَ عَلَيْهِ كَعْبُ الْأَحْبَارُ وَ أَسْلَمَ وَفَرِحَ بِإِسْلَامِهِ قَالَ لَهُ: هَلْ لَكَ أَنْ تَسِيْرَ مَعِيَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ، وَتَزُوْرَ قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ وَ تَتَمَتَّعَ

۔ اذا مر الرجل بقبر یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام و عرفه. واذا مر بقبر لا یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام
اس بارے میں آثار کثیر موجود ہیں۔

اور ابن تیمیہ ''اقتضاء الصراط المستقیم'' میں لکھتے ہیں کہ شہداء بلکہ تمام مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ جب کوئی مسلمان ان کی زیارت کرتا ہے اور انہیں سلام کہتا ہے تو وہ اسے پہچانتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پس جب عام مسلمان کی یہ حالت ہے تو سید المرسلین کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔ (۷) ولاتقولوالمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء ولکن لاتشعرون۔ تو جب ایک عام شہید قبر میں زندہ ہے تو جس ذات کی وجہ سے ان کو یہ رتبہ ملا ہے یعنی سید المرسلین اور سید الشہداء تو کیا وہ زندہ نہ ہونگے تو اس طرح آپ کی حیاۃ فی القبر دلالۃ النص سے ثابت ہوئی۔ حدیث میں آتا ہے کہ ''آپ ﷺ کی وفات اسی زہر کی وجہ سے تھی جو آپ ﷺ کو کچھ عرصہ قبل دیا گیا تھا تو اس طرح آپ ﷺ بھی شہید ہوئے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی حیاۃ فی القبر تو عبارۃ النص سے ثابت ہوئی۔

۳۰۵۷۔ عمر بن عبدالعزیزؒ (جنہیں پانچواں خلیفہ راشد جانا جاتا ہے) کے بارے میں آتا ہے کہ وہ شام سے اپنا ایک قاصد (مدینہ منورہ کے لئے) روانہ کرتے اور اس سے کہتے کہ میرا سلام نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر پیش کرو۔ علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز سے یہ بات حد شہرت کو پہنچی ہوئی ہے اور یہ تابعین کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ (وفاء الوفاء)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محض زیارت نبوی ﷺ کے لئے سفر کرنا جائز ہے اور پھر کسی کا سلام پہنچانا اور اپنا سلام پہنچانا اس میں کوئی فرق نہیں۔ بلکہ دوسرا اقرب الی الضرورۃ ہے کیونکہ اپنے لئے عمل ہے۔ پھر تابعین میں سے ایک جلیل تابعی کا عمل ہے اور تابعین میں سے کسی تابعی کا بھی انکار مروی نہیں۔ پس یہ حجت ہے ابن تیمیہ پر جو نبی کریم ﷺ پر سلام پڑھنے کے لئے سفر کرنے سے روکتے ہیں۔

۳۰۵۸۔ عمر بن خطابؓ کے بارے میں مروی ہے کہ جب انہوں نے بیت المقدس والوں سے صلح کی اور کعب الاحبار آپؓ کی خدمت میں آئے اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور حضرت عمرؓ کو ان کے اسلام لانے پر خوشی ہوئی۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے کعب سے فرمایا کہ کیا آپ ہمارے ساتھ مدینہ منورہ چلیں گے تاکہ آپ حضور ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کر کے فیض یاب ہوسکیں۔ تو انہوں نے فرمایا ہاں،

بِزِيَارَتِهٖ؟ فَقَالَ: نَعَمْ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَنَا أَفْعَلُ ذٰلِكَ۔ وَ لَمَّا قَدِمَ عُمَرُ الْمَدِيْنَةَ كَانَ أَوَّلُ مَا بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ ذکره فی "فتوح الشام"(وفاء الوفاء ۲:۴۰۹)۔

۳۰۵۹- عن ابن عمر رضی الله عنهما: أَنَّهٗ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَتٰى قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ، يَا أَبَتَاهُ۔ اخرجه عبدالرزاق بسند صحيح۔ و فی "الموطا" رواه یحیی بن یحیی: أَنَّ اِبْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقِفُ عَلٰى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، وَ عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ رضی الله عنهما۔ و عند ابن القاسم والقعنبی: ویدعو لابی بکر و عمر رضی الله عنهما۔ و عن ابن عون قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ نَافِعًا هَلْ كَانَ اِبْنُ عُمَرَ رضی الله تعالی عنهما يُسَلِّمُ عَلَى الْقَبْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ! لَقَدْرَأَيْتُهٗ مِائَةَ مَرَّةٍ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ مِائَةٍ كَانَ يَأْتِي الْقَبْرَ فَيَقُوْمُ عِنْدَهٗ فَيَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ، اَلسَّلَامُ عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ، اَلسَّلَامُ عَلٰى أَبِيْ۔(وفاء الوفاء ۲:۴۱۰)۔

۳۰۶۰- ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ أَنْ تَأْتِيَ قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَ تَجْعَلَ ظَهْرَكَ إِلَى الْقِبْلَةِ وَتَسْتَقْبِلَ الْقَبْرَ بِوَجْهِكَ ثُمَّ تَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ اخرجه الحافظ طلحة بن محمد فی مسند ابی حنیفة عن صالح بن احمد عن عثمان بن سعید عن ابی عبد الرحمن المقرئ عن

اے امیر المؤمنین! میں چلوں گا۔ تو حضرت عمرؓ جب مدینہ آئے تو سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کیا۔(فتوح الشام)۔

۳۰۵۹۔ ابن عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ کسی سفر سے واپس مدینہ منورہ آتے تو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہوتے اور فرماتے السلام علیک یارسول اللہ! السلام علیک یا ابا بکر! السلام علیک یا ابتاہ! (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

اور مؤطا کی روایت میں ہے کہ ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر کھڑے ہوکر نبی کریم ﷺ پر ابوبکرؓ پر اور عمرؓ پر درود وسلام بھیجتے۔ اور ابوبکرؓ وعمرؓ کے لئے دعاء کرتے۔

ابن عون سے مروی ہے کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ کیا ابن عمرؓ قبر مبارک پر سلام پڑھتے تھے تو آپؒ نے فرمایا ہاں۔ میں نے ان کو سو مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ مرتبہ دیکھا ہے کہ آپؓ قبر مبارک پر تشریف لاکر کھڑے ہوجاتے اور کہتے السلام علی النبی ﷺ، السلام علی ابی بکرؓ، السلام علی ابیؓ (وفاء الوفاء)۔

۳۰۶۰۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ تیرا قبلہ کی جانب سے قبر مبارک پر آنا اور اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف کر کے اور قبر کی طرف منہ کر کے یہ کہنا السلام علیک ایها النبی و رحمة الله و بر کاته سنت ہے۔(ایضاً)۔

ابی حنیفة به، كذا فی "وفاء الوفاء" (۲: ٤١٠)۔

٣٠٦١- اخبرنا مالك اخبرنا عبدالله بن دينار: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَوْ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ جَاءَ قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَ دَعَا ثُمَّ انْصَرَفَ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ: هٰكَذَا يَنْبَغِيْ أَنْ يَفْعَلَهُ إِذَا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، يَأْتِيْ قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ۔ اخرجه محمد فی "الموطا" (٣٩٢)۔ و سنده صحيح۔

٣٠٦٢- عن داود بن ابی صالح قَالَ: أَقْبَلَ مَرْوَانُ يَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلاً وَاضِعًا وَجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ، فَأَخَذَ بِرَقَبَتِهِ وَ قَالَ: أَتَدْرِيْ مَا تَصْنَعُ ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ فَإِذَا هُوَ أَبُوْأَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيُّ ﷺ، فَقَالَ: جِئْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: ﴿لَا تَبْكُوْا عَلَى الدِّيْنِ إِذَا وَلِيَهُ أَهْلُهُ، وَلٰكِنْ اِبْكُوْا عَلَيْهِ إِذَا وَلِيَهُ غَيْرُ أَهْلِهِ﴾۔ اخرجه الحاكم وقال: صحيح الاسناد واقره عليه الذهبی فی "تلخيص المستدرك" (٤: ٥١٥) فقال: صحيح اه۔

۳۰۶۱۔ ابن عمرؓ جب سفر پر جانے کا ارادہ کرتے یا سفر سے واپس آتے تو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہوتے اور آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھتے اور دعاء کر کے واپس ہوتے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اچھا ہے کہ جب بھی انسان مدینہ منورہ حاضر ہو تو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو۔ (مؤطا محمد)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۰۶۲۔ داؤد بن ابی صالح سے مروی ہے کہ ایک دن مروان مدینہ منورہ آیا اور دیکھا کہ ایک آدمی نے اپنا چہرہ حضور ﷺ کی قبر مبارک پر رکھا ہوا ہے تو مروان نے اس کو اس کی گدی سے پکڑ کر کہا کہ کیا تجھے پتہ ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر جب مروان نے اسے دیکھا تو وہ ابوایوب انصاریؓ (برگزیدہ صحابی) تھے۔ اور ابوایوبؓ انصاری نے فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی قبر مبارک پر آیا ہوں۔ کسی پتھر پر نہیں آیا۔ اور حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب دین، دین کے اہل لوگوں کے سپرد ہو تو تم دین کی بے کسی پر نہ رونا۔ لیکن اگر دین نااہل لوگوں کے سپرد ہو جائے تو پھر دین کے ضائع ہونے کے خوف سے رونا۔ (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔ اور تلخیص مستدرک میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا مستحب ہے۔ اور حج کے لئے جا کر قبر مبارک پر جانا واجب کے قریب ہے اور بے شمار فضائل کا موجب ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ کیونکہ ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ میں پتھر (بے جان) کے پاس نہیں آیا۔ نیز ابوایوب انصاریؓ کے آخری جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر مبارک کی زیارت کو فضول سمجھنے والے نااہل لوگ ہیں۔

کِتَابُ النِّکَاحِ

بَابُ کَرَاهَةِ التَّبتل وَکَوْنِ النِّکَاحِ سُنَّة

۳۰۶۳- عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ، یَقُوْلُ: رَدَّرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ التَّبَتُّلَ، وَلَوْ اَذِنَ لَهٗ لَاخْتَصَیْنَا۔ رواه البخاری (۲:۷۵۹)۔

۳۰۶۴-عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، یَقُوْلُ: جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰی بُیُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ ﷺ یَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِیِّ ﷺ، فَلَمَّا اُخْبِرُوْا کَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا، فَقَالُوْا: وَاَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ، قَدْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ،قَالَ اَحَدُهُمْ: اَمَّا اَنَا فَاِنِّیْ اُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: اَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا اُفْطِرُ،وَقَالَ آخَرُ: وَاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا۔ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَیْهِمْ، فَقَالَ: اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ کَذَا وَکَذَا؟ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَخْشَاکُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاکُمْ لَهٗ، لٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ، وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ، وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ رواه البخاری (۲:۷۵۷)۔

کتاب النکاح

باب ترکِ نکاح مکروہ اور نکاح کرنا سنت ہے

۳۰۶۳۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عثمانؓ بن مظعون کو ترکِ نکاح کی اجازت نہ دی۔ اگر انہیں اجازت مل جاتی تو ہم خصی ہو جاتے۔ (بخاری، ترمذی)

۳۰۶۴۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ تین حضرات (علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم) نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف حضور ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے۔ جب انہیں حضور ﷺ کا معمول بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ حضور ﷺ سے ہمارا کیا مقابلہ، حضور ﷺ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ ایک نے کہا کہ میں آج سے رات بھر نماز پڑھا کروں گا اور دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں کروں گا اور تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کروں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ پھر حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ قسم بخدا! کہ میں اللہ سے تمہاری نسبت زیادہ ڈرنے والا ہوں اور اس کے لئے تم سے زیادہ میرے اندر تقویٰ ہے لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور بلا روزے کے بھی رہتا ہوں اور رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح کرتا

بَابُ وُجُوْبِ النِّكَاحِ إِذَا اشْتَدَّتِ الْحَاجَةُ إِلَيْهِ

٣٠٦٥- عن عبدالله بن مسعودؓ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ شَبَاباً لَا نَجِدُ شَيْئًا، فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ-رواه البخاری (٢:٧٥٨)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْإِعْلَانِ بِالنِّكَاحِ وَالْخُطْبَةِ وَكَوْنِهِ فِي الْمَسْجِدِ

٣٠٦٦- عن عائشة رضی الله عنها قالت: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ، وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ-رواه الترمذی(١:١٣٨) وقال:هذا حديث حسن غريب"-

---

سول-لہٰذا میرے طریقے اور سنت سے جس نے اعراض کیا وہ مجھ میں سے نہیں-(بخاری)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنا سنت ہے اور ترکِ نکاح جائز نہیں-نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح دیگر نفلی عبادات سے افضل ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے-

باب انتہائی ضرورت کے وقت نکاح کرنا واجب ہے

۳۰۶۵- عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں جوان تھے اور ہمیں کوئی چیز میسر نہ تھی (مال و اسباب میں سے)-حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے بھی نکاح کی قدرت ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے-اور جو شخص نکاح کی استطاعت وقدرت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ یہ خواہشاتِ نفسانی میں کمی کا باعث ہے-(بخاری)-

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات یعنی انتہائی ضرورت کے وقت میں نکاح واجب ہو جاتا ہے کیونکہ امر کا صیغہ وجوب پر دلالت کرتا ہے-

باب نکاح کا اعلان کرنا، مسجد میں نکاح کرنا اور نکاح کے لئے خطبہ پڑھنا مسنون ہیں

۳۰۶۶- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ نکاح کا اعلان کیا کرو اور مسجدوں میں نکاح کیا کرو اور نکاح کے وقت نقارہ بجایا کرو-(ترمذی) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے-

فائدہ: دَف سے مراد وہ دف ہے جس کے جھالر نہ ہوں اور اس میں کسی قسم کی سریلی آواز پیدا نہ ہو-آج کل کے بین باجے

۳۰۶۷- عن ابن مسعودؓ قال: عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلتَّشَهُّدَ فِيْ الصَّلَاةِ، وَالتَّشَهُّدَ فِيْ الْحَاجَةِ، وَذَكَرَ تَشَهُّدَ الصَّلَاةِ، قَالَ: وَالتَّشَهُّدُ فِيْ الْحَاجَةِ اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، قَالَ: وَيَقْرَأُ ثَلَاثَ آيَاتٍ، فَفَسَّرَهَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ: "وَاتَّقُوااللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ اِتَّقُوااللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا، اِتَّقُوااللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا" الآية۔ رواه الترمذی و صححه، رواه البيهقی من حديث واصل الاحدب عن شقيق عن ابن مسعود بتمامه، و فی رواية للبيهقی: اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّخْطُبَ لِحَاجَةٍ مِّنَ النِّكَاحِ اَوْ غَيْرِهٖ فَلْيَقُلْ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ الخ (نيل ۶: ۳۸و۳۹)

حرام ہیں کیونکہ ان کا مقصد اعلان نہیں بلکہ تلذذ ہوتا ہے۔

۳۰۶۷۔ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں نماز میں تشہد پڑھنا اور حاجت میں تشہد پڑھنا سکھایا پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے نماز کا تشہد بیان کیا پھر فرمایا کہ حاجت میں پڑھا جانے والا تشہد یہ ہے۔ الحمدللہ نستعینہ الخ پھر حضور ﷺ تین آیات پڑھتے (سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ وہ تین آیات یہ ہیں)۔ ۱۔ واتقوا اللہ حق تقاتہ الآیہ (آل عمران) (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم صرف اسلام کی حالت پر ہی مرو) ۲۔ اتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والارحام الآیہ (النساء) (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو کہ اس کے نام کا تم آپس میں وسیلہ پکڑتے ہو اور رشتہ داریاں توڑنے سے ڈرو بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے)۔ ۳۔ اتقوا اللہ و قولوا قولا سدیدا الآیہ (الاحزاب) (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو، اللہ تمہارے اعمال کی درستی فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔ (ترمذی) ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نکاح مسجد میں کرنا، خطبہ پڑھنا اور نکاح کا اعلان کرنا مسنون ہے۔

فائدہ: نکاح کا مسجد میں مستحب ہونا اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ نکاح کو عبادات کے ساتھ ایک عظیم مشابہت ہے۔ اسی لئے تو اس میں اہتمام کے ساتھ خطبہ پڑھا جاتا ہے حالانکہ دوسرے عقود (بیع، اجارہ وغیرہ) میں کوئی خطبہ نہیں۔

فائدہ: چونکہ اعلان مستحب ہے اور جمعہ کے دن مسجد میں دور دور سے لوگ جمع ہوتے ہیں اس لئے جمعہ کے دن مسجد میں نکاح کرنے سے اعلان (جو مستحب ہے) بغیر تداعی اور تکلف کے حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لئے مسجد میں نکاح کرنا اور جمعہ کے دن نکاح کرنا مستحب ہے۔

بَابُ مَا يُدْعٰى بِهِ لِلْمُتَزَوِّجِ وَمَا يُفْعَلُ بِهٖ

٣٠٦٨- عن ابی هريرة رضی الله عنه: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَّأَ الْإِنْسَانَ إِذَا تَزَوَّجَ قَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ- رواه الترمذی (١٣٨:٢) وقال حسن صحيح-

٣٠٦٩- عن عقيل بن ابی طالب رضی الله عنه: أَنَّهُ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً مِنْ بَنِيْ جُشَمٍ، فَقَالُوْا: بِالرِّفَاءِ وَالْبَنِيْنَ، فَقَالَ: لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِمْ- رواه النسائی وابن ماجة واحمد بمعناه، وفی رواية له: لَا تَقُوْلُوْا ذٰلِكَ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ نَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ، قُوْلُوْا: بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ، وَبَارَكَ لَكَ فِيْهَا- وحديث عقيل اخرجه ايضا ابو يعلی و الطبرانی، وهو من رواية الحسن عن عقيل- قال فی الفتح: ورجاله ثقات الا ان الحسن لم يسمع من عقيل فيما يقال (نيل الاوطار ٢: ٣٩ و ٤٠)-

٣٠٧٠- عن انس رضی الله عنه وَلَمَّا زَوَّجَ ﷺ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا دَخَلَ

باب دلہا کو کیا دعا دی جائے اور اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟

۳۰۶۸۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شادی کرتا تو حضور ﷺ اس کو ان الفاظ سے مبارک باد دیا کرتے تھے ''بارک اللہ لک وبارک علیک وجمع بینکمافی خیر'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ہمہ جہت برکتوں سے نوازے اور تم دونوں میں بہترین میل جول پیدا کرے۔ (ترمذی) امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۳۰۶۹۔ عقیلؓ بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ انہوں نے قبیلہ بنو جشم کی ایک عورت سے شادی کی تو لوگوں نے اس طرح دعا دی (بالرفاء والبنین) کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کے درمیان اتفاق وحسن معاشرت قائم رکھے اور اولاد عطا فرمائے تو اس پر عقیل نے کہا کہ اس طرح دعا دو جس طرح حضور ﷺ دعا دیا کرتے تھے یعنی اللہ تمہیں برکت دے اور تمہاری ہر چیز میں برکت عطا فرمائے۔ (نسائی، ابن ماجہ، احمد) اور احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اس طرح دعا نہ دو کیونکہ حضور ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے بلکہ یوں دعا دو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے اور تمہاری ہر چیز میں برکت دے۔ حدیث عقیل کو ابو یعلی اور طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور وہ عقیل سے حسن کی روایت سے ہے اور فتح الباری میں ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، لیکن ایک قول میں ہے کہ حسن نے عقیل سے سماع نہیں کیا۔ (نیل)

۳۰۷۰۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے فرمایا تو آپ ﷺ گھر میں آئے اور فاطمہؓ سے پانی لانے کو کہا تو وہ بڑے پیالے میں پانی لائیں تو آپ ﷺ نے اس پانی کو لے کر اس میں کلی کی پھر فاطمہؓ سے فرمایا

اَلْبَيْتَ، فَقَالَ لِفَاطِمَةَ : اِئْتِينِيْ بِمَاءٍ، فَقَامَتْ إِلَى قَعْبٍ فِي الْبَيْتِ، فَأَتَتْ فِيهِ بِمَاءٍ، فَأَخَذَهُ وَمَجَّ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ لَهَا: تَقَدَّمِيْ۔ فَتَقَدَّمَتْ، فَنَضَحَ بَيْنَ ثَدْيَيْهَا وَعَلَى رَأْسِهَا، وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ ثُمَّ قَالَ : أَدْبِرِيْ، فَأَدْبَرَتْ، فَصَبَّ بَيْنَ كَتِفَيْهَا، ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُعِيذُهَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ ثُمَّ قَالَ: اِئْتُونِيْ بِمَاءٍ، قَالَ عَلِيٌّ فَعَلِمْتُ الَّذِيْ يُرِيدُ، فَقُمْتُ، فَمَلَأْتُ الْقَعْبَ مَاءً ،وَ آتَيْتُهُ بِهِ، فَأَخَذَهُ وَمَجَّ فِيهِ۔ ثُمَّ قَالَ تَقَدَّمْ۔فَتَقَدَّمْتُ، فَصَبَّ عَلَى رَأْسِيْ وَبَيْنَ يَدَيَّ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُعِيذُهُ بِكَ وَذُرِّيَّتَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ ثُمَّ قَالَ أَدْبِرْ فَأَدْبَرْتُ فَصَبَّ بَيْنَ كَتِفَيَّ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُعِيذُهُ بِكَ وَذُرِّيَّتَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ثُمَّ قَالَ: أُدْخُلْ بِأَهْلِكَ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْبَرَكَةِ، رواه ابن حبان في "صحيحه" (الحصن الحصين ۱۲۰ مطبوع انوار محمد لکھنئو)۔

بَابُ مَا يُنْظَرُ فِي الْمَخْطُوبَةِ مِنَ الصِّفَاتِ الْمَحْمُودَةِ

۳۰۷۱۔ عن جابر بن عبداللہ ؓ ،قال: تَزَوَّجْتُ اِمْرَأَةً فِيْ عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَلَقِيتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا جَابِرُ! تَزَوَّجْتَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ! قَالَ: بِكْرٌ أَمْ ثَيِّبٌ؟ قُلْتُ: ثَيِّبٌ۔ قَالَ: فَهَلَّا بِكْرًا

آگے آؤ، وہ آگے آئیں تو آپ ﷺ نے اس کے سینے اور سر پر پانی چھڑکا اور یہ دعاء پڑھی۔ اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان مردود سے۔ پھر آپ ﷺ نے فاطمہ ؓ سے پیٹھ کرنے کا فرمایا تو انہوں نے پیٹھ پھیر لی تو حضور ﷺ نے ان کے کندھوں کے درمیان پانی ڈال کر پھر یہی دعا فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانی لاؤ تو حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی مراد سمجھ گیا (یعنی مجھے ہی حکم فرما رہے ہیں) اور میں اٹھا اور بڑے پیالے میں پانی بھر لایا اور حضور ﷺ کو لا کر دے دیا۔ آپ ﷺ نے اسے لیا اور اس میں کلی فرمائی پھر مجھ سے فرمایا آگے آؤ تو میں آگے بڑھا تو حضور ﷺ نے میرے سر پر اور میرے سامنے کے حصے پر پانی ڈالا۔ پھر وہی دعا فرمائی۔ پھر مجھ سے پیٹھ پھیرنے کو کہا تو میں نے پیٹھ پھیری تو حضور ﷺ نے میرے کندھوں کے درمیان پانی ڈالا اور وہی دعا فرمائی (یعنی اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان مردود سے) پھر حضور ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا کہ اب تو اللہ کے نام اور برکت کے ساتھ اپنے گھر والوں کے پاس جا (صحیح ابن حبان)۔ **فائدہ:** یہ قصہ حضرت انس ؓ نے حضرت علی ؓ سے سنا ہے۔

باب منگیتر میں کس قسم کی عمدہ صفات کو دیکھا جائے

۳۰۷۱۔ جابر بن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے زمانے میں نکاح کیا پھر میں آپ ﷺ سے ملا تو

...عبُهَا؟قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ لِیْ اَخَوَاتٍ، فَخَشِيْتُ اَنْ تَدْخُلَ بَيْنِیْ وَ بَيْنَهُنَّ، قَالَ: فَذَاكَ ... اِنَّ الْمَرْاَةَ تُنْكَحُ عَلٰى دِيْنِهَا وَمَالِهَا وَجَمَالِهَا، فَعَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْنِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ۔ رواہ مسلم (۱:۴۷۴)۔

۳۰۷۲- عن عبدالرحمن بن سالم بن عتبة بن عويم بن ساعدة، عن ابيه عن جده (مرفوعا): عَلَيْكُمْ بِالْاَبْكَارِ، فَاِنَّهُنَّ اَعْذَبُ اَفْوَاهًا، وَاَنْتَقُ اَرْحَامًا۔ رواه ابن ماجة، و روى

...ﷺ نے فرمایا اے جابرؓ کیا تو نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے ... بیوہ سے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے کنواری سے شادی کیوں نہ کی کہ تو اس کے ساتھ کھیلتا۔ میں نے عرض کیا جناب! میری ... بہنیں ہیں (اور والدین فوت ہو چکے ہیں) لہٰذا مجھے خیال ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ کنواری لڑکی ان کی پرورش میں میرے لئے رکاوٹ بن جائے ... خود بھی ان لڑکیوں میں شامل ہو کر ان کی تربیت نہ کر سکے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ خیال ہے تو پھر درست ہے۔ مزید فرمایا کہ ... سے اس کے دین، اس کے مال اور اس کے حسن کے لئے نکاح کیا جاتا ہے۔ سو تو دین کو مقدم رکھ (اگر تو نے دینداری کو ترجیح نہ دی ... تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔ (مسلم)

فائدہ: اس معلوم ہوا کہ دیندار عورت تلاش کرنی چاہیے۔ چاہے حسن یا مال ہو یا نہ ہو۔

فائدہ: تلخیص حبیر میں حضرت عائشہؓ سے مروی حدیث تزوجوا النساء فانهن یاتینکم بالمال (کہ عورتوں سے نکاح ... وہ تمہارے پاس مال لائیں گی) سے مال کے سبب نکاح کی ترغیب دی جارہی ہے۔ جبکہ مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ... سے محض اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرنا پسندیدہ نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صفتِ دین عورت کی تمام صفات پر مقدم ہونی ... ہے۔ ہاں اگر دین و دنیا دونوں عورت میں جمع ہوں تو نہایت خوب ہے۔ الغرض دونوں احادیث میں کوئی منافات نہیں۔ لیکن سب سے بہتر ... یہ ہے کہ آپ ﷺ تلخیص حبیر میں مذکور حدیثِ عائشہ میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نکاح رزق میں بھی برکت کا سبب ہے۔ کیونکہ بعض ... مرد صرف اس لیے نکاح نہیں کرتا کہ عورت اور بچوں کو کہاں سے کھلاؤں گا تو آپ نے فرمادیا کہ نکاح کی وجہ سے رزق میں برکت ہوگی ... عورت بھی آئے گی اور ساتھ مال بھی آئے گا۔ اور اس دوسرے جواب کی تائید تلخیص حبیر میں ہی مذکور مرفوع اور صحیح حدیث سے بھی ... ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تین شخصوں کی مدد کرنا اللہ کے ذمہ ہے۔ ۱۔ مجاہد فی سبیل اللہ ۲۔ پاک دامنی اور عفت کے ارادے سے نکاح ... نے والا ۳۔ وہ مکاتب جو بدلِ کتابت ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ الغرض اللہ تعالیٰ نیک نیتی سے نکاح کرنے والے کی ہر طرح سے مدد ... تے ہیں اور اس مدد میں سے ایک رزق میں فراخی بھی ہے۔

۳۰۷۲۔ عتبہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کنواری لڑکیوں سے نکاح کیا کرو کیونکہ ان کے منہ شیریں ہوتے ہیں

الطبرانی من حدیث ابن مسعودؓ نحوہ، وزاد۔ "وَاَرْضٰی بِالْیَسِیْرِ" (فتح الباری ۱۰۵:۹) وھو حسن او صحیح علی اصلہ۔

۳۰۷۳- عن معقل بن یسارؓ، قال: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ: اِنِّیْ اَصَبْتُ اِمْرَأَۃً ذَاتَ حَسَبٍ وَّ جَمَالٍ، وَ اِنَّھَا لَا تَلِدُ، فَاَتَزَوَّجُھَا؟ قَالَ: لَا! ثُمَّ اَتَاہُ الثَّانِیَۃَ فَنَھَاہُ، ثُمَّ اَتَاہُ الثَّالِثَۃَ فَقَالَ: تَزَوَّجُوْا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ، فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمْ۔ رواہ ابوداؤد والنسائی واخرجہ ابن حبان و صححہ الحاکم (نیل الاوطار ۸:۶)

۳۰۷۴- عن ابن عمر رضی اللہ عنھما اَنَّ عُمَرَ تَزَوَّجَ اِمْرَأَۃً فَاَصَابَھَا سَمْطَاءُ ... حَصِیْرٌ فِیْ بَیْتٍ خَیْرٌ مِّنْ اِمْرَأَۃٍ لَا تَلِدُ۔ وَاللّٰہِ مَا اَقْرَبُکُنَّ لِشَھْوَۃٍ۔ وَلٰکِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ۔ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ رواہ الخطیب وسندہ جید، (کنز العمال ۲۸۵:۸)

۳۰۷۵- عن انسؓ مرفوعاً: تَزَوَّجُوْا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ، فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

اوران کے رحم جننے والے ہوتے ہیں۔ (ابن ماجہ) اور طبرانی نے ابن مسعودؓ کی حدیث سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ وہ تھوڑے پر راضی ہونے والی ہوتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کنواری لڑکی سے نکاح کرنا بہتر ہے۔

۳۰۷۳۔ معقل بن یسارؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایک عورت ملی ہے جو خاندانی بھی ہے اور خوبصورت بھی لیکن اس کے اولاد نہیں ہوتی تو کیا میں اس سے شادی کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ پھر وہ دوسری مرتبہ آیا آپ ﷺ نے پھر منع فرمایا۔ وہ شخص تیسری مرتبہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو شوہر سے محبت کرنے اور خوب بچے جننے والی ہو۔ کیونکہ میں تمہاری کثرت کی بنا پر ہی سابقہ امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا۔ (ابوداؤد، نسائی ، ابن حبان نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

۳۰۷۴۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت سے شادی کی تو اس عورت کو بانجھ پن کی بیماری لگ گئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ گھر میں ایک چٹائی کا ہونا بانجھ عورت سے بہتر ہے۔ اور قسم بخدا! ہم تم سے شہوت رانی کے لئے ہمبستری نہیں کرتے بلکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شوہر سے محبت کرنے والی اور خوب بچے جننے والی عورت سے شادی کرو کیونکہ قیامت کے دن میں تمہاری کثرت کی بنا پر دوسری امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا۔ اسے خطیب نے روایت کیا ہے اور اس کی سند عمدہ ہے۔ (کنز العمال)

۳۰۷۵۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ شوہر سے محبت کرنے والی اور خوب بچے جننے والی عورت سے

ـــحه ابن حبان، وهو صحیح، کذا فی "فتح الباری" (۶۹:۹)

بَابُ جَوَازِ الزِّفَافِ

۳۰۷۶- عن عائشة رضی اللہ عنہا: اَنَّها زَفَّتْ اِمْرَاَةً اِلٰی رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ يَا غَائِشَةُ (رضی اللہ عنہا) مَا كَانَ مَعَكُمْ لَهْوٌ؟ فَاِنَّ الْاَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ۔ رواہ البخاری (۷۷۵:۱)۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْوَلِيْمَةِ وَكَوْنِ وَقْتِهَا بَعْدَ الدُّخُوْلِ

۳۰۷۷- عن حمید: سمعت انسا رضی اللہ عنہ قال: لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ نَزَلَ المہاجِرُوْنَ عَلَى الْاَنْصَارِ، فَنَزَلَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ عَلٰى سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ، فَقَالَ: اُقَاسِمُكَ

ـــ کیونکہ میں قیامت کے دن تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا۔ (ابن حبان)۔ یہ حدیث صحیح ہے ـــی میں اسی طرح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بانجھ عورت سے نکاح کرنا پسندیدہ نہیں بلکہ بچے جننے والی اور شوہر سے محبت کرنے والی ـــت سے نکاح کیا جائے۔

باب دلہن کا بناؤ سنگھار کر کے دلہا کے پاس بھیجنا جائز ہے

۳۰۷۶۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک یتیم بچی کا نکاح کسی انصاری مرد سے کیا اور اس کا ـــتھ ـــر کے دلہا کی طرف بھیجا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس بجنے والا دف نہیں ہے کیونکہ انصار اسے پسند کرتے ـــ (بخاری)۔

فائدہ: اگر اس بناؤ سنگھار کر کے بھیجنے میں کوئی دینی فساد اور بگاڑ نہ ہو تو جائز ہے۔ اور مراد اس سے عورتوں کا اجتماع ـــ ـــن یاد رکھیں کہ عورتوں کا اجتماع کم ہی دینی فساد سے خالی ہوتا ہے، آپ دیکھتے ہونگے کہ ولیموں میں عورتیں نماز تک چھوڑ دیتی ہیں ـــوں سے پردہ نہیں کرتیں وغیرہ وغیرہ۔ البتہ اگر کسی قسم کے دینی فساد کا اندیشہ نہ ہو تو عورتوں کا اجتماع درست ہے۔

باب ولیمہ کرنا اور ہمبستری کے بعد (ولیمہ) کرنا مستحب ہے

۳۰۷۷۔ حمید کہتے ہیں کہ میں نے انسؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب مہاجرین مدینہ آئے تو انصارؓ کے گھروں میں ـــ ـــ عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ربیع کے گھر ٹھہرے۔ سعد نے فرمایا اے بھائی عبدالرحمٰن! میں تمہیں اپنا آدھا مال دیتا ہوں اور اپنی

مَالِیْ وَاَنْزِلُ لَکَ عَنْ اِحْدیٰ اِمْرَاَتِیْ، قَالَ: بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْ اَھْلِکَ وَمَالِکَ۔ فَخَرَجَ اِلَی السُّوْقِ فَبَاعَ وَاشْتَریٰ، فَاَصَابَ شَیْئًا مِنْ اَقِطٍ وَسَمْنٍ، فَتَزَوَّجَ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ۔ رواہ البخاری (۲:۷۷۷)۔

۳۰۷۸- عن بریدۃ ؓ قال: لَمَّا خَطَبَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ فَاطِمَۃَ رضی اللہ عنہا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّہٗ لَا بُدَّ لِلْعُرُوْسِ مِنْ وَلِیْمَۃٍ۔ رواہ احمد و سندہ لا باس بہ ۔ (فتح الباری ۹:۱۹۸)۔

۳۰۷۹- عن ابی ھریرۃ ؓ رفعہ: اَلْوَلِیْمَۃُ حَقٌّ وَ سُنَّۃٌ۔ فَمَنْ دُعِیَ فَلَمْ یُجِبْ فَقَدْ عَصیٰ، الحدیث۔ رواہ ابو الشیخ والطبرانی فی "الاوسط"(فتح الباری ۹:۱۹۸)۔ وسندہ صحیح او حسن علی قاعدۃ الحافظ فی الفتح۔

۳۰۸۰- عن ثابت قال: ذُکِرَ تَزْوِیْجُ زَیْنَبَ اِبْنَۃِ جَحْشٍ عِنْدَ اَنَسٍ، فَقَالَ: "مَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ اَوْلَمَ عَلیٰ اَحَدٍ مِنْ نِسَائِہٖ مَا اَوْلَمَ عَلَیْھَا، اَوْلَمَ بِشَاۃٍ۔ رواہ البخاری (۲:۷۷۷)۔

ایک بیوی کو طلاق دے کر آپؓ سے شادی کر دیتا ہوں۔ عبدالرحمٰنؓ بولے کہ آپؓ کا مال اور بیویاں اللہ آپ کو مبارک کرے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن نے بازار جا کر خرید و فروخت شروع کر دی اور کچھ پنیر اور کچھ گھی حاصل کیا پھر شادی کی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔ (بخاری)۔

فائدہ: یہ امر استحباب پر محمول ہے لیکن استحباب تاکیدی ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔

۳۰۷۸۔ بریدہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ نے فاطمہؓ کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ دولہا کے لئے ولیمہ کرنا ضروری ہے۔ (مسند احمد) اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

۳۰۷۹۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ولیمہ کرنا ضروری اور سنت ہے اور جس شخص کو ولیمہ کے کھانے کی دعوت دی گئی اور اس نے قبول نہ کی تو اس نے (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی) نافرمانی کی۔ (طبرانی فی الاوسط) اس کی سند حافظ کے قاعدہ پر حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ واجب نہیں ہے۔

۳۰۸۰۔ ثابتؓ نے انسؓ کے پاس زینب بنت جحشؓ (ام المؤمنین) کی شادی کا ذکر کیا تو انسؓ نے فرمایا کہ جس قدر زینب بنت جحشؓ کے ولیمہ میں حضور ﷺ نے خرچ کیا اتنا میں نے کسی اور بیوی کے ولیمے میں خرچ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے ایک بکری کا ولیمہ کیا تھا۔ (بخاری)

۳۰۸۱- عن صفية بنت شيبة قالت: اَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهِ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيْرٍ-رواه البخاری (۱:۷۷۷)۔

۳۰۸۲- عن انس بن مالك ﷛: اَنَّهٗ كَانَ اِبْنَ عَشْرِ سِنِيْنَ مَقْدَمَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ، فَكُنَّ اُمَّهَاتِيْ يُوَاظِبْنَنِيْ عَلٰى خِدْمَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَخَدَمْتُهٗ عَشْرَ سِنِيْنَ- وَتُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وانا اِبْنُ عِشْرِيْنَ سَنَةً، فَكُنْتُ اَعْلَمُ النَّاسِ بِشَاْنِ الْحِجَابِ حِيْنَ اُنْزِلَ، وَكَانَ اَوَّلُ مَا اُنْزِلَ فِيْ مُبْتَنٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ اَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ بِهَا عَرُوْسًا، فَدَعَا الْقَوْمَ، فَاَصَابُوْا مِنَ الطَّعَامِ ثُمَّ خَرَجُوْا، وَبَقِيَ رَهْطٌ مِنْهُمْ۔ الحديث، رواه البخاری (۲:۷۷۶)۔

۳۰۸۱۔ حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی بعض بیویوں کا ولیمہ چار سیر جَو میں ہی کر دیا تھا۔ (بخاری)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ولیمہ میں زیادہ خرچ کرنا ضروری نہیں ہے۔

۳۰۸۲۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں دس سال کا تھا۔ میری والدہ مجھے حضور ﷺ کی خدمت کرنے کا ہمیشہ حکم دیتی رہتی تھیں۔ میں نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت کی اور جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو میں بیس سال کا تھا۔ پردے کے حکم کے بارے میں جو آیت نازل ہوئی میں اس سے سب سے زیادہ واقف تھا کہ یہ آیت کب نازل ہوئی۔ پردے کی آیت حضور ﷺ کے زینب بنت جحشؓ کے ساتھ زفاف والی رات نازل ہوئی۔ جب صبح کو زینب بنت جحشؓ حضور ﷺ کی دلہن بنیں تو آپ ﷺ نے اپنی قوم کو بلا کر کھانا کھلایا۔ کھانا کھانے کے بعد اکثر تو ان میں سے چلے گئے مگر ان میں سے کچھ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے رہے۔ تو اس واقعہ میں پردے کی آیت اور حکم نازل ہوا (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ شب زفاف کے بعد کرنا مستحب ہے۔ فائدہ: ابوہریرہؓ کی حدیث ہے کہ سب سے بُرا کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں مالداروں کو دعوت دی گئی ہو اور غرباء کو دعوت نہ دی گئی ہو۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔ فائدہ: نکاح کے وقت چھوہارے وغیرہ تقسیم کرنا بلکہ پھینکنا بھی احادیث سے ثابت ہے۔ بیہقی میں ہے حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک نکاح میں تشریف لائے پھر ایک تھال میں اخروٹ، کھجور وغیرہ لائے گئے اور اسے پھینکا گیا اور ہم نے اپنے ہاتھ (ناپسندیدگی کی وجہ سے) پیچھے کر لیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کیوں نہیں لیتے ہو۔ پس جو تمہارے پاس آئے اسے اچک لو۔ یہ حدیث ضعیف اور منقطع ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت حسن بصری اور شعبی اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

بَابُ جَوَازِ الْوَلِيْمَةِ اِلٰى اَيَّامٍ اِنْ لَمْ يَكُنْ فَخْراً

۳۰۸۳- عن انس رضی الله عنه قال: تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ صَفِيَّةَ، وَجَعَلَ عِتْقَهَا صُدَاقَهَا، وَجَعَلَ الْوَلِيْمَةَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ۔ اخرجه ابويعلی بسند حسن، (فتح الباری (۹: ۲۱۰)۔

۳۰۸۴- عن حفصة بنت سيرين قالت: لَمَّا تَزَوَّجَ اَبِيْ دَعَا الصَّحَابَةَ سَبْعَةَ اَيَّامٍ، فلما كَانَ يَوْمُ الْاَنْصَارِ دَعَا اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَزَيْدَبْنَ ثَابِتٍ وَغَيْرَهُمَا، فَكَانَ اُبَيٌّ صَائِمًا، فَلَمَّا طَعِمُوْا دَعَا اُبَيٌّ وَاَثْنٰى۔ واخرجه البيهقی من وجه آخر اتم سياقا منه، و اخرجه عبد الرزاق من وجه آخر الی حفصة، و قال فيه: "ثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ" (فتح الباری ۹: ۲۱۰)۔

۳۰۸۵- حدثنا محمد بن المثنی قال: ناعفان بن مسلم، قال: حدثنا همام، قال: نا قتادة عن الحسن عن عبدالله بن عثمان الثقفی، عن رجل اعور من ثقيف۔ كان يقال له معروفا ای يثنی عليه خيرًا ان لم يكن اسمه۔ زهير بن عثمان فلا ادری ما اسمه (هذا قول قتادة كما فی "فتح الباری")، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: اَلْوَلِيْمَةُ اَوَّلُ يَوْمٍ حَقٌّ، وَالثَّانِيْ مَعْرُوْفٌ وَالْيَوْمُ الثَّالِثُ

باب ولیمہ کئی دن تک کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں فخر نہ کرے

۳۰۸۳۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت صفیہؓ سے نکاح کیا، ان کی آزادی کو ان کا مہر مقرر فرمایا اور تین دن تک مسلسل ولیمہ کرتے رہے۔ اسے ابویعلی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۳۰۸۴۔ حفصہ بنت سیرین فرماتی ہیں کہ میرے والد نے جب شادی کی تو سات دن تک صحابہ کرامؓ کو دعوت دیتے رہے (یعنی سات دن تک ولیمہ ہوتا رہا) اور جس دن انصار کی دعوت تھی اس دن (میرے والد نے) ابی بن کعب اور زید بن ثابت وغیرہ کو دعوت دی۔ لیکن ابیؓ روزے سے تھے اس لیے جب لوگوں نے کھانا کھالیا تو ابی نے دعاء کی اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور بیہقی نے دوسرے طریق سے روایت کیا ہے جو اس طریق سے زیادہ اتم اور مکمل ہے۔ اور عبدالرزاق نے بھی دوسرے طریق سے روایت کیا ہے جس میں آٹھ دن تک ولیمہ کرتے رہنے کا ذکر ہے۔ (فتح الباری)

۳۰۸۵۔ عبداللہ بن عثمان ثقفی قبیلہ ثقیف کے ایک کانے آدمی، جسے لوگ اچھا سمجھتے تھے، سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (نکاح کے بعد) پہلے دن ولیمہ کرنا (لوگوں کا) حق ہے اور دوسرے دن ولیمہ کرنا بھی نیکی ہے اور تیسرے دن کا ریا کاری اور شہرت کے لئے ہے۔ (ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے۔

ـعَةً وَرِيَاءً- رواه ابوداود و سكت عنه(۲:۱۷۰)-

بَابٌ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِشُهُوْدٍ

۳۰۸۶- عن سعيد بن يحيى بن سعيد الاموى ثنا حفص بن غياث ، عن ابن جريج، ـن سليمان بن موسى، عن الزهرى، عن عروة، عن عائشةرضى الله عنها، قالت: قَالَ ـسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ وَ شَاهِدَىْ عَدْلٍ، وَمَا كَانَ مِنْ نِكَاحٍ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ فَهُوَ ـطِلٌ، فَاِنْ تَشَاجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهٗ- اخرجه ابن حبان فى صحيحه فى النوع ـثمن والتسعين من القسم الاول، ثم قال: لم يقل فيه "و شاهدى عدل" الا ثلاثة انفس، سعيد ـ يحيى الاموى عن حفص بن غياث ، و عبدالله بن عبدالوهاب الحجبى عن خالد بن الحارث، ـ عبدالرحمن بن يونس الرقى عن عيسى بن يونس، ولا يصح فى ذكر الشاهدين غير هذا ـخبر(زيلعى ۲:۲)-

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کئی روز تک ولیمہ کرتے رہنا جائز ہے لیکن اس میں کسی قسم کا ریاءاور فخر نہیں ہونا چاہیے۔

باب گواہوں کے بغیر نکاح صحیح نہیں

۳۰۸۶۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح درست ـہیں۔ اور جو نکاح ان شرطوں کے بغیر ہو وہ نکاح باطل ہے اور اگر ولی باہم اختلاف کریں تو بادشاہ اس عورت کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ـو۔ (صحیح ابن حبان)

فائدہ: ولی کی موجودگی میں بادشاہ کی ولایت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں اگر ولیوں کا کسی بات پر اتفاق نہ ہو رہا ہو تو ـشاہ ولی بن کر مناسب اور مفید فیصلہ کرے۔ فائدہ: ہمارے ہاں گواہوں کا عادل ہونا مناسب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض احادیث میں ـدالت کا ذکر ہے اور بعض میں عدالت کا ذکر نہیں اس لیے المطلق يجرى على اطلاقه و المقيد على تقييده کے اصول کے تحت ـم دونوں احادیث پر عمل کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ غیر عادلوں کی موجودگی میں بھی نکاح درست ہو جاتا ہے۔ البتہ عادل ہونا دیگر ـدیث کی بنا پر مستحب اور احسن ہے۔

۳۰۸۷۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو عورتیں گواہوں کے بغیر نکاح کرتی ہیں وہ زانیہ ہیں۔ یہ حدیث ـرفوعا اور موقوفا ہر دو طرح صحیح ہے۔

۳۰۸۷- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أنّ النّبیّ ﷺ قَالَ: اَلْبَغَایَا اللَّاتِی یَنْکِحْنَ اَنْفُسَهُنَّ بِغَیْرِ بَیِّنَةٍ۔ رواہ الترمذی، و ذکر انہ لم یرفعہ غیر عبد الاعلی، وانہ قد وقفہ مرة۔ ان الوقف اصح، و ھذا لا یقدح، لان عبدالاعلی ثقة، فیقبل رفعہ، و قد یرفع الراوی الحدیث و قد یقفہ، کذا فی "المنتقی مع النیل" (۶:۳۴)۔ قلت: فالحدیث صحیح مرفوعاً و موقوفاً۔

۳۰۸۸- وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قولہ :لَا نِکَاحَ اِلَّا بِبَیِّنَةٍ، رواہ الترمذی (۱:۱۴۰)،وصححہ۔

۳۰۸۹- عن ابی موسی ﷺمرفوعا: لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ وَشَاهِدَیْنِ۔ رواہ الطبرانی فی "الکبیر"، کذا فی "الجامع الصغیر" (۲:۱۷۶)۔ ثم حسنہ بالرمز، و قال الهیثمی فی "مجمع الزوائد" (۴:۲۸۶):رواہ ابوداؤد و غیرہ خلا قولہ: "وشاھدین"۔ رواہ الطبرانی و فیہ ابو بلال الاشعری و ھو ضعیف، قلت: ذکرہ ابن حبان فی "الثقات"، ولینہ الحاکم، و قول القطان "لا یعرف البتة" وھم فی ذلک فانہ معروف، یروی عن قیس بن الربیع والکوفیین، و روی عنہ اھل العراق، مشہور بکنیتہ، واسمہ مرداس کذا فی "اللسان" (۶:۱۴ و۳۵۳)۔

۳۰۹۰- عن جابرﷺ قال : قال رسول اللہ ﷺ : "لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ وَشَاهِدَیْ عَدْلٍ"۔ رواہ الطبرانی فی "الاوسط" من طریق محمد بن عبدالملک عن ابی الزبیر۔ فان کان ھو الواسطی الکبیر فھو ثقة، والا فلم اعرفہ، و بقیة رجالہ ثقات (مجمع الزوائد ۴:۲۸۶)۔ وذکر البیہقی عن الشافعی انہ قال: ھو ثابت عن ابن عباس وغیرہ من الصحابة، ای قولہ: "لا

۳۰۸۸۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ گواہوں کے بغیر نکاح صحیح نہیں (ترمذی)۔امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

<u>فائدہ:</u> ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ گواہوں کا عادل ہونا ضروری نہیں

۳۰۸۹۔ ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ولی کی اجازت اور گواہوں کی موجودگی کے بغیر نکاح صحیح نہیں (طبرانی فی الکبیر)۔ جامع الصغیر نے بھی اشارۃً اسے حسن کہا ہے۔

۳۰۹۰۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ولی کی اجازت اور دو عادل گواہوں کی موجودگی کے بغیر نکاح صحیح نہیں (طبرانی فی الاوسط)۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات بہت سے صحابہؓ سے ثابت ہے کہ نکاح بغیر گواہوں کی موجودگی کے صحیح نہیں (جوہر نقی ا

جدخ اِلَّا بِشَاهِدَيْنِ" (الجوهر النقی ۲:۷۹)۔

۳۰۹۱- عن عبدالوهاب بن عطاء، عن سعید، عن قتادة، عن الحسن، عن سعیدبن المسیب، ان عمرؓ قال: لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ وَ شَاهِدَیْ عَدْلٍ۔ رواه البیهقی، و قال: هذا اسناد صحیح، وابن المسیب کان یقال له روایه عمر، (الجوهر النقی ۲:۸۰)۔

۳۰۹۲- اخبرنا مالك عن ابی الزبیر: "اَنَّ عُمَرَ اُتِيَ بِرَجُلٍ فِيْ نِكَاحٍ لَمْ یُشْهَدْ عَلَیْهِ اِلَّا رَجُلٌ وَامْرَاَةٌ۔ فَقَالَ عُمَرُ: هٰذَا نِكَاحُ السِّرِّ وَلَا نُجِیْزُهٗ، وَلَوْ كُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِیْهِ لَرَجَمْتُ۔ رواه محمد فی الموطا (۲٤۱)-وهو مرسل صحیح۔

۳۰۹۳- اخبرنا محمد بن ابان (القرشی) عن حماد عن ابراهیم: "اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

۳۰۹۱۔ سعید بن میسبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ولی کی اجازت اور دو عادل گواہوں کی موجودگی کے بغیر نکاح درست نہیں (بیہقی) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۰۹۲۔ ابوالزبیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس کے نکاح پر ایک مرد اور ایک عورت گواہ تھے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ خاموشی کا نکاح ہے۔ ہم اسے جائز قرار نہیں دیتے۔ اگر میں اس کی پہلے سے تشہیر کر چکا ہوتا کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے نکاح درست نہیں ہوتا اور پھر تو اس طرح نکاح کرتا تو میں تجھے ضرور سنگسار کرتا۔ (موطا محمد) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ دو گواہوں کے بغیر نکاح درست نہیں، البتہ گواہوں کا عادل ہونا ضروری نہیں جیسا کہ بعض روایات میں عدل کے بغیر مطلقاً دو گواہوں کا ذکر ہے۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔ فائدہ: اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ گواہی صحتِ نکاح کے لئے ضروری ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی کو قبول نہیں کیا اور ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو قبول کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عمرؓ، ابن عباسؓ، ام المؤمنین عائشہؓ، ابوموسیٰؓ، ابوسعیدؓ، جابرؓ اور ابن مسعودؓ سے صحیح مرفوع اور موقوف احادیث میں نکاح کے لئے گواہی کا شرط اور ضروری ہونا ثابت ہے۔ حتیٰ کہ فخر الاسلام کہتے ہیں کہ گواہی کی حدیث مشہور ہے اور کتاب اللہ کی تخصیص اس کے ساتھ کرنا جائز ہے۔ اس لیے یہ اعتراض کرنا غلط ہے کہ قرآن میں تو فانکحوا ماطاب لکم من النساء الآیۃ مطلق ہے۔ اس میں تو شہادت کو شرط قرار نہیں دیا گیا تو پھر شہادت کی شرط لگانا اور اس کو ضروری قرار دینا کتاب اللہ کے عموم کو خاص کرنا اور مطلق کو مقید کرنا ہے۔ تو ہم جواب میں یہی کہیں گے کہ یہ حدیثِ شہود (گواہی والی) مشہور ہے اور مشہور حدیث سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز ہے، بلکہ میں (مترجم) تو یہ کہتا ہوں کہ یہ مذکورہ بالا آیت فانکحوا ما طاب لکم الآیۃ آیت محرمات کے ساتھ پہلے سے مخصوص منہ البعض ہے۔ لہٰذا اگر یہ حدیث شہود خبر واحد بھی ہو تو بھی اس مخصوص منہ البعض کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ جائز ہے۔

۳۰۹۳۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نکاح اور فرقت (جدائی) میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو جائز قرار دیا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی امام ابوحنیفہؒ اور تمام احناف کا مسلک ہے (موطا محمد) یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

أَجَازَ شَهَادَةَ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ فِيْ النِّكَاحِ وَالْفُرْقَةِ"۔ قَالَ مُحَمَّدٌ: "وَبِهِ نَاخُذُ، وَهُوَ قَوْلُ أبِي حَنِيْفَةَ"(الموطا ص ٢٤١)۔ وهو مرسل حسن۔

٣٠٩٤- عن ابن عباسؓ قال: "أَدْنٰى مَايَكُوْنُ فِيْ النِّكَاحِ أَرْبَعَةٌ الَّذِيْ يُزَوِّجُ، وَالَّذِي يَتَزَوَّجُ، وَشَاهِدَانِ"۔ رواه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"، والبیهقی فی "الخلافیات" وصححه۔ (کذا فی "التلخیص الحبیر٢:٢٩٨)۔

٣٠٩٥- اخبرنا عباد بن العوام، اخبرنا الحجاج بن ارطاة عن عطاء بن ابی رباح عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه: "أَنَّهُ كَانَ يُجِيْزُ شَهَادَةَ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي النِّكَاحِ"۔ اخرجه محمد فی "الحجج" (٦: ٣٠)، وهو مرسل حسن۔

بَيَانُ الْمُحَرَّمَاتِ

بَابُ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ

٣٠٩٦- عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ اِبْنَةِ حَمْزَةَ: لَا تَحِلُّ لِي يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ، هِيَ بِنْتُ أَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ۔ رواه البخاری فی الشهادات من "صحیحه"(٢: ٣٦٠)۔

۳۰۹۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کم از کم نکاح میں چار آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔ا۔نکاح کرانے والا (یعنی ولی)۔۲۔ جس کا نکاح ہو رہا ہے (یعنی دلہا) اور دو گواہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی فی الخلافیات) بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے۔

۳۰۹۵۔ عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نکاح میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی کو درست قرار دیتے تھے (کتاب الحج)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی نکاح صحیح ہے۔

محرمات کا بیان

باب جو عورتیں نسب سے حرام ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتی ہیں۔

۳۰۹۶۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حمزہؓ کی بیٹی سے نکاح کرنا میرے لیے حلال نہیں کیونکہ جو عورتیں نسب کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتی ہیں، اور یہ میرے رضاعی بھائی (حمزہؓ) کی بیٹی ہے (بخاری)

فائدہ: یعنی حضور ﷺ اور حمزہؓ نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے لہٰذا یہ دونوں رضاعی بھائی ہوئے اور حمزہؓ کی بیٹی حضور ﷺ کی بھتیجی ہوئیں۔

۳۰۹۷- عن عائشة رضی اللہ عنہا فی حدیث طویل: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: نَعَمْ اِنَّ الرَّضَاعَۃَ یَحْرُمُ مِنْہَا مَا یَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَۃِ-رواہ البخاری فی الشہادات من صحیحہ (۳۶۱:۲)-

بَابٌ لَا یَجُوْزُ الْجَمْعُ بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ بِمِلْکِ الْیَمِیْنِ وَطْیاً

۳۰۹۸- نا ابن المبارک، عن موسی بن ایوب، عن عمہ ایاس بن عامر، عن علی رضی اللہ عنہ قال: "سَاَلْتُہٗ عَنْ رَجُلٍ لَہٗ اَمَتَانِ اُخْتَانِ وَطِیَ اِحْدَاھُمَا، ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یَطَاَ الْاُخْرٰی،قَالَ: لَا حَتّٰی یُخْرِجَھَا عَنْ مِلْکِہٖ، قُلْتُ: فَاِنْ زَوَّجَھَا عَبْدَہٗ؟ قَالَ: لَا حَتّٰی یُخْرِجَھَا عَنْ مِلْکِہٖ"- رواہ ابن ابی شیبۃ، زاد ابن عبدالبر فی "الاستذکار" من طریق ابی عبدالرحمن المقری عن موسی: "اَرَاَیْتَ اِنْ طَلَّقَھَا زَوْجُھَا اَوْ مَاتَ عَنْھَا اَلَیْسَ تَرْجِعُ اِلَیْکَ؟ لَاَنْ تُعْتِقَھَا اَسْلَمُ لَکَ، قَالَ: ثُمَّ اَخَذَ عَلِیٌّ بِیَدِی فَقَالَ: اِنَّہٗ یَحْرُمُ عَلَیْکَ مِمَّا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مَا یَحْرُمُ عَلَیْکَ مِنَ الْحَرَائِرِ اِلَّا الْعَدَدَ" (التلخیص الحبیر ۲۰۳:۲)-قلت: رجال ابن ابی شیبۃ کلہم محتج بہم-

---

۳۰۹۷- عائشہؓ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے شک رضاعت وہ تمام رشتے حرام کر دیتی ہے جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہیں-(بخاری)

باب ملک یمین کی وجہ سے دو بہنوں سے وطی کرنا جائز نہیں

۳۰۹۸- ایاس بن عامر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا جس کے پاس دو باندیاں ہوں اور وہ دونوں بہنیں ہوں-وہ (مرد) ان میں سے کسی ایک سے ہمبستری کرے اور پھر دوسری سے ہمبستری کا ارادہ کرے (تو کیا یہ جائز ہے؟)-حضرت علیؓ نے فرمایا جب تک کہ پہلی کو اپنی ملک سے نہ نکال دے (یعنی آزاد کردے) دوسری سے ہمبستری نہ کرے-(ایاس کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا اگر وہ پہلی کا نکاح اپنے غلام سے کردے (تو کیا اس صورت میں دوسری سے وطی کرسکتا ہے؟) آپؓ نے فرمایا نہیں-یہاں تک کہ اسے آزاد کردے-(مصنف ابن ابی شیبہ) ابن عبدالبر نے الاستذکار میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ دیکھا اگر وہ (غلام) شوہر اسے طلاق دے دے یا شوہر مر جائے تو کیا وہ باندی تیرے پاس نہیں لوٹ آئے گی؟ (یعنی لوٹ آئے گی-اس صورت میں پھر دونوں بہنیں ملک یمین کی وجہ سے وطی میں جمع ہو جائیں گی جو کہ ناجائز ہے) لہٰذا تیرے لیے سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ تو اسے آزاد کردے (اگر دوسری سے ہم بستری کرنی ہے) ایاس کہتے ہیں کہ پھر حضرت علیؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جو صورت آزاد عورتوں کی تجھ پر حرام ہے وہی صورت باندیوں کی بھی تجھ پر حرام ہے-البتہ تعداد میں دونوں کی صورت ایک نہیں-(تلخیص الحبیر) میں کہتا ہوں کہ ابن

۳۰۹۹- عن علی ﷺ: "اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْاُخْتَيْنِ الْمَمْلُوْكَتَيْنِ، فَقَالَ: اِذَا اَحَلَّتْ لَكَ اٰيَةٌ وَحَرَّمَتْ عَلَيْكَ اُخْرٰى، فَاِنَّ اَمْلَكَهُمَا اٰيَةُ الْحَرَامِ"، رواه ابن ابی شیبة (کنز العمال ۸:۲۹۲)۔

۳۱۰۰- عن ابن شهاب، عن قبیصة بن ذویب: "اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ عَنِ الْاُخْتَيْنِ مِنْ مِلْكِ الْيَمِيْنِ هَلْ يُجْمَعُ بَيْنَهُمَا؟ فَقَالَ عُثْمَانُ: اَحَلَّتْهُمَا اٰيَةٌ، وَحَرَّمَتْهُمَا اٰيَةٌ اُخْرٰى فَاَمَّا اَنَا فَلَا اُحِبُّ اَنْ اَصْنَعَ ذٰلِكَ، قَالَ: فَخَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ فَلَقِيَ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَاَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: لَوْ كَانَ لِيْ مِنَ الْاَمْرِ بِشَيْءٍ ثُمَّ وَجَدْتُ اَحَدًا فَعَلَ ذٰلِكَ لَجَعَلْتُهٗ نَكَالًا. قَالَ اِبْنُ شِهَابٍ: "اُرَاهُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ۔ رواه مالك فی "الموطا" (۱۹۵) -وفیه ایضا مالك انه بلغه عن الزبیر بن العوام مثل ذلك۔ ورواه عبدالرزاق عن معمر عن الزهری عن عبیدالله قال: "سأل رجل عثمان فذکره وصرح به علی (التلخیص الحبیر۲:۳۰۲)۔

ابی شیبہ کی حدیث کے تمام راوی حجت پکڑنے کے لائق ہیں۔

فائدہ: یعنی جس طرح نکاح میں دو بہنوں کو اکٹھا رکھنا ناجائز اور حرام ہے اسی طرح ملک یمین کی وجہ سے بھی دو بہنوں کو وطی میں جمع کرنا ناجائز ہے۔ لیکن چار سے زیادہ آزاد عورتیں آپ نکاح میں نہیں رکھ سکتے۔ لیکن باندیوں کی تعداد کی کوئی حد نہیں۔ جتنی مرضی آئے رکھ لیں۔

۳۰۹۹۔ حضرت علیؓ سے دو ایسی بہنوں کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی کی باندی ہوں تو آپؓ نے فرمایا کہ ایک آیت تیرے لیے اسے حلال کرتی ہے اور دوسری آیت تیرے لیے اسے حرام قرار دیتی ہے۔ لیکن حرام کرنے والی آیت پر عمل کرنے میں ہی احتیاط ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

فائدہ: حلت والی آیت سے مراد "ما ملکت ایمانکم" ہے اور حرمت والی آیت "ان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف" ہے۔ دوسرا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس چیز میں حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام غالب آ کر رہتا ہے۔ نیز اگر کسی مسئلہ میں محرم اور محلل دونوں قسم کی روایات ہوں تو محرم روایت کو لینا راجح ہے، اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۳۱۰۰۔ قبیصہ بن ذویب کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عثمانؓ بن عفان سے پوچھا کہ کیا دو بہنوں کو ملک یمین کی بنا سے اکٹھا رکھنا درست ہے؟ تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ ایک آیت اسے حلال کہتی ہے اور دوسری آیت اسے حرام کہتی ہے۔ لیکن اس طرح کرنا مجھے پسند نہیں۔ قبیصہ کہتے ہیں کہ پھر وہ آدمی وہاں سے چلا گیا اور ایک اور آدمی سے ملا اور ان سے بھی یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا

بَابُ مَنْ تَحْرُمُ مِنْ أَهْلِ قَرَابَةِ الْمَرْأَةِ

۳۱۰۱- عن ابی هريرة ﷺ قال: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا-رواه الجماعة، و فی رواية: نَهَى أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَ عَمَّتِهَا، وَبَيْنَ الْمَرْأَةِ وَ خَالَتِهَا- رواه الجماعة الا ابن ماجة والترمذی، والا احمد والبخاری والترمذی من حديث جابر مثل لفظ الاول- قال ابن عبدالبر: حديث ابی هريرة اكثر طرقه متواترة عنه، و زعم قوم انه تفرد به وليس كذلك(نيل الاوطار ۶:۵۸)-

بَابُ جَوَازِ الْجَمْعِ بَيْنَ إِمْرَأَةٍ وَبِنْتِ زَوْجٍ كَانَ لَهَا مِنْ قَبْلُ

۳۱۰۲- قال البخاری رحمه الله تعالى فی صحيحه: "وَجَمَعَ عَبْدُاللهِ بْنُ جَعْفَرٍ بَيْنَ

گا اگر میں حاکم ہوتا اور کسی کو ایسا کرتے دیکھتا تو اسے سخت سزا دیتا اور قابل عبرت بنا دیتا۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں وہ صحابی حضرت علیؓ تھے۔ (مؤطا مالک) اور مؤطا امام مالک میں ہی ہے کہ زبیر بن العوامؓ سے بھی اسی طرح کے سخت الفاظ مروی ہیں اور مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عثمانؓ سے یہ مسئلہ دریافت کیا الخ، اس میں اس کی تصریح ہے کہ وہ آدمی حضرت علیؓ ہی تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو گیا حضرت علیؓ ملک یمین میں دو بہنوں کو اکٹھا کرنے کو برا اور حرام سمجھتے تھے اس لیے اب اُس روایت سے استدلال کرنا غلط ہے، جس میں ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ "لا احرمہ ولا احلہ" کیونکہ پہلے آپ متردد تھے لیکن جب مسئلہ واضح ہونے پر آپ نے حرمت کے قول کو اختیار کیا۔

باب بیوی کی کونسی رشتہ دار عورتیں مرد پر حرام ہیں

۳۱۰۱۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس سے منع کیا کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ پر نکاح کیا جائے (اسے جماعت نے روایت کیا ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے خالہ اور بھانجی کو یا پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی)۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ کی مذکورہ حدیث کے اکثر طرق آپ ﷺ سے متواتر ہیں۔

فائدہ: اس پر علماء کا اجماع ہے۔ اور روافض یا خوارج کا واحل لکم ماوراء ذلکم سے اس بات پر استدلال کرنا کہ قرآن میں مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی ہر عورت سے نکاح کرنا حلال اور جائز ہے "غلط" ہے۔ کیونکہ یہ حدیث متواتر ہے اور متواتر حدیث کے ساتھ قرآن کی تخصیص کرنا جائز ہے۔

باب عورت اور اس کے پچھلے خاوند کی دوسری بیوی کی بیٹی کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے

۳۱۰۲۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ نے حضرت علیؓ (کے انتقال کے بعد) ان کی بیوی اور ان کی بیٹی کو نکاح میں جمع کیا (وہ بیٹی دوسری بیوی سے تھی) اور فتح الباری میں ہے کہ بغوی نے بھی جعدیات میں متصل سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ

اِبْنَةِ عَلِيّ رضی اللّٰه عنه وَامْرَأَةِ عَلِيّ ﷺ اھ"۔ وفی "فتح الباری" (۱۲۳:۹): وصله البغوی فی الجعدیات من طریق عبدالرحمن بن سهران انه قال: جَمَعَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ جَعْفَر بَيْنَ زَيْنَب بِنْتِ عَلِيّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاِمْرَأَةِ عَلِيّ ﷺ لَيْلٰى بِنْتِ مَسْعُوْدٍ"۔ واخرجه سعید بن منصور من وجه آخر فقال: لَيْلٰى بِنْتُ مَسْعُوْدٍ النَّهْشَلِيَّةُ وَاُمُّ كُلْثُوْم بِنْتُ عَلِيّ رضی اللّٰه عنه لِفَاطِمَة فَكَانَتَا اِمْرَأَتَيْهِ۔ وَ قَوْلُهٗ: "لِفَاطِمَةَ" اَیْ مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، وَلَا تَعَارُضَ بَيْنَ الرِّوَايَتَيْنِ فِيْ زَيْنَب وَاُمِّ كُلْثُوْم، لِاَنَّهٗ تَزَوَّجَهُمَا وَاحِدَةً بَعْدَ اُخْرٰى مَعَ بَقَاءِ لَيْلٰى فِيْ عِصْمَتِهٖ وَقَدْ وَقَعَ ذٰلِكَ مُبَيِّنًا عِنْدَابْنِ سَعْدٍ اھ"۔

۳۱۰۳- وفیه ایضا: "اخرج ابن ابی شیبة من طریق ایوب عن عکرمة بن خالد اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ صَفْوَانَ تَابِعِي، (تقریب۱۲۲) تَزَوَّجَ اِمْرَأَةَ رَجُلٍ مِنْ ثَقِيْفٍ وَابْنَتَهٗ اَیْ مِنْ غَيْرِهَا قَالَ اَيُّوْبُ: فَسُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ ابْنُ سِيْرِيْنَ فَلَمْ يَرَبِهٖ بَأْسًا وَقَالَ: نُبِّئْتُ اَنَّ رَجُلًا كَانَ بِمِصْرَ اِسْمُهٗ جَبَلَةٌ، جَمَعَ بَيْنَ اِمْرَأَةِ رَجُلٍ وَبِنْتِهٖ مِنْ غَيْرِهَا۔ وَاَخرج الدار قطنی من طریق ایوب ایضا عن ابن سیرین: اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ مِصْرَ كَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ يُقَالُ لَهٗ جَبَلَةٌ فَذَكره اھ"۔

عبداللہ بن جعفر نے حضرت علیؓ کی بیوی اوران کی بیٹی زینب کو اپنے نکاح میں جمع کیا (جبکہ وہ بیٹی دوسری بیوی سے تھی) اور سعید بن منصور کی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن جعفر نے حضرت علیؓ کی بیوی لیلٰی نھشلیہ بنت مسعود اور حضرت علیؓ کی بیٹی ام کلثوم کو جو فاطمہؓ سے تھی، اپنے نکاح میں جمع کیا۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ عبداللہ بن جعفر نے یکے بعد دیگرے حضرت علیؓ کی دو بیٹیوں سے نکاح کیا جبکہ لیلٰی (حضرت علیؓ کی بیوی) آپؓ کے نکاح میں باقی رہیں۔

۳۱۰۳۔ عکرمہ بن خالد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن صفوان تابعی نے قبیلہ ثقیف کے ایک آدمی کی بیوی اور اس کی بیٹی کو اپنے نکاح میں جمع کیا جبکہ وہ بیٹی دوسری بیوی سے تھی۔ ایوب راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس بارے میں ابن سیرین سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ مجھے یہ خبر دی گئی کہ مصر میں جبلہ نامی مرد نے کسی مرد کی بیوی اور اس کی دوسری بیوی سے ہونے والی بیٹی کو اپنے نکاح میں جمع کیا (مصنف ابن ابی شیبہ) اور دار قطنی کی ایک روایت میں ہے کہ مصر کا یہ آدمی صحبت یافتہ (یعنی صحابی تھا) تھا جسے جبلہ کہا جاتا تھا۔

فائدہ: آثار کی دلالت ترجمۃ الباب پر ظاہر ہے۔ مغنی میں موفق فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم عورت اور اس کی ربیبۃ کو نکاح میں جمع کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ عبداللہ بن جعفر اور صفوان بن امیۃ نے بھی ایسا کیا اور تقریباً سارے فقہاء کا ماسوا چند کے یہی قول ہے۔ اور اس پر قرآن کی آیت ﴿واحل لکم ماوراء ذلکم﴾ بھی دلالت کرتی ہے۔ نیز ان دونوں کے درمیان کوئی قرابت بھی نہیں پس یہ دو اجنبی عورتوں کی طرح ہیں۔

بَابُ مَنْ زَنٰى بِاِمْرَأَةٍ حَرُمَتْ عَلَيْهِ اُمُّهَا وَبِنْتُهَا

٣١٠٤- عن ام هانئ رضى الله عنها مرفوعا: "مَنْ نَظَرَ اِلٰى فَرْجِ اِمْرَأَةٍ لَمْ تَحِلَّ لَهُ اُمُّهَا وَلَا بِنْتُهَا" رواه ابن ابى شيبة و اسناده مجهول، قاله البيهقى (فتح البارى ٩:١٣٥)۔

٣١٠٥- عن الحسن البصرى، عن عمران بن حصين ﷺ، قَالَ فِيْمَنْ فَجَرَ بِاُمِّ اِمْرَأَتِهِ: "حَرُمَتَا عَلَيْهِ"۔ رواه عبدالرزاق، ولا باس باسناده (فتح البارى ٩:١٣٥)۔

٣١٠٦- عن عائشة رضى الله عنها اَنَّهَا قَالَتْ: "اِخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِيْ غُلَامٍ، فَقَالَ سَعْدٌ: هذا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِبْنُ اَخِيْ عُتْبَةَ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَهِدَ اِلَيَّ اَنَّهُ اِبْنُهُ، اُنْظُرْ اِلٰى شَبَهِهِ، وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: هٰذَا اَخِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِ اَبِيْ مِنْ وَلِيْدَتِهِ، فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى شَبَهِهِ فَرَاٰى شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ فَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ، اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ اَلْحَجَرُ، وَاحْتَجِبِيْ مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتَ زَمْعَةَ! قَالَتْ: فَلَمْ يَرَ سَوْدَةَ قَطُّ"، رواه

مرد جس عورت سے زنا کرے تو اس کی ماں اور اس کی بیٹی اس پر حرام ہو جاتی ہیں

۳۱۰۴۔ ام ہانیؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھا تو اس عورت کی ماں اور اس کی بیٹی اس کے لیے حلال نہیں (یعنی ان سے نکاح نہیں کر سکتا) (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ بیہقی نے اس کی سند کو مجہول کہا ہے (فتح)

فائدہ: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن مقصود پر صراحۃً دلالت کرتی ہے اور ہم نے اس کو تائیداً ذکر کیا ہے اس لیے کہ اگلی دو حدیثیں بھی مقصود پر دال ہیں۔

۳۱۰۵۔ عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے اپنی ساس کے ساتھ برائی کی تو دونوں (ماں بیٹی) اس پر حرام ہو جائیں گی۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کی سند لاباس بہ کے درجہ میں ہے (یعنی حجت پکڑنے کے قابل ہے)۔

۳۱۰۶۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ اور عبد بن زمعہؓ نے ایک بچے کے بارے میں جھگڑا کیا۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے اور انہوں نے مجھے کہا تھا کہ یہ میرا فرزند ہے۔ آپ ﷺ اس میں شباہت ملاحظہ فرمالیں۔ عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بھائی ہے اور میرے باپ کے فراش پر اس کی لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے دیکھا کہ وہ واضح طور پر عتبہ کے مشابہ ہے اور فرمایا کہ اے عبد! یہ تیرا ہے۔ لڑکا اس کا ہے جس کے فراش پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے محرومی ہی محرومی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے سودہ بنت زمعہ سے فرمایا، اے سودہ! اس سے پردہ کر۔ اس

مسلم فی "صحیحه"(۲: ۴۷۰ و ۴۷۱)۔

لا یجوز ان ینکح اخت مطلقته حتی تنقضی عدتها
و کذا لا یجوز ان ینکح خامسة قبل انقضاء عدة واحدة من الاربع

۳۱۰۷- اخبرنااسماعیل بن عیاش قال: حدثنی سعید بن یوسف، عن یحیی بن ابی کثیر قال: قَضٰی عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ ﷺ فِیْ الرَّجُلِ یَکُوْنُ تَحْتَهٗ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ فَطَلَّقَ اِحْدَاهُنَّ قَالَ: لَا تُنْکَحُ اِمْرَاَةٌ حَتّٰی یَخْلُوَ اَجَلُ الَّتِیْ طَلَّقَ۔ رواہ الامام محمد بن الحسن فی کتاب الحجج (ص ۳۳۵) ورجاله محتج بهم۔

کے بعد اس نے سودہؓ کو کبھی نہیں دیکھا (مسلم)

فائدہ: فراش سے مراد وہ عورت ہے جس سے وطی کی جائے خواہ وطی نکاح سے ہو یا ملک یمین سے۔ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ نیز اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ شہوت سے چھونا بیوی کی ماں اور اس کی بیٹی کو حرام کرنے میں بمنزلہ وطی کے ہے اور مقدمات زنا کے موجب تحریم ہونے پر اجلہ تابعین کا اتفاق ہے اور یہ عمران بن حصینؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ وغیرہ کا قول ہے (یہاں پر بھی احناف نے آثار صحابہؓ کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا) اور آخری حدیث کا یہی مقتضا ہے کہ فراش کی وجہ سے آپ ﷺ نے لڑکا تو زمعہ کو دے دیا لیکن پھر سودہ کو جو کہ زمعہ کی ہی بیٹی تھی اس لڑکے سے پردہ کرنے کو بھی کہا جو اس بات کی صراحۃً دلیل ہے کہ زنا سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ام ہانی کا مرسل اثر اس پر واضح دلیل ہے لہٰذا احناف کا مسلک روایۃً ودرایۃً مضبوط وراجح ہے۔ باقی ابن عباسؓ سے جو عدم حرمت کا قول مروی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عباسؓ سے حرمت کا قول بھی مروی ہے لہٰذا "اذا تعارضا تساقطا" کے تحت ان کا قول حجت نہ رہے گا۔ نیز حرمت حدیثِ مرفوع سے ثابت ہے تو لہٰذا ابن عباسؓ کا قول اس کے معارض نہیں بن سکتا۔ اور پھر تطبیق ممکن نہ ہونے کی صورت میں محرم کو مبیح پر ترجیح دی جاتی ہے لہٰذا حرمت ہی راجح ہے۔

باب آدمی اپنی مطلقہ عورت کی عدت گذرنے سے قبل اس کی بہن سے اور چار میں سے ایک مطلقہ عورت کی عدت گذرنے سے قبل پانچویں سے نکاح نہیں کرسکتا

۳۱۰۷۔ یحیٰی بن ابی کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فیصلہ فرمایا کہ جس آدمی کے پاس چار بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو طلاق دیدے تو وہ اس وقت تک کسی اور عورت سے نکاح نہیں کرسکتا جب تک کہ اس مطلقہ عورت کی عدت نہ گذر جائے۔ (کتاب الحجج) اس کے تمام راوی حجت پکڑنے کے قابل ہیں۔

۳۱۰۸- اخبرنا عباد بن العوام قال: "اخبرنا سعید بن ابی عروبة، حدثنا قتادة عن ابن عباسؓ انه قال: "لَایَتَزَوَّجُ خَامِسَةً حَتّٰی تَنْقَضِیَ عِدَّةُالَّتِیْ طَلَّقَ حَامِلاً کَانَتْ أوْغَیْرَ حَامِلٍ، وَکَذٰلِكَ فِیْ الْاُخْتَیْنِ" رواه الامام محمد بن الحسن فی کتاب الحجج(ص ۳۳۵)۔

۳۱۰۹- اخبرنا محمد بن عمروقال: اخبرنا اسماعیل بن اسحاق بن حازم، عن ابی الزناد عن سلیمان بن یسار: اَنَّ خَالِدَ بْنَ عُقْبَةَ کُنَّ تَحْتَهٗ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ، فَطَلَّقَ وَاحِدَةً ثَلَاثًا، فَزَوَّجَ الخَامِسَةَ قَبْلَ اَنْ تَنْقَضِیَ الْعِدَّةُ، فَفَرَّقَ بَیْنَهُمَا مَرْوَانُ بْنُ الْحَکَمِ۔ وَاَصْحَابُ النَّبِیِّ ﷺ یَوْمَئِذٍ مُتَوَافِرُوْنَ"۔(رواہ محمد فی الحجج ۳۳٤ و ۳۳۵)۔

بَابُ جَوَازِ نِکَاحِ الْمُسْلِمِ نِسَاءَ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا الْمَجُوْسِیَاتِ

۳۱۱۰- عن شقیق قال: "تَزَوَّجَ حُذَیْفَةُ اِمْرَاَةً یَهُوْدِیَّةً، فَکَتَبَ اِلَیْهِ عُمَرُ: خَلِّ سَبِیْلَهَا، فَکَتَبَ اِلَیْهِ اِنْ کَانَتْ حَرَامًا فَعَلْتُ، فَکَتَبَ عُمَرُ: اِنِّی لَا اَزْعَمُ اَنَّهَا حَرَامٌ، لٰکِنْ

۳۱۰۸۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی پانچویں عورت سے نکاح نہ کرے یہاں تک کہ مطلقہ (چوتھی عورت) کی عدت گذر جائے۔خواہ وہ مطلقہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو۔اور یہی حکم دو بہنوں کے بارے میں ہے (یعنی اگر ایک عورت کو طلاق دے تو اس کی بہن سے نکاح نہ کرے یہاں تک کہ پہلی بہن کی عدت گذر جائے)۔(کتاب الحجج)

۳۱۰۹۔ سلیمان بن یسار فرماتے ہیں کہ خالد بن عقبہؓ کے پاس چار عورتیں تھیں۔اس نے ان میں سے ایک عورت کو طلاق دیدی۔ پھر اس نے اس مطلقہ عورت کی عدت ختم ہونے سے قبل ہی پانچویں عورت سے نکاح کرلیا تو مروان بن الحکم نے ان میں جدائی کردی اور صحابہ کرامؓ اس وقت کثیر تعداد میں موجود تھے۔(کتاب الحجج)۔

فائدہ: احادیث کی دلالت باب کے دونوں اجزاء پر واضح ہے۔عبیدۃ سلیمانی فرماتے ہیں کہ اس طرح صحابہؓ نے کسی چیز پر اجماع نہیں کیا کہ جس طرح انہوں نے ظہر سے قبل چار رکعت کے سنت ہونے پر اور عورت کی عدت میں اس کی بہن سے نکاح کے جائز نہ ہونے پر اجماع کیا ہے۔نیز حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کا پانی ایک وقت میں دو بہنوں میں جمع نہ ہو۔

باب مسلمان، اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرسکتا ہے لیکن مجوسی عورتوں سے نہیں

۳۱۱۰۔ شقیق کہتے ہیں کہ حذیفہؓ نے ایک یہودی عورت سے نکاح کیا تو حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ اسے

أَخَافُ أَنْ تَكُوْنَ مُوْمِسَةً"(اى فاجرة كما فى "القاموس")، رواه ابن ابى شيبة بسند لا بأس به(التلخيص الحبير ۲:۳۰۳)۔

۳۱۱۱- عن عثمان ﷺ "أَنَّهُ نَكَحَ اِبْنَةَ الْفَرَافِصَةِ الْكَلْبِيَةِ وَهِيَ نَصْرَانِيَّةٌ عَلٰى نِسَائِهِ، ثُمَّ أَسْلَمَتْ عَلٰى يَدَيْهِ"۔ رواه البيهقى (التلخيص الحبير۲:۳۰۳)۔

۳۱۱۲- نا ابراهيم بن الحجاج، نا ابورجاء جار لحماد بن سلمة، نا الاعمش عن زيد بن وهب، قال: "كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَذَكَرَ مَنْ عِنْدَهُ الْمَجُوْسُ فَوَثَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، فَقَالَ: أَشْهَدُ بِاللّٰهِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، لَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: اِنَّمَا الْمَجُوْسُ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَاحْمِلُوْهُمْ عَلٰى مَا تَحْمِلُوْنَ عَلَيْهِ أَهْلَ الْكِتَابِ"۔رواه ابن ابى عاصم فى كتاب النكاح بسند حسن(التلخيص الحبير ۲:۳۰۲)

چھوڑ دے۔حذیفہؓ نے جواب میں لکھا کہ اگر تو یہ حرام ہے تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔اس پر حضرت عمرؓ نے لکھا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ حرام ہے،لیکن مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ زانیہ ہوگی۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کی سند لا باس بہ ہے(یعنی حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کتابیہ عورت سے نکاح کرنا جائز تو ہے لیکن پسندیدہ نہیں۔

۳۱۱۱۔ عثمانؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنی عورتوں پر فرافصہ کلبیہ کی بیٹی سے نکاح کیا اور وہ عیسائی تھی۔ پھر وہ آپؓ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئی(بیہقی)

۳۱۱۲۔ زید بن وہب فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایسے آدمی کا تذکرہ ہوا جس کے پاس مجوسی عورت ہے(یعنی اس کے نکاح میں ہے)تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اچھل کر فرمایا کہ قسم بخدا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔مجوسی،اہل کتاب میں سے ایک گروہ ہے۔تو ان سے بھی وہی معاملہ کرو جو تم اہل کتاب سے کرتے ہو،اسے ابن ابی عاصم نے کتاب النکاح میں سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔(تلخیص حبیر)

فائدہ: اس حدیث میں مجوس کو اہل کتاب سے تشبیہ جزیہ میں دی گئی ہے،نکاح کے مسئلہ میں نہیں۔یعنی ان سے بھی اہل کتاب کی طرح جزیہ لو۔جیسا کہ اگلی احادیث اس پر دال ہیں۔باقی محض جزیہ لینا ہی ان کے اہل کتاب ہونے کے لئے کافی نہیں کیونکہ زہری سے پوچھا گیا کہ کیا غیر اہل کتاب سے جزیہ لیا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا ہاں آنحضور ﷺ نے اہل بحرین سے،عمرؓ نے اہل سواد سے اور عثمانؓ نے بربر سے جزیہ لیا جبکہ یہ سب غیر اہل کتاب تھے،نیز حضرت عمرؓ کا یہ فرمان کہ مجھے معلوم نہیں کہ "میں مجوس کے ساتھ کیا معاملہ کروں" بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عمرؓ کے ہاں مجوس اہل کتاب نہ تھے اور نہ ہی کسی صحابی کے ہاں وہ اہل کتاب تھے ورنہ

٣١١٣- عن قيس(وهو ابن الربيع الزيلعي) بن مسلم عن الحسن(تابعي جليل) ابن محمد بن علي: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَتَبَ اِلٰى مَجُوْسِ هَجَرٍ يَعْرِضُ عَلَيْهِمُ الْاِسْلَامَ، فَمَنْ اَسْلَمَ قُبِلَ مِنْهُ وَمَنْ لَّمْ يُسْلِمْ ضُرِبَتْ عَلَيْهِ الْجِزْيَةُ غَيْرَنَاكِحِيْ نِسَائِهِمْ وَلَآ آكِلِيْ ذَبَائِحِهِمْ- رواه عبدالرزاق وابن ابي شيبة في مصنفيهما- وذكره ابن ابي شيبة في النكاح و عبدالرزاق في كتاب اهل الكتاب، ولفظه فيه: "وَلَا تُؤْكَلُ لَهُمْ ذَبِيْحَةٌ، وَلَا يُنْكَحُ فِيْهِمْ اِمْرَاَةٌ(زيلعي ٤:٢)، قلت: سنده مرسل و قيس مختلف فيه وهوحسن الحديث على الاصل الذي ذكرناه غير مرة-

٣١١٤- اخبرنا محمد بن عمر وهوالواقدي، حدثني عبدالحكم بن عبدالله بن ابي فروة عن عبدالله بن عمرو بن سعيد بن العاص: "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ اِلٰى مَجُوْسِ هَجَرٍ، يَعْرِضُ عَلَيْهِمُ الْاِسْلَامَ فَاِنْ اَبَوْا اَعْرِضْ عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ- بِاَنْ لَا يُنْكَحَ نِسَائُهُمْ، وَلَاتُؤْكَلَ ذَبَائِحُهُمْ"- و فيه قصة رواه ابن سعد في "الطبقات"(زيلعي ٤:٢) قال: "وفي الواقدي،

ان پر جزیہ لاگو کرنے میں تردد کا کیا معنی۔ تو لہٰذا حضور ﷺ کا فرمان "سنوا بهم سنة اهل الكتاب" صحابہ کے ہاں اس کا مطلب یہ قطعاً نہ تھا کہ وہ اہل کتاب ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ جزیہ صرف اہل کتاب کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ تمام کفار کو شامل ہے، مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ عطاء سے پوچھا گیا کہ کیا مجوس اہل کتاب ہیں؟ تو آپ نے فرمایا نہیں۔ ابوبکر جصاص احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ اکثر فقہاء اور اکابر یہی کہتے ہیں کہ مجوس اہل کتاب نہیں۔ لیکن کچھ لوگ جن کی حیثیت شاذ کی ہے کہتے ہیں کہ وہ اہل کتاب ہیں۔ اور ان کے اہل کتاب نہ ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿ان تقولوا انما انزل الكتاب على طائفتين من قبلنا﴾ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب دو گروہ ہیں یہود و نصاریٰ۔ اور اگر مجوس بھی اہل کتاب ہوتے تو اہل کتاب کے دو کی بجائے تین گروہ ہوتے۔

٣١١٣۔ حسن بن محمد بن علی (تابعی جلیل) سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ہجر کے مجوس کی طرف ان کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے یہ لکھا کہ جو شخص مسلمان ہو جائے گا اس کا اسلام قبول ہوگا اور جو شخص مسلمان نہیں ہوگا اس سے جزیہ وصول کیا جائے گا۔ لیکن ان کی عورتوں سے نکاح نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کے ذبیحے کھائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ مصنف عبدالرزاق)۔ اور مصنف عبدالرزاق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے اور ان کی کسی عورت سے نکاح نہ کیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سند مرسل ہے اور قیس مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا وہ حسن الحدیث ہے۔

٣١١٤۔ عمرو بن سعید بن العاص فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہجر کے مجوس کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے یہ لکھا کہ اگر انہوں نے اسلام لانے سے انکار کر دیا تو میں ان پر جزیہ لاگو کر دوں گا، لیکن ان کی عورتوں سے نکاح نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے ذبیحوں کو کھایا جائے گا۔ (طبقات ابن سعد)

فائدہ: ان احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح درست ہے لیکن مجوسیوں سے نکاح جائز

کلام"۔ قلت: ولکن الراجح توثیقه، کما قدمناه سرارا۔

۳۱۱۵- عن ابی میسرة(هو عمرو بن شرحبیل تابعی جلیل) هو الهمدانی قال: "اِ۔۔ أَهْلِ الْكِتَابِ بِمَنْزِلَةِ حَرَائِرِهِمْ"۔ رواه ابن ابی شیبة بسند صحیح (الجوهر النقی ۸۷:۲)

بَابُ جَوَازِ النِّكَاحِ فِي حَالَةِ الْإِحْرَامِ

۳۱۱۶- عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: "تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عنها و هو مُحْرِمٌ"۔ رواه الائمة الستة فی کتبهم۔ وزاد البخاری:"وَبَنٰى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ ، وَمَاتَتْ بِسَرِفَ"(زیلعی ۴:۲)

۳۱۱۷- حدثنا محمد بن خزیمة قال: حدثنا معلی بن اسد قال: حدثنا ابو عوانة عن مغیرة عن ابی الضحی عن مسروق عن عائشة، قالت: "تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْضَ نِسَآئِهٖ وَهُوَ مُحْرِمٌ"۔ رواه الطحاوی(۴۴۲:۱)۔ورجاله ثقات، و فی "فتح الباری" (۱۴۳:۹): صححه ابن حبان۔

نہیں۔ **فائدہ:** قرآن پاک کی آیت ﴿ان تقولوا انما انزل الکتاب علی طائفتین من قبلنا﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب صرف دو گروہ ہیں یعنی یہود ونصاریٰ اور اسی طرح قرآن کی آیت ﴿یا اهل الکتاب لستم علی شئ حتی تقیموا التورٰة والانجیل﴾ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب وہ ہیں جو اہل تورات اور اہل انجیل ہیں یعنی یہود ونصاریٰ، ان کے علاوہ اور کوئی اہل کتاب نہیں۔

۳۱۱۵۔ ابو میسرہؒ (جو اجلہ تابعین میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کی باندیاں ان کی آزاد عورتوں کی طرح ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی جس طرح اہل کتاب کی آزاد عورتوں سے نکاح کرنا درست ہے اسی طرح اہل کتاب کی لونڈیاں رکھنا بھی جائز ہے۔

باب حالتِ احرام میں نکاح کرنا جائز ہے

۳۱۱۶۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے احرام کی حالت میں میمونہؓ سے نکاح کیا (صحاح ستہ)۔ اور بخاری میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے ہمبستری کی حلال ہونے کی حالت میں۔ اور حضرت میمونہؓ سرف مقام پر فوت ہوئیں۔ (بخاری)

۳۱۱۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے احرام کی حالت میں ایک عورت (میمونہؓ) سے نکاح کیا (طحاوی)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں اور فتح الباری میں ہے کہ ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

۳۱۱۸- ثنا سليمان بن شعيب الكيساني ثنا خالد بن عبدالرحمن الخراساني ثنا ...مىن ابو العلاء عن ابى صالح عن ابى هريرة﷛: "تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ"- رواه ...لطحاوى فى مشكل الحديث، (الجوهر النقى ۲:۹۵)- ورجاله ثقات-

۳۱۱۹- حدثنا روح بن الفرج قال: ثنا احمد بن صالح قال: ثنا ابن ابى فديك قال: حدثنى عبدالله بن محمد بن ابى بكر قال: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنْ نِكَاحِ الْمُحْرِمِ، فَقَالَ: ...ـ بَأْسَ بِهِ هَلْ هُوَ إِلَّا كَالْبَيْعِ- رواه الطحاوى(۲:٤٤٤) ورجاله رجال الصحيح الا الاول و قد ...ثقه الخطيب و قال فى فتح البارى (۹:۱٤۳)- اسناده قوى-

۳۱۲۰- حدثنا محمد بن خزيمة قال:" ثنا حجاج (وهوابن منهال) قال: ثنا جرير بن حازم عن سليمان الاعمش، عن ابراهيم، أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَتَزَوَّجَ ...محْرِمٌ"- رواه الطحاوى(۱:۱٤۳)- ورجاله ثقات-

---

۳۱۱۸- ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے احرام کی حالت میں نکاح فرمایا (طحاوی)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۱۱۹- عبداللہ بن محمد بن ابوبکرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ محرم کا نکاح کرنا کیسا ہے؟ تو آپؓ نے ...یا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ نکاح بھی بیع کی طرح ہے (طحاوی) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں، سوائے پہلے راوی کے کہ اس کو بھی خطیب نے ثقہ کہا ہے اور فتح الباری میں ہے کہ اس کی سند مضبوط ہے۔

فائدہ: یعنی جس طرح احرام کی حالت میں خرید و فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح نکاح کرنے میں بھی کوئی ...رج نہیں۔

۳۱۲۰- ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ محرم کے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (طحاوی) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حالتِ احرام میں نکاح کرنا جائز ہے۔ البتہ حالتِ احرام میں وطی کرنا ناجائز ہے ...جیسا کہ اس پر پہلی حدیث دال ہے۔ اور باقی مسلم کی وہ حدیث جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لا ينكح المحرم ولا ينكح کہ ...محرم نہ نکاح کرے اور نہ اس سے نکاح کیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ اس قول اور مذکورہ بالا احادیثِ متن میں مذکور فعل میں تطبیق دینے کے لئے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کا یہ قول لا ينكح الخ افضلیت پر اور عمل محض جواز پر محمول ہے اور جوہر نقی میں ہے کہ "لا ینکح" کے الفاظ وطی پر محمول ہیں یعنی ہم بستری نہ کی جائے احرام کی حالت میں۔ باقی خود عقد نکاح اس کا حدیث میں ذکر نہیں۔ مزید تفصیل کتاب الحج میں ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ عَدَمِ جَوَازِ النِّكَاحِ بِالْاَمَةِ عَلَى الْحُرَّةِ وَجَوَازِ عَكْسِهِ

۳۱۲۱- عن الحسن ﷺ: "نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ تُنْكَحَ الْاَمَةُ عَلَى الْحُرَّةِ"- رواه البيهقى فى "سننه"، وقال: "مرسل" كما فى الجوهر النقى (۸۶:۳)-وهو حجة عندنا

۳۱۲۲- عن جابر ﷺ: "لَا تُنْكَحُ الْاَمَةُ عَلَى الْحُرَّةِ وَتُنْكَحُ الْحُرَّةُ عَلَى الْاَمَةِ"- اخرجه عبدالرزاق باسناد صحيح (دارية ۲۱۸)

بَابُ لَا تُبَاحُ لِلْحُرِّ بِالتَّزَوُّجِ اِلَّا الْاَرْبَع مِنَ النِّسَاءِ

۳۱۲۳- حدثنا مسددنا هشيم- رحمه الله تعالى- ونا وهب بن بقية عن ابن ابى ليلى عن حميضة بن الشمردل عن الحارث بن قيس، قال مسدد بن عميرة: و قال وهب الاسدى: قال: "اَسْلَمْتُ وَعِنْدِىْ ثَمَانُ نِسْوَةٍ،وقَالَ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فقال: "اِخْتَرْ مِنْهُنَّ اَرْبَعًا"- وحدثنا به احمد بن ابراهيم: ناهشيم بهذا الحديث، فقال: قيس بن الحارث مكان الحارث بن القيس- قال احمد بن ابراهيم: هذا هو الصواب، يعنى قيس بن الحارث- رواه ابوداؤد (۳۱۱:۱)فى سننه و سكت عنه-

---

باب آزادعورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے باندی سے نکاح کرنا جائز نہیں،اس کے برعکس جائز ہے

(یعنی باندی کے نکاح میں ہوتے ہوئے آزادعورت سے نکاح کرنا جائز ہے)

۳۱۲۱۔ حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے آزادعورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے باندی سے نکاح کرنے سے منع فرمایا۔(بیہقی)امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ مرسل ہے(جوہرنقی)میں کہتا ہوں کہ مرسل ہمارے ہاں حجت ہے۔

۳۱۲۲۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ آزادعورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے باندی سے نکاح نہ کیا جائے اور باندی کے ہوتے ہوئے آزادعورت سے نکاح کیا جاسکتا ہے۔(مصنف عبدالرزاق)اس کی سند صحیح ہے۔

باب آزادمردایک وقت میں صرف چارعورتوں کونکاح میں رکھ سکتا ہے

۳۱۲۳۔ وھب اسدیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہواتو میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں اوراس کا میں نے حضورﷺ سے ذکر کیاتو آپﷺ نے فرمایا،ان میں سے چار کا انتخاب کرلے۔(ابوداؤد)ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے۔

۳۱۲۴- عن الزهری، عن ابیه: "أَنَّ غَيْلَانَ أَسْلَمَ وَتَحْتَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "اِخْتَرْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا، وَفَارِقْ سَائِرَهُنَّ"۔ رواه الامام الشافعي والترمذی وابن ماجة وابن حبان في "صحيحه"، والحاكم في "مستدركه"، وابوداود عن الزهری، و قال ابو حاتم: "زيادة و هي من الثقة مقبولة"۔ و صححه البيهقي و ابن القطان ايضا (كنزالعمال ۸: ۲۵۱)۔

۳۱۲۵- عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: "أَسْلَمَ غَيْلَانُ وَعِنْدَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَمْسِكْ أَرْبَعًا، وَفَارِقْ سَائِرَهُنَّ"۔ رواه ابن حبان في "صحيحه" (كنزالعمال ۸: ۳۹۱) وسنده صحيح على قاعدة العلامة الحافظ السيوطي۔

۳۱۲٦- اخبرنا ابو حنيفة قال: حدثنا قيس بن مسلم الجدلي (ثقة كما في التقريب ص ۲۱۰) عن الحسن (تابعی جليل) بن محمد بن علي بن ابي طالب في قول اللّٰه: "وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ" (النساء۔ ۲۴)۔ قال: كَانَ يَقُوْلُ: "فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبَاعَ" (النساء۔ ۲۳)۔ قَالَ: أُحِلَّ لَكُمْ أَرْبَعٌ، ﴿وَحُرِّمَتْ

۳۱۲۴۔ زہری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ غیلان جب مسلمان ہوئے تو اس کے نکاح میں دس عورتیں تھیں تو حضور ﷺ نے (اس سے) فرمایا کہ ان میں سے چار کا انتخاب کرلے اور باقی کو (طلاق دے کر) چھوڑ دے (ترمذی، ابن ماجہ، شافعی، مستدرک حاکم، صحیح ابن حبان)۔ بیہقی اور ابن القطان نے اس کی تصحیح کی ہے۔

۳۱۲۵۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ غیلان جب مسلمان ہوئے تو ان کے پاس دس عورتیں تھیں، حضور ﷺ نے (اس سے) فرمایا کہ چار رکھ لے اور باقیوں کو آزاد کردے۔ (صحیح ابن حبان) علامہ سیوطی کے قاعدہ پر اس کی سند صحیح ہے۔

۳۱۲٦۔ حسن بن محمد بن علیؓ اللہ کے اس فرمان **والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم** (تم پر محصنہ عورتیں بھی حرام ہیں البتہ باندیاں حلال ہیں) کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ قرآن میں ہے کہ **فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث ورباع** (تم جن عورتوں سے چاہو نکاح کرلو خواہ وہ دو یا تین یا چار ہوں) یعنی تمہارے لیے چار آزاد عورتیں حلال ہیں اور چار کے بعد آزاد عورتیں حرام ہیں البتہ مملوکہ (باندیوں) کی کوئی حد بندی نہیں (کتاب الآثار محمد)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آزاد مرد صرف چار عورتیں ہی بیک وقت نکاح میں رکھ سکتا ہے اور باقی آپ ﷺ کا چار سے زائد عورتوں کو نکاح میں رکھنا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ نیز فتح الباری کے مصنف نے چار سے زیادہ عورتیں حلال نہ ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ بہرحال اہل تشیع (قاتلھم اللہ) جواز کے قائل ہیں لیکن ان کا قول قابل اعتناء نہیں۔

عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾الى آخر الآيه، قال:"حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمُحْصَنَاتُ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ بَعْدَ الْأَرْبَعِ"۔ رواه الامام محمد فى "كتاب الآثار"(٦٠)۔

بَابٌ لَا يَجُوزُ أَنْ يَتَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَوْقَ امْرَأَتَيْنِ

۳۱۲۷- روى الشافعي عن عمر رضي الله عنه قال:يَنْكِحُ الْعَبْدُ اِمْرَأَتَيْنِ۔ ورواه عن علي و عبدالرحمن بن عوف، قال الشافعي: ولا يعرف لهم من الصحابة مخالف۔ واخرجه ابن ابي شيبة عن عطاء والشعبي والحسن وغيرهم(التلخيص الحبير ۲:۲۰۳)۔

۳۱۲۸- عن الحكم بن عتيبة: "أَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلَى أَنْ لَّا يَنْكِحَ الْعَبْدُ أَكْثَرَ من اِثْنَتَيْنِ"۔ رواه ابن ابي شيبة، والبيهقي من طريقه (التلخيص الحبير۲:۳۰۳)۔

بَابُ الرَّجُلِ يَكُوْنُ عِنْدَهُ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ فَيُطَلِّقُ وَاحِدَةً بَائِنَةً أَنَّهُ لَا يَتَزَوَّجُ أُخْرٰى حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّةُ الَّتِيْ طَلَّقَ

۳۱۲۹- اخبرنا محمد بن عمر قال: اخبرنا اسماعيل بن اسحاق بن حازم عن ابي الزناد۔

باب غلام دوعورتوں کو ہی بیک وقت نکاح میں رکھ سکتا ہے

۳۱۲۷۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ غلام (ایک وقت میں) دوعورتوں کو ہی نکاح میں رکھے۔ یہ مضمون حضرت علیؓ و عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے بھی مروی ہے۔ (شافعیؒ) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ میں سے کسی صحابیؓ نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی۔ گویا اس پر اجماع ہے کہ غلام صرف دو بیویاں رکھ سکتا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے بھی عطاء، شعبی اور حسن سے یہی مضمون روایت کیا ہے۔

۳۱۲۸۔ حکم بن عتیبہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہے کہ غلام (ایک وقت میں) دو سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں نہ رکھے (مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی)۔

فائدہ: لہٰذا نیل الاوطار میں حضرت ابوالدرداءؓ سے جو ضعیف قول غلام کے لئے چار عورتیں رکھنے کا مروی ہے وہ اس اجماع کے مقابل ہونے کی بنا پر مردود ہے۔

باب جس آدمی کے نکاح میں چار عورتیں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو طلاق بائن دیدے تو پانچویں سے اس وقت تک نکاح نہ کرے یہاں تک کہ چوتھی مطلقہ کی عدت گذر جائے

فائدہ: طلاق رجعی میں بطریق اولیٰ پانچویں سے نکاح کرنا عدت میں جائز نہیں۔

۳۱۲۹۔ سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ خالد بن عقبہ کے نکاح میں چار عورتیں تھیں۔ اس نے ان میں سے ایک کو تین طلاقیں دیدیں۔ اور اس کی عدت کے گذرنے سے قبل اس نے پانچویں سے نکاح کر لیا تو مروان بن حکم نے ان میں جدائی کردی اور صحابہ کرامؓ ۔

عن سليمان بن يسار: "أَنَّ خَالِدَ بْنَ عُقْبَةَ كُنَّ تَحْتَهُ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ، فَطَلَّقَ وَاحِدَةً ثَلَاثًا فَزَوَّجَ الخامِسَةَ قَبْلَ أَنْ تَنْقَضِيَ الْعِدَّةُ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ وَاَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَئِذٍ متوافِرُوْنَ"۔ رواه الامام محمد فى "كتاب الحجج"(٣٣٤و٣٣٥)۔ولم اعرف اسماعيل بن اسحاق، و بقيته ثقات، ورواه عبدالرزاق بسند صحيح، كما ذكرناه فى الحاشية۔

۳۱۳۰- اخبرنا اسماعيل بن عياش قال: حدثنى سعيد بن يوسف عن يحيى بن كثير (الصحيح عندى: يحيى بن ابى كثير، مؤلف) قال: "قَضَى عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ فِي رَجُلٍ يَكُوْنُ تَحْتَهُ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ فَيُطَلِّقُ إِحْدَاهُنَّ، قَالَ: لَا تُنْكَحُ اِمْرَأَةٌ حَتّٰى يَخْلُوَ أَجَلُ الَّتِيْ طلق"۔ رواه الامام محمد فى الحجج(٣٣٥) و سنده منقطع محتج به۔

۳۱۳۱- اخبرنا عباد بن العوام قال: اخبرنا سعيد بن ابى عروبة عن قتادة عن حسن فِيْ الرَّجُلِ يَكُوْنُ تَحْتَهُ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ فَيُطَلِّقُ إِحْدَاهُنَّ ثَلَاثًا، قَالَ:"كَانَ لَا يَرٰى بأسًا أَنْ يَتَزَوَّجَ خَامِسَةً مَالَمْ تَكُنِ الَّتِيْ طَلَّقَ حَامِلًا، وَكَذٰلِكَ فِيْ الْأُخْتَيْنِ"۔ قال سعيد: وحدثنا قتادة عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انه قال: "لَا يَتَزَوَّجُ خَامِسَةً حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّةُ الَّتِيْ طَلَّقَ حبلًا كَانَتْ أَوْ غَيْرَ حَامِلٍ، وَكَذٰلِكَ فِيْ الْأُخْتَيْنِ۔ رواه الامام محمد فى "الحجج"

صحت کثیر تعداد میں موجود تھے(کتاب الحجج)۔اسماعیل بن اسحاق کا حال مجھے معلوم نہیں اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث مصنف عبدالرزاق نے صحیح سند سے روایت کی ہے(اور پھر امام محمدؒ جیسے مجتہد کا اس حدیث سے استدلال کرنا اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے)۔

فائدہ: یعنی کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا گویا صحابہؓ کا اجماع ہو گیا۔

۳۱۳۰۔ یحیٰی بن ابی کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اس آدمی کے بارے میں جس کے نکاح میں چار عورتیں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو طلاق دیدے، فرمایا کہ جب تک اس مطلقہ عورت کی عدت نہ گذر جائے وہ کسی اور عورت سے نکاح نہ کرے۔(کتاب الحجج) اس کی سند منقطع ہے لیکن امام محمد مجتہد نے اس سے حجت پکڑی ہے(جو اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے)۔

۳۱۳۱۔ سعید، قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ جس آدمی کے نکاح میں چار عورتیں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو طلاق دیدے تو اگر وہ مطلقہ حاملہ نہیں ہے تو پانچویں سے(عدت گذرنے سے قبل) نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔اور یہی حکم دو بہنوں کا ہے۔(یعنی ایک بہن کو طلاق دے اور وہ حاملہ نہ ہو تو دوسری بہن سے عدت گذرنے سے قبل نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں)۔اور سعید ہی قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ چوتھی مطلقہ عورت کی عدت گذرنے تک وہ پانچویں عورت سے نکاح نہ کرے خواہ وہ مطلقہ حاملہ ہو یا نہ ہو۔اور یہی حکم دو بہنوں کا ہے(یعنی اگر ایک بہن کو طلاق دے تو اس کی عدت گذرنے

(۳۳۵) ورجاله رجال الجماعة الا ان السند منقطع بين قتادة وابن عباس۔

بَابُ اَنَّ جَوَازَ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ مَنْسُوْخٌ

۳۱۳۲- عن: سبرة الجهنی ﷺ: "اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ ! اِنِّيْ قَدْ كُنْتُ اَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيْلَهٗ، وَلَا تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا"۔ رواه مسلم (۱:۴۵۱)۔

۳۱۳۳- عن ابی هريرة مرفوعاً: "حَرَّمَ اَوْهَدَمَ الْمُتْعَةَ النِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ، وَالْعِدَّ...

تک دوسری بہن سے نکاح نہ کرے خواہ پہلی مطلقہ بہن حاملہ ہو یا نہ ہو)(کتاب الحجج)۔اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں لیکن قتادہ اور ابن عباسؓ کے درمیان انقطاع ہے۔

فائدہ: ابن عباسؓ کے اثر سے معلوم ہوا کہ چوتھی مطلقہ کی عدت گذرنے تک پانچویں سے نکاح نہیں کرسکتا خواہ وہ چوتھی مطلقہ حاملہ ہو یا نہ ہو۔اور حسن بصریؒ تابعی کا قول ابن عباسؓ جلیل القدر صحابی کے فتوی کے معارض نہیں بن سکتا۔پھر خود حسن بصریؒ کے بارے میں مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کہ وہ مطلقہ کی عدت میں پانچویں عورت سے نکاح کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔اور اسی طرح حسن بصریؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ کوئی شخص کسی عورت کو تین طلاقیں دینے کے بعد اس کی عدت گذرنے سے قبل اس کی بہن سے نکاح کرے۔اور ان دونوں اثروں کی سند جماعت کی شرط پر صحیح ہے اور متقدمین کی اصطلاح میں کراہت حرمت کے معنی میں ہوتی ہے۔اسی طرح عطاء بن ابی رباح سے بھی صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ اگر کسی شخص کی چار بیویاں ہوں اور وہ کسی ایک کو طلاق دیدے تو کیا وہ پانچویں سے نکاح کرسکتا ہے تو عطاء نے فرمایا مطلقہ کی عدت گذرنے کے بعد نکاح کرسکتا ہے۔اور اسی قسم کا قول صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت سے مروی ہے۔فائدہ: نکاح متعہ کا جواز اگرچہ منسوخ ہے لیکن متعہ کرنے والے پر حد زنا نہیں لگائی جائے گی کیونکہ حدود ادنیٰ شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔اور متعہ میں دو شبہے ہیں:(۱) ممکن ہے کہ متعہ کرنے والے کو اس کے منسوخ ہونے کا علم نہ ہو۔(۲) دوسرے یہ کہ قرن اول اور قرن ثانی میں اس کے جواز وعدم جواز میں اختلاف رہا ہے۔باقی حضرت عمرؓ سے منقول "لو كنت تقدمت فيها لرجمت" تہدید پر محمول ہے لیکن یاد رکھیں متعہ کرنے والے پر تعزیر لگائی جائے گی۔

باب نکاحِ متعہ کا جواز منسوخ ہے

۳۱۳۲۔ سبرۃ جہنیؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور لیکن اب اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے اسے حرام قرار دے دیا ہے۔اور جس کے پاس متعہ پر کوئی عورت ہو وہ اسے چھوڑ دے۔اور جو چیز تم انہیں دے چکے ہو وہ واپس نہ لو (مسلم)۔

۳۱۳۳۔ ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نکاح، طلاق، عدت اور میراث کے احکام نے متعہ کی رسم باطل کو حرام اور منسوخ کر دیا ہے۔(دار قطنی) ابن قطان اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور درایہ میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

یمیراث"۔ اخرجه الدار قطني و قال ابن القطان في "كتابه"۔ اسناده حسن"(زيلعي ٢: ٩)۔
وفي "الدراية" "اسناده حسن"اه۔

بَابٌ إِذَا ثَبَتَ النِّكَاحُ بِحُجَّةٍ عِنْدَ الْحَاكِمِ وَحَكَمَ بِهِ وَلَمْ يَكُنْ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ فَهُوَ نِكَاحٌ ظَاهِراً وَبَاطِنًا

٣١٣٤- قال محمد رحمه الله تعالىٰ في "الاصل": بَلَغَنَا عَنْ عَلِيٍّ ﷺ: "أَنَّ رَجُلاً أقَامَ عِنْدَهُ بَيِّنَةً عَلَى اِمْرَأَةٍ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا، فَأَنْكَرَتْ، فَقَضَى لَهُ بِالْمَرْأَةِ، فَقَالَتْ: إِنَّهُ لَمْ يَتَزَوَّجْنِي، فَأَمَّا إِذَا قَضَيْتَ عَلَيَّ فَجَدِّدْ نِكَاحِيْ۔ فَقَالَ: لَا أُجَدِّدُ نِكَاحَكِ، الشَّاهِدَانِ زَوَّجَاكِ۔(ردالمختار ٢: ٥١٦)۔ ورواه ابو يوسف عن عمرو بن المقدام، عن ابيه عن علي ﷺ، و هو مرسل حسن۔ كما ذكرناه في الحاشية۔

فائدہ: یعنی نکاح، طلاق، عدت اور میراث کے شرعی احکام آ جانے کے بعد اب متعہ کی جاہلانہ رسم قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ علامہ نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ متعہ کی حرمت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور ایک بدعتی ٹولہ کے سوا اس اجماع کا کوئی مخالف نہیں۔

باب جب حاکم کے پاس گواہوں سے نکاح ثابت ہو جائے اور حاکم اس کا فیصلہ کر دے تو وہ ظاہراً و باطناً نکاح ہی ہوگا اگرچہ حقیقت میں نہ ہو

۳۱۳۴۔ امام محمدؒ کتاب الاصل میں فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت علیؓ سے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے آپ کے پاس اس بات پر گواہ پیش کیے کہ اس نے فلاں عورت سے نکاح کیا ہے لیکن اس عورت نے انکار کیا۔ آخرکار قاضی نے اس مرد کے لئے عورت کا فیصلہ کر دیا کہ یہ اس کی بیوی ہے اس پر عورت نے کہا کہ بے شک اس نے مجھ سے نکاح نہیں کیا۔ لیکن اگر آپ یہی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو اب میرا نکاح کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں آپ کے نکاح کی تجدید نہیں کرتا اس لیے کہ دونوں گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا۔ (ردالمحتار) اور اسے امام ابو یوسف نے بھی روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: تعلیق مجد میں ہے کہ فقہاء حنفیہ فرماتے ہیں کہ بلاغات محمدؒ بھی مسند ہوتے ہیں۔

فائدہ: اگر ان کے مابین باطناً نکاح منعقد نہ ہوتا تو عورت کے مطالبے پر اور شوہر کے شوق پر آپؓ ضرور تجدید نکاح کرتے۔ تجدید نکاح نہ کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ باطناً بھی نکاح منعقد ہو چکا ہے اور اسی قسم کا قول ابن عمرؓ اور شعبی سے بھی مروی ہے۔

بَابٌ أَنَّ النِّكَاحَ لَا يَفْسُدُ بِالشُّرُوْطِ الْفَاسِدَةِ

۳۱۳۵- عن عطاء الخراساني: "أَنَّ عَلِيًّا، وَابْنَ عَبَّاسٍ سُئِلَا عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً وَشَرَطَتْ عَلَيْهِ أَنَّ بِيَدِهَا الْفُرْقَةَ، وَالْجِمَاعَ- وَعَلَيْهَا الصَّدَاقُ، فَقَالَا: عُمِّيَتْ عَنِ السُّنَّةِ، وَوُلِّيَ الْأَمْرُ غَيْرَ أَهْلِهِ، عَلَيْكَ الصَّدَاقُ، وَبِيَدِكَ الْفِرَاقُ، وَالْجِمَاعُ"- رواه الضياء المقدسي في "المختارة" (كنز العمال ۸: ۲۹۱)- و هو صحيح على قاعدة السيوطي رحمه الله-

أَبْوَابُ الْأَوْلِيَاءِ وَالْأَكْفَاءِ

بَابٌ لَا يَشْتَرِطُ الْوَلِيُّ فِيْ صِحَّةِ نِكَاحِ الْبَالِغَةِ

۳۱۳۶- عن ابی هریرةؓ: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَأْذَنَ- قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ"- رواه مسلم (۱: ۴۵۵)

باب شرط فاسدہ کی وجہ سے نکاح فاسد نہیں ہوتا

۳۱۳۵- عطاء خراسانی سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ وابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا اس عورت نے یہ شرط رکھی کہ اسی کے قبضے میں طلاق اور جماع ہوگا۔ اور اسی عورت پر ہی مہر لازم ہوگا (تو اس کا کیا حکم ہے) تو آپ نے فرمایا کہ وہ عورت سنت سے ناواقف ہے اور معاملہ نااہل کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے (اے خاوند!) تیرے ہی ذمے مہر ہے اور تیرے قبضہ میں طلاق اور جماع ہے (کنز العمال) یہ حدیث سیوطی کے قاعدہ پر صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شرطِ فاسد سے نکاح پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ خود شرطِ فاسد ہی باطل ہوجاتی ہے اور نکاح باقی رہتا ہے۔

ابواب ولی اور کفو کے بیان میں

باب بالغہ کے نکاح کے صحیح ہونے میں ولی کی اجازت ضروری نہیں

۳۱۳۶- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بیوہ کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لی جائے اور کنواری کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے بھی اجازت نہ لے لی جائے۔ لوگوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کی اجازت کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس کا خاموش رہنا اجازت ہے (مسلم)۔

۳۱۳۷- عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال: "اَلْاَیِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِيْ نَفْسِهَا، وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا"- رواه مسلم (۱:۴۵۵)-

۳۱۳۸- حدثنا ابو الاحوص عن عبدالعزیز بن رفیع عن ابی سلمۃ رضی اللہ عنہ: "جَاءَتْ اِمْرَأَةٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَتْ: اِنَّ اَبِيْ اَنْكَحَنِيْ رَجُلًا وَاَنَا كَارِهَةٌ، فَقَالَ لِاَبِيْهَا: لَا نِكَاحَ لَكَ، اِذْهَبِيْ فَانْكِحِيْ مَنْ شِئْتِ"- اخرجه سعید بن منصور، و هذا مرسل جید (درایة ۳۱۹ و ۳۲۰)-

۳۱۳۹- عن حسین بن محمد، عن جریر بن حازم عن ایوب عن عکرمة عن ابن عباس رضی اللہ عنہ: "اَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا اَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ، فَذَكَرَتْ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ، فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ ﷺ- رواه الامام العلام احمد، ورجاله ثقات- وقال ابن القطان: صحیح (درایة ۲۲۱)-

۳۱۴۰- عن ابن عباس رضی الله عنهما: "اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَدَّ نِكَاحَ بِكْرٍ وَثَيِّبٍ اَنْكَحَهُمَا

۳۱۳۷- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ عورت اپنے نکاح میں اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے اور کنواری سے اس کے نکاح میں اجازت لی جائے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے (مسلم)۔

۳۱۳۸- ابو سلمہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میرے باپ نے میرا نکاح فلاں مرد سے کر دیا ہے اور مجھے یہ ناپسند ہے اس پر آپ ﷺ نے اس کے باپ سے فرمایا کہ تیرا نکاح معتبر نہیں (اور اس عورت سے کہا) جا جس سے چاہے نکاح کر۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل جید ہے۔ (درایہ)

۳۱۳۹- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک کنواری لڑکی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے اور مجھے یہ پسند نہیں تو حضور ﷺ نے اسے اختیار دے دیا (چاہے تو نکاح کو باقی رکھے اور چاہے تو نکاح کو ختم کر دے) (مسند احمد)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ابن القطان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے (درایہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے تو صراحۃً معلوم ہو رہا ہے کہ باکرہ پر باپ کو حق جبر حاصل نہیں بلکہ باکرہ کو نکاح رد کرنے کا بھی اختیار ہے۔

۳۱۴۰- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے کنواری اور بیوہ کا نکاح رد کر دیا جوان کے والدین نے ان کی رضا کے بغیر کیا تھا (دار قطنی) اس کی سند ضعیف ہے اور یہ مرسل ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بالغہ عورت سے خواہ کنواری ہو یا بیوہ نکاح کی اجازت لینا ضروری ہے۔ ان پر جبر

اَبُوهُمَا وَهُمَا كَارِهَتَانِ"۔ رواه الدار قطني، و هو باسناد ضعيف والصواب مرسل(دراية: ۲۲۱)۔

بَابُ الثَّيِّبِ لَا بُدَّ مِنْ رِضَاهَا بِالْقَوْلِ

۳۱٤۱- عن عدى الكندى قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:"اَلثَّيِّبُ تُعْرِبُ عَنْ نَفْسِهَا وَالْبِكْرُ رِضَاهَا صَمْتُهَا"۔ رواه ابن ماجة (ص ۱۳٦)۔ وعزاه فی "الجامع الصغير"(۱: ۲٤۰) الى ابن ماجه، والامام احمد، ثم صححه۔

باب ان النكاح الى العصبات و ان المراة قد تستحق ولاية الانكاح

۳۱٤۲- قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: "اِذَا كَانَ الْعَصَبَةُ اَحَدُهُمْ اَقْرَبُ بِاُمٍّ فَهُوَ اَحَقُّ" رواه الامام محمد فی "كتاب الحجج"(۲۹۳)۔

کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اگر باپ کسی ایسی جگہ بالغہ بیٹی کا نکاح کردے جو جگہ اسے پسند نہ ہو تو اسے اختیار حاصل ہے کہ چاہے اس کے پاس رہے اور چاہے نہ رہے یعنی چاہے تو نکاح کو جائز قرار دے چاہے کالعدم کردے۔ جوہر نقی میں ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان کہ "باکرہ کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے اجازت لے لی جائے" اس پر دلیل ہے کہ بالغہ عورت کو اس کا باپ یا کوئی اور نکاح پر مجبور نہیں کرسکتا۔ شارح عمدۃ فرماتے ہیں کہ یہی امام اعظمؒ کا مذہب ہے اور اس کا حدیث سے استدلال پکڑنا قوی ہے۔ ابن منذر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا فرمان لا تنکح البکر حتی تستاذن ثابت ہے اور یہ قول عام ہے جو ہر عقدِ خلافِ شرع کے باطل ہونے کو شامل ہے خواہ وہ ثیبہ سے متعلق ہو یا باکرہ بالغہ کے متعلق۔ دونوں جگہ باپ وغیرہ کو جبر کا حق حاصل نہیں۔ البتہ کنواری کی خاموشی ہی اجازت ہے لیکن بیوہ کی خاموشی کافی نہیں بلکہ زبان سے کہنا ضروری ہے جیسا کہ اگلے باب سے واضح ہے۔ لیکن نابالغ لڑکی سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اسے حق اذن حاصل نہیں۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ کا نکاح چھ سال کی عمر میں کیا۔

باب بیوہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ رضامندی کا اظہار زبان سے کرے

۳۱۴۱۔ عدی کندیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ عورت اپنی رضامندی کا زبان سے اظہار کرے۔ اور کنواری کی خاموشی ہی رضامندی ہے۔ (ابن ماجہ) جامع صغیر میں اسے ابن ماجہ اور امام احمد کی طرف منسوب کرکے اسے صحیح کہا ہے۔

باب نکاح کی ولایت عصبات کو حاصل ہے، اور عصبہ عورت بھی ولایتِ نکاح کا حق رکھتی ہے

۳۱۴۲۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت کے عصبہ رشتہ دار ہوں تو نکاح کی ولایت انہیں حاصل ہے اور ان میں سے جو ماں کی طرف سے زیادہ قریب ہو وہ نکاح کی ولایت کا زیادہ حقدار ہے۔ (کتاب الحجج)

۳۱۴۳- عن عائشة رضی الله عنها قالت: كَانَتْ عِنْدِیْ جَارِيَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ
.. جْتُهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، يَا عَائِشَةُ (رضی الله عنها)! اَلَا تُغَنِّيْنَ فَاِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنَ
.. صَارِ يُحِبُّوْنَ الْغِنَاءَ- رواه ابن حبان فی "صحيحه"(مشكاة نظامی دهلی ۲:۲۳۰)-

بَابٌ اَنَّ السُّلْطَانَ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهٗ

۳۱۴۴- عن عائشة رضی الله عنها ان النبی ﷺ قال: "اَيُّمَا اِمْرَاَةٍ نَكَحَتْ اِلٰی اَنْ قَالَ:

۳۱۴۳- حضرت عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک انصاری لونڈی تھی اور میں نے اس کا (کسی سے) نکاح کر دیا تو .. ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! تو نے گانے کا اہتمام کیوں نہیں کیا کیونکہ انصاری لوگ گانے کو پسند کرتے ہیں۔ (صحیح ابن حبان)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو بھی نکاح کرانے کی ولایت حاصل ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ نے ایک باندی کا .. کرایا اور حضور ﷺ نے اسے برقرار رکھا۔ باقی ابن ماجہ اور دارقطنی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی وہ مرفوع حدیث جس میں ہے کہ .. ﷺ نے فرمایا کہ نہ عورت عورت کا نکاح کرے اور نہ عورت اپنا نکاح کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے کہ جب .. صبہ مرد موجود ہوں تو اس وقت عصبہ مرد کو عصبہ عورت پر تقدم حاصل ہے۔ تو اس خاص حالت میں عورت کو ولایت انکاح حاصل نہیں۔ اور رہا .. ولایت انکاح کا نہ ہونا تو یہ اس حدیث سے مراد نہیں کیونکہ مذکورہ بالا مرفوع و موقوف حدیث سے اس کا جواز ثابت ہے فافہم۔ اسی .. ح حضرت علیؓ سے کئی وجوہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس عورت کے نکاح کو جائز قرار دیا جس کا نکاح اس کی ماں نے کرایا تھا اور احکام .. قرآن میں علامہ جصاصؒ فرماتے ہیں کہ آیت ﴿فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن اذا تراضوا بینهم بالمعروف﴾ بھی اس .. لت کرتی ہے کہ جب عورت اپنا نکاح خود کرے تو جائز ہے۔ اسی طرح آیت ﴿فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره .. طلقها فلا جناح عليهما ان يتراجعا﴾ الآیۃ میں عقد نکاح اور تراجع کو ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ عورت کو ولایت نکاح حاصل ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "الايم احق بنفسها من وليها" اور آپ ﷺ نے فرمایا "ليس للولی مع .. يب امر" (سند صحیح ہے) یہ دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ عقد میں ولی کا اعتبار ساقط ہے۔ اور یہ کہ اگر عورت اپنا عقد .. کر رہی ہو تو ولی کو حق منع حاصل نہیں تو ان سب سے معلوم ہوا کہ عورت کو خود نکاح کرنے کا حق حاصل ہے اور جب اپنے اوپر ولایت .. حاصل ہے تو غیر پر بھی ولایت نکاح حاصل ہوگا اور جصاصؒ فرماتے ہیں کہ لا تزوج المراة المراة کراہت پر محمول ہے۔

فائدہ: یہ گانے کا اہتمام اس صورت میں جائز ہے کہ اپنے ہی خاندان کی چھوٹی نابالغ بچیاں کوئی گیت گائیں اور کسی قسم کے .. کا خطرہ نہ ہو۔ لیکن آج کل کے فحش گانوں اور بالغ عورتوں کا رقص قطعاً جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

باب جس کا ولی نہ ہو تو بادشاہ اس کا ولی ہے

۳۱۴۴- ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جس عورت نے اپنا نکاح خود کیا.........(آگے چل کر حدیث میں ہے

فَإِنْ اِشْتَجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ"۔ رواه الخمسة الا النسائی وابن حـ۔ وصححاه، (نیل الاوطار ٦:٢٥)

فصل فی الکفاءة

باب مراعاة الکفائة وجواز النکاح فی غیرها

٣١٤٥- عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "تَخَيَّرُوْا لِنُطَفِكُمْ، وَانْكِحُوْا الْاَكْفَاءَ، وَاَنْكِحُوْا اِلَيْهِمْ"۔رواه ابن ماجه (١٤٢)۔ و فی "فتح الباری"(٩:٧٠) اخرجه ابن ماجه، و صححه الحاکم، اخرجه ابو نعیم من حدیث عمر ایضا، و فی اسنـ سقال، و یقوی احدالاسنادین بالآخراه۔قلت: والجملة الاولی ذکرها فی "کنزالعمـ" (٨:٣٤٤) و عزاه الی تمام، والضیاء المقدسی عن انس مرفوعا، واسناد الحافظ الضـ صحیح علی قاعدة المتقی فی کنز العمال ، وعزاه العلامة السیوطی فی "الجامع الصغیر"(١:١١٢)الی مستدرک الحاکم، و سنن البیهقی و سنن ابن ماجة، ثم صححه بالرمز الا ان فیه: "فانکحوا الاکفاء" موضع "وانکحوا الاکفاء"۔

کہ) اور اگر کسی عورت کے ولی آپس میں اختلاف کریں (اور کسی بات پر متفق نہ ہوسکیں) تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی بادشاہ وقت ہے۔(بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)۔

فائدہ: اگر کسی عورت کے ولی نہ ہوں یا بختی اور جبر کرتے ہوں تو بادشاہ اس عورت کا ولی ہے۔مغنی میں ہے کہ ہم اہل علم کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں جانتے کہ بادشاہ کو عدم اولیاء کے وقت کسی عورت کے نکاح کی ولایت حاصل ہے۔نیز نجاشی نے ام حبیبہ کا نکاح آپ ﷺ سے فرمایا۔

کفاءت (ہم سری) کا بیان

باب کفاءت کی رعایت کرنا چاہیے البتہ غیر کفو میں نکاح کرنا بھی جائز ہے

٣١٤٥۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے نطفوں کے لیے اچھی عورتوں کا انتخاب کرو اور برابر کے لوگوں سے نکاح کرو اور ان کی طرف نکاح کا پیغام بھیجو۔(ابن ماجہ) اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔اور ضیاء مقدسی کی سند بھی کنز العمال کے قاعدہ پر صحیح ہے اور علامہ سیوطی نے جامع الصغیر میں اسے مستدرک حاکم، بیہقی اور ابن ماجہ کی طرف منسوب کر کے اشارۃً صحیح کہا ہے۔

٣١٤٦- عن علی رضی اللہ عنہ رفعه: "ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا، اَلصَّلَاةُ إِذَا آنَتْ، وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالْاَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُوًا"- اخرجه الترمذی والحاکم باسناد ضعیف(درایة ٢٢٢) - قلت حسنه السیوطی فی "الجامع الصغیر"(١١٨:١) بالرمزوصححه الحاکم والذهبی کلاهما کما فی المستدرك(١٦٢:٢)- والاختلاف غیر مضر کما مر غیر مرة-

٣١٤٧- سفیان واسرائیل عن ابی اسحاق عن ابی لیلی الکندی قال: قَالَ سلمان: لَا نَؤُمُّكُمْ وَلَا نَنْكِحُ نِسَائَكُمْ - اخرجه ابن ابی حاتم فی العلل(٤٠٦:١)- وقال: ورواه شعبة عن اوس بن ضمعج عن سلمان، ثم حکی عن ابیه و ابی زرعة قالا: حدیث الثوری اصح و قال ابن تیمية فی اقتضاء الصراط المستقیم(٧٦): هذا اسناد جید-

٣١٤٨- عن عبدالله بن بریدة عن ابیه قال: "جَاءَتْ فَتَاةٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: إِنَّ أَبِي زَوَّجَنِيْ ابْنَ اَخِيْهِ لِيَرْفَعَ بِيْ خَسِيْسَتَهٗ، قال: فَجَعَلَ الْاَمْرَ اِلَيْهَا، فَقَالَتْ: قَدْ اَجَزْتُ مَا

۳۱۴۶۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزوں میں تاخیر نہ کر، ا۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو نماز پڑھنے میں تاخیر نہ کرو، ۲۔ جب جنازہ آ جائے تو اس کے پڑھنے میں تاخیر نہ کرو، ۳۔ جب عورت کا کفول جائے تو اس کا نکاح کرنے میں تاخیر نہ کرو۔ (ترمذی، حاکم) سیوطی نے اسے جامع صغیر میں اشارۃً حسن کہا ہے اور حاکم وذہبی نے اسے صحیح کہا ہے، بہرحال اختلاف مضر نہیں۔ فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نکاح کفو میں کرنا چاہیے۔

۳۱۴۷۔ ابولیلی کندی فرماتے ہیں کہ سلمان فارسیؓ نے فرمایا کہ (اے قبیلہ عرب!) ہم تمہاری امامت نہیں کرتے اور نہ ہی تمہاری عورتوں سے نکاح کرتے ہیں۔ (کتاب العلل لابن ابی حاتم) ابوزرعہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ثوری کی حدیث اصح ہے اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد عمدہ ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عجمی عربی کا کفو نہیں۔ اور یہ حدیث کا شاہد ہے اس حدیث کا جو حاکم نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عرب عرب کا کفو ہے اور غلام غلام کا کفو ہے۔

۳۱۴۸۔ عبداللہ بن بریدۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک لڑکی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے باپ نے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے تاکہ اس (بھتیجے) کی ذلت میرے نکاح کی وجہ سے ختم ہو جائے (یعنی اس کا بھتیجا مفلس ہوگا، لہٰذا امیرزادی سے نکاح کرنے سے اس کی مفلسی کی ذلت ختم ہو جائے گی) راوی کہتا ہے کہ اس پر حضور ﷺ نے عورت کو (نکاح باقی رکھنے یا فسخ کرنے کا) اختیار دیا۔ اس لڑکی نے کہا کہ میں اپنے باپ کا نکاح برقرار رکھتی ہوں۔ لیکن اس مقدمہ سے میرا مقصد یہ تھا کہ

صَنَعَ أَبِيْ، وَلٰكِنْ اَرَدْتُ اَنْ أُعْلِمَ النِّسَاءَ اَنْ لَيْسَ اِلَى الْاٰبَاءِ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ - رواه ابن ماجة و رجاله رجال الصحيح (نيل الاوطار ۳۵)۔

۳۱۴۹- عن ابی ہریرة مرفوعا: یا بنی بیاضة انکحوا ابا هند، وانکحوا علیه، قال: و كان حجاماً۔ رواه ابوداود والحاکم، واسناده حسن (التلخيص الحبير۲: ۲۹۹)۔ و فی التعليق المغنی: بسند جيد، و كذا فی "بلوغ المرام"۔

۳۱۵۰-عن الزهری قال:"اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَنِيْ بَيَاضَةَ اَنْ يُزَوِّجُوْا اَبَا هِنْدٍ اِمْرَأَةً مِنْهُمْ فَقَالُوْا: نُزَوِّجُ بَنَاتِنَا مَوَالِيْنَا۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ:" اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا" الآية(الحجرات:۱۳)۔ قال الزُهرِيُ: "نَزَلَتْ فِيْ أَبِيْ هِنْدٍ خَاصَّةً"۔ رواه ابو داؤد فی "مراسيله"، و سكت عنه۔

۳۱۵۱- عن الحكم بن عيينة: "اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَرْسَلَ بِلَالاً اِلَى اَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْاَنْصَارِ يَخْطُبُ اِلَيْهِمْ، فَقَالُوْا: عَبْدٌ حَبْشِيٌّ، قَالَ بِلَالٌ: لَوْلَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَمَرَلِيْ اَنْ آتِيَكُمْ لَمَا آتَيْتُكُمْ۔ فَقَالُوْا: اَلنَّبِيُّ ﷺ اَمَرَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالُوْا: قَدْ مَلَكْتَ، فَجَاءَ النَّبِيَّ ﷺ فَاَخْبَرَهُ، فَاُدْخِلَتْ عَلَى

عورتوں کو معلوم ہو جائے کہ والدین کو ان (لڑکیوں) پر کوئی اختیار حاصل نہیں (یعنی لڑکیوں کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں کر سکتے) (ابن ماجہ) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ کفو میں نکاح کرنا چاہیے۔ اور حق کفاءۃ عورت اور اولیاء دونوں کو حاصل ہے۔

۳۱۴۹۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے بنو بیاضہ، ابو ہند سے نکاح کرواور اس کے پاس اپنی بیٹیوں کا پیغام نکاح بھیجو۔ جب کہ ابو ہند حجام تھے (ابوداؤد، حاکم) اس کی سند حسن ہے اور تعلیق مغنی اور بلوغ المرام میں ہے کہ اس کی سند جید اور عمدہ ہے۔

۳۱۵۰۔ زہری فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بنو بیاضہ کو حکم فرمایا کہ ابو ھند سے اپنی کسی عورت کا نکاح کرو، بنو بیاضہ کے لوگوں نے کہا کیا ہم اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے غلاموں سے کریں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ﴿انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوباً﴾ الآیۃ۔ (یعنی ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف قبیلے بنا دیے تا کہ تم آپس میں پہچان کر سکو۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو) نازل فرمائی۔ زہری فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابو ہند کے بارے ہی میں نازل ہوئی۔ (مراسیل ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۳۱۵۱۔ حکم بن عیینہؒ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو انصار کے اہل بیت کی طرف (حضرت بلالؓ ہی کے لیے) پیغامِ نکاح دینے کے لئے بھیجا تو ان لوگوں نے کہا کہ ایک حبشی غلام کو دیں۔ بلالؓ نے فرمایا اگر مجھے حضور ﷺ نے تمہارے پاس

ـبی ﷺ قِطْعَةٌ مِنْ ذَهَبٍ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهَا، فَقَالَ: سُقْ هٰذَا اِلٰى امْرَأَتِكَ، وَقَالَ لِاَصْحَابِهٖ: اِجْمَعُوْا ـی اَخِيْكُمْ فِيْ وَلِيْمَتِهٖ"، رواه ابوداود فی "مراسیله" (ص ۲۲)، وسکت عنه۔

بَابٌ اَنَّ لِلْوَلِيِّ اَنْ يُزَوِّجَ مَوْلَاتَهٗ مِنْ نَفْسِهٖ وَاَنَّ الْوَاحِدَ يَتَوَلّٰى طَرَفَيِ النِّكَاحِ

۳۱۵۲- "خَطَبَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ اِمْرَاَةً هُوَ اَوْلَى النَّاسِ بِهَا، فَاَمَرَ رَجُلاً فَزَوَّجَهٗ" رواه ـبخاری (۷۷:۲)۔

۳۱۵۳- عن عائشة رضی الله عنها: "وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ۔ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ ـهِنَّ" اِلٰى قَوْلِهٖ: "وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ" (النساء۔۱۲۷)۔ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ ـنْهَا: هُوَ الرَّجُلُ تَكُوْنُ عِنْدَهُ الْيَتِيْمَةُ هُوَ وَلِيُّهَا وَوَارِثُهَا، فَاَشْرَكَتْهُ فِيْ مَالِهٖ حَتّٰى فِي الْعَذْقِ، فَيَرْغَبُ اَنْ يَنْكِحَهَا وَيَكْرَهُ اَنْ يُزَوِّجَهَا رَجُلاً فَيَشْرَكُهٗ فِيْ مَالِهٖ بِمَا شَرِكَتْهُ۔ ـيَعْضُلُهَا، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ۔ رواه البخاری (۶۶۱:۲)۔

ـے کا حکم نہ دیا ہوتا تو میں تمہارے پاس نہ آتا انہوں کے کہا کیا حضور ﷺ نے تجھے حکم فرمایا۔ بلالؓ نے کہا ہاں۔ اس پر انہوں نے کہا تو مالک ـے یعنی تیرا پیغام نکاح قبول ہے) پھر حضرت بلال حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام قصہ بیان کر دیا۔ اسی دوران سونے کا ایک ـرا حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے وہ ٹکڑا بلال کو دے دیا اور فرمایا یہ اپنی بیوی کو دینا۔ اور اپنے صحابہؓ سے فرمایا اپنے بھائی (بلال) ـے ولیمہ میں جمع ہو۔ (مراسیل ابوداود) امام ابوداؤد نے اس سے سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ کفو کی رعایت کرنا افضل اور بہتر ہے اور غیر کفو میں شادی کرنا بھی جائز ہے۔

باب ولی اپنی باندی کا اپنے سے نکاح کر سکتا ہے اور ایک آدمی نکاح کی دونوں طرفوں کا ولی بن سکتا ہے

۳۱۵۲۔ مغیرہ بن شعبہؓ نے ایک عورت کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، آپ اس خاتون کے زیادہ حقدار تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک آدمی سے کہا اور اس نے آپ کا نکاح پڑھایا (بخاری)۔

۳۱۵۳۔ حضرت عائشہؓ سے قرآن پاک کی آیت ﴿ویستفتونک فی النساء﴾ الآیۃ۔ (اور لوگ آپ سے عورتوں ـے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیں کہ اللہ ان کے بارے میں حکم دیتے ہیں اور یہ آیات بھی جو قرآن میں تم کو پڑھ کر سنائی ـی ہیں، جو کہ ان یتیم عورتوں کے بارے میں ہیں جن کو تم ان کا مقرر کردہ حق ان کو نہیں دیتے ہو۔ اور ان سے نکاح کی خواہش رکھتے ـو) کے بارے میں مروی ہے آپؓ نے فرمایا کہ یہ آیت ایسے شخص کے بارے میں ہے کہ اس کی پرورش میں کوئی یتیم لڑکی ہو اور وہ اس کا ولی

۳۱۵٤- قال عبدالرحمن بن عوف لام حکیم بنت قارظ: "اَتَجْعَلِيْنَ اَمْرَكِ اِلَيَّ" قَالَتْ: نَعَمْ! فَقَالَ: قَدْ تَزَوَّجْتُكِ رواه البخاری(۲:۷۷۰)۔

۳۱۵۵- عن عقبة بن عامر ﷺ: اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِرَجُلٍ: "اَتَرْضٰى اَنْ اُزَوِّجَكَ فُلَانَةَ؟قَالَ نَعَمْ! وَقَالَ لِلْمَرْاَةِ: اَتَرْضَيْنَ اَنْ اُزَوِّجَكِ فُلَانًا؟ قَالَتْ: نَعَمْ! فَزَوَّجَ اَحَدَهُمَا صَاحِبَهٗ- الحدیث۔ رواه ابوداود بسند صحیح و اخرجه ایضا ابن حبان فی صحیحه و الحاکم فی مستدرکه و قال: " صحیح علی شرط الشیخین"(الجوهر النقی ۲:۸۱)۔

اَبوَابُ الْمَهْرِ

بَابٌ لَّا مَهْرَ اَقَلُّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ

۳۱۵٦- حدثنا عمرو بن عبدالله الاودی حدثنا وکیع عن عبادة بن منصور قال

اور وارث بھی ہو اور لڑکی اس کے مال میں حصہ دار بھی ہو، حتیٰ کہ باغ میں بھی حصہ دار ہو، اب وہ شخص خود اس سے نکاح کرنا چاہے کیونکہ اسے یہ پسند نہیں کہ وہ کسی دوسرے سے اس کا نکاح کردے کہ وہ اس کے اس مال میں حصہ دار بن جائے جس میں لڑکی حصہ دار تھی۔ اس وجہ سے اس لڑکی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے نہ ہونے دے تو ایسے شخص کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی (بخاری)۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ مولی اپنی باندی سے نکاح کرسکتا ہے۔

۳۱۵٤۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ام حکیم بن قارظ سے کہا کیا تم اپنا معاملہ میرے حوالہ کرتی ہو، انہوں نے کہا ہاں۔ عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا کہ پھر میں نے تم سے نکاح کیا (بخاری)۔

۳۱۵۵۔ عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ میں تیرا فلاں عورت سے نکاح کردوں، اس نے کہا ہاں پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ میں تیرا نکاح فلاں مرد سے کردوں، اس نے کہا ہاں۔ اس پر آپ نے اس مرد کا نکاح اس عورت سے کردیا (ابوداؤد) اس کی سند صحیح ہے۔ اور ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شرط شیخین پر صحیح ہے۔

فائدہ: آخری دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ایک آدمی نکاح میں دونوں طرف سے ولی بن سکتا ہے۔

ابواب المہر

باب دس درہم سے کم مہر نہیں

۳۱۵٦۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دس درہم سے کم مہر نہیں۔ (ابن ابی حاتم

حدثنا القاسم بن محمد قال: سمعت جابرا رضی اللہ عنہ قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "وَلَا مَهْرَ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةٍ" من الحديث الطويل رواه ابن ابى حاتم، قال الحافظ (ابن حجر): انه بهذا الاسناد حسن، ولااقل منه، وحسنه البغوى فى شرح السنة كما فى شرح البخارى للشيخ برهان الدين الحلبى (فتح القدير، ۲:۱۸۶)۔

بَابُ وُجُوْبِ مَهْرِ الْمِثْلِ عِنْدَ عَدَمِ تَسْمِيَتِهِ فِي النِّكَاحِ

۳۱۵۷- عن علقمة قال: "أَتَى عَبْدَاللّٰهِ فِي امْرَأَةٍ تَزَوَّجَهَا رَجُلٌ ثُمَّ مَاتَ عَنْهَا، وَلَمْ

ہے۔(فتح القدیر) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور بغوی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔

فائدہ: دارقطنی میں بطریق داؤد اودی (جس سے شعبہ اور سفیان بھی روایت کرتے ہیں حالانکہ شعبہ ثقہ سے ہی روایت کرتا ہے، اور ابن عدی فرماتے ہیں کہ داؤد کی کوئی منکر حدیث مجھے نہیں ملی۔ اور اس کی حدیث مقبول ہوگی جبکہ اس سے ثقہ روایت کرے انتہی (اور یہاں تو دو ثقہ اس سے روایت کرر ہے ہیں) شعبی سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ (خلیفہ راشد) نے فرمایا کہ مہر دس درہم سے کم نہیں (۲:۳۹۲) نیز یہ اثر داؤد اودی سے عبیداللہ بن موسیٰ (جو کہ جماعت کا راوی ہے) بھی روایت کرتے ہیں اور محمد بن ربیعہ (جو کہ بخاری کا راوی ہے) بھی روایت کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ نکلا کہ داؤد اودی کم از کم حسن الحدیث ضرور ہے۔ اور باقی حضرت علیؓ سے دارقطنی میں جو پانچ درہم کے متعلق مروی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں حسن بن دینار ہے او بالاتفاق ضعیف ہے۔ لہٰذا وہ مذکورہ بالا اثر کا معارض نہیں بن سکتا نیز محدثین فرماتے ہیں کہ ﴿ان تبتغوا باموالکم﴾ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بدلِ بضع کے وجوب کی شرط کے ساتھ ہی اباحتِ نکاح ثابت ہوئی ہے اور وہ بدل بضع مال ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ بدلِ بضع واجب ہے اور وہ بدلِ بضع (مہر) اتنا ہو جس کو مال کہتے ہوں تو لہٰذا معلوم ہوا کہ ہلکی چیز (جسے مال نہیں کہا جاتا) مہر نہیں بن سکتا۔ باقی بخاری میں "ولو خاتما من حدید" کے الفاظ سے استدلال کرنا غلط ہے کیونکہ لوہے کے زیورات سے حضور ﷺ نے یہ کہہ کر کہ "یہ جہنمیوں کا زیور ہے" منع فرمادیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ یہ نہی سے قبل کا واقعہ ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ مبالغہ پر محمول ہے کہ نکاح ضرور کرو۔ اور باقی جن احادیث میں تعلیم قرآن کو مہر بنانا ثابت ہے تو ان کا جواب ہے یہ ﴿ان تبتغوا باموالکم﴾ کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے لہٰذا منسوخ ہے۔ یا یہ مہر ادھار پر محمول ہے جیسے کہ ابن مسعودؓ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ اذا رزقک اللہ فعوضھا یعنی جب گنجائش ہو جائے اس وقت بضع کا عوض دے دینا۔ (نوٹ: دیکھیں امام محدثین امام بخاری منسوخ حدیث بھی لاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بخاری کی ہر حدیث قابل عمل نہیں)

باب نکاح میں مہر مقرر نہ کرنے کے باوجود مہر مثلی واجب ہے

۳۱۵۷۔ علقمہؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک ایسی عورت کا مسئلہ پیش کیا گیا کہ ایک مرد نے اس سے نکاح کیا

يَفْرِضْ لَهَا صَدَاقاً، وَلَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا، قَالَ: فَاخْتَلَفُوْا اِلَيْهِ، فَقَالَ: اَرٰى لَهَا مِثْلَ مَهْرِ نِسَائِهِ، وَلَهَا الْمِيْرَاثُ، وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ۔ فَشَهِدَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانِ الْاَشْجَعِيُّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضٰى فِيْ بَرْوَعَ اِبْنَةِ وَاشِقٍ بِمِثْلِ مَا قَضٰى۔ رواه الخمسة، و صححه الترمذی، و صححه ايضا ابن مهدی، قال ابن حزم: "لا مغمز فيه لصحة اسناده" (نيل الاوطار، ٦:٨٩)۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَعْجِيْلِ شَيْءٍ مِنَ الْمَهْرِ عِنْدَ الدُّخُوْلِ

٣١٥٨- عن رجل رضی اللہ عنہ من اصحاب النبی ﷺ: "اَنَّ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ لَمَّا تَزَوَّجَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَرَادَ اَنْ يَدْخُلَ بِهَا، فَمَنَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى يُعْطِيَهَا شَيْئًا، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! لَيْسَ لِيْ شَيْءٌ۔ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: اَعْطِهَا دِرْعَكَ، فَاَعْطَاهَا دِرْعَهُ، ثُمَّ دَخَلَ بِهَا۔ رواه ابوداود (١:٢٩٦ و ٢٩٧)۔ و سكت عنه۔

٣١٥٩- عن خيثمة عن عائشة رضی الله عنها قالت: "اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ اُدْخِلَ اِمْرَاَةً عَلٰى زَوْجِهَا قَبْلَ اَنْ يُعْطِيَهَا شَيْئًا"۔ رواه ابوداود (١:٢٩٧)۔ و فی بعض نسخه المذكور

اور مہر مقرر کرنے سے قبل ہی مر گیا اور وہ اس سے صحبت بھی نہ کر پایا تھا۔ علقمہؒ کہتے ہیں کہ لوگ اس میں اختلاف کرتے رہے (یعنی کسی حتمی اتفاقی فیصلہ پر نہ پہنچ سکے) اس پر عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میرے خیال میں اس عورت کے لئے اس کے خاندان کی عورتوں کے مہر جیسا ہوگا (یعنی مہر مثلی ہوگا) اور یہ عورت میراث کی بھی مستحق ہوگی اور عدت بھی گذارے گی۔ اس پر معقل بن سنان اشجعی نے کہا کہ حضورﷺ نے بروع بنت واشق کے معاملہ میں ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا جیسا کہ آپ نے فیصلہ کیا ہے۔ (رواہ الخمسہ) امام ترمذی نے اور ابن مہدی نے اسے صحیح کہا ہے۔

باب صحبت سے قبل کچھ مہر دینا مستحب ہے

۳۱۵۸۔ ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضورﷺ کی صاحبزادی فاطمہؓ سے نکاح کیا۔ جب حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے صحبت کرنی چاہی تو حضورﷺ نے انہیں منع فرمایا تاوقتیکہ وہ پہلے حضرت فاطمہؓ کو کچھ (مہر میں سے) دے دیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا یارسول اللہ! میرے پاس تو (دینے کے لئے) کچھ نہیں ہے۔ اس پر حضورﷺ نے فرمایا کہ اسے اپنی زرہ ہی دے دو۔ تو حضرت علیؓ نے فاطمہؓ کو اپنی زرہ دے دی۔ پھر ان سے ہمبستر ہوئے (ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۳۱۵۹۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضورﷺ نے مجھے ایک عورت کو اس کے خاوند کے پاس پہنچانے کا حکم فرمایا، قبل اس کے کہ اس کے خاوند نے اسے کچھ دیا ہو (ابوداؤد)۔ عائشہ صدیقہؓ سے خیثمہ کے سماع میں اختلاف ہے لیکن خیثمہ ثقہ

مع الحاشية قال ابوداود: خيثمة لم يسمع من عائشة رضي الله عنها قلت: فالاسناد منقطع- و
عو لا يضرنا- و قال ابن القطان- ينظر في سماعه من عائشة رضي الله عنها(تهذيب۳:۱۷۹)-
ص على ان عدم سماعه منها ليس بمتيقن- و قد روى عن علي والبراء بن عازب، وعدى بن
حاتم، والنعمان بن بشير ﷺ، فلا يبعد سماعه من عائشة، و عنعنة المعاصر الممكن اللقاء
محمولة على الاتصال عند الجمهور، وهو المذهب المنصور-

بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَقْلِيْلِ الْمَهْرِ

۳۱۶۰- عن عائشة رضي الله عنها:"اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ اَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً

...اء بن عازب، عدی بن حاتم اور نعمان بن بشیر ﷺ سے سماع ثابت ہے تو حضرت عائشہؓ سے سماع بھی ممکن ہے اور ممکن اللقاء کا عنعنہ جمہور کے ہاں اتصال پر محمول ہوتا ہے۔ اور اگر انقطاع بھی ثابت ہو جائے تو وہ ہمارے ہاں کچھ مضر نہیں۔

فائدہ: پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر کچھ مہر دیے بیوی سے صحبت کرنا ممنوع ہے لیکن دوسری حدیث اس کے خلاف معنی پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا پہلی حدیث کو استحباب پر اور دوسری کو جواز پر محمول کریں گے یعنی صحبت سے قبل کچھ مہر دینا مستحب ہے اور نہ دینا بھی جائز ہے۔

فائدہ: ترمذی کی حدیث میں (جسے امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے) مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت صفیہ کو آزاد کیا اور ان کے عتق کو مہر بنایا (۱) تو اس سے معلوم ہوا کہ آزاد کرنا مہر بن سکتا ہے تو اس کا جواب (جو شرح نووی علی مسلم میں مذکور ہے) یہ ہے کہ صحیح اور محقق یہ ہے کہ یہ آزاد کرنا بغیر عوض اور بغیر شرط کے تبرعاً تھا پھر آپ ﷺ نے صفیہ سے بغیر مہر کے نکاح کیا یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ ﷺ کے لئے بغیر مہر کے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کی تائید بخاری میں مذکور ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ "اصدقها نفسها" حالانکہ نفس مرأۃ مہر کی صلاحیت نہیں رکھتا بالاجماع۔ اور شرح مسلم للنووی میں ہی ہے کہ جس نے اپنی باندی کو آزاد کیا اس شرط پر کہ وہ اس سے شادی کرے گی اور اس کا عتق ہی اس کا مہر ہوگا تو جمہور علماء کی رائے اس بارے میں یہ ہے کہ عورت پر ضروری نہیں کہ وہ اس سے شادی کرے اور یہ شرط صحیح نہیں اور صحیح بھی یہی ہے کیونکہ قرآن میں ﴿ان تبتغوا باموالکم﴾ کے بموجب مہر کا مال ہونا ضروری ہے اور اعتاق مال نہیں جو عورت کے سپرد کیا جائے۔

باب مہر کم مقرر کرنا مستحب ہے

۳۱۶۰۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں مشقت کم ہو (مسند احمد) سیوطی نے جامع صغیر میں اسے مستدرک حاکم اور شعب الایمان للبیہقی کی طرف منسوب کر کے صحیح کہا ہے۔

أَيۡسَرُهُ مَؤُنَةً"۔ ر واه احمد (نيل، ٦:٨٣)۔ و عزاه الامام السيوطی فی الجامع الصغير (١٠٠ الی مستدرك الحاكم، و شعب الايمان للبيهقی ايضاء ثم صححه، و لفظه: "أَعۡظَمُ الۡبَـ بَرَكَةً أَيۡسَرُهُنَّ مَؤُنَةً" اهـ۔

٣١٦١- عن عقبة بن عامرؓ قال: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ: "خَيۡرُ الصَّدَاقِ أَيۡسَرُهُ"۔ ر... الحاكم و صححه (نيل، ٦:٦٤)۔

بَابُ وُجُوۡبِ الۡمَهۡرِ بِالۡخَلۡوَةِ

٣١٦٢- عن محمد بن ثوبان: ان النبی ﷺ قال: "مَنۡ كَشَفَ اِمۡرَأَةً فَنَظَرَ عَلٰی عَوۡرَتـ فَقَدۡ وَجَبَ الصَّدَاقُ"۔ رواه ابوداود فی المراسيل(٢٣و٢٤) و سكت عنه۔ و فی التلخيـ الحبير (٢:٣١١):"رجاله ثقات"۔ و فی الجوهر النقی(٢:١٠٤): "و هو سند علی شرـ الصحيح ليس فيه الا الارسال"۔

٣١٦٣- عن يحيی بن سعيد(الانصاری) عن سعيد بن المسيب: "أَنَّ عُمَرَـ

۳۱۶۱۔ عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بہترین مہر وہ ہے جس کی ادائیگی سہولت سے ہو (مستدـ حاکم)۔حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: زیادہ مہر بوجھ ہوتا ہے اس لیے کم مہر کی ادائیگی میں سہولت ہے۔لیکن زیادہ مہر بھی جائز ہے جیسا کہ حضرت عمـ ام کلثوم سے چالیس ہزار پر اور حسن بن علی نے کسی عورت سے اس سے بھی زائد پر نکاح کیا۔اور اسی طرح قرآن پاک کی آیت ﴿وآتیـ احدهن قنطارا﴾ بھی زیادتی مہر پر دلالت کرتی ہے،اس آیت سے ہی ایک عورت نے حضرت عمرؓ کے سامنے تکثیر مہر پر استدلال کیا تھـ لیکن کم مہر مقرر کرنا مستحب ہے۔کیونکہ اس میں سہولت ہے۔

باب خلوة سے ہی مہر واجب ہو جاتا ہے

۳۱۶۲۔ محمد بن ثوبان سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی عورت کا کپڑا کھول کر اس کے ستر پر نظر ڈالـ اس پر مہر واجب ہو جاتا ہے (مراسیل ابوداؤد)۔ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے اور تلخیص جبیر میں ہے کہ ا کے راوی ثقہ ہیں اور جوہر نقی میں ہے کہ یہ صحیح کی شرط پر ہے اور اس میں صرف ارسال ہے (اور وہ مضر نہیں)

۳۱۶۳۔ سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فیصلہ فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے پھر ا پر) پردے لٹکا دیے جائیں (یعنی خلوت صحیحہ ہو جائے) تو مہر واجب ہو گیا (مؤطا مالک)۔اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور معتـ

خطَّابِ قَضٰى فِيْ الْمَرْاَةِ اِذَا تَزَوَّجَهَا الرَّجُلُ اَنَّهُ اِذَا اُرْخِيَتِ السُّتُوْرُ فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الصَّدَاقُ"۔ رواه مالك فى الموطا(١٩١)ورجاله رجال الصحيح۔ ورواه عبدالرزاق فى مصنفه عن ابى هريرة، قال عمر:"اِذَا اُرْخِيَتِ السُّتُوْرُ، وَغُلِّقَتِ الْاَبْوَابُ فَقَدْ وَجَبَ الصَّدَاقُ"۔ سكت عنه الحافظ فى التلخيص۔

٣١٦٤- عن زرارة بن اوفى قال: "قَضٰى اَلْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ الْمَهْدِيُّوْنَ اَنَّهُ اِذَا اُغْلِقَ الْبَابُ وَاُرْخِيَ السِّتْرُ فَقَدْ وجَبَ الصَّدَاقُ"۔ رواه ابوعبيد فى كتاب النكاح، و سكت عنه الحافظ فى التلخيص(٣١١:٢) و رواه احمد والاثرم ايضا وزاد:"وَجَبَتِ الْعِدَّةُ"، قاله الموفق فى المغنى(٦٢:٨)۔

٣١٦٥- اخبرنا مالك اخبرنا ابن شهاب عن زيد بن ثابت قال:" اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بِامْرَاَتِهٖ، وَاُرْخِيَتِ السُّتُوْرُ فَقَدْ وَجَبَ الصَّدَاقُ"۔ رواه محمد فى الموطا(٢٤٠)۔ ورجاله رجال الصحيح۔

عبدالرزاق میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب پردے لٹکا دیے جائیں اور دروازے بند کردیے جائیں تو مہر واجب ہوگا۔ حافظ ابن حجر میں تلخیص میں اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

۳۱۶۴۔ زرارۃ بن اوفیٰؒ فرماتے ہیں کہ خلفاء راشدینؓ نے فیصلہ فرمایا کہ جب کوئی خاوند دروازہ بند کرلے اور پردے لٹکا دے (یعنی خلوت صحیحہ ہوجائے) تو مہر واجب ہوجائے گا (رواہ ابوعبید فی کتاب النکاح)۔ تلخیص میں حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا ان کے ہاں یہ حدیث حسن یا صحیح ہے اور احمد اور اثرم کی روایت میں یہ لفظ بھی ہے کہ اس صورت میں اس پر عدت گذارنا بھی واجب ہوگا۔ (مغنی للموفق)

۳۱۶۵۔ زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جب خاوند اپنی بیوی کے پاس چلا جائے اور پردے لٹکا دیے جائیں تو اس سے مہر واجب ہوجائے گا (مؤطا محمد) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ نکاح صحیح کے بعد محض خلوت صحیحہ سے ہی مہر واجب ہوجاتا ہے اور عدت بھی، خواہ جماع ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اور یہی فتویٰ خلفاء راشدینؓ، زیدؓ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے اور یہی اجلہ تابعین سے بھی مروی ہے۔ اور نیز خلفاء راشدینؓ نے خلوت صحیحہ پر مہر کا حکم لگایا تو اس وقت میں کسی نے بھی ان کی مخالفت نہ کی تو یہ اجماع ہوگیا۔ اور ابن عباسؓ سے جو اس کے خلاف مروی ہے تو وہ صحیح نہیں کیونکہ ابن عباسؓ سے ہی حنظلہؒ خلفاء راشدینؓ کے مطابق نقل کرتے ہیں جبکہ لیث اس کے خلاف اور احمد کہتے ہیں کہ لیث قوی نہیں لہٰذا لیث کے واسطے سے ابن عباسؓ کا مروی قول صحیح نہیں۔ اور ابن مسعودؓ سے جو مروی ہے وہ منقطع ہونے کی بنا پر مذکورہ

بَابٌ اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ نِكَاحُ الْعَبْدِ اِلَّا بِاِذْنِ سَيِّدِهٖ

٣١٦٦- عن جابر رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "أَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ إِذْنِ سَيِّدِهٖ فَهُوَ عَاهِرٌ- رواه احمد و ابوداودوالترمذی و قال:"حديث حسن"- و اخرجه ايضا ابن حبان والحاكم و صححاه(نيل ٦٤:٦)-

بَابُ خِيَارِ الْاَمَةِ اِذَا اُعْتِقَتْ مَالَمْ تُوْطَأْ بَعْدَ الْعِتْقِ

٣١٦٧- عن عائشة رضي الله عنها قالت: "كَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عنها حُرًّافَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ- رواه الترمذى (١٤٨:١) وقال: "حسن صحيح"- و في فتح الباري (٣٦٣:٩): عند ابي داود من طريق ابن اسحاق باسانيد عن عائشة أَنَّ بَرِيْرَةَ أُعْتِقَتْ فذكر الحديث- و في آخره:"إِنْ قَرُبَكِ فَلَا خِيَارَلَكِ" اهـ- و فيه ايضا: و في رواية الدار قطني:"إِنْ وَطِئَكِ فَلَا خِيَارَ لَكِ اه" قلت: و اسناد كل منهما صحيح او حسن على قاعدة

بالا صحیح موصول روایات کا معارض نہیں بن سکتا۔

باب غلام کا نکاح اس کے مالک کی اجازت کے بغیر ناجائز ہے

۳۱۶۶۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو وہ زانی ہے۔(احمد،ابوداؤد،ترمذی)۔امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابن حبان اور حاکم نے اسے روایت کر کے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آقا کی اجازت کے بغیر غلام کا نکاح منعقد نہیں ہوتا کیونکہ آپ ﷺ نے اس فعل کو زنا سے تعبیر کیا ہے اور زنا حرام ہے تو یہ فعلِ نکاح بغیر اذنِ مولی بھی حرام ہوگا۔

باب باندی کو اپنی آزادی کے بعد فسخ نکاح کا اختیار ہے بشرطیکہ آزادی کے بعد اس سے وطی نہ کی گئی ہو

۳۱۶۷۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب بریرۃ کو آزادی ملی تو ان کے خاوند آزاد تھے۔اور (بریرۃ کی آزادی پر) حضور ﷺ نے بریرۃ کو اختیار دیا (کہ چاہے تو نکاح برقرار رکھے اور چاہے تو ختم کردے)(ترمذی،بخاری،مسلم) ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔اور ابوداؤد کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے کہ اگر تیرے شوہر نے تجھ سے صحبت کر لی تو پھر تجھے اختیار باقی نہیں رہے گا۔اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ اگر شوہر نے تجھ سے ہمبستری کر لی تو پھر تجھے اختیارِ فسخ حاصل نہ ہوگا۔میں کہتا ہوں کہ ابوداؤد و دارقطنی دونوں روایات کی اسناد حافظ صاحب کے قاعدہ پر صحیح یا حسن ہیں۔

الحافظ قدس سرہ۔

۳۱۶۸- و فی الدرایة (۲۲۴): ابن سعد مرسل الشعبی اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِبَرِیْرَةَ لَمَّا عتقت: "قَدْ عُتِقَ بُضْعُكِ مَعَكِ فَاخْتَارِیْ" ووصله الدار قطنی من حدیث عائشة رضی اللّٰه عنہا بلفظ۔ "اِذْهَبِیْ، فَقَدْ عُتِقَ مَعَكِ بُضْعُكِ"۔

۳۱۶۸۔ ابن سعد سے مروی ہے کہ جب بریرۃ آزاد ہوئی تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تیرے ساتھ تیری بضع بھی آزاد ہوئی ہے۔ پس تو اپنی پسند کا انتخاب کر (کہ نکاح باقی رکھنا ہے یا نہیں) یہ حدیث شعبیؒ کا مرسل ہے اور دارقطنی کی روایت میں جس کو انہوں نے موصول بیان کیا ہے یہ الفاظ ہیں کہ (اے بریرۃ!) جا تیرے ساتھ تیری بضع بھی آزاد ہوئی ہے۔ (درایہ)

فائدہ: پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بریرۃ کی آزادی کے وقت ان کے خاوند مغیث آزاد تھے۔ اور بریرۃ کی آزادی پر آپ ﷺ نے اسے نکاح ختم کرنے کا اختیار دیا۔ لیکن ہم نے دوسری حدیث ابن سعد کی بنا پر یہ تعمیم کر دی ہے کہ شوہر خواہ آزاد ہو یا غلام ہر دونوں صورتوں میں باندی کے آزاد ہونے کی صورت میں اسے خیار عتق حاصل ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن سعد کی حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ باندی آزاد ہونے پر اپنی بضع کی مالک ہوتی ہے تو بضع کے مالک ہونے کا سبب باندی کے عتق کو بنایا ہے اور یہ سبب دونوں صورتوں میں (خواہ خاوند آزاد ہو یا غلام) حاصل ہے اور آپ ﷺ نے بھی اس سبب کو شوہر کے آزاد ہونے یا غلام ہونے کے ساتھ مقید نہیں فرمایا اور پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیار عتق وطی تک اسے حاصل رہے گا اور اگر خاوند عورت سے عورت کی آزادی کے بعد وطی کر لے تو اب اسے کوئی اختیار فسخ حاصل نہ ہوگا۔ اور باقی بخاری یا ترمذی میں جو یہ حدیث مروی ہے کہ بریرۃ کی آزادی کے وقت بریرۃ کے خاوند غلام تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں احادیث میں تطبیق دینا بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو جائے گا اور عدم تطبیق کی صورت میں ایک حدیث کا لازماً ترک ہوگا۔ اور تطبیق کی صورت یہی ہے کہ پہلے غلامی ہوتی ہے اور پھر اس پر عتق طاری ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ صورت اختیار کریں گے جس میں تضاد نہ ہو اور وہ یہی ہے کہ بریرۃ کی آزادی کے وقت ان کے خاوند مغیث آزاد تھے لیکن ابن عباسؓ جو بخاری و ترمذی کی حدیث کے راوی ہیں ان کو ان کے آزاد ہونے کا علم نہ ہوا تھا۔ خود ابن حزم فرماتے ہیں کہ آزادی کے گواہ کو غلامی کے گواہ پر بلا خلاف فوقیت حاصل ہے۔ اور باقی درایہ میں حضرت عائشہؓ کا یہ قول کہ اگر مغیث آزاد ہوتے تو حضور ﷺ اس کو خیار نہ دیتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ (۱) نسائی فرماتے ہیں کہ یہ غلام عروہ کا ہے اور (۲) اگر عائشہ صدیقہؓ کا بھی ہو تو یہ قیاس صحابیہ مذکورہ بالا مرفوع حدیث کا معارض نہیں بن سکتا۔

ابواب نكاح الكفار

بَابُ تَقْرِيْرِ الْكُفَّارِ عَلٰى اَنْكِحَتِهِمْ

۳۱۶۹- عن ابن شهاب انه بلغه: "اِنَّ نِسَائَكُنَّ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُسْلِمْنَ بِاَرْضِهِنَّ وَهُنَّ غَيْرُ مُهَاجِرَاتٍ، وَاَزْوَاجُهُنَّ حِيْنَ اَسْلَمْنَ كُفَّارٌ، مِنْهُنَّ بِنْتُ الْوَلِيْدِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، وَكَانَتْ تَحْتَ صَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ، فَاَسْلَمَتْ يَوْمَ الْفَتْحِ، وَهَرَبَ زَوْجُهَا صَفْوَانُ بْنُ اُمَيَّةَ مِنَ الْاِسْلَامِ- فَبَعَثَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى اَنْ قَالَ: ثُمَّ رَجَعَ (اَىْ صَفْوَانُ) مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ كَافِرٌ، فَشَهِدَ حُنَيْنَ وَالطَّائِفَ، وَهُوَ كَافِرٌ وَامْرَاَتُهُ مُسْلِمَةٌ، وَلَمْ يُفَرِّقْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَاَتِهِ حَتّٰى اَسْلَمَ صَفْوَانُ، وَاسْتَقَرَّتْ عِنْدَهُ امْرَاَتُهُ بِذٰلِكَ النِّكَاحِ"- رواه الامام مالك فی "الموطا"(۱۹۷)

۳۱۷۰- حدثنی محمد ابن اخی الزهری عن عمه عن عروة عن عائشة رضی الله عنها مرفوعا: "خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ غَيْرَ سِفَاحٍ"- رواه الواقدی(زیلعی،۲:۳۵)- و فيه ايضا قال فی التنقیح:"الواقدی متكلم فیه اه"-قلت: قد مر غیر مرة انه قد وثقه كثیر، وان الاختلاف غیر مضر-

ابواب کفار کے نکاح کا بیان

باب کفار کو ان کے نکاح پر باقی رکھنا

۳۱۶۹۔ ابن شہاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتیں اپنے ہی ملک میں اسلام لاتی تھیں لیکن مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کرتی تھیں۔ عورتوں کے اسلام لانے کے وقت ان کے شوہر کافر ہی ہوتے تھے۔ مثلاً ولید بن مغیرہ کی بیٹی (عاتکہ) جو صفوان بن امیہ کے نکاح میں تھی وہ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائی لیکن اس کا خاوند صفوان بن امیہ اسلام سے بھاگ گئے۔ حضور ﷺ نے ان کو بلا بھیجا......... پھر صفوان لوٹ آیا اور حضور ﷺ کے ساتھ کفر کی حالت میں ہی غزوۂ حنین اور طائف میں شرکت کی جبکہ صفوان کی بیوی مسلمان تھی لیکن حضور ﷺ نے ان کے درمیان جدائی نہ کی یہاں تک کہ صفوان بھی مسلمان ہو گئے اور ان کی عورت بدستور ان کے پاس رہی (موطا مالک)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کا حالتِ کفر میں کیا ہوا نکاح برقرار رہتا ہے۔ دوسرے چونکہ عاتکہ بنت ولید کے مسلمان ہونے اور صفوان کے مسلمان نہ ہونے کے باوجود چونکہ اختلاف دارین بھی نہیں تھا اور صفوان کے کردار سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بھی مسلمان ہو جائے گا لہٰذا حضور ﷺ نے ان میں تفریق نہیں فرمائی۔

۳۱۷۰۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور زنا سے پیدا نہیں ہوا۔ (نصب الرایہ) واقدی مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضر نہیں لہٰذا یہ حدیث حسن ہے۔

۳۱۷۱- عَن عائشة رضی الله عنها مرفوعا: "خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ غَيْرَ سَفَاحٍ"- رواه ابن سعد بسند حسن (الجامع الصغير، ۲: ۳)-

۳۱۷۲- عَن ابن عباس رضی الله عنهما مرفوعا: "خَرَجْتُ مِنْ لَدُنِ آدَمَ مِنْ نِكَاحٍ غَيْرَ سَفَاحٍ"- رواه ابن سعد بسند حسن (الجامع الصغير، ۲: ۳)-

۳۱۷۳- عَن علی رضی الله عنه مرفوعا: "خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ، وَلَمْ أَخْرُجْ مِنْ سَفَاحٍ مِنْ لَدُنِ آدَمَ إِلَى أَنْ وَلَدَنِيْ أَبِيْ وَأُمِّيْ، لَمْ يُصِبْنِيْ مِنْ سَفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ شَيْءٌ"- رواه العدنی و ابن عدی فی الكامل والطبرانی فی الاوسط و سنده حسن (الجامع الصغير، ۲: ۳)-

باب

اذا اسلم احد الزوجين يفرق بينهما بعد عرض الاسلام على الآخر واباءه عنه

۳۱۷۴- حدثنا احمد بن منيع و هناد قالا: نا ابو معاوية عن الحجاج (هو ابن ارطاة) عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده: "أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَدَّ اِبْنَتَهٗ زَيْنَبَ عَلٰی أَبِيْ الْعَاصِ بْنِ

۳۱۷۱- ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور زنا سے پیدا نہیں ہوا (ابن سعد)- اس کی سند حسن ہے (جامع صغیر)

۳۱۷۲- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں آدم کی نسل سے ہوں اور نکاح سے پیدا ہوا ہوں- زنا سے پیدا نہیں ہوا- (ابن سعد)- اس کی سند حسن ہے (جامع صغیر)

۳۱۷۳- حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور زنا سے پیدا نہیں ہوا- آدم کی مٹی سے لے کر میرے پیدا ہونے تک ہماری پشت میں ذرہ بھر زنا کی جاہلانہ رسم کا شبہ نہیں (ابن عدی، عدنی، طبرانی) اس کی سند حسن ہے (جامع صغیر)

فائدہ: ان احادیث میں اسلام سے قبل کے تمام نکاحوں کو نکاح صحیح سے تعبیر کیا گیا ہے- لہٰذا ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زمانہ کفر میں ہونے والا نکاح اسلام لانے کے بعد بھی برقرار رہے گا-

باب اگر زوجین میں سے کوئی مسلمان ہو جائے تو دوسرے پر اسلام پیش کیا جائے گا اگر دوسرا اسلام لانے سے انکار کر دے تو تب ان میں جدائی کر دی جائے گی

۳۱۷۴- عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی بیٹی زینب کو

الرَّبِيع بِمَهْرٍ جَدِيْدٍ وَنِكَاحٍ جَدِيْدٍ"-رواه الترمذی (۱۴۶:۱)- و قال: "هذا حديث فی اسنـ
مقال"- قلت: و فی الجوهر النقی(۹۱:۲):"حديث عمرو بن شعيب عندنا صحيح اهـ"-
قد سر غير مرة ان الاختلاف لا يضر-

۳۱۷۵- عَن ايوب عن عكرمة عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما فِیْ الْيَهُوْدِيَّةِ
النَّصْرَانِيَّةِ تَكُوْنُ تَحْتَ الْيَهُوْدِيِّ اَوِ النَّصْرَانِيِّ فَتُسْلِمُ، فَقَالَ: يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا، اَلْاِسْلَامُ يَعْلُوْ

ابوالعاص کے پاس نئے مہر اور نئے نکاح کے ساتھ لوٹایا (ترمذی) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں کچھ کلام ہے۔ میں کہتا ہوں۔
جوہر نقی میں ہے کہ حدیث عمرو بن شعیب ہمارے ہاں صحیح ہے (۲-۹۱) اور اختلاف مضر نہیں۔

فائدہ: امام بخاریؒ بھی فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عباسؓ، حدیث عمرو بن شعیب سے اصح ہے تو لفظ اصح (زیادہ صحیح) اس
بات پر دلالت کرتا ہے کہ امام بخاری کے ہاں بھی عمرو بن شعیب کی حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے اور تدلیس تو ہمارے یہاں مضر ہی نہیں۔
خود ترمذیؒ بھی اس کی حدیث کو عنعنہ کے ساتھ حسن کہہ چکے ہیں اور رہے عزرمی تو اس سے تو شعبہ (جو کہ ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں)،
ثوری اور امام اعظمؒ نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر زوجین میں سے ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا کافر رہے اور اختلاف دارین
ہو جائے تو فرقت واقع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا دوبارہ خاوند کے پاس جانے کے لیے نکاح جدید ضروری ہے۔ باقی ابن عباسؓ کی حدیث جو ترمذی
میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی بیٹی زینبؓ کو ابن العاص پر نکاح اول کے ساتھ ہی لوٹا دیا اور نیا نکاح نہیں فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ
بالا حدیث مثبت زیادت ہے جو کہ ابن عباسؓ کی حدیث میں نہیں اور مثبت راجح ہوتی ہے اور فتح الباری (۳۷۳:۹) میں ہے کہ ابن عبد البر
عمرو بن شعیب کی حدیث کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دونوں حدیثوں کو جمع کرنا کسی ایک کو لغو کرنے سے بہتر ہے تو ابن عباسؓ کی
حدیث میں بالنکاح الاول سے مراد یہ ہے کہ پہلے نکاح والی شرطوں کے ساتھ دوبارہ عقد فرمایا اور لم یحدث شیئا کا مطلب یہ ہے کہ
شرطوں پر کسی اور چیز کا اضافہ نہ فرمایا۔ پھر فرماتے ہیں کہ عمرو بن شعیب کی حدیث اصول کے ساتھ مؤید ہے اور اس میں تصریح ہے کہ نکاح
جدید اور مہر جدید کے ساتھ لوٹایا اور صریح بات کو لینا محتمل بات کو لینے سے بدرجہا بہتر ہے اور فرماتے ہیں کہ عمرو بن شعیب کی حدیث خود ابن
عباسؓ کے مذہب سے بھی مؤید ہے جیسا کہ متن کے شروع میں حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ انتہی۔ میں کہتا ہوں کہ جب ابن عباسؓ کا
مذہب عمرو بن شعیب کی حدیث کے موافق ہے تو اپنی روایت کردہ حدیث کے مخالف ہوا اور جب راوی کا عمل اپنی روایت کردہ حدیث کے
خلاف ہو تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی روایت کردہ حدیث منسوخ ہے۔ صاحب تمہید فرماتے ہیں کہ اگر ابن عباسؓ کی حدیث
''بالنکاح الاول'' والی صحیح ہو تو منسوخ ہوگی کیونکہ کوئی بھی عدت کے بعد رجوع کا قائل نہیں۔ (جوہر نقی)

۳۱۷۵- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر یہودی عورت یا نصرانی عورت، یہودی مرد یا نصرانی مرد کے نکاح میں ہو اور عورت مسلمان
ہو جائے تو ان کے درمیان جدائی کر دی جائے گی کیونکہ اسلام غالب رہتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا (طحاوی)۔ اس کی سند صحیح ہے (فتح الباری)۔

عَلَى عَلَيْهِ"۔ اخرجه الطحاوی و سنده صحیح (فتح الباری، ۹: ۳۷۰)۔

۳۱۷۶- عَن ابن عباس رضی الله عنهما: "إِذَا أَسْلَمَتِ النَّصْرَانِيَّةُ قَبْلَ زَوْجِهَا بِسَاعَةٍ حَرُمَتْ"۔ علقه البخاری ووصله ابن ابی شيبة ولفظه: فَهِيَ أَمْلَكُ بِنَفْسِهَا(فتح الباری ۹: ۳۷۰)۔

۳۱۷۷- عَن ابراهيم الصائغ: "سُئِلَ عَطَاءٌ عَنْ اِمْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ أَسْلَمَتْ ثُمَّ أَسْلَمَ زَوْجُهَا فِيْ الْعِدَّةِ أَهِيَ اِمْرَأَتُهُ؟ قَالَ: لَا! إِلَّا أَنْ تَشَاءَ هِيَ بِنِكَاحٍ جَدِيْدٍ وَصَدَاقٍ"۔ علقه البخاری فی صحیحه (فتح،۹: ۳۷۰)۔

۳۱۷۸- حدثنا عباد بن العوام، عن ابی اسحاق الشیبانی عن یزید بن علقمة: "أَنَّ عَبادَةَ بْنَ النُّعْمَانِ بْنِ زُرْعَةَ التَّغْلَبِيَّ كَانَ نَاكِحًا بِامْرَأَةٍ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ، فَأَسْلَمَتْ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: إِمَّا أَنْ تُسْلِمَ وَإِمَّا أَنْ نَنْتَزِعَهَا مِنْكَ، فَأَبَى، فَنَزَعَهَا عُمَرُ مِنْهُ"۔ رواه ابن ابی شيبة، کما فی المحلی(۷: ۳۱۳و ۳۱٤)، واعله بجهل یزید بن علقمة اولا، ثم احتج به من طريق شعبة: اخبرنی ابو اسحاق الشیبانی قال: "سمعت یزید بن علقمة أَنَّ جَدَّهُ وَجَدَّتَهُ

۳۱۷۶۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اگر نصرانی عورت اپنے خاوند سے ایک گھڑی قبل بھی مسلمان ہو جائے تو اپنے خاوند پر حرام ہو جائے گی (بخاری) اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ اب وہ عورت اپنے نفس کی زیادہ مالک ہے۔

۳۱۷۷۔ ابراہیم صائغ سے مروی ہے کہ عطاء سے دریافت کیا گیا کہ اگر معاہد قوم سے کوئی عورت مسلمان ہو جائے اور پھر اس کے بعد اس کی عدت میں اس کا خاوند بھی مسلمان ہو جائے تو کیا وہ اس کی عورت ہوگی؟ عطاء نے فرمایا نہیں۔ ہاں وہ عورت نئے نکاح اور نئے مہر کے ساتھ اس کی بیوی بن سکتی ہے (بخاری)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی کے اسلام لانے سے بیوی خاوند پر حرام ہو جاتی ہے اور اگر پھر خاوند مسلمان ہو جائے تو بیوی نئے نکاح اور نئے مہر کے ساتھ اس کے نکاح میں آسکتی ہے۔ خواہ خاوند عورت کی عدت کے زمانے میں ہی مسلمان کیوں نہ ہوا ہو۔ اس سے شافعیہ پر رد ہوا جو کہتے ہیں کہ اگر خاوند بھی بیوی کے اسلام لانے کے بعد اس کی عدت کی مدت میں اسلام لے آئے تو بغیر نکاح جدید کے وہ اس کی بیوی ہے۔

۳۱۷۸۔ یزید بن علقمہ سے مروی ہے کہ عبادۃؓ بن نعمان تغلبی نے بنوتمیم کی ایک عورت سے نکاح کیا ہوا تھا پھر وہ عورت مسلمان ہوگئی، اس پر حضرت عمرؓ نے عبادۃؓ سے فرمایا کہ یا تو تو بھی مسلمان ہو جا ورنہ وہ عورت ہم تجھ سے چھین لیں گے (یعنی تم دونوں میں جدائی کردیں گے) لیکن اس نے اسلام لانے سے انکار کردیا اور حضرت عمرؓ نے عورت کو مرد سے جدا کردیا (مصنف ابن ابی شیبہ) اور محلی میں ہے کہ ابواسحٰق شیبانی فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن علقمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس کے دادا اور دادی عیسائی تھے پھر دادی مسلمان ہوگئی تو حضرت عمرؓ نے ان کے درمیان جدائی کردی۔

كَانَا نَصْرَانِيَّيْنِ فَأَسْلَمَتْ جَدَّتُهُ، فَفَرَّقَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بَيْنَهُمَا اه"۔ واذا كان شعبة في اسناد فشد يديك به۔

۳۱۷۹- و في زاد المعاد(۲: ۲۲۰)۔ صح عن عمر﷛: "أَنَّ نَصْرَانِيًّا أَسْلَمَتْ اِمْرَأَتُهُ فَقَالَ عُمَرُ﷛: اِنْ أَسْلَمَ فَهِيَ اِمْرَأَتُهُ، وَاِنْ لَمْ يُسْلِمْ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا، فَلَمْ يُسْلِمْ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا" وكذلك قال لعبادة بن النعمان، و قد اسلمت امراته اه۔ فالحديث صحيح و ذكره محمد في الحجج (۳۵۳)بلاغا ثم اسنده عن يعقوب بن ابراهيم(هو ابو يوسف الامام) عن سليمان ابن ابي سليمان (وهو ابو اسحاق) الشيباني عن السفاح(هو ابن مطر) الشيباني عن داود بن كردوس عن عمر نحوه، والسفاح بن مطر من رجال التهذيب مقبول، ذكره ابن حبان في الثقات، و داود بن كردوس التغلبي ذكره ابن حبان في الثقات ايضا، و قال: يروى عن عمر بن الخطاب﷛،عداده في اهل الكوفة، كذا في كشف الاستار(۳۲)۔

۳۱۸۰- عَن قتادة عن سعيد بن المسيب: أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ قَالَ فِيْ الزَّوْجَيْنِ الْكَافِرَيْنِ يُسْلِمُ أَحَدُهُمَا: "هُوَ أَمْلَكُ بِبُضْعِهَا مَادَامَتْ فِيْ دَارِ هِجْرَتِهَا"۔ رواه حماد بن سلمة كما في المحلى(۷: ۳۱٤)وسنده صحيح۔

۳۱۸۱- عن مطرف بن طريف عن الشعبي عن علي﷛: "هُوَ أَحَقُّ بِهَا مَالَمْ يَخْرُجْ

۳۱۷۹۔ زاد المعاد میں ہے کہ ایک عیسائی مرد کی عورت مسلمان ہوگئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر وہ مرد بھی مسلمان ہو جائے تو یہ اس کی عورت رہے گی اور اگر وہ مسلمان نہ ہوا تو ان کے درمیان جدائی کر دی جائے گی۔ آخر وہ مسلمان نہ ہوا تو حضرت عمرؓ نے ان کے درمیان جدائی کر دی۔ اسی طرح عبادۃ بن نعمان کو بھی حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ جب کہ اس کی بیوی مسلمان ہو چکی تھی۔ (کتاب المحجج) امام محمد نے کتاب الحجج میں یہ حدیث بلاغاً ذکر کی ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور پھر مسنداً بھی ذکر کی ہے۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر زوجین دار الاسلام میں ہوں ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو دوسرے کو بھی اسلام لانے کا کہا جائے گا اگر وہ اسلام لائے تو ٹھیک ورنہ ان کے درمیان جدائی کر دی جائے گی۔

۳۱۸۰۔ سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر (دار الحرب میں) کافر زوجین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو خاوند اس عورت کا زیادہ حقدار ہے جب تک وہ عورت دار الحرب میں ہے (محلی) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۱۸۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ خاوند اپنی بیوی کا زیادہ حقدار ہے جب تک وہ عورت دار الحرب سے نہ نکلے (ایضاً) اس کی سند صحیح ہے۔

ـ بضرها"۔ رواہ سفیان بن عیینة کما فی المحلی (۷:۳۱٤) وسندہ صحیح و قد اثبت
عضهم سماع الشعبی من علی، کما ذکرناہ فی الاستدراک و غیرہ من المواضع۔

۳۱۸۲- نا معتمر بن سلیمان عن معمر عن الزھری :"اِنْ اَسْلَمَتْ وَلَمْ يُسْلِمْ زَوْجُهَا
هُمَا عَلٰى نِكَاحِهِمَا اِلَّا اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا سُلْطَانٌ"۔ رواہ ابن ابی شیبة۔

۳۱۸۳- نا عبدة بن سلیمان عن سعید بن ابی عروبة عن قتادة عن الحسن، قَالَ: "اِذَا
سْلَمَتْ وَاَبٰى اَنْ يُسْلِمَ فَاِنَّهَا تَبِيْنُ مِنْهُ بِوَاحِدَةٍ"۔ وقالہ عکرمة، رواہ ابن ابی شیبة (المحلی
٤ ۳٦:)وسندہ صحیح۔

۳۱۸٤- حدثنا عبیداللہ بن محمد المؤدب ثنا علی بن معبد ثنا عباد بن العوام عن
سفیان بن حسین، عن الزھری: "اَنَّ اَبَا الْعَاصِ بْنَ رَبِيْعَةَ اُخِذَ اَسِيْرًا يَوْمَ بَدْرٍ، فَاُتِيَ بِهِ النَّبِيَّ
ﷺ، فَرَدَّ عَلَيْهِ اِبْنَتَهٗ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَكَانَ هٰذَا قَبْلَ اَنْ يَنْزِلَ الْفَرَائِضُ يَعْنِيْ اِبْنَةَ النَّبِيِّ ﷺ،
رَدَّهَا عَلٰى زَوْجِهَا"۔ رواہ الطحاوی(۲:۱۵۲)۔ و فی سفیان مقال، و عبید اللہ المؤدب
ضعیف، کما فی "کشف الاستار"(۷۰)۔

۳۱۸۵- حدثنا عبیداللہ ثنا علی ثنا عباد بن العوام عن سعید عن قتادة: "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
ﷺ رَدَّ عَلٰى اَبِي الْعَاصِ اِبْنَتَهٗ۔ قَالَ قَتَادَةُ: كَانَ هٰذَا قَبْلَ اَنْ تَنْزِلَ سُوْرَةُ بَرَاءَةَ"۔ رواہ الطحاوی(۷۰)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر دارالحرب کے اندر عورت مسلمان ہوجائے اور دارالحرب سے ہجرت نہ کرے تو
خاوند مسلمان ہوکر اس سے نکاح کرسکتا ہے اور نکاح کا زیادہ حقدار ہے۔

۳۱۸۲۔ زہری سے مروی ہے کہ اگر عورت مسلمان ہوجائے اور اس کا خاوند مسلمان نہ ہو تو وہ دونوں اپنے نکاح پر رہیں گے
الا یہ کہ بادشاہ ان کے درمیان جدائی کردے (مصنف ابن ابی شیبہ)

۳۱۸۳۔ قتادہؒ سے مروی ہے کہ حسن فرماتے ہیں کہ اگر عورت مسلمان ہوجائے اور خاوند مسلمان ہونے سے انکار کردے
تو عورت اس سے ایک طلاق کے ساتھ بائنہ ہوجائے گی (مصنف ابن ابی شیبہ) (المحلی) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۱۸٤۔ زہری سے مروی ہے کہ ابوالعاص بن ربیعہ کو جنگ بدر میں قید کرکے حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو حضور ﷺ
نے اپنی بیٹی اس کو واپس کردی۔ زہری فرماتے ہیں کہ یہ فرائض کے آنے سے پہلے کا واقعہ ہے یعنی فرائض آنے سے قبل حضور ﷺ نے اپنی
بیٹی ابوالعاص کو واپس کردی۔ (طحاوی)

۳۱۸۵۔ قتادہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی بیٹی ابوالعاص کو واپس کردی۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ سورۃ براۃ کے

ایضا و فی عبیداللہ المذکور وانما ذکرنا الاثرین تائیداً للاحتمال الذی ایدناہ قیاسا۔

۳۱۸۶-قال ابن شبرمة: "کَانَ النَّاسُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ یُسْلِمُ الرَّجُلُ قبل الْمَرْاَةِ، وَالْمَرْاَةُ قَبْلَ الرَّجُلِ، فَاَیُّهُمَا اَسْلَمَ قَبْلَ اِنْقِضَاءِ عِدَّةِ الْمَرْاَةِ فَهِیَ اِمْرَاَتُهٗ، وَاِنْ اَسْلَمَ بعد الْعِدَّةِ فَلَا نِکَاحَ بَیْنَهُمَا"- ذکرہ ابن القیم فی زاد المعاد(۲: ۳۳۰)- واعلہ بالانقطاع لیس الا هو لیس بعلة عندنا فی القرون الفاضلة۔

۳۱۸۷- اخبرنا محمد بن ابان بن صالح عن حماد عن ابراهیم قال: "کَتَبَ عُمَرُ بن عَبْدِ الْعَزِیْزِ اِلٰی عَبْدِ الْحَمِیْدِ(هو عامله علی الکوفة): اِذَااَسْلَمَتِ الْمَرْاَةُ قَبْلَ زَوْجِهَا عُرِض عَلٰی زَوْجِهَا الْاِسْلَامُ، فَاِنْ اَسْلَمَ فَهُمَا عَلٰی نِکَاحِهِمَا الْاَوَّلِ وَاِنْ اَبٰی اَنْ یُسْلِمَ فُرِّقَ بَیْنَهُمَا"- رواہ محمد فی الحجج لہ (۳۵۴): وسندہ حسن، و فی ابن ابان مقال من قبل الحفظ، قال احمد:" لم یکن ممن یکذب"- و قال ابو حاتم:"یکتب حدیثه ولا یحتج به اه"- من اللسان(۵: ۳۱)- والظاهر انه جد مشکد انه یروی عن ابی اسحاق السبیعی،وطبقته: و ...

اترنے سے قبل کا ہے(طحاوی)۔ یہ دونوں اثر تائیداً ذکر کئے گئے ہیں۔

۳۱۸۶۔ ابن شبرمہ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ کے زمانے میں خاوند بیوی سے قبل اور بیوی خاوند سے قبل اسلام لاتے تھے ... دوسرا بھی عدت گذرنے سے پہلے مسلمان ہوجاتا تو وہ اس کی عورت ہوتی اور اگر وہ عورت کے بعد مسلمان ہوتا تو ان کے درمیان کوئی نکاح نہ ہوتا۔(زادالمعاد) اس میں انقطاع ہے اور وہ مضر نہیں۔

۳۱۸۷۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے کوفہ کے گورنر عبدالحمید کو لکھا کہ اگر عورت خاوند سے پہلے مسلمان ہوجائے تو خاوند پر اسلام پیش کیا جائے گا۔ اگر وہ بھی مسلمان ہوجائے تو وہ دونوں اپنے پہلے نکاح پر برقرار رہیں گے۔ اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کردے تو ان کے درمیان جدائی کردی جائے گی۔(کتاب الحجج) اس کی سند حسن ہے کیونکہ اس میں ایک راوی ابان مختلف فیہ ہے۔

فائدہ: ان تمام روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر دارالاسلام میں زوجین میں سے کوئی مسلمان ہوجائے تو دوسرے کو بھی اسلام لانے کا کہا جائے گا اگر وہ مسلمان ہوجائے تو ٹھیک ورنہ ان کے درمیان جدائی کردی جائے گی۔ اور اگر دارالحرب میں زوجین میں سے ... مسلمان ہوجائے تو اگر اس کی عدت کے اندر خاوند بھی مسلمان ہوجائے تو وہ دونوں اپنے نکاح پر رہیں گے اور عدت گذرنے کے بعد ... سابقہ نکاح پر برقرار رکھنے کی کوئی صورت نہیں بلکہ ان کے درمیان جدائی ثابت ہوجائے گی۔ اور اگر بیوی مسلمان ہوکر دارالحرب سے دارالاسلام میں آجائے تو محض اختلاف دارین کی وجہ سے ہی ان کے درمیان جدائی متحقق ہوجائے گی۔ محض اختلاف دارین سے فرقت کے ثبوت کی دلیل اللہ پاک کا ارشاد ﴿فلا ترجعوهن الی الکفار﴾ ہے۔ پس اگر زوجیت باقی ہوتی (جیسا کہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے ...

ابوداود وابوالوليد الطيالسيان كما في التهذيب(۹:٥)۔ ولم يذكره احد بجرح ولا تعديل۔

بَابُ الْوَلَدِ يَتْبَعُ خَيْرَ الْاَبَوَيْنِ اِذَا اَسْلَمَ اَحَدُهُمَا

۳۱۸۸- اخبرنا محمود بن غيلان قال: ثنا عبدالرزاق قال: ثنا سفيان عن عثمان البتى عن عبدالحميد بن سلمة الانصارى عن ابيه عن جده، اَنَّهُ اَسْلَمَ وَاَبَتْ اِمْرَاَتُهُ اَنْ تُسْلِمَ، فَجَاءَ ابْنٌ لَهُمَا صَغِيْرٌ لَمْ يَبْلُغِ الْحُلُمَ۔ فَاَجْلَسَ النَّبِىُّ ﷺ الْاَبَ هٰهُنَا، وَالْاُمَّ هٰهُنَا، ثُمَّ خَيَّرَهُ، فَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ اهْدِهٖ" فَذَهَبَ اِلٰى اَبِيْهِ۔ رواه النسائى(۲:۱۱و۱۲): وسكت عنه فهو صحيح عنده۔

۳۱۸۹- حدثنا ابراهيم بن موسى الرازى انا عيسى ثنا عبدالحميد بن جعفر اخبرنى

بیج اس کا زیادہ حقدار ہوتا۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿لا هن حل لهم ولاهم يحلون لهن﴾ اور ارشاد ﴿واتوهم ما انفقوا﴾ میں ردمہر کا حکم ہے پس اگر زوجیت باقی ہوتی تو مہر کی واپسی کا حکم نہ ہوتا۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿ولا جناح عليكم ان تنكحوهن﴾ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نکاح اول باقی نہیں کیونکہ اگر نکاح اول باقی ہوتا تو دوسرا نکاح کرنے کی عورت کو اجازت نہ ہوتی۔ اسی طرح ﴿والمحصنت من النساء الا ما ملكت ايمانكم﴾ کے بارے میں ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ یہ اوطاس کے قیدیوں کے بارے میں نازل ہوئی اور انہیں کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ کسی حاملہ سے وضع حمل تک اور غیر حاملہ سے ایک حیض آنے تک وطی نہ کی جائے تو اگر کسی حد تک بھی سابقہ زوجیت باقی ہوتی تو اس سے وطی کرنا کسی صورت حلال نہ ہوتا تو یہ سارے دلائل یہ بتا رہے ہیں کہ اختلاف دارین کی وجہ سے سابقہ زوجیت ختم ہو چکی ہے۔ لہٰذا اس صورت میں نہ اسلام پیش کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی تین حیض کے گذرنے کے انتظار کرنے کی ضرورت ہے۔ باقی شوافع کا قصہ ابوسفیان سے استدلال کرنا کہ ابوسفیان مسلمان ہو گئے اور ان کی بیوی ہندہ کافر تھی اور پھر وہ بعد میں مسلمان ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابوسفیان بھی مر الظہران میں مسلمان ہوئے جو مکہ میں ہی ہے اور اس وقت مکہ دارالاسلام نہیں بنا تھا، اسی طرح عکرمہ اور صفوان کا قصہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔

باب والدین میں سے اگر کوئی مسلمان ہو جائے تو بچہ خیر الابوین کے تابع ہوگا

۳۱۸۸۔ حمید بن سلمہ انصاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے دادا نے اسلام قبول کیا لیکن اس کی بیوی نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ ان کا نابالغ بچہ حضور ﷺ کی خدمت میں آیا، آپ ﷺ نے ماں کو ایک طرف اور باپ کو دوسری طرف بٹھایا پھر بچے کو اختیار دیا کہ جدھر چاہے جائے پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اسے ہدایت دے تو وہ بچہ اپنے باپ کی طرف چلا گیا۔ (نسائی)۔ امام نسائی نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح ہے۔

۳۱۸۹۔ رافع بن سنانؓ فرماتے ہیں کہ وہ اسلام لے آیا لیکن اس کی بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پس رافع کی بیوی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی کہ میری بیٹی مجھے دلائیں۔ اس کا دودھ چھوٹ چکا تھا یا چھوٹنے کے قریب تھا۔ اور رافع

ابی عن جدی رافع بن سنان اَنَّهٗ اَسْلَمَ وَاَبَتْ اِمْرَاَتُهٗ اَنْ تُسْلِمَ، فَاَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَتْ: ابنتی وَهِیَ فَطِیْمٌ اَوْ شَبَهُهٗ، وَقَالَ رَافِعٌ: اِبْنَتِیْ۔ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ: "اُقْعُدْ نَاحِیَةً" وَقَالَ لَهَا: "اُقْعُدِیْ نَاحِیَةً"۔ وَاَقْعَدَ الصَّبِیَّةَ بَیْنَهُمَا، ثُمَّ قَالَ: "اُدْعُوَاهَا"، فَمَالَتِ الصَّبِیَّةُ اِلٰی اُمِّهَا: فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ "اَللّٰهُمَّ اهْدِهَا"۔ فَمَالَتْ اِلٰی اَبِیْهَا فَاَخَذَهَا۔ رواه ابوداود(۱:۳۱۲):وسکت عنه۔

ابواب القسم

باب وجوب العدل بین الازواج فیما یطاق

۳۱۹۰- عَن ابی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: "مَنْ كَانَتْ لَهٗ اِمْرَاَتَانِ یَمِیْلُ لِاِحْدَاهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَجُرُّ اَحَدَ شِقَّیْهِ سَاقِطًا اَوْ مَائِلًا"۔ رواه الخمسة والدارمی وابن حبان والحاکم قال: واسناده علی شرط الشیخین، واستغربه الترمذی مع تصحیحه(نیل۶:۱۳۸)

نے کہا میری بچی مجھے دلائیں۔ حضور ﷺ نے رافع سے فرمایا کہ تو ایک کونے میں بیٹھ اور اس کی بیوی سے کہا کہ تو دوسرے کونے میں بیٹھ۔ پھر بچی کو ان دونوں کے درمیان بٹھایا اور فرمایا تم دونوں اس کو بلاؤ پس وہ بچی اپنی ماں کی طرف بڑھی تو اس پر حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اسے ہدایت دے تو بچی اپنے باپ کی طرف بڑھی۔ رافع نے اسے لے لیا (ابوداؤد) امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: آپ ﷺ کا بچہ کے لئے ہدایت کی دعا کرنا دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ مطلوب یہ ہے کہ بچہ خیر الابوین کے ساتھ ہوگا۔ اور باقی رہا بچہ کو اختیار دینا تو یہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ آپ ﷺ کو اپنی دعاء کی قبولیت پر اعتماد تھا۔ ورنہ عام حالات میں یعنی اب بچہ کو اختیار نہیں دیا جائے گا اور نفی تخییر پر حدیث ابن عباسؓ "الاسلام یعلو ولا یعلٰی" دال ہے یعنی اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ نیز حضور ﷺ نے حمزہ کی بیٹی کی حضانت کے مسئلہ میں تخییر کو اختیار نہیں کیا بلکہ اس کے چچا جعفر کے سپرد کر دیا کیونکہ ان کے ہاں بچی کی خالہ تھی۔

ابواب القسم

باب بیویوں کے درمیان ایسے امور میں جو خاوند کے قبضے میں ہوں برابری کرنا واجب ہے

۳۱۹۰۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ کسی ایک کی طرف دوسری کی نسبت زیادہ میلان کرے تو وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے بدن کا ایک حصہ جھکا ہوا ہوگا۔ (رواہ الخمسہ، ابن حبان والدارمی و حاکم) حاکم فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور ترمذی نے اسے صحیح غریب کہا ہے۔

۳۱۹۱- عن حماد بن سلمة عن ايوب عن ابی قلابة عن عبدالله بن یزید عن عائشة رضی الله عنها- اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَقْسِمُ بَيْنَ نِسَائِهِ فَيَعْدِلُ، وَيَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِیْ فِيْمَا تملكُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ"- رواه الاربعة و صححه ابن حبان والحاكم، قال الترمذی: يعنی به الحب والمودة، كذلك فسره اهل العلم- قال الترمذی: رواه غير واحد عن حماد بن زيد عن ايوب عن ابی قلابة مرسلا، و هو اصح من رواية حماد بن سلمة- وقد اخرج البيهقی من طريق علی بن ابی طلحة عن ابن عباس فی قوله:﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا﴾ الآية- (النساء-۱۲۹) قال: فی الحب والجماع، و عن عبيدة بن عمرو السلمانی مثله-(فتح الباری لحافظ الدنيا العسقلانی، ۹: ۲۷٤و۲۷۵)

۳۱۹۱- حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اپنی بیویوں کے درمیان دن تقسیم کرتے تو انصاف کرتے تھے اور فرماتے کہ اے اللہ یہ میری تقسیم ہے اس چیز میں جس کا میں مالک ہوں، سو جس چیز کے آپ مالک ہیں اور میں اس کا مالک نہیں ہوں اس میں آپ مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے (رواہ الاربعہ) ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ قول کہ مجھے ملامت نہ کیجئے اس سے مراد قلبی محبت ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حماد بن سلمہ سے زیادہ صحیح ہے اور بیہقی میں ہے کہ اللہ کا فرمان ﴿ولا تستطیعو ان تعدلوا﴾ الآیہ (یعنی تم بعض امور میں برابری نہیں کر سکتے) میں ان امور سے مراد قلبی محبت اور ہم بستری ہے۔ (فتح الباری)

فائدہ: یعنی شب باشی، تن پوشی، دلجوئی اور خبر گیری وغیرہ میں برابری واجب ہے البتہ قلبی محبت اور جماع میں برابری واجب نہیں۔ کیونکہ یہ امور انسان کے بس میں نہیں۔ نیز اللہ پاک کے ارشاد ﴿فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة﴾ (یعنی اگر تمہیں عدل نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو پھر ایک سے ہی نکاح کرو) سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ باکرہ اور ثیبہ کے درمیان برابری واجب ہے۔ باقی بخاری میں حضرت انسؓ سے جو یہ مروی ہے کہ "یہ سنت ہے کہ جب آدمی ثیبہ کی موجودگی میں باکرہ سے شادی کرے تو اس کے ہاں سات دن رہ کر پھر تقسیم (باری) مقرر کرے اور اگر باکرہ کے ہوتے ہوئے ثیبہ سے شادی کرے تو اس کے ہاں تین دن رہ کر پھر باری مقرر کرے" تو اس کا جواب (جو کہ عنایہ میں مذکور ہے) یہ ہے کہ یہ تفصیل بالبداءۃ پر محمول ہے نہ کہ زیادۃ پر جیسا کہ ام سلمہؓ کی حدیث میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں تیرے پاس بھی سات دن رہوں اور ان میں سے ہر ایک کے پاس بھی سات سات دن" اور ہم احناف بھی کہتے ہیں کہ وہ نئی دلہن سے ابتداء کرے، لیکن برابری کی شرط کے ساتھ۔

بَابٌ كَيْفَ الْقَسْمُ بَيْنَ الْاَمَةِ وَالْحُرَّةِ

۳۱۹۲- نادعلج بن احمدنا محمد بن علي بن زيدنا سعيد بن منصور ناهشيم نا ابن ابی ليلی عن المنهال بن عمرو عن عبادة بن عبدالله الاسدی عن علی ﷺ أنه كان يقول: "إِذَا تَزَوَّجَ الْحُرَّةَ عَلَى الْاَمَةِ قَسَمَ لِلْاَمَةِ الثُّلُثَ، وَلِلْحُرَّةِ الثُّلُثَيْنِ"۔ رواه الدارقطنی(۲: ۴۱۰)۔

۳۱۹۳- عَن سليمان بن يسار قال:"مِنَ السُّنَّةِ أَنَّ الْحُرَّةَ اِنْ اَقَامَتْ عَلٰى ضِرَارٍ فيها يَوْمَانِ وَلِلْاَمَةِ يَوْمٌ"۔ رواه البيهقي(التلخيص الحبير، ۲: ۳۱۴)۔ قلت: سليمان هذا تابعي ثقة كما في التقريب(۱۰۳)فالحديث مرسل۔

۳۱۹۴- اخبرنا عباد بن العوام قال: اخبرنا الحجاج بن ارطاة عن حصين بن عبد الرحمن الحارثی عن الحارث عن علی بن ابی طالب ﷺ انه قال: "لَا تُنْكَحُ الْاَمَةُ عَلَى الْحُرَّةِ، وَتُنْكَحُ الْحُرَّةُ عَلَى الْاَمَةِ، فَيَكُوْنُ لَهَا ثُلُثَانِ مِنْ مَالِهِ وَنَفْسِهِ، وَلِلْاَمَةِ الثُّلُثُ"۔ رواه الامام محمد فی الحجج(۲۱۲)۔ورجاله ثقات و ان كان اكثرهم قد اختلف فيهم۔

باب آزادعورت اور باندی کے درمیان کس طرح راتیں تقسیم کرے

۳۱۹۲۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ جب آدمی باندی کے نکاح میں ہوتے ہوئے آزادعورت سے نکاح کرے تو باندی کے لئے ایک تہائی اورآزادعورت کے لئے دوتہائی کی نسبت سے راتیں تقسیم کرے۔(دارقطنی)۔

فائدہ: منہال کی دوحدیثیں بخاری میں مروی ہیں لہٰذا وہ ثقہ ہے اور عباد مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضر نہیں۔پس یہ حدیث کم ازکم حسن ہے۔

۳۱۹۳۔ سلیمان بن یسار فرماتے ہیں کہ آزادعورت اگرکسی کی سوکن بنے تو سنت یہ ہے کہ اس کے لئے دودن اور باندی کے لئے ایک دن کی نسبت سے تقسیم کرے۔(بیہقی) یہ حدیث مرسل ہے۔

۳۱۹۴۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آزادعورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے باندی سے نکاح نہ کیا جائے اور باندی کے نکاح میں ہوتے ہوئے آزادعورت سے نکاح کیا جاسکتا ہے،اس صورت میں خاوند کے جان و مال میں سے آزادعورت کے لئے دوثلث اور باندی کے لیے ایک ثلث ہوگا(کتاب الحجج)اس کے راوی ثقہ ہیں۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْقُرْعَةِ لِاِسْتِصْحَابِ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فِي السَّفَرِ

۳۱۹۵- عن عائشة رضی اللہ عنہا: "اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَخْرُجَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ اَزْوَاجِهِ فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ۔ متفق علیہ (نیل الاوطار ۶:۱۳۹)۔

بَابُ صِحَّةِ تَرْكِ النَّوْبَةِ لِضَرَّتِهَا

۳۱۹۶- عن عائشة رضی اللہ عنہا: "كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُفَضِّلُ بَعْضَنَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْقَسْمِ"۔ الحدیث و فیہ: وَلَقَدْ قَالَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ حِيْنَ اَسَنَّتْ وَخَافَتْ اَنْ يُفَارِقَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَوْمِيْ لِعَائِشَةَ فَقَبِلَ ذٰلِكَ مِنْهَا، فَفِيْهَا وَاَشْبَاهِهَا نَزَلَتْ: ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا﴾ الآية (النساء-۱۲۸)۔ رواه ابوداود، و تابعه ابن سعد عن الواقدی عن ابن ابی الزناد فی وصله، و رواه سعید بن منصور عن ابن ابی الزناد مرسلا لم یذکر فیه عن عائشة رضی اللہ عنہا، و عند الترمذی من حدیث ابن عباس موصولا نحوه، و کذا قال عبدالرزاق عن معمر بمعنی ذلك، فتواردت هذه الروایات علی

باب سفر میں کسی عورت کو ساتھ رکھنے کے لیے قرعہ اندازی کرنا مستحب ہے

۳۱۹۵۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تھے تو اپنی بیویوں کے بیچ قرعہ ڈالتے تھے تو جس کے نام کا قرعہ نکلتا اسے اپنے ساتھ سفر پر لے جاتے (بخاری و مسلم)

فائدہ: یعنی قرعہ اندازی کرنا عورتوں کے قلوب کی تطیب کے لئے مستحب ہے، واجب نہیں۔

باب اپنی باری اپنی سوکن کے لئے چھوڑ دینا درست ہے

۳۱۹۶۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ہمارے پاس رہنے میں کسی بیوی کو دوسروں پر فوقیت نہیں دیتے تھے (بلکہ برابری کرتے تھے)۔ (اسی حدیث میں آگے چل کر یہ الفاظ ہیں کہ) جب ام المؤمنین سودہؓ بوڑھی ہوگئیں اور ان کو یہ خیال ہوا کہ کہیں آپ ﷺ انہیں چھوڑ نہ دیں (یعنی طلاق نہ دیدیں) تو انہوں نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کے نام کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے اسے قبول فرمالیا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہؓ اور ان جیسی عورتوں کے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿وان امراۃ خافت من بعلها نشوزا﴾ الآیۃ (یعنی اگر کسی عورت کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ اس کا شوہر اس سے اعراض برتے گا یا زیادتی کرے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح ہی بہتر ہے (ابوداؤد) اور ابن سعد نے وصال میں اس کی متابعت کی ہے اور سعید بن منصور نے اسے مرسلا روایت کیا ہے کہ اس میں عن عائشہ نہیں اور ترمذی میں ابن عباسؓ سے موصولا یہ حدیث مروی ہے۔

أَنَّهَا خَشِيَتُ الطَّلَاقَ فَوَهَبَتُ۔

۳۱۹۷- واخرج ابن سعد بسند رجاله ثقات من رواية القاسم بن ابی بزة مرسلا: أن النَّبِیَّ ﷺ طَلَّقَهَا فَقَعَدَتْ لَهُ عَلٰى طَرِيْقِهِ، فَقَالَتْ: وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَالِیْ فِی الرِّجَالِ حاجة وَلٰكِنْ أُحِبُّ أَنْ أُبْعَثَ مَعَ نِسَائِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأُنْشِدُكَ بِالَّذِیْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ هل طَلَّقْتَنِیْ لِمُوْجِدَةٍ وَجَدْتَّهَا عَلَیَّ؟ قَالَ: "لَا"! قَالَتْ: فَأُنْشِدُكَ لِمَا رَاجَعْتَنِیْ فَرَاجَعَهَا، قالت فَإِنِّیْ قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِیْ وَ لَيْلَتِیْ لِعَائِشَةَ حُبَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ"۔(فتح الباری،۹:۲۷۲)۔

كِتَابُ الرَّضَاعِ

بَابٌ أَنَّ الرَّضَاعَ يُحَرِّمُ مَا يُحَرِّمُهُ النَّسَبُ إِذَا كَانَ فِیْ مُدَّتِهٖ وَقَلِيْلُهٗ وَكَثِيْرُهٗ سواء

۳۱۹۸- عن عائشة رضی اللّٰه عنها مرفوعا فی حديث طويل: "اَلرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ ...

۳۱۹۷۔ قاسم بن ابی بزة کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سودہؓ کو طلاق دی تو وہ آپ ﷺ کے راستے میں بیٹھ گئیں اور کہا کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے، مجھے مرد کی کوئی خواہش نہیں۔ لیکن مجھے یہ بات پسند ہے کہ قیامت کے روز میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے ساتھ اٹھائی جاؤں۔ میں آپ ﷺ سے اس ذات کا واسطہ دے کر پوچھتی ہوں جس نے آپ ﷺ پر قرآن اتارا کہ کیا آپ ﷺ نے مجھ میں کوئی عیب دیکھا کہ جس کی وجہ سے مجھے طلاق دی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ پھر حضرت سودہؓ نے عرض کیا کہ میں آپ ﷺ کو خدا کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ مجھ سے رجوع کر لیں۔ اس پر آپ ﷺ نے رجوع فرمالیا۔ حضرت سودہؓ نے کہا کہ میں اپنی باری کے دن رات حضور ﷺ کی محبت کی وجہ سے عائشہؓ کو ہبہ کرتی ہوں۔ (فتح الباری) ابن سعد نے مرسلا روایت کیا ہے ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عورت بوڑھی ہو جائے اور خاوند کو اس سے مجامعت اور ہمبستری کرنے میں رغبت نہ ہو لیکن عورت میں مجامعت کی رغبت پائے تو اس کو طلاق دینا جائز ہے۔ لیکن جب وہ یہ دیکھے کہ عورت کو مردوں کی ضرورت نہیں اور مجامعت کی رغبت نہیں رکھتی اور اپنی باری کسی اور کو دینے پر راضی ہے تو اسے طلاق نہ دینا اور اپنے پاس رکھنا اولیٰ ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے کیا۔ ﴿ولقد كان لكم فيه اسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر﴾ خوب سمجھ لو۔

رضاعت کا بیان

باب رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہو جاتے ہیں خواہ تھوڑا دودھ پیا ہو یا زیادہ بشرطیکہ دودھ پینا مدتِ رضاعت میں ہو

۳۱۹۸۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ رضاعت (بچے کو دودھ پلانا) بھی ان رشتوں کو ...

تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ"۔ رواه البخاری (٧٦٤)۔

۳۱۹۹- عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَلَا تَتَزَوَّجُ ابْنَةَ حَمْزَةَ؟ قال: "إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ"۔ رواه البخاری (٧٦٤)۔

۳۲۰۰- عن قتادة رحمه الله قال: كَتَبْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَزِيدَ النَّخَعِيِّ نَسْأَلُهُ عَنِ الرَّضَاعِ، فَكَتَبَ أَنَّ شُرَيْحًا حَدَّثَنَا أَنَّ عَلِيًّا رضی الله عنه وَابْنَ مَسْعُودٍ رضی الله عنه كَانَا يَقُولَانِ: "يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ قَلِيلُهُ وَكَثِيرُهُ"۔ رواه النسائی (٨٢:٢)۔

۳۲۰۱- اخبرنا مالك اخبرنا ثور بن زيد أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يَقُولُ: "مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ وَإِنْ كَانَتْ مَصَّةٌ وَاحِدَةٌ فَهِيَ تُحَرِّمُ" رواه الامام محمد فی "الموطا"(٢٧٢)۔قلت: اسناده صحيح۔

۳۲۰۲- عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: "لَا رَضَاعَ إِلَّا مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ"۔ رواه البيهقی و قال: هذا هوالصحيح موقوف، ثم ذكر من حديث الهيثم بن جميل، ثنا

کر دیتا ہے جن رشتوں کو نسب حرام کر دیتا ہے (بخاری)

۳۱۹۹۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کیا آپ حمزہؓ کی بیٹی سے نکاح نہیں کرتے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ (بخاری)

فائدہ: یعنی جس طرح نسبی چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی وغیرہ حرام ہیں اسی طرح رضاعی چچا، ماموں وغیرہ سے نکاح کرنا حرام ہے۔

۳۲۰۰۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابراہیم نخعیؒ سے لکھ کر رضاعت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ شریح" نے ہمیں بتایا کہ حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ رضاعت سے بھی رشتے حرام ہو جاتے ہیں خواہ تھوڑا دودھ پیا ہو یا زیادہ۔ (نسائی)

۳۲۰۱۔ ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو رضاعت دو سال کی مدت میں ہو وہ حرام کر دیتی ہے خواہ ایک ہی چوسہ ہو (مؤطا محمد)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۲۰۲۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رضاعت وہی معتبر ہے جو دو سال کی مدت میں ہو (بیہقی) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف حدیث ہے۔ پھر ہیثم سے حدیث ابن عباسؓ کی روایت کو مرفوعاً بھی ذکر کی ہے۔ اور امام احمد بن حنبل نے ہیثم کی توثیق کی

سفیان فذکرہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعا، قلت: الهیثم هذا وثقه ابن حب۔
وغیرہ، وقال الدارقطني: حافظ، فعلى هذا الحکم له على ما هوالاصح عندهم، لانه ثقة و۔
زادالرفع (الجوهر النقی ۲: ۱۳۸)۔

۳۲۰۳- عن عائشة رضی اللہ عنها قالت: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَعِنْدِیْ رَجُلٌ
فَقَالَ: "مَنْ هٰذَا؟" قُلْتُ: أَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ! قَالَ: "يَا عَائِشَةُ- رضی اللہ عنها- أُنْظُرْنَ مَنْ
إِخْوَانُكُنَّ، فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ- رواہ الجماعة الا الترمذی (نیل الاوطار ۶: ۲۵۳)۔

بَابٌ اَنَّ لَبَنَ الْفَحْلِ يُحَرِّمُ

۳۲۰۴- عن عائشة رضی اللہ عنها قَالَتْ: جَاءَ عَمِّيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ لِيَسْتَأْذِنَ عَلَيَّ
فَاَبَيْتُ اَنْ آذَنَ لَهُ حَتّٰى اَسْتَأْمِرَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ فَإِنَّهُ عَمُّكِ۔

ہے اور دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ حافظ ہے لہٰذا رفع کی زیادتی ایک ثقہ کی زیادتی ہے جو کہ مقبول ہے (جوہر نقی)

۳۲۰۳۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورﷺ میرے پاس تشریف لائے جبکہ میرے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا
حضورﷺ نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ میں نے کہا کہ میرا رضاعی بھائی ہے، اس پر حضورﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ ذرا دودھ شریک
بھائیوں میں غور کیا کرو کیونکہ دودھ پینا وہی معتبر ہے جو بھوک کے وقت میں ہو (یعنی دوسال کی مدت میں ہو) اسے ترمذی کے علاوہ جماعت
نے ذکر کیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حرمت صرف اسی رضاعت سے ثابت ہوگی جو دودھ پینے کی مدت یعنی دوسال میں
ہو۔ اس طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ مدت رضاعت میں ایک چوسہ سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے۔ باقی جماعت محدثین کی روایت کردہ
حدیث کہ آپﷺ نے فرمایا کہ ایک چوسہ یا دو چوسے حرمت ثابت نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ﴿وامھاتکم اللاتی
ارضعنکم﴾ کا عموم بھی اس بات کا مقتضی ہے کہ ایک چوسہ بھی حرمت کو ثابت کرنے والا ہو لہٰذا جو احادیث موافق بالقرآن ہیں وہ
ہیں دوسری احادیث سے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حرمت رضاع تدریجا نازل ہوئی پہلے عشر رضعات پھر خمس رضعات اور پھر مطلق
﴿وامھاتکم اللاتی ارضعنکم﴾ نازل ہوئی لہٰذا مذکورہ مطلق نصوص سے خمس رضاعت منسوخ ہے۔

باب رضاعت کا رشتہ مرد کی طرف سے بھی ثابت ہے

۳۲۰۴۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ (میرے پاس) میرے رضاعی چچا آئے اور اجازت چاہی۔ میں نے تو
حضورﷺ سے پوچھنے سے پہلے اجازت دینے سے انکار کردیا۔ آپﷺ نے فرمایا کہ وہ تمہارے پاس آسکتے ہیں کیونکہ وہ تو تمہارے

...عنت: إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ، قَالَ: فَإِنَّهُ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ" رواه الترمذی (۱:۱٤٦)، وقال: حسن صحیح، و فی "التلخیص الحبیر" (۲:۳۳۲): متفق علیه۔

۳۲۰۵- عن ابن شهاب عن عمرو بن الشريد أَنَّ عَبْدَاللهِ بْنَ عَبَّاسٍ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ كَانَتْ ...ـه امْرَأَتَانِ فَأَرْضَعَتْ إِحْدَاهُمَا غُلَامًا، وَأَرْضَعَتِ الْأُخْرَى جَارِيَةً، فَقِيلَ لَهُ هَلْ يَتَزَوَّجُ الْغُلَامُ ...جَارِيَةَ؟ فَقَالَ: "لَا، اَللِّقَاحُ وَاحِدٌ، رواه مالك فی "الموطا" (۲۲۲)۔قلت: رجاله رجال الصحیح۔

دلائل و مسائل شتی من ابواب النکاح

بَابُ الْحَثِّ وَالتَّحْرِيْضِ عَلَى النِّكَاحِ وَالنَّهْيِ عَنِ التَّبَتُّلِ وَاَنَّ الْاِشْتِغَالَ بِهٖ اَفْضَلُ مِنَ التَّخَلِّيْ لِلْعِبَادَةِ

۳۲۰٦- عن عبدالله بن مسعودؓ قال: "لَوْ عَلِمْتُ أَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ أَجَلِيْ إِلَّا عَشْرُ

...۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے، مرد نے نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تمہارے پاس آ سکتے ہیں ...نکہ وہ تمہارے چچا ہیں۔ (ترمذی) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور تلخیص حبیر میں ہے کہ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۳۲۰۵۔ عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں۔ ان میں سے ایک بیوی کسی بچے کو دودھ پلادے ...دوسری بیوی کسی بچی کو دودھ پلائے تو کیا یہ بچہ اس بچی سے نکاح کر سکتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا نہیں کر سکتا کیونکہ دونوں کا باپ ایک ...ے (موطا مالک) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: یعنی جس طرح دودھ پینے کی حرمت دودھ پلانے والی عورت کی طرف سے ہوتی ہے۔ ایسے ہی حرمت ...ـں کے شوہر کی طرف سے بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا دودھ پلانے والی کا شوہر دودھ پینے والے بچے کا باپ ہوگا اور اس مرد کی اولاد دودھ پینے ...ـے کے بھائی بہن ہونگے۔ یہی مذہب علیؓ، ابن عباسؓ، عطاء، طاؤس، مجاہد، حسن اور شعبی کا ہے۔

ابواب نکاح کے متفرق مسائل

باب نکاح کی ترغیب اور ترکِ نکاح سے ممانعت کے بیان میں اور اس بیان میں کہ نکاح نفلی عبادت سے افضل ہے

۳۲۰٦۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ میری زندگی کی دس راتیں باقی ہیں تو مجھے یہ بات پسند ...ـے کہ ان راتوں میں کوئی بیوی مجھ سے جدا نہ ہو۔ (طبرانی)۔ عبدالرحمٰن کے ماسوا تمام راوی ثقہ ہیں اور صحیح کے راوی ہیں۔ اور عبدالرحمٰن

لَيَالٍ لَاَحْبَبْتُ اَنْ لَّا يُفَارِقَنِيْ فِيهِنَّ اِمْرَاَةٌ۔ رواه الطبراني و فيه عبدالرحمن بن عبدالله المسعودی و هو ثقة ولكنه اختلط، وبقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، ٤: ٢٥١)۔

٣٢٠٧- عن ابي هريرة رضی اللہ عنہ قال: "لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُتَبَتِّلِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا نَتَزَوَّجُ، وَالْمُتَبَتِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِيْ يَقُلْنَ مِثْلَ ذٰلِكَ"۔ الحديث۔ رواه احمد و فيه الطيب بن محمد، وثقه ابن حبان وضعفه العقيلی، و بقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، ٤: ٢٥١)، فالحديث حسن۔

٣٢٠٨- عن ابي نجيح ان رسول الله ﷺ قال: "مَنْ كَانَ مُوْسِرًا لِاَنْ يَنْكِحَ ثُمَّ لَمْ يَنْكِحْ فَلَيْسَ مِنِّيْ"۔ رواه الطبراني فی الاوسط والكبير، واسناده مرسل حسن كما قال ابن معين(مجمع الزوائد، ٤: ٢٥١)۔

٣٢٠٩- عن عبيد بن سعد يبلغ به النبی ﷺ قال: "مَنْ اَحَبَّ فِطْرَتِيْ فَلْيَسْتَنَّ بِسُنَّتِيْ وَمِنْ سُنَّتِيْ النِّكَاحُ"۔ رواه ابو يعلی و رجاله ثقات ان كان عبيد بن سعد صحابيا، والا فهو مرسل (مجمع الزوائد، ٤: ٢٥٢)۔

٣٢١٠- عن ربيعة الاسلمی رضی اللہ عنہ قال: كُنْتُ اَخْدِمُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لِيْ: "يَا رَبِيْعَةُ! اَلَا

بھی ثقہ ہے لیکن مختلط ہے۔

۳۲۰۷۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ترک نکاح کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے یعنی جو مرد اور عورتیں یہ کہتی ہیں کہ ہم نکاح نہیں کرتے (مسند احمد)۔ طیب بن محمد کو بعض نے ثقہ کہا ہے اور بقیہ راوی ہیں صحیح کے راوی ہیں پس حدیث حسن ہے۔

۳۲۰۸۔ ابو نجیح سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص میں نکاح کرنے کی طاقت ہو پھر وہ نکاح نہ کرے تو وہ مجھ سے نہیں (طبرانی وفی الاوسط) اس کی اسناد مرسل حسن ہے۔

۳۲۰۹۔ عبید بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو میری فطرت اور عادات کو پسند کرتا ہے اسے چاہیے کہ میری سنتوں پر عمل کرے اور میری سنتوں میں سے نکاح بھی ہے۔ (مجمع الزوائد) اس کے راوی ثقہ ہیں اور اگر عبید بن سعد صحابی ہوں تو حدیث موصول ہے ورنہ مرسل۔

۳۲۱۰۔ ربیعہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، (ایک دن) حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

تزوّج؟" قُلتُ: لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ! مَا أُرِيدُ أَنْ أَتزوَّجَ، وَمَا عِندِي مَا يُقِيمُ الْمَرْأَةَ، وَمَا أُحِبُّ أَنْ يُشغِلَنِي عَنكَ شَيءٌ۔ فَأَعرَضَ عَنِّي، ثُمَّ قَالَ لِي الثَّانِيَةَ: "يَا رَبِيعَةُ أَلَا تَزَوَّجُ؟" قُلتُ: مَا أُرِيدُ أَنْ أَتزوَّجَ،مَا عِندِي مَا يُقِيمُ الْمَرْأَةَ، وَمَا أُحِبُّ أَنْ يُشغِلَنِي عَنكَ شَيءٌ۔ فَأَعرَضَ عَنِّي۔ ثُمَّ رجعتُ إِلَى نَفسِي فَقُلتُ: وَاللهِ لَرَسُولُ اللهِ ﷺ أَعلَمُ مِنِّي بِمَا يُصلِحُنِي فِي الدُّنيَا وَالْآخِرَةِ،وَاللهِ لَئِن قَالَ لِي أَتزوَّجُ لَأَقُولَنَّ: نَعَم يَا رَسُولَ اللهِ اُمُرنِي بِمَا شِئتَ،فَقَالَ لِي: "يَارَبِيعَةُ! أَلَا تَزَوَّجُ؟ قُلتُ: بَلَى ! مُرنِي بِمَا شِئتَ، قَالَ: "اِنطَلِقْ إِلَى آلِ فُلَانٍ حَيٍّ مِنَ الْأَنصَارِ، فَقُلْ لَهُم: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَرسَلَنِي إِلَيكُم يَأمُرُكُم أَنْ تُزَوِّجُونِي فُلَانَةَ لِامرَأَةٍ مِنهُم"۔ فَذَهَبتُ إِلَيهِم، فَقُلتُ لَهُم: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأمُرُكُم أَنْ تُزَوِّجُونِي فَقَالُوا! مَرحَبًا بِرَسُولِ اللهِ وَبِرَسُولِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَاللهِ لَا يَرجِعُ رَسُولُ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَّا بِحَاجَتِهِ۔ الحديث مختصرا رواه احمد والطبراني وفيه مبارك بن فضالة و حديثه حسن، وبقية رجال احمد رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ٤:٢٥٦)۔

ربیعہ تو شادی نہیں کرتا؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں نکاح نہیں کرنا چاہتا۔ اور میرے پاس اتنا ساز و سامان بھی نہیں جس سے عورت کا نان ونفقہ پورا ہو سکے۔ اور مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ کوئی اور چیز آپ کی خدمت سے مجھے غافل کر دے تو حضور ﷺ نے مجھ سے منہ پھیر لیا، (تھوڑی دیر بعد) حضور ﷺ نے مجھ سے دوبارہ فرمایا: اے ربیعہ تو شادی نہیں کرتا؟ میں نے عرض کیا شادی کا ارادہ نہیں ہے اور میرے پاس اتنا ساز و سامان بھی نہیں جس سے عورت کا نان ونفقہ پورا ہو سکے۔ اور مجھے یہ بات بھی پسند نہیں کہ کوئی اور کام مجھے آپ کی خدمت سے غافل کر دے۔ اس پر حضور ﷺ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ پھر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یقینا اللہ کے رسول ﷺ دنیا و آخرت کے میرے مصالح کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ قسم بخدا! اگر اب انہوں نے مجھ سے شادی کرنے کا کہا تو میں ضرور کہوں گا "اے اللہ کے رسول ہاں جیسے آپ چاہیں مجھے حکم دیں، پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے ربیعہؓ کیا تو شادی نہیں کرتا؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں، جو آپ چاہتے ہیں مجھے حکم کیجئے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ انصار کے فلاں قبیلے کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ حضور ﷺ نے مجھے آپ کے پاس یہ حکم دے کر بھیجا ہے کہ تم میرا نکاح اپنی فلاں عورت سے کر دو۔ پس میں ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ حضور ﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ میرا نکاح کر دو، اس پر انہوں نے کہا رسول اللہ کا آنا مبارک اور رسول اللہ ﷺ کے قاصد کا آنا مبارک، قسم بخدا رسول اللہ ﷺ کا قاصد نامراد نہیں لوٹے گا (احمد، طبرانی)۔ اس میں مبارک بن فضالہ حسن الحدیث ہے اور باقی راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۳۲۱۱-عن انس ﷺ مرفوعا: "حُبِّبَ اِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ اَلنِّسَاءُ وَالطِّيْبُ، وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِيْ الصَّلَاةِ"-اخرجه احمد والنسائی والحاکم والبیهقی، واسناده جید (العزیزی ۲:۲۰۲) - وما اشتهر من زیادة ثلاث فهی بلفظ: "حُبِّبَ اِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ"- لا اصل له قاله العراقی فی امالیه والحافظ ابن حجر فی تخریج الکشاف وبذلك صرح الزرکشی فقال: انه لم یزد فیه لفظ ثلاث- (المقاصد الحسنة للسخاوی-۸۶)-

۳۲۱۲- عن سعید بن جبیر قال: قال لی ابن عباس ﷺ: "هَلْ تَزَوَّجْتَ؟ "قُلْتُ: لا، قَالَ: "فَتَزَوَّجْ فَإِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُهَا نِسَاءً"- اخرجه البخاری (فتح الباری، ۹:۹۹)-

۳۲۱۱- حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری دنیا میں سے مجھے عورتیں اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے (احمد و نسائی، حاکم، بیہقی) اس کی سند جید اور عمدہ ہے۔

فائدہ: یعنی نکاح مجھے محبوب ہے اور عورتوں کی محبت زہد اور کمالِ عبادت کے منافی نہیں بشرطیکہ حدود کا تحفظ کیا جائے۔

۳۲۱۲- سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباسؓ نے فرمایا کیا تو نے شادی کی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا شادی کر۔ اس لیے کہ اس امت میں سے بہترین آدمی وہ ہے جس کی عورتیں زیادہ ہیں (بخاری)۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے نکاح کی ترغیب اور فضیلت معلوم ہوتی ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح نہ کرنا نبی ﷺ کی سنت کو دعوت دینا ہے اور نکاح نفلی عبادات سے افضل ہے۔ اس لیے اعتدال کی حالت میں بھی نکاح سنت مؤکدہ ہے۔

فائدہ: قرآن مجید کی آیت ﴿ولقد ارسلنا رسلا من قبلک و جعلنا لهم ازواجا وذریة﴾ (رعد) سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح حضرت یحییٰ کے سوا تمام انبیاء کی سنت ہے۔ باقی حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نکاح نہ کرنا ان کی خاص طبیعت کی وجہ سے تھا۔ یا ان کی شریعت تھی۔ جبکہ ہمارے آقا ﷺ کی شریعت میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔

اس کے علاوہ نکاح میں بے شمار فوائد بھی ہیں مثلاً زوجین کی عصمت، عورت کی ضروریات کا انتظام، تکثیر امت، تربیت اور تہذیب اخلاق، ایثار، محبت، بقاء نسل وغیرہ اس لیے ان مذکورہ فوائد و مصالح کی بناء پر بھی نکاح عدم نکاح سے افضل ہے۔ اسی طرح اگر نکاح افضل نہ ہوتا تو آپ ﷺ متعدد نکاح کر کے اسے نفلی عبادات پر ترجیح نہ دیتے (بذل المجہود)

فائدہ: باقی نکاح کے بارے میں بعض نصوص سے فرضیت معلوم ہوتی ہے اور بعض سے سنیت اور بعض سے جواز تو ان میں حقیقۃً کوئی تعارض نہیں۔ یہ مختلف احوال پر محمول ہیں اگر غلبہ شہوت کی وجہ سے زنا کا یقین ہو اور صرف نکاح کی صورت میں ہی بچاؤ ممکن ہو تو نکاح کرنا فرض ہے اور اگر زنا کا ظن ہو تو نکاح واجب ہے۔ اعتدال کی حالت میں نکاح سنت ہے۔ (لیکن یاد رکھیں کہ مذکورہ بالا تینوں

باب لعب النكاح و جِدّه سواء

۳۲۱۳- اخبرنا عبدالرحمن بن عبدالله بن عتبة بن مسعود عن القاسم بن عبد الرحمن بن عبدالله بن مسعود ﷺقال: دَخَلَ الْمُسَيَّبُ بْنُ نَجَبَةَ عَلٰى فَرِيْعَةَ بِنْتِ حَبَّانِ وَهُوَ ابْنُ عَمِّهَا وَخَالِهَا فَقَالَ: يَا فَرِيْعَةُ أَشَعَرْتِ أَنَّهُ وُلِدَتْ لِيَ جَارِيَةٌ؟ فَقَالَتْ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ! قَالَ: فَإِنِّيْ قَدْ أَنْكَحْتُهَا ابْنَكِ. قَالَتْ: قَبِلْتُ، ثُمَّ لَبِثَ سَاعَةً فَقَالَ: مَا كُنْتُ بِجَادٍّ وَمَا كُنْتُ إِلَّا لَاعِبًا. قَالَتْ: قَدْ عَرَضْتَ عَلَيَّ النِّكَاحَ وَقَدْ قَبِلْتُ. قَالَ: بَيْنِيْ وَبَيْنَكِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ، فَدَخَلَ عَلَيْهِمَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ، فَلَمَّا قَصَّا عَلَيْهِ الْقِصَّةَ قَالَ: حَدَّثْتَ يَا مُسَيَّبُ بِنِكَاحٍ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: "فَإِنَّ النِّكَاحَ جِدُّهُ وَلَعِبُهُ سَوَاءٌ، كَمَا أَنَّ الطَّلَاقَ جِدُّهُ وَلَعِبُهُ سَوَاءٌ".

اخرجه محمد فی الحجج له (۲۸۷)۔ وقال : اجاز قول فريعة "قد قبلت" وكانت امراة عبدالله۔ والقاسم عن عبدالله مرسل ولكنه من اهل بيته، وصاحب البيت ادرى بما فيه، فهو مرسل صحيح فی حكم الموصول۔

صورتوں میں حقوقِ زوجیہ کی ادائیگی پر قدرت شرط ہے) اگر بیوی کے حقوق ادا نہ کر سکنے کا یقین ہو تو نکاح حرام ہے اور اگر عدم ادائیگی کا ظن ہو تو نکاح مکروہ ہے (بذل المجہود)۔

باب نکاح کا قصد کرنا اور مذاق کرنا برابر ہیں

۳۲۱۳۔ قاسم بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ مسیب بن نجبہ، فریعہ بنت حبان کے پاس آئے (مسیب فریعہ کے چچا کے بیٹے ہیں) مسیب نے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ میری بیٹی پیدا ہوئی ہے۔ فریعہ نے کہا اللہ تجھے برکت دے۔ پھر مسیب نے کہا میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تیرے بیٹے سے کر دیا، فریعہ نے کہا میں نے قبول کیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد مسیب نے کہا میں سنجیدگی سے نہیں کہہ رہا تھا بلکہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ فریعہ نے کہا کہ تو نے مجھ پر نکاح پیش کیا اور میں نے قبول کیا (یعنی نکاح تو ہو چکا) مسیب نے کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ موجود ہیں (ان سے پوچھتے ہیں) پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان کے پاس تشریف لائے، ان دونوں نے آپؓ سے وہ قصہ بیان کیا۔ تو آپؓ نے فرمایا اے مسیب کیا تو نے نکاح کا ایجاب کیا؟ اس نے کہا ہاں۔ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ نکاح کا قصد کرنا اور مذاق کرنا برابر ہیں جیسا کہ طلاق میں حقیقت اور مذاق برابر ہیں۔ (کتاب الحجج) اور فریعہ عبداللہ بن مسعود کی بیوی ہیں اور قاسم عن عبداللہ مرسل ہے لیکن وہ عبداللہ کے گھر والوں میں سے ہے اور صاحب خانہ گھر کی باتوں کو زیادہ جانتا ہے پس یہ مرسل صحیح موصول کے حکم میں ہے۔

فائدہ: یعنی آپ نے فریعہ کے قول (میں نے قبول کیا) کو نافذ کر دیا۔

۳۲۱۴- اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن عبداللہ بن مسعودؓ انه قال: "اِنَّ لَعِبَ النِّکَاحِ وَجِدَّهُ سَوَاءٌ کَمَا اَنَّ لَعِبَ الطَّلَاقِ وَجِدَّهُ سَوَاءٌ"۔ اخرجه محمد فی الحجج (۳۰۱)، وهو مرسل ورجاله ثقات۔ ومراسیل النخعی صحاح کما مر غیر مرة۔

بَابُ مَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً فِیْ عِدَّتِهَا یُفَرَّقُ بَیْنَهُمَا وَتَسْتَکْمِلُ الْعِدَّةَ ثُمَّ یَتَزَوَّجُهَا اِنْ شَاءَ

۳۲۱۵- اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم النخعی عن علیؓ اَنَّهُ قَالَ فِیْ الْمَرْاَةِ تَتَزَوَّجُ فِیْ عِدَّتِهَا: "یُفَرَّقُ بَیْنَهَا وَبَیْنَ زَوْجِهَا الْاٰخَرِ، وَلَهَا الصَّدَاقُ مِنْهُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا، وَتَسْتَکْمِلُ مَا بَقِیَ مِنْ عِدَّتِهَا مِنَ الْاَوَّلِ، وَتَعْتَدُّ مِنَ الْاٰخَرِ عِدَّةً مُسْتَقْبَلَةً، ثُمَّ یَتَزَوَّجُ الْاٰخَرُ اِنْ شَاءَ"۔ رواہ محمد فی الحجج له (۲۹۷)، وهو مرسل صحیح و مراسیل النخعی صحاح۔

۳۲۱۶- اخبرنا الحسن بن عمارة عن الحکم بن عتیبة عن مجاهد انه قال: "قد رجع

۳۲۱۴۔ ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ نکاح کا قصد کرنا اور مذاق کرنا برابر ہیں جیسا کہ طلاق کا قصد کرنا اور مذاق کرنا برابر ہیں (کتاب الحجج) اس کے راوی ثقہ ہیں اور یہ مرسل نخعی ہے اور مراسیل نخعی صحیح ہیں۔

فائدہ: یعنی جس طرح سنجیدگی سے نکاح کرنے سے نکاح ہو جاتا ہے اسی طرح مذاق میں نکاح کرنے سے بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ جس طرح کہ مذاق میں طلاق دینے سے بالاتفاق طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

باب کسی عورت سے اس کی عدت میں نکاح کرنے پر ان میں تفریق ضروری ہے اور عدت گذرنے کے بعد وہ چاہے تو دوبارہ اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے

۳۲۱۵۔ ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر عورت اپنی عدت میں کسی دوسرے سے نکاح کر لے تو اس کے اور اس کے خاوند کے درمیان جدائی کر دی جائے گی۔ البتہ خاوند کے اس کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھانے کے عوض عورت کے لئے مہر ہوگا۔ اور وہ عورت پہلے خاوند کی بقیہ عدت مکمل کرنے کے بعد دوسرے خاوند کی مستقل عدت گذارے گی پھر (اس کے بعد) دوسرا خاوند چاہے تو نکاح کر سکتا ہے (کتاب الحجج) یہ مرسل نخعی ہے اور مراسیل نخعی صحیح ہیں۔

۳۲۱۶۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے پہلے خاوند کی عدت کی مدت میں نکاح کرنے والی عورت اور گم شدہ شوہر کی بیوی کے مسئلے میں حضرت علیؓ کے قول کی طرف رجوع کر لیا (کتاب الحجج) یہ مرسل حسن ہے۔ اور بیہقی میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ دوسرے

عُمَرُ ﷺفِی الَّتِیْ تَنْکِحُ فِیْ عِدَّتِہَا وَالْمَفْقُوْدِ زَوْجُھَا اِلٰی قَوْلِ عَلِیٍّ ﷺ"۔ رواہ محمد فی الحجج ایضا(۲۹۷)۔ وھو مرسل حسن۔ و قال البیھقی:روی الثوری عن اشعث عن الشعبی عن مسروق عن عمرؓ اَنَّہٗ رَجَعَ، فَقَالَ:"لَھَا مَھْرُھَا وَیَجْتَمِعَانِ اِنْ شَاءَ"۔ کذا فی التلخیص الحبیر"(۲:۲۲۸)۔

بَابُ جَوَازِ الدُّخُوْلِ بِالزَّوْجَةِ قَبْلَ اَنْ یُعْطِیَھَا شَیْئًا مِنْ صَدَاقِھَا

۳۲۱۷- اخبرنا سفیان بن سعید الثوری حدثنا منصور عن طلحة بن مصرف عن خیثمة بن عبدالرحمن الجعفی: "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ جَھَّزَ اِمْرَاَۃً اِلٰی زَوْجِھَا وَلَمْ یُعْطِھَا شَیْئًا"۔اخرجہ محمد فی الحجج لہ(۳۰۷)، وھو مرسل صحیح۔

۳۲۱۸-قال: عبادبن العوام: حدثنا الحجاج بن ارطاۃ عن عطاء بن ابی رباح فی الرجل یتزوج المراۃ: "انہ لم یرباساً ان یدخل علیھا قبل ان یعطیھا شیئا"۔ رواہ محمد فی الحجج ایضاً (۳۰۸)۔ورجالہ ثقات۔

۳۲۱۹- اخبرنا سعید بن ابی عروبة عن قتادۃ عن سعید بن المسیب فِیْ رَجُلٍ

غلط نکاح پر بھی عورت کو مہر ملے گا اور وہ بعد میں اگر چاہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

فائدہ: یعنی حضرت عمرؓ کا قول تھا کہ اگر کوئی عورت پہلے خاوند کی عدت میں ہوتے ہوئے دوسرے سے نکاح کر لے تو ان کے درمیان جدائی کردی جائے گی اور پھر وہ کبھی بھی نکاح نہیں کر سکیں گے لیکن بعد میں حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے قول کی طرف رجوع فرمالیا جن کا فتویٰ یہ تھا کہ تفریق ہوجانے اور دو عدتیں (پہلے خاوند اور دوسرے خاوند کی عدتیں) گذارنے کے بعد اگر وہ چاہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

باب مہر میں سے کچھ دیے بغیر بھی عورت سے صحبت کرنا جائز ہے

۳۲۱۷۔ خیثمہ بن عبدالرحمٰن جعفی فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے ایک عورت کو تیار کر کے اس کے خاوند کے پاس بھیجا جبکہ اس کے خاوند نے اس عورت کو کچھ نہیں دیا تھا (کتاب الحجج) اور یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

۳۲۱۸۔ عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرد کسی عورت سے شادی کرے اور اسے مہر میں سے کچھ دیے بغیر اس سے صحبت کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں (کتاب الحجج) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۲۱۹۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو مہر میں سے کچھ دیے بغیر اس سے صحبت کرے تو اس میں کچھ

تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً ثُمَّ دَخَلَ بِهَا قَبْلَ اَنْ يُعْطِيَهَا شَيْئًا، قَالَ: "لَا بَأْسَ بِهٖ"۔ رواه محمد فی الحجج ایضا(۳۰۸) ورجاله ثقات ثم اسند عن ابراهيم النخعي و عن الحسن نحوه۔

بَابُ ثُبُوْتِ حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ بِالزِّنَا

۳۲۲۰- اخبرنا قيس بن الربيع اخبرنا الاغر بن الصباح عن خليفة بن الحصين عن ابى نصر عن عبدالله بن عباس ؓ قال: "جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ اِلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ: تَحْتِيْ اِمْرَاَةٌ مِّنْ اَجْمَلِ النِّسَاءِ قَدْ وَلَدَتْ لِيْ سَبْعَةً كُلُّهُمْ قَدْ اَطَاقَ السِّلَاحَ، وَاِنِّيْ كُنْتُ قَدْ اَصَبْتُ مِنْ اُمِّهَا صَبْوَةً، فَمَا تَرٰى؟ قَالَ: كَمْ مَالُكَ؟ قَالَ: ثَلَاثُ مِائَةِ اَلْفٍ۔ قَالَ: فَبِكَمْ يَسُرُّكَ اَنْ تُفْدِيَهَا مِنْ مَالِكَ؟ فَقَالَ: بِمَالِيْ كُلِّهٖ۔ قَالَ: قَدْ حُرِمَتْ عَلَيْكَ"۔ اخرجه محمد في الحجج (۳۲۹)وسنده حسن۔ وقال ابوزرعة: ابونصر الاسدى الذى يروى عن ابن عباس ثقة، كذا فى التهذيب(۱۲:۲۵۵)۔

۳۲۲۱- اخبرنا قيس بن الربيع عن القعقاع عن يزيد الضبى قال: سَأَلْتُ الْحَسَنَ

حرج نہیں۔(ایضا) پھر یہ حدیث انہوں نے حسن بصری اور ابراہیم نخعی سے بھی مسنداً بیان کی ہے۔

فائدہ: یعنی پہلی صحبت سے قبل کچھ مہر دینا مستحب ہے اور بغیر کچھ دیے صحبت کرنا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ عورت اور اس کے اولیاء اس پر راضی ہوں۔

باب زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے

۳۲۲۰۔ ابونصر سے مروی ہے کہ ایک آدمی خراسان سے ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ ایک انتہائی خوبصورت عورت میرے نکاح میں ہے۔ اس سے میرے سات بچے ہیں جو سب کے سب اسلحہ چلانے کی طاقت رکھتے ہیں (یعنی مضبوط جسم کے مالک ہیں) لیکن میں اس کی ماں (یعنی اپنی ساس) سے زنا کر بیٹھا ہوں۔ تو اب آپ کی کیا رائے ہے (یعنی میری بیوی میرے لیے حلال ہو سکتی ہے؟) ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تیرے پاس کتنا مال ہے۔ اس نے کہا کہ تین لاکھ ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ اس کے فدیے میں تو کتنا خرچ کر سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ تمام مال خرچ کر دوں گا۔ آپؓ نے فرمایا کہ وہ تجھ پر حرام ہو چکی ہے۔ (کتاب الحجج) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: یعنی تیری بیوی تجھ پر کسی صورت میں بھی حلال نہیں ہو سکتی۔

۳۲۲۱۔ یزید ضبی فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ ایک آدمی کسی بچی کو شہوۃ کے ساتھ اپنی چھاتی سے لگا تا ہے

بصْرِیِّ عَنْ رَجُلٍ ضَمَّ اِلَیْهِ صَبِیَّةً بِشَهْوَةٍ اَیَتَزَوَّجُ اُمَّهَا؟ قَالَ: لَا- رواه محمد فی الحجج ۳۲۹)واحتج به-

۳۲۲۲- اخبرنا ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم ، قال: اِذَا قَبَّلَ الرَّجُلُ اُمَّ اِمْرَاَتِهٖ اَوْ مَسَّهَا بِنْ شَهْوَةٍ حَرُمَتْ عَلَیْهِ اِمْرَاَتُهٗ- اخرجه محمد فی الحجج(السابق)ورجاله ثقات-

۳۲۲۳- اخبرنااسماعیل بن عیاش الحمصی حدثنی سعید بن یوسف عن یحیی ابن ابی کثیر قال: سُئِلَ عُروةُ بْنُ الزُّبَیْرِ وَسَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عبدِالرحمنِ وسالمُ بنُ عبدِاللّٰهِ، عَنْ رَجُلٍ اَصَابَ اِمْرَاَةً حَرَامًا هَلْ یَحِلُّ لَهٗ نِکَاحُ اِمْرَاَةٍ اَرْضَعَتْهَا؟ فَقَالُوْا کُلُّهُمْ: "هِی حَرَامٌ"، اخرجه محمد فی الحجج و سنده حسن، وسعید بن یوسف هذا هوالرحبی الرقی الصنعانی من صنعاء دمشق، ذکره ابن حبان فی الثقات- وقال ابوحاتم: لیس بمشهور، وحدیثه لیس بالمنکر- کذا فی "التهذیب"(۴:۱۰۴)-

۳۲۲۴- اخبرنا اسماعیل بن عیاش الحمصی حدثنی ابن جریج عن ابن طاوس عن ابیه، عَنِ الرَّجُلِ یَزْنِیْ بِالْمَرْاَةِ،قَالَ: لَا یَنْکِحُ اُمَّهَا وَلَا بِنْتَهَا- اخرجه محمد فی الحجج ایضا و رجاله ثقات-

---

ہے جو اس کی ماں سے شادی کرسکتا ہے؟ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ نہیں۔(کتاب الحجج) امام محمدؒ نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے(جو اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے)

۳۲۲۲۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر مرد اپنی ساس کو بوسہ یا شہوت کے ساتھ اسے چھوئے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی(ایضا) امام محمدؒ نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے۔(جو صحت کی دلیل ہے)۔

۳۲۲۳۔ یحیٰی بن ابی کثیر فرماتے ہیں کہ عروہ بن زبیر سعید بن مسیب، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور سالم بن عبداللہ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت سے زنا کرے تو کیا وہ مرد اس عورت کی رضاعی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے؟ تو تمام بزرگوں نے فرمایا کہ نہیں کرسکتا (ایضا) اس کی سند حسن ہے۔

۳۲۲۴۔ ابن طاؤس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی مرد کسی عورت سے زنا کرے تو وہ مرد اس عورت کی ماں اور بیٹی سے نکاح نہیں کرسکتا۔(کتاب الحجج) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۲۲۵- عن اسماعیل بن عیاش حدثنا سعید بن ابی عروبة عن قیس بن سعید عن مجاهد، فِی الرَّجُلِ یَفْجُرُ بِالْمَرْأَةِ، قَالَ: "إِذَا نَظَرَ إِلٰی فَرجِهَا فَلَا یَحِلُّ لَهٗ أُمُّهَا وَلَا بِنْتُهَا" اخرجه محمد فی الحجج ایضاً ورجاله ثقات۔

بَابُ اِنْعِقَادِ النِّكَاحِ بِلَفْظِ الْهِبَةِ وَالتَّمْلِیْكِ وَنَحْوِهِمَا

۳۲۲۶- حدثنامحمد بن بشرثنا هشام بن عروة عن ابیه عن عائشةرضی الله عنها، "أَنَّهَا كَانَتْ تُعِیْرُ النِّسَاءَ اللَّاتِیْ وَهَبْنَ أَنْفُسَهُنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَتْ: أَلَا تَسْتَحِي الْمَرْأَةُ أَنْ تَعْرِضَ نَفْسَهَا بِغَیْرِ صَدَاقٍ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿تُرْجِیْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ﴾ الآیة" اخرجه احمد فی مسنده و هذا سند علی شرط الشیخین(الجوهر النقی،۲:۶۹)۔

۳۲۲۷- حدثنا حسین بن نصرثنا یوسف بن عدی ثنا علی بن مسهر عن هشام عن

۳۲۲۵۔ مجاہدؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت سے زنا کرے (تو کیا حکم ہے؟) تو آپؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھ لے تو اس کی ماں اور بیٹی اس مرد کے لئے حلال نہیں (کتاب الحجج) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ زنا اور دواعی زنا سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔

باب لفظ ھبہ اور تملیک سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے

۳۲۲۶۔ ھشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ایسی عورتوں کو عار دلایا کرتی تھیں جنہوں نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے لیے (بغیر مہر کے) ھبہ کر رکھا تھا۔ اور فرماتیں کیا عورت کو اس بات سے شرم نہیں آتی کہ اپنے آپ کو بغیر مہر کے (خاوند کے لیے) پیش کر دیتی ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿ترجی من تشاء منھن﴾ (الاحزاب۔۵۱) نازل فرمائی (یعنی ان میں سے آپ جس کو چاہیں اور جب تک چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں اور جب تک چاہیں اپنے نزدیک رکھیں اور جن کو دور کر رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کریں تب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں۔ اس میں زیادہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ غم زدہ نہیں ہونگی اور جو کچھ بھی آپ ان کو دے دیں گے اس پر سب راضی ہو جائیں گی (مسند احمد) اس کی سند شرط شیخین پر ہے (جوہر نقی)

فائدہ: یعنی یہ آیت ان عورتوں کی حمایت میں اتری جنہوں نے اپنے آپ کو ھبہ کر دیا تھا۔ لہٰذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہبہ کرنے سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

۳۲۲۷۔ ہشام اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے یہ مسئلہ سنایا جاتا (کہ بعض

بيه، قَالَتْ عَائِشَةُ: "كُنْتُ إِذَا ذَكَرْتُ قُلْتُ: إِنِّي لَاسْتَحْيِي اِمْرَأَةً تَهِبُ نَفْسَهَا لِرَجُلٍ بِغَيْرِ مَهْرٍ"- الحديث اخرجه الطحاوى-وحسين بن نصر قال فيه السمعانى و ابن يونس: ثقة ثبت، وبقية السند على شرط البخارى(الجوهر النقى، السابق)-

۳۲۲۸- عن معمر عن ايوب عن ابى قلابة أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ وَرَجُلَيْنِ مَعَهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا: "لَا تَحِلُّ الْهِبَةُ لِأَحَدٍ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَوْ تَزَوَّجَهَا عَلٰى سَوْطٍ لَحَلَّتْ"- اخرجه عبدالرزاق فى المصنف(الجوهر النقى، السابق)وهذا اسناد صحيح-

۳۲۲۹- وعن طاوس قال: لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَهِبَ ابْنَتَهُ بِغَيْرِ مَهْرٍ إِلَّا لِلنَّبِيِّ ﷺ-

۳۲۳۰- وعن مجاهد: وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ، قَالَ: بِغَيْرِ صَدَاقٍ-

عورتوں نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے لیے ہبہ کردیا ہے) تو میں کہا کرتی تھی کہ مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ کوئی عورت اپنے آپ کو بغیر مہر کے کسی مرد کے لیے ہبہ کردے (طحاوی)۔ حسین بن نصر کو سمعانی اور ابن یونس نے ثقہ ثبت کہا ہے اور باقی سند بخاری کی شرط پر ہے (جوہر نقی)۔

فائدہ: حدیث عائشہ صدیقہؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے محض ترک مہر پر انکار کیا تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کا نکاح بغیر مہر کے بھی منعقد ہو جاتا ہے۔ اسی لیے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی کو یہ اعتراض کرنے کا حق نہیں کہ آپ ﷺ نے چار سے زائد نکاح کئے اور مہر کے بغیر بھی نکاح کیا کیونکہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہیں۔ اسی طرح صفیہ کو آزاد کر کے آپ ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور عتق کو ہی مہر بنایا یہ بھی آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ الغرض آپ ﷺ کی خصوصیت بغیر مہر کے نکاح کا درست ہونا ہے لیکن لفظ ہبہ سے نکاح کا انعقاد آپ کی خصوصیت نہیں۔ اس لیے کوئی اور آدمی لفظ ہبہ سے نکاح کرے تو نکاح منعقد ہو جائے گا لیکن مہر بھی لازم ہوگا۔

۳۲۲۸۔ ابو قلابہ سے مروی ہے کہ ابن مسیب اور دوسرے دو اہل علم فرمایا کرتے تھے کہ کسی عورت کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے آپ کو حضور ﷺ کے بعد کسی اور کے لیے ھبہ کردے۔ ہاں اگر وہ ایک کوڑے کی مقدار مہر پر بھی نکاح کرے تو حلال ہے (مصنف عبدالرزاق) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۲۲۹۔ طاؤس فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنی بیٹی کو بغیر مہر کے ھبہ کردے البتہ حضور ﷺ کے لیے ھبہ کرنا جائز ہے۔

۳۲۳۰۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ کے فرمان ﴿وامراة مؤمنة ان وهبت نفسها للنبى﴾ (احزاب۔۵۰) (یعنی مسلمان عورت اپنے آپ کو بغیر عوض کے پیغمبر کو دیدے) میں مراد بغیر مہر کے ھبہ کرنا ہے۔

۳۲۳۱- وعن عطاء سُئِلَ عَنْ اِمْرَأةٍ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِرَجُلٍ قَالَ: لَا يَكُوْنُ اِلَّا بِصَدَاقٍ- وَعَنْهُ: قَالَ: لَا يَصْلُحُ اِلَّا لِصَدَاقٍ، لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ اِلَّا لِلنَّبِيِّ ﷺ-

۳۲۳۲- وعن الحكم و حماد، سُئِلَا عَنْ رَجُلٍ وَهَبَ اِبْنَتَهُ لِرَجُلٍ، فَقَالَا: "لَا يَجُوْزُ بِصَدَاقٍ"- ذكر الخمسة ابن ابی شيبة فی مصنفه باسانيد صحيحة (الجوهر النقی، السابق)-

۳۲۳۳- عن سهل بن سعد الساعدی، قال: "جَاءَتْ اِمْرَأَةٌ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! جِئْتُ اَهِبُ لَكَ نَفْسِيْ، فَلَمَّا رَأَتِ الْمَرْأَةُ اَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيْهَا شَيْئًا جَلَسَتْ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِهِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيْهَا، فذكر الحديث بطوله، وفيه قال: اِذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ- رواه البخاری (فتح الباری، ۱۱۳:۹)، ومسلم (الجوهر النقی، ۸۲:۲)-

---

۳۲۳۱- عطاء سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی مرد کے لیے ھبہ کردے تو اس کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مہر کے ساتھ ہی درست ہوگا۔ اور عطاء ہی فرماتے ہیں کہ بغیر مہر کے ھبہ کرنا حضورؐ کے لیے خاص تھا۔

۳۲۳۲- حکم اور حماد سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کسی شخص کو بغیر عوض کے دیدے تو اس کا کیا حکم ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ مہر کے ساتھ ہی جائز ہے (اوپر کی پانچ روایات کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں روایت کیا ہے) ان کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اوپر کی روایات میں حضرت عائشہؓ نے اس ھبہ پر رد کیا ہے جس میں مہر چھوڑ دیا جائے جو کہ حضور ﷺ کے لیے خاص تھا۔ البتہ آخری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ھبہ سے نکاح تو منعقد ہو جائے گا البتہ مہر لازم ہوگا۔

۳۲۳۳- سہل بن سعد ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی یارسول اللہ میں اپنے آپ کو آپ ﷺ کے لیے ھبہ کرنے آئی ہوں۔ لیکن جب عورت نے دیکھا کہ حضور ﷺ اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ نہیں فرما رہے تو بیٹھ گئی۔ صحابہؓ میں سے کسی نے عرض کیا یارسول اللہ اگر آپ ﷺ کو اس کی حاجت نہیں تو میرا اس سے نکاح کر دیجئے۔ (طویل حدیث ذکر کرنے کے بعد راوی کہتے ہیں کہ) تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جا میں نے تجھے اس کا مالک بنا دیا اس قرآن کے عوض جو تیرے پاس ہے (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لفظ ھبہ اور لفظ تملیک سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن مہر لازم ہوگا۔

بَاب اِذَا زَوَّجَ الْوَلِيَّانِ فَالنِّكَاحُ لِلْاَوَّلِ مِنْهُمَا

۳۲۳۵- عن قتادة عن الحسن عن سمرة ﷺ مرفوعا: "أَيُّمَا امْرَأَةٍ زَوَّجَهَا وَلِيَّانِ فَهِيَ لِلْاَوَّلِ مِنْهُمَا"- رواه احمد والدارمی و ابوداود والترمذی وحسنه الترمذی و صححه ابو زرعة وابو حاتم والحاكم فی المستدرك، و صحته متوقفة علی سماع الحسن من سمرة ﷺ، فان رجاله ثقات- و رواه الشافعی و احمد والنسائی من طريق قتادة ايضا عن الحسن عن عقبة بن عامر ﷺ- قال الترمذی: الحسن عن سمرة فی هذا اصح- و قال ابن المدينی: لم يسمع الحسن عن عقبة شيئا، كذا فی التلخيص الحبير(۲:۲۹۹)-

كتاب الطلاق

بَاب اَنَّ الطَّلَاقَ اَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰی اِذَا كَانَ بِغَيْرِ حَاجَةٍ

۳۲۳۶- عن ابن عمر رضی الله عنهما عن النبی ﷺ قال: "اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ

باب جب دو ولی کسی عورت کا نکاح کردیں تو عورت ان دونوں میں سے پہلے خاوند کی ہوگی

۳۲۳۵۔ حضرت سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ اگر دو ولی ایک عورت کا نکاح (یکے بعد دیگرے دو الگ الگ شخصوں سے) کردیں تو عورت اس شخص کی بیوی قرار پائے گی جس سے پہلے نکاح ہوا۔ (احمد، دارمی، ابوداؤد، ترمذی)۔ امام ترمذی نے اسے حسن اور حاکم، ابوزرعہ اور ابوحاتم نے اسے صحیح کہا ہے اور اس کی صحت سمرہ سے حسن کے سماع پر موقوف ہے۔ اور اس حدیث کو شافعی، احمد اور نسائی نے حسن عن عقبہ کے طریق سے بھی روایت کیا ہے۔ لیکن امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حسن عن سمرہ اصح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر دو ولی کسی عورت کا دو مردوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کردیں تو وہ عورت ان میں سے اول کے لیے ہے۔ خواہ دوسرے نے اس سے جماع کرلیا ہو یا نہ کیا ہو وہ اس لیے کہ پہلے نکاح سے وہ عورت پہلے آدمی کی عصمت میں آچکی ہے۔ لہٰذا دوسرا نکاح ہی باطل ہوگا۔ اور اگر دونوں ولی ایک ہی وقت میں دو مختلف شخصوں سے نکاح کردیں تو یہ دونوں نکاح باطل ہونگے۔

کتاب الطلاق

باب بغیر حاجت کے طلاق اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے

۳۲۳۶۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے (ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں اسے روایت کیا ہے اور جامع صغیر میں اس حدیث کو

عزوجل اَلطَّلَاقُ"۔ رواہ ابوداود و قد سکت عنه(۱:۳۰۳)۔ ورواہ الحاکم فی المستدرک ۔
صحح سندہ فی الجامع الصغیر(۱:۴)بعد عزوہ الیہما والی ابن ماجة۔

۳۲۳۷- عن ابن سیرین قال: بَلَغَنِیْ اَنَّ اَبَا اَیُّوْبَ یَعْنِیْ اَرَادَ طَلَاقَ اُمِّ اَیُّوْبَ فَاسْتَاْمَرَالنَّبِیَّ ﷺ، فَقَالَ: "اِنَّ طَلَاقَ اُمِّ اَیُّوْبَ لَحُوْبٌ"۔ رواہ ابوداود فی المراسیل (۲۵)۔ وسکت عنه۔

۳۲۳۸- عن عمر بن الخطاب ﷺ : "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ طَلَّقَ حَفْصَةَ ثُمَّ رَاجَعَهَا"۔ رو ہ ابوداود والنسائی وابن ماجة، وسکت عنه ابوداود والمنذری(نیل الاوطار،۶:۲۴۲)۔ وقد مـ حدیث طلاق سودة رضی اللہ عنها فی باب صحة ترک القسم لضرتـها۔

بَابُ طَلَاقِ السُّنَّةِ

۳۲۳۹- عن ابراهیم رحمه اللہ: كَانُوْا (ای الصحابة) یَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ یُطَلِّقَهَا وَاحِدَةً ثُمَّ یَتْرُكَهَا حَتّٰی تَحِیْضَ ثَلَاثَ حِیَضٍ-رواہ ابن ابی شیبة باسناد صحیح (درایة ۲۲۶)۔

ابوداؤد، حاکم اور ابن ماجہ کی طرف منسوب کرنے کے بعد اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

۳۲۳۷۔ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب ابوایوبؓ نے ام ایوب کو طلاق دینے کا ارادہ کیا اور ۔ بارے میں حضور ﷺ سے مشورہ کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ام ایوب کو طلاق دینا گناہ ہے۔(ابوداؤد فی المراسیل) ابوداؤد نے اس سے سکوت کیا ہے۔(لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

۳۲۳۸۔ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت حفصہؓ کو طلاق دی پھر رجوع فر۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے(لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بغیر حاجت کے طلاق دینا انتہائی ناپسندیدہ ہے البتہ حاجت کی صورت میں جا۔ حلال ہے۔

باب طلاق دینے کا مسنون طریقہ

۳۲۳۹۔ ابراہیم فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ مرد اپنی بیوی کو ایک طلاق دے پھر تین حیض گز۔ تک اسے چھوڑے رکھے(مصنف ابن ابی شیبہؒ) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۲۴۰- اخبرنا محمد بن يحيى بن ايوب ثنا حفص بن غياث ثنا الاعمش عن ابى اسحاق عن ابى الاحوص عن عبدالله انه قال: "طَلَاقُ السُّنَةِ تَطْلِيْقَةٌ وَهِيَ طَاهِرٌ فِيْ غَيْرِ جِمَاعٍ، فَإِذَا حَاضَتْ وَطَهُرَتْ طَلَّقَهَا أُخْرٰى، فَإِذَا حَاضَتْ وَطَهُرَتْ طَلَّقَهَاأُخْرٰى ثُمَّ تَعْتَدُّ بَعْدَ ذٰلِكَ بِحَيْضَةٍ"- قَالَ الْاَعْمَشُ: "سَاَلْتُ اِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ: مِثْلَ ذٰلِكَ"-رواه النسائى(۹۹:۲)-ورجاله رجال الصحيح غير محمد بن يحيى و هو ثقة حافظ (تقريب،۱۹۸)-

۳۲۴۱- عن ابن مسعودؓ فى قوله تعالى: ﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾، قَالَ: "فِيْ الطُّهْرِ مِنْ غَيْرِ جِمَاعٍ"- رواه الطبرى بسند صحيح، و اخرجه عن جمع من الصحابة و من بعدهم كذلك، وهو عندالترمذى ايضا(فتح البارى، ۹:۳۰۱)-

۳۲۴۲- عن ابن عباس رضى اللّٰهُ عنهما قال: كَانَ نَفَرٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ يُطَلِّقُوْنَ بِغَيْرِ عِدَّةٍ وَيُرَاجِعُوْنَ بِغَيْرِ شُهُوْدٍ، فَنَزَلَتْ(يَعْنِىْ): ﴿وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِنْكُمْ﴾، كما يتحصل

۳۲۴۰۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ طلاق دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ عورت کو ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں جماع نہ کیا ہو۔ پھر اس کے بعد جب وہ حائضہ ہوکر پاک ہوجائے پھر اسے دوسری طلاق دے پھر اس کے بعد جب وہ حائضہ ہوکر پاک ہوجائے اسے تیسری طلاق دے اس کے بعد وہ عورت ایک اور حیض عدت میں گذارے۔ اعمش فرماتے ہیں کہ میں نے اس بارے میں ابراہیم نخعی سے پوچھا تو آپ نے بھی اسی طرح فرمایا۔ (نسائی) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے محمد بن یحیٰی کے اور وہ بھی ثقہ حافظ ہیں۔

۳۲۴۱۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے فرمان ﴿فطلقوھن لعدتھن﴾ (الطلاق۔۱) سے مراد یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو (طبری، ترمذی) ترمذی وطبری نے اسے صحابہ وتابعین کی ایک جماعت سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۳۲۴۲۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مہاجرین میں سے کچھ لوگ (اپنی بیویوں کو) بغیر عدت کے ہی (یعنی حیض میں) طلاق دے دیا کرتے تھے۔ اور پھر بغیر گواہوں کے رجوع کر لیتے تھے تو اس پر یہ آیت اتری۔ ﴿واشھدوا ذوی عدل منکم﴾ (یعنی اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ بنالو) (ابن مردویہ) (فتح الباری)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ طلاق کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں جماع نہ کیا ہو اور اس پر دو گواہ بھی بنالیے جائیں۔ پھر خواہ ایک طلاق پر اکتفا کیا جائے اور یہ طلاق احسن ہے یا ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے اور یہ طلاق حسن ہے۔

من الفتح ایضا)، اخرجه ابن سردویه(فتح الباری، السابق)۔

بَابُ الْمَنْعِ مِنَ الطَّلَاقِ فِی الْحَیْضِ وَاَمْرِ الْمُرَاجَعَةِ لِمَنْ طَلَّقَهَا فِیْهِ وَعَدِّ ذٰلِکَ الطَّلَاقَ

۳۲۴۳- عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اَنَّهُ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ وَهِیَ حَائِضٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَسَاَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيْضَ ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ اِنْ شَاءَ اَمْسَكَ بَعْدُ، وَاِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ اَنْ يَمَسَّ" الحدیث۔ رواہ البخاری(۲:۷۹۰)۔ و فی فتح الباری(۹:۳۰۸):
وعندالدارقطنی فی روایة شعبة عن انس بن سیرین عن ابن عمر فی القصة فقال عُمَرُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ!اَفَتَحْتَسِبُ بِتِلْكَ التَّطْلِيْقَةِ؟ قَالَ: "نَعَمْ!" ورجاله الی شعبة ثقات، ای والباقون من رجال الصحیح، فان البخاری رواه من طریق شعبة عن انس ابن سیرین عن ابن عمر۔

باب حیض میں طلاق دینے کی ممانعت اور دینے کی صورت میں رجوع کرنے کا حکم اور حیض میں دی ہوئی طلاق بھی طلاق ہی ہے

۳۲۴۳۔ عبداللہ بن عمرؓ نے حضور ﷺ کے زمانے میں اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دیدی۔ حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ (اے عمر!) ابن عمرؓ سے کہو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے اور پھر اپنے نکاح میں باقی رکھے جب ماہواری بند ہو جائے پھر حیض آئے اور پھر بند ہو تب اگر چاہیں تو اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں باقی رکھے۔ اور اگر چاہیں تو طلاق دیدے۔ لیکن طلاق اس طہر میں ان کے ساتھ ہمبستری سے قبل ہونی چاہیے۔ (بخاری) اور فتح الباری اور دارقطنی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا وہ حیض والی طلاق طلاق سمجھی جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، وہ بھی طلاق ہی سمجھی جائے گی۔ اس کے راوی شعبہ تک ثقہ ہیں اور باقی صحیح کے راوی ہیں

فائدہ: دونوں حدیثوں کے مجموعہ سے باب کے تمام اجزاء ظاہر ہیں اور باقی فتح الباری میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ابوداؤد نے "ولم یرها شیئا" کا اضافہ کیا ہے (یعنی آپ ﷺ نے اس حیض والی طلاق کو کچھ نہ جانا) تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود فتح الباری میں ہے کہ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے ایک جماعت اس حدیث و واقعہ کو روایت کرتی ہے اور سب کی احادیث ابن زبیر کی حدیث کے الفاظ (ولم یرها شیئا) کے خلاف ہیں۔ اس لیے ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ "ولم یرها شیئا" منکر ہے جسے ابن زبیر کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔

بَابُ اِيقَاعِ الثَّلاثِ مَجْمُوعَةً مَعْصِيَةٌ وَإِنْ وَقَعْنَ كُلُّهُنَّ

۳۲۴۴- عن محمود بن لبيد ﷺ قال: أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ رَّجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ ثَلاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيْعًا، فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ: "أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللهِ وَأَنَابَيْنَ اَظْهُرِكُمْ؟ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ! اَلَا اَقْتُلُهُ؟ رواه النسائي (۹۹:۲)۔وقال في "الجوهرالنقي": بسند صحيح (۱۱۳:۲)،وفي 'النيل" (۱۵۰:۶): قال ابن كثير: اسناده جيد۔

۳۲۴۵- عن انس ﷺ، "أَنَّ عُمَرَ ﷺ كَانَ إِذَا أُتِيَ بِرَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ ثَلاثًا اَوْجَعَ ظَهْرَهُ"۔ اخرجه سعيد بن منصور و سنده صحيح (فتح الباري ۳۱۵:۹)۔

۳۲۴۶- ثنا ابن نمير عن الاعمش عن مالك بن الحارث عن ابن عباس ﷺ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: اِنَّ عَمِّيْ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ ثَلاثًا، فَقَالَ: "اِنَّ عَمَّكَ عَصَى اللهَ فَاَنْدَمَهُ اللهُ فَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا"۔ اخرجه ابن ابي شيبة و هذا سند صحيح (الجوهر النقي، ۱۱۲:۲)۔

باب تین طلاقیں اکٹھی دینا گناہ ہے اگرچہ تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی

۳۲۴۴۔ محمود بن لبیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اطلاع کی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیدی ہیں۔اس پر حضور ﷺ غصے میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کیا میری موجودگی میں اللہ کی کتاب سے کھیلا جانے لگا ہے؟ اسی اثناء میں ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟ (نسائی)۔ جوہر نقی میں ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس کی سند عمدہ ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی دینا ناپسندیدہ امر ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں۔اس کے باوجود آپ ﷺ نے اسے کالعدم قرار نہیں دیا بلکہ اسے نافذ کیا۔ابن القیم،ابوبکر ابن العربی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "فلم يرده النبي ﷺ بل امضاه كما في حديث عويمرؓ في اللعان حيث امضا طلاقه الثلاث ولم يرده" (تہذیب سنن)

۳۲۴۵۔انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس جب کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دی ہوتیں تو آپ اس کی پٹائی کرتے۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری)

۳۲۴۶۔ مالک بن حارث فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہیں تو اس پر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی ہے لہٰذا اللہ بھی اس کو نادم کرے اور اس کے لیے خلاصی کی کوئی صورت نہ بنائے (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند صحیح ہے (جوہر نقی)

۳۲۴۷- عن مجاهد قال: كُنْتُ عِنْدَ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّهُ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ ثَلَاثًا۔ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ سَيَرُدُّهَا اِلَيْهِ، فَقَالَ: يَنْطَلِقُ اَحَدُكُمْ فَيَرْكَبُ الْحُمُوْقَةَ ثُمَّ يَقُوْلُ يَاابْنَ عَبَّاسٍ يَا اِبْنَ عَبَّاسٍ، اِنَّ اللهَ قَالَ: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا﴾۔ وَاِنَّكَ لَمْ تَتَّقِ اللهَ فَلَا اَجِدُ لَكَ مَخْرَجًا، عَصَيْتَ رَبَّكَ، وَبَانَتْ مِنْكَ اِمْرَأَتُكَ۔ اخرجه ابوداود بسند صحيح (فتح الباري، ۹:۲۱۶)۔

۳۲۴۸- عن يونس بن يزيد رحمه الله قال: سَأَلْتُ ابْنَ شَهَابٍ عَنْ رَجُلٍ جَعَلَ اَمْرَامْرَأَتِهِ بِيَدِ اَبِيْهِ قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ بِهَا، فَقَالَ اَبُوْهُ: هِيَ طَالِقٌ ثَلَاثًا، كَيْفَ السُّنَّةُ فِيْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ اخبرني محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان مولى بني عامر بن لوي ان محمد بن اياس بن بكير الليثي و كان ابوه شهد بدرا اخبره ان ابا هريرة﷜ قال: "بَانَتْ عَنْهُ فَلَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ"۔ وَاَنَّهُ سَاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ بِمِثْلِ قَوْلِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَسَاَلَ عَبْدَاللهِ بْنَ عَمْرٍو

۳۲۴۷۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباسؓ کے پاس تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور بولا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دیدی ہیں، یہ سن کر ابن عباسؓ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ شاید آپ اس کو رجعت کا حکم دیں گے پھر آپؓ نے فرمایا کہ ایک شخص اٹھ کر حماقت کرتا ہے اور پھر (ندامت میں) کہتا ہے اے ابن عباسؓ! اے ابن عباسؓ! (خلاصی کی کوئی تدبیر بتاؤ) حالانکہ اللہ کا فرمان ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لیے (مشکل سے نکلنے کے لیے) کوئی نہ کوئی سبیل پیدا فرمائے گا جبکہ تو نے خوف خدا کو ملحوظ نہیں رکھا پس میں تیری خلاصی کی کوئی تدبیر نہیں پاتا، تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی (یعنی ایک ساتھ تین طلاقیں دے دی ہیں)۔ تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی ہے (ابوداؤد)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۲۴۸۔ یونس بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب سے پوچھا کہ ایک آدمی اپنی بیوی کے طلاق کا معاملہ اپنے باپ کے سپرد کرتا ہے اور اس کا باپ اسے تین طلاقیں دے دیتا ہے تو اس صورت میں سنت کے مطابق فیصلہ کیا ہے؟ تو ابن شہاب نے فرمایا کہ مجھے سند کے ساتھ یہ بات پہنچی ہے کہ ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ (اس صورت میں) عورت اس سے بائنہ (جدا) ہو گئی اور وہ پہلے شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جبتک کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کر کے ہمبستری نہ کرلے (اور پھر وہ اسے طلاق دیدے اور عدت گذارنے کے بعد پھر وہ پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے)۔ پھر یہی مسئلہ ابن عباسؓ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی ابو ہریرہؓ کی طرح فرمایا اور عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی ان دونوں حضرات کی طرح فرمایا۔ اسے ابوبکر باقلانی نے اپنی کتاب المخرج میں شرط صحیحین پر روایت کیا ہے۔ (نیل الاوطار)

ابْنِ الْعَاصِ، فَقَالَ مِثْلَ قَوْلِهِمَا- رواه ابوبکر البرقانی فی کتابه المخرج علی الصحیحین(نیل الاوطار ۱:۱۵۲)-

تین طلاق کا مسئلہ

ایک کلمہ سے یا ایک مجلس میں تین طلاق دینے کی صورت میں باتفاق ائمہ اربعہ تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعینؒ کا یہی مسلک ہے۔ ابن حزم ظاہری کا مسلک بھی یہی ہے۔ پھر امام ابوحنیفہ وامام مالکؒ کے ہاں یہ مکروہ تحریمی وبدعت ہے۔ امام شافعیؒ و امام احمدؒ کے ہاں خلاف اولیٰ ہے۔ ابن تیمیہؒ وبعض اہل ظاہر کے ہاں ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ ابن القیم حنبلیؒ نے زاد المعاد صفحہ ۵۴ جلد ۴ میں، ابن رشد مالکیؒ نے بدایۃ المجتہد صفحہ ۶۱ جلد ۲ میں، نوویؒ شافعیؒ نے شرح مسلم صفحہ ۴۷۸ جلد ۱ میں، ابن الہمام حنفی نے فتح القدیر صفحہ ۲۵ جلد ۳ میں، شوکانیؒ نے نیل الاوطار صفحہ ۲۴۵ جلد ۶ میں، اہل حدیث رہنما شمس الحقؒ نے عون المعبود صفحہ ۲۲۹ جلد ۲ میں یہی لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ کے ہاں تین طلاق تین واقع ہوتی ہیں بلکہ بعض نے اس پر اجماع لکھا ہے اور اس کے خلاف کو شاذ قرار دیا ہے۔ ابن القیمؒ لکھتے ہیں وذکر الاجماع علی وقوع الثلاث ابوبکر ابن العربی وابوبکر الرازی و هو ظاهر کلام الامام احمد(اغاثة اللهفان ج ۱ ص ۳۲۳) علامہ زرقانی شرح موطا میں لکھتے ہیں والجمهور علی وقوع الثلاث بل حکی ابن عبدالبر الاجماع قائلا.ان خلافه شاذ لا یلتفت الیه(ج ۳ ص ۱۶۷)۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں علامہ عینی نے عمدۃ القاری (ج ۹ ص ۵۳۷) میں بھی یہی لکھا ہے کہ طلاق ثلاثہ کا وقوع جمہور اہل سنت کا مسلک ہے اور اس کے خلاف شاذ ہے اور نا قابل التفات ہے۔

ائمہ اربعہ کے دلائل: (۱) قوله تعالیٰ: فان طلقها فلا تحل له حتی تنکح زوجا غیره(بقره) اس سے پہلے الطلاق مرتان...... الآیۃ میں دو طلاق رجعی کا ذکر ہے۔ اس کے بعد فان طلقها میں تیسری طلاق کا بیان ہے۔ **کلمة فاء** اکثر تعقیب بلا تراخی کے لیے آتا ہے جس کا متبادر مفہوم یہ ہے کہ دو طلاق کے بعد فوراً تیسری طلاق دیدے تو تین طلاق واقع ہوجائیں گی۔ بہرحال یہ آیت تین طلاق کے وقوع پر دال ہے خواہ وہ متفرق ہوں یا مجتمع۔ ابن حزمؒ اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں فهذا یقع علی الثلاث مجموعة و مفرقة(المحلی. ج ۱۰ ص ۲۰۷) امام شافعیؒ نے کتاب الام ج ۵ ص ۱۶۵، بیہقی نے سنن کبریٰ ج ۷ ص ۳۳۳ میں تین طلاق کے وقوع پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ تین طلاق کے وقوع کے بارے میں لکھتے ہیں۔ یہی قول موافق ظاہر قرآن کے ہے (مجموعہ فتاوی)۔ اہل حدیث پیشوا مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ لکھتے ہیں حضرت عمرؓ کا یہ حکم (تین طلاق تین ہی ہوتی ہیں) قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے (اخبار اہل حدیث ۱۵ نومبر ۱۹۲۹) نیز مندرجہ ذیل آیات کا اطلاق وعموم بھی تین طلاق کو شامل ہے۔ وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن(بقره). وللمطلقات متاع بالمعروف(بقره)

دلیل (۲): حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے ان رجلا طلق امراته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی ﷺ

اتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلتها (ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں) (بخاری و مسلم) حافظ ابن حجرؒ وعلامہ عینیؒ شارحین بخاری لکھتے ہیں طلق امراته ثلاثا کا ظاہری مقتضیٰ یہی ہے کہ تین طلاق دفعۃ دی گئی تھیں۔ (۳) حضرت عائشہؓ سے سوال کیا گیا الرجل یتزوج المرأة فیطلقها ثلاثا فقالت قال رسول اللہ ﷺ لا تحل للاول حتی یذوق الآخر عسیلتها (ایک آدمی ایک عورت سے شادی کر کے اسے تین طلاق دیدے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ عورت پہلے خاوند کے لیے نہیں ہوگی یہاں تک کہ دوسرا خاوند اس سے ہمبستری کرلے) (مسلم) یہاں بھی ثلاثا کا مفہوم تین طلاق دفعۃ پر دال ہے۔ (۴) حضرت عویمرؓ نے اپنی بیوی سے لعان کر کے کہا کذبت علیها یا رسول اللہ ان امسکتها فطلقها ثلاثا (اگر میں اسے رکھ لوں تو گویا کہ میں نے اس پر جھوٹ بولا تھا پس اسے تین طلاقیں دیدیں) (بخاری، مسلم، نسائی، مشکوۃ) امام بخاریؒ نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے باب من جوز الطلاق الثلاث، ابوداود میں حضرت عویمرؓ کے مذکورہ واقعہ کے بارے میں حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں فطلقها ثلث تطلیقات عند رسول اللہ فانفذه رسول اللہ ﷺ (کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں حضور ﷺ کی موجودگی میں۔ پس آپ ﷺ نے اسے نافذ کردیا) (۵) حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو رجوع کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ آگے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں فقلت یا رسول اللہ افرایت لو انی طلقتها ثلاثا کان یحل لی ان اراجعها قال لا کانت تبین منک و تکون معصیة (میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اگر میں اسے تین طلاقیں دیدوں تو کیا میرے لیے اس سے رجوع کرنا حلال ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ تجھ سے بائنہ ہوجائے گی اور یہ کرنا گناہ ہے) (بیهقی، دارقطنی، ابن ابی شیبه) (۶) حضرت رکانہؓ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی اور کہا میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ان کو قسم دے کر پوچھا واللہ ما اردت الا واحدة فقال رکانۃ واللہ ما اردت الا واحدة فردها الیه رسول اللہ ﷺ (ابوداؤد، دارقطنی، مستدرک حاکم، مشکوۃ، ترمذی، ابن ماجة، دارمی) لفظ بتہ سے تین طلاق بھی دی جاسکتی ہے، اور ایک طلاق بھی اسی لیے آپ ﷺ نے ان کو قسم دے کر دریافت فرمایا۔ اگر تین اکٹھی طلاق ایک رجعی کے حکم میں ہوتی تو قسم دے کر دریافت کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ رجوع تو وہ پھر بھی کرسکتے تھے۔ (۷) حضرت عبادۃ بن صامتؓ کے والد نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی۔ حضرت عبادۃؓ نے اس کے متعلق آپ ﷺ سے دریافت کیا فقال رسول اللہ ﷺ بانت بثلاث فی معصیة اللہ و بقی تسع مائة و سبع و تسعون عدوان و ظلم (مصنف عبدالرزاق، ابن مردویه، ابن عساکر) (۸) حضرت ابن عمرؓ اس قسم کے مسئلہ کے بارے میں فرماتے ہیں اما انت ان طلقت امرأتک مرة او مرتین فان رسول اللہ ﷺ امرنی بهذا و ان کنت طلقت ثلاثا فقد حرمت علیک حتی تنکح زوجا غیرک و عصیت اللہ فیما امرک من طلاق امرأتک (بخاری، مسلم، بیهقی، دارقطنی) (۹) ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ان کان لیکفیک ثلاث (بیهقی) (۱۰) عن علیؓ فیمن طلق امرأته ثلاثا قبل ان یدخل بها قال لا تحل له حتی تنکح زوجا

مسیہ م بیھقی) حضرت علیؓ کی دوسری روایت میں ہے جاء رجل الی علیؓ فقال انی طلقت امراتی الفا قال ثلاث تحرمها
سک و اقسم سائرهن بین نسائک (بیهقی) (۱۱) ان رجلا قال لعبداللہ بن عباسؓ انی طلقت امراتی مائة تطلیقة
م ذاتری علی فقال ابن عباسؓ طلقت منک بثلاث و سبع وتسعون اتخذت بها آیات اللہ هزوا (مؤطا
ک) (۱۲) جاء رجلؓ الی ابن مسعودؓ فقال انی طلقت امراتی تسعا و تسعین فقال ابن مسعودؓ ثلاث تبینها و
ہن عدوان (موطا مالک، بیهقی، مسند عبدالرزاق) (۱۳) جاء رجل الی عثمانؓ فقال طلقت امراتی الفا فقال
ت بثلاث (مسند و کیع) (۱۴) ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دی۔ اس کے بارے میں حضرت عمران بن حصینؓ
یہ عورت حرام ہوگئی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے بھی حضرت عمرانؓ کی تائید کی (بیہقی، مستدرک حاکم) (۱۵) ایک شخص نے اپنی غیر
بہا بیوی کو تین طلاق دی تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے فرمایا لا تحل له حتی تنکح زوجا غیره (مسند
بھی، طحاوی) (۱۶) حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں تین طلاق کا فیصلہ فرمایا، اس پر کسی صحابی کا انکار منقول نہیں تو یہ اجماع سکوتی
مسلم) حافظ ابن حجر اس مسئلہ پر طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں وفی الجملة والذی وقع فی هذه المسئلة نظیر ما وقع فی
سئلة المتعة سواء اعنی قول جابرؓ انها کانت تفعل علی عهد النبی ﷺ وابی بکرؓ و صدرا من خلافة عمرؓ قال ثم
عمرؓ فانتهینا فالراجح فی الموضعین تحریم المتعة و ایقاع الثلاث للاجماع الذی انعقد فی عهد عمرؓ علی
ک ولا یحفظ ان احدا فی عهد عمرؓ خالفه فی واحدة منهما و قد دل اجماعهم علی وجود ناسخ و ان کان
حی عن بعضهم قبل ذالک حتی ظهر لجمیعهم فی عهد عمرؓ فالمخالف بعد هذا الاجماع منابذله والجمهور
عی عدم اعتبار من احدث الاختلاف بعد الاتفاق الخ (فتح الباری) علامہ عینیؒ لکھتے ہیں مذهب جماهیر العلماء ان من
ق امراته ثلاثا و قعن و لکنه یاثم و قالوا من خالف فی ذالک فهو شاذ مخالف لاهل السنة و انما تعلق به اهل
ع و من لا یلتفت الیه لشذوذه عن الجماعة التی لا یجوز علیهم التواطؤ علی تحریف الکتاب والسنة (عمدة
قاری)

ثانی کی دلیل (۱): عن طاوس عن ابن عباسؓ قال کان الطلاق علی عهد رسول اللہ ﷺ و ابی بکرؓ و سنتین
خلافة عمرؓ طلاق الثلاث واحدة فقال عمرؓ ان الناس قد استعجلوا فی امر کان لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم
ه فامضاه علیهم (مسلم، مستدرک حاکم، بیهقی)

جواب: حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس کے آٹھ جواب لکھے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں (۱) طاؤس اس میں متفرد ہے، حضرت ابن
عباسؓ کے دوسرے ثقہ شاگرد یہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے تین طلاق کو تین طلاق قرار دیا ہے جیسے سعید بن جبیر، عطاء،

مجاہد، عکرمہ، عمرو بن دینار، مالک بن الحویرث، محمد بن ایاس، معاویہ بن ابی عیاش۔ لہٰذا یہ روایت شاذ ہے۔ ابن عبدالبر مالکیؒ فرماتے ہیں ھذہ الروایة وھم و غلط (الجوھر النقی علی البیھقی ج۴، ص ۳۳۷) امام احمدؒ فرماتے ہیں کل اصحاب ابن عباسؓ رووا عنہ خلاف ما قالہ طاوس (نیل الاوطار ج۶ ص ۲۴۷) الغرض یہ روایت طاؤس کا وہم ہے۔

جواب (۲): حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ اس کے خلاف منقول ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ جس صحابی کا قول اس کی روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت منسوخ یا مؤول ہوتی ہے لہٰذا مذکورہ بالا روایات کے قرینہ سے یہ منسوخ ہے۔ عہد فاروقی میں تین طلاق کے وقوع پر صحابہ کرامؓ کا اجماع نسخ کا زبردست قرینہ ہے۔ وقد دل اجماعھم علی وجود ناسخ (فتح الباری ج ۹)

جواب (۳): تاویل یہ ہے کہ پہلے تین کی بجائے ایک طلاق دینے کا دستور تھا۔ عہد فاروقی میں لوگ تین طلاق دینے لگے تو حضرت عمرؓ نے تین طلاق کو ان پر نافذ کر دیا حدیث کے الفاظ ''ان الناس قد استعجلوا فی امر کان لھم فیہ اناة'' اس کے مؤید ہیں، اگر پہلے سے تین طلاق کا رواج ہوتا تو پھر استعجال اور اناة کا کوئی معنی نہیں بنتا۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں اس کی نظیر آیت میں ہے اجعل الآلھة الھا واحدا الآیة (ص) اور ابن مسعودؓ کی مرفوع حدیث میں ہے من جعل الھموم ھما واحدا ھمّ آخرتہ کفاہ اللہ ھم دنیاہ. اخرجہ ابن ماجة فھم لم یریدوا بقولھم ھذا انہ ﷺ آمن بالھة ثم جعلھم واحدة وانما یریدون انہ جعل الھا واحد بدل الھة وکذالک لیس المراد اختیار الھموم ثم جعلھا واحدا وانما المراد انہ اختارھما واحدا بدل ھموم کثیرة (معارف السنن باب کراھیة الصوم یوم الفطر ج۵) (۴) جمہور کی روایات راجح ہیں کیونکہ ظاہر قرآن کے موافق ہیں اور کثیر ہیں۔ (۵) محرم مبیح سے راجح ہے۔

دلیل (۲): حضرت رکانہؓ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کو رجوع کا حکم دیا تھا (ابوداؤد، بیہقی)

جواب: اس کی سند میں بعض بنی رافع مجہول راوی ہے۔ لہٰذا یہ ضعیف ہے۔ مستدرک حاکم میں اس مجہول کی تعیین محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع سے کی گئی ہے۔ جس کو امام بخاریؒ نے منکر الحدیث کہا۔ ابن معینؒ نے کہا لیس بشیء۔ دارقطنی نے کہا متروک (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)

دلیل (۳): حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رکانہؓ اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر بہت نادم ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو رجوع کا حکم فرمایا (مسند احمد، بیہقی)

جواب: اس کی سند میں محمد بن اسحاق اور داؤد بن حصین دونوں ضعیف ہیں۔

سوال: مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص (اکٹھی تین طلاق دینے والا) کسی عالم شافعیؒ سے استفسار کر کے اس کے فتویٰ پر عمل کرے (مجموعہ فتاویٰ)

بَابُ عَدْمِ صِحَّةِ طَلَاقِ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ وَالْمَعْتُوْهِ وَالْمُوَسْوِسِ وَصِحَّتِهِ مِنَ الْمُكْرَهِ وَالسَّكْرَانِ وَالْهَازِلِ

۳۲۴۹- عن عائشة رضی الله عنها مرفوعا: "رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ، اِلٰی اَنْ قَالَ: وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰی يَكْبُرَ"۔ رواه احمد وابوداود والنسائی وابن ماجة، والحاكم فی المستدرك بإسناده صحيح-(الجامع الصغير، ۲:۲۰)-

۳۲۵۰- حفص بن غياث عن حجاج عن عطاء عن ابن عباس رضی الله عنهما، قَالَ: "وَلَا يَجُوْزُ طَلَاقُ الصَّبِيِّ"۔ رواه ابن ابی شيبة فی مصنفه(زيلعی،۲:۲۹)-قلت: رجاله رجال مسلم و البخاری الا ان حجاجا اخرج له البخاری متابعة-

۳۲۵۱- عن علی: "لَا يَجُوْزُ عَلَی الْغُلَامِ طَلَاقٌ حَتّٰی يَحْتَلِمَ"۔ رواه عبدالرزاق (درایة ۲۲۶)-

جواب (۱): اس میں شافعیؒ وحنفیؒ کا کوئی اختلاف نہیں ہے سب تین طلاق کے وقوع کے قائل ہیں۔ لہٰذا یہ مہمل الحاقی فتوی ہے۔(۲) یہ فتویٰ جمادی الاولی ۱۲۹۰ھ کا ہے، اس کے بعد جمادی الاولی ۱۳۰۱ھ میں مولانا موصوف کا فتویٰ جمہور کے موافق جاری ہوا جو مجموعہ فتاویٰ ص ۳۹۳ ج ۱ میں موجود ہے۔ نیز عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ ج ۳ ص ۶۳ پر مولانا موصوف نے جمہور کے موافق لکھا۔

باب بچے، دیوانے، پاگل اور مخبوط الحواس کی طلاق معتبر نہیں اور مُکرَہ، نشائی اور مذاق کرنے والے کی طلاق پڑ جاتی ہے

۳۲۴۹۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تین شخص مرفوع القلم ہیں۔ ان میں سے ایک بچہ ہے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔(احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، حاکم) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی ان کے قول وفعل کا اعتبار نہیں ہے اور وہ تین شخص یہ ہیں: پاگل، بچہ اور سونے والا

۳۲۵۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بچے کی طلاق معتبر نہیں (مصنف ابن ابی شیبہ) میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔ سوائے حجاج کے اور اس کی حدیث بھی امام بخاری نے متابعۃً ذکر کی ہے۔

۳۲۵۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بچے کو طلاق کا اختیار نہیں، یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے (مصنف عبدالرزاق)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بچہ مرفوع القلم ہے اور اس پر احکام شریعت جاری نہیں ہوتے (مگر وہ احکام جو مستثنیٰ ہیں۔ وہ نافذ ہو جاتے ہیں)۔

۳۲۵۲- عن علی ؓ و عمر ؓ مرفوعاً "رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُوْنِ الْمَغْلُوْبِ عَلٰی عَقْلِهٖ حَتّٰی یَبْرَأَ"، الحدیث۔ رواہ احمد وابوداود والحاکم فی المستدرک، (الجامع الصغیر ۲:۰۲ -

۳۲۵۳- قال عثمان ؓ: "لَیْسَ لِمَجْنُوْنٍ وَلَا لِسَکْرَانَ طَلَاقٌ"۔

۳۲۵۴- وقال ابن عباس ؓ: "طَلَاقُ السَّکْرَانِ وَالْمُسْتَکْرَهِ لَیْسَ بِجَائِزٍ"۔رواہ البخاری تعلیقاً(۲:۷۹۳)۔

۳۲۵۵- قَالَ عَلِیٌّ ؓ: "وَکُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوْهِ"۔ رواہ البخاری تعـ (السابق)۔

۳۲۵۶- قال عقبة بن عامر ؓ: "لَا یَجُوْزُ طَلَاقُ الْمُوَسْوِسِ"۔ رواہ البخاری تعلیقا (۲:۷۹٤)۔

۳۲۵۷- عن ابی هریرة ؓ قال: قال ﷺ: "اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا حَدَّثَتْ بِهٖ اَنْفُسُـ مَالَمْ تَعْمَلْ اَوْ تَتَکَلَّمْ"۔ اخرجه البخاری (السابق)۔

۳۲۵۲۔ حضرت عمرؓ وحضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی مرفوع القلم ہیں ان میں سے ایک دیو ... ہے جس کی عقل زائل ہوجائے یہاں تک کہ وہ صحت مند ہوجائے۔(احمد، ابوداؤد، حاکم)

۳۲۵۳۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ دیوانے اور نشئی کی طلاق واقع نہیں ہوتی (بخاری)

فائدہ: نشئی کی طلاق مختلف فیہ ہے۔احناف کے ہاں نشئی کی طلاق واقع ہوجاتی ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳۲۵۵ سے معـ ہوتا ہے۔

۳۲۵۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو نشہ میں ہو اور جس پر جبر کیا گیا ہو ان کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔(بخاری)

۳۲۵۵۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مخبوط الحواس کے علاوہ ہر ایک (بالغ) کی طلاق جائز ہے (یعنی واقع ہوجـ ہے)(بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نشہ والے اور مجبور کی طلاق نافذ ہوجاتی ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

فائدہ: کُلُّ طَلَاقٍ سے مراد کل طلاق من البالغین ہے۔لہٰذا بچہ کی طلاق کا وقوع اس حدیث سے ثابت نہ ہوگا۔

۳۲۵۶۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ مخبوط الحواس کی طلاق جائز نہیں (بخاری)۔

۳۲۵۷۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو خیالات کی حد تک معاف کیا ہے جبتک کہ اس پر عمل نہ کرے یا اسے زبان سے ادا نہ کرے (بخاری)۔

۳۲۵۸- عن ابی هریرة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: "ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ، النِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ"۔ صحح الحاکم اسناده، و قال الترمذی: حسن غریب(الجوهر النقی ۲:۱۱۷)۔

فائدہ: یعنی دل میں آنے والے خیالات پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ہاں اگر اس کو عملی جامہ پہنادے یا اس کو اپنی زبان سے ادا کرے تو پھر مواخذہ ہوگا۔

۳۲۵۸۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو نیت کے ساتھ واقع ہوتی ہی ہیں اور مذاق میں بھی واقع ہوجاتی ہیں۔اور وہ نکاح، طلاق اور طلاق کے بعد رجوع کرنا ہے۔(ترمذی، حاکم،) حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور ترمذی نے حسن غریب۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ طلاق ہر حال میں واقع ہوجاتی ہے بشرطیکہ وہ بولنے میں مختار ہو اگرچہ اس کے حکم پر راضی نہ ہو۔اور مکرہ کو بھی تکلم میں اختیار کامل حاصل ہوتا ہے۔اگرچہ اس حکم پر وہ راضی نہیں ہوتا۔لہٰذا مکرہ کی طلاق بھی واقع ہوجائے گی اور یہ مرفوع حدیث ابن عباسؓ کے اثر ۳۲۵۴ سے بہرحال راجح ہے۔نیز عقیلی نے صفوان بن عمران الطائی سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی سو رہا تھا کہ اس کی بیوی چھری لے کر آئی اور چھری اس کے سینے پر رکھ کر کہا کہ مجھے طلاق دیدے ورنہ میں تجھے ذبح کردوں گی۔پس اس نے مرعوب ہوکر طلاق دیدی پھر وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور قصہ آپ ﷺ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا **لا قیلولة فی الطلاق** یعنی "طلاق واقع ہوگئی ہے"۔اور یہ حدیث حجت پکڑنے کے قابل ہے۔اسی طرح مصنف عبدالرزاق میں ابن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے مجبور کئے جانے والے کی طلاق کو نافذ کردیا۔اسی طرح شعبیؒ،نخعی، زہری، قتادہ اور ابوقلابہ کے بارے میں بھی مروی ہے کہ انہوں نے مکرہ (مجبور کئے گئے) کی طلاق کو نافذ کردیا۔اسی طرح سعید بن جبیر کے بارے میں مروی ہے کہ انہیں حسن بصری کا یہ قول پہنچا کہ لیس طلاق المکرہ بشی (کہ مجبور کئے گئے کی طلاق کی کوئی حیثیت نہیں) تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ ان پر رحم کرے کہ یہ تو اس بارے میں ہے کہ مشرکین کسی آدمی کو کفر اور طلاق پر مجبور کرتے تو یہ طلاق واقع نہ ہوتی تھی۔لیکن اہل اسلام آپس میں جو جبر کے ذریعے طلاق دیں تو وہ واقع ہوجاتی ہے۔اور یہ سب آثار صحیح یا حسن ہیں۔باقی مؤطا مالک (ص ۲۱۵) سے جو یہ حدیث مروی ہے کہ ثابت احنف نے عبدالرحمٰن بن زید ابن خطاب کی ام ولد سے شادی کی تو عبدالرحمٰن کے بیٹے عبداللہ نے احنف کو بلاکر کہا کہ اسے طلاق دے دو ورنہ میں تیرے ساتھ ایسے ایسے کروں گا پس انہوں نے طلاق دے دی۔احنف کہتے ہیں کہ پھر میں ابن عمرؓ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ لیس ذلک بطلاق اور وہ تجھ پر حرام بھی نہیں ہوئی تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ یہ واقعہ حال ہے جس میں عموم نہیں ہوتا بلکہ وہ وہاں رکھے ہوئے کوڑوں اور ہتھکڑیوں کو دیکھ کر مدہوش اور مغلوب العقل ہوگئے اس لیے ابن عمرؓ نے عدم وقوع طلاق کا فتوی دیا۔

بَابُ طَلَاقِ الْاَمَةِ ثِنْتَانِ

۳۲۵۹- عن عائشة رضی الله عنها مرفوعا: "طَلَاقُ الْاَمَةِ تَطْلِيْقَتَانِ وَقُرْءُ هَا حَيْضَتـ
رواه ابوداودوابن ماجة،وصححه الحاكم،وفيه مظاهربن اسلم و هو ضعيف۔(دراية۲۲۷)۔ وبر
"الجوهر النقى"(۳:۱۳۲): ذكره ابن حبان فى "الثقات" من اتباع التابعين۔ وقال الحاكم بـ
المستدرك: لم يذكره احد من مقتدى مشايخنا بجرح۔ فالحديث اذا صحيح اه۔ قلت
غايته الاختلاف و هو لا يضر، كما ذكر غير مرة، وحقق ابن الهمام فى "فتح القدير": انه اـ
يكن صحيحا فهو حسن"۔ (رد المحتار۲:۷۰۳)۔ ومما يصحح الحديث عمل العلماء عـ
وفقه۔ قال الترمذى: "والعمل عليه عند اهل العلم من اصحاب رسول الله ﷺ وغيرهم"۔
فى الدارقطنى: قال القاسم و سالم: "وعمل به المسلمون"۔ وقال مالك: "شهرة الحديث
تغنى عن سند"۔ كذا فى الفتح(روح المعانى۲:۱۱٤)۔

۳۲۶۰- اخبرنا ابراهيم بن يزيد المكى قال: سمعت عطاء بن ابى رباح يقول قـ
على ابن ابى طالب ؓ: "اَلطَّلَاقُ بِالنِّسَاءِ وَالْعِدَّةُ بِهِنَّ"۔ رواه الامام محمد ـ

باب باندی کے لیے دو ہی طلاقیں ہیں

۳۲۵۹۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ باندی کے لیے دو ہی طلاقیں ہیں۔
اس کی عدت دو حیض ہیں۔(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس پر صحابہؓ وغیرہ کا عمل ہے
دارقطنی میں ہے کہ تمام مسلمان اسی پر عمل کرتے آرہے ہیں۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ حدیث کی شہرت اس کی سند سے بے نیـ
ہے۔

فائدہ: جب خبر واحد کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو وہ متواتر کے درجہ میں ہو جاتی ہے۔ جیسے لا وصیۃ لوارث کو تلقی بالقـ
کی بنا پر قرآن کے لیے ناسخ بنایا گیا ہے۔

۳۲۶۰۔ ابراہیم بن یزید مکی فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ
اور عدت کا اعتبار عورتوں کے ساتھ ہے (مؤطا محمد) اس میں ایک راوی ابراہیم ترمذی اور نسائی کا راوی ہے۔ اور وہ اگر ضعیف بھی ہے

"موطا"(۲۵۱)۔ و ابراهیم هذا من رجال الترمذی والنسائی، وهو ان كان ضعيفا لكن يكفي به توثيقا احتجاج المجتهد بحديثه و بقية رجاله رجال الجماعة، و في "الجوهر النقي"(۲:۱۲۰): صحح ابن حزم عن علي رضي الله عنه انه قال: "اَلسُّنَّةُ بِالنِّسَاءِ، يَعْنِى الطَّلَاقَ وَالعِدَّةَ"۔اھ۔

بَاب اَنَّ الطَّلَاقَ اِلَى الْعَبْدِ النَّاكِحِ دُوْنَ الْمَوْلٰى

۳۲۶۱- عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: "اَتَى النَّبِىَّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ! سَيِّدِىْ زَوَّجَنِىْ اَمَتَهُ وَهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنِىْ وَبَيْنَهَا۔ قَالَ: فَصَعِدَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْمِنْبَرَ، فَقَالَ: يَاأَيُّهَاالنَّاسُ مَا بَالُ اَحَدِكُمْ يُزَوِّجُ عَبْدَهُ اَمَتَهُ ثُمَّ يُرِيْدُ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا۔ اِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ اَخَذَ بِالسَّاقِ" رواه ابن ماجة والدارقطني والطبراني وابن عدی۔ و فی اسناد ابن ماجة ابن لهيعة وكلام الائمة فيه معروف، و في اسناد الطبراني يحيى الحماني وهو ضعيف، و في

مجتہد کا اس کی حدیث سے حجت پکڑنا اس کی توثیق کے لیے کافی ہے۔اور ابن حزم حضرت علیؓ سے مروی اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں کہ طلاق و عدت کا اعتبار عورتوں کے ساتھ ہے۔

فائدہ: یعنی اگر عورت آزاد ہو اس کے لیے تین طلاقیں ہیں خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام، اور اگر عورت باندی ہو تو اس کے لیے دو طلاقیں ہیں خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام۔ باقی درایہ میں جو حدیث مروی ہے کہ "الطلاق بالرجال" کہ "طلاق میں مردوں کا اعتبار ہے" تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں۔ اور موقوف آثار مرفوع کے معارض نہیں بن سکتے۔

باب طلاق کا اختیار نکاح کرنے والے شوہر کو ہے اس کے مولا کو نہیں

۳۲۶۱۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ میرے آقا نے میرا نکاح اپنی باندی سے کر دیا اور اب وہ مجھ میں اور میری بیوی میں جدائی کر دینا چاہتا ہے (یہ سن کر) آپ ﷺ منبر پر چڑھے اور فرمایا: اے لوگو! یہ کیا ہے کہ ایک آدمی اپنے غلام کا اپنی باندی سے نکاح کر دیتا ہے اور پھر ان دونوں میں جدائی کر دینا چاہتا ہے (یاد رکھو) طلاق کا اختیار صرف اسی کو ہے جو عورت کی پنڈلی تھامے (ابن ماجہ، دارقطنی، طبرانی)۔ اس کے مختلف طرق سے حدیث کو تقویت حاصل ہوگئی اور پھر ابن لہیعہ بھی حسن الحدیث ہے اور یحییٰ حمانی بھی مختلف فیہ ہیں۔ پس یہ حدیث حسن سے کم نہیں۔

فائدہ: پنڈلی تھامنے سے مراد صحبت کرنا ہے یعنی طلاق کا اختیار خاوند ہی کو ہے۔ مولیٰ کو نہیں ہے۔

اسناد ابن عدی والدارقطنی عصمة بن مالك كذا قيل، و في التقريب: انه صحابي و...
يقوى بعضها بعضا(نيل الاوطار٦:١٦٣و١٦٤)- وفيه ايضا: واما يحيى الحمانى فقال في
التذكرة: "وثقه يحيى بن معين"- وقال ابن عدى: "ارجو انه لا باس به اه"- قلت: وابن لهيعة
ايضا مختلف فيه، والاختلاف غير مضر كما عرفت كل ذلك غير مرة-

٣٢٦٢- عن نافع ان عبدالله بن عمر كان يقول : مَنْ اَذِنَ لِعَبْدِهِ اَنْ يَنْكِحَ فَالطَّلَاقُ
بِيَدِالْعَبْدِ، لَيْسَ بِيَدِ غَيْرِهِ مِنْ طَلَاقِهِ شَيْءٌ - فَاِمَّا اَنْ يَّاْخُذَ الرَّجُلُ اَمَةَ غُلَامِهِ اَوْ اَمَةَ وَلِيْدَتِهِ فَلَا
جُنَاحَ عَلَيْهِ- رواه الامام مالك في "الموطا"(٢٠٩)،واسناده صحيح جليل-

بَابُ وُقُوْعِ الطَّلَاقِ ثَلَاثًا مَجْمُوْعًا قَبْلَ الدُّخُوْلِ

٣٢٦٣- اخبرنا مالك اخبرنا الزهرى عن محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان عن محمد
بن اياس بن بكير، قال: طَلَّقَ رَجُلٌ اِمْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ بِهَا، ثُمَّ بَدَالَهٗ اَنْ يَّنْكِحَهَا فَجَاءَ
يَسْتَفْتِيْ، قَالَ: فَذَهَبْتُ مَعَهٗ فَسَاَلَ اَبَاهُرَيْرَةَ وَابْنَ عَبَّاسٍ ﷺ، فَقَالَا: لَا يَنْكِحُهَا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا
غَيْرَهٗ، فَقَالَ: اِنَّمَا كَانَ طَلَاقِيْ اِيَّاهَا وَاحِدَةً- قَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ: اَرْسَلْتَ مِنْ يَدِكَ مَاكَانَ لَكَ مِنْ
فَضْلٍ- رواه الامام محمد في "الموطا"(٢٥٩)،قلت: رجاله رجال الصحيح-

٣٢٦٤- قال محمد: "اِذَاطَلَّقَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا جَمِيْعًا فَقَدْ خَالَفَ السُّنَّةَ وَاَثِمَ ...

۳۲۶۲۔ عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو آقا اپنے غلام کو نکاح کرنے کی اجازت دیدے تو طلاق کا اختیار بھی اسی غلام ہی کو ہوگا۔ کسی اور کے ہاتھ میں طلاق کا کوئی اختیار نہیں۔ ہاں اگر آقا اپنے غلام کی لونڈی یا لونڈی کی لونڈی چھین کر اس سے وطی کرے تو درست ہے (مؤطا مالک) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اسی طرح "اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن" اور "اذا طلقتم النساء" کی آیات بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حقِ طلاق ناکح کو حاصل ہے نہ کہ مولی کو۔

باب صحبت سے قبل ایک ساتھ تین طلاقیں واقع ہونا

۳۲۶۳۔ محمد بن ایاس بن بکیر فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے صحبت سے قبل اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں پھر اسے اس سے نکاح کرنے کا خیال ہوا تو وہ (اس بارے میں) فتویٰ پوچھنے کے لیے آیا۔ ابن بکیر فرماتے ہیں کہ میں اسے ابوہریرہؓ اور ...

وَإِنْ دَخَلَ بِهَا أَوْ لَمْ يَدْخُلْ سَوَاءٌ، ثُمَّ قَالَ: بَلَغَنَا ذٰلِكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهِمْ رضوان الله عليهم اجمعين"۔(فتح القدير ۳۹۲:۳)۔

بَابُ ذِكْرِ بَعْضِ اَلْفَاظِ الْكِنَايَاتِ لِلطَّلَاقِ وَاشْتِرَاطِ النِّيَّةِ فِيْهَا

۳۲۶۵- مالك انه بلغه أَنَّهُ كُتِبَ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مِنَ الْعِرَاقِ: "أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِامْرَأَتِهِ حَبْلُكِ عَلٰى غَارِبِكِ۔ فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلٰى عَامِلِهِ: أَنْ مُرْهُ أَنْ يُوَافِيَنِيْ بِمَكَّةَ فِي الْمَوْسِمِ، فَبَيْنَا عُمَرُ رضی اللہ عنہ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ إِذْ لَقِيَهُ الرَّجُلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ عُمَرُ: مَنْ أَنْتَ؟

عباسؓ کے پاس لے گیا تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا یہاں تک کہ وہ عورت کسی اور سے نکاح کر کے اس سے صحبت کرے (اور وہ دوسرا شوہر صحبت کے بعد اسے طلاق دے اور پھر یہ دوسرے شوہر سے عدت گذارے۔ پھر یہ اس شوہر اول کے لیے حلال ہوگی) وہ آدمی کہنے لگا کہ میری طرف سے طلاق تو اس پر ایک ہی پڑی ہوگی (کیونکہ یہ غیر مدخولہ ہے) اس پر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تو نے اپنے ہاتھ سے بچی ہوئی چیز کو جانے دیا (مؤطا محمد)۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: یعنی اگر تو چاہتا تو ایک طلاق پر اکتفاء کر کے دو طلاقیں محفوظ رکھ سکتا تھا تب اس صورت میں تجھے رجوع کا اختیار ہوتا تھا لیکن تو نے ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں لہٰذا اب تیرے پاس کچھ نہیں بچا۔

۳۲۶۴۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے تو گویا اس نے سنت کی مخالفت کی اور اپنے پروردگار کی نافرمانی کی خواہ شوہر اپنی اس بیوی سے صحبت کر چکا ہو یا نہ کر چکا ہو۔ پھر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ، علیؓ، ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے اسی طرح بات پہنچی ہے۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۳۹۲)

فائدہ: خواہ صحبت کی ہو یا نہ کی ہو بہر صورت ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے عورت مغلظہ ہو جاتی ہے اور بغیر حلالہ کے پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی۔ فائدہ: اگر غیر مدخول بھا کو ایک طلاق دے تو وہ اسے بائنہ بنا دے گی اور تین طلاقیں اسے محرمہ یعنی دوسری شوہر سے نکاح کیے بغیر وہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی۔ ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ نے اسی طرح فرمایا ہے (مؤطا مالک) اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے بھی موطا مالک (ص ۲۰۷) میں اسی طرح مروی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب غیر مدخول بہا پر تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں تو مدخول بھا پر تو بطریق اولیٰ واقع ہو جانی چاہئیں۔

باب طلاق کے بعض کنائی الفاظ کا ذکر، کنائی الفاظ میں نیتِ طلاق شرط ہے

۳۲۶۵۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس عراق سے ایک خط آیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ 'حبلک علی غاربک' تو حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں عراق کے گورنر کو لکھا کہ اس شخص سے کہو کہ حج کے دنوں میں مکہ میں مجھ سے ملے۔ حضرت عمرؓ

فَقَالَ: أَنَا الرَّجُلُ الَّذِیْ أَمَرْتَ أَنْ أَجْلِبَ عَلَیْكَ۔ فَقَالَ عُمَرُ: أَسْأَلُكَ بِرَبِّ هٰذَا الْبَیْتِ مَا أَرَدْتَ بِقَوْلِكَ حَبْلُكِ عَلٰی غَارِبِكِ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: یَاأَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! لَوْ إِسْتَحْلَفْتَنِیْ فِیْ غَیْرِ هٰذَاالْمَوْضِعِ مَا صَدَقْتُكَ، أَرَدْتُ بِذٰلِكَ الْفِرَاقَ۔ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: هُوَ مَا أَرَدْتَ"، كذا في "الموطا مالك" (۲۰۰)۔وبلاغات مالك حجة۔

۳۲۶۶- عن یحیی بن سعید عن القاسم بن محمد: "أَنَّ رَجُلًا كَانَتْ تَحْتَهٗ وَلِیْدَةٌ لِقَوْمٍ، فَقَالَ لِأَهْلِهَا: شَأْنَكُمْ بِهَا، فَرَأَی النَّاسُ أَنَّهَا تَطْلِیْقَةٌ وَاحِدَةٌ"۔ رواه مالك في "الموطا" (۲۰۱)، واسناده صحیح۔

۳۲۶۷- عن یونس بن یزید قال: "سَأَلْتُ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ رَجُلٍ جَعَلَ إِمْرَأَتَهٗ بِیَدِ أَبِیْهِ قَبْلَ أَنْ یَدْخُلَ بِهَا فَقَالَ أَبُوْهُ: هِیَ طَالِقٌ ثَلَاثًا۔ كَیْفَ السُّنَّةُ فِیْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: أَخْبَرَنِیْ محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان مولی بنی عامر بن لوی ان محمد بن ایاس بن البكیر اللیثی، وكان

بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ ایک شخص آپ سے ملا اور سلام کیا۔ آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں وہی شخص ہوں جس کو آپ نے مکہ میں طلنے کا حکم فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تجھے اس گھر کے رب کی قسم ہے "حبلک علی غاربک" سے تیری کیا مراد تھی۔ اس نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپ کسی اور جگہ میں قسم دیتے تو میں سچ نہ بولتا (اب میں سچ کہتا ہوں کہ) میری نیت بیوی کو چھوڑ دینے کی تھی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جیسے تو نے نیت کی ویسے ہی ہوگا۔ (مؤطا مالک باب ماجاء فی الخلیۃ والبریۃ الخ) اور مالک کے بلاغات حجت ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ الفاظ کنایات سے طلاق اسی صورت میں واقع ہوگی جب طلاق کی نیت کی ہو۔

۳۲۶۶۔ قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ ایک آدمی کے نکاح میں کسی قوم کی لونڈی تھی، تو اس نے اس لونڈی کے مالکوں کو کہا کہ "تم جانو اور تمہارا کام جانے" تو لوگوں نے اسے ایک طلاق سمجھا (ایضا) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کنائی لفظ سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

۳۲۶۷۔ یونس بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب سے پوچھا کہ ایک آدمی صحبت سے قبل اپنی بیوی (کی طلاق) کا معاملہ اپنے باپ کے سپرد کرتا ہے۔ اس کا باپ کہتا ہے کہ اسے تین طلاقیں ہیں تو اس بارے میں سنت کے مطابق کیا فیصلہ ہے؟ ابن شہاب نے فرمایا کہ مجھے سند کے ساتھ یہ بات پہنچی ہے کہ بدری صحابی کے بیٹے محمد بن ایاس سے مروی ہے کہ ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ وہ عورت خاوند سے بائنہ ہو چکی ہے اور جب تک وہ کسی دوسرے آدمی سے نکاح کر کے صحبت نہ کر لے اس کے لیے حلال نہیں ہو سکتی۔ پھر یہی مسئلہ ابن عباسؓ سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا۔ پھر عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے پوچھا تو انہوں نے بھی پہلے دونوں بزرگوں کی طرح

۔۔وہ شھد بدرا، اخبرہ ان ابا ھریرة قال: بَانَتْ عَنْهُ فَلَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ، وَاَنَّهُ ـالَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ بِمِثْلِ قَوْلِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَسَاَلَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، فَقَالَ مِثْلَ قَوْلِهِمَا"۔ رواہ ابوبکر البرقانی فی کتابه المخرج علی الصحیحین (نیل الاوطار ۱۵۲:۱)۔

۳۲۶۸- عن نافع ان عبداللہ بن عمرؓ کان یقول: "اِذَا مَلَّكَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهُ اَمْرَهَا فَالْقَضَاءُ ـ قَضَتْ، اِلَّا اَنْ يُّذْكَرَ عَلَيْهَا فَيَقُوْلُ: لَمْ اُرِدْ اِلَّا وَاحِدَةً فَيُحْلَفُ عَلٰى ذٰلِكَ۔ وَيَكُوْنُ اَمْلَكُ بِهَا مَا كَانَتْ فِيْ عِدَّتِهَا"۔ رواہ الامام مالك فی "الموطا"(۲۰۰)، واسنادہ صحیح جلیل۔

۳۲۶۹- اخبرنا ابوحنیفة عن حماد عن ابراھیم: "اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ وَعَبْدَاللّٰهِ ابْنَ مَسْعُوْدٍؓ كَانَا يَقُوْلَانِ فِي الْمَرْاَةِ خَيَّرَهَا زَوْجُهَا فَاخْتَارَتْهُ: فَهِيَ اِمْرَاَتُهُ وَاِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَهِيَ تَطْلِيْقَةٌ وَزَوْجُهَا اَمْلَكُ بِهَا"۔

۳۲۷۰- اخبرنا ابوحنیفة حدثنا حماد عن ابراھیم: "اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍؓ كَانَ يَقُوْلُ:

فرمایا۔ اسے ابوبکر برقانی نے اپنی کتاب المخرج علی الصحیحین میں روایت کیا ہے۔ (نیل الاوطار)

۳۲۶۸۔ نافع سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب مرد اپنی بیوی کو طلاق کا مالک بنادے تو عورت جب اور جتنی چاہے طلاق دے سکتی ہے۔ ہاں اگر مرد اس کا انکار کرے اور کہے کہ میں نے تو صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی اور اس پر قسم اٹھائے تو وہ اس عورت کا زیادہ مالک ہے جب تک کہ وہ عدت میں ہے۔ (موطا مالک) اس کی سند صحیح جلیل ہے۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی طلاق کا معاملہ کسی اور کے سپرد کردے تو وہ دوسرا جتنی طلاقیں چاہے دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ خاوند کی نیت کے خلاف نہ ہو ورنہ خاوند کی نیت ہی حلف کے ساتھ حرف آخر ہوگی۔

۳۲۶۹۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی خاوند اپنی بیوی کو اس بات کا اختیار دیدے کہ چاہے تو اپنے کو اختیار کرلے اور چاہے تو مجھے اختیار کرلے اور بیوی اپنے خاوند کو ہی اختیار کرلے تو وہ اسی کی بیوی رہے گی اور اگر وہ اپنے آپ کو اختیار کرلے تو ایک طلاق واقع ہوجائے گی اور اس کا خاوند اس کا زیادہ حقدار رہے گا۔ (کتاب الآثار امام محمد) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بیوی اپنے خاوند کو اختیار کرلے تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

۳۲۷۰۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں زید بن ثابتؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر بیوی اپنے شوہر کو اختیار کرلے تو کوئی طلاق واقع نہیں

إِذَا اخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَلَا شَيْءَ وَهِيَ اِمْرَأَتُهُ۔ وَإِذَا اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَهِيَ ثَلَاثٌ۔ وَهِيَ عَلَيْهِ حَرَامٌ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔

۳۲۷۱- وكان علي بن ابي طالب ﷺ يقول: إِذَا اخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَهِيَ وَاحِدَةٌ، وَالزَّوْجُ أَمْلَكُ بِهَا، وَإِذَا اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَهِيَ وَاحِدَةٌ، وَهِيَ أَمْلَكُ بِنَفْسِهَا"۔

۳۲۷۲- اخبرنا ابو حنيفة حدثنا حماد عن ابراهيم عن عائشة رضى الله عنها قالت: "خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاخْتَرْنَاهُ فَلَمْ يَعُدَّ ذٰلِكَ عَلَيْنَا طَلَاقًا"۔روى الثلاثة محمدٌ في "الآثار"(۷۹)۔واسانيدها صحاح غير ما فيها من ارسال النخعى، و قد عرفت صحة مراسيله قَالَ مُحَمَّدٌ: فَأَخَذْنَا بِقَوْلِ عَائِشَةَ الَّذِيْ رَوَتْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَبِقَوْلِ عُمَرَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ(وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ) أَنَّهَا إِذَا اخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَلَا شَيْءَ، وَأَخَذْنَا بِقَوْلِ عَلِيٍّ إِذَا اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَهِيَ تَطْلِيْقَةٌ وَاحِدَةٌ، وَهِيَ أَمْلَكُ بِنَفْسِهَا وَهُوَ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ اھ۔

ہوگی۔اور وہ اسی کی بیوی ہی رہے گی۔اور اگر وہ اپنے آپ کو اختیار کرلے تو اس پر تین طلاقیں پڑ جائیں گی اور اس وقت تک شوہر پر حرام رہے گی جب تک کہ کسی اور سے نکاح کر کے صحبت کر لے(کتاب الآثار امام محمد)اس کی سند صحیح ہے۔

۳۲۷۱۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب عورت اپنے شوہر کو اختیار کرلے تو اسے ایک طلاق واقع ہوگی اور شوہر رجوع کا حقدار ہوگا(یعنی ایک رجعی طلاق واقع ہوگی)۔اور اگر وہ اپنے آپ کو اختیار کرلے تو بھی ایک طلاق واقع ہوگی اور عورت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہوگی(یعنی طلاق بائنہ ہوگی اور شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہوگا)(کتاب الآثار محمدؒ)۔اس کی سند صحیح ہے اور رہا ان تینوں میں ارسال نخعی تو وہ مضر نہیں کیونکہ نخعی کے مراسیل صحیح ہیں۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم عائشہؓ کی مرفوع حدیث اور عمرؓ، ابن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ کے قول کو لیتے ہیں کہ جب وہ عورت اپنے خاوند کو اختیار کرلے تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور اس بارے میں علیؓ کے قول کو لیتے ہیں کہ جب وہ اپنے آپ کو اختیار کرلے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور وہ اپنے نفس کی زیادہ مالک ہوگی اور یہی امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

۳۲۷۲۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں اختیار دیا اور ہم نے آپ ہی کو اختیار کیا اور ہم پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔(آخری تین احادیث کتاب الآثار امام محمد میں روایت کی گئی ہیں)امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قول کو لیا ہے جو حضور ﷺ سے مروی ہے اور حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ اور زید بن ثابتؓ کے فرمان پر عمل کرتے ہیں کہ اگر عورت اپنے خاوند کو اختیار کرلے تو اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔اور اس مسئلے میں ہم حضرت علیؓ کے قول پر عمل کرتے ہیں کہ اگر عورت اپنے آپ کو اختیار کرلے تو اس پر ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور مرد کو رجوع کا اختیار نہیں ہوگا ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔

۲۲۷۳- عن شعبة عن ابی حصین عن یحیی بن وثاب عن مسروق عن عبداللہؓ: اذا قال: اِسْتَفْلِحِیْ بِاَمْرِكِ، اَوْ اَمْرُكِ لَكِ اَوْ وَهَبَهَا لِاَهْلِهَا، فَقَبِلُوْهَا فَهِیَ وَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ"۔ رواه البیهقی و صححه صاحب الجوهر النقی (۱۱۵:۲)۔ واخرجه الطبرانی ایضا، کما فی "جمع الفوائد" (۲۳۲:۱)۔ وسکت عنه، فهو حسن او صحیح علی قاعدته، و فی مجمع الزوائد (۳۳۷:٤) عنه: "اِذَاقَالَ لِاِمْرَاَتِهٖ: اَمْرُكِ بِیَدِكِ، اَوْ اِسْتَفْلِحِیْ بِاَمْرِكِ اَوْ وَهَبَهَا لِاَهْلِهَا فَقَبِلُوْهَا فَهِیَ وَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ"۔ رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح۔

۲۲۷٤- اخرج ابن ابی شیبة بسند صحیح الی الشعبی، قال: قَالَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍؓ: "اِذا خَیَّرَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَوَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ، وَاِنِ اخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَلَا شَیْءَ۔ (الجوهر النقی ۱٤:۲)۔

۲۲۷۵- حدثنا علی بن نصر بن علی قال: نا سلیمان بن حرب قال: ناحماد بن زید قال: "قُلْتُ لِاَیُّوْبَ: هَلْ عَلِمْتَ اَحَدًا قَالَ فِیْ اَمْرُكِ بِیَدِكِ اِنَّهَا ثَلَاثٌ اِلَّا الْحَسَنَ؟ قَالَ: لَا، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ غُفْرًا اِلَّا مَا حَدَّثَنِیْ قَتَادَةُ عن کثیر مولی بنی سمرة عن ابی سلمة عن ابی

۲۲۷۳۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب شوہر اپنی بیوی سے یوں کہے استفلحی بامرک یا امرک لک یا عورت کو اس کے خاندان کے لیے ھبہ کردے اور وہ اسے قبول کرلیں تو ایک طلاق بائنہ ہوگی (بیہقی) یہ حدیث حسن یا صحیح ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی سے یوں کہے تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے یا اپنے معاملہ کا خود فیصلہ کرلے یا عورت کو اس کے خاندان کے لیے ھبہ کردے اور وہ اسے قبول کرلیں تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی (طبرانی) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۲۲۷٤۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو اختیار دے اور وہ اپنے آپ کو اختیار کرلے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ اور اگر وہ اپنے خاوند کو اختیار کرے تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند شعبی تک صحیح ہے۔

۲۲۷۵۔ حماد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایوب سے پوچھا کہ حسن بصری کے علاوہ آپ کے علم میں کوئی شخص ہے جس نے یہ کہا ہو کہ بیوی سے یہ کہنے سے کہ تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں؟ ایوب نے فرمایا نہیں۔ پھر فرمایا کہ اے اللہ میری مغفرت فرما۔ مجھے یہ حدیث سند کے ساتھ ابو ہریرہؓ سے پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین طلاقیں ہوگئیں۔ ایوب فرماتے ہیں کہ پھر میں کثیر (اس حدیث کے ایک راوی ہیں) سے ملا تو انہوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا پھر میں دوبارہ قتادہ کے پاس گیا اور انہیں بتایا

هريرةؓ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ثَلَاثٌ قَالَ اَيُّوبُ: فَلَقِيتُ كَثِيْرًا مَوْلٰى اِبْنِ سَمُرَةَ فَسَأَلْتُهُ فَلم يَعْرِفْهُ، فَرَجَعْتُ اِلٰى قَتَادَةَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: نَسِيَ"۔(رواه الترمذى ١:١٤٠) وقال: هذا حديث لا نعرفه الا من حديث سليمان بن حرب عن حماد بن زيد و سالت محمدا عن هذا الحديث فقال: حدثنا سليمان بن حرب عن حماد بن زيد بهذا۔ او انما هو عن ابى هريرة موقوف، ولم يعرف حديث ابى هريرة مرفوعا۔ وكان على بن نصر حافظا صاحب حديث اه۔ وروى ابوداود بنحوه(١:٣٠٧)، وسكت عنه۔

۳۲۷۶- اخبرنا ابو حنيفة قال: حدثنا الهيثم بن ابى الهيثم يرفعه الى رسول الله ﷺ انه قال لسودة(رضى الله عنها): "اِعْتَدِّي۔ فَجَعَلَهَا تَطْلِيْقَةً يَمْلِكُهَا، فَجَلَسَتْ عَلٰى طَرِيْقِهِ يَوْمًا فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! رَاجِعْنِيْ فَوَاللّٰهِ مَا اَقُوْلُ هٰذَا حِرْصًا مِنِّيْ عَلَى الرِّجَالِ، وَلٰكِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُحْشَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ اَزْوَاجِكَ، وَاَجْعَلُ يَوْمِيْ مِنْكَ لِبَعْضِ اَزْوَاجِكَ۔ قَالَ: فَرَاجَعَهَا"۔ رواه

کہنے لگے کہ وہ بھول گئے ہیں (ترمذی)۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ابو ہریرہؓ پر موقوف ہے، حضور ﷺ کا فرمان نہیں اور اس قسم کی حدیث ابوداؤد نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا ان کے ہاں صحیح یا حسن ہے)۔

فائدہ: یعنی ترمذی کے ہاں یہ حدیث مرفوعاً مروی ہے اور امام بخاری کے ہاں موقوفاً لیکن امام ترمذی فرماتے ہیں کہ علی بن نصر حافظ اور صاحب حدیث ہیں اس لیے وہ کیسے ایک موقوف حدیث کو مرفوع بنا سکتے ہیں۔ یعنی یہ غلطی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا یہ مرفوع ہی ہے نیز یہ بات اپنی جگہ ثابت ہے کہ زیادۃ ثقہ مقبول ہوتی ہے اور مرفوع بیان کرنا ایک زیادت ہے لہٰذا یہ زیادۃ مقبول ہوگی۔

فائدہ: حدیث میں مذکورہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب زوج اس لفظ سے تین کی نیت کرے۔

۳۲۷۶۔ حضرت ہیثم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت سودۃ سے فرمایا "تو شمار کر" اور آپؐ نے اسے ایک طلاق رجعی شمار کیا جس میں آپ ﷺ رجوع کے مالک تھے۔ اور ایک دن آپ کے راستے میں بیٹھ گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ سے رجوع فرما لیجئے۔ قسم بخدا یہ میں اس لیے نہیں کہتی کہ مجھے مردوں کی خواہش ہے۔ بلکہ میں یہ چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ میں سے اٹھائی جاؤں۔ اور میں اپنی باری کا دن آپ ﷺ کی کسی اور بیوی کے لیے کر دیتی ہوں۔ راوی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے رجوع فرما لیا (کتاب الآثار امام محمد)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں اور امام کا اس سے حجت پکڑنا اسے مضبوط کرتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ الفاظ کنایہ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

الامام محمد فی "کتاب الآثار"(ص۱۲۶)۔ قلت: رجاله ثقات لکنه معضل، فان شیخ الامام ابی حنیفةفیه من اتباع التابعین۔ قال فی "التقریب"(۱۹۶):"صدوق من السادسة اھ۔ وقد تقوی باحتجاج الامام به۔

۳۲۷۷- عن ابن مسعودؓ فِیْ الرَّجُلِ یُحَرِّمُ اِمْرَاَتَهٗ، قَالَ: "اِنْ کَانَ یَرٰی طَلَاقًا وَاِلَّا فَهِیَ یَمِیْنٌ۔ رواه عبدالرزاق فی مصنفه(کنز العمال ۸:۳٤٤)۔

واخرجه الطبرانی ایضا کما فی جمع الفوائد(۱:۳٤۱)وسکت عنه، فهو صحیح او حسن۔ و فی "مجمع الزوائد"(۲:۳۳۷) : و فی روایة عنه: "اِنْ کَانَ نَوٰی طَلَاقًا وَاِلَّا فَهِیَ یَمِیْنٌ۔ رواه الطبرانی و رجاله ثقات الا ان مجاهدا عن ابن مسعود منقطع۔

۳۲۷۸- عن کعب بن مالك فی الحدیث الطویل فی قصة توبته: "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمَّا اَرْسَلَ اِلَیْهِ اَنْ یَعْتَزِلَ اِمْرَاَتَهٗ۔ فَقَالَ: اُطَلِّقُهَا اَمْ مَا ذَا اَفْعَلُ؟ قَالَ: لَا ! بَلْ اِعْتَزِلْهَا وَلَا تَقْرُبْهَا۔

۳۲۷۷۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دے (یعنی انتِ علیَّ حرامٌ کہے) اگر اس کی نیت طلاق کی ہے تو یہ طلاق ہی ہوگی اور اگر طلاق کی نیت نہیں تو یہ یمین ہوگی (یعنی ایلاء ہوگا) (مصنف عبدالرزاق) اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ ان کے ہاں صحیح یا حسن ہوگی۔ اور مجمع الزوائد میں ایک اور روایت میں ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوگی ورنہ یمین ہوگی (طبرانی) اس کے راوی ثقہ ہیں۔ لیکن منقطع ہے اور انقطاع تو خیر القرون میں ہمارے ہاں مضر نہیں۔

فائدہ: ایلاء کی تعریف آگے بیان ہوگی۔

۳۲۷۸۔ حضرت کعب بن مالکؓ اپنی توبہ کے قصے میں فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے ان کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ اپنی بیوی سے جدا ہو جا تو میں نے کہا کہ اسے طلاق دوں یا کیا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اس سے الگ ہو جا اس کے قریب نہ جا۔ تو کعبؓ نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو اپنے خاندان کے پاس چلی جا۔ اور انہیں کے پاس رہ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے میں کوئی فیصلہ فرمائیں۔ (بخاری)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ الحقی باھلک (یعنی اپنے خاندان والوں کے پاس جا کر رہ) سے اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوتی جب تک کہ طلاق کی نیت نہ ہو۔

فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: اِلْحَقِیْ بِاَهْلِكِ، فَتَكُوْنِیْ عِنْدَهُمْ حَتّٰی یَقْضِیَ اللّٰهُ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ"۔ الحدیث اخرجه البخاری(۲:۶۳۵)واللفظ له وغیره۔

۳۲۷۹- واخرج البخاری عن عائشة رضی اللّٰه عنها: انه ﷺ قَالَ لِاِبْنَةِ الْجَوْنِ: "لَقَدْ عُذْتِ بِعَظِیْمٍ، اِلْحَقِیْ بِاَهْلِكِ"۔ وزاد الذهلی فی الزهریات فی آخره قال الزهری۔ "جَعَلَهَا تَطْلِیْقَةً"۔ کذا فی "فتح الباری"(۹:۳۱۱)۔

باب ان الخیار مقصور علی مجلسه ذلک

۳۲۸۰- عن ابن مسعود رضی اللّٰه عنه: "اِذَا مَلَّکَهَا اَمْرَهَا فَتَفَرَّقَا قَبْلَ اَنْ تُقْضٰی بِشَیْءٍ فَلَا اَمْرَ لَهَا"۔ رواه عبدالرزاق واخرجه الطبرانی والبیهقی من طریقه، ورجاله ثقات الا ان فیه انقطاعا۔(درایة:۲۲۷،۲۲۸)۔قلت: الانقطاع غیر مضر عندنا۔

۳۲۷۹۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جون کی بیٹی (جو یہ) سے فرمایا کہ تو نے ایک عظیم ہستی کی پناہ لی ہے تو جا اور اپنے گھر والوں کے پاس جا کر رہ۔ ذھلی نے زہریات میں اس حدیث کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ فرمایا ہے کہ زہری نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اسے ایک طلاق کہا ہے (بخاری)۔

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ الفاظِ کنایات سے طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے بشرطیکہ خاوند نے طلاق کی نیت کی ہو۔ اور اگر خاوند نے طلاق کی نیت نہ کی ہو تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

باب خیارِ طلاق اس مجلس تک ہی محدود ہے

۳۲۸۰۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے معاملہ (طلاق) کا اختیار دے اور کچھ فیصلہ کرنے سے قبل یہ دونوں (مجلس سے) جدا ہو جائیں تو عورت کو کوئی اختیار باقی نہیں رہے گا (مصنف عبدالرزاق، طبرانی، بیہقی)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن اس میں انقطاع ہے اور انقطاع ہمارے ہاں غیر مضر ہے۔

۳۲۸۱- عن جابر ﷺ: "إِذَا خَيَّرَ الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهٗ فَلَمْ تُخَيِّرْ فِيْ مَجْلِسِهَا ذٰلِكَ فَلَا خِيَارَ"- اخرجه عبدالرزاق باسناد صحيح- وروى عبدالرزاق وابن ابی شيبة عن عمروعثمان رضی الله عنهما نحوه- و فی اسناده ضعف(درایة۲۲۸)-

۳۲۸۲- اخبرنا ابو حنيفة: حدثنا عمرو بن دينار عن جابرﷺ قال: "إِذَا خَيَّرَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ فَقَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَلَا خِيَارَلَهَا"- اخرجه محمد فی "الآثار"(۷۹)-وقال: به ناخذ، وهو قول ابی حنيفة اهـ- وسنده صحيح-

۳۲۸۳- عن حجاج بن ارطاة عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده عبدالله بن عمروﷺ، قَالَ فِيْ الرَّجُلِ يُخَيِّرُ اِمْرَأَتَهٗ: "لَهَا الْخِيَارُ مَا دَامَتْ فِيْ مَجْلِسِهَا"- رواه ابن ابی شيبة(زيلعی ۲:۳۳)-قلت: اسناده حسن، وتفصيله فی الحاشية-

---

۳۲۸۱۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب خاوند اپنی بیوی کو یوں کہے اختاری (یعنی اپنے کو پسند کر لے یا مجھے پسند کر لے) اور وہ اسی مجلس میں اس خیار کو استعمال نہ کرے تو اس کے بعد عورت کو خیار حاصل نہ ہوگا۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ اور اس کی سند میں تھوڑا سا ضعف ہے۔

فائدہ: ضعیف روایت کو محض تائید کے لیے نقل کیا گیا ہے۔

۳۲۸۲۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب خاوند اپنی بیوی کو "اختاری" کہے یعنی اپنے کو پسند کر لے یا مجھے پسند کر لے اور وہ عورت (اس خیار کو استعمال کیے بغیر) اس مجلس سے اٹھ کھڑی ہو تو اس کے لیے خیار باقی نہیں رہے گا۔ (کتاب الآثار امام محمد)۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا بھی یہی مسلک ہے اور امام اعظمؒ کا بھی یہی قول ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

۳۲۸۳۔ عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی خاوند اپنی بیوی کو خیار دے تو اس عورت کے لیے اس وقت تک خیار رہے گا جب تک کہ وہ اسی مجلس میں ہے (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: یعنی اگر اسی مجلس میں اس نے اس اختیار کو استعمال کر لیا تو درست ہے اور اگر کسی اور کام میں مشغول ہوگئی تو خیار باقی نہیں رہے گا۔

ابواب الایمان فی الطلاق

باب حکم تعلیق الطلاق بالنکاح قبل النکاح

٣٢٨٤- مالك: انه بلغه أنّ عُمَرَ بنَ الْخَطَّابِ وَعَبْدَاللهِ بنَ عُمَرَ وَعَبْدَاللهِ بنَ مَسْعُودٍ وَسَالِمَ(تابعی) بنَ عَبْدِاللهِ وَالْقَاسِمَ بنَ مُحَمَّدٍ وَابْنَ شِهَابٍ وَ سُلَيْمَانَ بنَ يَسَارٍ ﷺ كَانُوْا يَقُوْلُونَ "اِذَاحَلَفَ الرَّجُلُ بِطَلَاقِ الْمَرْاَةِ قَبْلَ اَنْ يَنْكِحَهَا ثُمَّ اَثِمَ اِنَّ ذٰلِكَ لَازِمٌ لَهٗ اِذَا نَكَحَهَا" كذا في "الموطا"(٢١٤)۔

٣٢٨٥- اخبرنا مالك اخبرنا مخبر عن عبدالله بن عمررضی الله عنهما اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ "اِذَا قَالَ الرَّجُلُ: اِذَا نَكَحْتُ فُلَانَةَ فَهِيَ طَالِقٌ، فَهِيَ كَذٰلِكَ اِذَا نَكَحَهَا، وَاِنْ طَلَّقَهَا وَاحِدَةً اَوِ اثْنَتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا فَهُوَ كَمَا قَالَ"۔ رواه الامام محمد فی "الموطا"(٢٥٤)۔ورجاله ثقات۔

٣٢٨٦- اخبرنا ابو حنيفة عن محمد بن قيس عن ابراهيم وعامر عن الاسود بن

ابواب الایمان فی الطلاق

باب نکاح سے قبل طلاق کو نکاح سے معلق کرنا

۳۲۸۴۔ حضرت عمر بن خطابؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، سالم بن عبداللہ، قاسم بن محمد، ابن شہاب، اور سلیمان بن یسار فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کی طلاق پر قسم اٹھائے اس سے نکاح کرنے سے قبل۔ پھر نکاح کے بعد وہ قسم ٹوٹ جائے تو طلاق پڑ جائے گی (مؤطا امام مالک)۔

۳۲۸۵۔ عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق ہے اگر اس سے نکاح کرے گا تو اسے طلاق ہو جائے گی اور اگر اس نے ایک یا دو یا تین طلاقیں نکاح کے ساتھ معلق کی تھیں تو وہ بھی پڑ جائیں گی (مؤطا محمد) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: بعض روایات میں ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر کسی نے یوں کہا کہ ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں اسے طلاق ہے تو جب تک وہ عورت یا اس کے قبیلہ کا نام نہ لے کوئی طلاق نہ ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ محرم اور مبیح میں سے محرم کو ترجیح ہوتی ہے اور یہی سالم بن عبداللہ اور مجاہد کا قول ہے اور احناف نے باب خروج میں احوط کو اختیار کیا ہے۔

۳۲۸۶۔ ابراہیم اور عامر شعبی سے مروی ہے کہ اسود بن یزید کے سامنے ایک عورت کا ذکر کیا گیا تو اسود نے کہا کہ اگر میں

ـيد: "أَنَّهُ قَالَ لِامْرَأَةٍ ذُكِرَتْ لَهُ: إِنْ تَزَوَّجْتُهَا فَهِيَ طَالِقٌ فَلَمْ يَرَالْاَسْوَدُ شَيْئًا- وَسُئِلَ أَهْلُ الْحِجَازِ فَلَمْ يَرَوْا ذٰلِكَ شَيْئًا- فَتَزَوَّجَهَا وَدَخَلَ بِهَا- فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُخْبِرَهَا أَنَّهَا أَمْلَكُ بِنَفْسِهَا"- رواه الامام محمد في "كتاب الآثار"(١٢٦)- ورجاله ثقات ـلى اختلاف في بعضهم، و هو غير مضر فالسند محتج به-

۳۲۸۷- عن معمر عن الزهري: "أَنَّهُ قَالَ فِيْ رَجُلٍ قَالَ: كُلُّ امْرَأَةٍ أَتَزَوَّجُهَا فَهِيَ ـالِقٌ: هُوَ كَمَا قَالَ- فَقَالَ لَهُ مَعْمَرٌ، أَلَيْسَ قَدْ جَاءَ: لَا طَلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ- قَالَ: إِنَّمَا ذٰلِكَ أَنْ يَقُوْلَ: إِمْرَأَةُ فُلَانٍ طَالِقٌ- اخرجه عبدالرزاق (دراية ۲۲۸)-ورجاله رجال الصحيح-

ـے نکاح کروں تو اسے طلاق ہے اور اسود نے اس تعلیق کو کوئی حیثیت نہ دی۔ اور حجازیوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی اس تعلیق کو کوئی حیثیت نہ دی۔ پھر اسود نے اس عورت سے شادی کر کے اس سے صحبت کی۔ پھر اس کا ذکر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کیا گیا تو انہوں نے ـے حکم فرمایا کہ اس عورت کو اطلاع کر دو کہ وہ اپنی نفس کی زیادہ حقدار ہے (یعنی طلاق واقع ہو چکی ہے) (کتاب الآثار امام محمد) اس کے ـی ثقہ ہیں البتہ بعض میں اختلاف ہے۔ الغرض سند حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

فائدہ: یعنی اسود یہ سمجھتے تھے کہ طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرنے اور پھر نکاح کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی لیکن ـبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص نکاح کے ساتھ طلاق کو معلق کرے اور پھر نکاح کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

۳۲۸۷۔ زہریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں اسے طلاق ہے تو جس عورت ـے بھی نکاح کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ معمر نے زہری سے فرمایا کہ حدیث میں یہ نہیں آیا کہ نکاح سے قبل طلاق نہیں ہوتی۔ تو ـی نے فرمایا یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے کہ یوں کہے کہ فلاں عورت کو طلاق ہے (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کے راوی صحیح کے ـی ہیں۔

فائدہ: نیز یہ حدیث کہ "نکاح سے قبل طلاق نہیں" تنجیز پر محمول ہے۔ یعنی فوراً طلاق واقع نہیں ہوگی۔ بلکہ اگر نکاح کرے گا ـس وقت واقع ہوگی۔

فائدہ: نکاح سے قبل منجز طلاق اور ملکیت سے قبل منجز اعتاق باتفاق ائمہ اربعہؒ باطل ہے۔ مثلاً اجنبی عورت کے بارے میں ـے طلاق ہے پھر اس سے نکاح کرے تو طلاق نہیں ہوگی۔ یا دوسرے شخص کے غلام کے بارے میں کہے یہ آزاد ہے پھر اس کا مالک بنے ـ آزاد نہیں ہوگا لیکن اگر طلاق کو نکاح سے معلق کرے اور یوں کہے ان نکحت فلانة فهي طالق یا یوں کہے کل امراة اتزوجها ـهي طالق یا حق کو ملک یا سبب ملک سے معلق کرے اور یوں کہے ان ملكت هذا العبد فهو حر یا یوں کہے ان اشتريت هذا العبد

فھو حر تو اس میں اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہؒ کے ہاں یہ تعلیق مطلقا (خواہ عام ہو یا خاص ہو) صحیح ہے، شرط کے پائے جانے پر طلاق
عتاق واقع ہو جائیں گے۔امام شافعیؒ کے ہاں یہ تعلیق مطلقا باطل ہے۔امام مالک کی مشہور روایت میں تخصیص کی صورت میں تعلیق جائز ہے
مثلاً یوں کہے ان تزوجت ھذہ المراۃ یا ان ملکت ھذا العبد یا قبیلہ یا زمان یا مکان کی طرف نسبت کرے تو شرط کے پائے جانے
پر طلاق وعتاق واقع ہو جائیں گے۔تعمیم کی صورت میں تعلیق باطل ہے، مثلاً یوں کہے کل امراۃ اتزوجھا فھی طالق یا کل عبد
ملکتہ فھو حر۔

حنفیہ کی دلیل: محقق ابن الہمامؒ فرماتے ہیں ومذھبنا مروی عن عمرؓ و ابن مسعودؓ و ابن عمرؓ (۱) قال القاسم ان
رجلا جعل امراۃ علیہ کظھر امہ ان ھو تزوجھا فامرہ عمر بن الخطابؓ ان ھو تزوجھا لا یقربھا حتی یکفر کفارۃ
الظھار (موطا مالک، موطا محمد) قاسم بن محمد بن ابی بکر نے طلاق کی تعلیق کو ظہار پر قیاس کرکے حضرت عمرؓ کا قول پیش کیا۔(موطا
مالک)۔(۲) عن ابن عمرؓ انہ کان یقول اذا قال الرجل اذا نکحت فلانۃ فھی طالق فھی کذالک اذا نکحھا (موطا
محمد) (۳) روی عن ابن مسعودؓ انہ قال فی المنصوبۃ انھا تطلق (ترمذی) (۴) سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، قاسم بن محمد
ابوبکرؒ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، ابوبکر بن عمرو بن حزمؒ، امام زہری اور مکحول کا مسلک بھی یہی ہے (ابن ابی شیبہ) سعید بن المسیب، عطاء،
سلیمان، قاضی شریح کا قول بھی یہی ہے (فتح القدیر)

باقی حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت مسور بن مخرمہ کی حدیث لا عتق لہ فیما لا یملک
طلاق لہ فیما لا یملک (ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ)۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں طلاق وعتاق کی نفی ہے نہ کہ تعلیق کی نفی۔مذکورہ حدیث کا مسئلہ متنازع فیہ سے کوئی تعلق
نہیں۔امام زہریؒ نے یہی توجیہ کی ہے عن الزھری انہ قال فی رجل قال کل امراۃ اتزوجھا فھی طالق و کل امۃ اشتریھا
فھی حرۃ ھو کما قال فقال لہ معمر اولیس قد جاء لا طلاق قبل نکاح و لا عتق الا بعد ملک قال انما ذالک
یقول الرجل امراۃ فلان طالق و عبد فلان حر (مسند عبدالرزاق) صاحب ہدایہ فرماتے ہیں والحمل (التزوج
المذکور) ماثور من السلف کالشعبی والزھری وغیرھما۔ اور باقی ابن عمرؓ کی حدیث ان النبی ﷺ سئل عن رجل قال
یوم اتزوج فلانۃ فھی طالق ثلاثا قال طلق مالا یملک (دارقطنی) کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ابوخالد واسطی ہے
بارے میں صاحب التنقیح فرماتے ہیں وضاع۔اور دارقطنی کی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضرت ابو ثعلبہ خشنیؒ نے ایک عورت کے
میں فرمایا ان تزوجتھا فھی طالق ثلاثا پھر اس سے نکاح کرنا چاہا اور آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تزوجھا فانہ لا طلاق
الا بعد النکاح قال فتزوجتھا (دارقطنی)۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب التنقیح فرماتے ہیں "باطل ہے" کیونکہ اس کی سند میں
باقر ہے ابن معین وغیرہ نے اس کی تکذیب کی ہے۔ابن عدی کہتے ہیں یسرق الحدیث، امام احمد ابوبکر بن العربی مالکی فرماتے ہیں اس مضمون
ساری حدیثیں ضعیف ہیں لیس لھا اصل فی الصحۃ (فتح القدیر)

بَابُ حُكْمِ الْإِسْتِثْنَاءِ فِيْ الطَّلَاقِ وَغَيْرِه

۳۲۸۸- اخبرنا ابوحنيفة قال: حدثنا حماد عن ابراهيم فِيْ رَجُلٍ قَالَ لِامْرَأَتِهٖ: أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، قَالَ: "لَيْسَ بِشَيْءٍ وَلَا يَقَعُ عَلَيْهَا الطَّلَاقُ"- رواه الامام محمد فى "كتاب الآثار"(۲:۳۳٦)-ورجاله محتج بهم مع اختلاف، و هو غير مضر-

۳۲۸۹- عن ابن عباس رضي الله عنهما رفعه: "مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهٖ: أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، أَوْ لِغُلَامٍ أَنْتَ حُرٌّ أَوْ قَالَ: عَلَيَّ الْمَشْيُ إِلَى بَيْتِ اللّٰهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ"- رواه ابن عدي و فيه اسحاق بن ابى يحيى الكعبى و هو ضعيف-(دراية۲۲۸)-

۳۲۹۰- عن معديكرب(الهمدانى) ان النبى ﷺ قال: "مَنْ طَلَّقَ أَوْ أَعْتَقَ وَاسْتَثْنٰى فَلَهٗ ثُنْيَاهُ"- اخرجه ابو موسىٰ المدينى فى ذيل الصحابة قاله الحافظ فى "التلخيص الحبير"(۲:۳۱۹)-وسكت عنه ههنا، وضعفه فى "الاصابة"(٦:۱۲۳)- و فيه عمر بن موسى الوجيهى ضعيف له ترجمة طويلة فى" اللسان"(٤:۳۳۲) وفى"التلخيص" ايضا: قال البيهقى: "يروى عن بهزبن حكيم عن ابيه عن جده والراوى عنه الجارود بن يزيد ضعيف اه"-

باب طلاق میں استثناء کا حکم

۳۲۸۸۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تجھے طلاق ہے انشاء اللہ تعالیٰ (یعنی انشاء اللہ کا لفظ طلاق کے متصل بعد بولے) تو ابراہیم فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں اور طلاق واقع نہیں ہوگی (کتاب الآثار) اس کے تمام راوی حجت پکڑنے کے قابل اور حسن الحدیث ہیں۔

۳۲۸۹۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تجھے طلاق ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ یا غلام سے یوں کہے تو آزاد ہے انشاء اللہ تعالیٰ یا یوں کہے کہ میرے ذمے بیت اللہ تک پیدل جانا لازم ہے انشاء اللہ، تو اس کے ذمہ کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔(درایہ)

۳۲۹۰۔ معدیکربؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص طلاق دے یا غلام کو آزاد کرے اور استثناء بھی کردے تو اس کی مستثنیٰ کردہ چیز اسی کی ہوگی (تلخیص الحبیر)۔

فائدہ: یعنی استثناء کرنے سے طلاق اور عتق واقع نہیں ہوگا۔

۳۲۹۱- عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما رفعہ: ''مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَقَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ فَلَا حِنْثَ عَلَیْہِ''۔ رواہ الترمذی و حسنہ، کذا فی ''الدرایۃ''(۲۲۸)-وفی ''الفتح (۱۱:۵۲٤)۔ وصححہ الحاکم اھ۔

باب طلاق المریض

بَاب اَنَّ الْمُطَلَّقَةَ بِطَلَقَةٍ قَاطِعَةٍ لِلنِّكَاحِ فِيْ مَرَضِ مَوْتِ الزَّوْجِ تَرِثُ مِنْهُ

۳۲۹۲- ثنا عباد بن العوام عن اشعب عن الشعبی: ''اَنَّ اُمَّ الْبَنِیْنَ اِبْنَةَ عُیَیْنَةَ بْنِ حُصَیْنٍ کَانَتْ تَحْتَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ﷺ فَلَمَّا حُصِرَ طَلَّقَهَا، وَقَدْ کَانَ اَرْسَلَ اِلَیْهَا یَشْتَرِیْ مِنْهَا ثَمَنَهَا، فَاَبَتْ۔ فَلَمَّا قُتِلَ اَتَتْ عَلِیًّا ﷺ فَذَکَرَتْ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ: تَرَکَهَا حَتّٰی اِذَا اَشْرَفَ عَلَی الْمَوْتِ طَلَّقَهَا فَوَرَّثَهَا''۔ رواہ ابن ابی شیبۃ، وھذا السند رجالہ علی شرط مسلم(الجوھر النقی ۲:۱۱۹)۔

۳۲۹۱۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی چیز پر قسم اٹھائی اور ساتھ ہی انشاء اللہ کہا تو وہ منعقد نہیں ہوئی۔(یعنی اس کے خلاف عمل کر دینے سے کفارہ واجب نہیں ہوگا)(ترمذی) امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے اور فتح الباری میں ہے کہ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ استثناء ہر قسم میں جاری ہوتا ہے۔اسی طرح حافظ ابن حجرؒ بھی فتح الباری میں کہتے ہیں کہ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ استثناء ہر حلف میں جاری ہوتا ہے۔

باب مریض کی طلاق کا بیان

باب شوہر کی مرض الموت میں طلاق بائنہ پانے والی عورت (عدت میں) خاوند کی وارث ہوگی

۳۲۹۲۔ شعبی سے مروی ہے کہ عیینہ بن حصین کی بیٹی ام البنین، عثمان بن عفانؓ کے نکاح میں تھیں۔جب حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا گیا تو انہوں نے ام البنین کو طلاق دیدی اور مہر واپس لینے کے لیے حضرت عثمانؓ قاصد بھیج چکے تھے (شاید رخصتی سے قبل ہی طلاق دیدی ہو،اس لیے مہر کی واپسی کا مطالبہ فرمایا ہوگا) لیکن ام البنین نے انکار کر دیا اور جب حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے تو ام البنین حضرت علیؓ کے پاس آئیں اور اس (مرض الموت والی طلاق) کا ذکر فرمایا تو اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی بیوی کو چھوڑے رکھا (یعنی طلاق نہ دی) حتیٰ کہ جب موت کے کنارے پر پہنچے تو اسے طلاق دے کر اپنا وارث بنا دیا (مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس سند کے رجال مسلم کی شرط پر ہیں۔

٣٢٩٣- في مصنف ابن ابي شيبة: ثنا جرير بن عبدالحميد عن مغيرة عن ابراهيم عن شريح، قال: "اَتَانِيْ عُرْوَةُ الْبَارِقِيُّ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ فِيْ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ اِمْرَاَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَرَضِه: انها تَرِثُهُ مَا دَامَتْ فِيْ الْعِدَّةِ وَلَا يَرِثُهَا"۔(الجوهر النقى ١١٨:٢)۔ وفيه ايضا: قال ابن حزم: وانما يصح من هذاالطريق اه"۔

٣٢٩٤- قال ابن ابى شيبة: ثنا يزيد بن هارون انا سعيد بن ابى عروبة عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشةرضي الله عنها قَالَتْ فِيْ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا وَ هُوَ مَرِيْضٌ: "تَرِثُهُ مَادَامَتْ فِيْ الْعِدَّةِ"۔(الجوهر النقى ١١٨:٢)۔قلت: رجاله ثقات مشهورون و من رجال الجماعة لكن فيه انقطاع، فان سعيدا لم يسمع عن هشام و هو غير مضر عندنا۔

٣٢٩٥- عن يحيى بن سعيد عن محمد بن يحيى بن حبان قال: "كَانَتْ عِنْدَ ابْنِ حَبَّان

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی خاوند اپنی بیوی کو اپنی مرض الوفات میں طلاق بائنہ دیدے اور پھر اس مرض میں مر جائے اور بیوی بھی ابھی طلاق کی عدت گزار رہی ہو تو بیوی خاوند کی وارث ہوگی۔ یہاں طلاق سے مراد طلاق بائنہ ہے کیونکہ رجعی طلاق کی صورت میں تو نکاح ہی باقی ہوتا ہے لہٰذا طلاق رجعی کی صورت میں یقیناً وہ وارث ہوگی اور اس صورت میں حضرت علیؓ سے پوچھنے کی ضرورت بھی نہیں۔

٣٢٩٣۔ شریحؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاس عروۃ البارقی حضرت عمرؓ کے پاس سے آئے اور کہا کہ حضرت فرمارہے تھے کہ اگر کوئی شخص اپنی مرض الوفات میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے تو عورت اس وقت تک وارث ہوگی جبتک کہ وہ عدت میں ہو (اور خاوند اسی مرض میں مرجائے) اور خاوند اس کا وارث نہ ہوگا (اگر چہ عورت عدت میں ہی مرجائے) (مصنف ابن ابی شیبہ) جوہر نقی میں ہے کہ ابن حزم نے فرمایا کہ یہ صرف اسی طریق سے صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی خاوند اگر عدت میں ہی مرجائے تو بیوی وارث ہوگی لیکن اگر عورت اپنی عدت میں مرجائے تو خاوند وارث نہ ہوگا۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔

٣٢٩٤۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جس عورت کو خاوند کی مرض الموت میں تین طلاقیں دی گئی ہوں تو وہ اس وقت تک وارث ہوگی جب تک کہ وہ عدت میں ہو (الجوہر النقی) میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی ثقہ اور مشہور ہیں لیکن اس میں انقطاع ہے اور انقطاع ہمارے ہاں مضر نہیں۔

٣٢٩٥۔ محمد بن یحیٰی بن حبان فرماتے ہیں کہ (میرے دادا) حبان کے نکاح میں دو عورتیں تھیں ایک ہاشمیہ اور دوسری

اِمْرَأتَانِ هَاشِمِيَةٌ وَاَنْصَارِيَّةٌ- فَطَلَّقَ الْاَنْصَارِيَّةَ وَهِيَ تُرْضِعُ- فَمَرَّتْ بِهَا سَنَةٌ ثُمَّ هَلَكَ وَلَمْ تَحِضْ فَقَالَتْ: اَنَا اَرِثُهُ لَمْ اَحِضْ، فَاخْتَصَمَتَا اِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَقَضٰى لَهَا بِالْمِيْرَاثِ- فَلَامَتِ الْهَاشِمِيَّةُ عُثْمَانَ-فَقَالَ:هٰذَا عَمَلُ ابْنِ عَمِّكَ،هُوأَشَارَ عَلَيْنَا بِهٰذَا يَعْنِيْ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ ﷺ"- رواه الامام مالك فی "موطا"(۲۰۸)-قلت: رجاله رجال الجماعة و سنده صحيح-

۳۲۹۶- اخبرنا هشيم عن الحجاج بن ارطاة عن ابن ابی شيبة وابن ابی مليكة عن عبدالله بن الزبيرؓ: "اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ وَهُوَ مَرِيْضٌ الْبَتَّةَ- فَحَاضَتْ حَيْضَتَيْنِ ثُمَّ مَاتَ- فَوَرَّثَهَا مِنْهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ ؓ-فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: فَلَوْلَا اَنَّ عُثْمَانَؓ وَرَّثَهَا مَارَاَيْنَا لِلْمُطَلَّقَةِ الثَّلَاثِ مِيْرَاثًا"- رواه الامام محمد فی كتاب الحجج(۳۶۷)-قلت: رجاله رجال الصحيحين والحجاج فيه كلام مشهور لكنه مختلف فيه، فلا يسقط عن درجة الاحتجاج، ورواه ابن حزم باسناده عن ابن الزبير نحوه(الجوهر النقی ۲:۱۱۹)-

---

انصاریہ-آپؓ نے انصاری بیوی کوطلاق دیدی جبکہ وہ دودھ پلایا کرتی تھی-ایک برس تک اسے حیض نہ آیا اس کے بعد حبان مر گئے تو انصاری عورت نے کہا کہ میں ترکہ لونگی کیونکہ مجھے حیض نہیں آیا (لہٰذا میری عدت نہیں گذری) پھر وہ دونوں عورتیں حضرت عثمانؓ کے پاس مقدمہ لے کر حاضر ہوئیں تو حضرت عثمانؓ نے اس کو ترکہ دلانے کا حکم فرمایا-ہاشمی عورت حضرت عثمانؓ کو برا بھلا کہنے لگی تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ تیرے چچا کے بیٹے کا حکم ہے،انہوں نے ہمیں ایسے ہی کہا تھا یعنی حضرت علیؓ کا فیصلہ ہے-(موطا مالک)اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں-اوراس کی سند صحیح ہے-

فائدہ: چونکہ حضرت علیؓ بھی ہاشمی تھے اور وہ عورت بھی ہاشمی-اس کا دل خوش کرنے یا اتمام حجت کے لیے حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کا حوالہ دیا-

۳۲۹۶- عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنی مرض الوفات میں اپنی بیوی کو طلاق بتہ (طلاق بائن) دی پھر عورت کے دو حیض گذرنے کے بعد عبدالرحمٰن وفات پا گئے تو حضرت عثمانؓ نے عبدالرحمٰنؓ کے ترکہ میں سے اسے حصہ دلایا- ابن زبیرؓ نے فرمایا کہ اگر عثمانؓ اسے وارث نہ بناتے اور ترکہ نہ دلاتے تو ہم سمجھتے رہتے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے ترکہ میں سے حصہ نہیں-(كتاب الحجج لمحمد) اس کے راوی صحیحین کے راوی ہیں اور حجاج مختلف فیہ ہونے کی بنا پر حسن الحدیث ہے-

فائدہ: ابن زبیرؓ کے علاوہ تقریباً تمام صحابہؓ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر خاوند بیوی کو اپنی مرض الموت میں طلاق...

۳۲۹۷- عن ابن جریج اخبرنی ابن ابی ملیکة: "اَنَّہٗ سَاَلَ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ الزُّبَیْرِ فَقَالَ لَہٗ: طَلَّقَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اِبْنَۃَ الْاَصْبَغِ الْکَلْبِیَّۃَ فَبَتَّہَا، ثُمَّ مَاتَ، فَوَرَّثَہَا عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ فِیْ عِدَّتِہَا، رواه عبدالرزاق فی مصنفه(التلخیص الحبیر۲:۳۲۱)- قلت: رجاله رجال الجماعة واسناده صحیح-

ابواب الرجعة

باب استحباب الاستئذان للدخول علی المراة المطلقة الرجعیة

۳۲۹۸- عن عبیدالله بن عمر عن نافع: "اَنَّ ابْنَ عُمَرَ طَلَّقَ اِمْرَاَتَہٗ تَطْلِیْقَۃً فَکَانَ یَسْتَأْذِنُ عَلَیْہَا اِذَا اَرَادَ اَنْ یَمُرَّ"- رواه عبدالرزاق (الجوهر النقی ۲:۱۲۱)- قلت: رجاله رجال البخاری-

---

ے اور پھر اسی مرض میں مر جائے اور عورت بھی ابھی عدت میں ہو تو عورت وارث ہوگی لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی عدم میراث کے قول سے رجوع کر لیا۔

۳۲۹۷۔ ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن زبیرؓ سے اس مسئلہ میں پوچھا تو ابن الزبیرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اصبغ کلبیہ کی بیٹی کو (بیماری میں) طلاق بتہ دی پھر اس بیماری میں مر گئے تو حضرت عثمانؓ نے عورت کو عدت میں ہوتے ہوئے ترکہ دلایا (مصنف عبدالرزاق) اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں اور سند صحیح ہے۔

فائدہ: استذکار میں ہے کہ روایات اس بارے میں مختلف ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے عبدالرحمٰنؓ کی بیوی کو عدت میں وارث بنایا یا عدت کے گذرنے کے بعد؟ لیکن ہمارے ہاں اس روایت کو ترجیح ہے جس میں عدت کے اندر وارث بنانے کا ذکر ہے اس لیے کہ وہ جماعت صحابہ کی رائے کے موافق ہے اور قیاس کے بھی موافق ہے کیونکہ انقضاءِ عدت کے بعد نکاح بالکل باقی نہیں رہتا پس وہ اس کی وارث کیسے ہوگی اور ایک تطبیق یہ بھی دی جا سکتی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ اس کی عدت میں وفات پا گئے اور وہ عدت میں ہی وراثت کی حقدار ہو گئی تھی۔ البتہ میراث میں سے حصہ دینے کا حکم حضرت عثمانؓ نے عدت گذرنے کے بعد جاری فرمایا گویا کہ فرق استحقاق اور حکم کا ہے۔

ابواب الرجعۃ

باب مطلقہ رجعیہ بیوی کے پاس سے گذرنے کے لیے اجازت لینا مستحب ہے

۳۲۹۸۔ نافعؒ سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو جب ان کے پاس سے گذرنے کا ارادہ کرتے تو ان سے اجازت لیتے (مصنف عبدالرزاق) میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی بخاری کے راوی ہیں۔

فائدہ: چونکہ ابھی نکاح باقی ہے لہٰذا اجازت ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اور مستحب بھی اس صورت میں ہے کہ جب رجوع کا ارادہ نہ ہو۔

بَاب اَنَّ التَّسرِيحَ طَلَاقٌ ثَالِثٌ

۳۲۹۹- ناالقاضی الحسین بن اسماعيل نا عبدالله بن جرير بن جبلة نا عبدالله بن عائشة ناحماد بن سلمة عن قتادة عن انس ﷺ: "اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ! اَلَيْسَ قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ؟﴾ فَلِمَ صَارَ ثَلَاثًا؟ قَالَ: ﴿فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾- رواه الدارقطنی (۴۲۶:۲)- قال ابن القطان: "صحيح"، عبيد الله بن محمد بن جعفر يعرف بابن عائشة، ثقة احد الاجواد، وعبيدالله بن جرير بن جبلة بن ابی رواد قال الخطيب: كان ثقة"- كذا فی الجوهر النقی(۴۲۶:۲)-

۳۳۰۰- عن ابی رزين الاسدی: يقال "جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَهٗ: اَرَاَيْتَ قَوْلَ اللّٰهِ: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾- قَالَ: فَاَيْنَ الثَّالِثَةُ؟ قَالَ: تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ اَلثَّالِثَةُ"- رواه ابوداود فی "المراسيل"(ص۲)-وقد سكت عنه-

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْاِشْهَادِ عَلَى الرَّجْعَةِ وَالطَّلَاقِ

۳۳۰۱- عن عمران بن حصين ﷺ: "اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ اِمْرَاَتَهٗ ثُمَّ يَقَعُ بِهَا،

باب قرآن میں تسریح باحسان سے مراد تیسری طلاق ہے

۳۲۹۹- حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اللہ نے یوں نہیں فرمایا: الطلاق مرتان کہ طلاق دو مرتبہ کی ہے۔ تو یہ تین کیسے ہوگئیں تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے فرمان "فامساک بمعروف او تسریح باحسان" (یعنی پھر خواہ یہ قاعدے کے مطابق رکھ لینا یا خوش عنوانی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے)۔ میں تسریح باحسان سے مراد تیسری طلاق ہے۔ (دارقطنی) ابن القطان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

۳۳۰۰- ابی رزین اسدی سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے تو یوں فرمایا ہے "الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان" (بقرہ۔۲۲۹) تو تیسری کہاں سے آگئی تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تسریح باحسان تیسری طلاق ہی ہے (مراسیل ابوداؤد)۔ امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔

باب طلاق دیتے وقت اور رجوع کرتے وقت گواہ بنانا مستحب ہے

۳۳۰۱- عمران بن حصین سے مروی ہے کہ آپؓ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر رجوع کرتے ہوئے

لَمْ يُشْهِدْ عَلٰى طَلَاقِهَا وَلَا عَلٰى رَجْعَتِهَا۔ فَقَالَ طَلَّقْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ وَرَاجَعْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ اَشْهِدْ عَلٰى طَلَاقِهَا وَعَلٰى رَجْعَتِهَا وَلَا تَعُدْ"۔ رواه ابوداود وابن ماجة ولم يقل: "ولا تعد"۔ واخرجه ايضا البيهقي والطبراني ، وزاد: "استغفرالله"۔ قال الحافظ فی "بلوغ المرام": "وسنده صحيح" (نيل ٦:١٨٠) ۔

فَصْلٌ فِيْمَا تَحِلُّ بِهِ الْمُطَلَّقَةُ

بَاب اَنَّ الْمُطَلَّقَةَ الْمُغَلَّظَةَ تَحِلُّ اِذَا نَكَحَتْ مِنْ زَوْجٍ غَيْرِ الْاَوَّلِ وَجَامَعَ الثَّانِي ثُمَّ اَبَانَهَا

۳۳۰۲- عن عائشة رضی الله عنها قالت: "جَاءَتْ اِمْرَاَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِيْ، فَبَتَّ طَلَاقِيْ، فَتَزَوَّجْتُ بَعْدَهُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ الزُّبَيْرِ۔ وَاِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ۔ فَقَالَ: اَتُرِيْدِيْنَ اَنْ تَرْجِعِيْ اِلٰى رِفَاعَةَ؟ لَا، حَتّٰى تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ"۔ رواه الجماعة لكن لابی داود معناه من غير تسمية الزوجين (نيل الاوطار ٦:١٨٠)۔

اس سے ہم بستری کرتا ہے، نہ وہ طلاق دیتے وقت گواہ بناتا ہے اور نہ ہی رجوع کرتے وقت، آپؐ نے فرمایا (اس طلاق دینے والے سے) کہ تو نے غیر مسنون طریقے سے طلاق دی اور غیر مسنون طریقے سے رجوع کیا۔ عورت کو طلاق دیتے وقت اور اس سے رجوع کرتے وقت گواہ بنایا کر اور آئندہ ایسے نہ کرنا (ابوداؤد، ابن ماجہ)۔ ابن ماجہ نے "لا تعد" کے الفاظ روایت نہیں کئے۔ یہ حدیث طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے۔ اور طبرانی نے "استغفر اللہ" (استغفار کر) کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ حافظ بلوغ المرام میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: گواہ بنانا مستحب ہے کیونکہ اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ طلاق میں گواہ بنانا واجب نہیں۔

فصل۔ طلاق مغلظہ والی عورت خاوند کے لیے کیسے حلال ہو سکتی ہے؟

باب طلاق مغلظہ والی عورت اس وقت حلال ہو سکتی ہے کہ جب وہ کسی دوسرے سے نکاح کرے اور وہ اس سے ہمبستری کر کے طلاق دیدے

۳۳۰۲۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رفاعہ قرظی کی بیوی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں رفاعہ کے نکاح میں تھی کہ انہوں نے مجھے طلاق مغلظہ دے دی۔ پھر میں نے عبدالرحمٰن بن زبیرؓ سے شادی کی۔ لیکن ان کے پاس تو صرف کپڑے کے دامن کی طرح ہے (یعنی نامرد ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم چاہتی ہو کہ دوبارہ رفاعہ کے نکاح میں آ جاؤ؟ نہیں، یہ نہیں

۳۳۰۳- عن عائشة رضی الله عنها: "أَنَّ عَمْرَو بنَ حَزمٍ طَلَّقَ الْغُمَيْصَاءَ، فَنَكَحَهَا رَجُلٌ فَطَلَّقَهَا قَبلَ اَنْ يَمَسَّهَا، فَسَالَتِ النَّبِیَّ ﷺ. فَقَالَ: لَا! حَتّٰى يَذُوقَ الْآخَرُ عُسَيْلَتَهَا وَتَذُوقَ عُسَيْلَتَهُ"- رواه الطبرانی باسناد رجاله ثقات (نیل الاوطار۶:۱۸۶)-

۳۳۰۴- عن ابن عمر رضی الله عنهما ، قال: "سُئِلَ النَّبِیُّ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ اِمْرَاَتَهُ ثَلَاثًا- فَيَتَزَوَّجُهَا الرَّجُلُ فَيُغْلِقُ الْبَابَ، وَيُرْخِي السِّتْرَ، ثُمَّ يُطَلِّقُهَا قَبلَ اَنْ يَدْخُلَ بِهَا- لَا تَحِلُّ لِلْاَوَّلِ حَتّٰى يُجَامِعَهَا الْآخَرُ"- رواه النسائی، و قال: هذا اولی بالصواب(ای من الذی قبله فی السنن باعتبار السند)-

۳۳۰۵- عن عائشة رضی الله عنها: "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اَلْعُسَيْلَةُ هِيَ الْجِمَاعُ"- رواه احمد والنسائی (نیل الاوطار۶:۱۸۱)- و فیه ایضا: اخرجه ایضا ابونعیم فی الحلیة- قال الهیثمی: فیه ابو عبدالملك لم اعرفه، وبقیة رجاله رجال الصحیح-قلت: حسنه العلامة

ہوسکتا۔ یہاں تک کہ تم ان کا اور وہ تمہارا مزہ چکھ لیں (یعنی جماع کرلیں) (بخاری، مسلم، ترمذی)۔ ابوداؤد نے بھی اس حدیث کا معنی بیان کیا ہے اور زوجین کا نام نہیں لیا۔ (نیل الاوطار)۔

۳۳۰۳۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ عمرو بن حزم نے غمیصاء کو طلاق دی پھر اس سے دوسرے آدمی نے نکاح کیا اور اس نے صحبت سے قبل طلاق دے دی تو میں نے حضور ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، ایسے نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ دوسرا شوہر اس کا مزہ چکھ لے اور وہ اس کا مزہ چکھ لے (طبرانی) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۳۰۴۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے پھر دوسرا آدمی اس عورت سے نکاح کرکے دروازہ بند کرکے پردہ بھی ڈال دے پھر جماع کیے بغیر اسے طلاق دیدے (تو اس بارہ میں کیا حکم ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ عورت پہلے کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی، جب تک وہ دوسرا اس سے جماع نہ کرلے (نسائی)۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ یہ پہلی حدیث سے باعتبار سند کے درست کے قریب تر ہے۔

۳۳۰۵۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مزہ چکھنے سے مراد ہمبستری کرنا ہے (احمد ونسائی)۔ نیل الاوطار میں یہ بھی ہے کہ اسے ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔ ھیثمی فرماتے ہیں کہ ابوعبدالملک کو میں نہیں پہچانتا اور بقیہ راوی صحیح کے راوی ہیں، میں کہتا ہوں کہ ابوعبدالملک کو سیوطی نے حسن کہا ہے اور جرح سے محفوظ ہے۔

<u>فائدہ:</u> ابوعبدالملک سے بخاری نے "ادب" کتاب میں حدیث لی ہے۔ اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ ابوعبدالملک سے دو

السیوطی فی "الجامع الصغیر" (٦٨:٢)۔ ونجیب عن الجرح فی الحاشیة۔

ثقہ راویوں نے حدیث روایت کی ہے اور سخاوی نے فتح المغیث (۱۔۸۷) میں لکھا ہے کہ دار قطنی نے فرمایا ہے کہ جس سے دو ثقہ روایت کریں تو اس کی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے، اور اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے انتہی۔ پس حدیث جرح سے محفوظ ہوئی۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عورت تین طلاقوں کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور صحبت سے پہلے ہی دوسرا خاوند اسے طلاق دیدے تو وہ پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی یہاں تک کہ دوسرا شوہر اس سے صحبت کرے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ تمام علماء صحابہ اور دیگر علماء کا اسی پر عمل ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ قرآن پاک کی آیت حتی تنکح زوجاً غیرہ میں تنکح سے مراد وطی ہی ہے، اور اس پر قرینہ لفظ زوجاً ہے کیونکہ زوج ہوتا ہی وہ ہے جس سے نکاح ہو چکا ہو تو اب لفظ تنکح سے وطی مراد ہوگی۔ لہٰذا کسی کا یہ اعتراض کرنا غلط ہوگا کہ حدیث عسیلہ کی بنا پر وطی کی شرط لگانا کتاب اللہ پر زیادتی کرنا ہے۔ نیز پھر حدیثِ امراۃ رفاعہ کو تعامل صحابہ اور تلقی بالقبول حاصل ہے، جس سے یہ حدیث متواتر کی قوت میں آجاتی ہے جیسا کہ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث لا وصیۃ لوارث کے باوجود خبر واحد ہونے کے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت (القرآن) کے لیے تلقی بالقبول اور تعامل ناس کی بنا پر ہی ناسخ ہے۔

تلقی بالقبول کی شرعی حیثیت: یہ امر عقلاً شرعاً اور عرفاً بالکل مسلم ہے کہ کسی کی تصدیق وتائید یا ابطال وتردید کے دو ہی طریقے ہیں: (۱) قول (۲) فعل۔ قولی تصدیق یہ ہے کہ زبان سے کسی کی تصدیق کر لی جائے اور فعلی تصدیق یہ ہے کہ اس شخص کی بات کو عملی جامہ پہنا یا جائے اسی طرح قولی تردید تو یہ ہے کہ زبان سے کسی کو جھٹلا دیا جائے اور فعلی تردید یہ ہے کہ عملی طور پر اسے نظر انداز کر دیا جائے۔ بالکل یہی مسئلہ اصول حدیث میں مسلم ہے چنانچہ صحیح حدیث دو قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) جس کے ہر ایک راوی کی عدالت وضبط ائمہ حدیث نے بیان کی ہو پھر وہ سند متصل بھی ہو اور شذوذ وعلتِ خفیہ سے پاک بھی ہو (۲) جس کو اہل علم نے عملاً قبول کر لیا ہو یہ اہل علم کی فعلی تصدیق ہے اس کے بعد قولی تصدیقات یعنی سند کے ایک ایک راوی کی تفتیش کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ فعلی تصدیق زیادہ قوی ہوتی ہے، اس لحاظ سے صحیح حدیث کی دو تعریفیں ہوئیں۔ (۱) هو الخبر الواحد المتصل السند بنقل عدل تام الضبط غير معلل بقادح ولا شاذ (۲) (الف) علامہ جلال الدین سیوطیؒ "نظم الدرر" میں فرماتے ہیں المقبول ماتلقاه العلماء بالقبول و ان لم یکن له اسناد صحیح. امام سخاویؒ شرح الفیۃ الحدیث میں فرماتے ہیں اذا تلقت الامة الضعيف بالقبول يعمل به على الصحيح حتى انه ينزل منزلة المتواتر في انه ينسخ المقطوع به ولهذا قال الشافعي حديث لا وصية لوارث لا يثبته اهل الحديث ولكن العامة تلقته بالقبول و عملوا به حتى جعلوه ناسخا للآية الوصية للوارث۔ (یعنی اگر کسی ضعیف حدیث کو امت قبول کر لے تو اس پر عمل کیا جائے گا حتی کہ وہ بمنزلہ متواتر کے ہو جائے گی جس سے کسی قطعی دلیل آیت کو منسوخ بھی کیا جا سکے گا۔ اسی لیے تو امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ لا وصیة لوارث اگرچہ اسے محدثین ثابت نہیں کرتے لیکن تلقی بالقبول کی وجہ سے اسے اس آیت کے لیے ناسخ بنا دیا ہے۔ جس میں وارث کی وصیت کا ذکر ہے) علامہ حافظ ابن حجر الافصاح علی نکت ابن صلاح میں لکھتے ہیں و من جملة صفات القبول التي لم يتعرض لها شيخنا الحافظ يعني زين العراقي ان يتفق علماء على العمل بمدلول الحديث فانه يقبل حتى يجب العمل به و قد صرح بذلك جماعة من ائمة الاصول ومن امثله قول الشافعي (المذکور) (یعنی کسی حدیث کے مقبول

بَابُ كَرَاهَةِ النِّكَاحِ بِشَرْطِ التَّحْلِيْلِ

۳۳۰۶- عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: "لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ"۔ رواه الترمذی و قال: حسن صحیح (۱۳۳:۱)۔

۳۳۰۷- عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ رفعه: "اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ؟ قَالُوْا: بَلٰى! قَالَ: هُوَ الْمُحَلِّلُ۔ لَعَنَ اللهُ اَلْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ"۔ رواه ابن ماجة، ورواته موثقون (دراية ۲۲۹)۔

ہونے کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ علماء اس حدیث کے مدلول پر عمل پر متفق ہو جائیں پس ایسی حدیث مقبول ہوگی اور اس پر عمل واجب ہوگا۔ ائمہ اصول نے اس کی تصریح کی ہے۔ جن میں امام شافعیؒ بھی ہیں) ترمذی پڑھنے والے پر تو یہ اصول تو نہایت واضح ہے کہ امام ترمذیؒ اکثر مقامات پر سند پر جرح نقل کر کے پھر لکھ دیتے ہیں کہ اہل علم کا اس پر عمل ہے جس سے ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اگر چہ سند کے اعتبار سے یہ حدیث صحیح نہیں مگر اہل علم کی فعلی تصدیق کی وجہ سے قابل عمل و مقبول ہوگئی چنانچہ امام سیوطیؒ تعقبات میں جمع بین الصلوا تین کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں اخرجه الترمذی و قال حین ضعفه احمد وغیره والعمل علیه عنداهل العلم فثاربذلك ان الحدیث اعتضد بقول اهل العلم وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به وان لم یكن له اسناد یعتمد علی مثله (تعقبات ص ۱۲) علامہ ابن عبدالبر مالکی اسی اصول کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں لما حكی الترمذی ان البخاری صحح حدیث البحر الطهور ماء ه واهل الحدیث لا یصححون مثل اسناده لكن الحدیث عندی صحیح لان العلماء تلقوه بالقبول (تدریب الراوی ص ۱۵) یعنی البحر الطهور ماء ه والی حدیث کو امام بخاری نے صحیح فرمایا ہے اور محدثین نے اسے صحیح نہیں کہا (ترمذی فرماتے ہیں کہ لیکن یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے کیونکہ علماء کی تلقی بالقبول اسے حاصل ہے) الغرض ائمہ اصول کی تصریحات سے واضح ہے کہ صحت حدیث کا مدار صرف سند پر ہی نہیں بلکہ اہل علم کی تلقی بالقبول پر بھی ہے، اگر کوئی حدیث سند کے اعتبار سے خواہ کتنی ضعیف کیوں نہ ہو مگر اسے تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو جائے تو وہ نہ صرف قابل عمل ہو جاتی ہے بلکہ بعض حالات میں اس پر عمل واجب ہو جاتا ہے اور امام شافعیؒ وغیرہم تو فرماتے ہیں کہ تلقی بالقبول کا شرف اتنا بڑا شرف ہے کہ بعض اوقات ایسی حدیث متواتر کا درجہ اختیار کر لیتی ہے اور اس کے ساتھ قرآن کی قطعی آیت کو بھی منسوخ کیا جا سکتا ہے امام بخاری بھی اس اصول پر کاربند ہیں اور جبکہ اسلام عملی دین ہے تو اس میں تعامل کی اہمیت کا انکار کرنا دراصل اسلام کو عملی کی بجائے نظری بنانا ہے اور جبکہ یہ اصول مسلم ہے تو خلفاء راشدین، صحابہ، تابعین اور مابعد کے تیرہ سو سال کے تمام مسلمانوں کے تعامل سے زیادہ تعامل اور کیا ہو سکتا ہے۔

باب حلالہ کی شرط سے نکاح کرنا مکروہ ہے

۳۳۰۶- عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (ترمذی)۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

۳۳۰۷- عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں مانگے ہوئے سانڈ کے بارے میں نہ بتاؤں!

قال عبدالحق فی "احکامہ": اسنادہ حسن (زیلعی ۲:۳۸)۔

۳۳۰۸- عن ابن سیرین: "أَنَّ اِمْرَأَةً طَلَّقَهَا زَوْجُهَا ثَلَاثًا، وَكَانَ مِسْكِيْنٌ أَعْرَابِيٌّ يَقْعُدُ بِبَابِ الْمَسْجِدِ، فَجَاءَتْهُ اِمْرَأَةٌ فَقَالَتْ: هَلْ لَكَ فِيْ اِمْرَأَةٍ تَنْكِحُهَا فَتَبِيْتُ مَعَهَا اللَّيْلَةَ وَتُصْبِحُ فَتُفَارِقُهَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ! فَكَانَ ذٰلِكَ۔ فَقَالَتْ لَهُ اِمْرَأَتُهُ: إِنَّكَ إِذَا أَصْبَحْتَ فَإِنَّهُمْ سَيَقُوْلُوْنَ لَكَ: فَارِقْهَا۔ فَلَا تَفْعَلْ ذٰلِكَ، فَإِنِّيْ مُقِيْمَةٌ لَّكَ مَا بَدَا لِيْ وَذَهَبَ إِلَى عُمَرَ فَلَمَّا أَصْبَحْتَ أَتَوْهُ وَأَتَوْهَا فَقَالَتْ: كَلِّمُوْهُ فَأَنْتُمْ جِئْتُمْ بِهِ۔ فَكَلَّمُوْهُ فَأَبَى فَانْطَلَقَ إِلَى عُمَرَ۔ فَقَالَ: اَلْزِمْ اِمْرَأَتَكَ، فَإِنْ رَابُوْكَ بِرَيْبٍ فَأْتِنِيْ وَأَرْسَلَ إِلَى الْمَرْأَةِ الَّتِيْ مَشَتْ لِذٰلِكَ، فَنَكَّلَ بِهَا ثُمَّ كَانَ يَغْدُوْ عَلَى عُمَرَ وَيَرُوْحُ فِيْ حُلَّةٍ۔ فَيَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَاكَ يَا ذَا الرُّقْعَتَيْنِ حُلَّةً تَغْدُوْ فِيْهَا وَتَرُوْحُ"۔

رواہ الشافعی والبیہقی (کنز العمال ۱۷۰)۔

۳۳۰۹- عن ابن سیرین: "أَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ، وَأَمَرَ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ ذُوالْخِرْقَتَيْنِ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا لِيُحِلَّهَا لَهُ، فَمَكَثَ ثَلَاثًا لَا يَخْرُجُ، ثُمَّ خَرَجَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ، فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: أَيْنَ مَا

صحابہؓ نے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ لعنت کرے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے پر۔ (ابن ماجہ، باب المحلل والمحلل لہ)۔ اس کے راوی توثیق کردہ ہیں (درایہ) اور عبدالحق الاحکام میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: یعنی حلالہ کی شرط سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس پر گناہ ہوگا، اگرچہ نکاح صحیح ہو جائے گا۔ کیونکہ لعنت کا لفظ کراہت کی وجہ سے بھی بعض اوقات بولا جاتا ہے اور یہاں محلل کے قرینہ سے کراہت پر محمول ہے۔ اور امام مالکؒ کا حدیث بالا کے عموم سے یہ استدلال کرنا "کہ نکاح بالکل باطل ہے" غلط ہے۔ اس لیے کہ حدیث کا ظاہری عموم بالکل مراد نہیں اتفاقاً۔ کیونکہ ایک اعتبار سے ولی، حاکم لونڈی فروخت کرنے والا اور مطلقہ ثلثہ سے نکاح کر کے اپنی رغبت سے طلاق دینے والا بالاتفاق محلل ہیں۔ اور اس حدیث کا مصداق نہیں۔ لہٰذا اس کا مصداق خاص وہ آدمی ہے جو صرف اپنی نفسانی خواہش کی تسکین کے لیے نکاح کرے جسے دوسری حدیث میں "التیس المستعار" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اگر کوئی آدمی دوسرے کو نفع پہنچانے کے لیے اور ہمدردی کے لیے نکاح کر کے چھوڑ دے تو وہ نفع رسانی کی وجہ سے ماجور ہوگا۔ (فتح الملہم ج ۳ ص ۵۰۲)

۳۳۰۸۔ ابن سیرینؒ سے مروی ہے کہ ایک عورت کو اس کے خاوند نے تین طلاقیں دیدیں۔ اور اس علاقے میں ایک مسکین بدو تھا جو کہ مسجد کے دروازے پر بیٹھا رہتا تھا۔ اس کے پاس وہ مطلقہ عورت آئی اور کہا کہ کیا آپ کسی عورت سے اس شکل میں نکاح کر سکتے ہیں کہ رات اس کے ساتھ گذار کر صبح کو اس کو طلاق دیدیں۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ پھر نکاح ہو گیا اور عورت نے اس مسکین بدو سے کہا کہ صبح کے وقت وہ تجھے کہیں گے کہ اسے طلاق دیدے تو تو ایسے نہ کرنا (یعنی طلاق نہ دینا) اس لیے کہ جہاں تک ممکن ہو سکا میں تیرے پاس

قَاوَلُتُكَ عَلَيْهِ؟ فَاَبٰى اَنْ يُطَلِّقَهَا فَاَتٰى فِىْ ذٰلِكَ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ. فَقَالَ: اَللّٰهُ رَزَقَ ذَا الْخِرْقَتَيْنِ.
وَاَمْضٰى نِكَاحَهٗ". رواه ابن جرير فی "تهذيب الآثار" (كنز العمال ۱۷۰)۔

۳۳۱۰- وصح عن عطاء (ای ابن رباح و هو الظاهر) فِيْمَنْ نَكَحَ اِمْرَاَةً مُحَلِّلاً ثُمَّ رَغِبَ فِيْهَا فَاَمْسَكَهَا. قَالَ: لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ. قَالَهُ ابْنُ الْقَيِّمِ فِىْ "اعلام الموقعين" (نيل الاوطار ۶: ۵۰)۔

بَاب اَنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا عَادَتْ اِلَى الزَّوْجِ الْاَوَّلِ عَادَتْ بِتَطْلِيْقَاتٍ ثَلَاثٍ

۳۳۱۱- اخبرنا ابوحنيفة عن حماد عن سعيد بن جبير، قال: "كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ

رہوگی۔ پھر صبح کے وقت لوگ میاں بیوی کے پاس آئے تو عورت نے کہا کہ تم خود ہی اس بدو سے بات کرو کیونکہ تم خود ہی اسے لاے تھے۔ لوگوں نے اس بدو سے (طلاق کے لیے) بات کی لیکن اس نے انکار کر دیا اور حضرت عمرؓ کے پاس چلا گیا (اور آپؓ سے سارا قصہ بیان کیا) تو آپؓ نے فرمایا کہ اپنی بیوی کو لازم پکڑ (یعنی طلاق نہ دے) اگر وہ لوگ تجھے پریشان کریں تو میرے پاس آ جانا۔ پھر آپؓ نے اس عورت کو بلا بھیجا جس نے حلالہ کے لیے نکاح کیا تھا اور اسے سزا دی۔ پھر وہ بدو حضرت عمرؓ کے پاس صبح شام ایک نئے لباس میں آتا تو حضرت عمرؓ فرماتے کہ تمام تعریفیں ہیں اس اللہ کی جس نے پیوند لگے ہوئے کپڑے والے کو عمدہ جوڑا پہنایا جس میں وہ صبح شام آتا جاتا ہے۔ (شافعی، بیہقی)۔

۳۳۰۹۔ ابن سیرین سے مروی ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور ذوالخرقتین نامی شخص کو کہا کہ تو حلالے کے طور پر اس سے نکاح کر لے (نکاح کر لینے کے بعد) ذوالخرقتین تین دن تک گھر سے نہ نکلا پھر تین کے بعد نکلا تو اس پر عمدہ لباس تھا اس سے اس آدمی نے کہا کہ جو آپ نے معاہدہ کیا تھا وہ کہاں گیا (یعنی طلاق دو) لیکن اس آدمی نے طلاق دینے سے انکار کر دیا۔ اور یہ مسئلہ لے کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ نے ذوالخرقتین کو نوازا ہے۔ آپؓ نے اس کے نکاح کو نافذ کر دیا۔ (تہذیب الآثار، کنز العمال)۔

۳۳۱۰۔ عطاء ابن ابی رباح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے حلالہ کی نیت سے نکاح کرے پھر اس میں رغبت ہو جائے اور اسے طلاق نہ دے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اسے ابن قیم نے اعلام الموقعین میں روایت کیا ہے۔ (نیل الاوطار)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حلالہ کی نیت سے کیا ہوا نکاح مکروہ تحریمی ہے لیکن نکاح بذاتہ صحیح ہوگا۔ اور حلالہ کی نیت اور شرط کی پابندی ضروری نہیں بلکہ چاہے تو اپنے پاس ہمیشہ کے لیے رکھ سکتا ہے۔

باب عورت پہلے خاوند کے پاس تین طلاقوں کے ساتھ ہی لوٹتی ہے

۳۳۱۱۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بدو حضرت عبداللہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دیں۔ پھر اس کی عدت گذر گئی اور اس نے کسی اور مرد سے نکاح کر لیا۔

عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ يَسْأَلُهُ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ تَطْلِيْقَةً أَوْ تَطْلِيْقَتَيْنِ، ثُمَّ اِنْقَضَتْ عِدَّتُهَا، فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ فَدَخَلَ بِهَا، ثُمَّ مَاتَ عَنْهَا، أَوْ طَلَّقَهَا، ثُمَّ انْقَضَتْ عِدَّتُهَا، وَأَرَادَ الْأَوَّلُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا، عَلٰى كَمْ هِيَ عِنْدَهُ؟ قَالَ: فَقَالَ لِيْ: أَجِبْهُ! ثُمَّ قَالَ: مَا يَقُوْلُ اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْهَا؟ قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: يَهْدِمُ الْوَاحِدَةَ وَالثِّنْتَيْنِ وَالثَّلَاثَ۔ قَالَ: سَمِعْتَ مِنَ ابْنِ عُمَرَ فِيْهَا شَيْئًا؟ قَالَ: فَقُلْتُ: لَا! قَالَ: إِذَا لَقِيْتَهُ فَاسْأَلْهُ۔ قَالَ: فَلَقِيْتُ ابْنَ عُمَرَ، فَسَأَلْتُهُ عَنْهَا۔ فَقَالَ فِيْهَا مِثْلَ قَوْلِ اِبْنِ عَبَّاسٍ"۔ رواه الامام محمد فی "کتاب الآثار"، وقال الزيلعی(۲:۲۰۹): اثر جيد۔

ابواب الایلاء

باب ان الایلاء طلقة بائنة بعد مضی المدة وتعتد عدة المطلقة

۳۳۱۲- اخرج الطبری بسند صحیح عن ابن مسعود ﷺ وبسند آخر لا باس به عن

دوسرا خاوند اس سے صحبت کرنے کے بعد مر گیا یا اس نے اسے طلاق دیدی پھر اس کی عدت گذر گئی اور پہلے خاوند نے اس سے نکاح کا ارادہ کیا تو وہ عورت کتنی طلاقوں کے ساتھ اس کے پاس آئے گی تو سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہؓ نے مجھ سے فرمایا کہ تو اسے جواب دے۔ پھر حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ ابن عباسؓ اس میں کیا فرماتے ہیں۔ سعیدؒ کہتے ہیں اس آدمی سے پھر میں نے کہا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دوسرا خاوند سابقہ ایک، دو یا تین طلاقوں کو ختم کر دیتا ہے (یعنی گویا کہ اس نے طلاق دی ہی نہیں تھی) پھر عبداللہؓ نے کہا کیا اس مسئلہ کے بارے میں ابن عمرؓ سے کچھ سنا؟ میں نے کہا نہیں۔ عبداللہؓ نے کہا کہ جب تو ان سے ملے تو ان سے پوچھ۔ سعیدؒ فرماتے ہیں کہ پھر میں ابن عمرؓ سے ملا اور ان سے اس مسئلہ کی بابت پوچھا تو آپ نے بھی ابن عباسؓ ہی کی طرح فرمایا (کتاب الآثار)۔ علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ یہ اثر عمدہ ہے۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے۔ اور پھر دوبارہ نکاح کرے تو اسے تین طلاقوں کا اختیار حاصل ہوگا۔

ایلاء کے ابواب

باب ایلاء کی مدت گذر جانے کے بعد طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے اور وہ عورت عام مطلقہ والی عدت گذارے گی۔

فائدہ ایلا شریعت کی اصطلاح میں یہ ہے آدمی یہ کہے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس چار ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ تک نہیں جائے گا۔

۳۳۱۲۔ حضرت ابن مسعودؓ سے سند صحیح کے ساتھ اور حضرت علیؓ سے سند قابل حجت کے ساتھ مروی ہے کہ جب چار مہینے

علی ﷺ :"اِنْ مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَلَمْ يَفِئْ طُلِقَتْ طَلْقَةً بَائِنَةً"۔ وبسند حسن عن علی ﷺ و زید بن ثابت ﷺ مثله (فتح الباری ۳۷۷:۹) وعن جماعة من التابعين من الكوفيين وغيرهم كابن الحنفية وقبيصة بن ذويب وعطاء والحسن وابن سيرين مثله(فتح)۔

۳۳۱۳- اخرج ابن ابی شیبة بسند صحیح عن ابی قلابة اَنَّ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ ﷺ آلى مِنْ اِمْرَاَتِهٖ فَقَالَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ ﷺ اِذَا مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ فَقَدْ بَانَتْ مِنْهُ بِتَطْلِيْقَةٍ (فتح الباری ۳۷۷:۹)۔قال صاحب "الاستذکار": لم يختلف فيه عن ابن مسعود وهو مذهبه المحفوظ عنه(الجوهر النقی ۱۲۳:۲)۔

۳۳۱۴- عن علقمة قال آلٰى اِبْنُ اَنَسٍ مِنْ اِمْرَاَتِهٖ فَلَبِثَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ فَبَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِيْ الْمَجْلِسِ اِذَا ذَكَرَ فَاَتٰى اِبْنَ مَسْعُوْدٍ ﷺ فَقَالَ: اَعْلِمْهَا اَنَّهَا قَدْ مَلَكَتْ اَمْرَهَا اِلٰى آخِرِهٖ۔ رواه ابن ابی شیبة و سنده صحیح (الجوهر النقی ۱۲۲:۲)۔ورواه الطبرانی عن ابراهيم عن ابن مسعود ﷺ بلفظ: قَدْ بَانَتْ مِنْكَ فَاخْطُبْهَا اِلٰى نَفْسِهَا وَاصْدُقْهَا رِطْلًا مِنْ فِضَّةٍ۔ واسـ

گذر جائیں اور مرد رجوع نہ کرے تو عورت پر طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔اور سند حسن کے ساتھ حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے بھی اس قسم کی حدیث مروی ہے۔(فتح الباری)اور جماعت تابعین سے بھی اس طرح کا قول مروی ہے(فتح)

فائدہ: حضرت علیؓ کی اکثر روایات ابن مسعودؓ کے مطابق ہی ہیں۔

۳۳۱۳۔ ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ ابوقلابہ سے روایت کیا ہے کہ نعمان بن بشیرؓ نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا تو ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر چار مہینے گذر جائیں (اور خاوند رجوع نہ کرے) تو عورت ایک طلاق کے ساتھ اس سے بائنہ ہو جائے گی (فتح الباری) صاحب استذکار فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ سے کوئی اختلاف مروی نہیں اس بارے میں اور یہی ان کا محفوظ مذہب ہے۔

۳۳۱۴۔ حضرت علقمہؒ سے مروی ہے کہ ابن انس نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا اور چھ ماہ تک اپنی بیوی کے پاس نہ گئے ایک دن وہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ ایلاء انہیں یاد آیا تو ابن مسعودؓ کے پاس گئے اور انہیں صورت حال بیان کی تو ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اسے بتا دے کہ وہ اپنے معاملہ کی مالک ہو چکی ہے (یعنی طلاق بائنہ اس پر واقع ہو چکی ہے) (مصنف ابن ابی شیبہؒ) اس کی سند صحیح ہے اور طبرانی میں یہ الفاظ ہیں کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ وہ تجھ سے جدا ہو چکی ہے (یعنی اس پر طلاق بائنہ ہو چکی) اور اسے نکاح کا پیغام بھیج تو ہے اور ایک رطل چاندی اسے حق مہر میں دو۔اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور مراسیل ابراہیم صحیح ہیں اور یہ حدیث کتاب الآثار امام محمدؒ میں بھی مروی ہے اور اس کا سیاق اتم واکمل ہے۔

فائدہ: یعنی ایلاء میں چار ماہ گذرنے پر طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے لیکن مغلظہ نہیں بلکہ اس سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

رجاله رجال الصحيح الا انه منقطع(مجمع الزوائد١١٣)- ومراسيل ابراهيم صحاح كما مر غير مرة- ورواه محمد في "الآثار"(١٢٩) عن ابي حنيفة عن حماد عن ابراهيم وسياقه اتم-

٣٣١٥- قال ابن ابي شيبة: ثنا وكيع عن شعبة عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: عَزِيْمَةُ الطَّلَاقِ اِنْقِضَاءُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ، وَالْفَيْءُ اَلْجِمَاعُ"- وهذا اسناد صحيح (الجوهر النقي ١٢٣:٢)-واخرج نحوه ابوحنيفة عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس رضي الله عنه (جامع مسانيد الامام ١٤٦)-

٣٣١٦- روى عبدالرزاق في مصنفه: ثنا معمر عن عطاء الخراساني عن ابي سلمة ابن عبدالرحمن: اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ كَانَا يَقُوْلَانِ فِيْ الْاِيْلَاءِ: "اِذَا مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ فَهِيَ تَطْلِيْقَةٌ وَاحِدَةٌ، وَهِيَ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا وَتَعْتَدُّ عِدَّةَ الْمُطَلَّقَةِ"(زيلعي٣٩:٢)- ورجاله رجال مسلم، وابو سلمة هذا لم يسمع من عثمان عند بعضهم- وثبت سماعه منه عند بعضهم-والاختلاف لا يضر-

٣٣١٧- اخبرنا معمر عن قتادة، "ان عليا وابن مسعود وابن عباس رضي الله عنه قالوا: اِذَا مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ فَهِيَ تَطْلِيْقَةٌ، وهِيَ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا، وَتَعْتَدُّ عِدَّةَ الْمُطَلَّقَةِ"- رواه عبد الرزاق

دوبارہ نکاح کرنے کی صورت میں نیا مہر بھی دینا ہوگا۔

۳۳۱۵۔ ابن ابی شیبہ سند کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ طلاق کے عزم سے مراد چار مہینوں کا گذر جانا ہے اور فئی (رجوع کرنے) سے مراد ہمبستری کرنا ہے (جوہر نقی) اس کی اسناد صحیح ہے۔

فائدہ: قرآن میں فان فاء وا میں فئی سے مراد جماع ہے۔ اور فان عزموا الطلاق میں عزم طلاق سے مراد چار ماہ کا گذر جانا ہے یعنی چار ماہ گذرنے سے طلاق خود بخود واقع ہو جائے گی، دوبارہ زبان سے طلاق کا لفظ بولنے کی ضرورت نہیں۔

۳۳۱۶۔ حضرت عثمان بن عفانؓ اور زید بن ثابتؓ ایلاء کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ جب چار مہینے گذر جائیں تو ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور وہ عورت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہوگی۔ اور وہ عام مطلقہ کی عدت گذارے گی (مصنف عبدالرزاق) اس کے راوی مسلم کے راوی ہیں اور کسی راوی کے سماع کے بارے میں اختلاف مضر نہیں (کیونکہ سماع کا اثبات راجح ہے)۔

۳۳۱۷۔ قتادہؒ سے مروی ہے کہ علیؓ، ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب چار مہینے گذر جائیں تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی اور وہ عورت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہوگی (یعنی طلاق بائنہ واقع ہوگی) اور وہ عام مطلقہ کی عدت گذارے گی (مصنف عبدالرزاق) اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں اور انقطاع مضر نہیں کیونکہ ان تمام سے موصول روایات بھی مروی ہیں۔

فی "مصنفه" (زیلعی ۲:۳۹)۔ ورجاله رجال الجماعة۔ وقتادة لم یسمع منهم ولکن الانقطاع لا یضر عندنا لا سیما والروایات عن کل واحد منهم وردت موصولة ایضا، کما سرفتذکر۔

۳۳۱۸- اخرج الطبری عن سعید بن المسیب والحسن و عکرمة: "اَلْفَیْءُ اَلرُّجُوْعُ بِالْقَلْبِ وَاللِّسَانِ لِمَنْ بِهِ مَانِعٌ عَنِ الْجِمَاعِ، وَفِیْ غَیْرِهِ بِالْجِمَاعِ"۔ ومن طریق اصحاب ابن مسعود منهم علقمة مثله۔

۳۳۱۹- ومن طریق الحکم عن مقسم عن ابن عباس رضی الله عنهما: اَلْفَیْءُ الرُّجُوْعُ۔ وعن مسروق و سعید بن جبیر والشعبی مثله۔ والاسانید بکل ذلک عنهم قویة (فتح الباری ۹:۳۷۵)۔

۳۳۲۰- واخرج سعید بن منصور من طریق مسروق: "اِذَا مَضَتِ الْاَرْبَعَةُ بَانَتْ بِطَلْقَةٍ، وَتَعْتَدُّ بِثَلَاثِ حِیَضٍ"۔ واخرج اسماعیل من وجه آخر عن مسروق عن ابن مسعود مثله (فتح الباری ۶:۳۷۷)۔

۳۳۲۱- عن ابی موسیٰ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ فِی الَّذِیْ یُوْلِیْ مِنَ اِمْرَاَتِهٖ: اِنْ شَاءَ رَجَعَهَا فِی الْاَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ هُوَ عَزَمَ الطَّلَاقَ فَعَلَیْهَا مَا عَلَی الْمُطَلَّقَةِ مِنَ الْعِدَّةِ۔ رواه الطبرانی

۳۳۱۸۔ سعید بن مسیب، حسن اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ اگر جماع سے کوئی چیز رکاوٹ ہو تو دل اور زبان سے رجوع کر لینا فئی ہے۔ اور اگر رکاوٹ نہ ہو تو جماع کرنا ہی فئی ہے۔ (طبری)

۳۳۱۹۔ مقسم سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ (اللہ کے ارشاد فان فاء وا میں) فئی سے مراد رجوع کرنا ہے اور تمام اسناد قوی ہیں۔ (فتح الباری)

فائدہ: ابن عباسؓ تفسیر میں سب سے مقدم ہیں ان کا قول قرآن کی آیت "فان فاء وا" میں قول فیصل ہے کہ یہاں فئی سے مراد مدت اربعہ اشہر میں رجوع کرنا ہے لہٰذا اب اس کے بعد اور دوسرے حضرات کا فان فاء وا کی فاء سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے۔

۳۳۲۰۔ مسروق سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا جب چار مہینے گذر جائیں تو ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور تین حیض عدت گذارے گی۔ اور اسماعیل نے دوسرے طریق سے عن مسروق عن ابن مسعود اسی طرح روایت کیا ہے۔ (فتح الباری)

۳۳۲۱۔ ابوموسیٰؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی سے ایلاء کرتا ہے اگر وہ چاہے تو چار ماہ کے اندر اس سے مراجعت کر سکتا ہے اور اگر اس نے طلاق دینے کا ہی عزم کر رکھا ہے تو وہ عورت بھی وہی عدت گذارے گی جو دوسری مطلقہ عورت

وفیه یوسف بن خالد السمتی و ھو ضعیف (مجمع الزوائد۵: ۱۰)- وذکرناہ اعتضادا-

۳۳۲۲- اخبرنا ابوحنیفة قال: حدثنا عمرو بن مرة عن ابی عبیدة عن عبداللّٰہ بن مسعود ﷺ، قال: "اِذَا آلَی الرَّجُلُ مِنْ اِمْرَأَتِهٖ فَمَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ بَانَتْ بِتَطْلِيْقَةٍ، وَكَانَ خاطِبًا يَخْطُبُهَا فِي الْعِدَّةِ، وَلَا يَخْطُبُهَا فِيْ عِدَّتِهَا غَيْرُهٗ"-رواہ محمد فی الآثار(۸۰) و سندہ صحیح و قال الدارقطنی(۲-۳۶۱) "ابوعبیدة اعلم بحدیث ابیه و بمذھبه وفتیاہ من خشف ابن مالك و نظرائه اھ"- ورواہ ابن ابی شیبة عن جریر عن المغیرة عن النخعی عن ابن مسعود ﷺ، ومراسیل النخعی صحیحة (الجوھر النقی۲: ۱۲۲)-

۳۳۲۳- ثنا وکیع عن الاعمش عن حبیب ھو ابن ابی ثابت عن سعید بن جبیر عن ابن عمر وابن عباس ﷺ، قالا: "اِذَا آلٰى فَلَمْ يَفِئْ حَتّٰى يَمْضِيَ الْاَرْبَعَةُ الْاَشْهُرُ فَهِيَ تَطْلِيْقَةٌ بَائِنَةٌ- وقال ایضا: ثنا ابن فضیل عن الاعمش فذکر بسندہ بمعناہ، والاسنادان صحیحان(الجوھر النقی ۲: ۱۲۳)-

---

ہے۔(طبرانی) اس میں یوسف بن خالد ضعیف ہے لیکن ہم نے بھی اسے تائید کے لیے پیش کیا ہے(اور مذکورہ بالا صحیح آثار کے بعد اس ضعیف کی حیثیت بھی یقیناً مضبوط ہوجائے گی)۔

۳۳۲۲۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب مرد اپنی بیوی سے ایلاء کرے اور چار ماہ گذر جائیں تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی اور وہ اسے اس کی عدت میں اسے پیغام نکاح بھیج سکتا ہے(کیونکہ یہ مغلظہ نہیں ہوئی اس لیے حلالہ کی ضرورت نہیں بغیر حلالہ کے ہی عدت کے اندر ہی نکاح کرسکتا ہے) لیکن کوئی اور شخص عدت میں اسے نکاح کا پیغام نہیں دے سکتا۔(کتاب الآثار) اس کی سند صحیح ہے۔اور یاد رکھیں کہ ابوعبیدۃ اپنے باپ کی احادیث اور مذہب کے بارے میں خشف بن مالک وغیرہ کی بہ نسبت زیادہ واقف ہے اور اسے ابن ابی شیبہ نے نخعی کے واسطے سے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے اور مراسیل نخعی صحیح ہیں(جوہرنقی)

۳۳۲۳۔ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایلاء کرے اور پھر رجوع نہ کرے یہاں تک کہ چار ماہ گذر جائیں تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی۔اور ابن فضیل عن اعمش کی سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور دونوں سندیں صحیح ہیں (جوہرنقی)

فائدہ: ان تمام مرفوع وموقوف احادیث سے معلوم ہوا کہ ایلاء کرنے کے بعد چار ماہ گذر جائیں اور وہ بیوی کے پاس نہ جائے تو طلاق بائنہ خود بخود واقع ہوجائے گی اور ایسی مطلقہ عورت بھی عام مطلقہ عورتوں کی طرح عدت گذارے گی۔

بَابُ اَنَّ الْاِیْلَاءَ لَا یَکُوْنُ اَقَلَّ مِنْ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ

٣٣٢٤- عن عطاء عن ابن عباس رضی الله عنهما: "إِذَا آلَی مِنِ امْرَأَتِهٖ شَهْرًا أَوْ شَهْرَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً مَا لَمْ يَبْلُغِ الْحَدَّ فَلَيْسَ بِإِيْلَاءٍ"- رواه ابن ابی شیبة واسناده صحیح (درایة ٢٣٠)-

٣٣٢٥- اخرج الطبری من حدیث ابن عباس رضی الله عنهما: "كَانَ إِيْلَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ فَوَقَّتَ اللّٰهُ لَهُمْ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ، فَمَنْ كَانَ إِيْلَاءُهٗ أَقَلَّ مِنْ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَلَيْسَ بِإِيْلَاءٍ"-(فتح الباری ٩:٣٧٧)، وهو حسن او صحیح- و فی "مجمع الزوائد" (٥:١٠)- رواه الطبرانی، ورجاله رجال الصحیح-

بَابُ مَنْ آلٰی ثُمَّ طَلَّقَ

٣٣٢٦- اخبرنا ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم، قال: "إِذَا آلَی الرَّجُلُ مِنِ امْرَأَتِهٖ ثُمَّ طَلَّقَهَا فَالطَّلَاقُ يَهْدِمُ الْإِيْلَاءَ"- رواه محمد فی الآثار (ص ١٣٠)- وقال: لسنا ناخذ بهذا-

٣٣٢٧- اخبرنا ابوحنیفة عن حماد عن الشعبی، قال: "إِذَا آلَی الرَّجُلُ مِنِ امْرَأَتِهٖ ثُمَّ

باب ایلاء چار ماہ سے کم نہیں ہوتا

۳۳۲۴۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی سے ایک دو یا تین ماہ کا ایلاء کرے یعنی اتنی مدت کا کہ چار ماہ کی حد کو نہ پہنچے تو وہ ایلاء شرعی نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

۳۳۲۵۔ طبری نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں ایلاء سال، دو سال کا ہوتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایلاء کو چار ماہ تک محدود کر دیا۔ لہٰذا جس کا ایلاء چار ماہ سے کم ہو وہ شرعی ایلاء نہیں۔ (فتح الباری)۔ اس کی سند حسن یا صحیح ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

باب ایلاء کر کے طلاق دینا

۳۳۲۶۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ایلاء کرے (اور ایلاء کے بعد) پھر طلاق دے تو یہ طلاق ایلاء کو ختم کر دیتی ہے (گویا ایلاء کیا ہی نہیں) (کتاب الآثار) امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم احناف اس کے قائل نہیں ہیں۔

۳۳۲۷۔ شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ایلاء کر کے پھر طلاق دے تو یہ ایلاء اور طلاق مقابلے کے گھوڑے ہیں کہ اگر طلاق کی عدت میں ہوتے ہوئے (ایلاء کے) چار مہینے گذر جائیں تو سابقہ طلاق کے ساتھ ایلاء کی طلاق بھی واقع

طلقها فهما كفرسي رهان إن جاوزت الأربعة الأشهر وهي في شيء من عدتها وقعت تطليقة الإيلاء مع التطليقة التي طلق- وإن انقضت العدة قبل أن تجيء وقت الأربعة الأشهر سقط الإيلاء"۔ رواه محمد في "الآثار" ايضا (۱۳۰)۔ وقال: قلت لابي حنيفة۔ باي القولين تاخذ؟ قال: بقول عامر الشعبي! قال محمد: وبه ناخذ اھ۔

۳۳۲۸- ابوحنيفة عن زيد بن الوليد عن ابي الدرداءؓ أن رسول الله ﷺ قال: "اذاآلى الرجل من امرأته ثم طلقهافالطلاق والإيلاء كفرسي رهان ، أيهما سبق وقع"۔ خرجه الحافظ طلحة بن محمد في مسنده (لابي حنيفة) عن ابي العباس(ابن عقدة) عن المنذر بن محمد عن ايمن عن يونس بن بكير عن الامام بسنده(جامع مسانيد الامام، ۱۵۲:۲)۔ ولم اعرف زيد بن الوليد شيخ الامام، وكذاايمن، وانما ذكرته اعتضادا۔

ابواب الخلع

باب ان الخلع تطليقة

ہوجائے گی ۔اور اگر ایلاء کے چار ماہ مکمل ہونے سے قبل ہی طلاق والی عدت گذر جائے تو ایلاء ساقط اور ختم ہوجائے گا (کتاب الآثار) امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظمؒ سے پوچھا کہ ابراہیم نخعیؒ اور شعبیؒ میں سے کس کا قول آپ لیتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ عامر شعبیؒ کا فرمان ہم لیتے ہیں۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا بھی یہی مسلک ہے۔

۳۳۲۸۔ ابوالدرداءؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ایلاء کرنے کے بعد طلاق بھی دے تو طلاق اور ایلاء مقابلہ کے دو گھوڑے ہیں۔ان میں سے جو سبقت لے جائے گا وہ واقع ہوجائے گا۔(جامع المسانید للامام) یہ حدیث ہم نے بطور تائید کے ذکر کی ہے۔

فائدہ: یعنی اگر ایلاء کی مدت طلاق کی عدت میں ہی پوری ہوجائے گی تو ایلاء کی طلاق سابقہ طلاق کے ساتھ واقع ہوجائے گی اور اگر طلاق کی عدت گذرنے کے بعد ایلاء کی مدت پوری ہوئی تو ایلاء کی طلاق واقع نہ ہوگی۔

خلع کے ابواب

باب خلع بھی ایک طلاق ہے

خلع کا مطلب یہ ہے کہ جب میاں بیوی میں ناچاقی پیدا ہوجائے اور اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنی جان کے عوض کچھ مال دے کر خاوند سے خلع اور علیحدگی اختیار کرلے۔ خلع سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔

۳۳۲۹- روی عبدالرزاق فی مصنفه: حدثنا ابن جریج عن داود بن ابی عاصم عن سعید بن المسیب "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَعَلَ الْخُلْعَ تَطْلِيقَةً"(زیلعی ۲: ۴۰)- ورجاله رجال الصحیح- و فی "تہذیب التہذیب"(۴: ۸۵): قال المیمونی و حنبل عن احمد: مرسلات سعید صحاح لا نری اصح من مرسلاته- و فی الدرایة(۲۳۰): بسند صحیح-

۳۳۳۰- عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: "جَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْخُلْعَ تَطْلِيقَةً بَائِنَةً"- رواه الدارقطنی وابن عدی، و فیه عباد بن کثیر الثقفی وهو واه(درایة ۲۳۰)-قلت نقلته اعتضادا- و کان جریر بن عبدالحمید یحدث عنه، فیقولون: اعفنا منه- فیقول: ویحکم کان شیخا صالحا- کذا فی "المیزان"(۲: ۲۲)-وهذا تعدیل منه مع معرفته بجرح الجارحین-

۳۳۳۱- عن نافع: أَنَّ رُبَيِّعَ بِنْتَ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ جَاءَ تْ هِيَ وَعَمَّتُهَا إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا اِخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا فِيْ زَمَنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، فَلَمْ يُنْكِرْهُ- وَقَالَ عَبْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ: عِدَّتُهَا عِدَّةُ الْمُطَلَّقَةِ- رواه مالك فی "الموطا"(۲۰۵)-

۳۳۲۹- سعید بن سیبؒ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے خلع کو ایک طلاق (بائنہ) قرار دیا (مصنف عبدالرزاق)۔اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ میمون اور احمد فرماتے ہیں کہ سعید کے مراسیل صحیح ہیں اور درایہ میں ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: خلع کے ذریعے طلاق بائنہ ہی واقع ہونی چاہیے۔اس لیے کہ عورت مال خاوند کے سپرد صرف اس بنا پر کرتی ہے تا کہ خاوند عورت کو چھوڑ دے اور یہ طلاق بائنہ کے ساتھ ہی ممکن ہے۔اور اگلی حدیث اس کی مؤید بھی ہے۔

۳۳۳۰- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خلع کو طلاق بائنہ قرار دیا۔(دار قطنی، ابن عدی)۔یہ حدیث میں نے تائیداً ذکر کی ہے۔

۳۳۳۱- نافع سے مروی ہے کہ ربیع بنت معوذؓ اور ان کی پھوپھی، عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آئیں اور کہا کہ اس نے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اپنے خاوند سے خلع کیا تھا جب یہ خبر حضرت عثمانؓ کو پہنچی تو انہوں نے اس (خلع) کو برا نہ سمجھا۔عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جو عورت خلع کرے اس کی عدت عام مطلقہ عورت کی عدت کی طرح ہے۔(موطا مالک باب طلاق المختلعہ)

فائدہ: اس سے بھی ہمارا مطلوب ثابت ہوتا ہے کہ خلع طلاق ہے اس لیے کہ آپ نے اسے مطلقہ والی عدت گذارنے کا حکم دیا۔فائدہ: بعض لوگوں کا یہ اعتراض کرنا کہ حدیث میں ہے کہ ثابت بن قیس صحابی کی بیوی نے اپنے خاوند سے خلع لیا تو آپ ﷺ نے

۳۳۳۲- وقال: انه بلغه ان سعید بن المسیب و سلیمان بن یسار وابن شهاب کانوا یقولون: "عِدَّةُ الْمُخْتَلِعَةِ مِثْلُ عِدَّةِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثَةُ قُرُوْءٍ اھ"۔

بَابُ كَرَاهَةِ اَخْذِ الْاَكْثَرِ مِنَ الْمَهْرِ فِيْ بَدْلِ الْخُلْعِ اِذَانَشَزَتْ

۳۳۳۳- عن ابی الزبیر: "اَنَّ ثَابِتَ بْنَ قَيْسِ بْنِ شُمَّاسٍ كَانَتْ عِنْدَهُ ابْنَةُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أُبَيِّ ابْنِ سَلُوْلٍ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمَلٰٓائِكَتِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ وَكَانَ اَصْدَقَهَا حَدِيْقَةً۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهُ الَّتِيْ اَعْطَاكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ! وَزِيَادَةً۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَمَّا الزِّيَادَةُ فَلَا، وَلٰكِنْ حَدِيْقَتَهُ۔ وَقَالَتْ: نَعَمْ! فَاَخَذَهَا لَهُ وَخَلّٰى سَبِيْلَهَا۔ فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ قَالَ: قَدْ

نے حکم فرمایا "ان تعتد بحیضۃ" کہ تو ایک حیض عدت بیٹھ تو اس سے معلوم ہوا کہ خلع کرنے والی کی عدت ایک حیض ہے اور خلع طلاق نہیں کیونکہ اگر خلع طلاق ہوتی تو اس کی عدت بھی طلاق والی ہوتی تو اسکا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان "ان تعتد بحیضۃ" میں تاء وحدت کی نہیں بلکہ یہ کلمہ اسم جنس ہے جو قلیل وکثیر سب کو شامل ہے اور مقصد آپ ﷺ کا یہ تھا کہ مہینوں یا طہر کے ساتھ عدت نہ گذار بلکہ حیض کے ذریعے عدت گزار۔ اور یہ تاویل ضروری ہے تاکہ احادیث میں تعارض لازم نہ آئے اور باقی ابن عباسؓ کا قول "انھا فرقۃ ولیس طلاق" موقوف ہے جو مرفوع کا معارض نہیں بن سکتا۔

۳۳۳۲۔ امام مالکؒ ہی فرماتے ہیں کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ سعید بن مسیبؒ، سلیمان بن یسارؒ اور ابن شہابؒ فرماتے ہیں کہ خلع کرنے والی عورت کی عدت عام مطلقہ عورت کی عدت کی طرح تین حیض ہے۔ (ایضا)

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ خلع بھی طلاق بائنہ ہے اور خلع کرنے والی عورت بھی عام مطلقہ کی طرح عدت گذارے گی۔

باب اگر نشوز (زیادتی) عورت کی طرف سے ہو تو بدل خلع میں مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہے

فائدہ: اور اگر نشوز خاوند کی طرف سے ہو تو بدلِ خلع لینا درست ہی نہیں۔

۳۳۳۳۔ ابوالزبیر سے مروی ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس کے نکاح میں عبداللہ بن ابی بن سلول (لعنۃ اللہ علیہ) کی بیٹی (جمیلہ) تھی۔ اور ثابت نے اسے مہر میں ایک باغ دیا تھا (جب وہ خلع کے لیے آئی تو) حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو وہ باغ واپس کرے گی جو اس نے تجھے (مہر میں) دیا تھا۔ جمیلہ نے کہا کہ ہاں اس سے بھی زیادہ دونگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مہر سے زیادہ واپس نہ کر لیکن وہ باغ واپس کرنا ہوگا۔ جمیلہ نے کہا کہ ہاں (باغ واپس کرتی ہوں) تو حضور ﷺ نے وہ باغ لے کر اس کا راستہ کھلا چھوڑ دیا (یعنی خلع کا فیصلہ فرما دیا) پھر جب یہ بات ثابت بن قیس کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضور ﷺ کا فیصلہ منظور ہے۔ دارقطنی نے اسے سند صحیح کے ساتھ

قَبِلْتُ قَضَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ" رواه الدارقطني باسناد صحيح، وقال: سمعه ابوالزبير من غير واحد(نيل الاوطار ٦:٤٣)۔

٣٣٣٤- عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما: "أَنَّ جَمِيْلَةَ بِنْتَ سَلُوْلٍ اَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا اَعْتُبُ عَلٰى ثَابِتٍ فِيْ دِيْنٍ وَلَا خُلُقٍ، وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْاِسْلَامِ، لَا أُطِيْقُهُ بُغْضًا۔ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ: اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهٗ؟ قَالَتْ: نَعَمْ! فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْهَا حَدِيْقَتَهٗ، وَلَا يَزْدَادَ"۔ رواه ابن ماجة من طريق ازهر بن مروان، وهو صدوق مستقيم الحديث، وبقية اسناده من رجال الصحيح (نيل الاوطار٦:١٧٢)۔ وفي "الدراية"(٢٣٠): صحيح۔

بَابُ الْمُخْتَلِعَةِ يَلْحَقُهَا الطَّلَاقُ

٣٣٣٥- مصنف ابن ابی شيبة: ثنا وكيع عن علي بن مبارك عن يحيى بن ابی كثير

روایت کیا ہے اور فرمایا کہ ابوالزبیر نے اسے کئی آدمیوں سے سنا ہے۔

۳۳۳۴۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جمیلہ بنت سلول حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ قسم بخدا میں ثابت (اپنے شوہر) پر کسی دین یا اخلاق کی برائی کی وجہ سے غصہ نہیں ہوں۔ لیکن میں اس چیز کو برا سمجھتی ہوں کہ مسلمان ہو کر (خاوند کی) ناشکری کروں۔ کیا کروں وہ مجھے اچھے نہیں لگتے (کیونکہ ثابت کی صورت اچھی نہ تھی) تو حضور ﷺ نے جمیلہ سے فرمایا کہ کیا تو اس کا (دیا ہوا) باغ واپس کردے گی۔ اس نے کہا ہاں۔ اس پر حضور ﷺ نے ثابت کو حکم فرمایا کہ اس سے اپنا باغ واپس لے لے اور زیادہ کچھ نہ لے (ابن ماجہ، باب المختلعہ یا خذ ما اعطاھا)۔ ازھر بن مروان کے علاوہ باقی تمام راوی صحیح کے راوی ہیں اور ازھر بھی صدوق یعنی انتہائی سچا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بدل خلع میں مہر تک کی مقدار واپس لے سکتا ہے۔ البتہ زیادہ لینا مناسب نہیں۔ اور اگر نشوز خاوند کی طرف سے ہو تو پھر تو کچھ بھی لینا مناسب نہیں۔ کتاب الآثار میں حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "تو اس سے اسی چیز کے عوض خلع کر جو تو نے اس کو مہر میں دیا تھا" یعنی زیادہ نہ لے۔ کیونکہ زیادتی میں کوئی خیر نہیں اور ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ظلم عورت کی طرف سے ہو تو پھر مرد کے لیے فدیہ لینا جائز و حلال ہے ورنہ حلال نہیں۔ (کتاب الآثار)

باب خلع کرنے والی عورت کو طلاق بھی دی جاسکتی ہے

۳۳۳۵۔ عمران بن حصینؓ اور ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو عورت فدیہ دے کر اپنے خاوند سے طلاق لیتی ہے (یعنی خلع کرتی ہے) اس عورت کو مزید طلاق بھی دی جاسکتی ہے بشرطیکہ وہ عدت میں ہو (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند جماعت کی شرط پر ہے۔

قال: كَانَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلَانِ فِي الَّتِي تَفْتَدِيْ مِنْ زَوْجِهَا: "لَهَا طَلَاقٌ مَا كَانَتْ فِيْ عِدَّتِهَا"۔ ورجال هذا السند على شرط الجماعة(الجوهر النقى ۲:۱۰۷۔۱۰۸)

اَبْوَابُ الظِّهَارِ

بَاب مَنْ وَطِئَ قَبْلَ التَّكْفِيْرِ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ

۳۳۳۶- عن سلمة بن صخر البياضی رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ فِي الْمُظَاهِرِ يُوَاقِعُ قَبْلَ اَنْ يُكَفِّرَ قَالَ: كَفَّارَةٌ وَّاحِدَةٌ۔ رواه الترمذی وقال: حسن غريب(۱:۱۴۲)۔

۳۳۳۷- عن ابن عباس رضى الله عنهما: اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ ﷺ قَدْ ظَاهَرَمِنْ اِمْرَاَتِهٖ فَوَقَعَ عَلَيْهَا۔ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ ظَاهَرْتُ مِنْ اِمْرَاَتِيْ فَوَقَعْتُ عَلَيْهَا قَبْلَ اَنْ اُكَفِّرَ فَقَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ! قَالَ: رَاَيْتُ خَلْخَالَهَا فِيْ ضَوْءِ الْقَمَرِ۔ قَالَ: فَلَا تَقْرَبْهَا حَتّٰى تَفْعَلَ مَا اَمَرَكَ اللّٰهُ"۔ رواه الترمذی وقال: حسن صحيح غريب(۱:۱۴۴)۔

فائدہ: یعنی خلع کرنے کے بعد عورت ابھی عدت میں ہو تو خاوند اگر مزید طلاق دینا چاہے تو طلاق دے سکتا ہے۔اور کتاب اللہ کا ظاہر بھی اس کا مؤید ہے کیونکہ ''فلاجناح علیهما فیما افتدت به'' یعنی خلع کے ذکر کے بعد فرمایا ''فان طلقها فلا تحل له'' تو اس سے معلوم ہوا کہ خلع کے بعد طلاق دی جا سکتی ہے۔

ابواب الظہار

فائدہ: ظہار کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو کسی ایسی عورت سے تشبیہ دے جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے (مثلاً ماں، بہن، پھوپھی وغیرہ سے تشبیہ دے) یا ان عورتوں کے کسی ایسے حصہ سے تشبیہ دے جس کی طرف دیکھنا اس کے لیے حرام ہے۔اس میں اگر طلاق کی نیت ہو تو طلاق ہوگی ورنہ ظہار ہے۔

باب جس نے ظہار کا کفارہ ادا کرنے سے قبل ہمبستری کر لی تو اس پر بھی ایک ہی کفارہ ہے

۳۳۳۶۔ سلمہ بن صخر البیاضیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ظہار کا کفارہ ادا کرنے سے قبل صحبت کر لے تو اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہے۔(ترمذی، باب ماجاء فی المظاہر یواقع قبل ان یکفر)۔اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حسن غریب ہے۔

۳۳۳۷۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے ظہار کرنے کے بعد اس سے صحبت کر بیٹھا اور پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا اور کفارہ ادا کرنے سے قبل ہی اس سے صحبت

بَابُ جَوَازِ إِعْتَاقِ الْمُكَاتَبِ فِي الْكَفَّارَةِ

۳۳۳۸- عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبیّ ﷺ قَالَ: "اَلْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ دِرْهَمٌ" رواه ابوداود (۱۹۱:۲) وسکت عنه۔ و فی الزیلعی (۲:۲) وفیه اسماعیل بن عیاش لکنه عن شیخ شامی ثقة۔ و فی "نیل الاوطار"(۳۶۷:۵):وحسن الحافظ اسناده فی "بلوغ المرام" اھ۔ وحسنه العلامة السیوطی فی "الجامع الصغیر"(۱۵۶:۲)۔

کرلی۔اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے۔کس چیز نے تمہیں اس پر مجبور کیا تھا۔کہنے لگا کہ میں نے چاند کی روشنی میں اس کی پازیب دیکھ لی تھی (اور اسطرح بے قرار ہوکر اس سے صحبت کرلی) آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک کفارہ ادا نہ کرو اس کے قریب مت جانا۔(ترمذی ایضا)۔اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

فائدہ: ظہار کرنے کے بعد کفارہ ادا کرنے سے قبل صحبت کرنا حرام ہے۔اگر صحبت کرے گا تو خدا کی نافرمانی کرے گا۔لیکن ادائیگی کفارہ سے قبل صحبت کرنے سے دوسرا کفارہ لازم نہ ہوگا بلکہ ایک ہی کفارہ واجب ہوگا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔صلت بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے دس فقہاء (حسن،ابن سیرین،بکر مزنی،مورق عجلی،عطاء،طاؤس،مجاہد،عکرمہ،قتادہ اور نافع) سے پوچھا کہ اگر مظاہر کفارہ کی ادائیگی سے قبل جماع کرلے تو کیا حکم ہے؟ ان سب نے فرمایا کہ ایک ہی کفارہ ہے۔

باب کفارۂ ظہار میں مکاتب کو آزاد کرنا بھی جائز ہے

۳۳۳۸۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تک مکاتب پر بدل کتابت میں سے ایک درہم بھی باقی ہے وہ عبد ہی ہے۔(ابوداؤد،ابواب العتق)۔امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔نیز ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے اور حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی نے اسے حسن کہا ہے۔

فائدہ: چونکہ مکاتب کو عبد ہی کہا گیا اور عبد (غلام) کا آزاد کرنا ظہار میں جائز ہے لہٰذا مکاتب کا آزاد کرنا بھی جائز ہوگا۔لیکن ظاہر روایت یہ ہے کہ ایسے مکاتب کو آزاد کرنا درست ہے جس نے کچھ ادا نہیں کیا کیونکہ کچھ بدل کتابت ادا کرنے والے میں رقیت ناقص ہے اور وہ مدبر اور ام ولد کے مشابہ ہے۔

بَابُ مِقْدَارِ التَّمرِ الَّذِیْ یُجْزِیْ فِیْ الْکَفَّارَةِ

۳۳۳۹- حدثنا فهد قال: ثنا فروة عن ابی المغیرة قال: انا یحیی بن زکریا عن اسحاق عن معمر بن عبدالله عن یوسف بن عبدالله بن سلام، قال: حدثتنی خولة بنت مالك بن ثعلبة بن اخی عبادة بن الصامت: "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعَانَ زَوْجَهَا حِیْنَ ظَاهَرَ مِنْهَا بِعَرَقٍ مِّنْ تَمرٍ وَاَعَانَتْهُ هِیَ لِعَرَقٍ آخَرَ وَذٰلِكَ سِتُّوْنَ صَاعاً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَصَدَّقْ بِهِ وَقَالَ: اِتَّقِیْ اللّٰهَ وَارْجِعِیْ اِلٰی زَوْجِكِ"۔ رواه الطحاوی (۲:۷۰) و فی "الجوهر النقی" (۲:۱۲۶):بسند جید۔

۳۳۴۰- حدثنا الحسن بن علی نا یحیی بن آدم نا ابن ادریس عن محمد بن اسحاق عن معمر بن عبدالله بن حنظلة عن یوسف بن عبدالله بن سلام، عن خویلة بنت مالك بن ثعلبة، قالت: "ظَاهَرَ مِنِّیْ زَوْجِیْ اَوْسُ بْنُ الصَّامِتِ، فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَشْکُوْاِلَیْهِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُجَادِلُنِیْ فِیْهِ، وَیَقُوْلُ: اِتَّقِی اللّٰهَ فَاِنَّهُ اِبْنُ عَمِّكِ۔ فَمَا بَرِحْتُ حَتّٰی نَزَلَ الْقُرْآنُ:﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا﴾ اِلَی الْفَرْضِ۔ فَقَالَ: یَعْتِقُ رَقَبَةً۔ قَالَتْ: لَا یَجِدُ۔ قَالَ:

باب کفارۂ ظہار میں کتنی کھجور کا صدقہ کرنا کافی ہے

۳۳۳۹۔ یوسف بن عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ مجھے خولہ بنت مالک بن ثعلبہ نے بتایا کہ جب ان کے شوہر (اوس بن صامت) نے اس سے ظہار کیا تو حضور ﷺ نے کھجور کا ایک ٹوکرا دے کر اس کے شوہر کی مدد کی اور خود اس (خولہ) نے بھی ایک دوسرا ٹوکرا دے کر اس کی مدد کی۔ یہ دونوں ٹوکروں کی کھجور ساٹھ صاع تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ ان کھجوروں کا صدقہ کر اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور اپنی بیوی سے رجوع کر لے۔ (طحاوی)۔ جوہر نقی میں ہے کہ اس کی سند عمدہ ہے۔

۳۳۴۰۔ خولہ بنت مالک بن ثعلبہ فرماتی ہیں کہ میرے شوہر اوس نے مجھ سے ظہار کیا تو میں حضور ﷺ کے پاس شکایت لے کر گئی اور رسول اللہ ﷺ اس بارے میں مجھ سے جھگڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اللہ سے ڈر کیونکہ اب وہ تیرا چچازاد بھائی ہے (ابتداء اسلام میں ظہار کو طلاق ہی سمجھا جاتا تھا، خولہ اپنے شوہر کے پاس ہی رہنا چاہتی تھی۔ لیکن آپ خولہ کو خدا سے ڈرنے کی تلقین کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اب وہ تیرا شوہر نہیں رہا بلکہ صرف تیرا چچازاد بھائی ہے) لیکن میں برابر اصرار کرتی رہی یہاں تک کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی "قد سمع الله قول التی تجادلک فی زوجها" الآیۃ (اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ ﷺ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑ رہی تھی۔ اور اللہ سے شکوہ کر رہی تھی) اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ (یعنی تیرا شوہر) ایک غلام

فَيَصُوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ۔ قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ! إِنَّهُ شَيْخٌ كَبِيْرٌ مَا بِهٖ مِنْ صِيَامٍ۔ قَالَ: فَلْيُطْعِمْ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَتْ: مَا عِنْدَهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَصَدَّقُ بِهٖ۔ قَالَتْ: فَأُتِيَ سَاعَتَئِذٍ بِعَرَقٍ مِنْ تَمْرٍ۔ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَإِنِّيْ أُعِيْنُهُ بِعَرَقٍ آخَرَ۔ قَالَ: قَدْ أَحْسَنْتِ۔ اِذْهَبِيْ فَأَطْعِمِيْ بِهَا عَنْهُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا، وَارْجِعِيْ إِلَى ابْنِ عَمِّكِ۔ قَالَ: وَالْعَرَقُ سِتُّوْنَ صَاعًا"۔ رواه ابوداود(۱:۳۰۹)۔ وحسنه فی "فتح الباری"(۹:۳۸۲)، ثم قال ابوداود: وحدثنا الحسن بن علی نا عبدالعزیز بن یحیی نا محمد بن سلمة عن ابن اسحاق بهذا الاسناد نحوه، الا انه قال والعرق مکتل یسع ثلاثین صاعا۔ قال ابو داود: وهذا اصح من حديث يحيى بن آدم۔

أَبْوَابُ اللِّعَانِ

آزاد کرے۔ میں نے کہا کہ اسے اس کی طاقت نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ بہت بوڑھا ہے، روزے رکھنے کی اس میں سکت نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، میں نے عرض کیا کہ ان کے پاس صدقہ کرنے کو کوئی شئ نہیں ہے۔ خولہ کہتی ہیں کہ اسی وقت کھجوروں کا ایک تھیلا لایا گیا۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس کو کھجوروں کا دوسرا تھیلا دیدوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے، جا اور اس کی طرف سے اس میں سے ساٹھ مسکینوں کو کھلا۔ اور اپنے چچا کے بیٹے کے پاس (بے خوف وخطر) رہ۔ راوی کہتے ہیں کہ عرق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ (ابوداؤد، باب فی الظہار)۔ حافظ صاحب نے اسے فتح الباری میں حسن کہا ہے۔ پھر ابوداؤد نے دوسری سند سے بھی اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ عرق ایسا ٹوکرا ہے جس میں تیس صاع (کھجور) آتی ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث یحیٰی بن آدم کی (مذکورہ بالا) حدیث سے اصح ہے۔

فائدہ: کفارۂ ظہار میں احناف کے ہاں ساٹھ صاع کھجور یا تیس صاع گندم ضروری ہے اور مذکورہ بالا دونوں احادیث اس کی مؤید ہیں۔ اور باقی جن احادیث میں خمسة عشر صاعا یعنی پندرہ صاع کے الفاظ ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ احناف کی احادیث راجح ہیں کیونکہ اس میں زیادت ہے اور ثقہ کی زیادت معتبر ہے۔ نیز اس میں احتیاط بھی ہے۔ اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اولاً آپ ﷺ نے اسے پندرہ صاع دیے ہوں اور پھر پندرہ بعد میں مزید دیے ہوں اور باقی رہا اوس بن الصامت کا کفارۂ ظہار کو اپنی ذات پر خرچ کرنا تو یہ آپؐ کے ساتھ مخصوص ہے۔

ابواب اللعان

فائدہ: اگر مرد، بیوی پر زنا کاری کی تہمت لگائے یا بچے کا انکار کرے اور بیوی اس سے انکار کرے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شہادت پیش کرے۔ اگر شہادت پیش نہ کر سکے تو پھر وہ چار مرتبہ قسم کھا کر اپنے الزام کو دہرائے اور پانچویں مرتبہ میں یہ کہے کہ اگر میں

بَابُ النِّسْوَةِ اللَّاتِيْ لَا لِعَانَ بَيْنَهُنَّ وَبَيْنَ أَزْوَاجِهِنَّ

۳۳٤۱- حدثنا محمد بن يحيى ثنا حيوة بن شريح الحضرمي عن ضمرة بن ربيعة عن ابن عطاء عن ابيه عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "اَرْبَعٌ مِّنَ النِّسَاءِ لَا مُلَاعَنَةَ بَيْنَهُنَّ اَلنَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُوْدِيَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَالْحُرَّةُ تَحْتَ الْمَمْلُوْكِ وَالْمَمْلُوْكَةُ تَحْتَ الْحُرِّ"۔ رواه ابن ماجة(۱۵۱)۔ وسنده محتج به۔

باب الابتداء في اللعان بالزوج وان لا تقع الفرقة بنفس اللعان بل لا بدلها من تفريق القاضي او طلاق الزوج

۳۳٤۲- عن نافع عن ابن عمرؓ: "اَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ اِمْرَاَتَهٗ وَانْتَفٰى مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَيْنَهُمَا، وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْاَةِ"۔ رواه الجماعة۔

۳۳٤۳- وعن سعيد بن جبير، انه قال لعبدالله بن عمرؓ: "يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ!

جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت۔اس کے بعد عورت بھی اسی طرح قسم کھائے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔یہی لعان ہے۔لعان کے بعد حاکم ان میں ہمیشہ کے لیے جدائی کرادے گا اور وہ کبھی جمع نہ ہوسکیں گے۔

باب ان عورتوں کا بیان کہ ان کے اور ان کے خاوندوں کے درمیان لعان نہیں

۳۳۴۱۔ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ چار قسم کی عورتوں میں لعان نہیں۔ایک تو نصرانی عورت جو مسلمان مرد کے نکاح میں ہو۔دوسرے یہودی عورت جو مسلمان مرد کے نکاح میں ہو۔تیسرے وہ آزاد عورت جو غلام کے نکاح میں ہو۔چوتھے وہ باندی جو آزاد مرد کے نکاح میں ہو(ابن ماجہ، باب اللعان)۔اس کی سند حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

فائدہ: یعنی لعان آزاد اور مسلمان عورت پر تہمت لگانے سے لازم آتا ہے۔البتہ تیسری صورت میں (یعنی اگر غلام آزاد عورت پر تہمت لگائے تو) غلام کو اسی کوڑے لگیں گے۔

باب لعان کی ابتداء خاوند کرے گا اور محض لعان سے ہی فرقت واقع نہ ہوگی بلکہ تفریق کے لیے قاضی کی تفریق یا شوہر کا طلاق دینا ضروری ہے

۳۳۴۲۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی سے لعان کیا اور اس نے اپنی بیوی کے لڑکے کا انکار کیا (یعنی کہا کہ یہ میرا بیٹا نہیں) تو حضورﷺ نے ان کے درمیان جدائی کرائی اور لڑکا عورت کو دیا (بخاری، باب یلحق الولد بالملاعنۃ)۔اسے جماعت نے روایت کیا ہے۔

۳۳۴۳۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! کیا لعان کرنے والے میاں بیوی کے درمیان

اَلْمُتَلَاعِنَانِ اَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ نَعَمْ! اِنَّ اَوَّلَ مَنْ سَاَلَ عَنْ ذٰلِكَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اَرَاَيْتَ لَوْ وَجَدَ اَحَدُنَا اِمْرَاَتَهُ عَلٰى فَاحِشَةٍ، كَيْفَ يَصْنَعُ؟ اِنْ تَكَلَّمَ تَكَلَّمَ بِاَمْرٍ عَظِيْمٍ، وَاِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَلٰى مِثْلِ ذٰلِكَ۔ فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمْ يُجِبْهُ۔ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَتَاهُ۔ فَقَالَ: اِنَّ الَّذِيْ سَاَلْتُكَ عَنْهُ اُبْتُلِيْتُ بِهٖ۔ فَاَنْزَلَ اللهُ عزوجل هٰؤُلَاءِ الآياتِ فِيْ سُوْرَةِ النُّوْرِ۔﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ﴾۔ فَتَلَاهُنَّ عَلَيْهِ،وَ وَعَظَهُ وَذَكَّرَهُ وَاَخْبَرَهُ اَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ۔ فَقَالَ: لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا كَذَبْتُ عَلَيْهَا۔ ثُمَّ دَعَاهَا فَوَعَظَهَا وَاَخْبَرَهَا اَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ۔ فَقَالَتْ: لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنَّهُ لَكَاذِبٌ۔ فَبَدَاَ بِالرَّجُلِ فَشَهِدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللهِ اِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ۔ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ لَعْنَةَ اللهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ۔ ثُمَّ ثَنّٰى بِالْمَرْاَةِ فَشَهِدَتْ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللهِ اِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ۔ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ۔ ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا''۔ متفق عليه-(نيل الاوطار ۶:۱۹۶)۔

جدائی کی جائے گی؟ انہوں نے کہا کہ سبحان اللہ! ہاں (یعنی بے شک ان کے درمیان جدائی کی جائے گی)۔ اور اس مسئلہ میں سب سے پہلے فلاں کے بیٹے فلاں نے پوچھا تھا۔ اس نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو برا کام (زنا) کرتے دیکھے تو کیا کرے؟ اگر بولے گا تو بھی بری بات بولے گا اور اگر چپ رہے تو ایسی بری بات سے کیونکر چپ رہے۔ حضور ﷺ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر وہ شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! جو بات میں نے آپ سے پوچھی تھی میں خود اس میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ تو اس پر اللہ نے سورۃ النور کی یہ آیات نازل فرمائیں۔ ''والذين يرمون ازواجهم ولم يكن لهم شهداء'' الآیہ۔ یہ آیات آپ ﷺ نے اسے پڑھ کر سنائیں اور اس کو نصیحت کی کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے آسان ہے (یعنی اگر تو جھوٹ بول رہا ہے تو تب بھی بتا دے کہ حد قذف کے اسی کوڑے پڑ جائیں گے مگر یہ جہنم کی آگ میں جلنے سے آسان ہیں) وہ بولا نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے عورت پر جھوٹ نہیں بولا۔ پھر آپ ﷺ نے عورت کو بلایا اور نصیحت کی اور سمجھایا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں نہایت آسان ہے (یعنی اگر تو نے زنا کیا ہے تو اقرار کر لے تاکہ دنیا میں سزا بھگت کر آخرت میں بچ سکے) اس نے کہا کہ نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میرا خاوند جھوٹ بولتا ہے۔ تب آپ ﷺ نے مرد سے لعان شروع کرایا۔ اس نے چار مرتبہ خدا کی قسم اٹھا کر گواہی دی کہ وہ سچا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ کہا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔ پھر عورت کو بلایا اور اس نے بھی چار مرتبہ اللہ کا نام لے کر گواہی دی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے۔ اور پانچویں بار اس نے کہا کہ اگر مرد سچا ہو تو خدا کا غضب مجھ (عورت) پر نازل ہو۔ پھر حضور ﷺ نے ان کے درمیان تفریق کر دی۔ (بخاری و مسلم، کتاب اللعان)۔

۳۳۴۴- عن سهل بن سعد، "ان عويمرا العجلانى أتى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ! اَرَاَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ اِمْرَاَتِهِ رَجُلًا اَيَقْتُلُهُ؟ فَتَقْتُلُوْنَهُ، اَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: قَدْ نَزَلَ فِيْكَ وَفِيْ صَاحِبَتِكَ، فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا- قَالَ سَهْلٌ: فَتَلَاعَنَا وَاَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ،فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَيْمِرٌ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ! اِنْ اَمْسَكْتُهَا، فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَاْمُرَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ"- قَالَ اِبْنُ شِهَابٍ، فَكَانَتْ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ- رواه الجماعة الا الترمذى- و فى رواية متفق عليها: "فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ذَاكُمُ التَّفْرِيْقُ بَيْنَ كُلِّ مُتَلَاعِنَيْنِ"- و فى لفظ لاحمد و مسلم : "وَكَانَ فِرَاقُهُ اِيَّاهَا سُنَّةً فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ"(نيل الاوطار ۱۹۶:۶)- و فى "فتح البارى" (۳۹۹:۹): وقع عند ابى داود من طريق عياض بن عبدالله الفهرى عن ابن شهاب عن سهل، قال: فَطَلَّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَاَنْفَذَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، وَكَانَ مَاصُنِعَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ سُنَّةً- قَالَ سَهْلٌ: حَضَرْتُ هٰذَا عِنْدَ

۳۳۴۴۔ سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ عویمر عجلانیؓ حضور ﷺ کی خدمت آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ کا کیا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھے تو کیا اسے قتل کر دے؟ لیکن پھر آپ لوگ بھی اسے (قصاص میں) قتل کر دیں گے۔ آخر اسے کیا کرنا چاہیے تو رسول اللہ ﷺ! نے فرمایا کہ تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں وحی نازل ہوئی ہے۔ تو جا اور اپنی بیوی کو ..سہل کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے لعان کیا اور میں بھی اس وقت لوگوں کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس موجود تھا۔ پھر جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو عویمرؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اب بھی اگر میں اسے (یعنی بیوی کو) اپنے ساتھ رکھتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس پر جھوٹ بولا ہے۔ چنانچہ عویمرؓ نے حضور ﷺ کے حکم سے قبل ہی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ پھر لعان کرنے والوں کے لیے یہی طریقہ متعین ہو گیا۔ (بخاری، باب اللعان ومن طلق بعد اللعان، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ)۔ اور بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ لعان کرنے والوں کے درمیان یہی جدائی ہے (بخاری، باب التلاعن فی المسجد، مسلم، کتاب اللعان)۔ اور احمد و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ پھر مرد کا عورت سے جدا ہونا سنت بن گیا۔ (مسلم، کتاب اللعان)۔ ابوداؤد باب فی اللعان میں ہے کہ عویمرؓ نے حضور ﷺ کی موجودگی میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور حضور ﷺ نے ان طلاقوں کو نافذ کر دیا اور جو چیز حضور ﷺ کی موجودگی میں کی جائے (اور آپ ﷺ اس پر نکیر نہ فرمائیں تو) وہ سنت قرار پاتی ہے۔ سہل کہتے ہیں کہ میں اس لعان کے وقت حضور ﷺ کے پاس موجود تھا۔ اس کے بعد لعان کرنے والوں کے لیے یہی طریقہ قرار پایا کہ ان دونوں کے درمیان

رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَمَضَتِ السُّنَّةُ بَعْدُ فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ اَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ لَا يَجْتَمِعَانِ اَبَدًا اهـ۔

قلت: اسناده صحيح اوحسن على قاعدة الحافظ۔

۳۳۴۵- ثنا احمد بن حنبل نا اسماعيل نا ايوب عن سعيد بن جبير، قال: "قلت لابن عمر ؓ: رَجُلٌ قَذَفَ اِمْرَاَتَهُ، قَالَ: فَرَّقَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَيْنَ اَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ، وَقَالَ: اَللهُ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟ يُرَدِّدُهَا ثَلَاثًا، فَاَبَيَا، فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا"۔ اخرجه ابوداود (۱:۳۱۵) وسكت عنه، وسنده صحيح۔

بَابُ حُكْمِ الْقَذْفِ بِنَفْيِ الْوَلَدِ

۳۳۴۶- عن ابن عمر رضى الله عنهما: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَاعَنَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَاَتِهِ، فَانْتَفَي

تفریق (جدائی) کی جائے گی اور وہ کبھی جمع نہ ہو سکیں گے۔ اس کی سند حافظ کے قاعدہ پر حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفسِ لعان سے جدائی واقع نہیں ہوتی بلکہ خاوند یا تو طلاق دے یا حاکم ان میں جدائی کرے۔ اگر نفسِ لعان سے ہی طلاق واقع ہو جاتی تو حضور ﷺ اس کی طلاق کو نافذ نہ کرتے بلکہ اس کے طلاق دینے پر نکیر فرماتے۔ لیکن آپ کا نکیر نہ فرمانا اس پر دال ہے کہ نفسِ لعان سے فرقت واقع نہیں ہوتی۔ باقی ابوداؤد میں مذکور حدیث کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لعان کرنے والے کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تفریق حاکم کے بعد اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

۳۳۴۵۔ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے کہا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے (تو کیا ان کے مابین جدائی کی جائے گی) ابن عمرؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے بنی عجلان کے دو بھائی بہن کو (یعنی عویمر اور اس کی بیوی کو) جدائی کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ یقیناً یہ بات اللہ جانتے ہیں کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے۔ پس تم میں سے کون توبہ کرتا ہے (یعنی اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہے) آپ ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے لیکن جب ان دونوں نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی بات پر جمے رہے تو آپ ﷺ نے ان کے درمیان جدائی کر دی۔ (ابوداؤد، باب فی اللعان)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ لعان کے بعد حضور ﷺ نے ان کے درمیان جدائی کی پس معلوم ہوا کہ نفسِ لعان سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور باقی ابوداؤد میں مذکور ابن عباسؓ کی حدیث کہ "انهما يتفرقان من غير طلاق" تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عباسؓ کی یہ رائے احادیثِ مرفوعہ کے معارض نہیں ہو سکتی۔

باب بچے کے نسب کا انکار بھی تہمتِ زنا ہے

۳۳۴۶۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا۔ پھر اس شخص نے اپنی بیوی

بنْ وَلَدِهَا بَيْنَهُمَا، فَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ''۔ رواه البخاری (۲:۱۰۸)۔

بَابُ حُكْمِ مَنْ أَقَرَّ بِالْوَلَدِ ثُمَّ رَجَعَ

۳۳۴۷- عن قبيصة بن ذؤيب قال: ''قَضٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِيْ رَجُلٍ أَنْكَرَ وَلَدَ اِمْرَأَتِهٖ وَهُوَ فِيْ بَطْنِهَا، ثُمَّ اِعْتَرَفَ بِهٖ وَهُوَ فِيْ بَطْنِهَا۔ حَتّٰى إِذَا وُلِدَ أَنْكَرَهُ، فَأَمَرَ بِهٖ عُمَرُ فَجُلِدَ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً لِفِرْيَتِهٖ عَلَيْهَا، ثُمَّ أَلْحَقَ بِهٖ وَلَدَهَا''۔ رواها الدارقطنی والبيهقی۔ وحسن الحافظ اسناده (نيل الاوطار۶:۲۰۵و۲۰۶)۔

أَبْوَابُ الْعِنِّيْنِ وَغَيْرِهٖ

بَابُ تَأْجِيْلِ الْعِنِّيْنِ وَأَحْكَامِهٖ

۳۳۴۸- اخبرنا معمر عن سعيد بن الزهری عن سعيد بن المسيب، قال: ''قَضٰى

کے لڑکے کا انکار کیا تو حضورﷺ نے ان کے درمیان جدائی کر دی اور بچہ عورت کو دیدیا۔ (بخاری، باب یلحق الولد بالملاعنۃ)

فائدہ: یعنی اگر یوں کہے کہ یہ بچہ میرا نہیں تو اس سے بھی زنا کی ہی تہمت ثابت ہوگی اور لعان کرنا پڑے گا۔

باب بچے کے نسب کے اقرار کرنے کے بعد انکار کرنے کا حکم

۳۳۴۷۔ قبیصہ بن ذویب فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کے بچے کا انکار کیا جبکہ وہ ابھی ماں کے پیٹ میں تھا۔ پھر اس کا اقرار کیا جب کہ ابھی وہ ماں کے پیٹ میں تھا۔ حتیٰ کہ جب وہ بچہ پیدا ہوا تو اس کا انکار کر دیا تو حضرت عمرؓ نے اسے اسی کوڑے مارنے کا فیصلہ فرمایا کیونکہ اس نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تھی۔ پھر وہ بچہ اس شخص کو دے دیا (کہ یہ تیرا ہی ہے) (دار قطنی، بیہقی)۔ حافظ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اقرار کر لینے کے بعد انکار کرنا درست نہیں لہٰذا انکار کرنے کی صورت میں حد قذف اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔ نیز اگر اقرار بالنسب کے بعد رجوع درست ہوتا تو پھر تمام اقراروں سے رجوع درست ہوتا تو اس طرح تو کوئی حق بھی باقی نہ رہتا۔

عورت پر قدرت نہ رکھنے والے کا بیان

باب عورت سے ہمبستری نہ کر سکنے والے کو مہلت دینا اور اس کے دوسرے احکام کا بیان

۳۳۴۸۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے عنین کو (یعنی عورت پر قدرت نہ رکھنے والے کو) ایک سال کی مہلت

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الْعِنِّيْنِ اَنْ يُؤَجِّلَ سَنَةً"۔ قال معمر: "وَبَلَغَنِي اَنَّ التَّاجِيْلَ مِنْ يَوْمِ تُخَاصِمُهُ"۔ رواه عبدالرزاق فی "مصنفه" (زیلعی ۲: ٤٦)۔ قلت: کلهم رجال الصحیح و سنده صحیح۔

۳۳٤۹- حدثنا یزید بن هارون عن سعید بن ابی عروبة عن قتادة عن سعید بن المسیب عن عمرؓ، "انه اَجَّلَ الْعِنِّيْنَ سَنَةً"۔ انتهی۔ زاد فی لفظ: وقال: إِنْ اَتَاهَا وَإِلَّا فَرِّقُوْا بَيْنَهُمَا، وَلَهَا الصَّدَاقُ كَامِلًا"۔ انتهی۔ وقرن فی هذا بین سعید بن المسیب و الحسن البصری (زیلعی۲: ٤٦)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة۔

۳۳۵۰- اخبرنا ابوحنیفة، ثنا اسماعیل بن مسلم المکی عن الحسن عن عمر بن الخطاب: "اَنَّ اِمْرَاَةً اَتَتْهُ، فَاَخْبَرَتْهُ اَنَّ زَوْجَهَا لَا يَصِلُ اِلَيْهَا، فَاَجَّلَهُ حَوْلًا۔ فَلَمَّا اِنْقَضٰی حَوْلٌ وَلَمْ يَصِلْ اِلَيْهَا خَيَّرَهَا، فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا عُمَرُ وَجَعَلَهَا تَطْلِيْقَةً بَائِنَةً"۔ رواه محمد بن الحسن فی "کتاب الآثار" (زیلعی۲: ٤٦)۔ قلت: الحسن البصری لم یدرك عمر واسماعیل هذا ضعفوه الا ان ابن سعد قال: قال محمد بن عبدالله الانصاری: کان له رای

دینے فیصلہ فرمایا۔ معمر فرماتے ہیں کہ یہ مہلت اس دن سے شروع ہوگی جس دن عورت مقدمہ قاضی کے پاس پیش کرے گی۔ (مصنف عبدالرزاق) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۳۴۹۔ سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عنین کو ایک سال کی مہلت دی اور فرمایا کہ اگر وہ ایک سال کے اندر اس سے صحبت کرلے تو ٹھیک ورنہ ان کے درمیان جدائی کردو۔ اور عورت کو پورا مہر ملے گا۔ (زیلعی)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔

فائدہ: چونکہ عورت نے اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کردیا ہے اس لیے وہ مہر کی مستحق ہوچکی ہے۔

۳۳۵۰۔ حسن سے مروی ہے کہ ایک عورت حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور اطلاع کی کہ اس کا خاوند اس سے ہمبستری نہیں کرپاتا تو حضرت عمرؓ نے خاوند کو ایک سال کی مہلت دی۔ جب ایک سال گذر گیا اور وہ اس سے ہمبستری نہ کرسکا تو حضرت عمرؓ نے عورت کو اختیار دے دیا (یعنی یا تو اپنے آپ کو پسند کرلے یا خاوند کو پسند کرلے) تو اس عورت نے اپنے آپ کو اختیار کرلیا اس پر حضرت عمرؓ نے ان کے درمیان جدائی کردی اور اس اختیار کو ایک طلاق بائنہ قرار دیا (کتاب الآثار، باب العنین) انقطاع اور اختلاف ہمارے ہاں مضر نہیں۔ لہٰذا سند قابل حجت ہے۔

وفتوی وبصر و حفظ للحدیث، فکنت اکتب عنه لنباهته، کما فی "تہذیب التہذیب" (۱:۲۳۱)۔ فالسند محتج به، والانقطاع غیر مضر عندنا و کذا الاختلاف۔

۳۳۵۱- اخبرنا الثوری عن الرکین بن الربیع بن عمیلة عن ابیه عن حصین بن قبیصة عن عبدالله بن مسعودؓ، قال: "یُؤَجَّلُ الْعِنِّیْنُ سَنَةً۔ فَاِنْ جَامَعَ وَاِلَّا فُرِّقَ بَیْنَهُمَا" رواہ عبدالرزاق (زیلعی ۲:۴٦)، ورجاله رجال الصحیح غیر حصین بن قبیصة وهو ثقة۔ (مجمع الزوائد ٤:۳۰۱)۔

۳۳۵۲- حدثنا وکیع عن سفیان عن الرکین عن ابی حنظلة النعمان عن المغیرة بن شعبة: "اَنَّهُ اَجَّلَ الْعِنِّیْنَ سَنَةً"۔ رواہ ابن ابی شیبة (زیلعی ۲:۴٦)۔ قلت: سند حسن صحیح، والنعمان بن حنظلة کوفی تابعی ثقة، (التہذیب ۱۰:٤٦۳)۔

بَاب اَنَّ لَا خِیَارَ لِاَحَدِ الزَّوْجَیْنِ اِذَا وَجَدَ عَیْبًا فِیْ آخَرَ

۳۳۵۳- نا ابو عبید القاسم بن اسماعیل نا ابو السائب سلم بن جنادة نا وکیع عن ابی خالد عن عامر قال: قال علیؓ: "اَیُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً مَجْنُوْنَةً، اَوْ جَذْمَاءَ اَوْبِهَا بَرَصٌ اَوْبِهَا قَرْنٌ، فَهِیَ اِمْرَاَتُهُ۔ اِنْ شَاءَ اَمْسَكَ وَاِنْ شَاءَ طَلَّقَ"۔ رواہ الدارقطنی (۲:٤۱۲)۔ و فی

۳۳۵۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عنین کو ایک سال کی مہلت دی جائے۔ اگر وہ ایک سال کی مدت میں جماع کرے تو ٹھیک ورنہ ان کے درمیان جدائی کر دی جائے (عبدالرزاق)۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ سوائے حصین بن قبیصہ کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔

۳۳۵۲۔ ابو حنظلہ نعمان سے مروی ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ نے عنین کو ایک سال کی مہلت دی (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند حسن صحیح ہے۔

فائدہ: ان تمام آثار و روایات سے معلوم ہوا کہ عنین کو ایک سال کی مہلت دی جائے۔ کیونکہ عموماً ایک سال کی مدت میں عنین درست ہو جاتے ہیں۔

باب میاں بیوی میں سے کسی میں عیب پایا جائے تو دوسرے کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں

۳۳۵۳۔ حضرت عامر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جس مرد نے بھی دیوانی عورت یا کوڑھی زدہ عورت یا برص کی بیماری والی عورت یا قرن والی عورت سے نکاح کیا تو وہ اس کی بیوی ہے، اگر چاہے تو اسے اپنے پاس رکھے اور اگر چاہے تو اسے طلاق

التعليق المغنی (السابق): اسناد هذا الاثر صحيح۔

۳۳۵٤- نا ابوبكر الشافعي نا محمد بن شاذان نا معلی بن منصور نا هشيم نا حجاج عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده: "أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ مُسَلْسَلٍ يُخَافُ عَلَى اِمْرَأَتِهِ مِنْهُ۔ فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَنْ يُؤَجِّلَ سَنَةً، فَإِنْ بَرَأَ وَإِلَّا فَرَّقَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اِمْرَأَتِهِ"۔ اخرجه الدارقطني (۲:۲ ٠ ٤)۔ قلت: رجاله كلهم ثقات الا حجاج بن ارطاة فمختلف فيه، وهو حسن الحديث، كما قد مر غير مرة۔

ابواب العدة

باب ان الاقراء هي الحيض

۳۳۵۵- انا محمد بن المثنى ثنا سفيان عن الزهري عن عمرة عن عائشة رضي الله عنها، "أَنَّ أُمَّ حَبِيْبَةَ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ۔ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَتْرُكَ الصَّلَاةَ قَدْرَ أَقْرَائِهَا وَحِيَضِهَا"۔ رواه النسائي بسند جيد (الجوهر النقي ۳:۱۳۱)۔

دیدے۔(دارقطنی) التعلیق المغنی میں ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۳۵۴۔ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ عمرو بن العاص نے حضرت عمر بن الخطاب ؓ کو ایک ایسے آدمی کے بارے میں خط لکھا کہ جسے پاگل پن کی وجہ سے بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا اور اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں وہ اپنی بیوی کو نقصان نہ پہنچائے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاص کو جواب میں لکھا کہ اسے ایک سال کی مہلت دی جائے۔ اگر وہ اس مدت میں ٹھیک ہو جائے تو فبہا ورنہ میاں بیوی کے درمیان جدائی کردی جائے (دارقطنی) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے حجاج بن ارطاۃ کے اور وہ بھی حسن الحدیث ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مجنون بھی عنین کی طرح ہے۔ نکاح کو فسخ نہیں کیا جائے گا بلکہ مہلت دی جائے گی۔ اور خاوند کے ٹھیک نہ ہونے کی صورت میں تفریق کردی جائے گی اور یہ تفریق طلاق ہے۔ لہٰذا عورت مہر کی بھی حقدار ہوگی۔

ابواب العدۃ

باب (قرآن میں) قروء سے مراد حیض ہے

۳۳۵۵۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ ام حبیبہ کو استحاضہ کی بیماری تھی (اور پاک ہی نہ ہوتی تھیں) اس نے نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے اسے حکم فرمایا کہ اپنی حیض کی مقدار نماز چھوڑ دیا کر۔ (نسائی، باب ذکر الاقراء) اس کی سند جید ہے۔

۳۳۵۶- عن عمرة عن عائشة رضی الله عنها: أَنَّ أُمَّ حَبِيْبَةَ أُسْتُحِيْضَتْ، فَذَكَرَتْ شَانَهَا لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: لِتَنْظُرْ قَدْرَ قَرْءِهَا الَّتِيْ كَانَتْ تَحِيْضُ لَهَا"- الحديث- رواه نسائی بسند رجاله ثقات(الجوهر النقی، السابق)-

۳۳۵۷- عن عائشة رضی الله عنها مرفوعا: "طَلَاقُ الْاَمَةِ تَطْلِيْقَتَانِ وَقَرْئُهَا حَيْضَتَانِ"- رواه ابوداود والترمذی وابن ماجة، وصححه الحاكم و قد مرمع ما يتعلق بسنده فی باب طلاق الامة ثنتان-

۳۳۵۸- عن عائشة رضی الله عنها قالت: "أُمِرَتْ بَرِيْرَةُ أَنْ تَعْتَدَّ بِثَلَاثِ حِيَضٍ"- رواه ابن ماجة بسند جيد (الجوهر النقی ۱۳۲:۲)- وقال الحافظ فی "بلوغ المرام": رواته ثقات لكنه معلول- كذا فی "النيل"(۲۲۳:۶)- قلت: فاختلف الاحتجاج- والاختلاف غير مضر ولااقل من ان يستشهد به-

---

۳۳۵۶۔ حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ کو استحاضہ کی بیماری تھی (اور وہ پاک ہی نہ ہوتی تھیں) اور انہوں نے اپنی یہ حالت نبی کریم ﷺ سے بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنے ان دنوں کو شمار کرے جن دنوں میں اسے حیض آتا ہے۔الحدیث (نسائی باب ذکر الاقراء)۔اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان دو احادیث میں لفظ قرء حیض کے معنی میں مستعمل ہے تو جب آپ ﷺ قروء کا لفظ حیض کے معنی میں استعمال کرتے ہیں تو قرآن کی آیت میں بھی قروء سے حیض ہی مراد ہوگا۔فائدہ: میری جستجو میں کسی مرفوع حدیث میں قرء طہر کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا۔علامہ ابن قیمؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

۳۳۵۷۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ باندی کی طلاق دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، باب فی طلاق الامۃ وعدتھا)۔حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۳۳۵۸۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ بریرۃؓ کو تین حیض عدت گذارنے کا حکم دیا گیا (ابن ماجہ)اس کی سند جید اور عمدہ ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قروء سے مراد حیض ہی ہے اس لیے قرآن مجید میں مذکور لفظ قروء کو بھی حیض پر محمول کیا جائے گا۔آخری دو احادیث اس بارے میں صریح ہیں کہ معتبر عدت میں حیض ہی ہے نہ کہ طہر۔فائدہ: صاحب کشاف نے لفظ قرء کو طہر کے معنی میں استعمال کرنے پر انکار کیا ہے۔فائدہ: اگرچہ قرء کے معنی میں صحابہ کے مابین بھی اختلاف ہے لیکن حضور ﷺ کا قول ہر

بَابُ عِدَّةِ الْحَامِلِ وَضْعُ الْحَمْلِ

۳۳۵۹- عن ام سلمة رضی اللہ عنہا: "أَنَّ إِمْرَأَةً مِنْ أَسْلَمَ يُقَالُ لَهَا سُبَيْعَةُ كَانَتْ تَحْتَ زَوْجِهَا۔ فَتُوُفِّيَ عَنْهَا وَهِيَ حُبْلَى، فَخَطَبَهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ، فَأَبَتْ أَنْ تَنْكِحَهُ فَقَالَ: وَاللّٰهِ مَا يَصْلُحُ أَنْ تَنْكِحِيْ حَتّٰى تَعْتَدِّي آخِرَ الْاَجَلَيْنِ فَمَكَثَتْ قَرِيْبًا مِنْ عَشْرِ لَيَالٍ ثُمَّ نَفِسَتْ ثُمَّ جَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: اِنْكِحِيْ"۔ رواه الجماعة الا اباداود وابن ماجة (نيل الاوطار ۲۱۹:۶)۔

۳۳۶۰- عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ فِي الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا وَهِيَ حَامِلٌ، قَالَ "أَتَجْعَلُوْنَ عَلَيْهَا التَّغْلِيْظَ، وَلَا تَجْعَلُوْنَ عَلَيْهَا الرُّخْصَةَ؟ أُنْزِلَتْ سُوْرَةُ النِّسَآءِ الْقُصْرٰى بَعْدَ الطُّوْلٰى۔ ﴿وَأُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾۔ رواه البخاری والنسائی (نيل الاوطار، السابق)۔

ایک پر مقدم ہے نیز اجلہ صحابہ مثلاً عمر بن خطابؓ اور ابن مسعودؓ سے بھی قرء بمعنی حیض ہی منقول ہے۔ نیز قرآن پاک کی آیت ﴿واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثۃ اشھر﴾ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ قروء سے مراد حیض ہی ہے۔

باب حاملہ کی عدت وضع حمل ہے

۳۳۵۹۔ ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ اسلم کی ایک سبیعہ نامی عورت جو اپنے خاوند (سعد) کے نکاح میں تھی، جب اس کا خاوند فوت ہوا تو وہ حاملہ تھی۔ ابو سنابل بن بعکک نے اسے نکاح کا پیغام بھیجا لیکن اس نے اس سے نکاح کرنے سے انکار کردیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم بخدا جب تک تو دونوں عدتوں (عدتِ وفات اور عدتِ وضع حمل) میں سے لمبی مدت والی عدت نہ گذار لے تمہارے لیے اس سے (جس سے تو نکاح کرنا چاہتی ہے) نکاح کرنا صحیح نہ ہوگا۔ ابھی دس راتیں ہی گذری تھیں کہ ان کے ہاں ولادت ہوگئی اس کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب نکاح کرلو (بخاری، باب واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن؛ مسلم، ترمذی، نسائی، باب عدۃ الحامل المتوفی عنہا زوجہا)

۳۳۶۰۔ جس عورت کا خاوند مرجائے اور وہ حاملہ بھی ہو تو اس عورت کے بارے میں ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ تم لوگ اس پر سختی کرتے ہو اور نرمی نہیں کرتے ہو اور رخصت نہیں دیتے ہو حالانکہ عورتوں کی چھوٹی سورت (سورۃ طلاق) عورتوں کی طویل سورت (سورۃ بقرہ) کے بعد نازل ہوئی ہے۔ (بخاری، نسائی ایضا)

فائدہ: یعنی سورۃ بقرہ میں ہے کہ جس عورت کا خاوند مرجائے وہ چار ماہ دس دن سوگ منائے (خواہ حاملہ ہو یا نہ ہو بعد

۳۳۶۱- عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قال: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! ﴿وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾- لِلْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا وَلِلْمُتَوَفّٰى عَنْهَا؟ فَقَالَ: هِيَ لِلْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا وَلِلْمُتَوَفّٰى عَنْهَا، رواہ احمد والدارقطنی، واخرجہ ایضا ابویعلی والضیاء فی المختارۃ وابن مردویہ- قال فی مجمع الزوائد: فی اسنادہ المثنی بن الصباح، وثقہ ابن معین، وضعفہ الجمہور- انتہی(نیل الاوطار، السابق)- قلت: کفی بابن معین موثقا، وھو امام الجرح والتعدیل- و فی خطبۃ "کنز العمال"(۳:۱)مامحصلہ: ان کل ما فی المختارۃ صحیح-

بَابُ الْمُعْتَدَّةِ الرَّجْعِيَّةِ الَّتِيْ اِرْتَفَعَتْ حَيْضَتُهَا بَعْدَ الْحَيْضَةِ اَوِ الْحَيْضَتَيْنِ ثُمَّ مَاتَتْ يَرِثُهَا زَوْجُهَا

۳۳۶۲- حدیث "اَنَّ عَلْقَمَةَ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ طَلْقَةً اَوْ طَلْقَتَيْنِ، فَحَاضَتْ حَيْضَةً، ثُمَّ اِرْتَفَعَ

سورۂ طلاق میں ہے کہ حاملہ عورت (خواہ اس کا خاوند مرا ہو یا نہ مرا ہو) اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اور سورۂ طلاق سورۂ بقرہ کے بعد میں نازل ہوئی لہٰذا سورۂ بقرہ کے عموم کو سورۂ طلاق کے ساتھ خاص کیا جائے گا یعنی صرف اس عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے جو حاملہ نہ ہو اور اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

۳۳۶۱۔ ابی ابن کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ﴿**واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن**﴾ (ترجمہ: حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے) کا حکم تین طلاق والی عورت اور وہ عورت جس کا خاوند مرگیا ہو دونوں کے لیے ہے۔ آپﷺ نے فرمایا کہ یہ حکم تین طلاق والی عورت اور وہ عورت جس کا خاوند مرگیا ہو دونوں کے لیے ہے (احمد، دارقطنی) ابویعلی، ضیاء مقدسی اور ابن مردویہ نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ المثنی بن الصباح کی ابن معین نے توثیق کی ہے اور بعض نے تضعیف۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ابن معین امام الجرح والتعدیل ہیں لہٰذا ان کی توثیق کافی ہے۔ اور کنز العمال میں ہے کہ ضیاء مقدسی کی مختارہ کتاب میں مذکور ہر حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس عورت کا خاوند مرجائے اور وہ حاملہ بھی ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اور مغنی کی موفق میں ہے کہ اسی پر جمہور علماء کا اجماع ہے اور ابن عباسؓ کے بارے میں مروی ہے کہ حدیث سبیعہ کے پہنچنے کے بعد انہوں نے بھی جمہور علماء کے قول کی طرف رجوع فرمالیا۔

باب اگر مطلقہ رجعیہ کا حیض ایک یا دو حیض کے بعد بند ہوجائے اور پھر وہ عورت مرجائے تو خاوند وارث ہوگا۔

۳۳۶۲۔ ایک حدیث میں ہے کہ علقمہ نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں (رجعی) دیں پھر (عدت کے دوران) عورت کو ایک

حَیْضُهَا سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا- ثُمَّ مَاتَتْ، فَاَتٰی اِبْنَ مَسْعُوْدٍ، فَقَالَ: حَبَسَ اللهُ عَلَیْكَ مِیْرَاثَہٗ - وَوَرَّثَہٗ مِنْهَا- البیهقی من طریقه بسند صحیح، لکن قال: "سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا اَوْثَمَانِیَةَ عَشَرَ"(التلخیص الحبیر ۲:۳۲۸)-

بَابُ عِدَّةِ اُمِّ الْوَلَدِ اِذَا اُعْتِقَتْ

۳۳۶۳- حدثنا عیسی بن یونس عن الاوزاعی عن یحیی بن ابی کثیر: اَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ اَمَرَ اُمَّ وَلَدٍ اُعْتِقَتْ اَنْ تَعْتَدَّ ثَلَاثَ حِیَضٍ، وَکَتَبَ اِلٰی عُمَرَ فَکَتَبَ بِحُسْنِ رَاْیِہٖ- رواہ ابن ابی شیبة فی "مصنفه" (زیلعی ۲:۴۸)- قلت: رجاله رجال الجماعة لکنه منقطع، فان یحیی لم یدرك عمرو بن العاص ولا عمر، والانقطاع لا یضرنا-

حیض آنے کے بعد حیض سترہ ماہ تک نہ آیا اور پھر وہ عورت (مزید حیض آنے سے قبل ہی) وفات پا گئی تو علقمہ، ابن مسعودؓ کے پاس آئے اور (سارا قصہ بیان کر دیا) تو ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اللہ نے تیرے لیے اس کی میراث کو محفوظ رکھا اور ابن مسعودؓ نے اسے عورت کے ترکہ سے حصہ دلایا (البیہقی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی اگر تین حیض مکمل ہو جاتے اور پھر وہ مرتی تو خاوند کو حصہ نہ ملتا لیکن چونکہ ابھی اسے صرف ایک ہی حیض آیا تھا اور طلاق بھی رجعی تھی لہٰذا تین حیض مکمل ہونے سے قبل تک نکاح باقی تھا۔ اس لیے حصہ دلایا۔ باقی موطا مالک میں حضرت عمر بن خطابؓ سے جو مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ جس مطلقہ عورت کو ایک یا دو حیض آنے کے بعد حیض آنا بند ہو جائے تو وہ نو ماہ انتظار کرے پس اگر حمل واضح ہو جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی، ورنہ نو ماہ کے بعد تین ماہ مدت گذارے گی پھر حلال اور آزاد ہو جائے گی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابن مسعودؓ کا قول موافق قرآن ہے جس میں حائضہ کے لیے تین حیض عدت مذکور ہے اور حضرت عمرؓ کا فرمان اس عورت کے لیے ہے جو سن ایاس کو پہنچ چکی ہو۔

باب ام ولد کو آزاد کرنے پر اس کی عدت کا بیان

۳۳۶۳- یحییٰ بن ابی کثیر سے مروی ہے کہ ایک ام ولد کو آزاد کیا گیا تو عمرو بن العاص نے اسے تین حیض عدت گذارنے کا حکم فرمایا اور عمرؓ کو اس بارے میں لکھا تو حضرت عمرؓ نے آپ کی رائے کی تحسین فرمائی (مصنف ابن ابی شیبہ) میں کہتا ہوں کہ اس کی سند کے راوی جماعت کے راوی ہیں لیکن منقطع ہے اور انقطاع مضر نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ام ولد کو جب آزاد کیا جائے تو اس آزادی کی عدت تین حیض ہے

بَابُ الْعِدَّةِ مِنْ بَعْدِ الطَّلَاقِ وَالْوَفَاةِ دُوْنَ خَبْرِهِمَا

۳۳۶۴- حدثنا ابو معاوية عن عبيدالله عن نافع عن ابن عمرؓ، قال: "عِدَّتُهَا مِنْ يَوْمِ طَلَّقَهَا وَمِنْ يَوْمِ يَمُوْتُ عَنْهَا"۔ رواه ابن ابی شيبة، وهذا سند صحيح۔ واخرج نحوه عن عطاء ومجاهد و ابن المسيب و سعيد بن جبير وابن سيرين و عكرمة ونافع و ابی قلابة و ابی العالية والشعبی والنخعی والزهری وعبدالرحمن بن يزيد و مكحول باسانيد جيدة(الزيلعی ۲:۴۸)۔

۳۳۶۵- حدثنا وكيع و يحيی بن آدم عن شريك عن ابی اسحاق عن عبدالرحمن بن يزيد عن عبدالله بن مسعودؓ، قال: "اَلْعِدَّةُ مِنْ يَوْمِ يَمُوْتُ اَوْ يُطَلِّقُ"۔ رواه ابن ابی شيبة فی "مصنفه" (الزيلعی، السابق)، و سنده حسن۔

۳۳۶۶- حدثنا ابن علية عن ايوب عن عمرو بن دينار عن جابر بن زيد يحسنه عن ابن عباس رضی الله عنهما ، قال: "اَلْعِدَّةُ مِنْ يَوْمِ يَمُوْتُ"۔ رواه ابن ابی شيبة (الزيلعی، السابق) و سنده صحيح۔

باب طلاق اور وفات کی خبر نہ ہونے پر عدت کا بیان

۳۳۶۴۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عدت اسی دن سے شروع ہوگی جس دن اس کے خاوند نے اسے طلاق دی یا اس کا خاوند جس دن فوت ہوا۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کی سند صحیح ہے۔عطاء، مجاہد ابن میتب، سعید بن جبیر، ابن سیرین، عکرمہ، نافع، ابوقلابہ، ابوالعالیہ، شعبی، نخعی، زہری، عبدالرحمٰن بن یزید اور مکحول رحمہم اللہ سے بھی اسی قسم کا فتویٰ عمدہ سندوں کے ساتھ مروی ہے۔

۳۳۶۵۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عدت اسی دن سے شروع ہوگی جس دن خاوند نے طلاق دی یا وہ مرا۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کی سند حسن ہے۔

۳۳۶۶۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عدت خاوند کے مرنے کے دن سے ہی شروع ہوگی۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: بلکہ اسی گھڑی اور لمحہ سے شروع ہوگی جس گھڑی خاوند نے طلاق دی یا وہ مرا لہٰذا اگر وہ معتدۃ بالاشہر ہے تو اسی گھڑی سے اس کی عدت شروع ہو جائے گی اور اگر معتدۃ بالحیض ہے اس کی عدت تین حیض ہیں۔لیکن اسی گھڑی سے ہی اس پر عدت کے احکام لاگو ہو جائیں گے۔

ابواب الاحداد

باب ما تجتنب عنه الحادّة و علی من تحد

۳۳۶۷- عن ام سلمة رضی اللّٰه عنها زوج النبی ﷺ عن النبی ﷺ، انه قال: "اَلْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا لَاتَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ، وَلَا الْمُمَشَّقَةَ وَلَا الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبُ وَلَا تَكْتَحِلُ"- رواہ ابوداود، وسکت عنه (۱:۳۲۲)-

۳۳۶۸- عن ام سلمة رضی اللّٰه عنها، ان النبی ﷺ قال: "لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا"- اخرجه (نیل الاوطار ۲:۲۲۶)-

۳۳۶۹- عن ام عطیة رضی اللّٰه عنها: قَالَتْ "كُنَّا نُنْهٰى اَنْ نُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَلَا نَكْتَحِلَ وَلَا نَتَطَيَّبَ وَلَا نَلْبَسَ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا اِلَّا

سوگ کا بیان

باب سوگ کرنے والی عورت کن چیزوں سے پرہیز کرے اور سوگ کن پر واجب ہے

۳۳۶۷۔ ام المؤمنین ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جس عورت کا شوہر مر جائے وہ عورت نہ کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہنے اور نہ گیرو کا رنگا ہوا کپڑا، نہ زیور پہنے، نہ مہندی لگائے اور نہ سرمہ لگائے۔ (ابوداؤد باب فی ما تجتنب المعتدة فی عدتھا)۔ امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے سوگ کا وجوب معلوم ہوتا ہے۔

۳۳۶۸۔ ام المؤمنین ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والی مسلمان عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے۔ ہاں البتہ اپنے خاوند (کے مرنے) پر چار ماہ اور دس دن سوگ منائے (بخاری باب الکحل للحادة؛ مسلم، باب وجوب الاحداد فی عدة الوفاة وتحریمہ فی غیر ذلک الخ)۔

فائدہ: باقی مسند احمد میں قوی سند کے ساتھ جو مروی ہے کہ اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ جب میرے خاوند جعفر بن ابی طالب کو شہید کیا گیا تو تیسرے روز حضورﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ آج کے بعد سوگ نہ منانا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث شاذ ہے اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہے اور چار ماہ دس دن پر اجماع ہو چکا ہے لہٰذا یہ قابل حجت نہیں۔

۳۳۶۹۔ ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے روکا جاتا تھا۔ البتہ شوہر پر چار ماہ دس دن سوگ منایا جاتا۔ (اس عرصہ میں) نہ ہم سرمہ لگاتے، نہ خوشبو استعمال کرتے اور نہ ہی رنگا ہوا کپڑا پہنتے تھے۔ البتہ وہ کپڑا پہنتے تھے جس

ثَوبَ عَصْبٍ، وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهرِ اِذَا اغْتَسَلَتْ اِحْدَانَا مِنْ مَحِيْضِهَا فِيْ نُبْذَةٍ مِنْ كُسْتِ اَظْفَارٍ"۔ اخرجاہ۔ و فی روایة: قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ :"لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُوْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُحِدُّ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ، فَاِنَّهَا لَاتَكْتَحِلُ وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ، وَلَا تَمَسُّ طِيْبًا اِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِنْ قُسْطٍ اَوْاَظْفَارٍ"۔ متفق علیه (نیل الاوطار ۲۲۹:٦۔ ۲۳۰)۔

۳۳۷۰- حدثنا احمد بن صالح نا ابن وهب اخبرنی مخرمة عن ابیه، قال: "سمعت المغیرة بن الضحاك یقول: اخبرتنی ام حکیم بنت اسید عن امها اَنَّ زَوْجَهَا تُوُفِّيَ، وَكَانَتْ تَشْتَكِيْ عَيْنَيْهَا فَتَكْتَحِلُ بِالْجِلَاءِ۔ قَالَ اَحْمَدُ: اَلصَّوَابُ بِكُحْلِ الْجِلَاءِ۔ قَالَ اَحْمَدُ: فَاَرْسَلَتْ مَوْلَاةً لَهَا اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَسَاَلَتْهَا عَنْ كُحْلِ الْجِلَاءِ۔ فَقَالَتْ: لَا تَكْتَحِلِيْ بِهِ اِلَّا مِنْ اَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ يَشْتَدُّ عَلَيْكِ فَتَكْتَحِلِيْنَ بِاللَّيْلِ، وَتَمْسَحِيْنَهُ بِالنَّهَارِ۔ ثُمَّ قَالَتْ عِنْدَ ذٰلِكَ اُمُّ سَلَمَةَ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ تُوُفِّيَ اَبُوْسَلَمَةَ، وَقَدْ جَعَلْتُ عَلٰى عَيْنَيَّ صَبْرًا۔ فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا اُمَّ

دھاگا بننے سے قبل ہی رنگ دیا گیا ہو۔اور ہمیں اس بات کی اجازت تھی کہ اگر کوئی حیض کے بعد غسل کرے تو اس وقت تھوڑی سی اظفار (خوشبو کا نام ہے) استعمال کرسکتی ہے۔(بخاری، مسلم)۔ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے۔لیکن شوہر (کے مرنے) پر (چار ماہ دس دن سوگ منائے) عورت اپنے خاوند کے سوگ میں نہ سرمہ لگائے اور نہ ہی رنگا ہوا کپڑا پہنے۔مگر وہ کپڑا پہن سکتی ہے جو بننے سے پہلے رنگا گیا ہو۔اور نہ وہ کوئی خوشبو استعمال کرے۔ہاں جب وہ حیض سے پاک ہوتو تھوڑا سا عود یا مقام اظفار کی تھوڑی سی خوشبو استعمال کرسکتی ہے (بخاری، مسلم)

فائدہ: باقی مراسیل ابوداؤد میں جو عمرو بن شعیب کی روایت ہے کہ "حضور ﷺ نے عورت کو اپنے باپ پر سات دن سوگ منانے کی اجازت دی" تو اس کا جواب یہ ہے کہ (اگر یہ حدیث صحیح ہو) غیر زوج پر تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع کرنے والی حدیث مشہور ہے اور اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔لہٰذا اس خبر واحد کی بنا پر اس حدیث مشہور سے اعراض نہیں کیا جائے گا۔تین دن سے زیادہ سوگ سے منع کرنے والی حدیث ام عطیہ، ام حبیبہ، حفصہ، زینب بنت جحش اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہن سے مروی ہے۔لہٰذا باپ کا حکم بھی دیگر اقارب والا ہوگا۔نیز عورتیں اپنے احکام پر مردوں کی بہ نسبت زیادہ واقفیت رکھتی ہیں۔لہٰذا عورتوں کی احادیث کو عمرو بن شعیب کی حدیث پر جو مرسل اور معضل ہے فوقیت حاصل ہوگی۔

۳۳۷۰۔ مغیرہ بن ضحاک فرماتے ہیں کہ مجھے ام حکیم بنت اسید نے اپنی والدہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے شوہر کا انتقال

سَلَمَةَ؟ فَقُلْتُ : إِنَّمَا هُوَ صَبِرٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَيْسَ فِيْهِ طِيْبٌ، قَالَ: إِنَّهُ يَشُبُّ الْوَجْهَ، فَلَا تَجْعَلِيْهِ إِلَّا بِاللَّيْلِ، وَتَنْزَعِيْهِ بِالنَّهَارِ، وَلَا تَمْتَشِطِيْ بِالطِّيْبِ وَلَا بِالْحِنَّاءِ فَإِنَّهُ خِضَابٌ۔ قَالَتْ: قُلْتُ: بِأَيِّ شَيْءٍ أَمْتَشِطُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: بِالسِّدْرِ تَغْلِفِيْنَ بِهِ رَأْسَكِ"۔ رواہ ابوداود و سکت عنه(۱: ۳۲۲)۔

بَاب أَيْنَ تَعْتَدُّ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا

۳۳۷۱- عن الفريعة بنت مالك رضي الله عنها، أنها جاءت رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَسْأَلُهُ أَنْ تَرْجِعَ إِلٰى أَهْلِهَا فِيْ بَنِيْ خُدْرَةَ، وَأَنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِيْ طَلَبِ أَعْبُدٍ لَهُ أَبَقُوْا، حَتّٰى إِذَا كَانَ بِطَرَفِ الْقَدُوْمِ لَحِقَهُمْ فَقَتَلُوْهُ، قَالَتْ: فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَرْجِعَ إِلٰى أَهْلِيْ، فَإِنَّ زَوْجِيْ لَمْ يَتْرُكْ لِيْ مَسْكَنًا يَمْلِكُهُ، وَلَا نَفَقَةً۔ قَالَتْ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ : نَعَمْ ! قَالَتْ: فَانْصَرَفْتُ حَتّٰى إِذَا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ، أَوْ فِي الْمَسْجِدِ، نَادَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، أَوْ أَمَرَ بِيْ فَنُوْدِيْتُ لَهُ، فَقَالَ: كَيْفَ قُلْتِ: قَالَتْ: فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ الَّتِيْ ذَكَرْتُ لَهُ مِنْ شَأْنِ زَوْجِيْ۔ قَالَ: اُمْكُثِيْ فِيْ بَيْتِكِ حَتّٰى

ہوگیا۔اور ان کی آنکھیں دکھتی تھیں۔تو وہ جلاء سرمہ استعمال کرتی تھیں۔احمد فرماتے ہیں پھر انہوں نے اپنی خادمہ کو حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھیجا۔پس اس نے ام سلمہؓ سے پوچھا کہ کیا وہ جلاء کا سرمہ استعمال کرسکتی ہیں؟ ام سلمہؓ نے فرمایا تو جلاء کا سرمہ استعمال نہ کر۔ہاں اگر شدید ضرورت ہو تو رات کو لگالیں اور دن میں پونچھ ڈالیں۔پھر حضرت ام سلمہؓ نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا جب (میرے پہلے شوہر) ابوسلمہ انتقال کر گئے تو میں اپنی آنکھوں میں ایلواء لگایا کرتی تھی۔حضورﷺ تشریف لائے تو پوچھا اے ام سلمہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہﷺ یہ ایلواء ہے اس میں خوشبو نہیں۔آپﷺ نے فرمایا یہ چہرہ کو جوان بنا دیتا ہے لہٰذا اس کو نہ لگایا کر۔مگر یہ کہ رات کو لگالیا کر اور دن کو اتار لیا کر۔اسی طرح خوشبو یا مہندی لگا کر کنگھی نہ کر اس لیے کہ یہ خضاب ہے۔ام سلمہؓ فرماتی ہیں پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ! پھر میں چہرہ کس چیز سے دھوؤں تو آپﷺ نے فرمایا بیری کے پتے سے تھیز کر اپنا سر دھو (ابوداؤد باب فیما تجتنب المعتدة فی عدتها)۔امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

باب جس عورت کا شوہر مرجائے وہ عورت عدت کہاں گذارے

۳۳۷۱۔ فریعہ بنت مالکؓ سے مروی ہے کہ وہ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو عرض کیا یا رسول اللہ میرے خاوند اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کو ڈھونڈنے کے لیے نکلے جب وہ قدوم مقام پر پہنچے تو غلاموں کو پالیا لیکن انہوں نے میرے خاوند کو قتل کردیا۔فریعہ کہتی ہیں کہ میں نے حضورﷺ سے پوچھا کہ کیا میں اپنے اقرباء کے پاس چلی جاؤں؟ کیونکہ میرے خاوند نے میرے لیے

يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ- قَالَتْ: فَاعْتَدَدْتُّ فِيهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا- قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَسَأَلَنِيْ عَنْ ذٰلِكَ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَاتَّبَعَهُ وَقَضٰى بِهِ"-رواه الترمذی وقال: حسن صحيح (۱:۱۴۶-۱۴۷)-

۲۳۷۲- اخبرنا مالك حدثنا نافع، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ﷜ كَانَ يَقُوْلُ: "لَا تَبِيْتُ الْمَبْتُوْتَةُ وَلَا الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا إِلَّا فِيْ بَيْتِهَا"- رواه الامام محمد فی "الموطا"(حاشية الترمذی ۱:۱۵۴)- قلت: اسناده صحيح جليل-

بَابُ جَوَازِ الْخُرُوْجِ لِلْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا

۲۳۷۳- اخبرنا ابو حنيفة قال : حدثنا حماد عن ابراهيم: "أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ نَقَلَ أُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيٍّ﷜ اِمْرَأَةَ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ مِنْ وَفَاةِ زَوْجِهَا عُمَرَ﷜، لِأَنَّهَا كَانَتْ فِيْ دَارِ الْإِمَارَةِ"- رواه الامام محمد فی كتاب الآثار(۱۲۷)- قلت: هذا منقطع، لكن فی تهذيب التهذيب (۱:۱۷۸-۱۷۹): النخعي عن علي مرسل، الى ان قال: قال الحافظ ابو

مکان چھوڑا ہے اور نہ ہی نان ونفقہ۔فریعہ کہتی ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا ہاں چلی جا۔فریعہ کہتی ہیں کہ میں لوٹی اور ابھی حجرے یا مسجد میں ہی تھی کہ آپﷺ نے مجھے بلایا یا کسی کو حکم دیا کہ مجھے بلائے۔آپﷺ نے فرمایا تم نے کیا کہا تھا۔فریعہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر کا پورا قصہ دوبارہ بیان کر دیا آپﷺ نے حکم دیا کہ عدت پوری ہونے تک اپنے گھر ہی میں رہو۔کہتی ہیں کہ پھر میں نے وہاں چار ماہ دس دن عدت گذاری۔پھر جب حضرت عثمان خلیفہ بنے تو انہوں نے مجھ سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھا تو میں نے آپؓ کو خبر دی تو آپ نے اس پر عمل کرنے اور فتویٰ دینے کا حکم فرمایا(ترمذی، باب ماجاء این تعتد المتوفی عنھا زوجھا)امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۲۳۷۲- ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ بائنہ طلاق والی عورت اور وہ عورت جس کا خاوند مر جائے اپنے گھر میں ہی رات گذارے(موطا امام محمدؒ)میں کہتا ہوں کہ اس کی سند صحیح جلیل ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو اسی گھر میں عدت گذارنی چاہیے جس گھر میں وہ عورت طلاق یا خاوند کی وفات کے وقت رہتی تھی۔

باب جس عورت کا خاوند مر جائے اس کے لیے ضرورت کے تحت نکلنا جائز ہے

۲۳۷۳- ابراہیمؒ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کو جو کہ حضرت عمرؓ کی بیوی تھیں۔حضرت عمرؓ کی وفات کی عدت کے دوران (دارالامارت سے)منتقل کر لیا۔کیونکہ وہ دارالامارت میں رہتی تھیں(کتاب الآثار محمد، باب عدۃ المطلقۃ والمتوفی عنھا زوجھا)اس کی سند صحیح جلیل ہے۔

سعيد العلائي: هو مكثر من الارسال- وجماعة من الائمة صححوا مراسيله اه- قلت: هو من رجال الجماعة، وحماد هو ابن ابى سليمان، وهو من رجال الصحاح، كما فى تهذيب التهذيب(۱٦:۲)- وابو حنيفة قد اخرج له ابن حبان فى صحيحه، واستشهد به الحاكم فى "مستدركه"، و قد وثقه كثيرون، كما فى الجوهر النقى(۱۷۲:۱)- فالسند اذا صحيح جليل-

۲۳۷٤- عن عبدالمجيد عن ابن جريج اخبرنى اسماعيل بن كثير عن مجاهد: "اَنَّ رِجَالاً اُسْتُشْهِدُوْا بِاُحُدٍ، فَقَالَ نِسَاؤُهُمْ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّا نَسْتَوْحِشُ فِيْ بُيُوْتِنَا، اَفَنَبِيْتُ عِنْدَ اِحْدَانَا؟ فَاَذِنَ لَهُنَّ اَنْ يَتَحَدَّثْنَ عِنْدَ اِحْدَاهُنَّ، فَاِذَا كَانَ وَقْتُ النَّوْمِ تَاْوِيْ كُلُّ امْرَاَةٍ اِلٰى بَيْتِهَا"- رواه الامام العلام الشافعي(التلخيص الحبير۲:۳۳)- قلت: هو مرسل، وكلهم رجال الصحيح الا الاول، فانه من رجال مسلم، فالسند صحيح مرسل-

فائدہ: چونکہ دارالامارت ایک ہنگامی گھر تھا اور حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد یہ گھر واپس لیا جانا تھا اس لیے آپؓ نے اپنی بیٹی کو دارالامارت سے اپنے گھر وغیرہ منتقل کر دیا۔

۲۳۷۴۔ مجاہدؒ سے مروی ہے کہ غزوۂ احد میں چند صحابہ شہید ہو گئے تو ان کی عورتوں نے کہا یارسول اللہ! ہمیں اپنے گھروں میں (علیحدگی کی وجہ سے) وحشت ہوتی ہے تو کیا ہم سب ہم میں سے کسی ایک کے گھر میں عدت گذار لیں۔ تو آپ ﷺ نے ان کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ (دن کے وقت) کسی ایک کے گھر میں جا کر باہم گفتگو کر سکتی ہیں۔ لیکن جب سونے کا وقت ہو (یعنی رات کو) تو ہر ایک اپنے گھر آ جائے۔ (شافعی)۔ اس کی سند صحیح مرسل ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس عورت کا خاوند مر جائے وہ ضرورت کے تحت گھر سے نکل سکتی ہے۔ لیکن رات اپنے گھر میں گذارنا ضروری ہے۔ باقی دارقطنی میں جو حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے متوفی عنہا زوجہا سے فرمایا کہ "تو جہاں چاہے عدت گذار لے" تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ خود دارقطنی نے اس کی تضعیف کی ہے لہٰذا یہ صحیح احادیث کی معارض نہیں بن سکتی۔ اور صحیح مسلم میں جو حضرت جابرؓ سے اپنی خالہ کے قصہ میں مروی ہے کہ انہیں طلاق دی گئی تو انہوں نے اپنی کھجوروں کی دیکھ بھال کا ارادہ کیا تو ایک آدمی نے انہیں ڈانٹا تو وہ حضور ﷺ کے پاس تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمادی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر ضروری کام سے نکلنا جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک جزئی واقعہ ہے جو قاعدہ کلیہ کے معارض نہیں بن سکتا۔ نیز اس میں احتمال ہے اس بات کا کہ وہ اپنے نفقہ کے لیے نکلنے کی محتاج ہوں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ وہ نکلنے کی محتاج نہ تھیں بغیر دلیل کے دعویٰ ہے اور حاجت کے لیے تو نکلنا جائز ہے۔

بَابُ ثُبُوتِ النَّسَبِ

بَاب اَنَّ شَهَادَةَ النِّسَاءِ مَقْبُوْلَةٌ فِيْ مَالَا يَسْتَطِيْعُ الرِّجَالُ النَّظَرَ اِلَيْهِ

۳۳۷۵- حدثنا عيسى بن يونس عن الاوزاعى عن الزهرى، قال: "مَضَتِ السُّنَّةُ اَنْ تَجُوْزَ شَهَادَةُ النِّسَاءِ فِيْمَا لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ غَيْرُهُنَّ مِنْ وِلَادَاتِ النِّسَاءِ وَعُيُوْبِهِنَّ، وَتَجُوْزَ شَهَادَةُ الْقَابِلَةِ وَحْدَهَا فِيْ الاِسْتِهْلَالِ، وَامْرَأَتَانِ فِيْ مَا سِوٰى ذٰلِكَ"- ورواه عبدالرزاق فى "مصنفه": اخبرنا ابن جريج عن الزهرى فذكره(الزيلعى ۱:۵۱)- قلت: كلهم رجال الجماعة فالاثر حسن او صحيح-

۳۳۷۶- اخبرنا ابراهيم بن ابى يحيى الاسلمى اخبرنى اسحاق عن ابن شهاب: "اَنَّ عمرَبْنَ الْخَطَّابِ اَجَازَ شَهَادَةَ اِمْرَأَةٍ فِيْ الْاِسْتِهْلَالِ"- رواه عبدالرزاق فى مصنفه (الزيلعى ۲۰۱:۲)- قلت: رجاله رجال الجماعة الا الاول، فانه من رجال ابن ماجة، وهو مختلف فيه، لكن الزهرى عن عمرؓ فهو مرسل-

۳۳۷۷- اخبرنا الثورى عن جابر الجعفى عن عبيدالله بن يحيى- "اَنَّ عَلِيًّا اَجَازَ

ثبوتِ نسب کا بیان

باب جن امور میں مرد نظر نہیں رکھ سکتے ان میں صرف عورتوں کی گواہی قبول ہے

۳۳۷۵- زہریؒ فرماتے ہیں کہ طریقہ یہی چلا آ رہا ہے کہ وہ معاملات جن میں عورتوں کے علاوہ کسی اور کو اطلاع نہیں ہوتی ۔مثلاً عورتوں کا بچہ جننا اور عورتوں کے عیوب وغیرہ (عورتوں کے مخصوص حالات) ان میں صرف عورتوں کی گواہی جائز ہے اور بچہ کی پیدائش کے وقت کی چیخ میں اکیلی دائی جنائی کی گواہی معتبر ہے اور ان کے علاوہ دوسرے معاملات میں دو عورتوں کی گواہی کافی ہے اور اسے عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جسے زیلعی نے ذکر کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تمام راوی جماعت کے راوی ہیں۔ پس یہ اثر حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: زہری کا قول مضت السنۃ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مرفوع حکمی ہے۔

۳۳۷۶- ابن شہاب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے بچہ کی پیدائش کے وقت کی چیخ کے معاملے میں ایک عورت کی گواہی کو جائز قرار دیا ہے (مصنف عبدالرزاق)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے اول کے اور وہ بھی ابن ماجہ کا راوی ہے اور وہ مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضر نہیں۔

۳۳۷۷- عبیداللہ بن یحییٰ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے بچہ کی پیدائش کے وقت کی چیخ کے معاملے میں اکیلی دائی جنائی کی

شَهَادَةَ الْمَرْاَةِ الْقَابِلَةِ وَحْدَهَا فِى الْاِسْتِهْلَالِ"۔ رواہ عبدالرزاق فی "مصنفہ"(الزیلعی ۲۰۸:۲)۔ و فیہ ایضا ما حاصلہ ان عبیداللہ مجہول۔ قلت: معتضد بہ۔

ابواب ما ورد فی العزل والغیلۃ والاتیان فی الدبر والاستمناء

باب جواز العزل عن الحرۃ باذنہا

۳۳۷۸- حدثنا الحسن بن علی الخلال ثنا اسحاق بن عیسی ثنا ابن لہیعۃ حدثنی جعفر بن ربیعۃ عن الزہری عن محرر بن ابی ہریرۃ عن ابیہ عن عمر بن الخطاب ﷺ، قال: "نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُعْزَلَ عَنِ الْحُرَّةِ اِلَّا بِاِذْنِهَا"۔ رواہ ابن ماجہ (۱٤۰)۔ قلت: رجالہ رجال مسلم الا محررا۔ وذکرہ ابن حبان فی الثقات، کما فی تہذیب التہذیب (۱۰:۵۵ و۵٦) وابن لہیعۃ قد مر غیر مرۃ انہ مختلف فیہ۔ والاختلاف غیر مضر، لا سیما قد صرح ہناک بالتحدیث، وقال ابوداود: وجعفر لم یسمع من الزہری، کما فی "تہذیب التہذیب"(۲:۹۰)۔ فالسند منقطع محتج بہ، وقد تقوی بالموقوف الذی بعدہ، لا سیما و قد احتج بہ الجمہور، کما فی "فتح الباری"(۹:۲٦۹)۔

۳۳۷۹- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ "تُسْتَأْمَرُ الْحُرَّةُ فِى الْعَزْلِ وَلَا تُسْتَأْمَرُ الْاَمَةُ السَّرِيَّةُ فَاِنْ كَانَتْ اَمَةٌ تَحْتَ حُرٍّ فَعَلَيْهِ اَنْ يَسْتَأْمِرَهَا" رواہ عبدالرزاق بسند

گواہی کو جائز قرار دیا(مصنف عبدالرزاق)۔یہ روایت تائیداً ذکر کی گئی ہے۔

باب آزاد عورت کی اجازت سے عزل جائز ہے

فائدہ: عزل کا مطلب یہ ہے کہ مرد حمل سے بچنے کے لیے انزال کے وقت عورت کے اندام نہانی سے عضو مخصوص کو کھینچ لے۔

۳۳۷۸۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے آزاد عورت سے عزل کرنے سے منع فرمایا۔مگر اس کی اجازت سے (جائز ہے)(ابن ماجہ)۔اس کی سند منقطع قابلِ حجت ہے۔خصوصاً یہ اپنے مابعد کی حدیثِ موقوف سے مؤید ہو کر قوی ہو چکی ہے اور پھر جمہور نے اس سے حجت پکڑا ہے جو اس کی صحت کی دلیل ہے۔

۳۳۷۹۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عزل کے معاملے میں آزاد عورت سے اجازت لی جائے اور باندی سے اجازت نہ لی جائے۔اور اگر باندی آزاد مرد کے نکاح میں ہو تو اس سے اجازت لینا بھی ضروری ہے(مصنف عبدالرزاق)۔اس کی سند صحیح ہے۔

صحیح(فتح الباری ۹۔۲۷۰)

۳۳۸۰- عن ابی ذر رضی اللہ عنہ رفعه: "ضَعْهُ فِي حَلَالِهِ وَجَنِّبْهُ حَرَامَهُ، وَأَقْرِرْهُ، فَإِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَحْيَاهُ، وَإِنْ شَاءَ أَمَاتَهُ وَلَكَ أَجْرُهُ"۔ رواه ابن حبان فی صحیحه (فتح الباری ۹:۲۷۱)۔

۳۳۸۱- عن انس رضی اللہ عنہ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ عَنِ الْعَزْلِ ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "لَوْ أَنَّ الْمَآءَ الَّذِيْ يَكُوْنُ مِنْهُ الْوَلَدُ أَهْرَقْتَهُ عَلٰى صَخْرَةٍ لَأَخْرَجَ اللّٰهُ مِنْهَا وَلَدًا"۔ اخرجه احمد والبزار، وصححه ابن حبان (فتح الباری ۹:۲۶۹)۔ وعزاه فی "کنزالعمال"(۸:۲۵۷) الی الضیاء المقدسی، وسنده صحیح ایضا علی قاعدۃ الحافظ۔

۳۳۸۲- عن جابر رضی اللہ عنہ، قال: "كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُ"۔ رواه مسلم۔(۱:۴۶۵)۔

۳۳۸۳- عن جابر رضی اللہ عنہ ،قال: "سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِيْ جَارِيَةً هِيَ خَادِمُنَا

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر نکاح میں آزاد عورت ہو تو اس سے عزل کے لیے اجازت لی جائے اور اجازت کی صورت میں عزل جائز ہے اور اپنی باندی سے بغیر اجازت کے عزل جائز ہے۔

۳۳۸۰۔ حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نطفے کو حلال جگہ میں رکھو اور اس کو اس کے حرام سے بچاؤ اور اس کو ٹھہراؤ اس لیے کہ اگر اللہ چاہیں گے تو اسے زندہ کریں گے (یعنی بچہ پیدا ہوگا) اور اگر چاہیں گے تو اسے ماردیں گے (یعنی اس سے کچھ پیدا نہیں ہوگا) اور لیکن تجھے اجر مل جائے گا۔(صحیح ابن حبان)

فائدہ: اس حدیث سے عزل نہ کرنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔

۳۳۸۱۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عزل کے بارے میں پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس پانی سے بچہ ہوتا ہے اگر اس پانی کو تو ایک پتھر پر بھی بہائے تو اللہ ضرور اس سے بچہ پیدا کریں گے (احمد) اس کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے اور کنز العمال میں اسے ضیاء مقدسی کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور حافظ کے قاعدہ پر اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی عدم عزل کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔

۳۳۸۲۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے زمانے میں عزل کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے ہمیں اس سے منع نہیں کیا (مسلم)۔

۳۳۸۳۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ میری ایک لونڈی ہے جو ہمارے کام کاج کرتی

وَسَانِيَتُنَا، وَاَنَا اَطُوفُ عَلَيهَا، وَاَنَا اَكْرَهُ اَنْ تَحْمِلَ- فَقَالَ: اِعْزِلْ عَنهَا اِنْ شِئْتَ، فَاِنَّهُ سَيَاتِيهَا مَاقُدِرَلَهَا، فَلَبِثَ الرَّجُلُ ثُمَّ اَتَاهُ- فَقَالَ: اِنَّ الجَارِيَةَ قَدْ حَبِلَتْ: فَقَالَ: قَدْ اَخْبَرْتُكَ اَنَّهُ سَيَاتِيهَا مَاقُدِرَ لَهَا"- رواه مسلم (۱:۴٦٦)-

۳۳۸٤- عن جدامة بنت وهب اخت عكاشة، قالت: "حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اِلى اَنْ قَالَتْ: ثُمَّ سَاَلُوهُ عَنِ العَزْلِ- فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ: ذٰلِكَ الوَأْدُ الخَفِيُّ، وَهِيَ ﴿وَاِذَا المَوْءُوْدَةُ سُئِلَتْ﴾- رواه مسلم (۱:۴٦٦)-

باب ماورد في الغيلة

۳۳۸۵- حدثنا هشام بن عمار ثنا يحيى بن حمزة عن عمرو بن مهاجر انه سمع اباه المهاجر بن ابى مسلم يحدث عن اسماء بنت يزيد بن السكن و كانت مولاته، انها سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: "لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ سِرًّا، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ اِنَّ الغَيْلَ لَيُدْرِكُ

ہے اور پانی لاتی ہے اور میں اس سے صحبت کرتا ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ وہ حاملہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اس سے عزل کر۔ لیکن جو اس کے مقدر میں لکھا ہے وہ آ کر رہے گا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ دوبارہ آیا اور عرض کیا کہ باندی تو حاملہ ہو چکی، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تجھے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ آ کر رہے گا۔ (مسلم)

۳۳۸۴۔ عکاشہؓ کی بہن جدامہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس حاضر تھی لوگوں نے آپ سے عزل کے بارے میں پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ وأد خفی ہے (یعنی زندہ درگور کرنے کی ہلکی قسم ہے)۔ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا) یہی وہ موءودۃ ہے قیامت والے دن جس کے بارے میں سوال ہوگا (مسلم)۔

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ عزل جائز ہے مگر مکروہ، کیونکہ اس میں نطفہ کا ضیاع ہے تو عزل نہ کرنا ہی مستحب ہے کیونکہ بچہ کا پیدا کرنا اور نہ کرنا اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

باب غیلہ کا بیان

فائدہ: دودھ پلانے کے زمانے میں مرد کا اپنی بیوی سے ہمبستری کرنا اور دودھ پلانے کے زمانے میں عورت کا حاملہ ہونا غیلہ کہلاتا ہے۔

۳۳۸۵۔ اسماء بنت یزید سے مروی ہے کہ اس نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اپنی اولاد کو پوشیدہ طور پر قتل نہ کرو۔ قسم

غارِسَ عَلَى ظَهْرِ فَرَسِهِ حَتّٰى يَصْرَعَهُ"- رواه ابن ماجة (١٤٦) واسناده صحيح، فان كلهم من رجال البخاری الا عمرو وقد وثق-

٣٣٨٦- عن جدامة بنت وهب الاسديةرضی الله عنها، انها سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغَيْلَةِ، حَتّٰى ذَكَرْتُ اَنَّ الرُّوْمَ وَالْفَارِسَ يَصْنَعُوْنَ ذٰلِكَ فلا يَضُرُّ اَوْلَادَهُمْ"- رواه مسلم(١:٤٦٦)- وقال: "واما خلف فقال عن جذامة الاسدية- قال مسلم: والصحيح ما قاله يحيى بالدال غير منقوطة"-

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ تَحْرِيْمِ اِتْيَانِ الزَّوْجَةِ فِيْ الدُّبُرِ

٣٣٨٧- عن امير المومنين علی بن ابی طالب رضی الله عنه، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "لَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِيْ اَعْجَازِهِنَّ اَوْ قَالَ: فِيْ اَدْبَارِهِنَّ"- رواه الامام احمد- وقال فی مجمع الزوائد: ورجاله ثقات(نيل الاوطار ٦:١٢٠ و١٢١)-

٣٣٨٨- عن علی بن طلق رضی الله عنه، قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ" لَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِيْ

ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ بے شک غیل گھوڑے کی پیٹھ پر سوار پر اثر انداز ہوتا ہے حتیٰ کہ اسے گرادیتا ہے(ابن ماجہ، باب الغیل)اس کی سند صحیح ہے۔

۳۳۸۶۔ جدامہ بنت وھب فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے غیل سے روکنے کا ارادہ کیا لیکن پھر مجھے یاد آیا کہ روم اور فارس کے لوگ غیلہ کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو ضرر نہیں پہنچتا۔(مسلم، باب جواز الغیلۃ)

فائدہ: اگر عورت سے جماع کیا جائے تو اس کا دودھ خراب ہو جاتا ہے جو کہ دودھ پینے والے بچے کے لیے نقصان دہ ہے اس لیے حالت ارضاع میں بیوی سے ہمبستری کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔اور اس صورت میں بچہ کمزور ہو جاتا ہے۔اور جوان ہو کر جب وہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو بعض اوقات گھوڑے سے گر جاتا ہے اس لیے اسے قتل سے تشبیہ دی ہے۔

باب عورتوں سے بدفعلی کرنا

۳۳۸۷۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں سے بدفعلی نہ کرو اور ان کے پاس ان کے پیچھے سے نہ آؤ۔(مسند احمد) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۳۸۸۔ علی بن طلقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عورتوں کے ساتھ پیچھے سے بدفعلی نہ

اَسْتَاهِهِنَّ فَإِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ"۔ رواه احمد والترمذی، وقال: حدیث حسن (نیل الاوطار ٦:١٢٠)۔

٣٣٨٩- عن ام سلمة رضی الله عنها عن النبی ﷺ فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿نِسَائُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ "يَعْنِيْ صِمَامًا وَاحِدًا"۔ رواه احمد والترمذی وقال: حدیث حسن (نیل الاوطار ٦:١٢٣)۔

٣٣٩٠- حدثنا موسی بن اسماعیل نا حماد ح ونا مسدد نا یحیی عن حماد بن سلمة عن ابی تمیمة عن ابی هریرة ﷺ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "مَنْ اَتٰى كَاهِنًا قَالَ مُوْسٰى فِيْ حَدِيْثِهٖ: فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ اَوْ اَتٰى اِمْرَاَةً قَالَ مُسَدَّدٌ: اِمْرَاَتَهٗ حَائِضًا اَوْاَتٰى اِمْرَاَةً قَالَ مُسَدَّدٌ: اِمْرَاَتَهٗ فِيْ دُبُرِهَا، فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ"۔ رواه ابوداود(٢:١٨٩)۔ وسکت عنه۔ وعزاه فی "الجامع الصغیر"(٢:١٣٥)الی الامام احمد والاربعة، ثم رمز لتحسینه۔

٣٣٩١- عن ابی هریرة ﷺ،قال: قال رسول الله ﷺ: "مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰى اِمْرَاَةً فِيْ دُبُرِهَا"۔

کرو۔ پس بے شک اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے حیا نہیں کرتے۔(احمد، ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ اتیان النساء فی ادبارھن)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

۳۳۸۹۔ ام سلمہؓ حضور ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ اللہ کے فرمان ﴿نساء کم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم﴾ (ترجمہ: تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں تم ان سے جس طرح چاہو جماع کرو) سے مراد ایک ہی راستہ ہے (یعنی اگلی شرمگاہ)۔(احمد، ترمذی باب ماجاء فی کراھیۃ اتیان النساء فی ادبارھن)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

۳۳۹۰۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کاہنوں کے پاس (آئندہ کی بات پوچھنے کے لیے) جائے، موسیٰ بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ پس وہ ان کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کرے (حضور ﷺ نے فرمایا کہ) یا کسی عورت سے جماع کرے، مسدد فرماتے ہیں کہ (اس کا مطلب یہ ہے کہ) اپنی عورت سے حالت حیض میں جماع کرے (حضور ﷺ نے فرمایا کہ) یا اپنی عورت سے جماع کرے۔ مسدد فرماتے ہیں کہ اپنی بیوی سے پیچھے سے بدفعلی کرے تو (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) ایسا شخص حضور ﷺ پر نازل کردہ چیز سے بری ہے (یعنی اس کے یہ اعمال قرآن کے خلاف ہیں)۔(ابوداؤد کتاب الکہانۃ والتطیر)۔ امام ابوداؤد نے اس سے سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے۔ اور جامع صغیر میں اس حدیث کو احمد اور اربعہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور اس کے حسن ہونے کا اشارہ بھی کیا گیا ہے۔

۳۳۹۱۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جو اپنی بیویوں سے پیچھے سے جماع کرے

رواه احمد وابوداود۔ قال الحافظ فی بلوغ المرام: ان رجال حدیث ابی هريرة هذا ثقات، لکن علل بالارسال(نیل الاوطار٦: ١٢٠)۔ ورمز لصحته فی الجامع الصغیر فالحدیث صحیح، ولا یبالی بالاختلاف کما عرفت غیر مرة۔

بَابُ مَا وَرَدَ فِيْ الْإِسْتِمْنَاءِ بِكَفِّهِ

٣٣٩٢- عن انس ﷺ مرفوعا:"سَبْعَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَا يَجْمَعُهُمْ مَعَ الْعَالَمِيْنَ، يُدْخِلُهُمُ النَّارَ اَوَّلَ الدَّاخِلِيْنَ، اِلَّا اَنْ يَّتُوْبُوْا، اِلَّا اَنْ يَّتُوْبُوْا، اِلَّا اَنْ يَّتُوْبُوْا، فَمَنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ النَّاكِحُ يَدَهٗ، وَالْفَاعِلُ وَالْمَفْعُوْلُ بِهٖ، وَمُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَالضَّارِبُ اَبَوَيْهِ حَتّٰى يَسْتَغِيْثَا، وَالْمُؤْذِيْ جِيْرَانَهٗ حَتّٰى يَلْعَنُوْهُ، وَالنَّاكِحُ حَلِيْلَةَ جَارِهٖ"۔ رواه الحسن بن عرفة فی جزءه والبیهقی فی "شعب الایمان"۔(کنز العمال ٨: ١٩٢) رواه جعفر الفریابی من حدیث عبداللّٰه بن عمرو وفیه ابن لهیعة وهو ضعیف (التلخیص الحبیر ٢: ٣٠٩)۔ قلت : قد ثبت کونه محتجا به کما مر غیر مرة۔

ے(احمد،ابوداؤد) یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بیوی سے پیچھے سے جماع کرنا حرام ہے۔

باب اپنے ہاتھ سے اپنی منی نکالنے کا بیان

٣٣٩٢۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سات آدمیوں کی طرف نظر رحمت نہ فرمائیں گے، نہ انہیں گناہوں سے پاک وصاف کریں گے، نہ جہان والوں کے ساتھ ان کو جمع کریں گے۔ اور انہیں سب سے پہلے جہنم میں داخل کریں گے۔ ہاں مگر جو توبہ کرلیں ہاں مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں، ہاں مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں، جو شخص توبہ کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے: ایک وہ شخص جو اپنے ہاتھ سے جماع کرے، دوسرا لواطت کرنے والا، تیسرا وہ شخص جس سے لواطت کی جائے، چوتھا کثرت سے شراب پینے والا، پانچواں وہ شخص جو اپنے والدین کو تکلیف پہنچائے حتیٰ کہ وہ خدا سے فریاد کرنے لگیں، چھٹا وہ شخص جو اپنے ہمسایوں کو اتنی تکلیف دے حتیٰ کہ وہ اس پر لعنت کرنے لگیں، ساتواں وہ شخص جو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ اسے حسن بن عرفہ نے اپنے جزء میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث قابل استدلال ہے۔

٣٣٩٣- عن بشر بن عطية مرفوعا: "أَلَا لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ عَلٰى مَنِ انْتَقَصَ شَيْئًا مِنْ حَقِّيْ، وَعَلٰى مَنْ أَبٰى عِتْرَتِيْ، وَعَلٰى مَنِ اسْتَخَفَّ بِوِلَايَتِيْ، وَعَلٰى مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ، وَعَلٰى مَنِ انْتَفٰى مِنْ وَلَدِهٖ، وَعَلٰى مَنْ بَرِئَ مِنْ مَوَالِيْهِ، وَعَلٰى مَنْ سَرَقَ مِنْ منار الْأَرْضِ وَحُدُوْدِهَا، وَعَلٰى مَنْ أَحْدَثَ فِي الْإِسْلَامِ حَدَثًا، أَوْ آوٰى مُحْدِثًا، وَعَلٰى نَاكِحِ الْبَهِيْمَة وَعَلٰى نَاكِحِ يَدِهٖ، وَعَلٰى مَنْ أَتَى الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِيْنَ"- الحديث- رواه الباوردي وضعفه (كنز العمال، ٨: ١٩٤)-

٣٣٩٤- عن الحارث عن علي ﷺ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "سَبْعَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْ-

۳۳۹۳۔ بشر بن عطیہؒ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "خبردار اللہ تعالیٰ، تمام ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس شخص پر جو میرے حق سے کچھ کمی کرے (یعنی میرے حقوق ادا نہ کرے) اور اس شخص پر جو میری اولاد کو ناپسند کرے اور انکار کرے اور اس شخص پر جو میرے حکم کو ہلکا سمجھے اور اس شخص پر جو قبلہ کے علاوہ کسی اور طرف جانور کا منہ کر کے ذبح کرے۔ اور اس شخص پر جو اپنے بیٹے کے نسب کا انکار کرے اور اس غلام پر جو اپنے مولیٰ سے براءۃ کا اعلان کرے۔ اور اس شخص پر جو زمین کے نشانات اور حدود میں سے چوری کرے (جیسے کاشتکار کھیت کی پگڈنڈیوں میں ہیر پھیر کرتے ہیں) اور اس شخص پر جو اسلام میں کوئی بدعت گھڑے۔ یا بدعتی کو پناہ دے۔ اور اس شخص پر جو جانور سے بدفعلی کرے اور اس شخص پر جو اپنے ہاتھ سے جماع کرے اور اس شخص پر جو مردوں سے بدفعلی کرے۔ (کنز العمال)۔ اسے باوردی نے روایت کیا ہے اور اس کی تضعیف کی ہے۔

فائدہ: بالفرض اگر احادیث مذکورہ کی سند قابل استدلال نہ ہوں تو بھی ہمارے لیے مضر نہیں اس لیے کہ ہمارا دعویٰ تو قرآن پاک کی آیت ﴿والذین هم لفروجهم حافظون﴾ سے بھی ثابت ہے وہ اس طرح کہ اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ استمتاع قضاء شہوت صرف دو طریقوں سے ہی جائز ہے یا بیوی کے ذریعے یا باندی کے ذریعے۔ اور اس کے علاوہ باقی طریقوں سے غیر حلال حرام ہے اور استمناء بالید بھی مذکورہ بالا دونوں طریقوں کے علاوہ ہے لہٰذا وہ اس آیت کی رو سے حرام ہوگا (ھکذا قال صاحب رد المحتار)۔

۳۳۹۴۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سات آدمیوں سے کلام نہیں فرمائیں گے اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے۔ اور انہیں کہا جائے گا کہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی داخل ہو جاؤ۔ مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں۔ ہاں مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں۔ ہاں مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں (یعنی توبہ کرنے کی صورت میں اللہ معاف فرما دیں گے)۔ (۱) بدفعلی کرنے والا، (۲) جس سے بدفعلی کی جائے، (۳) اپنے ہاتھ سے جماع کرنے والا، (۴) اپنے پڑوسی کی بیوی سے

الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، يُقَالُ لَهُمْ أُدْخُلُوا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِيْنَ، إِلَّا أَنْ يَّتُوْبُوْا، إِلَّا أَنْ يَتُوْبُوْا، إِلَّا أَنْ يَّتُوْبُوْا، اَلْفَاعِلُ وَالْمَفْعُوْلُ بِهٖ، وَالنَّاكِحُ يَدَهٗ، وَالنَّاكِحُ حَلِيْلَةَ جَارِهٖ۔ وَالْكَذَّابُ الْاَشَرُّ، وَمُعْسِرُ الْمُعْسِرِ، وَالضَّارِبُ وَالِدَيْهِ حَتّٰى يَسْتَغِيْثَا"۔ رواہ ابن جریر (فی تھذیبہ) وقال: لا یعرف عن رسول اللہ ﷺ الا روایة علی۔ ولا یعرف له مخرج عن علی الا من هذا الوجه، غير ان معانيه معان قد وردت عن رسول الله ﷺ بها اخبار بالفاظ خلاف هذه الالفاظ (كنز العمال ٨: ٢٣٤)۔

٣٣٩٥- عبدالرزاق عن سفيان الثوری عن عبدالله بن عثمان عن مجاهد، قال: سئل ابن عمر ﷺ عن الاستمناء، فقال: "ذٰلِكَ نَائِكُ نَفْسِهٖ"۔

٣٣٩٦- وعن: سفيان الثوری عن الاعمش عن ابی رزين عن ابی يحيى عن عباس: "اَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهٗ: اِنِّیْ اَعْبَثُ بِذَكَرِیْ حَتّٰی اُنْزِلَ قَالَ: اُفٍّ نِكَاحُ الْاَمَةِ خَيْرٌ مِّنْهُ۔ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنَ الزِّنَا"۔ ذكره ابن حزم فی المحلی۔ وقال: الاسانيد عن ابن عباس و ابن عمر فی كلا القولين مغموزة۔

٣٣٩٧- عبدالرزاق نا ابن جريج اخبرنی ابراهيم بن ابی بكر عن رجل عن ابن عباس: انه قال: "وَمَا هُوَ اِلَّا اَنْ يَّعْرُكَ اَحَدُكُمْ زُبَّهٗ حَتّٰی يُنْزِلَ الْمَاءُ"۔

کرنے والا، (۵) انتہائی جھوٹا اکڑ پھکڑ والا، (۶) تنگدست کو تنگ کرنے والا، (یعنی تنگدست مقروض کو بار بار پریشان کرنے والا)، (۷) اپنے والدین کو تکلیف پہنچانے والا کہ وہ فریاد پر مجبور ہو جائیں (کنز العمال) اسے ابن جریر نے اپنی تہذیب میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: چونکہ اپنے ہاتھ سے منی نکالنے والے پر وعید سنائی گئی ہے اور وعید ترک واجب پر ہی ہوتی ہے اور ترک واجب حرام ہے لہٰذا اپنے ہاتھ سے منی نکالنا حرام ہے۔

۳۳۹۵۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے ہاتھ سے منی نکالنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ایسا کرنے والا تو بیوقوف ہی ہے (مصنف عبدالرزاق)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اپنے ہاتھ سے منی نکالنا مکروہ تحریمی ہے۔

۳۳۹۶۔ ابو یحییٰ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عباسؓ سے عرض کیا کہ میں اپنے 'ذکر' سے کھیلتا ہوں، حتیٰ کہ انزال ہو جاتا ہے تو حضرت عباسؓ نے فرمایا افسوس ہے، باندی سے نکاح کر لینا اس سے بہتر ہے اور یہ زنا سے بہت بہتر ہے (محلی لابن حزم)

۳۳۹۷۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اپنے ہاتھ سے منی نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے 'ذکر' کو ملے، حتیٰ کہ انزال ہو جائے۔ (مصنف عبدالرزاق)

۳۳۹۸- عن قتادة عن رجل عن ابن عمر، انه قال: "اِنَّمَا هُوَ عَصَبٌ تَدْلُكُهُ"- رواه ابن حزم فی "المحلی" (۱۱:۳۹۳)- و فیهما کما تری مجهول-

۳۳۹۹- عن قتادة: وَقَالَ الْحَسَنُ فِیْ الرَّجُلِ یَسْتَمْنِی یَعْبَثُ بِذَکَرِهٖ حَتّٰی یُنْزِلَ، قَالَ: "کَانُوْا یَفْعَلُوْنَهٗ فِیْ الْمَغَازِیْ"-

۳۴۰۰- قال قتادة: وَقَالَ الْحَسَنُ فِیْ الرَّجُلِ یَسْتَمْنِی یَعْبَثُ بِذَکَرِهٖ حَتّٰی یُنْزِلَ، قَالَ: "کَانُوْا یَفْعَلُوْنَهٗ فِیْ الْمَغَازِیْ"-

۳۴۰۱- وعن جابر بن زید ابی الشعثاء، قال: هُوَ مَاؤُكَ فَاَهْرِقْهُ یَعْنِیْ الْاِسْتِمْنَاءَ-

۳۴۰۲- وعن مجاهد قال: "کَانَ مَنْ مَضٰی یَأْمُرُوْنَ شَبَابَهُمْ بِالْاِسْتِمْنَاءِ یَسْتَعِفُّوْنَ بِذٰلِكَ"-

۳۴۰۳- قال عبدالرزاق وذکره معمر عن ایوب السختیانی او غیره عن مجاهد عن الحسن: "اَنَّهٗ کَانَ لَا یَرٰی بَأْسًا بِالْاِسْتِمْنَاءِ"-

۳۴۰۴- وعن عمرو بن دینار: "مَا اَرٰی بِالْاِسْتِمْنَاءِ بَأْسًا"- ذکره ابن حزم ایضا- وقال: الکراهة صحیحة عن عطاء، والاباحة المطلقة صحیحة عن الحسن، وعن عمرو بن دینار،

۳۳۹۸- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ (عضو مخصوص) تو ایک پٹھہ ہے جسے تو ملتا ہے (محلی ابن حزم)۔

۳۳۹۹- علاء اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ غزوات میں استمناء کرتے تھے یعنی ایک آدمی اپنے عضو مخصوص کو ملتا تھا یہاں تک کہ انزال ہو جاتا۔

۳۴۰۰- قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؒ نے استمناء کرنے والے آدمی (یعنی جو آدمی اپنے عضو مخصوص سے کھیلتا ہے حتی کہ انزال ہو جاتا ہے) کے بارے میں فرمایا کہ لوگ یہ عمل غزوات میں کرتے تھے۔

۳۴۰۱- جابر بن زید ابوالشعثاءؒ فرماتے ہیں کہ یہ تیرا پانی ہے پس اسے بہا یعنی استمناء بالید کر۔

۳۴۰۲- مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ گزشتہ زمانے کے لوگ اپنے جوانوں کو استمناء بالید کا حکم کرتے تھے تاکہ وہ اس طرح زنا سے بچ جائیں۔

۳۴۰۳- مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت حسنؒ استمناء بالید کو برا نہیں سمجھتے تھے (عبدالرزاق)

۳۴۰۴- عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں استمناء بالید کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (محلی ابن حزم)۔ ابن حزم فرماتے ہیں کہ صحت کے ساتھ عطاء سے کراہت ثابت ہے اور حسن، عمرو بن دینار، زیاد بن ابی العلاء اور مجاہد سے اباحت۔

وعن زیاد ابی العلاء، وعن مجاهد- ورواه من رواه من هؤلاء عمن ادرکوا، وهؤلاء کبار التابعین لا یکادون یروٰن الا عن الصحابة اهـ-

باب حرمة السحاق بین النساء

۳٤۰۵- عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: "لَا یَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَۃِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْاَۃُ اِلٰی عَوْرَۃِ الْمَرْاَۃِ، وَلَا یُفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا تُفْضِی الْمَرْاَۃُ اِلَی الْمَرْاَۃِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ- رواه مسلم(المحلی ۱۱:۳۹۱)-

۳٤۰٦- نا ابو الاحوص عن منصور بن المعتمر عن ابی وائل عن شقیق بن سلمة عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، قال: "نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ تُبَاشِرَ الْمَرْاَۃُ الْمَرْاَۃَ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ"، الحدیث- رواه ابن ابی شیبة (المحلی ۱۱:۳۹۲) ورجاله رجال الصحیح-

۳٤۰۷- عن واثلة رضی اللہ عنہ، قال: قال رسولُ اللہ ﷺ : "اَلسِّحَاقُ بَیْنَ النِّسَاءِ زِنًا بَیْنَهُنَّ"- رواه الطبرانی ورواه ابو یعلی ولفظه: "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: سِحَاقُ النِّسَاءِ بَیْنَهُنَّ زِنًا"- ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ٦:۲٥٦)-

---

فائدہ: عام حالات میں استمناء بالید مکروہ تحریمی ہے البتہ زنا سے بچنے کے لیے وقتی ضرورت کے تحت جائز ہے۔

باب عورتوں کے درمیان سحاق کے حرام ہونے کا بیان

فائدہ: سحاق کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنی شرمگاہ دوسری عورت کی شرمگاہ پر رگڑے۔

۳۴۰۵۔ ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مرد مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور نہ ہی عورت عورت کے ستر کو دیکھے اور دو مرد ایک ہی کپڑے میں ننگے ہو کر نہ سوئیں اور نہ ہی دو عورتیں ایک کپڑے میں سوئیں جبکہ وہ دونوں ننگی ہوں (مسلم)۔

۳۴۰۶۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دو عورتوں کے ایک ہی کپڑے میں ننگی حالت میں سونے سے منع فرمایا (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۳۴۰۷۔ واثلہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دو عورتوں کا آپس میں سحاق کرنا ایسے ہی ہے جیسے زنا کرنا (طبرانی)۔ ابو یعلی نے اس طرح روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کا سحاق کرنا زنا کے حکم میں ہے۔ اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۴۰۸- وعن انس بن مالك﷛، قال: قال رسولُ الله ﷺ: "إذَا إسْتَحَلَّتْ أُمَّتِیْ سِتًّا فَعَلَیْهِمُ الدِّمَارُ، إذَا ظَهَرَ فِیْهِمُ التَّلَاعُنُ، وَشَرِبُوا الْخُمُوْرَ، وَلَبِسُوْاالْحَرِیْرَ، وَاتَّخَذُوْا الْقِیَانَ، وَاكْتَفٰی النِّسَاءُ بِالنِّسَاءِ، وَالرِّجَالُ بِالرِّجَالِ"۔ رواہ الطبرانی فی "الاوسط"۔ وفیه عباد بن كثیر الرملی، وثقه ابن معین وغیرہ، وضعفه جماعة۔(مجمع الزوائد ۸:۳۳۲)۔

۳۴۰۹- ورواہ الطبرانی من طریق عتی السعدی عن ابن مسعود﷛ ایضا بلفظ "إنَّ مِنْ أعْلَامِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا أَنْ یَكْتَفِیَ الرِّجَالُ بِالرِّجَالِ، وَالنِّسَاءُ بِالنِّسَاءِ"۔ وفیه سیف بن مسكین وهو ضعیف (مجمع الزوائد ۸:۳۳۲)۔ قلت: ولا باس به فی المتابعات۔

اَبْوَابُ حِضَانَةِ الْوَلَدِ وَمَنْ اَحَقُّ بِهٖ

بَاب اَنَّ الْاُمَّ اَحَقُّ بِالْوَلَدِ بَعْدَ الطَّلَاقِ مَالَمْ تَنْكِحْ

۳۴۱۰- عن عبدالله بن عمرو﷛: "أَنَّ إمْرَأَةً قَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ! إنَّ ابْنِیْ هٰذَا كَانَ

۳۴۰۸۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب میری امت چھ (حرام) چیزوں کو حلال سمجھ لے گی تو تباہی و بربادی ان کا مقدر ہو جائے گی (وہ چھ چیزیں یہ ہیں) ۱۔جب ان کی ایک دوسرے پر لعن طعن عام ہو جائے ۲۔وہ شراب پینے لگ جائیں، ۳۔ریشم کا پہننے لگیں، ۴۔بچوں سے بدفعلی کرنے لگیں، ۵۔عورتیں عورتوں پر قناعت کرنے لگیں (یعنی سحاق عام ہو جائے)، ۶۔اور مرد مرد پر ہی قناعت کرنے لگے (یعنی لواطت عام ہو جائے)۔(طبرانی فی الاوسط) اس کے راوی ثقہ ہیں۔اور عباد بن کثیر رملی بھی مختلف فیہ ہے لہٰذا یہ حدیث کم از کم حسن ہے۔

۳۴۰۹۔ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ قیامت کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ مرد مردوں پر اکتفاء کریں گے اور عورتیں عورتوں پر قناعت کریں گی۔(یعنی سحاق اور لواطت عام ہوگی) (طبرانی) اس میں سیف بن مسکین ضعیف ہے۔لیکن میں کہتا ہوں کہ متابعات میں اس کا کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: سحاق کی صورت میں اگر درمیان میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو یہ بالاتفاق حرام ہے اور رکاوٹ ہونے کی صورت میں مکروہ تنزیہی ہے۔بہرحال سحاق قابل تعزیر جرم ہے۔

ابواب بچے کی پرورش کے بیان میں اور اس بیان میں کہ بچے کو لینے کا زیادہ حقدار کون ہے؟

باب طلاق کے بعد دوسرے نکاح سے قبل ماں بچے کی پرورش کی زیادہ حقدار ہے

۳۴۱۰۔ عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرا بیٹا ہے، زمانہ حمل میں میرا پیٹ اس کا

بَطْنِی لَهُ وِعَاءٌ، وَثَدْیِی لَهُ سِقَاءٌ، وَحِجْرِی لَهُ حِوَاءٌ، وَاِنَّ اَبَاهُ طَلَّقَنِی وَاَرَادَ اَنْ یَنْتَزِعَهُ مِنِّی- فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَنْتِ اَحَقُّ بِهٖ مَالَمْ تَنْكِحِی"- رواه ابوداود(۱:۳۱۷)- وسكت عنه- وصححه الحاكم(دراية ٢٣٤)-

٣٤١١- عن يحيى بن سعيد، انه قال: سمعت القاسم بن محمد يقول: "كَانَتْ عِنْدَ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ اِمْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَوَلَدَتْ لَهُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ- ثُمَّ اِنَّهُ فَارَقَهَا- فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قُبَاءَ فَوَجَدَ ابْنَهُ عَاصِمًا يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ- فَاَخَذَ بِعَضُدِهٖ فَوَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ عَلَى الدَّابَّةِ- فَاَدْرَكَتْهُ جَدَّةُ الْغُلَامِ، فَنَازَعَتْهُ اِيَّاهُ- حَتّٰى اَتَيَا اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقِ فَقَالَ عُمَرُ: اِبْنِي، وَقَالَتِ الْمَرْاَةُ: اِبْنِي- فَقَالَ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقِ: خَلِّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ-وقَالَ: فَمَا رَاجَعَهُ عُمَرُ الْكَلَامَ"- رواه الامام مالك فی "الموطا" ، ورجاله رجال الجماعة لكنه منقطع، فان القاسم لم يدرك عمر ﷺ-

٣٤١٢- حدثنا محمد بن بشر ثنا سعيد بن ابى عروبة عن قتادة عن سعيد بن

غلاف اور زمانہ رضاعت میں میرا سینہ اس کے پینے کا برتن اور میری گود اس کا ٹھکانہ تھی، اب اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور اس بچہ کو مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ تو ہی اس کی زیادہ حقدار ہے جب تک کہ تو کسی اور سے نکاح نہ کرے۔(ابوداؤد، باب من احق بالولد)۔ امام ابوداؤد نے اس سے سکوت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

۳۴۱۱۔ یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک انصاری عورت حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھی اس عورت سے حضرت عمرؓ کے بیٹے عاصم بن عمر پیدا ہوئے پھر حضرت عمرؓ نے اس سے جدائی اختیار کرلی (طلاق کے ذریعے) پھر کسی دن حضرت عمرؓ قباء مسجد میں تشریف لائے اور دیکھا کہ انکا بیٹا عاصم دوسرے بچوں کے ساتھ مسجد کے صحن میں کھیل رہا ہے تو اسے بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے سواری پر بٹھالیا۔ پھر (راستے میں) بچے کی نانی نے آپؓ کو دیکھ لیا تو بچے کے بارے میں آپ سے جھگڑا کرنے لگی۔ آخر کار دونوں ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عمرؓ نے فرمایا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور عورت نے کہا کہ میرا بیٹا ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے عمرؓ سے فرمایا کہ بچے اور عورت کے درمیان رکاوٹ نہ بنو (یعنی بچہ اسے دے دو) راوی کہتے ہیں کہ پھر کبھی حضرت عمرؓ نے اس بچے کے بارے میں بات نہیں کی (موطا مالک) اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں اور انقطاع مضر نہیں۔

۳۴۱۲۔ سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ جب عمرؓ نے عاصم کی ماں کو طلاق دی پھر عاصم کی ماں کے پاس آئے جب کہ عاصم

المسیب: ”اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ طَلَّقَ اُمَّ عَاصِمٍ، ثُمَّ اَتٰی عَلَیْهَا وَفِیْ حُجْرِهَا عَاصِمٌ، فَاَرَادَ اَنْ یَّاْخُذَهٗ مِنْهَا، فَتَجَاذَبَاهُ بَیْنَهُمَا حَتّٰی بَکَی الْغُلَامُ، فَانْطَلَقَا اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ، فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ بَکْرٍ: یَا عُمَرُ! مَسْحُهَا وَحُجْرُهَا وَرِیْحُهَا خَیْرٌ لَهٗ مِنْكَ حَتّٰی یَشُبَّ الصَّبِیُّ، فَیَخْتَارَ لِنَفْسِهٖ“۔ رواہ ابن ابی شیبة فی ”مصنفه“۔ (الزیلعی ۲:۵۲)۔ ورجاله رجال الجماعة۔

اس کی گود میں تھا۔ حضرت عمرؓ نے عاصم کو اس کی ماں سے لینا چاہا اور دونوں نے اپنی طرف بچے کو کھینچنے کی کوشش کی تو بچہ رو پڑا۔ اس کے بعد وہ دونوں ابوبکرؓ کے پاس (مقدمہ لے کر) حاضر ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اے عمر! ماں کا چھونا اس کی گود اور اس کی بو بچے کے لیے تیری نسبت زیادہ بہتر ہے۔ ہاں جب بچہ جوان ہو جائے تو اپنے لیے جس کا چاہے انتخاب کرے (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔

فائدہ: حتی یشب الصبی (یہاں تک کہ بچہ جوان ہو جائے) سے مراد یہ ہے کہ وہ حضانت اور پرورش سے بے نیاز ہو جائے۔ لہٰذا اب قولِ صدیق اکبر احناف کے قول ”کہ باپ سات سال کے بعد لے سکتا ہے“ کے معارض نہیں (ھکذا قال الطحاوی فی مشکل الآثار) اس طرح حدیث صحیح ”مروا اولادکم بالصلواۃ اذا بلغوا سبعاً واضربوھم علیھا اذا بلغوا عشرا الخ“ میں اولیاء کو اس بات کا حکم ہے کہ وہ اپنی اولاد کو احکام دین کا حکم کریں اور یہ بھی مرد عصبہ کے سپرد ہے نہ کہ عورت عصبہ کے۔ لہٰذا اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ سات سال کے بعد بچے کا باپ حقدار ہے۔ اسی طرح یہ مشاہدہ کی چیز ہے کہ جب بچہ سات یا دس سال کا ہو جائے تو ماں کی گود اس کے لیے بہتر نہیں ہوتی بلکہ اب باپ کی گود اس کے لیے بہتر ہوتی ہے البتہ بچی کے لیے ماں کی گود اس کے بالغ ہونے تک بہتر ہے۔ الغرض سات سال کے ہونے پر بچہ کو اس بات کا اختیار نہ ہوگا کہ والدین میں سے جس کو چاہے منتخب کر لے۔ اسی طرح حدیثِ حضانۃ بنت حمزہ بھی تخییر کو باطل کرتی ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے حضانہ کو جعفر کے سپرد کر دیا اور حضانہ کو اختیار نہ دیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کا قول ”انت احق به مالم تنکحی“ بھی تخییر صبی کو باطل کرتا ہے اس لیے کہ اگر آپ ﷺ بچہ کو اختیار دیتے تو پھر ماں زیادہ حقدار نہ ہوتی الا یہ کہ بچہ اسے اختیار کرے۔ باقی مصنف ابن ابی شیبہ میں ابوہریرہؓ کی حدیث کہ آپ نے بچہ سے فرمایا کہ ماں باپ میں سے جس کو چاہے پسند کر لے اور ابوداؤد میں رافع بن سنان سے مروی حدیث کہ آپ ﷺ نے ماں کو ایک جانب اور باپ کو دوسری جانب اور بچی کو درمیان میں بٹھایا پھر والدین سے فرمایا کہ اسے بلاؤ۔ پس بچی ماں کی طرف مائل ہوئی پھر آپ ﷺ نے دعاء فرمائی ”اللھم اھدھا“ تو پھر بچی باپ کی طرف مائل ہوئی اور باپ نے اسے لے لیا تو ان کا جواب یہ ہے کہ یہ اسہام ان کی باہمی رضامندی سے تھی۔ اس بنا پر نہیں کہ یہ حکم شرعی تھا اور اسی طرح تخییر بھی والدین کی باہمی رضامندی سے تھا۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ماں بچے کی پرورش کی زیادہ حقدار ہے۔

بَاب اَنَّ الْخَالَةَ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ وَلَا يَسْقُطُ حَقُّ الْحِضَانَةِ
لِمَنْ ثَبَتَ لَهَا بَعْدَ نِكَاحِهَا بِذِى رَحْمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْوَلَدِ

٣٤١٣- عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ: "أَنَّ اِبْنَةَ حَمْزَةَ اِخْتَصَمَ فِيْهَا عَلِىٌّ رضی اللہ عنہ وَجَعْفَرٌ رضی اللہ عنہ وَزَيْدٌ رضی اللہ عنہ، فَقَالَ عَلِىٌّ رضی اللہ عنہ: اَنَا اَحَقُّ بِهَا هِىَ اِبْنَةُ عَمِّىْ- وَقَالَ جَعْفَرٌ: بِنْتُ عَمِّى وَخَالَتُهَا تَحْتِىْ- وَقَالَ زَيْدٌ: اِبْنَةُ اَخِىْ فَقَضٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِخَالَتِهَا- وَقَالَ: اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ"- متفق عليه-(نيل الاوطار ٦:٢٦٨)-

٣٤١٤- حدثنا ابن جريج حدثنا ابو الزبير عن رجل صالح من اهل المدينة عن ابى سلمة بن عبدالرحمن، قال: "كَانَتْ اِمْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ تَحْتَ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَقُتِلَ عَنْهَا يَوْمَ اُحُدٍ وَلَهُ مِنْهَا وَلَدٌ، فَخَطَبَهَا عَمُّ وَلَدِهَا وَرَجُلٌ آخَرُ اِلٰى اَبِيْهَا- فَاَنْكَحَ الْآخَرَ، فَجَاءَتْ اِلَى النَّبِىِّ ﷺ، فَقَالَتْ: اَنْكَحَنِىْ اَبِىْ رَجُلًا لَا اُرِيْدُهُ وَتَرَكَ عَمَّ وَلَدِىْ، فَاَخَذَ مِنِّىْ وَلَدِىْ- فَدَعَا

باب۔ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے اور جس عورت کے لیے پرورش کا حق ثابت ہو جائے اور پھر وہ عورت بچے کے ہی کسی قرابتدار سے نکاح کر لے تو اس کا حق حضانت ختم نہیں ہوگا

۳۴۱۳۔ براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت زیدؓ نے حمزہ کی بیٹی کے بارے میں جھگڑا کیا (یعنی ہر ایک نے کہا کہ وہ اس کی پرورش کا زیادہ حقدار ہے) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ جعفرؓ نے فرمایا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے نیز اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے اور زیدؓ نے فرمایا کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ پس حضور ﷺ نے اس کی خالہ کے لیے اس بچی کا فیصلہ فرمایا اور فرمایا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خالہ پرورش کے حکم میں ماں کی طرح ہے۔ اور اسی طرح اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس عورت کا حق حضانت و پرورش ختم نہیں ہوتا جو اہل حضانت سے شادی کر لے اگر چہ وہ خاوند غیر ذی رحم محرم ہو۔

۳۴۱۴۔ ابو سلمہ بن عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ ایک انصاری عورت ایک انصاری مرد کے نکاح میں تھی کہ وہ خاوند احد کی جنگ میں شہید کر دیے گئے اور اس خاوند کا اس عورت سے ایک بچہ بھی تھا۔ پھر اس بچے کے چچا (یعنی دیور) نے اور ایک دوسرے آدمی نے عورت کے لیے اس کے باپ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، تو اس کے باپ نے اس عورت کا نکاح (دیور کے بجائے) دوسرے آدمی سے کر دیا پھر وہ عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے والد نے میرا نکاح ایسے آدمی سے کر دیا ہے جسے میں نہیں چاہتی اور

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبَاهَا۔ فَقَالَ: اَنْتَ الَّذِیْ لَا نِکَاحَ لَکَ اِذْهَبِیْ فَانْکِحِیْ عَمَّ وَلَدِكِ"۔ اخرجه عبدالرزاق فی مصنفه۔ وهذا سند حسن صالح للاحتجاج به کما فصله ابن القیم فی "زاد المعاد"۔ (۲:۳۲۶)۔

اَبْوَابُ النَّفَقَةِ

بَابٌ تَقَدُّمِ نَفَقَةِ الزَّوْجَةِ عَلٰی نَفَقَةِ غَیْرِهَا

۳۴۱۵- عن ابی هریرة ﷺ،قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "دِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ رَقَبَةٍ وَدِیْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰی مِسْکِیْنٍ، وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِكَ، اَعْظَمُهَا اَجْرًاالَّذِیْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِكَ"۔ رواه مسلم(۱:۳۲۲)۔

۳۴۱۶- عن جابر ﷺفی حدیث مرفوع طویل: " اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَیْهَا، فَاِنْ فَضَلَ شَیْءٌ فَلِاَهْلِكَ، فَاِنْ فَضَلَ عَنْ اَهْلِكَ شَیْءٌ فَلِذِیْ قَرَابَتِكَ، فَاِنْ فَضَلَ عَنْ ذِیْ قَرَابَتِكَ

میرے بیٹے کے چچا سے میرا نکاح نہیں کیا۔اس لیے میرے دیور نے مجھ سے میرا بیٹا لے لیا ہے،اس پر آپ ﷺ نے اس کے باپ کو بلایا اور فرمایا کہ تجھے نکاح کرنے کا کوئی اختیار نہیں (اور اس عورت سے فرمایا) کہ جا اور اپنے بیٹے کے چچا (یعنی دیور) سے نکاح کر۔(مصنف عبدالرزاق) اس کی سند حسن اور حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ماں بچے کے قرابتدار کے علاوہ کسی اور سے نکاح کرلے تو ماں کے لیے پرورش کا حق ختم ہوجاتا ہے۔اور اگر وہ بچے کے کسی قرابتدار سے نکاح کرے تو پرورش کا حق باقی رہتا ہے۔

نفقہ کے ابواب

باب بیوی کا نفقہ دوسرے نفقات پر مقدم ہے

۳۴۱۵۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک اشرفی تو نے کسی غلام کو آزاد کرانے میں خرچ کی۔اور ایک اشرفی تو نے کسی مسکین کو دی اور ایک اشرفی تو نے اپنے گھر والوں پر خرچ کی تو ثواب کے اعتبار سے وہ اشرفی بڑھے گی جو تو نے اپنے گھر والوں پر خرچ کی (مسلم باب فضل صدقۃ علی العیال والمملوک الخ)

۳۴۱۶۔ جابرؓ سے ایک طویل مرفوع حدیث میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پہلے اپنی ذات پر خرچ کر پھر اگر کچھ بچے تو اپنے گھر والوں پر خرچ کر۔پھر اگر کچھ بچے تو اپنے قرابتداروں پر خرچ کر۔پھر اگر بچے تو ادھر ادھر خرچ کر۔یعنی آپ ﷺ نے آگے، پیچھے،

ـيْءٌ فَهٰكَذَا وَهٰكَذَا- يَقُوْلُ: فَبَيْنَ يَدَيْكَ وَعَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ"- رواه مسلم (السابق)

بَاب يُعْتَبَرُ حَالُ الزَّوْجِ فِيْ النَّفَقَةِ

۳٤۱۷- عن معاوية القشيری ﷺ قال: "أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ: قَالَ فَقُلْتُ: مَا تَقُوْلُ فِيْ ـساءِنَا؟ قَالَ: أَطْعِمُوْهُنَّ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ، وَاكْسُوْهُنَّ مِمَّا تَكْتَسُوْنَ، وَلَا تَضْرِبُوْهُنَّ وَلَا تُقَبِّحُوْهُنَّ"- رواه ابوداود والنسائي وابن ماجة والحاكم وابن حبان وصححاه، وعلق البخاری طرقا منه، وصححه الدارقطنی فی "العلل" (نيل الاوطار ٦:٢٦١)-

ـیں اور بائیں اشارہ فرمایا کہ ان پر خرچ کر (مسلم ایضاً)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اپنی ذات کے بعد بیوی کا خرچ باقی تمام خرچوں پر مقدم ہے۔

فائدہ: مغنی میں موفق فرماتے ہیں کہ بیوی کا نفقہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع سے ثابت ہے۔ رہی کتاب اللہ سے ثبوت تو اللہ پاک کا ارشاد ﴿لينفق ذو سعة من سعته﴾ اور ارشاد ربانی ﴿قد علمنا ما فرضنا عليهم في ازواجهم﴾ اور رہا ـت سے ثبوت تو مسلم اور ابوداؤد میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک روز خطبہ میں فرمایا ﴿اتقوا الله في ـساء...... ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف﴾ اور اسی طرح ترمذی میں عمرو بن الاحوص سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿وحقهن عليكم ان تحسنوا اليهن في كسوتهن وطعامهن﴾ اسی طرح بخاری و مسلم میں ہے کہ ہند حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ابوسفیان کنجوس آدمی ہے، بقدر کفایت نفقہ بھی نہیں دیتا تو آپ ﷺ نے فرمایا "خذي ما يكفيك وولدك بالمعروف" اور رہا اجماع سے ثبوت تو اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ بیویوں کا نفقہ ان کے خاوندوں پر واجب ہے مگر ـنافرمان بیوی کا نفقہ واجب نہیں۔

باب نفقہ میں خاوند کی مالی حیثیت کا اعتبار ہے

۳۴۱۷۔ معاویہ قشیریؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ہماری عورتوں کے بارے میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جیسا تم کھاتے ہو ویسا ہی ان کو کھلاؤ اور جیسا تم پہنتے ہو ویسا ہی انہیں پہناؤ۔ انہیں مت مارو اور نہ ہی انہیں برا بھلا کہو۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان)۔ حاکم اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور امام بخاری نے بھی اس کا ایک حصہ تعلیقاً بیان کیا ہے۔ اور دارقطنی نے علل میں اس کی تصحیح کی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت پر نفقہ کرنے میں مرد کی مالی حیثیت کا اعتبار ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ ﴿لينفق ذو سعة من سعته و من قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفسا الا ما آتاها (الطلاق)﴾ یعنی

بَابُ أَنَّ الْمُطَلَّقَةَ الْمَبْتُوتَةَ لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ

۳۴۱۸- نا عثمان بن احمد الدقاق ناعبدالملك بن محمد ابو قلابة نا ابی نا حرب بن ابی العالية عن ابی الزبير عن جابرؓ عن النبی ﷺ، قال: "اَلْمُطَلَّقَةُ ثَلَاثًا لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ"- رواه الدارقطنی فی سننه(۲:۴۳۳)- قلت: كلهم ثقات على اختلاف فی بعضهم وسياتی بيانه فی الحاشية، وكلهم رجال مسلم الا الاول والثانی-

۳۴۱۹- حدثنا نصر بن مرزوق و سليمان بن شعيب قالا: ثنا الخصيب بن ناصح قال: ثنا حماد بن سلمة عن حماد عن الشعبی عن فاطمة بنت قيس رضی الله عنها: "انّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، فَاَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: لَا نَفَقَةَ لَكِ وَلَا سُكْنٰى"- قَالَ: فَاَخْبَرْتُ بِذٰلِكَ النَّخْعِيَّ، فَقَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ: لَسْنَا بِتَارِكِيْ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِقَوْلِ اِمْرَاَةٍ لَعَلَّهَا اَوْهَمَتْ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "لَهَا السُّكْنٰى

مالدار اپنی وسعت کے مطابق اور غریب اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے اور یہی ظاہر الروایہ ہے۔

باب مطلقہ بائنہ کے لیے (عدت کے اندر) رہائش اور نان ونفقہ واجب ہے

۳۴۱۸۔ جابرؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں اس کے لیے رہائش بھی ہے اور نفقہ بھی (دارقطنی) میں کہتا ہوں کہ سوائے پہلے اور دوسرے راوی کے باقی تمام راوی مسلم کے راوی ہیں اور وہ دونوں مختلف فیہ ہیں۔لہٰذا حدیث قابل استدلال ہے۔

۳۴۱۹۔ فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے کہ ان کے خاوند نے اسے تین طلاقیں دے دیں تو وہ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپﷺ نے فرمایا کہ "تیرے لیے نہ رہائش ہے اور نہ ہی نان ونفقہ"۔راوی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات نخعی سے کہی تو انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت عمرؓ کو (فاطمہ بنت قیس کی) یہ بات کہی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک عورت کی بات کی وجہ سے قرآن کی آیت اور نبی کریمﷺ کے فرمان کو نہیں چھوڑ سکتے۔کیونکہ کوئی بعید نہیں کہ یہ عورت بھول گئی ہو۔میں نے خود حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی جائیں اس کے لیے رہائش بھی ہے اور نان ونفقہ بھی (طحاوی)۔اس کی سند منقطع ہے لیکن نخعی کے مراسیل میں سے ہے اور مرسل نخعی جماعت کے ہاں حجت ہے اور مسلم اور طحاوی نے بطریق اسود عن عمر بھی اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے لیکن اس میں سمعت رسول اللهﷺ الخ کا اضافہ نہیں ہے۔

النفقة"۔ رواه الطحاوی(۳۹:۲) وسنده منقطع ولکنه من مرسلات النخعی وهی صحیحة سند جماعة۔ وقد رواه مسلم والطحاوی بطریق الاسود عن عمر ایضا نحوه سواء غیر زیادة التی فی آخره: سمعت رسول الله ﷺ الخ۔

۳٤۲۰- عن ابی اسحاق قال: "کنت مع الاسود بن یزید جالسا فی المسجد لاعظم ومعنا الشعبی، فحدث الشعبی بحدیث فاطمة بنت قیس: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ یجعلْ لَهَا سُکْنٰی وَلَا نَفَقَةً، ثُمَّ اَخذَالْاَسْوَدُ کَفًّا مِنْ حِصًی فَحَصَبَهٗ بِهٖ، فَقَالَ: وَیْلَكَ تُحَدِّثُ بمثلِ هذَا؟ قَالَ عُمَرُ: لَا نَتْرُكُ کِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِیِّنَا ﷺ لِقَوْلِ اِمْرَاَةٍ، لَا نَدْرِیْ لَعَلَّهَا حَفِظَتْ اَوْ نسیتْ، لَهَا السُّکْنٰی وَالنَّفَقَةُ۔ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ:﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُیُوْتِهِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ﴾-رواه مسلم (۱:٤۸۵)۔

۳٤۲۱- عن عائشة رضی اللّٰه عنہا، انہا قالت: "مَالِفَاطِمَةَ خَیْرٌ اَنْ تَذْکُرَهذَا تَعْنِیْ

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ اصل حدیث سند متصل کے ساتھ ثقہ راویوں کے ذریعے ثابت ہے سوائے اس زیادتی کے جو ابراہیم نخعی نے عمرؓ سے روایت کیا ہے یعنی "سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لہا السکنی والنفقۃ"۔ اور ابراہیم نخعی کی زیادتی والی حدیث کے راوی بھی تمام ثقہ ہیں البتہ ارسال ہے لیکن آپ بارہا جان چکے ہیں کہ ارسال نخعی مضر نہیں۔ لہٰذا یہ حدیث مع زیادتی کے قابل استدلال ہے۔

۳۴۲۰۔ ابواسحاق فرماتے ہیں کہ میں اسود بن یزید کے ساتھ بڑی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ شعبی بھی تھے۔ تو شعبی نے فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ نے نہ اسے گھر دلوایا اور نہ خرچہ۔ اس پر اسود نے مٹھی بھر کنکریاں اٹھائیں اور شعبیؒ کی طرف پھینکیں اور کہا افسوس تم بھی ایسی بات کرتے ہو حالانکہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ ہم ایک عورت کی بات کی وجہ سے اللہ کی کتاب اور نبی ﷺ کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے بات کو یاد رکھا یا بھول گئی۔ تین طلاق والی عورت کے لیے رہائش بھی ہے اور نفقہ بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ان کو ان کے گھروں سے مت نکالو اور نہ ہی وہ خود نکلیں۔ ہاں اگر وہ کسی کھلی بے حیائی (زنا) کا ارتکاب کریں (تو تم انہیں نکال سکتے ہو) (مسلم، باب المطلقۃ البائن لانفقۃ لھا الخ)

۳۴۲۱۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ کو یہ بات کہنا زیبا نہیں دیتا کہ تین طلاق والی عورت کے لیے نہ رہائش ہے اور نہ نفقہ (مسلم، باب سابق)۔

فائدہ: مطلقہ رجعیہ اور مطلقہ بائنہ حاملہ کے لیے باتفاق ائمہ اربعہ نفقہ و سکنی واجب ہے البتہ مطلقہ بائنہ غیر حاملہ میں امام اعظم

قَوْلَهَا: لَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةَ"۔ رواه مسلم (۱:۴۸۵)۔

بَابُ النَّفَقَةِ عَلَى الْاَقَارِبِ

۳۴۲۲- حدثنا محمد بن عیسی نا الحارث بن مرة نا کلیب بن سنفعة عن جده: "اَنَّهٗ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ اَبَرُّ؟ قَالَ: اُمَّكَ وَاَبَاكَ وَاُخْتَكَ وَاَخَاكَ، وَمَوْلَاكَ الَّذِيْ يَلِيْ ذٰلِكَ حَقًّا وَاجِبًا وَرَحِمًا مَوْصُوْلَةً"۔ رواه ابوداود(۲:۳۵۲)، وسکت عنه۔ و فی "نیل

ابوحنیفہؒ کے ہاں دونوں واجب ہیں۔مذکورہ بالا دلائل کے ساتھ ساتھ درج ذیل دلائل سے بھی احناف کا مذہب ثابت ہوتا ہے (۱) وللمطلقات متاع بالمعروف(البقرہ) (۲)اذا طلقتم النساء لا تخرجوھن من بیوتھن (طلاق)۔(۳) اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم تو یہ آیات ثلثہ تمام قسم کی مطلقات کو شامل ہیں خواہ وہ مطلقہ رجعیہ ہو یا غیر رجعیہ، بائنہ حاملہ ہو یا بائنہ غیر حاملہ۔(۴) دارقطنی میں حضرت جابرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ المطلقة ثلثا لها السكنى و النفقة الغرض ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ عدت کے اندر خاوند کے لیے ضروری ہے کہ مطلقہ بائنہ کو رہائش بھی دے اور نان ونفقہ بھی۔ باقی صحاح ستہ میں مروی حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دیدیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے لیے نہ رہائش ہے اور نہ نفقہ تو اس کا (۱) پہلا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ وحضرت عمرؓ کے جرح وانکار کی وجہ سے یہ حدیث مطعون ہے اور مذکورہ بالا دلائلِ احناف کے مقابلہ میں حجت نہیں۔(۲) اسی طرح حضرت زید بن ثابت، حضرت اسامہؓ اور حضرت جابرؓ سے بھی اس روایت پر جرح منقول ہے۔(۳) یہ حدیث مؤول ہے۔خاص حالات کی وجہ سے آپ ﷺ نے سکنی اور نفقہ کی نفی فرمائی۔ حضرت سعید بن میسبؒ سے منقول ہیں کہ فاطمہ بنت قیس طائل اللسان تھیں (ابوداود، طحاوی) اور طول لسان ایک قسم کا نشوز ہے اور ناشزہ نفقہ کی حقدار نہیں ہوتی۔(۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں فاطمہ مکان وحشی میں تھی۔اور اردگرد کے ماحول سے آپ پر خوف تھا اس لیے آپ کو خاوند والے مکان سے منتقل ہونے کی اجازت دی گئی (بخاری، ابوداود)(۵) فاطمہ کا خاوند غائب تھا اور اس کا مال موجود نہ تھا۔لہٰذا آپ نے غائب کے خلاف فیصلہ نہ دیا۔الغرض نفقہ وسکنی کی نفی فاطمہ کے خاص حالات کی وجہ سے تھی (مرقاۃ ج۳ص ۳۲۸ اور جز ج۳ص ۴۱۰)۔(۶) بعض روایات میں ہے کہ فاطمہ کے خاوند کے وکیل نے کچھ نفقہ پیش کیا لیکن فاطمہ نے قلت کی وجہ سے رد کر دیا اور زائد کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے زائد کی نفی کی (نہ کہ اصلِ نفقہ کی) (العرف الشذی ج۱ص ۲۲۱)

باب قرابت داروں پر بھی نفقہ واجب ہے

۳۴۲۲۔ حضرت کلیب بن منفعہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، اپنے باپ کے ساتھ اور اپنی بہن اور اپنے بھائی کے ساتھ۔اور اپنے آزاد کرنے والے کے ساتھ جس کا حق واجب ہے۔اور جس سے صلہ رحمی اور قرابت داری ہے (ابوداود، باب فی

وطار"(٦:٢٦٧)- "ورجال اسناد ابى داود لا باس بهم"-

٣٤٢٣- عن المقدام بن معديكرب: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: "إِنَّ اللّٰهَ يُوْصِيْكُمْ بِأُمَّهَاتِكُمْ ثُمَّ يُوْصِيْكُمْ بِآبَائِكُمْ، ثُمَّ بِالْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ"، اخرجه البيهقى باسناد حسن (التلخيص الحبير ٢:٣٣٤)-

٣٤٢٤- عن عائشة رضى الله عنها مرفوعا: أَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلَى الْمَرْأَةِ زَوْجُهَا، وَأَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلَى الرَّجُلِ أُمُّهُ- رواه الحاكم فى المستدرك واسناده صحيح (الجامع الصغير ١:٤٠)-

٣٤٢٥- عن طارق المحاربى رضی اللہ عنہ قال: "قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ النَّاسَ، وَهُوَ يَقُوْلُ يَدُ الْمُعْطِيْ الْعُلْيَا، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ أُمَّكَ وَأَبَاكَ- وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ"- رواه النسائى وابن حبان والدارقطنى وصححاه (نيل الاوطار ٦:٢٦٧)-

٣٤٢٦- قال ابوبكر البزار: ومن صحيح هذا الباب حديث ذكره بقى بن مخلد،

(والدين)۔ اور ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس کی سند قابل گرفت نہیں۔

۳۴۲۳۔ مقدام بن معدیکرب فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم کرتے ہیں اپنی ماؤں کے ساتھ حسن سلوک کا، پھر اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک کا۔ پھر جو قریبی رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک کا، اس کے بعد جو قریبی رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک کا (بیہقی) اس کی سند حسن ہے۔

۳۴۲۴۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورت پر لوگوں میں سے سب سے زیادہ حقدار اس کا خاوند ہے۔ اور مرد پر لوگوں پر سب سے زیادہ حقدار اس کی ماں ہے (مستدرک حاکم) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۴۲۵۔ طارق محاربیؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو حضور ﷺ منبر پر کھڑے لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ دینے والے کا ہاتھ اونچا ہوتا ہے اور خرچ ان لوگوں سے شروع کر جن کی معاش کا تو کفیل ہے یعنی اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بہن، اپنے بھائی پھر جو تیرے قریبی ہو اور پھر جو تیرے قریبی ہو (نسائی باب ٦ تھما الید العلیا، ابن حبان، دارقطنی) ابن حبان اور دارقطنی نے اس کی تصحیح کی ہے۔

۳۴۲۶۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا مال بھی ہے اور میری اولاد بھی ہے اور میرا باپ کسی ضرورت کے تحت میرا مال لینا چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ ہی کا ہے (ابن ماجہ)۔ فتح القدیر میں ہے

فقال: ثنا هشام بن عمار ثنا عيسى بن يونس ثنا يوسف بن اسحاق بن ابى اسحاق عن محمد بن المنكدر عن جابرؓ: "أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ......!إِنَّ لِيْ مَالًا وَوَلَدًا، وَإِنَّ أَبِيْ يُرِيْدُ أَن يَجْتَاحَ مَالِيْ، قَالَ: أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيْكَ"۔ واخرجه ايضا ابن ماجة فى سننه عن هشام بن عمار بسنده المذكور۔(الجوهر النقى،۲:۱٤۵)۔ و فى فتح القدير(۵:۳۷): "رواه ابن ماجة بسند صحيح نص عليه ابن القطان والمنذرى"۔

۳٤۲۷- عن عائشة رضى الله عنها مرفوعا: "إِنَّ أَوْلَادَكُمْ هِبَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى لَكُمْ ﴿يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُوْرَ﴾، فَهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ هِبَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى لَكُمْ إِذَا احْتَجْتُمْ إِلَيْهَا"۔ رواه الحاكم فى "المستدرك"(كنز العمال ۸:۲۸۲)۔ واسناده صحيح على قاعدة العلامة السيوطى، و فيه كلام غير مضر على قاعدتنا مذكور فى "التخليص الحبير"(۲:۳۳٤)۔

۳٤۲۸- عن قيس بن ابى حازم: "جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى أَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ، فَقَالَ: إِنَّ أَبِيْ يُرِيْدُ

کہ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: انت ومالک لابیک کا مطلب یہ ہے کہ اگر باپ اپنے بیٹے کے مال کا محتاج ہو تو بقدر ضرورت بغیر فضول خرچی کے بیٹے کے مال میں سے لے سکتا ہے۔ اور یہی احناف کا مذہب ہے اور ابوبکر صدیقؓ نے بھی اسی کے ساتھ اس کی تفسیر کی ہے اور وہ بطور حجت کافی ہیں۔

۳۴۲۷۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تمہاری اولاد تمہارے لیے اللہ کا عطیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جسے چاہتے ہیں بچی دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں بچہ دیتے ہیں پس وہ (تمہاری اولاد) اور ان کا مال تمہارا ہے۔ جب تمہیں ان کے مال کی احتیاج ہو (مستدرک حاکم) علامہ سیوطی کے قاعدہ پر اس کی سند صحیح ہے۔

۳۴۲۸۔ قیس بن ابی حازم سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا باپ کسی ضرورت کی وجہ سے میرا تمام مال لے لینا چاہتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا وہ مال تیرے باپ ہی کا ہے۔ تیرے لیے تو اتنا ہی مال ہے جو تیری ضروریات کے لیے کافی ہو۔ اس نے کہا اے نبی کریم ﷺ کے خلیفہ! کیا حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ آپؓ نے فرمایا ہاں اور حضور ﷺ کی اس سے مراد نفقہ ہے۔ لہٰذا تجھے بھی اس پر راضی ہو جانا چاہیے کہ جس پر اللہ راضی ہے (طبرانی)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قریبی رشتہ داروں کا نان ونفقہ بھی مرد کے ذمہ ہے۔

ن يَأخُذَ مَالِيْ كُلَّهُ لِحَاجَتِهِ، فَقَالَ لِابْنِهِ: إِنَّمَا لَكَ مِنْ مَالِهِ مَا يَكْفِيْكَ، فَقَالَ: يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَلَيْسَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيْكَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، وَإِنَّمَا يَعْنِي بِذٰلِكَ النَّفَقَةَ، إِرْضَ مَا رَضِيَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ"۔ رواه الطبرانی فی "الاوسط" والبیهقی(کنزالعمال ۸:۳۰۸)۔

بَاب النَّفَقَةُ عَلَى الْوَارِثِ وَالْإِجْبَارُ عَلَيْهَا

۳۴۲۹- قال ابن ابی شیبة: ثنا حفص هو ابن غیاث عن اسماعیل یعنی ابن ابی خالد عن الحسن: "أَنَّ عُمَرَ أَجْبَرَ رَجُلًا عَلَى نَفَقَةِ ابْنِ أَخِيْهِ"۔ والحاج یحتج بمثل هذا المرسل کما عرف(الجوهر النقی ۲:۱۴۵)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة، والحسن لم یدرك عمر رضی اللہ عنہ ومراسیله صحاح۔

۳۴۳۰- عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال: "إِذَا كَانَ عَمٌّ وَأُمٌّ فَعَلَى الْأُمِّ تَقْدِيْرُ مِيْرَاثِهَا، وَعَلَى الْعَمِّ تَقْدِيْرُ مِيْرَاثِهِ"۔ ذکره ابن ابی شیبة بسنده(الجوهر النقی ۲:۱۴۵)۔

۳۴۳۱- قال ابن ابی شیبة: حدثنا سفیان بن عیینة عن ابن ابی نجیح عن مجاهد قال:

باب نان ونفقہ وارث کے ذمے بھی واجب ہے اوراسے اس پر مجبور کیا جائے گا

۳۴۲۹۔ حسن سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو اپنے بھتیجے پر خرچ کرنے پر مجبور کیا (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں اور مرسلِ حسن صحیح ہے۔

۳۴۳۰۔ زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے چچا اور ماں ہوں تو ماں پر اس کے ترکہ میں سے حصہ کے بقدر اور چچا پر بھی اس کے ترکہ میں سے حصہ کے بقدر اس کا نفقہ واجب ہے۔ اسے ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۳۴۳۱۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ بچے کے باپ کی طرح بچے کے وارث پر بھی ضروری ہے کہ وہ بچے کو کسی دایہ سے دودھ پلوائے (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی اگر تو بچے کا باپ موجود ہے تب تو بچے کا خرچ باپ ہی کے ذمے ہے اور اگر باپ مر چکا ہے اور بچے کا مال موجود ہے تو بچہ پر اسی کے مال میں سے خرچ کیا جائے گا۔ اور اگر باپ بھی مر چکا ہے اور بچے کا مال بھی نہیں تو پھر بچے کا نان ونفقہ بچے کے ان مالدار عزیزوں کے ذمے ہے جو اس کے محرم ہوں اور شرعا اس کے مستحق میراث ہوں اور ان رشتہ داروں میں ماں بھی داخل ہے (بیان قرآن)۔ نیز ہدایہ میں ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت میں "وعلی الوارث ذی الرحم المحرم مثل ذلک" ہے جس کی علامہ نسفی نے مدارک میں اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اس کی تصریح کی ہے۔ اور علامہ عینی بنایہ میں فرماتے ہیں کہ بے شک ابن مسعودؓ کی قراءۃ حضور علیہ السلام

عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ مَا عَلَى أَبِيهِ أَنْ يَسْتَرْضِعَ لَهُ۔ وهذا سند صحيح (الجوهر النقی ۲:۴۵)۔

بَابُ وُجُوبِ نَفَقَةِ الْمَمْلُوكِ وَالْبَهَائِمِ

۳۴۳۲- عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ، قال: "لِلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ، وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ مَا لَا يُطِيقُ"۔ رواه احمد ومسلم (نيل الاوطار۶:۲۷۳)۔

۳۴۳۳- عن ابن عمر رضی الله عنهما، ان النبی ﷺ قال: "عُذِّبَتْ اِمْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ فَدَخَلَتِ النَّارَ، لَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا إِذْ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خِشَاشِ الْأَرْضِ"۔ متفق عليه(نيل الاوطار۶:۲۷۴)۔

كِتَابُ الْعِتَاقِ

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْعِتْقِ

۳۴۳۴- عن امامة رضی اللہ عنہ وغيره من اصحاب النبی ﷺ، عن النبی ﷺ، قَالَ: "أَيُّمَا اِمْرِئٍ

سے مسموع ہے اور آپ کی قراءت مشہور ہے جو کہ خبر مشہور کے مرتبہ میں ہے لہٰذا کتاب اللہ کے اطلاق کو اس کے ذریعے مقید کرنا درست ہے (۲:۶۵)

باب غلام اور جانوروں کا نفقہ

۳۴۳۲۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ غلام کا کھانا اور اس کا پہناوا آقا کے ذمے واجب ہے اور اسے ایسے کام کا مکلف نہ بنایا جائے جو اس کی طاقت سے باہر ہو (احمد، مسلم)۔ فائدہ: اس حدیث سے غلام کے نفقہ کا وجوب ثابت ہوا۔

۳۴۳۳۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔ عورت نے اسے قید کیا ہوا تھا حتیٰ کہ وہ مر گئی اس وجہ سے اس عورت کو آگ میں داخل کیا گیا۔ دورانِ قید وہ عورت نہ اسے کھلاتی اور نہ ہی پلاتی اور نہ ہی اسے آزاد کرتی تا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا سکے۔ (بخاری ومسلم)۔

کتاب العتق

باب غلام کو آزاد کرنا مستحب ہے

۳۴۳۴۔ امامہ اور دیگر صحابہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو آزاد کرے گا تو اس کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر عضو دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیا جائے گا اور جو مسلمان دو مسلمان عورتوں کو آزاد کرے گا تو ان دونوں

مُسْلِمٍ اَعْتَقَ اِمْرَأً مُسْلِمًا كَانَ فَكَاكَهُ مِنَ النَّارِ يُجْزِئُ كُلُّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا وَ أَيُّمَا اِمْرِئٍ مُسْلِمٍ أَعْتَقَ اِمْرَأَتَيْنِ مُسْلِمَتَيْنِ كَانَتَا فَكَاكَهُ مِنَ النَّارِ، يُجْزِئُ كُلُّ عُضْوٍ مِنْهُمَا عُضْوًا مِنْهُ، وَأَيُّمَا اِمْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ أَعْتَقَتْ اِمْرَأَةً مُسْلِمَةً كَانَتْ فَكَاكَهَا مِنَ النَّارِ، يُجْزِئُ كُلُّ عُضْوٍ مِنْهَا عُضْوًا مِنْهَا"- رواه الترمذی (۱۸۶:۱، ۱۸۷)- وقال: "حسن صحیح غریب من هذا الوجه"-

بَابُ مَنْ مَلَكَ ذَارَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ

۳۴۳۵- عن ضمرة بن ربیعة عن سفیان الثوری عن عبدالله بن دینار عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ، قال: "مَنْ مَلَكَ ذَارَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ"- رواه الترمذی(۱۶۳:۱)- ولا یتابع ضمرة بن ربیعة علی هذا الحدیث، وهو حدیث خطأ عند اهل الحدیث اهـ- و فی "التلخیص الحبیر"(۴۱۳:۲): "وقال البیهقی: وهم فیه ضمرة والمحفوظ بهذا الاسناد نهی عن بیع الولاء وعن هبته ، ورد الحاکم هذا بان روی من طریق ضمرة الحدیثین بالاسناد الواحد وصححه(علی شرط الشیخین واقره علیه الذهبی)، وصححه ایضا ابن حزم و عبدالحق وابن القطان" اهـ- قلت: والاختلاف غیر مضر کما علمت غیر مرة، فالحدیث صحیح-

بَابُ عِتْقِ عَبْدِ الْحَرْبِيِّ اِذَا خَرَجَ اِلَيْنَا مُسْلِمًا

۳۴۳۶- عن ربعی بن حراش، قال: نا علی بن ابی طالب ؓ بالرحبة فقال: "لَمَّا كَانَ

ہر عضو آزاد کرنے والے کے ہر عضو کی طرف سے جہنم سے خلاصی کے لیے فدیہ بن جائے گا اور جو مسلمان عورت کسی مسلمان باندی کو آزاد کرے گی تو اس کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والی کا ہر عضو جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا جائے گا (ترمذی، باب ماجاء فی فضل من اعتق)

باب اگر کوئی شخص قریبی رشتے دار غلام کا مالک ہو جائے تو وہ غلام آزاد ہو جاتا ہے

۳۴۳۵- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو کسی قرابت دار غلام کا مالک ہو جائے تو وہ غلام آزاد ہو جاتا ہے (ترمذی)- یہ حدیث صحیح ہے-

فائدہ: مثلاً کوئی باپ اپنے بیٹے کو خرید لے تو وہ فی الفور آزاد ہو جائے گا- ذی رحم محرم سے مراد وہ قرابت دار ہیں جن کی قرابت کا سبب ولادت ہو مثلاً باپ، بھائی، چچا، بیٹا وغیرہ-

باب اگر کسی حربی کا غلام ہمارے پاس مسلمان ہو کر آجائے تو وہ آزاد ہوگا

۳۴۳۶- ربعی بن حراشؒ سے مروی ہے کہ رحبہ مقام پر حضرت علیؓ نے ہم سے فرمایا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کئی مشرک ہمارے

يَوْمُ الْحُدَيْبِيَةِ خَرَجَ اِلَيْنَا نَاسٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْهِمْ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وأُنَاسٌ مِنْ رُؤَسَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ...... اخَرَجَ اِلَيْكَ نَاسٌ مِنْ اَبْنَائِنَا وَاِخْوَانِنَا وَاَرِقَّائِنَا، وَلَيْسَ لَهُمْ فِقْهٌ فِي الدِّيْنِ- وَاِنَّمَا خَرَجُوْا فِرَارًا مِنْ اَمْوَالِنَا وَضِيَاعِنَا، فَارْدُدْهُمْ اِلَيْنَا، فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِقْهٌ فِي الدِّيْنِ سَنُفَقِّهُهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! لَتَنْتَهُنَّ اَوْ لَيَبْعَثَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَضْرِبُ رِقَابَكُمْ بِالسَّيْفِ عَلَى الدِّيْنِ، قَدْ اِمْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ عَلَى الْاِيْمَانِ"- الحديث- رواه الترمذی و قال: حسن صحیح غریب(۲۱۳:۲)-

۳۴۳۷- عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، قال: "خَرَجَ عِبْدَانٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ يَعْنِيْ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ الصُّلْحِ، فَكَتَبَ اِلَيْهِ مَوَالِيْهِمْ- فَقَالُوْا: يَا مُحَمَّدُ! وَاللّٰهِ مَا خَرَجُوْا اِلَيْكَ رَغْبَةً فِيْ دِيْنِكَ وَاِنَّمَا خَرَجُوْا هَرَبًا مِنَ الرِّقِّ، فَقَالَ نَاسٌ: صَدَقُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! رُدَّهُمْ اِلَيْهِمْ، فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: مَا اُرَاكُمْ تَنْتَهُوْنَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! حَتّٰى يَبْعَثَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَضْرِبُ

پاس آئے جن میں سہیل بن عمرو اور کئی مشرک سردار بھی تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہماری اولاد بھائیوں اور غلاموں میں سے بہت سے ایسے لوگ آپ کے پاس چلے آئے ہیں جنہیں دین کی کچھ سمجھ نہیں، یہ لوگ ہمارے اموال اور جائدادوں سے فرار ہو کر نکلے ہیں۔لہٰذا آپ یہ لوگ ہمیں واپس کر دیں، اگر انہیں دین کی سمجھ نہیں تو ہم انہیں سمجھا دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے اہل قریش! تم اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ ورنہ اللہ تم پر ایسے لوگ مسلط کریں گے جو تمہیں قتل کر دیں گے، اللہ نے ان کے دلوں کے ایمان کو آزمالیا ہے (ترمذی باب مناقب علیؓ)۔امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

۳۴۳۷۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن صلح ہونے سے قبل کافروں کے کئی غلام حضور ﷺ کی طرف بھاگ آئے تو ان غلاموں کے مالکوں نے حضور ﷺ کے پاس لکھ کر بھیجا کہ یہ غلام تمہارے دین کی طلب اور شوق میں تمہارے پاس نہیں آئے۔بلکہ ان کی غرض تو غلامی سے نجات حاصل کرنا ہے تو کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بات بالکل درست ہے۔(یعنی ان کا مقصد دین کا حصول نہیں بلکہ غلامی سے نجات کا حصول ہے) لہٰذا آپ ﷺ ان کو ان کے مالکوں کی طرف لوٹا دیں (یہ سن کر) حضور ﷺ کو غصہ آ گیا اور فرمایا اے قریش کے لوگو! میرے خیال میں تم باز نہیں آؤ گے یہاں تک کہ اللہ تم پر کسی ایسے شخص کو مسلط کریں جو تمہاری نافرمانیوں پر تمہاری گردنیں اڑا دے اور آپ ﷺ نے انہیں واپس کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ یہ اللہ کے آزاد کئے ہوئے ہیں (ابوداؤد باب فی

فَانَّکُمْ عَلٰی ھٰذَا، وَاَبٰی اَنْ یَرُدَّھُمْ ، وَقَالَ: ھُمْ عُتَقَاءُ اللّٰہِ عزوجل"۔ اخرجه ابوداود(۲:۱۲،۱۳) وسکت عنه۔

بَابٌ فِی الْعِتْقِ عَلٰی اِشْتِرَاطِ الْخِدْمَةِ

۳۴۳۸- عن سفینةؓ، قَالَ: کُنْتُ مَمْلُوکًا لِاُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَتْ : اُعْتِقُكَ وَاَشْتَرِطُ عَلَیْكَ اَنْ تَخْدِمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَا عِشْتَ۔ فَقُلْتُ : وَاِنْ لَمْ تَشْتَرِطِیْ عَلَیَّ مَا فَارَقْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَا عِشْتُ، فَاَعْتَقَتْنِیْ وَاشْتَرَطَتْ عَلَیَّ"۔ رواه ابوداود(۲:۱۹۳)۔ وسکت عنه۔ و فی "عون المعبود"(٤:٣٦): اخرجه النسائی و ابن ماجة، وقال النسائی: لا باس باسناده، هذا آخر کلامه۔ و سعید بن جمهان ابو حفص الاسلمی البصری وثقه یحیی بن معین و ابوداود السجستانی، وقال ابو حاتم الرازی: "شیخ یکتب حدیثه ولا یحتج به"، انتهی۔ قلت: قد علمت ان الاختلاف غیر مضر، و قد صححه الحاکم علی شرطهما، واقره علیه الذهبی فی "تلخیص المستدرک"(۲:۲۱٤)۔

مید المشرکین یلحقون بالمسلمین فیسلمون)۔ابوداؤد نے اس سے سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی حربی کا غلام مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آ جائے تو وہ فی الفور آزاد ہو جاتا ہے۔

باب خدمت کی شرط پر آزاد کرنا

۳۴۳۸۔ سفینہؓ فرماتے ہیں کہ میں ام سلمہؓ کا غلام تھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں تمہیں اس شرط پر آزاد کرتی ہوں کہ تم زندگی بھر حضور ﷺ کی خدمت کرتے رہو گے میں نے کہا کہ اگر آپؓ یہ شرط نہ بھی لگاتیں تب بھی میں زندگی بھر حضور ﷺ سے جدا نہ ہوتا۔ بہر حال انہوں نے خدمت کی شرط پر مجھے آزاد کر دیا (ابوداؤد، باب فی العتق علی الشرط)۔امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے اور عون المعبود میں ہے کہ یہ حدیث نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں اور حاکم نے شیخین کی شرط پر اس کی تصحیح کی ہے اور ذھبی نے بھی مستدرک میں اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نقد یا خدمت وغیرہ کی شرط پر آزاد کرنا جائز ہے۔

بَابُ التَّدْبِيْرِ

بَاب اَنَّ الْمُدَبَّرَ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَهُوَ حُرٌّ مِنَ الثُّلُثِ

۳٤۳۹- عن عبيدة بن حسان عن ايوب عن نافع عن ابن عمررضى الله عنهما، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "اَلْمُدَبَّرُ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَهُوَ حُرٌّ مِنَ الثُّلُثِ"۔ رواه الدارقطنى(۲:٤۸۳)، و قال: لم يسنده غير عبيدة بن حسان و هو ضعيف، وانما هو عن ابن عمر موقوف من قوله: حدثنا ابوبكر النيسابورى نامحمد بن يحيى نا ابو النعمان انا حماد بن زيد عن ايوب عن نافع: "أَنَّهُ كَرِهَ بَيْعَ الْمُدَبَّرِ"۔ هذا هوالصحيح موقوف، وما قبله لا يثبت مرفوعا ورواته ضعفاء۔ و فى "التلخيص الحبير"(۲:٤۱٤) بعد نقل اللفظ الاول: "وقال البيهقى: موقوف كما رواه الشافعى۔

۳٤٤۰- وروى من وجه آخر عن ابى قلابة مرسلا: أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ عَبْدًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ فَجَعَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الثُّلُثِ، وَعَلِيٌّ ﷺ كَذٰلِكَ مَوْقُوْفًا عَلَيْهِ" اھ۔ وقال محمد فى "الموطا" (۳٦۰)۔ "لَا نَرٰى اَنْ يُبَاعَ الْمُدَبَّرُ، وَهُوَ قَوْلُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَبِهٖ نَاْخُذُ، وَهُوَ

باب مدبر کو بیچنا یا ہبہ کرنا درست نہیں اور وہ ایک تہائی مال سے آزاد ہوتا ہے

۳۴۳۹۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مدبر کو نہ بیچا جائے اور نہ ہی کسی کو ہبہ کیا جائے۔ وہ ایک تہائی مال میں سے آزاد ہوتا ہے (دارقطنی) اور صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمرؓ کا قول ہے۔ نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ مدبر کی بیع کو ناپسند فرماتے تھے۔

۳۴۴۰۔ اور دوسرے طریق سے ابوقلابہ سے مرسل روایت مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنے غلام کو مدبر بنایا حضور ﷺ نے اسے (مالک کے) ایک تہائی مال سے مدبر قرار دیا۔ حضرت علیؓ سے بھی اسی قسم کی موقوف روایت مروی ہے۔ امام محمدؒ موطا (ص ۳۶۰) میں فرماتے ہیں کہ مدبر کی بیع کو ہم جائز نہیں سمجھتے اور یہی فتوی زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمرؓ کا ہے۔ اور یہی ابوحنیفہؒ اور احناف کے عام فقہاء کا مسلک ہے۔

فائدہ: مدبر بنانے کا مطلب یہ ہے کہ مالک اپنے غلام سے کہے کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے اور ایک تہائی مال سے آزاد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ وصیت کے حکم میں ہے، اگر غلام کی قیمت ایک تہائی یا اس سے کم بنتی ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا ورنہ زائد قیمت اسے ادا کرنی پڑے گی۔ فائدہ: الغرض احادیث بالا سے معلوم ہوا کہ مدبر کی بیع اور اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں اور تہائی مال سے آزاد ہوگا۔ باقی درایہ میں حضرت جابرؓ سے جو یہ حدیث مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنے غلام کو مدبر بنایا اور اس کے پاس صرف یہی غلام تھا اور اس کے علاوہ مال نہ تھا پس یہ بات آپ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا من يشتريه منى کہ اسے مجھ سے کون خریدے گا پس نعیم بن عبداللہ نے اسے آٹھ سو درہم میں خرید لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مدبر مقید پر محمول ہے اور مدبر مقید کی بیع ہمارے ہاں جائز ہے اور دوسرا

قَوْلُ أَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَامَةِ مِنْ فُقَهَائِنَا" اھ۔

بَابُ جَوَازِ بَیْعِ خِدْمَةِ الْمُدَبَّرِ

۳٤٤١- حدثنا ابوبکر النیسا بوری نا محمد بن یحیی نا یزید بن ھارون نا عبد الملك بن ابی سلیمان عن ابی جعفر، قال: "بَاعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خِدْمَةَ الْمُدَبَّرِ"۔ رواه الدارقطنی (۴۸۲:۲)۔ و فی الزیلعی (۶۳:۲): "وقال ابن القطان فی کتابه: ھو مرسل صحیح، لانه من روایة عبدالملك بن ابی سلیمان العرزی، وھو ثقة عن ابی جعفر و ھو ثقة" اھ۔

۳٤٤٢- نا احمد بن محمد بن زیاد القطان نا عبدالکریم بن الھیثم نا محمد بن طریف نا ابن فضیل عن عبدالملك بن ابی سلیمان عن عطاء عن جابر بن عبداللهؓ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا بَأْسَ بِبَیْعِ خِدْمَةِ الْمُدَبَّرِ إِذَا احْتَاجَ" رواه الدارقطنی(۱٤۹:۵)۔ وقال:

جواب یہ ہے کہ یہاں حدیث میں بیع سے بیع خدمت مراد ہے بیع رقبہ مراد نہیں اور اس کی تائید دارقطنی کی حدیث ابوجعفر سے ہوتی ہے۔ جس میں ابوجعفر فرماتے ہیں کہ "انما اذن فی بیع خلعته" یہ حدیث ابوجعفر اگرچہ ضعیف ہے لیکن حدیث کی تاویل جب قیاس کے ذریعے درست ہے تو حدیث ضعیف کے ذریعے بطریق اولیٰ درست ہوگی کیونکہ حدیث ضعیف احناف کے ہاں قیاس پر فائق اور اس سے مقدم ہے۔ اسی طرح موطا محمد میں حضرت عائشہؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے اپنی مدبرہ کو بیچا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی مدبرہ مقیدہ پر محمول ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے سحر کی سزا میں اسے بیچا تھا کیونکہ ساحر اور ساحرہ کو تعزیرا قتل کرنا بھی جائز ہے اگر امام اس میں مصلحت دیکھے اور ترمذی میں حدیث مرفوع میں ہے کہ حد الساحر ضربة بالسیف۔ اسی لیے امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ جب جادوگر جادو کا اقرار کرلے یا بینہ سے اس کا جادو ثابت ہوجائے تو اسے قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں کرائی جائے گی۔ الغرض جب حضرت عائشہؓ کے لیے اس مدبرہ کو قتل کرنا جائز تھا تو اس کی تدبیر کو باطل کرنا آپؓ کے لیے بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہیے۔ باقی حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضور ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے ساحرہ باندی کو قتل نہ کیا کیونکہ آپ ﷺ نے ولید اور اس کی بیٹیوں کو قتل نہ کیا تھا حالانکہ آپ ﷺ کو اس بات کا علم تھا کہ انہوں نے آپ پر جادو کیا ہے کیونکہ آپ ﷺ اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے۔ الغرض اس ساری تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث "حد الساحر ضربة بالسیف" میں حد سے مراد تعزیر ہے کیونکہ حد حقیقی کا ابطال تو جائز نہیں۔

باب مدبر کی خدمت کو بیچنا جائز ہے

۳۴۴۱۔ ابوجعفرؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مدبر کی خدمت کو بیچا (دارقطنی)۔ نصب الرایہ میں ہے کہ ابن قطان نے اپنی کتاب میں اسے مرسل صحیح کہا ہے۔

۳۴۴۲۔ جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر مالک کو ضرورت ہو تو مدبر کی خدمت کو بیچنے میں کوئی حرج

"هذا خطأ من ابن طریف والصواب عن عبدالملك عن ابی جعفر مرسلا"، و قد تقدم" قلت قد عزاه فی "کنز العمال"(۲:۴۸۲) الی الدارقطنی والبیهقی۔ ثم قال:۔ و ضعفه و صححه ابن القطان" اه وغایته الاختلاف فی التصحیح، و هو غیر مضر کما عرفته مرارا۔

بَاب اَنَّ اَوْلَادَ الْمُدَبَّرَةِ مُدَبَّرَةٌ

۳۴۴۳- اخبرنا معمر عن سعید بن عبدالرحمن الجمحی عن یزید بن عبدالله بن قسیط عن ابن عمرؓ، قال: "وَلَدُ الْمُدَبَّرِ بِمَنْزِلَتِهٖ"، رواه عبدالرزاق۔ قلت: رجاله ثقات. والحدیث رواه الدارقطنی بسند لا مطعن فی رجاله عن ابن عمرؓ بلفظ: "وَلَدُ الْمُدَبَّرَةِ یَعْتِقُوْنَ بِعِتْقِهَا وَ یَرِقُّوْنَ بِرِقِّهَا"۔ وسکت عنه فی التعلیق المغنی(۲:۴۸۲)۔ قلت: رجاله رجال مسلم۔ و فی "الجوهر النقی"(۲:۲۶۵): فی "نوادر الفقهاء" لابن بنت نعیم: "أَجْمَعَ الصَّحَابَةُ اَنَّ مَا وَلَدَتِ الْمُدَبَّرَةُ فِیْ حَالِ تَدْبِیْرِهَا یَعْتِقُوْنَ بِعِتْقِهَا، وَیَرِقُّوْنَ بِرِقِّهَا۔ وَاِنَّمَا جَاءَ الْاِخْتِلَافُ بَعْدَهُمْ"۔ و فی "الاستذکار": "روی ذلك عن عثمان و ابن مسعود و ابن عمر و جابرؓ ولا اعلم لهم مخالفا من الصحابة" اه۔

نہیں (دارقطنی)۔اس حدیث کی تصحیح میں اختلاف ہے اور اختلاف مضر نہیں۔

فائدہ: یعنی ضرورت کے وقت اس سے محنت مزدوری کروائے اور اجرت لے لے۔

باب مدبرہ کی اولاد بھی مدبر ہے

۳۴۴۳۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مدبر کی اولاد اسی کی طرح مدبر ہے (مصنف عبدالرزاق)۔ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مدبرہ کی اولاد اس کے آزاد ہونے پر آزاد ہوگی اور اس کے غلام ہونے کی حالت میں غلام رہے گی (دارقطنی)۔اور تعلیق مغنی میں اس پر سکوت کیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی مسلم کے راوی ہیں۔اور جوہر نقی میں نوادر الفقہاء کے حوالے سے ہے کہ صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حالت تدبیر میں ہونے والی مدبرہ کی اولاد اس کے آزاد ہونے کے وقت آزاد ہوگی۔اور اس کے غلامی کی حالت میں غلام رہے گی۔البتہ اختلاف تو صحابہ کے بعد پیدا ہوا ہے اور استذکار میں حضرت عثمانؓ،ابن مسعودؓ،ابن عمرؓ اور جابرؓ سے یہی مروی ہے اور صحابہؓ میں کوئی ان کا مخالف میرے علم میں نہیں۔

بَابُ الْاِسْتِيْلَادِ
مَتٰى تَكُوْنُ الْاَمَةُ اُمَّ وَلَدٍ وَيَحْرُمُ بَيْعُهَا

٣٤٤٤- عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: "لَمَّا وَلَدَتْ مَارِيَةُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَعْتَقَهَا وَلَدُهَا"- رواه قاسم بن اصبغ في كتابه، و قال ابن القطان: "باسناد جيد"(زيلعي ٢:٦٣)- و في "الجوهر النقي"(٢٧١:٢): "قال ابن حزم: هذا خبر جيد السند، كل رواته ثقة، وقال في كتاب البيوع: "صحيح السند" اھ-

٣٤٤٥- عن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي ﷺ قال: "مَنْ وَطِئَ اَمَتَهُ فَوَلَدَتْ لَهُ فَهِيَ مُعْتَقَةٌ عَنْ دُبُرٍ مِنْهُ"- رواه احمد وابن ماجة(نيل الاوطار ٥:٣٧٢)- و حسنه في "الجامع الصغير" بالرمز(٢:١٥٦)-

٣٤٤٦- حدثنا ابوبكر الشافعي نا قاسم بن زكريا المقرئ نا محمد بن عبدالله المخزمي القارئ نايونس بن محمد من اصل كتابه نا عبدالعزيز بن مسلم عن عبدالله بن دينار عن ابن عمررضي الله عنهما: "اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ اُمَّهَاتِ الْاَوْلَادِ، وَقَالَ: لَا يُبَعْنَ

باب ام ولد بنانا، باندی کب ام ولد بنتی ہے اور ام ولد کا بیچنا حرام ہے

۳۴۴۴۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ماریہ قبطیہ سے ابراہیم پیدا ہوئے تو حضورﷺ نے فرمایا کہ اس کے بیٹے نے اسے آزاد کردیا اسے قاسم بن اصبغ نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے اور ابن القطان فرماتے ہیں کہ اس کی سند عمدہ ہے(زیلعی) اور جوہرنقی میں اس کی سند کو عمدہ اور صحیح کہا ہے۔

۳۴۴۵۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جو مالک اپنی باندی سے جماع کرے پھر وہ لونڈی اپنے مالک کے لیے بچہ جنے تو وہ مالک کے مرنے کے بعد آزاد ہوجائے گی(احمد، ابن ماجہ باب امھات الاولاد) جامع صغیر میں اس کی سند کو اشارۃً حسن کہا ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جب باندی مالک سے بچہ جنے تو وہ ام ولد بن جاتی ہے۔

۳۴۴۶۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے ام ولد کو بیچنے سے منع فرمایا اور فرمایا امہات الاولاد کو نہ بیچا جائے اور نہ کسی کے لیے ہبہ کیا جائے اور مالک کے مرنے کے بعد انہیں وراثت میں بھی نہ دیا جائے۔ ان کا آقا زندگی بھر ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور جب مالک مرجائے گا تو یہ فی الفور آزاد ہوجائیں گی(دارقطنی) ابن قطان کے ہاں یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔

وَلَا يُوْهَبْنَ وَلَا يُوْرَثْنَ، يَسْتَمْتِعُ بِهَا سَيِّدُهَا مَا دَامَ حَيًّا، فَإِذَامَاتَ فَهِيَ حُرَّةٌ"- رواه الدارقطني (٤٨١:٢) و في "الجوهر النقي" (٢٧٠:٢): "ذكره ابن القطان في باب الاحاديث التي ضعفها عبدالحق، و عند ابن القطان انها صحيحة او حسنة، و قال ابن القطان: و عندي ان الذي يسنده ثقة خير من الذي وقفه"-

٣٤٤٧- حدثنا زهير ثنا اسماعيل بن ابي اويس ثنا ابي عن حسين بن عبدالله عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي ﷺ قال: "أَيُّمَا أَمَةٍ وَلَدَتْ مِنْ سَيِّدِهَا فَإِنَّهَا حُرَّةٌ إِذَا مَاتَ إِلَّا أَنْ يُعْتِقَهَا قَبْلَ مَوْتِهِ"- رواه ابويعلى الموصلي في مسنده(زيلعي ٦٤:٢)، ورجاله رجال مسلم الا حسينا و هو مختلف فيه-

٣٤٤٨- عن معمر عن ايوب عن ابن سيرين عن عبيدة السلماني: "سَمِعْتُ عَلِيًّا رضي الله عنه يَقُوْلُ: اِجْتَمَعَ رَأْيِي وَرَأْيُ عُمَرَ فِيْ أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ أَنْ لَا يُبَعْنَ، ثُمَّ رَأَيْتُ بَعْدُ أَنْ يُبَعْنَ، قَالَ عُبَيْدَةُ: فَقُلْتُ لَهُ فَرَأْيُكَ وَرَأْيُ عُمَرَ رضي الله عنه فِي الْجَمَاعَةِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ رَأْيِكَ وَحْدَكَ فِي الْفُرْقَةِ- رواه عبدالرزاق وهذا الاسناد معدود في اصح الاسانيد (التلخيص الحبير ٤١٥:٤)-

٣٤٤٩- و فيه ايضا ما محصله: "أَنَّ عَلِيًّا رضي الله عنه رَجَعَ مِنْ رَأْيِهِ الثَّانِيْ"، اخرجه عبدالرزاق باسناد صحيح-

۳۴۴۷- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جو باندی اپنے آقا سے بچہ جنے تو وہ آقا کے مرنے پر آزاد ہوجائے گی۔ ہاں اگر مالک اسے اپنی موت سے قبل ہی آزاد کردے (تو بھی ٹھیک ہے) (نصب الرایہ)۔ اس کے راوی مسلم کے راوی ہیں سوائے حسین کے اور وہ بھی مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضر نہیں۔ لہٰذا حدیث قابل حجت ہے اور حسین ترمذی اور ابن ماجہ کا راوی ہے۔

۳۴۴۸- عبیدہ سلمانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری رائے اور حضرت عمرؓ کی رائے امہات الاولاد کے بارے میں ایک تھی کہ انہیں نہ بیچا جائے پھر میری یہ رائے بن گئی کہ انہیں بیچا جاسکتا ہے۔ عبیدہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ آپؓ کی اور حضرت عمرؓ کی متحدہ رائے مجھے آپؓ کی اختلافی رائے سے زیادہ پسند ہے (مصنف عبدالرزاق)۔ یہ سند اصح الاسانید میں سے شمار ہوتی ہے۔

۳۴۴۹- اور اوپر والی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی دوسری رائے سے رجوع فرمالیا۔ (مصنف عبدالرزاق) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ام ولد کو بیچنا حرام ہے۔ فائدہ: ابوداؤد کی مسکوت عنہ روایت میں حضرت جابرؓ سے

بَاب اِذَا اِدَّعَا رَجُلَانِ بِوَلَدٍ يَكُوْنُ بَيْنَهُمَا

۳۴۵۰- حدثنا ابوبکرة قال: ثنا سعید بن عامر قال: حدثنی عوف بن ابی جمیلة عن
ـی المھلب: "اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَضٰى فِيْ رَجُلٍ اِدَّعَاهُ رَجُلَانِ كِلَاهُمَا يَزْعُمُ اَنَّهُ اِبْنُهُ،
ـذٰلِكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَدَعَا عُمَرُ اُمَّ الْغُلَامِ الْمُدَّعٰى، فَقَالَ: اُذَكِّرُكِ بِالَّذِيْ هَدَاكِ لِلْاِسْلَامِ
ـيِّهِمَا هُوَ؟ قَالَتْ: لَا وَالَّذِيْ هَدَانِيْ لِلْاِسْلَامِ مَااَدْرِيْ لِاَيِّهِمَا هُوَ،وَاَتَانِيْ هٰذَا اَوَّلَ اللَّيْلِ
ـتَانِيْ هٰذَا آخِرَ اللَّيْلِ، فَمَااَدْرِيْ لِاَيِّهِمَا هُوَ- قَالَ: فَدَعَا عُمَرُ بْنَ الْقَافَةِ اَرْبَعَةً، وَدَعَا بِبَطْحَاءَ
ـثَرَهَا، فَاَمَرَ الرَّجُلَيْنِ الْمُدَّعِيَيْنِ فَوَطِئَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِقَدَمٍ، وَاَمَرَ الْمُدَّعٰى فَوَطِئَ بِقَدَمٍ، ثُمَّ
ـاهُ الْقَافَةَ، قَالَ: اُنْظُرُوْا فَاِذَا اَتَيْتُمْ فَلَا تَتَكَلَّمُوْا حَتّٰى اَسْاَلَكُمْ، قَالَ: فَنَظَرَ الْقَافَةُ فَقَالُوْا: قَدْ اَثْبَتْنَا،

ـروی ہے کہ حضور ﷺ اور ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں ہم ام ولد بیچا کرتے تھے پھر جب حضرت عمرؓ کا عہد خلافت آیا تو انہوں نے ہمیں اس
ـے روک دیا اور ہم رک گئے۔ اسے ابن حبان اور حاکم نے بھی شرط مسلم پر روایت کیا ہے۔ اور بیہقی میں ہے کہ کسی طریق میں یہ نہیں کہ
ـضور ﷺ کو اس کی یعنی ام ولد کے بیچنے کی اطلاع ہوئی ہو اور انہوں نے اس سے نہ روکا ہو۔ لیکن میں (مترجم) کہتا ہوں کہ مصنف ابن ابی
ـشیبہ میں ابوسلمہ عن جابرؓ سے ایک حدیث مروی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے اور اس بات کا احتمال ہے کہ امہات اولاد کی بیع حضور ﷺ
ـے زمانے میں جائز تھی پھر آپ ﷺ نے آخری زمانہ میں اس سے منع فرمادیا۔ لیکن یہ منع اور نہی مشہور نہ ہوئی اس لیے لوگ آپ کے زمانہ
ـیں اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں اس کی بیع کرتے رہے۔ پھر حضرت عمرؓ کو جب یہ نہی پہنچی تو انہوں نے اس سے روک دیا (هكذا فی
تخیص الحبیر) اور اس کی مثال متعہ اور اکسال کی سی ہے کہ آپ ﷺ نے آخر عمر میں متعہ کو حرام قرار دیا اور التقاء ختانین سے غسل کو واجب قرار دیا
لیکن یہ بات مشہور نہ ہوئی۔ لہٰذا بعض صحابہ متعہ کرتے رہے اور اکسال سے غسل نہ کرتے تھے لیکن جب یہ بات حضرت عمرؓ کو پہنچی تو انہوں
نے دونوں کاموں سے لوگوں کو روک دیا اور عبیدۃ سلمانی کا یہ قول کہ "آپ اور حضرت عمرؓ کی متحدہ رائے مجھے زیادہ پسند ہے آپ کی اختلافی
ـے سے" حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ام ولد کی بیع کے عدم جواز پر اجماع کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس وقت کوئی حضرت عمرؓ کی رائے کے مخالف
ـتھا اس لیے حضرت علیؓ دوسری رائے سے پہلی رائے کی طرف لوٹ آئے۔

باب اگر دو شخص کسی بچے کے نسب کا دعویٰ کریں تو وہ ان کے درمیان مشترک ہوگا

۳۴۵۰۔ ابوالمھلب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس دو آدمیوں نے ایک بچے کے نسب کا دعویٰ کیا۔ ان دونوں میں سے
ـایک کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت کی بات ہے تو حضرت عمرؓ نے اس مدعیٰ بچے کی ماں کو بلایا اور اس سے کہا کہ میں تجھے
ـذات کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے تجھے اسلام کی ہدایت کی کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ اس عورت نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس
نے مجھے اسلام کی دولت سے نوازا مجھے نہیں معلوم کہ یہ ان میں سے کس کا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ایک نے میرے ساتھ رات کے اول حصے

ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمْ، ثُمَّ سَأَلَهُمْ رَجُلًا رَجُلًا، قَالَ: فَتَقَادَعُوا يَعْنِي فَتَبَايَعُوا كُلُّهُمْ يَشْهَدُ أَنَّ هٰذَا لِمِنْ هٰذَيْنِ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: يَا عَجَبًا لِمَا يَقُولُ هٰؤُلَاءِ. قَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّ الْكَلْبَةَ تَلْقَحُ بِالْكِلَابِ ذَوَاتِ الْعَدَدِ، وَلَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّ النِّسَاءَ يَفْعَلْنَ ذٰلِكَ قَبْلَ هٰذَا، أَنِّي لَا أَرُدُّ مَا يَرَوْنَ، إِذْهَبْ فَهُمَا أَبَوَاكَ"۔ رواه الطحاوی (۲۹۳:۲)، و قال صاحب "الجوهر النقی"(۲۵۶:۲)۔ بسند حسن۔ و قال الطحاوی: و قد روی عن عمرؓ ایضا من وجوه صحاح انه جعله بین الرجلین جمیعا۔

۳۴۵۱- قال ابو عمر: ذکر عبدالرزاق عن الثوری عن قابوس بن ابی ظبیان عن ابیه عن علیؓ :"أَنَّهُ أَتَاهُ رَجُلَانِ وَقَعَا عَلَى امْرَأَةٍ فِي طُهْرٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ: اَلْوَلَدُ بَيْنَكُمَا، وَهُوَ لِلْبَاقِي مِنْكُمَا"۔ وذکر البیہقی فیما بعد فی آخر باب من قال: يُقْرَعُ بَيْنَهُمَا۔ و رواه ابن ابی شیبة فی

میں زنا کیا اور دوسرے نے رات کے پچھلے حصے میں زنا کیا۔ لہٰذا مجھے معلوم نہیں کہ یہ کس کا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ نے چند قیافہ شناسوں کو بلوایا اور سنگریزی منگوا کر اسے گرا دیا پھر ان دونوں مدعیوں میں سے ہر ایک کو حکم دیا کہ وہ اس سنگریزی پر اپنے قدم کا نشان بنائے تو ہر ایک نے (اپنا) قدم وہاں رکھا۔ پھر آپؓ نے اس مدعی بچے کو بھی اپنے قدم کا نشان بنانے کو کہا تو اس نے بھی (اپنا) قدم وہاں رکھا۔ پھر آپؓ نے قیافہ شناسوں کو وہ قدم دکھائے اور کہا کہ تم ان نشاناتِ قدم کو دیکھو اور پھر جب واپس آؤ تو کسی سے بات نہ کرنا یہاں تک کہ میں تم سے نہ پوچھ لوں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر قیافہ شناسوں نے (وہ نشاناتِ قدم) دیکھے اور انہوں نے کہا کہ ہم حقیقت حال معلوم کر چکے تھے پھر آپؓ نے ان کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا پھر ان قیافہ شناسوں میں سے ہر ایک سے پوچھا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ تعجب کی وجہ سے ایک دوسرے کو دھکے دیتے تھے اور ہر ایک اس بات کی گواہی دینے لگا کہ یہ بچہ ان دونوں میں سے ہر ایک کا ہے۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے ان کی بات پر تعجب کا اظہار کر کے فرمایا میں تو صرف یہ سمجھتا تھا کہ کتیا ہی کئی کتوں سے جفتی کرتی ہے اور مجھے تو اس سے قبل یہ گمان بھی نہیں تھا کہ عورتیں بھی ایسے کرتی ہیں (یعنی اب معلوم ہوا کہ وہ ایسا کرتی ہیں) لہٰذا میں ان کی رائے اور فیصلے کو رد نہیں کرتا۔ پس (اے لڑکے!) یہ دونوں تیرے باپ ہیں۔ (طحاوی)۔ صاحب جوہر نقی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے صحیح طرق سے مروی ہے کہ انہوں نے بچے کو دونوں کے درمیان مشترک بنا دیا۔

۳۴۵۱۔ ابوعمر فرماتے ہیں کہ عبدالرزاق نے سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ قابوس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے پاس ایسے دو آدمی آئے جنہوں نے ایک عورت سے ایک ہی طہر میں زنا کیا تھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بچہ تم دونوں کے درمیان (فی الحال) مشترک ہے اور پھر تم میں سے (کسی ایک کے مرنے کے بعد) زندہ رہ جانے والے کا ہوگا (بیہقی)۔ اور ابن ابی شیبہ نے بھی حضرت علیؓ سے سند کے ساتھ بچہ کا دونوں مدعیوں کے درمیان مشترک ہونا روایت کیا ہے اور یہ سند مسلم کی شرط پر ہے۔

فائدہ: یعنی اگر تعین نہ ہو سکے تو بچہ کا نسب دونوں سے ثابت ہوگا اور دونوں کا وارث ہوگا۔ اور اس کے مرنے پر وہ دونوں اس کے وارث ہوں گے۔

"مصنفه" عن حسین بن علی عن زائدة عن سماك عن حنش عن علی، و هذا السند علی شرط مسلم(الجوهر النقی۲:۲۵٦)۔

بَابٌ لَاتَكُوْنُ الْاَمَةُ فِرَاشًا لِمَوْلَاهَا حَتّٰى تَلِدَ مِنْهُ وَيَدَّعِيْ وَلَدَهَا

۳٤٥۲- عن ابی هریرة ﷺ مرفوعاً: "اَلْوَلَدُ لِصَاحِبِ الْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ اَلْحَجَرُ"- رواه البخاری والاسماعیلی (فتح الباری ۱۲:۳۳)۔ وهو حدیث متواتر بلفظ: "اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ اَلْحَجَرُ"۔ فقد جاء عن بضعة و عشرین صحابیا قاله المناوی (العزیزی۳:٤۱۹)۔

۳٤٥۳- حدثنا ابراهیم بن مرزوق ثنا عبدالصمد بن عبدالوارث ثنا شعبة عن عمارة ابن ابی حفصة عن عکرمة عن ابن عباس رضی الله عنهما، قال: "كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَأْتِيْ جَارِيَةً لَهٗ فَحَمَلَتْ، فَقَالَ: لَيْسَ مِنِّيْ، اِنِّيْ اَتَيْتُهَا اِتْيَانًا لَا اُرِيْدُ بِهِ الْوَلَدَ"۔ رواه الطحاوی(۲:٦۸) ورجاله رجال الصحیح غیر ابن مرزوق و هو ثقة كما مر غیر مرة۔ واخرجه ابن حزم

باب باندی مولا سے بچہ جننے اور مولا کے بچے کے نسب کا دعویٰ کرنے سے ہی فراش بنتی ہے

۳۴۵۲۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ بچہ صاحب فراش کا ہی ہے۔ اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔(بخاری، اسماعیلی) اور یہ حدیث الولد للفراش وللعاهر الحجر کے الفاظ کے ساتھ متواتر ہے۔ اسے بیس سے زائد صحابہؓ نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: پتھر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے رجم کیا جائے۔ یا یہ کنایہ ہے محرومی سے۔

۳۴۵۳۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ اپنی باندی سے وطی کرتے تھے کہ وہ حاملہ ہوگئی تو آپؓ نے فرمایا یہ حمل مجھ سے نہیں اس لیے کہ میں اس سے اس طریقے سے ہمبستری کرتا تھا کہ اس سے میرا مقصود بچہ نہیں تھا۔(طحاوی)۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے ابن مرزوق کے اور وہ بھی ثقہ ہے اور ابن حزم نے سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے اپنی باندی سے وطی کی اور آپ اس سے عزل کرتے تھے۔ پس اس نے بچہ جنا تو آپؓ نے اس کے بچہ کی نفی کی۔ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی محض وطی سے ہی فراش نہیں بنتی اور اس کے بچے کا نسب بھی مولی سے ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اس بات کا اقرار نہ کرے کہ یہ اس کا بچہ ہے۔ اس لیے کہ اگر محض وطی ہی سے باندی مولی کی فراش ہو جاتی اور بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جاتا تو پھر ابن عباسؓ کے لیے نفی کرنا جائز نہ ہوتا کیونکہ وہ یقیناً اس سے وطی کرتے تھے۔ باقی ابوداؤد کی وہ مسکوت عنہ روایت جس میں ہے کہ "حضرت علیؓ کے پاس یمن میں تین آدمیوں کو لایا گیا جنہوں نے ایک ہی طہر میں ایک عورت سے وطی کی...... پس آپؓ نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا اور بچہ اس شخص کے حوالہ کر دیا جس کے نام قرعہ نکلا اور اس شخص پر دو ثلث دیت کے بھی واجب قرار دیے۔ پھر جب یہ خبر حضورﷺ کو پہنچی تو آپﷺ ہنسے" تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب اشیاء میں قرعہ کے

فی "المحلی" (۱۰: ۳۲۲) من طریق عبدالرزاق عن محمدبن عمرو عن عمرو بن دینار: "انَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَقَعَ عَلٰی جَارِیَةٍ لَهٗ وَکَانَ یَعْزِلُهَا فَانْتَفٰی مِنْ وَلَدِهَا" اهـ وهذا سند صحیح علی شرط الشیخین۔

۳۴۵۴- قد بلغنا "أَنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَطِیَٔ جَارِیَةً لَهٗ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَنَفَاهُ۔

۳۴۵۵- وَأَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَطِیَٔ جَارِیَةً لَهٗ فَحَمَلَتْ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا تُلْحِقْ بِآلِ عُمَرَ مَنْ لَیْسَ مِنْهُمْ، فَجَاءَتْ بِغُلَامٍ أَسْوَدَ: فَأَقَرَّتْ أَنَّهٗ مِنَ الرَّاعِیْ، فَانْتَفٰی مِنْهُ عُمَرُ"۔

ذکره محمد فی "الموطا" (۲۴۹) هکذا بلاغا وبلاغاته حجة عندنا - ورواه سعید بن منصور: حدثنا سفیان عن ابن ابی نجیح عن فتی من اهل المدینة: "ان عمر کان یعزل عن

ذریعے فیصلے کیے جاتے تھے پھر قرآن اور حدیث نبوی ﷺ نے اسے منسوخ کر دیا اس لیے کہ "میسر" کی تعریف قرعہ پر بھی صادق آتی ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے مدعین کی پسند اور ان کی رضامندی سے ہی ان کے درمیان قرعہ نکالا۔ لیکن اگر مدعی حضرات قرعہ پر راضی نہ ہوں تو پھر قرعہ کے ذریعے فیصلہ نہیں کیا جائے گا بلکہ اشتراک کا حکم لگایا جائے گا۔ اور رہی بخاری کی وہ حدیث جس میں باب نسب میں قیافت کا معتبر ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں قافہ کے قول پر حکم لگانے کے وجوب کی کوئی دلیل ہی نہیں۔ اس لیے کہ اسامہ بن زید کا نسب تو زید بن حارثہ سے پہلے ہی سے ثابت ہو چکا تھا۔ لہٰذا حضور ﷺ اس بارے میں کسی کے قول کے محتاج نہ تھے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت اسامہ ماقبل کی زندگی میں زندگی کی طرف منسوب نہ ہوتے۔ بلکہ حضور ﷺ محض قافہ کے قول کی درستگی پر متعجب تھے۔ یہ جواب امام طحاوی نے دیا ہے اور دوسرا جواب فتح الباری میں یہ دیا گیا ہے کہ جاہلیت میں لوگ اسامہ کے نسب میں طعن کرتے تھے کیونکہ اسامہ نہایت کالے اور زید نہایت سفید تھے پس جب قائف نے باوجود رنگت میں اختلاف کے کہا کہ یہ قدم بعض بعض سے ہیں تو حضور ﷺ اس سے خوش ہوئے کیونکہ لوگوں کے اعتقاد کے مطابق قائف کا یہ قول ان کے طعن سے کافی تھا اور میں مترجم یہ کہتا ہوں کہ لعان کی مشروعیت بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرعہ اور قیافت کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ورنہ لعان کی مشروعیت کی احتیاج ہی نہ رہتی۔ اور اسی طرح زیلعی میں جو یہ مروی ہے کہ دو آدمیوں نے ایک بچہ میں دعوی کیا تو حضرت عمرؓ نے قائف کو بلایا اور قائف کے قول کے بموجب ایک آدمی کو وہ بچہ دے دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے جو حضرت عمرؓ سے مروی سند حسن متصل یا سند صحیح متصل کے معارض نہیں بن سکتی۔

۳۴۵۴۔ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ زید بن ثابتؓ نے اپنی باندی سے وطی کی پھر اس نے بچہ جنا تو آپؓ نے اس بچہ کی نفی کی (موطا محمد، باب العزل)

۳۴۵۵۔ حضرت عمرؓ بن خطاب نے اپنی باندی سے ہم بستری کی تو وہ حاملہ ہو گئی اس پر آپؓ نے فرمایا کہ اے اللہ ایسے بچے کو آل عمر سے نہ ملانا جو عمرؓ کی اولاد میں سے نہیں۔ آخر کار اس باندی نے ایک کالے رنگ کا بچہ جنا تو اس نے اقرار کیا کہ یہ ایک چرواہے کا ہے۔ سو حضرت عمرؓ نے اس بچے کے نسب کا انکار کر دیا (موطا محمد)۔ امام محمدؒ کے بلاغات حجت ہیں اور سعید بن منصور نے سند کے ساتھ اہل مدینہ کے ایک جوان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی باندی سے عزل کرتے تھے۔

جارية له"۔ فذكره نحوه كذا في "المغني"(۴۹۱:۱۲)۔

۳۴۵۶- حدثنا عيسى بن ابراهيم الغافقي ثنا سفيان عن ابي الزناد عن خارجة: "أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يَعْزِلُ عَنْ جَارِيَةٍ فَارِسِيَّةٍ فَحَمَلَتْ بِحَمْلٍ فَأَنْكَرَهُ، وَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَكُنْ أُرِيدُ وَلَدَكِ، وَإِنَّمَا أَسْتَطِيبُ نَفْسَكِ، فَجَلَدَهَا وَأَعْتَقَهَا وَأَعْتَقَ وَلَدَهَا"۔

۳۴۵۷- حدثنا سليمان بن شعيب ثنا عبدالرحمن بن زياد ثنا شعبة ثنا قتادة عن سعيد بن المسيب، قال: "وَلَدَتْ جَارِيَةٌ لِزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ ؓ فقال: إِنَّهُ لَيْسَ مِنِّيْ، وَإِنِّيْ كُنْتُ أَعْزِلُ عَنْهَا" رواه الطحاوي(۶۸:۲)۔ والسند الاول رجاله رجال الصحيح خلا عيسى بن ابراهيم و هو ثقة ثبت، كما في "التهذيب" (۲۰۵:۸)۔والسند الثاني حسن و ذكره ابن حزم في "المحلى"(۳۲۲:۱۰) بالسند الاول و لم يعله بشيء۔

كِتَابُ الْاَيْمَانِ

بَابُ تَعْرِيْفِ الْغَمُوْسِ وَكَوْنِهِ مَعْصِيَةً وَاَنَّهُ لَا كَفَّارَةَ فِيْهِ

۳۴۵۶۔ خارجہ سے مروی ہے کہ اس کا باپ فارسی لونڈی سے عزل کیا کرتا تھا کہ اس دوران وہ حاملہ ہوگئی تو انہوں نے اس بچے کے نسب کا انکار کر دیا اور کہا مجھے تیرے بچے کی کوئی خواہش نہیں تھی۔ میں تو صرف تجھ سے لذت حاصل کرتا تھا۔ لہٰذا انہوں نے باندی کو کوڑے لگائے پھر اس کے بچے کو آزاد کر دیا۔(طحاوی)

۳۴۵۷۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ زید بن ثابت کی باندی نے بچہ جنا تو زید نے فرمایا کہ یہ میرا نہیں کیونکہ میں تو اس سے عزل کیا کرتا تھا(طحاوی)۔ پچھلی حدیث کی سند کے تمام راوی سوائے عیسیٰ کے صحیح کے راوی ہیں اور عیسیٰ بھی ثقہ ثبت ہے اور دوسری حدیث کی سند حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ باندی کے فراش اور ام ولد بننے کے لیے ضروری ہے کہ مولا وطی اور بچہ کا اقرار کرے کیونکہ یہ فراش انتہائی کمزور ہے اس لیے محض وطی کے اقرار سے بھی ام ولد نہیں بنے گی۔ البتہ نکاح میں محض عقد سے ہی فراش ہو جاتا ہے۔

کتاب۔ قسموں کے بیان میں

باب یمین غموس کی تعریف اور اس کے گناہ ہونے میں اور اس میں کفارہ کے نہ ہونے کے بیان میں

فائدہ: یمین کی مشروعیت اور اس کا حکم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع ہر تینوں سے ثابت ہے۔ قرآن پاک سے ثبوت (۱) لا يواخذكم الله باللغو في ايمانكم ولكن يواخذكم بما عقدتم الايمان۔(۲) ولا تنقضوا الايمان بعد توكيدها۔(۳) قل اي و ربي انه لحق۔ (۴) قل بلى و ربي لتبعثن۔(۵) قل بلى و ربي لتاتينكم۔ سنت سے ثبوت

٣٤٥٨- عن ابن مسعود ﷺ: "كُنَّا نَعُدُّ الذَّنْبَ الَّذِيْ لَا كَفَّارَةَ لَهُ الْيَمِيْنَ الْغَمُوْسَ أَنْ يَحْلِفَ الرَّجُلُ عَلَى مَالِ أَخِيْهِ كَاذِبًا لِيَقْتَطِعَهُ"- رواه آدم بن ابی ایاس فی مسند شعبة واسماعیل القاضی فی الاحکام، و قال : ولا مخالف له من الصحابة- قد طعن ابن حزم فی صحة الاثر عن ابن مسعود ﷺ (فتح الباری ۱۱:٤٨٤)- قلت: اخرجه الحاکم فی المستدرك(٦:٢٩٦)- و صححه علی شرط الشیخین، و قرره علیه الذهبی، وسنرد طعن ابن حزم علیه، فانه طعن بما لا طعن فیه، ورواه ابن حبان فی صحیحه من تفسیر الغموس عن الشعبی بلفظ: "اَلَّتِيْ تَقْتَطِعُ مَالَ اِمْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِيْهَا كَاذِبٌ"، کما فی "فتح الباری"(۱۱:٤٨٤)- و فی "فتح الباری"(السابق) ایضا: "و نقل محمدبن نصر فی اختلاف العلماء، ثم ابن المنذر ثم ابن عبدالبر اتفاق الصحابة علی ان لا کفارة فی الیمین الغموس"-

٣٤٥٩- عن عبدالله بن عمرو ﷺ مرفوعاً: "مِنَ الْكَبَائِرِ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ"- رواه البخاری (فتح الباری ۱۱:٤٨٤)-

٣٤٦٠- عن عبدالله ﷺ عن النبی ﷺ ، قال: "مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ كَاذِبَةٍ لِيَقْتَطِعَ بِهَا

بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا انی واللہ ان شاء اللہ لا احلف علی یمین فاری غیرھا خیراً منھا الا اتیت الذی ھو خیر و تحللتھا۔ اور آپ ﷺ کی یمین اکثر "لا و مصرف القلوب. لا ومقلب القلوب" ہوتی تھی اور امت کا یمین کی مشروعیت پر اجماع ہے اور آپ ﷺ سے تواتر سے "البینة علی المدعی والیمین علی من انکر" ثابت ہے۔

۳۴۵۸۔ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ یمین غموس ان گناہوں میں سے ہے جن میں کفارہ نہیں اور یمین غموس یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کے مال پر جو جھوٹی قسم اٹھائے اس کے مال کو ہتھیانے کے لیے۔ اسے آدم نے سند شعبہ اور اسماعیل قاضی نے احکام میں روایت کیا۔ اسمعیل فرماتے ہیں کہ کوئی صحابی اس فتویٰ کا مخالف نہیں۔ اور مستدرک حاکم میں بھی یہ حدیث مذکور ہے (فتح الباری)۔ مستدرک حاکم نے اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں شعبی سے غموس کی تعریف یوں بیان کی ہے کہ آدمی مسلمان مرد کے مال کو ہتھیانے کے لیے قسم اٹھاتا ہے جبکہ وہ اس میں جھوٹا ہوتا ہے (فتح الباری)۔ اور فتح الباری میں ہی ہے کہ محمد بن نصر نے اختلاف العلماء میں پھر ابن منذر نے اور پھر ابن عبدالبر نے صحابہ کا اس بات پر اجماع ذکر کیا ہے کہ یمین غموس میں کفارہ نہیں۔

۳۴۵۹۔ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا اور قصداً جھوٹی قسم اٹھانا کبیرہ گناہوں میں سے ہیں (بخاری، باب الیمین الغموس)۔

۳۴۶۰۔ عبداللہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان یا اپنے بھائی کا مال ہتھیانے کے لیے جھوٹی قسم کھائی تو

ـالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ اَوْ قَالَ اَخِيْهِ، لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ" الحديث رواه البخاري (۲:۹۸۶)۔

۳۴۶۱- عن ابي هريرة ﷺ مرفوعا: "خَمْسٌ لَيْسَ لَهُنَّ كَفَّارَةٌ، اَلشِّرْكُ بِاللهِ، وَذَكَرَ حَدِيْثَ وَفِيْهِ: وَيَمِيْنٌ بِغَيْرِ حَقٍّ"۔ رواه احمد و ابو الشيخ باسناد حسن، كذا في العزيزي (۴:۲۹۶)۔ و في فتح القدير(۴:۳۵۰): باسناد جيد صرح بجودته ابن عبدالهادي اھ۔

بَابُ تَفْسِيْرِ لَغْوِ الْيَمِيْنِ

۳۴۶۲- حدثنا حميد بن مسعدة قال: نا حسان يعني ابن ابراهيم قال: حدثنا ابراهيم يعني الصائغ عن عطاء فِي اللَّغْوِ فِي الْيَمِيْنِ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قال: هُوَ كَلَامُ الرَّجُلِ فِيْ بَيْتِه كَلَّا وَاللهِ وَبَلٰى وَاللهِ"۔ رواه ابوداود (۲:۱۱۵)۔ وقال: "روى هذا الحديث داود بن ابي الفرات عن ابراهيم الصائغ موقوفاً على عائشة۔ و كذالك رواه الزهري وعبدالملك بن ابي سلمة و مالك بن مغول كلهم عن عطاء عن عائشة موقوفاً" اھ قلت: حسان هذا من رجال الشيخين وابي داود و هو مختلف فيه۔ والاختلاف غير مضر،

ـہ سے قیامت کے دن اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہونگے (بخاری، باب قول الله ان الذین یشترون بعهدالله الخ)

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ یمین غموس گناہ کبیرہ ہے اور اس میں کوئی کفارہ نہیں۔

۳۴۶۱۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن میں کفارہ نہیں۔ ایک اللہ کے ساتھ شرک ـہ اور اس حدیث میں ہے کہ جھوٹی قسم اٹھانا۔ اسے احمد اور ابوالشیخ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے (العزیزی) اور فتح القدیر میں ہے ـی سند عمدہ ہے۔ ابن عبدالہادی نے اس کی سند کے عمدہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ **فائدہ:** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ یمین غموس ـنہ کبیرہ ہے اور اس میں کفارہ نہیں۔

باب یمین لغو کا بیان

۳۴۶۲۔ عطاءؒ یمین لغو کے بارے میں کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یمین لغو آدمی کا وہ ـہ ہے جو وہ اپنے گھر میں (تکیہ کلام کے طور پر) بولتا رہتا ہے مثلاً ہاں بخدا، نہیں بخدا (ابوداؤد، باب لغو الیمین)۔ ابوداؤد فرماتے ہیں ـہ حدیث داؤد بن ابی الفرات نے حضرت عائشہؓ پر موقوفاً روایت کی ہے اور اسی طرح زہری، عبدالملک بن ابی سلمہ اور مالک بن مغول ـنے موقوفاً روایت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حسان، شیخین اور ابوداؤد کا راوی ہے اور وہ مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضر نہیں لہٰذا رفع کی ـیت مقبول ہوگی۔ اور بخاری نے اسے موقوفاً روایت کیا ہے۔

فائدہ: یمین لغو کا مطلب یہ ہے کہ آدمی لا واللہ، بلی واللہ کہے اپنی کلام کے دوران اور اسے گمان ہو کہ وہ سچا ہے۔ اور

والرفع زيادة فتقبل- و قد رواه البخاري (۹۸٦:۲) موقوفا على عائشة-

۳٤٦٣- اخرج الطبرى من طريق الحسن البصرى مرفوعاً فِي قِصَّةِ الرُّمَاةِ: "وَكَانَ أَحَدُهُمْ إِذَا رَمٰى حَلَفَ أَنَّهُ أَصَابَ فَيَظْهَرُ أَنَّهُ أَخْطَأَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيْمَانُ الرُّمَاةِ لَغْوٌ لَا كَفَّارَةَ لَهَا وَلَا عُقُوبَةَ-(فتح البارى ۱۱: ٤٧٦)- و فيه ايضا- "وهذا لا يثبت، لانهم كانوا لا يعتمدون مراسيل الحسن، لانه كان ياخذ عن كل احد" اه- قلت: قد مر غير مرة ان مراسيله موصولة عن على ﷺ -و فى "تهذيب التهذيب"(۲: ۲٦٦): "قال ابن المدينى: مرسلات الحسن اذا رواها عنه الثقات صحاح، ما اقل ما يسقط منها- و قال ابوزرعة: كل شيء يقول الحسن:قال رسول الله ﷺ، وجدت له اصلا ثابتا ما خلا اربعة احاديث" اهـ

۳٤٦٤- وقد اخرجه الطبرانى فى "الصغير" عن معاوية بن حيدة: "أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَرَّ بِقَوْمٍ يَتَرَامَوْنَ، وَهُمْ يَحْلِفُوْنَ أَخْطَأْتَ وَاللهِ، أَصَبْتُ وَاللهِ، فَلَمَّا رَأَوْا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أَمْسَكُوا فَقَالَ: اِرْمُوْا فَإِنَّمَا أَيْمَانُ الرُّمَاةِ لَغْوٌ لَا حِنْثَ فِيْهَا وَلَا كَفَّارَةَ"- قال الهيثمى فى "مجمع الزوائد"(٤: ۱۸٥): "رجاله ثقات الا ان شيخ الطبرانى لم اجد من وثقه ولا جرحه" اه- قلت و قد مرفى الكتاب، و فى المقدمة ان شيوخه الذين لم يضعفوا فى "الميزان" ثقات فالحديث حسن صحيح، و تايد به مرسل الحسن-

---

اگر اسے اپنے جھوٹا ہونے کا گمان ہو تو پھر وہ ﴿لكن يواخذكم الله بما كسبت قلوبكم﴾ کے تحت داخل ہوگی اور اسی طرح آدمی تکیہ کلام کے طور پر لا واللہ، بلی واللہ بولتا ہے اور اس کا ارادہ یمین کا نہیں ہوتا تو یہ بھی یمین لغو ہے۔

۳۴۶۳۔ حضرت حسن بصریؒ سے تیراندازوں کے قصے میں ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ جب کوئی تیرانداز تیر پھینکتا تو قسم اٹھاتا کہ تیر ٹھیک نشانے پر لگا ہے لیکن بعد میں معلوم ہوتا کہ نشانہ خطا گیا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیراندازوں کی قسمیں لغو ہیں ان میں کسی قسم کا کفارہ نہیں (فتح الباری)۔ حسن کے مراسیل حضرت علیؓ سے موصول ہیں اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ اگر حسن کے مرسلات ثقہ روایت کریں تو وہ صحیح ہیں اور ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ بات جس میں حسن فرمائیں کہ حضور ﷺ نے ایسا فرمایا میں نے اس کے لئے اصل پائی ہے، سوائے چار احادیث کے (اور یہ مذکورہ بالا حدیث ان چار میں سے نہیں)۔

۳۴۶۴۔ معاویہ بن حیدۃ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک تیراندازی کرتی ہوئی قوم کے پاس سے گذرے جو قسمیں کھا رہے تھے کہ قسم بخدا! تیرا نشانہ خطا گیا اور قسم بخدا! میرا تیر نشانے پر لگا۔ پس جب انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو تیراندازی روک دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیراندازی کرو اور تیراندازوں کی قسمیں لغو ہیں۔ ان میں نہ گناہ ہے اور نہ ہی کفارہ ہے (طبرانی فی الصغیر)۔

٣٤٦٥- قد اخرج ابن ابی عاصم من طریق الزبیدی،وابن وهب فی جامعه عن یونس و عبدالرزاق فی مصنفه عن معمر، کلهم عن الزهری عن عروة عن عائشة رضی الله عنها"لَغْوُ الْیَمِیْنِ مَا کَانَ فِی الْمِرَاءِ وَالْهَزْلِ، وَالْمُرَاجَعَةِ فِی الْحَدِیْثِ الَّذِیْ کَانَ یَعْقِدُ عَلَیْهِ الْقَلْبُ"- وهذا موقوف و روایة یونس تقارب الزبیدی، ولفظ معمر: "أَنَّ الْقَوْمَ یَتَدَارَؤُوْنَ، یَقُوْلُ اَحَدُهُمْ: لَا وَاللّٰهِ، وَبَلٰی وَاللّٰهِ، وَکَلَّا وَاللّٰهِ، وَلَا یَقْصِدُ الْحَلْفَ"- ولیس مخالفا للاول وهو المعتمد- واخرج ابن وهب عن الثقة عن الزهری بهذا السند: "هُوَالَّذِیْ یَحْلِفُ عَلَی الشَّیْءِ لَا یُرِیْدُ بِهٖ اِلَّا الصِّدْقَ، فَیَکُوْنُ عَلٰی غَیْرِ مَا حَلَفَ عَلَیْهِ"- وهذا یوافق القول الثانی، لکنه ضعیف من اجل هذا المبهم، شاذ لمخالفة من هو اوثق منه و اکثر عددا-(فتح الباری ۱۱:٤٧٧)، وهذا المبهم لما وثقه ابن وهب فهو ثقة، ولا یلتفت الی تضعیف غیره ممن لم یعرفه- فان العارف مقدم علی من لم یعرف ، ولا شذوذ فیه بمخالفة الثقات، فان التطبیق ممکن والجمع سهل-

٣٤٦٦- حدثنی یعقوب ثنا هشیم اخبرنا حصین عن ابی مالك قال: "اَلْاَیْمَانُ ثَلَاثَةٌ:

حدیث حسن صحیح ہے اوراس حدیث کے ساتھ مرسلِ حسن بھی مؤید ہو جائے گا۔

۳۴۶۵۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یمین لغووہ قسم ہے جو خوشی یا مذاق کی حالت میں اٹھائی جائے۔اور مراجعت صرف اس بات میں ہوتی ہے جسے دل مضبوط کرے۔یہ حدیث موقوف ہے اور یونس کی روایت زبیدی کے مقارب ہے اور معمر کی روایت میں ہے کہ لوگ جب جھگڑا کرتے ہیں(اور بحث کرتے ہیں) توان میں سے ایک کہتا ہے نہیں بخدا،ہاں بخدا اور ہرگز نہیں بخدا،اوراس کا مقصد قسم نہیں ہوتا۔اور زہری سے مروی ہے کہ یمین لغو یہ ہے کہ انسان کسی معاملے پر قسم اٹھاتا ہے اوراس کا سچائی ہی کا ارادہ ہوتا ہے(یعنی وہ اپنے خیال میں سچا ہوتا ہے) لیکن معاملہ اس کی قسم کے برعکس ہوتا ہے(فتح الباری،ابن ابی عاصم،مصنف عبدالرزاق)

فائدہ: موفق مغنی میں لکھتے ہیں کہ ایک آدمی کسی شئ پر حلف اٹھائے اوراس کا گمان ہو کہ یہ ایسا ہی ہے حالانکہ وہ ایسا نہ ہو تو یہ یمین لغو ہے اوراس میں کفارہ نہیں اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے اور یہی ابن عباسؓ،ابو ہریرہؓ ابو مالک،زرارہ بن اوفی،حسن بصری،نخعی،مجاہد،ابوحنیفہ،مالک،سلیمان بن یسار،اوزاعی،ثوری وغیرہ کا مسلک ہے اور ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ یمین لغو میں کفارہ نہیں۔

خلاصہ یہ کہ ماضی پر حلف کی تین قسمیں ہیں(۱) کسی امر ماضی پر حلف اٹھائے اور وہ اس میں سچا ہو،اس میں بالاجماع کفارہ نہیں۔(۲)امر ماضی پر حلف اٹھاتا ہے اور وہ اس میں جھوٹ کا اردہ کرتا ہے۔یہ یمین غموس ہے اس میں بھی کفارہ نہیں۔(۳)امر ماضی پر حلف اٹھائے اور وہ اپنے خیال میں سچا ہو لیکن درحقیقت معاملہ اس کے برعکس ہو تو یہ یمین لغو ہے،اس میں بھی کفارہ نہیں۔(۱۱:۱۸۱ جنغیر یسیر)

۳۴۶۶۔ ابو مالک فرماتے ہیں کہ قسمیں تین قسم پر تھیں۔ایک وہ قسم جس کا کفارہ دیا جاتا ہے،دوسرے وہ قسم جس میں کفارہ

يَمِيْنٌ تُكَفَّرُ، وَيَمِيْنٌ لَا تُكَفَّرُ، وَيَمِيْنٌ لَا يُؤَاخَذُبِهَا صَاحِبُهَا۔ فَأَمَّا الَّتِيْ تُكَفَّرُ فَالرَّجُلُ يَحْلِفُ عَلَى الْاَمْرِ لَا يَفْعَلُهُ ثُمَّ يَفْعَلُهُ فَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ۔ وَأَمَّا الَّتِيْ لَا تُكَفَّرُ فَالرَّجُلُ يَحْلِفُ عَلَى الْاَمْرِ يَتَعَمَّدُ فِيْهِ الْكِذْبَ فَلَيْسَ فِيْهِ كَفَّارَةٌ، وَأَمَّا الَّتِيْ لَا يُؤَاخَذُ بِهَا فَالرَّجُلُ يَحْلِفُ عَلَى الْاَمْرِ يَرَى أَنَّهُ كَمَا حَلَفَ عَلَيْهِ فَلَا يَكُوْنُ كَذٰلِكَ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ فِيْهِ كَفَّارَةٌ، وَهُوَ اللَّغْوُ"۔ رواه الامام الطبری فی تفسیره (۱۱:۷)۔ وسنده صحیح رجاله رجال الجماعة غیر ابی مالك، واسمه غزوان الغفاری فثقة من الثالثة، تابعی جلیل کما سنذکره۔

بَابُ الْحَلْفِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَبِاَسْمَائِهٖ وَبِصِفَاتِهٖ

۳۴۶۷- عن ابن عمر رضی الله عنهما: "قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْثًا وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِيْ اِمْرَتِهٖ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اِنْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ

نہیں (لیکن گناہ ہے) تیسرے وہ قسم جس میں قسم اٹھانے والے کا کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوتا (یعنی نہ گناہ ہے اور نہ ہی کفارہ)۔ بہر حال وہ قسم جس میں کفارہ دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کسی معاملے پر قسم اٹھاتا ہے کہ اسے نہیں کرے گا۔ لیکن پھر اسے کر دیتا ہے۔ اس صورت میں اس پر کفارہ ہوگا (اسے یمین منعقدہ کہتے ہیں) اور وہ قسم جس میں کفارہ نہیں وہ یہ ہے کہ آدمی کسی معاملے پر قسم اٹھاتا ہے اور اس میں جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے تو اس صورت میں کفارہ نہیں (لیکن اس میں گناہ ہے اور اس کا نام یمین غموس ہے) اور وہ قسم جس میں قسم اٹھانے والے کا کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کسی معاملے پر قسم اٹھاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ معاملہ اس کی قسم کے مطابق ہے۔ لیکن معاملہ اس طرح نہیں ہوتا۔ تو اس صورت میں اس پر کفارہ نہیں (اور نہ ہی گناہ ہے) اور یہ یمین لغو ہے (تفسیر طبری)۔ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے ابو مالک کے اور وہ ثقہ تابعی جلیل ہے۔

فائدہ: یمین کو اقسام ثلثہ پر تقسیم کرنا یقیناً مدرک بالرائے نہیں لہٰذا یقیناً انہوں نے یہ صحابہؓ سے ہی سنا ہوگا اور موفق نے اس قسم کو جو متکلم کی زبان پر بلا قصد کے آجائے یمین لغو سے شمار کیا ہے، اور اس میں بھی کفارہ نہیں۔ موفق فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے اور ہم اس میں کسی اختلاف کو نہیں جانتے۔ اھ (۱۱:۱۸۰)۔ **فائدہ:** اگر کوئی آدمی معصیت پر قسم اٹھائے تو وہ اسے نہ کرے اور یمین کے توڑنے کے عوض کفارہ ادا کرے۔ جیسا کہ بخاری وغیرہ میں آپ ﷺ کا فرمان عالیشان منقول ہے کہ جو شخص کسی چیز پر حلف اٹھائے اور پھر اس کے علاوہ کو اس سے بہتر پائے تو وہ بہتر کام کر گزرے اور اپنی یمین کے عوض کفارہ ادا کرے۔

باب لفظ اللہ اور اللہ کے دیگر ناموں اور صفات کے ساتھ قسم اٹھانا

۳۴۶۷۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور اسامہ بن زید کو اس لشکر کا امیر بنایا۔ بعض لوگوں نے ان کے امیر بنائے جانے پر نکتہ چینی کی تو حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اگر تم اس کے امیر بنائے جانے پر نکتہ چینی کرتے ہو تو تم اس سے پہلے

إِمْرَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ إِمْرَةِ أَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ، وَأَيْمُ اللهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْإِمَارَةِ، وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ" رواه البخاری(۲:۹۸۰)۔

۳٤٦٨- عن عائشة رضی الله عنها عن النبی ﷺ انه قال: "يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ! وَاللهِ لَوْتَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً"۔ اخرجه البخاری (۲:۹۸۱)۔

۳٤٦٩- عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: "كَانَتْ يَمِيْنُ النَّبِيِّ ﷺ: لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ"۔ رواه البخاری (۲:۹۸۱)۔

۳٤٧٠- عن حديث عائشة رضی الله عنها الی ان قال: فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِاللهِ بْنِ أُبَيٍّ فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ، فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ: لَعَمْرُاللهِ لَنَقْتُلَنَّهُ۔ رواه البخاری(۲:۹۸۵)۔وفی "فتح الباری"(۱۱:٤٧٦): وتقدم فی اواخر الرقاق فی الحديث الطويل من رواية لقيط بن عامر رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قَالَ: "لَعَمْرُ اِلٰهِكَ" و كررها۔ وهو عند عبدالله بن احمد فی زيادات المسند و غيره۔ قلت: وهو عند ابی داود فی سننه(عون المعبود۳:۲۲۲)۔

۳٤٧١- عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ، قال: "بَيْنَا أَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ أَيُّوْبُ يَحْتَثِيْ فِيْ ثَوْبِهِ، فَنَادَاهُ رَبُّهُ يَا أَيُّوْبُ أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى؟ قَالَ: بَلٰى وَعِزَّتِكَ! وَلٰكِنْ لَا غِنٰى بِيْ عَنْ بَرَكَتِكَ"۔ رواه البخاری(۱:٤٢)۔

اس کے باپ کے امیر بنائے جانے پر بھی تنقید کر چکے ہو۔خدا کی قسم، زید بھی امیر بنائے جانے کے قابل تھے اور مجھے سب لوگوں سے عزیز تھے اور ان کے بعد یہ اسامہ مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ عزیز ہے(بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وایم اللہ)۔

۳۴۶۸۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ اے امت محمد! واللہ اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم زیادہ روتے اور تھوڑا ہنستے (بخاری، باب کیف کانت یمین النبی)۔

۳۴۶۹۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ کی قسم بس اتنی تھی لا ومقلب القلوب یعنی دلوں کے پھیرنے والے کی قسم (بخاری)۔

۳۴۷۰۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ کھڑے ہوئے۔عبداللہ بن ابی کے بارے میں مدد چاہی تو اسید ابن حضیر کھڑے ہوئے اور سعد بن عبادہ سے کہا (لعمر اللہ) خدا کی قسم ہم اسے قتل کر دیں گے (بخاری، باب قول الرجل لعمر اللہ)۔اور لقیط بن عامر سے مروی ہے کہ آپﷺ نے لعمر الھک کے الفاظ فرمائے اور انہیں بار بار فرمائے۔(ابوداؤد)۔

۳۴۷۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ ایوب علیہ السلام ننگے غسل فرما رہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں آپ پر گرنے لگیں تو حضرت ایوب انہیں اپنے کپڑے میں سمیٹنے لگے، اتنے میں ان کے رب نے انہیں آواز دی اے ایوب! کیا میں

۳۴۷۲- عن عبدالرحمن بن صفوان ﷺ فی حدیث طویل: "فَقَامَ الْعَبَّاسُ مَعَهُ أَتَى مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَفْوَانَ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ! قَدْ عَرَفْتَ مَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ فُلَانٍ، وَأَتَاكَ بِأَبِيْهِ لِتُبَايِعَهُ عَلَى الْهِجْرَةِ فَأَبَيْتَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا هِجْرَةَ، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ لِتُبَايِعَنَّهُ، قَالَ: فَبَسَطَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَدَهُ، فَقَالَ: هَاتِ! أَبْرَرْتُ عَمِّيْ وَلَا هِجْرَةَ"۔ رواه احمد وابن ماجة (نيل الاوطار۸:۲٦٤)۔ قلت: رجال ابن ماجة ثقات غير يزيد بن ابى زياد فمختلف فيه، وقد وثق ، وهو من رجال مسلم۔ وذكره الموفق فى "المغنى"(۱۱:۲۰٦) بلفظ "أَبْرَرْتُ قَسَمَ عَمِّيْ وَلَا هِجْرَةَ"اه۔

۳۴۷۳- عن عائشة رضى الله عنها فى حديث طويل، قالت: "قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أُقْسِمُ لَا أَدْخُلُ عَلَيْكُنَّ شَهْرًا، فَغَابَ عَنَّا تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْنَا مَسَاءَ الثَّلَاثِيْنَ، فَقَالَتْ: كُنْتَ حَلَفْتَ أَنْ لَّا تَدْخُلَ شَهْرًا، فَقَالَ: شَهْرٌ هٰكَذَا، وَشَهْرٌ هٰكَذَا، وَفَرَّقَ بَيْنَ كَفَّيْهِ وَأَمْسَكَ فِيْ الثَّالِثَةِ الْإِبْهَامَ"۔ رواه الحاكم فى "المستدرك"(٤:۳۰۲)۔ وصححه على شرط

نے تمہیں اس چیز سے بے نیاز نہیں کر دیا تھا جسے تم دیکھ رہے ہو۔ ایوب نے جواب دیا ہاں تیری بزرگی کی قسم۔ لیکن تیری برکت سے میرے لیے بے نیازی کیونکر ممکن ہے (بخاری باب من اغتسل عریانا وحدہٗ)۔

۳۴۷۲۔ عبدالرحمٰن بن صفوانؓ سے مروی ہے کہ حضرت عباسؓ اس کے ساتھ اٹھے اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ بخوبی واقف ہیں کہ میرے اور فلاں کے درمیان کس قسم کے تعلقات ہیں اور وہ آپ ﷺ کے پاس اپنے باپ کو لایا تا کہ آپ ﷺ اس سے ہجرت پر بیعت لے لیں۔ لیکن آپ ﷺ نے انکار فرما دیا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب کوئی ہجرت نہیں ہے۔ اس پر حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ میں آپ ﷺ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اس سے ضرور بیعت لیں گے۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ اس پر حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور فرمایا آ (بیعت کر) تا کہ میں اپنے چچا کی قسم پوری کروں بہرحال ہجرت اب نہیں رہی (احمد وابن ماجہ) ابن ماجہ کے راوی ثقہ ہیں سوائے یزید بن ابی زیاد کے اور وہ مختلف فیہ ہے اور وہ مسلم کا راوی ہے اور موفق نے مغنی (۱۱:۲۰٦) میں اس روایت کو "ابررت قسم عمی ولا هجرة" کے ساتھ روایت کیا ہے یعنی میں نے اپنے چچا کی قسم کو پورا کر دیا اور اب کوئی ہجرت نہیں۔ ابن ھبیرہ کتاب الاجماعؒ میں فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یمین لفظ اللہ کے ساتھ اور اس کے تمام ناموں کے ساتھ اور اس کی تمام ذاتی صفات کے ساتھ منعقد ہو جاتی ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ نے علم کو اور حق اللہ کو مستثنیٰ کیا ہے۔

۳۴۷۳۔ ایک طویل حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں قسم اٹھاتا ہوں کہ میں ہرگز تمہارے پاس (بیویوں کے پاس) ایک ماہ تک نہیں آؤں گا۔ پھر حضور ﷺ انتیس دن تک ہمارے پاس نہ آئے پھر تیسویں کی شام تشریف لائے تو میں (حضرت عائشہؓ) نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے ایک ماہ تک نہ آنے کی قسم اٹھائی تھی۔ تو اس پر آپ ﷺ نے ہاتھ کی انگلیوں

البخاری، و قال: فیه البیان ان اقسمت علی کذا یمین و قسم، واقرہ علی تصحیحه الذهبی۔

کے اشارے سے فرمایا کہ مہینہ اتنے دنوں کا ہوتا ہے اور تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کا انگوٹھا اکٹھا کر لیا اور اسے شمار نہ کیا (یعنی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے) (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے شرط بخاری پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس کی تصحیح کو برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: ایلاء کا لغوی معنی قسم ہے اور شریعت میں چار مہینے یا اس سے زائد یا ہمیشہ بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کو ایلاء کہا جاتا ہے قرآن پاک میں "تربص اربعة اشهر" کے الفاظ سے بتادیا کہ کم از کم ایلاء کی مدت چار مہینے ہے اسی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ ایک مہینہ یا دو ماہ یا تین ماہ کی قسم سے ایلاء نہیں بنتا جب تک چار ماہ والی حد کو نہ پہنچے (اعلاء السنن)۔ بعض احادیث میں ازواج مطہرات سے حضور ﷺ کے ایلاء کا بھی ذکر آتا ہے مگر وہ ایلاء بھی لغوی معنی میں تھا کہ حضور ﷺ پر جب فتوحات کے دروازے کھلنے لگے تو ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن نے کچھ نان ونفقہ میں وسعت کا مطالبہ کر دیا جس کی وجہ سے حضور ﷺ کو دلی صدمہ ہوا اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب کی آیات "یا ایها النبی قل لازواجک الخ" آیات میں ان کو اختیار دیا کہ اگر دنیا اور اس کی زینت مطلوب ہے تو طلاق اور چند کپڑے دے کر تمہیں اچھے طریقہ سے جدا کر دیا جائے اور اگر اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا ارادہ ہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں والدین سے مشورہ کر کے مجھ کو جواب دینا اور یہ آیات سنائیں تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فوراً فرمایا کہ کیا میں اس میں بھی مشورہ کی ضرورت سمجھتی ہوں؟ اور فرمایا کہ میں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور دار آخرت کو دنیا کے مقابلہ میں پسند کرتی ہوں اور یہی جواب دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے دیا۔ ان آیات کے نازل ہونے سے پہلے آنحضرت ﷺ نے ایک مہینہ ازواج مطہرات سے جدا رہنے کی قسم بھی کھائی تھی۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں "ازواجِ مطہرات کو خیال نہ تھا کہ اس سے آپ ﷺ کو ایذاء پہنچے گی عام مسلمانوں میں مالی وسعت دیکھ کر اپنے لیے بھی وسعت کا خیال دل میں آگیا" (معارف القرآن ص ۱۲۷ ج ۷) اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ نفس نان ونفقہ سے محروم نہیں تھیں بلکہ فتوحات کے پیش نظر وسعت نان ونفقہ کا مطالبہ تھا چنانچہ مفتی صاحبؒ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ ازواج مطہراتؓ نے جمع ہوکر رسول اللہ ﷺ سے اس کا مطالبہ کیا کہ ان کا نان نفقہ بڑھایا جائے تفسیر بحر محیط میں ابوحیان نے اس کی تشریح یہ بیان کی ہے کہ غزوۂ احزاب کے بعد بنونضیر پھر بنوقریظہ کی فتوحات اور اموالِ غنیمت کی تقسیم نے عام مسلمانوں میں ایک گونہ خوشحالی پیدا کر دی تھی۔ ازواج مطہرات کو اس وقت یہ خیال ہوا کہ ان اموالِ غنیمت میں سے آنحضرت ﷺ نے بھی اپنا حصہ رکھا ہوگا اس لیے انہوں نے جمع ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کسریٰ وقیصر کی بیبیاں طرح طرح کے زیورات اور قیمتی لباسوں میں ملبوس ہیں اور ان کی خدمت کے لیے کنیزیں ہیں اور ہمارا حال فقر وفاقہ کا آپ دیکھتے ہیں اس لیے اب کچھ توسع سے کام لیا جائے (معارف القرآن ص ۱۲۶۔۱۲۷ ج ۷) نیز فرماتے ہیں کہ (ازواجِ مطہرات میں سے) کسی نے بھی دنیا کی فراخی کو رسول اللہ ﷺ کی زوجیت کے مقابلے میں قبول نہ کیا (معارف القرآن ص ۱۲۷ ج ۷) مگر مودودی صاحب نے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ ازواج مطہرات کے نان ونفقہ کی طرف حضور ﷺ کو توجہ دینے کی فرصت نہیں تھی اور ازواج مطہرات خرچہ سے تنگ رہتی تھیں۔ چنانچہ مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ: "آپ ﷺ اپنی معاش کے لیے ذرہ برابر بھی کوئی کوشش نہیں

کر سکتے تھے ان حالات میں جب آپ ﷺ کی ازواج مطہرات خرچ کی تنگی کے باعث آپ کے سکون طبع میں خلل انداز ہوتی تھیں تو اس سے آپ ﷺ کے ذہن پر دہرا بار پڑتا تھا (تفہیم القرآن ص ۶۵ ج ۴)۔ نیز لکھتے ہیں (سورۂ احزاب کے چوتھے رکوع کے) پہلے حصہ میں نبی ﷺ کی ازواج کو جو اس تنگی وعسرت کے زمانے میں بے صبر ہو رہی تھیں اللہ تعالیٰ نے نوٹس دیا (تفہیم القرآن ص ۶۶ ج ۴) نیز فرماتے ہیں کہ ''معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اس وقت کسی مالی مشکلات میں مبتلا تھے۔ اور کفر و اسلام کے انتہائی شدید کشمکش کے زمانے میں خرچ کے لیے ازواج مطہرات کے تقاضے مزاج مبارک پر کیا اثر ڈال رہے تھے (تفہیم القرآن ص ۸۴ ج ۸۵) حالانکہ نفس نفقہ بیویوں کا حق ہے اس کے لیے حضور ﷺ قرض بھی لیا کرتے تھے اس پر ناراض ہونا معلم انسانیت کے حسن اخلاق کے منافی ہے۔ آیت کے الفاظ ''الحیوۃ الدنیا و زینتھا'' میں زینت کے لفظ بھی صاف بتا رہے ہیں کہ ان کا مطالبہ وسعت کا تھا نفس نان و نفقہ کا نہ تھا۔ مودودی صاحب نے ایسے واقعات میں غلط رنگ بھر کر ازواج مطہرات، جن کو قرآن پاک تمام مومنوں کی مائیں کہتا ہے، کے متعلق یہاں تک لکھ دیا کہ وہ ''نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں کچھ زیادہ جری ہو گئی تھیں۔ اور حضور ﷺ سے زبان درازی کرنے لگیں تھیں'' (ہفت روزہ ایشاء لاہور ۱۹ نومبر ۱۹۶۷ء) نعوذ باللہ کوئی شخص ماں کے بارہ میں ایسے الفاظ استعمال نہیں کر سکتا جو مودودی صاحب تمام مومنوں کی ماؤں کے بارہ میں استعمال کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے بارے میں مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ ''انہوں نے حضور ﷺ کے مقابلہ میں جتھہ بندی کر لی تھی (تفہیم القرآن ص ۲۳، ج ۶) نیز ازواج مطہرات کے بارہ میں انہوں نے لکھا کہ وہ حضور ﷺ کو دو بدو جواب دیتی تھیں اور زبان درازی کرتی تھیں اس پر مودودی صاحب کو جب متنبہ کیا گیا تو بجائے اس کے کہ اپنے الفاظ سے رجوع کرتے بلکہ بڑی ڈھٹائی سے فرماتے ہیں: ''اس ترجمے کو بعض لوگ غلط کہتے ہیں اور ان کا اعتراض یہ ہے کہ مراجعت کا ترجمہ پلٹ کر جواب دینا یا دو بدو جواب دینا تو صحیح ہے مگر اس کا ترجمہ زبان درازی صحیح نہیں ہے۔ لیکن یہ معترض حضرات اس بات کو نہیں سمجھتے کہ اگر کم مرتبے کا آدمی اپنے سے بڑے مرتبے کے آدمی کو پلٹ کر جواب دے یا دو بدو جواب دے تو اسکا نام زبان درازی ہے مثلاً باپ اگر بیٹے کو کسی بات پر ڈانٹے یا اس کے کسی فعل پر ناراضی کا اظہار کرے اور بیٹا اس پر ادب سے خاموش رہنے یا معذرت کرنے کی بجائے پلٹ کر جواب دینے پر اتر آئے تو اس کو زبان درازی کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ پھر جب یہ معاملہ باپ اور بیٹے کے درمیان نہیں بلکہ اللہ کے رسول ﷺ اور امت کے کسی فرد کے درمیان ہو تو صرف ایک غبی آدمی ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کا نام زبان درازی نہیں ہے'' (تفہیم القرآن ص ۲۵ ج ۶ سورۂ تحریم) قارئین کرام مودودی صاحب یہ ساری زور آزمائی لفظ ''لیراجعن'' اور ''تراجعی'' پر کر رہے ہیں جو بخاری شریف میں موجود ہے اور مراجعت سے بنا ہے۔ مصباح اللغات میں ہے دوسرے سے معاملہ میں بات چیت کرنا، دوبارہ گفتگو کرنا (مصباح اللغات ص ۲۸۱) اور عام محاوروں میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے کہ شاگرد سبق سمجھ نہ آنے پر استاذ کی طرف مراجعت کرتا ہے، مرید اور مستفتی کو بارہا کسی مسئلہ میں اپنے پیر یا مفتی کی طرف مراجعت کرنی پڑتی ہے۔ یہاں زبان درازی کا مفہوم بالکل درست نہیں لگتا۔ اسی طرح بخاری شریف میں حدیث معراج میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا کہ ''راجع ربک'' یعنی اپنی امت کے بارہ میں اپنے رب کی طرف رجوع کیجئے مگر مودودی

۳۴۷۴- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما: "ان ابا بکرؓ قال: أَقْسَمْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! بِأَبِيْ أَنْتَ ـ لَتُحَدِّثَنِّيْ مَاالَّذِيْ أَخْطَأْتُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تُقْسِمْ"۔ رواہ ابوداود و سکت عنہ۔ قال المنذری: واخرجہ البخاری والترمذی والنسائی وابن ماجۃ، و فی لفظ لابی داود:

صاحب کے بقول مراجعہ کا معنی یہ بنے گا کہ اپنے رب سے زبان درازی کریں اور اسی روایت میں راجعت بھی ہے تو کوئی عقل سے کورا ہی اس کا معنی یہ کرے گا کہ نعوذ باللہ میں نے رب سے زبان درازی کی (ملاحظہ ہو باب کیف فرضت الصلوۃ فی الاسراء) اسی طرح بخاری شریف سورۂ جمعہ کی تفسیر میں ہے کہ جب و آخرین منھم لما یلحقوا بھم آیت نازل ہوئی تو حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول وہ کون لوگ ہیں؟ فلم یراجعہ یعنی حضورﷺ نے ان کو جواب نہیں دیا، یہاں بھی کوئی شخص یہ ترجمہ نہیں کرتا کہ آپ ﷺ نے ان سے زبان درازی نہیں کی، اسی طرح بخاری فضائل القرآن باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف میں ہے اقرانی جبریل علی حرف فراجعتہ کہ مجھے حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک لغت پر قرآن پڑھایا تو میں نے ان کی طرف مراجعت کی نہ کہ میں نے ان سے زبان درازی کی، الغرض احادیث میں بیسیوں جگہ مراجعت کا لفظ مختلف صیغوں میں استعمال ہوا ہے مگر کہیں بھی زبان درازی والا معنی نہیں مگر مودودی صاحب نے ازواج مطہرات کے لیے یہ معنی بیان کر کے ان کی توہین کی ہے اور پھر اس توہین آمیز معنی کو پختہ کرنے کے لیے لکھا ہے کہ یہ ازواج اگرچہ معاشرے کی بہترین خواتین تھیں مگر بہرحال تھیں انسان ہی اور بشریت کے تقاضوں سے مبرا نہ تھیں، کبھی ان کے لیے مسلسل عسرت کی زندگی بسر کرنا دشوار ہو جاتا تھا اور وہ بے صبر ہو کر حضورﷺ سے نفقہ کا مطالبہ کرنے لگتیں......... کبھی نسائی فطرت کی بنا پر ان سے ایسی باتوں کا ظہور ہو جاتا تھا جو عام انسانی زندگی میں معمول کے خلاف نہ تھیں مگر جس گھر میں ہونے کا شرف اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا اس کی شان اور اس کی عظیم ذمہ داریوں سے وہ مطابقت نہ رکھتی تھیں (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۲۷) اگر مودودی صاحب کے بارہ میں کوئی کہے کہ مودودی صاحب اچھے آدمی تھے مگر بہرحال تھے انسان ہی اور بشریت کے تقاضوں سے مبرا نہ تھے، مسلسل علماء کرام کی تنقید سے بے صبر ہو کر اپنی غلطی پر ڈٹ جاتے تھے کبھی انسانی فطرت کی بنا پر ان سے ایسی باتوں کا ظہور ہو جاتا تھا جو عام انسانی زندگی میں معمول کے خلاف نہ تھیں مگر جس لیڈری کے وہ شائق تھے اس کی شان اور اس کی عظیم ذمہ داریوں سے وہ مطابقت نہ رکھتی تھیں تو غالباً مودودی صاحبان اس کو توہین ہی سمجھیں گے اور اگر مودودی صاحب کی بیگم صاحبہ کے بارہ میں یہ لکھا جائے کہ وہ مودودی صاحب سے زبان درازی کرتی تھیں تو اس کو مودودی صاحبان قابل برداشت نہ سمجھیں گے تو امہات المومنین رضوان اللہ علیہن کے بارہ میں علماء بھی ایسے الفاظ برداشت نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ فہم سلیم سے امہات المومنین کے مقام کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

۳۴۷۴۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابوبکرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ کی قسم کھاتا ہوں۔ فدا ہوں آپ ﷺ پر میرے ماں باپ۔ آپ ﷺ مجھے ضرور بتائیے کہ میں نے کیا غلطی ہے تو اسپر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم مت کھاؤ (ابوداؤد، باب القسم ھل یکون یمینا)۔ منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور ابوداؤد میں لم یخبرہ کے الفاظ ہیں اور پھر ابوداؤد اور

"لَمْ يُخْبِرْهُ"- سكت عنه هو والمنذري (عون المعبود ٣: ٢٢٤)-

٣٤٧٥- عن بُريدةَ ﷺ قالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ" رواه ابوداود و سكت عنه هو والمنذري، ورجال اسناده ثقات-

٣٤٧٦- واخرج الطبراني في الاوسط باسناد رجاله ثقات من حديث ابن عمررضي الله عنهما: "اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَمِعَ رَجُلًا يَحْلِفُ بِالْاَمَانَةِ، فَقَالَ: اَلَسْتَ الَّذِيْ يَحْلِفُ بِالْاَمَانَةِ" (نيل الاوطار ٨: ٤٦٥)- قلت: والحديث في "مجمع الزوائد" (٤: ١٧٨)، ولكنه بلفظ: "إِنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا يَحْلِفُ بِالْاَمَانَةِ، فَقَالَ: اَلَسْتَ الَّذِيْ تَحْلِفُ بِالْاَمَانَةِ" اه- والظاهر وقوع التصحيف فيه-

٣٤٧٧- عنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ فِيْ الرَّجُلِ يَقُوْلُ: هُوَ يَهُوْدِيٌّ اَوْنَصْرَانِيٌّ اَوْ مَجُوْسِيٌّ اَوْ بَرِيٌّ مِنَ الْاِسْلَامِ اَوْ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ اَوْ عَلَيْهِ نَذْرٌ، قَالَ: "يَمِيْنٌ مُغَلَّظٌ"- رواه عبدالرزاق (كنز العمال ٨: ٣٤٣)-

٣٤٧٨- روى الزهري عن خارجة بن زيد عن ابيه عن النبي ﷺ: "أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يَقُوْلُ: هُوَ يَهُوْدِيٌّ اَوْ نَصْرَانِيٌّ اَوْ مَجُوْسِيٌّ اَوْ بَرِيٌّ مِنَ الْاِسْلَامِ فِيْ الْيَمِيْنِ يَحْلِفُ بِهَا،

منذری نے اس سے سکوت کیا ہے (عون المعبود)۔

فائدہ: آخری تین احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر لفظ اللہ یا اللہ کی کسی صفت کو ذکر نہ کیا جائے تب بھی الفاظِ قسم سے قسم منعقد ہو جاتی ہے۔

۳۴۷۵۔ بریدہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے لفظ امانت کی قسم اٹھائی وہ ہم میں سے نہیں (ابوداؤد، باب کراھیۃ الحلف بالامانۃ)۔ امام ابوداؤدؒ اور منذری نے اس سے سکوت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے)۔

۳۴۷۶۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی کو لفظ امانت کی قسم اٹھاتے ہوئے سنا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو وہ شخص نہیں جو لفظ امانت کی قسم اٹھاتا ہے۔ (طبرانی فی الاوسط، نیل الاوطار)۔ میں یہ کہتا ہوں کہ مجمع الزوائد میں یہ حدیث اس طرح ہے کہ کسی آدمی نے کسی آدمی کو لفظ امانت کی قسم اٹھاتے ہوئے سنا (یعنی حضور ﷺ نے نہیں سنا)۔

فائدہ: امانت چونکہ اللہ کی صفات میں سے ہے اس لیے امانت کی قسم اٹھانا احناف کے نزدیک درست ہے۔

۳۴۷۷۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قسم اٹھانے میں یوں کہے کہ (اگر ایسا نہ ہو تو) وہ یہودی یا عیسائی یا آتش پرست ہو یا اسلام سے خارج ہو یا اس پر اللہ کی لعنت ہو یا اس پر کوئی نذر ہو تو یہ یمین مغلظ ہے (مصنف عبدالرزاق)۔

۳۴۷۸۔ حضور ﷺ سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ قسم اٹھاتے وقت یوں کہتا ہے کہ (اگر ایسا نہ ہو تو) وہ یہودی ہو یا عیسائی ہو یا آتش پرست ہو یا اسلام سے خارج ہو وغیرہ پھر وہ اپنی قسم میں حانث ہو جاتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر

يَحْنَثُ فِي هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ۔ فَقَالَ: عَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ"۔ اخرجه ابوبكر (الخلال) كذا فى "المغنى" (۱۱:۱۱۹)۔ والمذكور من السند صحيح، ولم اقف على باقى الاسناد۔

۳۴۷۹- عن ام سلمة رضى الله عنها، "اَنَّهَا حَلَفَتْ فِيْ غُلَامٍ لَهَا اِسْتَعْتَقَهَا، قَالَتْ: لَا اَعْتَقَهَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ اِنْ اَعْتَقْتُهُ اَبَدًا، ثُمَّ مَكَثَتْ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ قَالَتْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ، فَرَاٰى خَيْرًا مِنْهَا فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ، ثُمَّ يَفْعَلُ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ، فَاَعْتَقَتِ الْعَبْدَ ثُمَّ كَفَّرَتْ عَنْ يَمِيْنِهَا"۔ رواه الطبرانى فى "الكبير" ورجاله ثقات الا ان عبدالله بن حسن لم يسمع من ام سلمة (مجمع الزوائد ۴:۱۸۵)۔ قلت: ولكنه ثقة جليل القدر، كان مغيرة اذا ذكر له الرواية عنه قال: هذه الرواية الصادقة، وكان كبير بنى هاشم فى وقته، ما كان علماء المدينة يكرمون احدا ما يكرمونه۔ وهو من صغار التابعين روى عن عم جده عبدالله بن جعفر بن ابى طالب، كذا فى "فتح البارى" (۱۳:۲۱۸) والتهذيب۔ فهذه رواية صحيحة صادقة مع ارسالها۔

۳۴۸۰- عن ابى رافع رضى الله عنه قال: "قَالَتْ لِيْ مَوْلَاتِيْ لَيْلٰى بِنْتُ الْعَجْمَاءِ: كُلُّ مَمْلُوْكٍ لَهَا مُحَرَّرٌ، وَكُلُّ مَالٍ لَهَا هَدْيٌ، وَهِيَ يَهُوْدِيَّةٌ وَنَصْرَانِيَّةٌ اِنْ لَمْ تُفَرِّقْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ

کفارۂ یمین ہے۔ اسے ابوبکر خلال نے روایت کیا ہے (المغنی)۔ اور مذکورہ سند صحیح ہے اور باقی اسناد پر مجھے واقفیت نہیں۔

۳۴۷۹۔ ام سلمہؓ کے بارے میں مروی ہے کہ ان کے غلام نے ام سلمہؓ سے آزادی کا مطالبہ کیا تو ام سلمہؓ نے قسم اٹھائی اور کہا کہ اگر میں اسے آزاد کردوں تو اسے (یعنی ام سلمہ کو) اللہ جہنم سے کبھی آزاد نہ کرے۔ پھر ام سلمہؓ نے کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد فرمایا کہ سبحان اللہ! میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم اٹھائے اور پھر بھلائی اس کے خلاف دیکھے تو اسے چاہیے کہ اپنی قسم کا کفارہ کفارہ ادا کرے اور پھر وہ کام کرے جس میں بھلائی ہے۔ لہٰذا ام سلمہ نے غلام کو آزاد کیا پھر اپنی قسم کا کفارہ دیا۔ (طبرانی فی الکبیر)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ البتہ عبداللہ بن حسن نے ام سلمہ سے سماع نہیں کیا (مجمع الزوائد) میں کہتا ہوں کہ وہ ثقہ جلیل القدر ہے۔ جب مغیرہ سے ان کی روایت بیان کی جاتی تو وہ فرماتے "ھذہ الروایۃ الصادقۃ" اور اپنے وقت میں بنو ہاشم کے امیر تھے۔ علماء مدینہ ان کا سب سے زیادہ احترام کرتے تھے اور یہ صغار تابعین میں سے ہیں۔ پس یہ روایت اگرچہ مرسل ہے لیکن صحیح صادق ہے۔

۳۴۸۰۔ ابورافع فرماتے ہیں کہ میری مالکہ لیلیٰ بنت عجماء نے قسم اٹھائی کہ اس کا ہر غلام آزاد ہے اور اس کا تمام مال ہدیہ ہے (اور یہ قسم بھی اٹھائی کہ) اگر وہ تیرے اور تیری بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈالے تو وہ (لیلیٰ) یہودی یا عیسائی ہو (یعنی معصیت کی قسم اٹھائی) ابورافع فرماتے ہیں کہ پھر میں زینب بنت ام سلمہ کے پاس آیا اور پھر ام المؤمنین حفصہؓ کے پاس آیا۔ پھر میں ابن عمرؓ کی خدمت

اِمْرَاَتِكَ۔ قَالَ: فَاَتَيْتُ زَيْنَبَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَةَ۔ ثُمَّ اَتَيْتُ حَفْصَةَ اِلٰى اَنْ قَالَ: ثُمَّ اَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ فَجَاءَ مَعِيَ اِلَيْهَا، فَقَامَ عَلَى الْبَابِ فَسَلَّمَ، فَقَالَ: اَمِنْ حِجَارَةٍ اَنْتِ اَمْ مِنْ حَدِيْدٍ؟ اَفْتَتْكِ زَيْنَبُ وَاَفْتَتْكِ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ، كَفِّرِيْ عَنْ يَمِيْنِكِ، وَخَلِّيْ بَيْنَ الرَّجُلِ وَامْرَاَتِهٖ"۔ رواه الاثرم والجوزجانی مطولا، وزاد احمد:"وَاَعْتِقِيْ جَارِيَتَكِ"۔ وهذه زيادة يجب قبولها۔ قاله الموفق في "المغنی" (۱۱:۲۱۹،۲۲۰)۔ قلت: وعزاه في "كنز العمال"(۸:۳۴۳) الى عبدالرزاق، و ذكره مفصلا۔ والظاهر من كلام الموفق كون الحديث صالحا للاحتجاج به۔ واخرجه الدارقطنی فی سننه(۲:۴۹۳) بسند رجاله ثقات خلا قوله: "واعتقي جاريتك" ثم اطلعت على سند عبدالرزاق عند ابن حزم فی "المحلی"(۸:۸)عن المعتمر بن سليمان التيمی عن ابيه عن بكر بن عبدالله المزنی اخبرنی ابورافع تذكره، وهذا سند صحيح، و صرح ابن حزم نفسه بصحة الاثر۔

۳۴۸۱- اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم، قال: "اُقْسِمُ وَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ، وَاَشْهَدُ وَاَشْهَدُ بِاللّٰهِ، وَاَحْلِفُ وَاَحْلِفُ بِاللّٰهِ، وَعَلَى عَهْدِ اللّٰهِ، وَعَلَى ذِمَّةِ اللّٰهِ، وَعَلَى نَذْرِ اللّٰهِ، وَعَلَيَّ نَذْرٌ

میں(اس مسئلہ میں) حاضر ہوا تو حضرت ابن عمرؓ میرے ساتھ اس عورت (لیلی) کے پاس گئے۔ ابن عمرؓ نے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا اور کہا کہ تو پتھر کی بنی ہوئی ہے یا لوہے کی؟ تجھے زینب اور ام المؤمنین حفصہؓ نے فتویٰ دیا (قسم توڑنے کا لیکن تو نے عمل نہ کیا) (لہٰذا میں کہتا ہوں کہ) تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے اور ابورافع اور اس کی بیوی کے درمیان سے ہٹ جا (احمد، اثرم، جوزجانی، کنز العمال)۔ احمد نے اعتقي جاريتک کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے اور اس زیادتی کا قبول کرنا واجب ہے۔ اور کنز العمال نے اسے عبدالرزاق کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور موفق کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث دلیل پکڑنے کے قابل ہے۔ اور دارقطنی نے اپنی سنن میں یہ حدیث ثقہ راویوں کے ساتھ روایت کی ہے لیکن اس میں اعتقي جاريتک کے الفاظ نہیں۔ اور عبدالرزاق کی سند محلی میں مذکور ہے جو صحیح ہے اور خود ابن حزم نے بھی اس کی صحت تصریح کی ہے۔

۳۴۸۱۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ (کسی نے یوں کہا کہ) میں قسم اٹھاتا ہوں۔ یا میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں یا میں گواہی دیتا ہوں یا اللہ کے نام کے ساتھ گواہی دیتا ہوں یا میں حلف اٹھاتا ہوں یا اللہ کے نام پر حلف اٹھاتا ہوں۔ یا مجھ پر اللہ کا عہد یا ذمہ ہے۔ یا مجھ پر اللہ کی نذر ہے یا مجھ پر نذر ہے۔ یا (اگر ایسے نہ ہو تو) وہ یہودی ہو یا عیسائی ہو یا آتش پرست ہو یا وہ اسلام سے خارج ہو۔ یہ تمام قسمیں ہیں۔ اور قسم توڑنے پر قسم کا کفارہ ادا کرے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم اس مکمل حدیث کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے (کتاب الآثار، کتاب الایمان والکفارات فیہا)۔

فائدہ: نخعی، ابن مسعودؓ کے مذہب کو سب سے زیادہ جانتے ہیں اور ابن مسعود کے اخص الخواص شاگرد ہیں پس ان کا قول حجت ہے۔ جبکہ دیگر فقہاء صحابہ و تابعین کے اقوال بھی ان کے مؤید ہیں۔۔ **فائدہ:** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ معصیت کی قسم اٹھانے سے

وَهُوَ يَهُوْدِيٌّ- وَهُوَ نَصْرَانِيٌّ، وَهُوَ مَجُوْسِيٌّ، وَهُوَ بَرِيْءٌ مِنَ الْإِسْلَامِ- كُلُّ هٰذَا يَمِيْنٌ يُكَفِّرُهَا إِذَا حَنِثَ"- اخرجه محمد في الآثار وقال: وبهذا كله ناخذ وهو قول ابي حنيفة اھ-(١٠٤)-

بَاب لَا تَنْعَقِدُ الْيَمِيْنُ إِذَا حَلَفَ بِغَيْرِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

٣٤٨٢- عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَسِيْرُ فِيْ رَكْبٍ يَحْلِفُ بِأَبِيْهِ- فَقَالَ: أَلَا! إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ، مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ"- رواه البخاري، و في لفظ له: قال عمر: "فَوَاللّٰهِ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا" - و في "مصنف ابن ابي شيبة" من طريق عكرمة نحوه، وزاد: فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ حَلَفَ بِالْمَسِيْحِ هَلَكَ، وَالْمَسِيْحُ خَيْرٌ مِنْ آبَائِكُمْ"- وهذا مرسل يقوى بشواهده-

بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے اگر چہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ قسم منعقد نہ ہو لیکن نص کی وجہ سے ہم نے قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔ نیز عرف عام میں بھی معصیت پر اٹھائی جانے والی قسم کو قسم ہی کہا جاتا ہے۔

باب غیر اللہ کی قسم اٹھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی

فائدہ: غیر اللہ کی قسم اٹھانا بالاجماع جائز نہیں۔ کیونکہ ترمذی کی حدیث ہے من حلف بغیر الله فقد أشرک کہ جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔ کیونکہ جس چیز کی قسم اٹھائی جاتی ہے قسم اٹھانے والے کے دل میں اس چیز کی عظمت ہوتی اور کبریائی عظمت کی حقدار ذات صرف اللہ کی ذات ہے۔ لہٰذا اگر وہ محلوف بہ غیر اللہ کی ایسی عظمت کا اعتقاد رکھتا ہے جس کا حقدار صرف اللہ ہی ہے تو یہ صریح کفر ہوگا اور اگر اس کی ایسی عظمت کا معتقد ہے، جس کا وہ محلوف بہ غیر اللہ لائق ہے تو کفر نہ ہوگا اور یمین منعقد نہ ہوگی۔ البتہ اللہ کی ذات کی طرح اس کی صفات عالیہ کی قسم اٹھانا درست ہے اور ان کے ساتھ قسم منعقد ہو جاتی ہے (هکذا فی فتح الباری ۱۱: ۳۶۲) ملخصاً

۳۴۸۲۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ عمرؓ کے پاس آئے تو وہ سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ چل رہے تھے۔ اور اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ نے تمہیں باپ دادوں کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا جسے قسم کھانی ہی ہو تو اسے چاہیے کہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے (بخاری)۔ اور بخاری ہی کی اور روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب سے میں نے حضور ﷺ سے یہ ممانعت سنی واللہ میں نے کبھی باپ دادوں کی قسم نہیں کھائی نہ یاد کی حالت میں اور نہ بھول کر (بخاری، باب لا تحلفوا بآبائکم)۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کی بھی قسم کھائے گا تو ہلاک ہوگا حالانکہ وہ تمہارے آباء و اجداد میں سب سے بہتر ہیں۔ مصنف کی روایت اگر چہ مرسل ہے لیکن شواہد کی بناء پر مضبوط ہو چکی ہے۔

فائدہ: ذاکرا ولا آثرا کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ نہ اپنی طرف سے قسم اٹھائی نہ ہی کسی دوسرے کی طرف سے۔

۳۴۸۳- واخرج الترمذی من وجہ آخر عن ابن عمر: "اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ لَا وَالْكَعْبَةِ۔ فَقَالَ: لَا تَحْلِفْ بِغَيْرِ اللّٰهِ، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ۔ قال الترمذی: حسن و صححہ الحاکم (فتح الباری ۴:۲۹۷)۔

۳۴۸۴- عن ابن جریج: سمعت عطاء وَقَدْ سَاَلَهٗ رَجُلٌ، فَقَالَ: "قُلْتُ: وَالْبَيْتِ وَكِتَابِ اللّٰهِ۔ فَقَالَ عَطَاءٌ: لَيْسَا لَكَ بِرَبٍّ لَيْسَا يَمِيْنًا"۔ اخرجہ عبدالرزاق۔ وبہ یقول ابو حنیفۃ کذا فی "المحلی" (۸:۸۲)۔ وسندہ صحیح۔

۳۴۸۵- عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: "مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِيْ حَلِفِهٖ: بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ: تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ"۔ رواہ البخاری (فتح الباری ۱۱:۴۶۷)۔

بَابُ اِذَا حَلَفَ عَلٰى فِعْلِ مَعْصِيَةٍ اَوْ تَرْكِ وَاجِبٍ وَجَبَ الْحِنْثُ وَكَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ

۳۴۸۶- عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: "وَاللّٰهِ لَاَنْ يَلَجَّ اَحَدُكُمْ فِيْ يَمِيْنِهٖ

۳۴۸۳۔ ابن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے کسی آدمی کو "نہیں کعبہ کی قسم" کے الفاظ کہتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ غیر اللہ کی قسم مت اٹھا۔ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے غیر اللہ کے نام کی قسم اٹھائی تو اس نے گویا کفر کیا (یا فرمایا کہ اس نے شرک کیا (ترمذی، باب فی کراھیۃ الحلف بغیر اللہ) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۳۴۸۴۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ عطاء سے کسی آدمی نے پوچھا کہ اگر میں یوں کہوں "بیت اللہ کی قسم" یا کتاب اللہ کی قسم" (تو یہ قسم ہے)؟ تو عطاءؒ نے فرمایا کہ یہ دونوں (بیت اللہ اور کتاب اللہ) تیرے خدا نہیں لہٰذا یہ دونوں ہی قسمیں نہیں ہیں (مصنف عبدالرزاق)۔ امام اعظم ابوحنیفہ کا یہی قول ہے (محلی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۴۸۵۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قسم اٹھاتے وقت یوں کہے لات اور عزی کی قسم تو اسے (تجدید ایمان کے لیے) لا الہ الا اللہ پڑھنا چاہیے۔ اور جو شخص اپنے ساتھی سے یوں کہے کہ آؤ جوا کھیلیں تو اسے چاہیے کہ کچھ صدقہ کرے (تاکہ ... کفارہ ہوجائے)۔ (بخاری باب لا یحلف باللات والعزی ولا بالطواغیت)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کے نام کی قسم اٹھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی۔

باب گناہ کے کرنے یا واجب کے چھوڑنے پر قسم اٹھانے سے قسم توڑنا اور کفارہ ادا کرنا واجب ہے

۳۴۸۶۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ واللہ اپنے گھروالوں کے معاملے میں تمہارا اپنی قسموں پر اصرار کرتے رہنا اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ گناہ کی بات ہے کہ قسم توڑ دے اور اس کا وہ کفارہ ادا کرے جو اللہ نے اس پر فرض کیا ہے۔ (بخاری باب

اٰثَمُ لَهٗ عِنْدَاللّٰهِ مِنْ اَنْ يُّؤَدِّىَ الْكَفَّارَةَ الَّتِىْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ"۔ رواه مسلم (المحلى ٨:٤٣)۔ وقال الموفق فى المغنى (١١:١٦٦): متفق عليه۔

٣٤٨٧- عن عبدالرحمن بن سمرةؓ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَاْتِ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ، وَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ"۔ رواه البخارى (فتح البارى ١١:٥٣٣)۔ وقال الموفق فى "المغنى" (١١:١٦٦): متفق عليه۔

بَاب تَحْرِيْمُ الْحَلَالِ يَمِيْنٌ تَجِبُ كَفَّارَتُهَا اِذَا حَنِثَ فِيْهَا

٣٤٨٨- عن عائشة رضى الله عنها: كَانَ النَّبِىُّ ﷺ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَ يَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا، فَتَوَاصَيْتُ اَنَا وَحَفْصَةُ اَنَّ اَيَّتَنَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِىُّ ﷺ فَلْتَقُلْ: اِنِّىْ اَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرَ، فَدَخَلَ عَلٰى اِحْدَانَا، فَقَالَتْ لِلنَّبِىِّ ﷺ ذٰلِكَ، فَقَالَ: لَا اَبَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَلَنْ اَعُوْدَلَهٗ، فَنَزَلَ: ﴿يَا اَيُّهَا النَّبِىُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِىْ مَرْضَاةَ اَزْوَاجِكَ﴾۔ متفق عليه (المغنى لابن قدامة ١١:٢٠٢)۔ و فى لفظ

قول اللہ لایواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم الخ، مسلم باب النھی عن الاصرار فی الیمین فیما یتاذی بہ اہل الحالف الخ)۔

۳۴۸۷۔ عبدالرحمٰن بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم کسی بات پر قسم اٹھالو اور پھر اس بات کے خلاف کرنے میں بہتری ہو تو اس بہتری والے کام کو کردو (یعنی قسم توڑ دو) اور پھر اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو (بخاری باب الکفارۃ قبل الحنث وبعدہ)۔

فائدہ: عام ازیں کہ وہ غیر واجب ہو اور اس کی ضد معصیت ہو لہٰذا واجب ادا کرنا اور کفارۂ حنث ادا کرنا واجب ہے۔

فائدہ: یعنی جس قسم میں اپنے گھر والوں کا نقصان ہو تو ایسی قسم کا توڑ دینا ضروری ہے اور قسم نہ توڑنے سے گناہ گار ہوگا۔ یہی حکم ہر گناہ کرنے اور نیکی نہ کرنے کی قسم کا ہے۔

باب حلال چیز کو حرام کہنا بھی یمین ہے اور قسم ٹوٹنے کی صورت میں کفارہ واجب ہوگا

۳۴۸۸۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ (ام المومنین) زینب بنت جحشؓ کے پاس رکتے اور شہد کا مشروب پیتے تھے۔ پھر میں نے اور (ام المومنین) حفصہ نے یہ عہد کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس حضور ﷺ تشریف لائیں تو وہ کہے کہ میں آپ ﷺ کے منہ سے مغافیر کی بو محسوس کرتی ہوں۔ (کہیں آپ ﷺ نے مغافیر تو نہیں کھائی ہے) چنانچہ حضور ﷺ جب ایک کے ہاں تشریف لائے تو اس نے یہی بات آپ ﷺ سے کہی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ بلکہ میں نے تو زینب بنت جحشؓ کے ہاں شہد پیا ہے۔ اور اب میں کبھی نہیں پیوں گا۔ (کیونکہ آپ ﷺ کو یقین ہوگیا کہ واقعی اس میں سے مغافیر کی بو آتی ہوگی)۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اے نبی ﷺ! آپ ایسی چیز کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ ﷺ کے لیے حلال کی ہے۔ کیا آپ ﷺ اپنی بیویوں کی

للبخاری(۲:۷۲۹) فَلَنْ اَعُوْدَ لَهٗ وَ قَدْ حَلَفْتُ لَا تُخْبِرِیْ بِذٰلِكَ اَحَدًا"۔ اھ

۳۴۸۹- عن سعید بن جبیرؓ، اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ: "فِی الْحَرَامِ یُكَفِّرُ"، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾۔ رواہ البخاری (۲:۷۲۹)۔ ورواہ الطبری فی تفسیرہ (۲۸:۱۰۱) وزاد: یعنی: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ حَرَّمَ جَارِیَتَهٗ، فَقَالَ اللهُ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ: ﴿یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللهُ لَكَ﴾، اِلٰی قَوْلِهٖ: ﴿قَدْ فَرَضَ اللهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ﴾۔ فَكَفَّرَ یَمِیْنَهٗ فَصَیَّرَ الْحَرَامَ یَمِیْنًا اھ۔ وسندہ صحیح۔

۳۴۹۰- عن مسروق قال: "اُتِیَ عَبْدُاللهِ بِضَرْعٍ فَاَخَذَ یَاْكُلُ مِنْهُ۔ فَقَالَ لِلْقَوْمِ: اُدْنُوْا فَدَنَا الْقَوْمُ وَتَنَحّٰی رَجُلٌ مِنْهُمْ، فَقَالَ عَبْدُاللهِ: مَا شَاْنُكَ؟ قَالَ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الضَّرْعَ، قَالَ: هٰذَا مِنْ

خوشنودی چاہتے ہیں؟ (بخاری باب اذا حرم طعامہ وقول اللہ یایھا النبی الخ و مسلم) اور بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ: اب کبھی شہد نہیں پیوں گا میں نے قسم اٹھالی ہے اور تم اس کی کسی کو خبر نہ کرنا۔

۳۴۸۹۔ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کسی حلال چیز کو حرام کرنے سے (یمین منعقد ہو جائے گی) اور حالف اس میں کفارہ دے۔ اور ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہارے لیے حضور ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے (بخاری باب سابق)۔ اور طبری نے تفسیر میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی باندی کو اپنے اوپر حرام قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ وہ چیز کیوں حرام کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہے۔ کیا آپ ﷺ اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہیں۔ اللہ بڑا ہی مغفرت کرنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔ اللہ نے تمہارے لیے اپنی قسموں کا توڑنا مقرر کر دیا ہے۔ پس حضور ﷺ نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور کسی حلال چیز کو حرام کرنے کو یمین قرار دیا۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محض کسی حلال چیز کو حرام کرنا بھی یمین ہے کیونکہ حضور ﷺ سے صرف تحریم ہی ثابت ہوتی تھی اور حلف کا لفظ رواۃ کا تصرف ہے اور بخاری میں ابن عباسؓ کے فرمان کہ "جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کرے تو یہ کچھ نہیں" کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کہنے سے وہ اس پر حرام نہیں ہوتی۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ یمین ہی نہیں کیونکہ اسماعیلی نے محمد بن مبارک صوری کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ "اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کرے تو یہ یمین ہے اور اس کا کفارہ ہے" اور اسی طرح نسائی نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی آپؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کیا ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ تو نے جھوٹ بولا ہے، وہ تجھ پر حرام نہیں۔ پھر آپؓ نے آیت ﴿یایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک﴾ پڑھی پھر فرمایا کہ تجھ پر گردن کا آزاد کرنا ہے یعنی کفارہ ہے (فتح الباری ۹:۳۲۸) تو ابن عباسؓ کا قول علیک رقبۃ اس پر صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ آپ نے تحریم کو یمین بنایا اور اس میں کفارہ کو واجب قرار دیا اور یہی آپ کا صحیح ترین قول ہے۔

۳۴۹۰۔ مسروق فرماتے ہیں کہ عبداللہ (ابن مسعود) کے پاس ایک (پکی ہوئی) بکری لائی گئی تو آپؓ کھانے لگے اور ساتھ

خطوات الشيطان، ادن وكل وكفر يمينك، ثم تلا: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ﴾- رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد٤: ١٩٠)- واخرجه الثوري في جامعه، وابن المنذر من طريقه بسند صحيح عن ابن مسعود رضي الله عنه بنحوه(فتح الباري ١١: ٤٩٨)- واخرجه الحاكم في "المستدرك"(٢: ٣١٣)- وقال: صحيح على شرط الشيخين واقره عليه الذهبي-

٣٤٩١- حدثني علي ثنا ابو صالح ثني معاوية عن علي عن ابن عباس رضي الله عنه، في قوله: ﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ﴾: "أمر الله نبيه ﷺ والمؤمنين إذا حرموا شيئا مما أحل الله لهم أن يكفروا أيمانهم بإطعام عشرة مساكين، أو كسوتهم، أو تحرير رقبة، وليس يدخل ذلك في طلاق"- اخرجه الامام الطبري في تفسيره(٢٨: ١٠١)، وشيخه هو علي بن داود

بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا کہ قریب ہو جاؤ (اور کھاؤ) تو تمام لوگ (کھانے کے لیے) قریب ہوئے لیکن ان میں سے ایک آدمی پیچھے کو ہٹ گیا۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ تجھے کیا ہے؟ (کیوں نہیں کھاتا) تو اس نے کہا کہ میں نے بکری کو اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے۔ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ یہ شیطان کے وساوس ہیں۔ قریب ہو جا اور کھا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر۔ پھر یہ آیت تلاوت کی (جس کا ترجمہ یہ ہے)'' اے ایمان والو! اللہ نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کی ہیں انہیں حرام مت قرار دو۔ (طبرانی فی الکبیر) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور ثوری نے اپنی جامع میں اور ابن المنذر رنے اپنے طریق سے سند صحیح کے ساتھ ابن مسعودؓ سے اس طرح کا مضمون روایت کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔ اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: حضرت ابن مسعودؓ نے بھی محض تحریم کو یمین بنایا اور اس پر کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا اور آیت پڑھ کر انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بعد یمین اور اس کا حکم ذکر کر کے بتا دیا کہ تحریم یمین ہے اور اس پر کفارہ ہے۔

۳۴۹۱۔ حضرت ابن عباسؓ نے اللہ کے فرمان ﴿قد فرض الله لكم تحلة ايمانكم﴾ (ترجمہ: اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر کر دیا ہے) کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ نے حضور ﷺ اور تمام مسلمانوں کو اس بات کا حکم فرمایا ہے کہ جب وہ اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام قرار دیں تو (نبی ﷺ اور تمام مسلمان) دس مسکینوں کو کھانا کھلا کر یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنا کر یا ایک غلام آزاد کر کے اپنی قسموں کا کفارہ ادا کریں۔ اور کفارہ کے حکم میں طلاق داخل نہیں (تفسیر طبری) امام طبری کے شیخ علی بن داؤد قنطری ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ خطیب اور ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے اور باقی سند کو سیوطی نے عمدہ قرار دیا ہے۔

فائدہ: کفارہ کے حکم میں طلاق کے داخل نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ طلاق میں بھی اپنی حلال بیوی کو اپنے اوپر حرام کرنا ہوتا ہے لیکن طلاق کا حکم کفارہ ادا کرنے سے ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ طلاق واقع ہو کر رہتی ہے اور حرمت کا حکم بیوی پر لگ کر رہتا ہے۔ خواہ الفاظ

القنطری من رجال ابن ماجة ثقة، وثقه الخطيب وابن حبان، كما فی "التهذيب"(۷:۱۷)- و باقی الاسناد جوده السيوطی فی "الاتقان"(۲:۱۹۵)-قال: "وقد اعتمد البخاری علی نسخة ابی صالح رواها عن معاوية بن صالح عن علی بن ابی طلحة عن ابن عباس فی صحيحه كثيرا فيما يعلقه عن ابن عباس" اهـ-

بَاب اَنَّ النَّذْرَ الْغَيْرَ الْمُسَمّٰی يَكُوْنُ يَمِيْنًا

۳۴۹۲- عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ قال : قال رسول الله ﷺ: "كَفَّارَةُ النَّذْرِ اِذَلَمْ يُسَمِّ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ"- رواه الترمذی و قال: حسن صحيح غريب (۱:۱۸٤)-

۳۴۹۳- عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی ﷺ، قال: "مَنْ نَذَرَ نَذْرًا وَلَمْ يُسَمِّهِ فَكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُطِقْهُ فَكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ"، رواه ابوداود وابن ماجة، وزاد: "وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا اَطَاقَهٗ فَلْيَفِ بِهٖ" قال الحافظ فی بلوغ المرام: "اسناده صحيح"

صریحہ سے طلاق دے یا طلاق میں لفظ حرام بولے۔

نیز ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ حلال چیز کو حرام کرنا بھی یمین ہے اور قسم ٹوٹنے کی صورت میں کفارہ واجب ہوگا۔ احکام القرآن (۳:۴۶۴) میں ہے کہ ظاہراً آیت ﴿لم تحرم ما احل الله لک﴾ سے یہی معلوم ہوتا ہے اس میں فقط تحریم ہی ہے لہٰذا معنی اس کے ساتھ شامل کرنا درست نہیں۔ پس ضروری ہے کہ تحریم ہی یمین ہو۔ انتہی۔ اور پھر ﴿لا تحرموا طيبات ما احل الله لكم﴾ کے بعد ﴿لا يواخذ كم الله باللغو فی ايمانكم﴾ کا ذکر کرنا بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ تحریم یمین ہے اور اس میں کفارہ ہے۔ کیونکہ اگر تحریم یمین نہ ہوتی تو اس کے بعد یمین کا حکم بیان نہ کرتے۔

باب نذر غیر معین بھی قسم ہوتی ہے

۳۴۹۲۔ عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ غیر معین نذر کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہی ہے (ترمذی، باب کفارۃ النذر اذا لم یسم)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

۳۴۹۳۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے غیر معین نذر مانی تو اس کا کفارہ بھی قسم والا کفارہ ہے۔ اور جس شخص نے ایسی نذر مانی جس کو پوری کرنے کی وہ طاقت نہ رکھے تو اس کا کفارہ بھی قسم والا کفارہ ہی ہے۔ اور جس شخص نے ایسی نذر مانی کہ جسے وہ پورا کر سکتا ہے تو ایسی نذر کو پورا کرنا چاہیے (ابوداؤد باب من نذر نذرا لا یطیقہ وابن ماجہ)۔ ابن ماجہ نے ان الفاظ کا اضافہ فرمایا ہے کہ جو ایسی نذر مانے جسے وہ پوری کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے پورا کرے۔ بلوغ المرام میں حافظ صاحب نے اس کی سند کو

كعب ﷺ أنّه كانَ يَقرأُ: "فَصِيَامُ ثَلاثَةِ أيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"- اخرجه الحاكم فی "المستدرك"، وقال: "صحيح الاسناد ولم يخرجاه" (زيلعی ٢:٦٨)- باسناد جيد (دراية: ٢٤٠)-

٣٤٩٦- عن ابی بن كعب وابن مسعود رضی الله عنهما، أنّهُمَا قَرءَا: "فَصِيَامُ ثَلاثَةِ أيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"- حكاه احمد، ورواه الاثرم باسناده (نيل الاوطار٨: ٤٧٣ و ٤٧٤)- و فيه ايضا: "واثر ابی بن كعب اخرجه الدارقطنی وصححه"- قلت: واخرجه ابن ابی شيبة وعبد بن حميد وابن جرير وابن ابی داود وابن المنذر والبيهقی والحاكم و صححه عن ابی بن كعب (الدرالمنثور٢: ٣٤)-

٣٤٩٧- اخبرنا ابن عيينة عن ابن ابی نجيح عن مجاهد، قال: فی قراء ة ابن مسعود "فَصِيَامُ ثَلاثَةِ أيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"- رواه عبدالرزاق فی "مصنفه" (زيلعی ٢:٦٨)- قلت: كلهم رجال الجماعة-

٣٤٩٨- اخبرنا معمر عن ابی اسحاق و الاعمش ، قالا: فی حرف ابن مسعود ﷺ: "فَصِيَامُ ثَلاثَةِ أيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"- قال ابو اسحاق: "وَكذلك نَقرَأُهَا"- رواه عبدالرزاق فی "مصنفه" (زيلعی ٢:٦٨)- قلت : رجاله رجال الجماعة-

٣٤٩٩- اخبرنا ابن جريج، سمعت عطاء يقول: بلغنا فی قراء ة ابن مسعود: "فَصِيَامُ

۳۴۹۵۔ ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ ابی بن کعبؓ "فصیام ثلثة ایام متابعات" پڑھا کرتے تھے یعنی کفارۂ یمین میں تین روزے لگاتار رکھے جائیں (متدرک حاکم)۔حاکم فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور درایہ میں ہے کہ اس کی سند عمدہ ہے۔

۳۴۹۶۔ ابی بن کعبؓ اور ابن مسعودؓ ﴿فصیام ثلثة ایام متابعات﴾ پڑھا کرتے تھے۔(احمد،اثرم)۔اور ابی بن کعبؓ کے اثر کو دارقطنی نے روایت کر کے صحیح کہا ہے۔میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ابن ابی شیبہ،عبد بن حمید،ابن جریر،ابن ابی داؤد،ابن منذر،بیہقی اور حاکم نے روایت کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے (درمنثور)

۳۴۹۷۔ مجاہدؒ سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ کی قراءت میں فصیام ثلثة ایام متابعات ہے۔(مصنف عبدالرزاق)۔اس کے تمام راوی جماعت کے راوی ہیں۔

فائدہ: صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ قراءۃ ابن مسعود فصیام ثلثة ایام متابعات خبر مشہور کی طرح ہے۔

۳۴۹۸۔ ابواسحاق اور اعمش فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ کی قراءت میں فصیام ثلثة ایام متابعات ہے اور ابواسحاق یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں (مصنف عبدالرزاق) اس کے تمام راوی جماعت کے راوی ہیں۔

ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"، وَكَذٰلِكَ نَقْرَأُهَا۔ رواه عبدالرزاق فی "مصنفه"(زیلعی ٢: ٦٨)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة۔

٣٥٠٠- حدثنا وكيع عن سفيان عن جابر عن الشعبی، قال: قرأ عبدالله: "فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"۔ رواه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"۔ (الزيلعی: السابق) و فی "الدراية" (٢٤٠):"والشعبی عن عبدالله منقطع اھ۔ قلت: مراسيله صحاح، ورجاله رجال الجماعة الا جابرا، وهو الجعفی وهو مختلف فيه، و قد مر ذكره غير مرة۔

٣٥٠١- حدثنا هناد ثنا ابن المبارك عن ابن عون عن ابراهيم، قال: فی قراء تنا (وفی رواية: فی قراءة اصحاب عبدالله): "فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"۔ رواه الطبری فی تفسيره(٧: ٢٠)۔ وسنده صحيح علی شرط مسلم۔

٣٥٠٢- حدثنا ابن وكيع ثنا محمد بن حميد عن معمر عن ابن اسحاق فی قراءة عبدالله: "فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"۔ رواه الطبری ايضا(٧: ٢٠)۔ و سفيان بن وكيع ضعيف، وانما ذكرناه اعتضاداً۔

٣٥٠٣- حدثنا بشر بن معاذ ثنا جامع بن حماد ثنا يزيد بن زريع ثنا سعيد عن قتادة قوله: فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، قَالَ: "إِذَالَمْ يَجِدْ طَعَامًا، وَكَانَ فِيْ بَعْضِ الْقِرَاءَةِ: فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"۔ وبه كان ياخذ قتادة۔ رواه الطبری ايضا(٧: ٢٠)۔ ورجاله ثقات، وجامع بن حماد

۳۴۹۹۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء تابعی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمیں ابن مسعودؓ کی قراءت فصیام ثلثة ایام متابعات پہنچی ہے اور ہم اسی طرح پڑھتے ہیں (مصنف عبدالرزاق) اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔

۳۵۰۰۔ شعبی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فصیام ثلثة ایام متابعات پڑھا (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ شعبی کے مراسیل صحیح ہیں اور اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے جابر کے اور وہ مختلف فیہ ہے۔

۳۵۰۱۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ ہماری قراءت میں (ایک روایت میں ہے کہ ابن مسعودؓ کے شاگردوں کی قراءت میں) فصیام ثلثة ایام متابعات ہے (تفسیر طبری) اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۳۵۰۲۔ ابن اسحاق سے ابن مسعودؓ کی قراءت میں فصیام ثلثة ایام متابعات مروی ہے۔ (ایضا) اس حدیث میں سفیان بن وکیع ضعیف ہے اور ہم نے یہ حدیث محض تائید اً ذکر کی ہے۔

۳۵۰۳۔ قتادہ سے مروی ہے کہ فصیام ثلثة ایام (تین دن روزے رکھنے) کا حکم اس وقت ہے کہ جب کھانا کھلانے کی

ان لم یکن عبدالاعلی بن حماد فلست اعرفه-

٣٥٠٤- حدثنی المثنی ثنا عبدالله بن صالح ثنی معاویة بن صالح عن علی بن ابی طلحة عن ابن عباس رضی الله عنهما، قال: "هُوَ بِالْخِيَارِ فِي هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ، اَلْاَوَّلُ، فَالْاَوَّلُ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"- رواه الطبری ایضا(٧: ٢٠)- وسنده جید واخرج ابوعبید وابن المنذر عنه أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُهَا: "فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"(الدرالمنثور ٢: ٣١٤)-

٣٥٠٥- حدثنا محمد بن العلاء ثنا وکیع عن سفیان عن لیث عن مجاهد، قال: "كُلُّ صَوْمٍ فِي الْقُرْاٰنِ فَهُوَ مُتَتَابِعٌ إِلَّا قَضَاءُ رَمَضَانَ، فَإِنَّهُ عِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ"- رواه الطبری ایضاً(٧: ٢٠)- وسنده علی شرط مسلم- واخرج مالك والبیهقی عن حمید بن قیس المکی، قال: كُنْتُ أَطُوفُ مَعَ مُجَاهِدٍ فَجَاءَهُ إِنْسَانٌ يَسْأَلُهُ عَنْ صِيَامِ الْكَفَّارَةِ أَيُتَابِعُ؟ قَالَ حُمَيْدٌ: فَقُلْتُ: لَا، فَضَرَبَ مُجَاهِدٌ فِي صَدْرِي، ثُمَّ قَالَ: إِنَّهَا فِي قِرَاءَةِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ مُتَتَابِعَاتٍ"-(الدرالمنثور ٢: ٣١٤)-

٣٥٠٦- عن علی ﷺ، "أَنَّهُ كَانَ لَا يُفَرِّقُ فِي صِيَامِ الْيَمِينِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ"- رواه ابن ابی شیبة(الدر المنثور، السابق)-

---

طاقت نہ ہو اور بعض قراءات میں فصیام ثلثة ایام متتابعات ہے۔ قتادہ کا بھی یہی مسلک ہے۔(ایضا) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۵۰۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کفارہ ادا کرنے والے کو ان تین چیزوں میں اختیار ہے یعنی یا تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا پھر دس مسکینوں کو کپڑے پہنائے یا پھر ایک غلام آزاد کرے۔ اور اگر ان میں سے کچھ نہ ہو تو تین دن لگاتار روزے رکھے(ایضا)۔ اس کی سند عمدہ ہے۔ ابو عبید اور ابن المنذر نے روایت کیا ہے کہ ابن عباس فصیام ثلثة ایام متتابعات پڑھا کرتے تھے۔(درمنثور)

۳۵۰۵۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ تمام روزے جو قرآن میں ہیں وہ لگاتار رکھے جائیں مگر رمضان کی قضاء کے روزے (لگاتار رکھنا ضروری نہیں) کیونکہ اس میں تو دوسرے دنوں سے صرف گنتی پوری کرنے کا حکم ہے۔ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ حمید بن قیس مکی کہتے ہیں کہ میں مجاہدؒ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک شخص نے مجاہدؒ سے کفارۂ یمین کے روزوں کے بارے میں پوچھا کہ کیا پے در پے روزے رکھے جائیں؟ حمید کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ لگاتار رکھنے ضروری نہیں۔ اس پر مجاہدؒ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور کہا کہ ابی بن کعبؓ کی قراءت میں "متتابعات" کا لفظ ہے۔(درمنثور)۔

بَاب اَنَّ كَفَّارَةَ الْيَمِيْنِ اِنَّمَا هِيَ بَعْدَ الْحِنْثِ

۳۵۰۷- عن عبدالرحمن بن سمرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: "اِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَاْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ"- و فی لفظ: "فَكَفِّرْعَنْ يَمِيْنِكَ وَاْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ"- متفق عليهما (نيل الاوطار ۸:۴۷۳)-

۳۵۰۸- عن ابی موسیؓ فی حديث طويل مرفوعاً: "اِنِّيْ وَاللهِ لَا اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ فَاَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا اِلَّا اَتَيْتُ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا"- و فی رواية غيلان عن ابی بردة: "اِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِيْنِيْ": متفق عليه (فتح الباری، ۱۱:۵۳۱)-

۳۵۰۹- عن عبدالله بن عمروؓ قال: قال رسول الله ﷺ: "مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى

۳۵۰۶۔ حضرت علیؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ کفارۂ یمین کے روزوں کو توڑ کر نہیں رکھتے تھے-(مصنف ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ کفارۂ یمین کے روزے لگاتار رکھنے چاہئیں اور یہ متتابعات کا لفظ حدیث مشہور سے ثابت ہے لہٰذا اس سے کتاب اللہ میں زیادتی جائز ہے۔ فائدہ: ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب کفارہ کی آیت اتری تو حذیفہؓ نے فرمایا اے اللہ کے رسول! کیا ہمیں ان تینوں کاموں میں اختیار ہے۔ آپ ﷺ فرمایا ہاں، اگر تو چاہے گردن آزاد کر اور اگر تو چاہے تو کپڑے پہنا اور اگر تو چاہے تو کھانا کھلا مسکینوں کو۔ اور جسے ان تینوں کاموں میں سے کسی کی استطاعت اور قدرت نہ ہو تو وہ تین لگاتار روزے رکھے۔ (در منثور)۔ اگر اس کی سند صحیح ہو تو امام اعظم اور جمہور کے لیے حجت قویہ ہوگی اور اگر ضعیف ہو تو بھی شاہد کے ساتھ مؤید ہو کر قوی ہو جائے گی۔ ان تمام دلائل کے بعد بھی ابن حزم کا حنفیہ پر اعتراض کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیا ابن حزم مذکورہ بالا صحابہ وتابعین کے بارے میں بھی کہیں گے کہ انہوں نے قرآن میں زیادتی کی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حنفی مذہب انتہائی مضبوط ہے۔ فللّٰہ الحمد.

باب قسم توڑنے کے بعد ہی کفارہ ادا کرنا درست ہے

۳۵۰۷۔ عبدالرحمٰن بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تو کسی بات پر قسم اٹھائے پھر اس کے خلاف کرنے میں بہتری دیکھے تو وہ بہتری والا کام کر اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کر اور وہ بھلائی والا کام کر گذر (بخاری، باب قول الله لا يؤاخذكم الله باللغو فی ایمانکم؛ ومسلم)

۳۵۰۸۔ ابوموسیٰ اشعریؓ سے طویل حدیث میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قسم بخدا اگر میں کوئی قسم اٹھاتا ہوں اور پھر اس کے سوا کسی اور چیز میں بھلائی دیکھتا ہوں تو میں وہ کام کر گذرتا ہوں جس میں بہتری ہوتی ہے اور اپنی قسم توڑ دیتا ہوں (بخاری، باب لا تحلفوا بآبائکم ومسلم) اور غیلان، ابو بردۃ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں بہتری والا کام کر کے اپنی قسم کا کفارہ دے دیتا ہوں (بخاری، باب قول الله لا يؤاخذكم الله الخ ومسلم)

غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِ الَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ ثُمَّ لِيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ"۔ رواه الامام احمد (فتح القدير ۳۹۹:٤)۔

۳۵۱۰- اخبرنا ابو العلاء ثنا علی بن معبد ثنا الوليد بن القاسم بن الوليد الهمدانی ابوالقاسم الكوفی ثنا يزيد بن كيسا ن ابو اسماعيل عن ابی حازم عن ابی هريرة ﷺ: "ان رَجُلًا أَعْتَمَ عِنْدَهُ فَسَأَلَ صِبْيَتَهُ أُمَّهُمُ الطَّعَامَ، فَقَالَتْ: حَتّٰی يَجِيءَ أَبُوْكُمْ، فَنَامَ الصِّبْيَةُ، فجاء أَبُوْهُمْ، فَقَالَ أَعَشَّيْتِ الصِّبْيَةَ؟ فَقَالَتْ: لَا! كُنْتُ أَنْتَظِرُ مَجِيْئَكَ، فَحَلَفَ أَنْ لَا يَطْعَمَ، ثُمَّ قال بَعْدَ ذٰلِكَ: أَ يْقِظِيْهِمْ، وَجِيْءَ بِالطَّعَامِ فَسَمَّی اللّٰهَ وَأَكَلَ ثُمَّ غَدَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فأخبره بِالَّذِیْ صَنَعَ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: مَنْ حَلَفَ عَلٰی يَمِيْنٍ فَرَاٰی خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِهٖ ثُمَّ لِيُكَفِّرْ عن يَمِيْنِهٖ"۔ رواه الامام ابو محمد قاسم بن ثابت بن حزم السرقسطی فی كتاب غريب الحديث (زيلعی ۶۸:۲) قلت: رجاله كلهم محتج بهم وان كان فی بعضهم اختلاف لا يضر كما عرفت غير مرة۔ وابو العلاء هو محمد بن احمد بن جعفر الذهلی، يعرف بالوكيعی ثقة ثبت من صغار الحادية عشر، كما فی "التقريب" (۱۷۷)۔ والحديث اخرجه

۳۵۰۹۔ عبداللہ بن عمرو ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی بات پر قسم اٹھائے پھر اس کے خلاف کرنے میں بہتری دیکھے تو وہ کام کر گزرے جس میں بہتری ہو پھر اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے (مسند احمد)۔

۳۵۱۰۔ ابو ہریرۃ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو اس کے پاس دیر ہوگئی اور اس کے بچوں نے اپنی ماں سے کھانے کا پوچھا تو ماں نے کہا کہ تمہارے باپ کے آنے پر کھائیں گے۔ اس دوران بچے سو گئے۔ پھر بچوں کا باپ آیا تو اس نے (بیوی سے) کہا کہ کیا بچوں کو رات کا کھانا کھلا دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ میں آپ کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اس پر خاوند نے قسم اٹھائی کہ وہ نہیں کھائے گا۔ پھر کچھ دیر بعد عورت سے کہا کہ بچوں کو اٹھا دو۔ پھر کھانا لایا گیا اور اس خاوند نے بھی بسم اللہ پڑھ کر کھانا تناول کیا اور صبح حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر رات کا قصہ بیان کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی چیز کے نہ کرنے پر قسم اٹھائے پھر اس کے کرنے میں بہتری دیکھے تو اس کام کو کر گزرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔ اسے ابو محمد قاسم بن ثابت بن حزم نے کتاب غریب الحدیث میں روایت کیا ہے۔ اور مسلم (ج ۲ ص ۴۸، باب ندب) نے یہ حدیث یزید بن کیسان کے طریق سے اسی سند کے ساتھ من حلف يمينا فرای غيرها خيرا منها فلياتی الذی هو خير ويكفر عن يمينه میں روایت کی ہے۔

فائدہ: مسلم کے الفاظ یہ ہیں "فلياتها وليكفر عن يمينه" اور لیکن ولید بن قاسم ہمدانی نے جو توثیق کردہ شدہ ہیں ۔۔۔

مسلم(۲:۴۸) من طریق یزید بن کیسان بہذا الاسناد نحوہ۔

۳۵۱۱- عن ام سلمة رضی اللہ عنہا: "أَنَّہا حَلَفَتْ فِیْ غُلَامٍ لَہا اِسْتَعْتَقَہا قَالَتْ: لَا أَعْتَقَہُ اللّٰہُ مِنَ النَّارِ إِنْ أُعْتِقْہُ أَبَدًا، ثُمَّ مَکَثَتْ مَا شَاءَ اللّٰہُ، ثُمَّ قَالَتْ: سُبْحَانَ اللّٰہِ! سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی خَیْرًا مِنْہَا فَلْیُکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِہٖ ثُمَّ یَفْعَلِ الَّذِیْ ہُوَ خَیْرٌ۔ فَاَعْتَقَتِ الْعَبْدَثُمَّ کَفَّرَتْ عَنْ یَمِیْنِہَا"۔ رواہ الطبرانی فی "الکبیر"، ورجالہ ثقات۔ الا ان عبداللہ بن حسن لم یسمع من ام سلمةرضی اللہ عنہا (مجمع الزوائد۴:۱۸۵)۔ قلت: ہو ثقة جلیل القدر من اخیار اہل البیت، کما یظہر من ترجمتہ فی "التہذیب"(۵:۱۸۶)۔ وصاحب البیت ادری بما فیہ، فمثل ہذا الانقطاع لا یضر صحة الحدیث۔ اشارالی ذلک الحافظ فی "التلخیص" (۲:۲۵۹)۔

لفظ ثم کا اضافہ کیا ہے اور زیادۃ ثقہ قبول ہوتی ہے۔ پس اس سے ابن التین کا یہ اعتراض بھی مرتفع ہوگیا کہ اگر کفارہ قبل الحنث جائز نہ ہوتا تو آپ ﷺ اسے ضرور واضح فرمادیتے اور یوں فرماتے "فلیات ثم لیکفر" پس میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ نے پوشیدہ چیز کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "فلیاتہ ثم لیکفر عن یمینہ"۔

۳۵۱۱۔ ام سلمہؓ کے بارے میں مروی ہے کہ ان کے غلام نے ام سلمہؓ سے آزادی کا مطالبہ کیا تو ام سلمہؓ نے قسم اٹھائی اور کہا کہ اگر میں اسے آزاد کروں تو اللہ اسے (ام سلمہ کو) جہنم سے کبھی آزاد نہ کرے۔ پھر ام سلمہ نے کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد فرمایا کہ سبحان اللہ! میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی بات پر قسم اٹھائے پھر اس کے خلاف کرنے میں بہتری دیکھے تو اسے چاہیئے کہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے اور وہ کام کر گزرے جس میں بہتری ہے۔ پس ام سلمہؓ نے غلام کو آزاد کیا۔ پھر اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا (طبرانی فی الکبیر)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں البتہ عبداللہ بن حسن نے ام سلمہؓ سے سماع نہیں کیا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ ثقہ ہیں اور اہل بیت کے جلیل القدر فرد ہیں اور صاحب بیت اپنے گھر کے حالات زیادہ بہتر جانتا ہے پس اس جیسا انقطاع صحت حدیث کے لئے مضر نہیں۔ حافظ نے بھی تلخیص میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے صاف طور پر احناف کا مسلک کہ "کفارہ قسم توڑنے کے بعد ادا کرے" ثابت ہو رہا ہے۔ اور یہاں ثم بمعنی واؤ ہے جیسا کہ قرآن پاک کی آیت ثم کان من الذین امنوا اور ثم اللہ شہید علی ما یفعلون میں ثم بمعنی واؤ ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ حضرت ام سلمہ نے فلیکفر عن یمینہ ثم یفعل الذی ہو خیر روایت کرنے کے باوجود اعتاق کو کفارہ پر مقدم کیا یعنی غلام آزاد کر کے پھر کفارہ ادا کیا اور اگر تقدیم کفارہ علی الحنث مفید ہوتا تو یقیناً ام سلمہ ظاہر حدیث پر عمل کرتیں کیونکہ یہ بات قطعی طور پر مسلم

۳۵۱۲- حدثنا ابو الاحوص عن ابی اسحاق عن عبدالرحمن بن اذینة عن ابیه: انَّ النَّبیَّ ﷺ قال: "مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی غَیْرَھَا خَیْرًا مِنْھَا فَلْیَاْتِ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ فَلْیُکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِہٖ"۔ رواہ ابوداود الطیالسی فی مسندہ(الاصابة، ۲۴)۔ وھذا سند صحیح، رجالہ رجال الصحیح خلا عبدالرحمن و ھو ثقة، کما فی التقریب(۱۱۸)۔

ہے کہ آپ ﷺ کے صحابہ اور اہل بیت آپ ﷺ کے احکام کی سب سے زیادہ اتباع کرنے والے ہیں، جس چیز کو آپ ﷺ نے مقدم کیا ہو وہ اسے مؤخر نہیں کر سکتے مگر کسی وجہ سے خاص کر جبکہ انہوں نے "ابدأوا بما بدأ اللہ" بھی آپ ﷺ سے سن رکھا ہو لہٰذا یہ حدیث جمہور کے لیے دلیل نہیں بلکہ جمہور کے خلاف اور احناف کے حق میں دلیل ہے

۳۵۱۲۔ عبدالرحمٰن بن اذینہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی بات پر قسم اٹھائے اور پھر اس کے خلاف کرنے میں بہتری دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ بہتری والا کام کر کے اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے (مسند ابوداؤد طیالسی)۔ یہ سند صحیح ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے عبدالرحمٰن کے اور وہ بھی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ کفارہ قسم توڑنے کے بعد ادا کرنا جائز ہے، اس سے قبل نہیں اور ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کفارہ کے وجوب کا سبب قسم کا توڑنا ہے تو جب تک قسم نہ توڑی جائے گی کفارہ واجب ہی نہ ہوگا اور جب تک کفارہ واجب نہ ہو اس کا ادا کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ اور کفارہ کے وجوب کا سبب یمین نہیں کیونکہ سبب تو مفضی الی المسبب ہوتا ہے اور سبب اور مسبب دونوں وجود میں جمع ہو سکتے ہیں جبکہ یمین اور کفارہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے بلکہ یمین تو مانع عن الکفارہ ہے۔ اور دوسرے یہ بھی کہ واجب کفارہ ہے اور کفارہ سیئات کا ہوتا ہے، حسنات کا نہیں اور عقدِ یمین مشروع ہے خود حضور ﷺ اور دیگر انبیاء نے قسم اٹھائی ہے اور انبیاء معاصی سے معصوم ہیں پس معلوم ہوا کہ یمین گناہ نہیں۔ اور خود حضور ﷺ نے فرمایا "اذا حلفتم فاحلفوا باللہ"۔ "من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیذر" پس معلوم ہوا کہ نفسِ یمین گناہ اور معصیت نہیں لہٰذا یمین کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں ہو سکتا تو اب لازماً یہ کفارہ حنث کی وجہ سے ہی واجب ہوگا کیونکہ یہی حقیقت میں گناہ ہے وہ اس طرح کہ یمین اللہ سے وعدہ کرنا ہے کہ وہ ایسے کرے گا اور حنث (قسم کا توڑنا) نقضِ عہد ہے تو گناہ عہد نہیں ہوتا بلکہ نقضِ عہد ہوتا ہے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "واوفوا بعھداللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا" کہ جب تم اللہ سے کوئی وعدہ کرو (یعنی قسم اٹھاؤ) تو اسے پورا کرو اور قسموں (یعنی وعدوں) کو اس کے مضبوط کرنے کے بعد مت توڑو۔ اور نیز عقدِ یمین میں اللہ کی تعظیم ہوتی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عظمت مٹانے کے لیے کفارہ واجب نہیں کیا جا سکتا۔ باقی وہ روایات جن میں "فلیات الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہ" یا "فلیکفر" یا "ثم لیکفر" کے الفاظ ہیں تو ان کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام روایات احناف کے خلاف نہیں بلکہ احناف کے حق میں ہیں کیونکہ اگر نفسِ یمین سے ہی کفارہ واجب ہوتا

بَابُ وُجُوْبِ إِيْفَاءِ النَّذْرِ إِذَا كَانَ طَاعَةً

۳۵۱۳- عن عائشة رضی الله عنها عن النبی ﷺ، قال: "مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلَا يَعْصِهِ"۔ رواه البخاری (۲: ۹۹۱)۔ وزاد الطحاوی فی هذا الحدیث (؟) جه: "وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهِ"۔ (التلخیص الحبیر ۲: ۳۹۸)۔

بَابُ حُكْمِ الْإِسْتِثْنَاءِ فِي الْيَمِيْنِ

۳۵۱۴- عن ابن عمر رضی الله عنهما ان رسول الله ﷺ قال: "مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَقَالَ: إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ"۔ رواه الترمذی و حسنه (۱: ۱۵۸)۔ وقد صححه ابن حبان، ورجاله رجال الصحیح، وله طرق کما ذکره صاحب الاطراف (نیل الاوطار ۸: ۴۵۳)۔

تو آپ ﷺ یوں فرماتے "من حلف علی یمین فلیکفر" اور محلوف علیہ کی طرف تعرض نہ کرتے کہ وہ کیا چیز ہے اور باقی آیت ذلک کفارة ایمانکم اذا حلفتم" تو اس سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کفارہ نفسِ یمین سے ہی واجب ہو جاتا ہے کیونکہ اگر اس طرح ہوتا تو پھر کفارہ غیر حانث سے بھی ساقط نہ ہوتا اور قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ کفارہ حنث کے ساتھ واجب ہوتا ہے اور اس کی ادائیگی بعد الحنث بھی جائز ہے۔

باب اطاعت کی نذر کو پورا کرنا واجب ہے

۳۵۱۳۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی اطاعت کرنے کی نذر مانی ہو تو اطاعت کرنی چاہیے (یعنی نذر کو پورا کرے) اور جس نے اللہ کی معصیت کی نذر مانی ہو تو اسے معصیت نہیں کرنی چاہیے (یعنی نذر پوری نہ کرے) (بخاری، باب النذر فی الطاعۃ)۔ اور طحاوی میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ (نافرمانی کی نذر پوری نہ کرے بلکہ) اپنی قسم کا کفارہ دیدے۔

فائدہ: اطاعت کی نذر کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے یوں کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں تہجد پڑھوں گا یعنی منذور عبادت مقصودہ بنفسہ ہو اور اس کی جنس سے واجب بھی ہو جیسے روزہ کی نذر پس یہ دو شرطیں ہیں لزوم نذر کی۔ اور نافرمانی کی نذر یہ ہے کہ یوں کہے کہ اگر فلاں کام ہو گیا تو شراب پیوں گا۔

باب قسم میں استثناء کرنے کا حکم

۳۵۱۴۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی چیز پر قسم اٹھائے اور ساتھ ہی ان شاء اللہ بھی کہہ دے تو (اس کی قسم منعقد نہیں ہوتی (لہٰذا) اس کے خلاف کرنے سے) اس پر کفارہ نہ ہوگا۔ (ترمذی، باب فی الاستثناء فی الیمین)۔ ابن حبان نے

٣٥١٥- عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنهما عن النبى ﷺ، قال: "مَنْ حلف
فَاسْتَثْنٰى فَإِنْ شَاءَ مَضَى، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ مِنْ غَيْرِ حِنْثٍ"- رواه النسائى و سكت عنه
(١٤٤:٢)-

٣٥١٦- عن نافع عن عبدالله بن عمررضى الله عنهما، أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: "مَنْ قَالَ ...
ثُمَّ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللهُ، ثُمَّ لَمْ يَفْعَلِ الَّذِيْ حَلَفَ عَلَيْهِ لَمْ يَحْنَثْ"- رواه الامام مالك فى
الموطا(١٨٠)- ورواه موسى بن عقبة عن نافع عن ابن عمر ايضا موقوفا-وقال فيه: "ثُمَّ وَصَلَ
الْكَلَامَ بِالْإِسْتِثْنَاءِ"- و فى رواية: "فَقَالَ فِيْ اثرِ يَمِيْنِه"- قاله البيهقى فى المعرفة
(الزيلعى،٢: ٧١)-

اسے صحیح کہا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور پھر اس کے متعدد طرق بھی ہیں۔

۳۵۱۵۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قسم اٹھانے کے بعد ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ دے تو اسے اختیار ہے۔ چاہے تو قسم پوری کرے اور اگر چاہے تو قسم پوری نہ کرے (قسم پوری نہ کرنے کی صورت میں) اس پر کفارہ بھی واجب نہ ہوگا۔ (نسائی باب من خلف فاستثنی)۔ امام نسائی نے اس سے سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔

۳۵۱۶۔ نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ جو قسم اٹھانے کے ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ دے اور پھر وہ کام نہ کرے جس کی قسم اٹھائی تھی تو وہ حانث نہ ہوگا (مؤطا مالک باب مالاتجب فیہ الکفارۃ من الیمین)۔ اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی ابن عمرؓ سے اسے موقوف روایت کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اس نے کلام میں ان شاء اللہ متصلاً کہا اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی قسم کے فوراً بعد ان شاء اللہ کہا (بیہقی)

<u>فائدہ</u>: ان احادیث کا ظاہر اس بات کا مقتضی ہے کہ ان شاء اللہ متصلاً کہے کیوں کہ پہلی دو احادیث میں لفظ "فاء" ہے جو تعقیب مع الوصل کے لیے آتا ہے اور تیسری حدیث میں اتصال کی صراحت ہے، باقی سنن ابوداؤد میں عکرمہ سے مروی حدیث کہ حضور ﷺ نے قسم اٹھائی "واللہ لاغزون قریشا واللہ لاغزون قریشا واللہ لاغزون قریشا" (کہ اللہ کی قسم میں قریش سے ضرور جہاد کروں گا) پھر آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی ایک گھڑی پھر فرمایا ان شاء اللہ (یہی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح ابن حبان میں بھی مروی ہے) تو اس کا جواب یہ ہے کہ (۱) واللہ لاغزون قریشا کے بعد آپ کا ان شاء اللہ کہنا تبرک کے طور پر تھا نہ کہ استثناء کے طور پر۔ (۲) یہاں سکوت سے مراد سکوت تنفس ہے (اس کو فصل نہیں کہا کرتے)۔ یہ دونوں جواب فتح الباری میں مذکور ہیں۔ اور احکام القرآن میں جصاص رقمطراز ہیں کہ عکرمہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے تین مرتبہ واللہ لاغزون قریشا فرمایا پھر آخری مرتبہ میں فرمایا ان شاء اللہ تو گویا عکرمہ یہ بات کی خبر دے رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے آخر میں استثناء فرمایا اور یہ کلام تو اس بات پر دال ہے کہ ان شاء اللہ متصل بالیمین تھی اور یہی سنت ہے اھ (۳: ۲۱۴) اور شریک کی یہی روایت ابوداؤد اور ابن حبان نے روایت کی ہے، عکرمہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے واللہ

۳۵۱۷- اخرج الدارقطنی(۲: ۴۹۳): من طریق سعید بن منصور نا ابن ابی الزناد عن ابیه عن سالم عن ابن عمررضی اللہ عنہما، قال: "كُلُّ اِسْتِثْنَاءٍ غَيْرُ مَوْصُوْلٍ فَصَاحِبُهٗ حَانِثٌ" وهذا سند صحیح- قال الحافظ فی "الدرایة"(۱۲۴):"وروی البیهقی من حدیثه: كُلُّ اِسْتِثْنَاءٍ مَوْصُوْلٍ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ"اه-

۳۵۱۸- عن عبداللہ- یعنی ابن مسعود ﷺ- قال: "مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَقَالَ اِنْ شَاءَ

لاغزون قریشا فرمایا پھر فرمایا ان شاء اللہ پھر فرمایا واللہ لاغزون قریشا پھر فرمایا ان شاء اللہ پھر فرمایا واللہ لاغزون قریشا پھر سکوت کیا پھر فرمایا ان شاء اللہ (الحدیث) اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ آپ ﷺ نے دو مرتبہ ان شاء اللہ متصلا کہا اور لفظ ثم ترتیب ذکری کے لیے ہے یا فصل قلیل کے لیے ہے جو شرعاً فاصل نہیں شمار کیا جاتا۔ اور تیسری میں سکوت کسی عذر کی بنا پر کیا ہوگا۔ شاید کہ آپ ﷺ نے پہلے دو مرتبہ کے استثناء پر اکتفا کیا ہو اور تیسری مرتبہ منفصلا محض تاکید کے لیے کہا ہو الغرض اس حدیث سے یمین اور استثناء کے درمیان فصل کے جائز ہونے پر استدلال کرنا غلط ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں شدید اضطراب ہے اور اضطراب سے قطع نظر ممکن ہے کہ استثناء کا منفصلا جائز ہونا آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہو جیسا کہ درمنثور میں ابن عباسؓ سے "واذکر ربک اذا نسیت" میں مروی ہے کہ جب تو استثناء کرنا بھول جائے تو یاد آنے پر استثناء کر لے پھر فرمایا یہ حضور ﷺ کا خاصہ ہے اور کسی کے لیے استثناء کرنا جائز نہیں مگر یمین کے متصل بعد ہی (۲: ۲۱۸) اور سیوطی نے بھی الاتقان (۲: ۷۲) میں اس کی تصریح کی ہے۔

۳۵۱۷۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہر وہ استثناء جو قسم کے ساتھ متصل طور پر نہ کیا گیا ہو تو (قسم پوری نہ کرنے پر) قسم اٹھانے والا حانث ہوگا (دارقطنی) حافظ درایہ میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ اور بیہقی میں ہے کہ ہر وہ استثناء جو قسم کے ساتھ ہی کیا گیا ہو تو (قسم پوری نہ کرنے کی صورت میں) قسم اٹھانے والا حانث نہ ہوگا۔ **فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ استثناء میں اتصال ضروری ہے اور یہ ابن عباسؓ کے مشہور قول کے معارض ہے لیکن جمہور نے ابن عمرؓ کے قول کو ہی ترجیح دی ہے۔ کیونکہ عبدالرحمن بن سمرۃؓ کی مرفوع متفق علیہ حدیث ہے کہ "جب تو کوئی قسم اٹھائے اور پھر اس کے غیر کو بہتر پائے تو وہ غیر کر کے اپنی قسم کا کفارہ دے" لیکن آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ استثناء کر لے اگر منفصلا استثناء مبطل یمین ہوتا یا یمین کے لیے محلل ہوتا تو آپ ﷺ اسے ضرور بیان کرتے اور موضع بیان میں اور جس جگہ بیان کی ضرورت ہو اس جگہ خاموشی اختیار کرنا بیان ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ استثناء منفصلا کوئی چیز نہیں۔ اور اگر استثناء منفصلا درست ہو تو پھر تو کوئی بھی حانث نہ ہوگا اور کوئی بھی گناہ گار نہ ہو جھوٹی قسم اٹھا کر کیونکہ وہ کچھ وقت کے بعد بھی استثناء کر سکتا ہے۔ اور موفق مغنی میں فرماتے ہیں کہ شرط یہ ہے کہ استثناء متصل ہو یمین کے ساتھ بایں طور کہ درمیان میں اجنبی کلام کا فاصلہ نہ ہو اور نہ ہی اتنا سکوت ہو کہ درمیان میں اور کلام کی جا سکتی ہو۔ البتہ سانس توڑنے کے لیے سکوت یا آواز کی درستگی کے لیے یا کسی چھینک وغیرہ کے لیے سکوت صحت استثناء سے مانع نہیں (یہی حنفیہ کا قول ہے) کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا من حلف فاستثنی اور یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ استثناء متصلا ہو۔

الله فَقَدِ اِسْتَثْنٰی"۔ رواہ الطبرانی فی "الکبیر"، ورجالہ رجال الصحیح الا ان القاسم لم یدرک ابن مسعودؓ، (مجمع الزوائد ۴: ۸۲)۔ قلت: ورواہ محمد فی "الآثار" عن ابی حنیفة عن القاسم عن عبدالله، والمرسل حجة عندنا۔

۳۵۱۹- عبدالرزاق عن سفیان الثوری عن المغیرة عن ابراهیم: "اِنِ اسْتَثْنٰی فِی نَفْسِہٖ فَلَیْسَ بِشَیْءٍ حَتّٰی یُظْهِرَهٗ بِلِسَانِهٖ"۔

۳۵۲۰- وعن معمر عن حماد فی الاستثناء: "لَیْسَ بِشَیْءٍ حَتّٰی یُسْمِعَ نَفْسَهٗ"۔

۳۵۲۱- وعن قتادة عن الحسن البصری: "اِذَا حَرَّكَ لِسَانَهٗ اَجْزَأَ عَنْهُ فِی الْاِسْتِثْنَاءِ"۔ اخرجه ابن حزم فی "المحلی" (۸: ۴۵)۔ واسناده صحیح۔

۳۵۲۲- اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم: "اِذَا حَرَّكَ شَفَتَیْهِ بِالْاِسْتِثْنَاءِ فَقَدِ اسْتَثْنٰی"۔ اخرجه محمد فی الآثار (۱۰۴) و قال: بهذا ناخذ وهو قول ابی حنیفة اهـ۔

۳۵۱۸۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی بات پر قسم اٹھائی اور ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ دیا تو اس کا یہ استثناء کرنا درست ہوگا (یعنی قسم منعقد نہ ہوگی) (طبرانی کتاب الآثار باب الاستثناء فی الیمین)۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور مرسل ہمارے ہاں حجت ہے۔

فائدہ: باقی ابن مسعودؓ کی جس روایت میں "ثم" کا لفظ ہے تو وہ راوی کا تصرف ہے۔

۳۵۱۹۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ اپنے دل میں ہی استثناء کرے (یعنی انشاء اللہ کہے) تو اس کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ زبان سے اظہار کرنا ضروری ہے (مصنف عبدالرزاق)۔

فائدہ: قول نطق ہی ہے پس جس طرح یمین نیت سے منعقد نہیں ہوتی اسی طرح استثناء کی بھی دل میں کوئی حیثیت نہیں جب تک کہ زبان سے اظہار نہ کرے۔

۳۵۲۰۔ حمادؒ سے استثناء کے بارے میں مروی ہے کہ استثناء کی کوئی حیثیت نہیں یہاں تک کہ وہ اپنے نفس کو سنائے (مصنف عبدالرزاق)۔

فائدہ: موفق مغنی میں فرماتے ہیں کہ عام علماء کا یہی مسلک ہے کہ استثناء باللسان ضروری ہے اور استثناء بالقلب کافی نہیں۔

۳۵۲۱۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ استثناء کرتے ہوئے اپنی زبان کو حرکت دے تو کافی ہے (یعنی پھر استثناء درست ہوگا) (محلی ابن حزم)۔ اس کی سند حسن ہے۔

۳۵۲۲۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جب وہ استثناء کرتے وقت اپنے ہونٹوں کو حرکت دیدے تو اس کا استثناء کرنا درست

۳۵۲۳- اخبرنا ابوحنیفة عن حماد عن ابراھیم: إِذَا قَالَ لِامْرَأَتِهٖ: أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ شَاءَ
للّٰہ، قَالَ : لَيْسَ بِشَيْءٍ، لَايَقَعُ عَلَيْهَا الطَّلَاقُ- اخرجه محمد فی الآثار(۱۰۴)- وقال: بھذا
ناخذ اذا کان استثناء موصولا بیمینه قدمه او اخره وھو قول ابی حنیفة اھ-

بَابُ الْيَمِيْنِ فِي الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ

بَابُ مَاوَرَدَ فِي الْاَحَادِيْثِ مِنْ أَنْوَاعِ الْإِدَامِ

۳۵۲۴- عن جابرؓ عن النبی ﷺ، قال: "نِعْمَ الْإِدَامُ اَلْخَلُّ"- رواه الجماعة الا
البخاری(نیل ۸:۴۵۵)-

۳۵۲۵- عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اِئْتَدِمُوْا بِالزَّيْتِ

ہوگا(کتاب الآثار، باب الاستثناء فی الیمین)۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا اور امام اعظمؒ کا یہی مسلک ہے۔

۳۵۲۳۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو یوں کہے کہ تجھے طلاق ہے ان شاء اللہ تو اس قول کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور اس پر طلاق واقع نہ ہوگی۔(کتاب الآثار)امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی ہمارا مسلک ہے کہ استثناء متصل ہو خواہ مقدم ہو یا مؤخر اور امام اعظمؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ قسم اٹھاتے وقت اگر وہ استثناء کردے (مثلاً ان شاء اللہ کہہ دے) تو وہ قسم منعقد ہی نہ ہوگی لہٰذا اس قسم کے خلاف کرنے کی صورت میں اس پر کوئی کفارہ واجب نہ ہوگا۔البتہ استثناء کا زبان سے اظہار کرنا ضروری ہے ورنہ استثناء کا اعتبار نہ ہوگا۔ **فائدہ:** اس آخری حدیث سے معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ اعتاق وطلاق اور تمام ایمان میں استثناء کے جواز کے قائل ہیں اور استثناء کو تمام ایمان کے لیے مبطل سمجھتے ہیں۔

باب کھانے پینے میں قسم اٹھانا

باب سالن کی اقسام کے بیان میں

فائدہ: ادام اس چیز کو کہتے ہیں جو روٹی کے ساتھ تبعاً کھایا جائے۔

۳۵۲۴۔ جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سرکہ بہترین سالن ہے(مسلم، ترمذی، باب ما جاء فی الخل، ابوداؤد ونسائی)۔

۳۵۲۵۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ زیتون کو سالن کے طور پر استعمال کرو اور اپنے سر اور بدن پر اسے تیل کے طور پر لگاؤ کیونکہ یہ مبارک درخت سے نکلا ہے۔(ابن ماجہ)۔اس کے راوی تمام ثقہ ہیں سوائے حسین بن مہدی کے جو ابن ماجہ

وَادَّهِنُوا بِهٖ، فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ"- رواه ابن ماجة و رجاله ثقات الا الحسين بن سهمي شيخ ابن ماجة- فقال في "التقريب": انه صدوق (نيل، السابق)-

۳۵۲۶- عن يوسف بن عبدالله بن سلام، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَخَذَ كِسْرَةً من خُبْزِ شَعِيرٍ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً، وَقَالَ: هٰذِهٖ إِدَامُ هٰذِهٖ" رواه ابوداود والبخاري(نيل ۸:۴۵۵ - واسناد ابي داود صحيح كما في "المرقاة"(۴:۳۸۴)-

۳۵۲۷- حدثنا القوسي حدثنا الاصمعي عن ابي هلال الراسبي عن عبدالله بن بريدة عن ابيه عن النبي ﷺ، قال: "سَيِّدُ إِدَامِ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اللَّحْمُ"- رواه ابن قتيبة في غريبه(نيل ۸:۴۴۵)- ورواه البيهقي والطبراني في "الاوسط"، وابو نعيم في الطب في حديث- قال الشيخ: حديث حسن لغيره(العزيزي ۲:۳۲۰)-

۳۵۲۸- حدثنا هشام بن عمار ثنا مروان بن معاوية ثنا عيسى بن عيسى عن رحـ

کے استاد ہیں۔تقریب میں ہے کہ وہ صدوق ہیں۔ فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ سرکہ سالن ہے۔

۳۵۲۶۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس پر ایک کھجور رکھ کر فرمایا کہ یہ اس کا سالن ہے۔(بخاری، ابوداؤد)۔ابوداؤد کی سند صحیح ہے(مرقاۃ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھجور بھی ادام ہے لیکن اس کا اعتبار عرف پر ہے اور علاقہ کے لوگوں پر ہے کہ اگر وہ کھجور کو روٹی کے ساتھ تبعاً کھاتے ہیں تو وہ ادام ہوگا ورنہ نہیں۔

۳۵۲۷۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دنیا والوں اور آخرت والوں کے سالنوں کا سردار گوشت ہے(بیہقی وطبرانی)۔شیخ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے(یعنی حجت بننے کی صلاحیت رکھتی ہے)(العزیزی)

۳۵۲۸۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے سالنوں کا سردار نمک ہے(ابن ماجہ)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند ضعیف ہے البتہ عرف کے ساتھ یہ مؤید ہو سکتی ہے یعنی اگر علاقہ کے لوگ نمک کو روٹی کے ساتھ کھاتے ہوں تو تبعیت یہ ادام ہوگا۔

فائدہ: اگر کوئی قسم اٹھائے کہ وہ ادام نہیں کھائے گا تو عرف عام میں جس چیز کو ادام کے طور پر استعمال کیا جاتا ہوگا اس سے

نراه موسی عن انس بن مالك ﷺ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "سَيِّدُاِدَامِكُمْ الْمِلْحُ"۔ رواه ابن ماجة(٢٤٦)۔ قلت: هذا سند ضعيف لكن يتأيد به العرف۔

بَابُ الْيَمِيْنِ فِيْ الْعِتْقِ وَالطَّلَاقِ

بَابٌ اِنِ اشْتَرٰى اَبَاهُ يَنْوِیْ عَنْ كَفَّارَةِ يَمِيْنِهٖ اَجْزَاَهُ

٣٥٢٩- عن ابی هريرة ﷺ مرفوعاً: "لَا يَجْزِیْ وَلَدٌ وَالِدَهٗ اِلَّا اَنْ يَجِدَهٗ مَمْلُوْكًا فَيَشْتَرِيَهٗ فَيُعْتِقَهٗ"۔ اخرجه الجماعة الا البخاری (زيلعی ٢:٧٢)۔

بَابٌ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِیْ مَعْصِيَةٍ اَوْ فِيْمَا لَا يُطِيْقُهٗ فَكَفَّارَتُهُمَا كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ

٣٥٣٠- عن عائشة رضی الله عنها عن النبی ﷺ، قال: "مَنْ نَذَرَ اَنْ يُطِيْعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَعْصِيَهٗ فَلَا يَعْصِهٖ"۔ رواه البخاری(٢:٩٩١)۔ وزاد الطحاوی فی هذا الوجه: "وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ"۔(التلخيص الحبير ٢:٣٩٨)۔

کھانے سے حانث ہو جائے گا۔

باب عتق اور طلاق میں قسم اٹھانا

باب اگر اپنے باپ کو خریدتے وقت کفارہ یمین کی نیت کرے تو درست ہے (یعنی کفارہ ادا ہو جائے گا)

۳۵۲۹۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیٹا، باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ مگر ایک صورت میں کہ باپ کو (کسی کا) غلام پائے تو اسے خرید کر آزاد کر دے۔ (مسلم، کتاب العتق باب فضل عتق الوالد؛ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قریبی رشتہ دار کو خریدنا ہی آزاد کرنا ہے کیونکہ مذکورہ بالا حدیث میں آپ ﷺ نے نفس شراء کو ہی اعتاق قرار دیا ہے اور "فیعتقہ" کا معنی یہ نہیں کہ وہ خریدنے کے بعد آزاد کرے کیونکہ حدیث میں صراحۃً مذکور ہے کہ جو قریبی رشتہ دار کا مالک ہو جائے تو وہ اس پر آزاد ہو جاتا ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ باپ اپنے بیٹے پر آزاد ہو جاتا ہے جونہی وہ اس کا مالک ہو۔

باب نافرمانی اور ایسی چیز کی قسم اٹھانا جس کے کرنے کی طاقت نہ ہو تو ان دونوں کا کفارہ بھی یمین والا کفارہ ہے

۳۵۳۰۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی اطاعت کی نذر مانے تو اسے اس

۳۵۳۱- حدثنا جعفر بن مسافر التنيسی عن ابن ابی فديك قال: حدثنی طلحة بن يحيی الانصاری عن عبدالله بن سعيد بن ابی هند عن بكير بن عبدالله بن الاشج عن كريب عن ابن عباس رضی الله عنهما اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قال: "مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهٖ فَكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِيْ مَعْصِيَةٍ فَكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيْقُهٗ فَكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا اَطَاقَهٗ فَلْيَفِ بِهٖ"۔ رواه ابوداود(۲:۱۱۶) و قال: و روی هذا الحديث وكيع وغيره عن عبدالله بن سعيد بن ابی الهند اوقفوه علی ابن عباس اه وفی التلخيص الحبير: اسناده حسن فيه طلحة بن يحيی و هو مختلف فيه اه۔

۳۵۳۲- اخبرنا هارون بن موسی الفروی قال: ثنا ابو ضمرة عن يونس عن ابن شهاب، قال: ثنا ابو سلمة عن عائشة رضی الله عنها، ان رسول الله ﷺ قال: "لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهَا كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ"۔ رواه النسائی(۲:۱۴۸)۔ وسكت عنه، فهو صحيح عنده علی قاعدته۔ و فی "التلخيص الحبير"(۲:۳۹۹)۔ "وقال النووی فی الروضة: حديث: "لانذر فی معصية و كفارته كفارة اليمين"، ضعيف باتفاق المحدثين۔ قلت: قد صححه الطحاوی وابو

کی اطاعت کرنی چاہیے (یعنی نذر پوری کرے) اور جو شخص اللہ کی نافرمانی کی نذر مانے تو اسے چاہیے کہ اس کی نافرمانی نہ کرے (یعنی نذر پوری نہ کرے) (بخاری باب النذر فی الطاعۃ، ابوداؤد، نسائی) اور طحاوی میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ (نافرمانی کی نذر پوری نہ کرے بلکہ) اپنی قسم کا کفارہ دیدے۔

۳۵۳۱۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص غیر معین نذر مانے تو اس کا کفارہ یمین والا کفارہ ہے اور جو نافرمانی کی نذر مانے تو اس کا کفارہ (بھی) یمین والا کفارہ ہے اور جو شخص کسی ایسی چیز کی نذر مانے جس کے کرنے کی طاقت نہ ہو تو اس کا کفارہ (بھی) یمین والا کفارہ ہے۔ اور جو شخص ایسی نذر مانے کہ جسے وہ کرسکتا ہے تو چاہیے کہ اس نذر کو پورا کرے (ابوداؤد باب من نذر الا یطیقہ)۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ وکیع وغیرہ نے یہ حدیث ابن عباسؓ پر موقوفا روایت کی ہے اھ۔ اور تلخیص میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے کیونکہ اس میں راوی طلحہ بن یحیٰی مختلف فیہ ہے۔

۳۵۳۲۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ گناہ کے کام میں نذر نہیں ہوتی اور اس کا کفارہ یمین والا کفارہ ہے۔ (نسائی باب کفارۃ النذر)۔ امام نسائی نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان کے قاعدہ پر صحیح ہے۔ اور نوویؒ نے روضہ میں فرمایا ہے کہ حدیث "گناہ کے کام میں نذر نہیں ہوتی اور اس کا کفارہ، یمین والا کفارہ ہے" ضعیف ہے باتفاق محدثین۔ میں کہتا ہوں کہ طحاوی، ابوعلی بن السکن، عبدالحق اور ابن القطان نے اسے صحیح کہا ہے پس اتفاق کہاں رہا۔

فائدہ: یعنی اگر کوئی معصیت کے کام کی نذر مانے تو پورا نہیں کرنا چاہیے بلکہ حانث ہو کر کفارہ ادا کردے۔ لہٰذا اس تعبیر

علی بن السکن، فاین الاتفاق"اھ۔قلت وقد صححه ایضا عبدالحق فی الاحکام، وابن القطان، کما فی "الجوهر النقی"(۲۳۸:۲)

۳۰۵۳۳- عن عقبة بن عامرؓ قال: "نَذَرَتْ أُخْتِیْ أَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: مُرْ أُخْتَكَ فَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَرْكَبْ وَلْتَصُمْ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ"۔ اخرجه الترمذی و قال: حدیث حسن۔ واخرجه ابوداود، ورجال اسناده ثقات خلا عبیداللہ بن زحر فانه متکلم فیه، وقد اخرج له الحاکم فی "المستدرك" و لم یضعفه البیهقی فی سننه فی موضع من المواضع، بل قد حکی عن البخاری انه وثقه، وذکر الترمذی ایضا فی العلل توثیقه عن البخاری۔ کذا فی "الجوهر النقی"(۲۳۹:۲)۔

"لانذر فی معصیۃ اللہ" کا جواب بھی ہوگیا کہ اس کا معنی لاوفاءلنذر فی معصیۃ اللہ یعنی معصیت کی نذر ماننے پر نذر منعقد تو ہوجاتی ہے مگر اسے پورا نہیں کرنا چاہیے بلکہ حانث ہوکر کفارہ ادا کردیا جائے۔ **فائدہ:** معصیت کی دو قسمیں ہیں حرام لعینہ (یعنی جواپنی ذات میں ہی حرام ہیں) جیسے زنا، شراب کا پینا، اکل خنزیر، سود کا کھانا، مسلمان کا قتل کرنا وغیرہ تو ان کی اگر کوئی نذر مانے تو وہ نذر ہی منعقد نہ ہوگی اور نذر ماننے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا اور آپ ﷺ کے مطلق قول لانذر فی معصیۃ اللہ کا یہی مطلب ہے اور (۲) حرام لغیرہ جیسے قربانی کے دن روزہ رکھنے کی نذر ماننا اور طلوع یا غروب کے وقت نماز پڑھنے کی نذر پس اگر کوئی اس کی نذر مانے تو نذر منعقد ہوجائے گی لیکن نذر پوری کرنا جائز نہیں بلکہ حانث ہوکر کفارہ دے اور آپ ﷺ کے فرمان "لا انذر فی معصیۃ اللہ وکفارتہ کفارہ یمین" کا یہی مطلب ہے۔ اور اگر معصیت کی نذر بالکل منعقد نہ ہوتی تو اس میں لانذر فی معصیۃ اللہ کے بعد کفارتہ کفارۃ یمین کا کوئی مطلب نہ ہوتا اور حضور ﷺ کے کلام کا بے مقصد ہونا لازم آتا کیونکہ وجوب کفارہ صحت کفارہ کو مستلزم ہے اور وہ مطلق احادیث (لانذر فی معصیۃ اللہ) جن سے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ نے استدلال کیا ہے، معصیت لعینہا کی نذر پر محمول ہیں۔ بہرحال احناف کی توجیہ سے دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو رہا ہے جو بہر صورت بہتر ہے کیونکہ دونوں حدیثوں پر عمل کرنا ایک پر عمل کرنے اور دوسری کو مہمل چھوڑنے سے بہتر ہے۔ اور امام سندی حاشیہ نسائی میں فرماتے ہیں کہ بعض احادیث میں لاوفاءلنذر فی معصیۃ کی تصریح ہے۔

۳۵۳۳۔ عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میری بہن نے نذر مانی کہ وہ پیدل اور بغیر اوڑھنی اوڑھے حج کرے گی۔ میں نے اس کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی بہن کو حکم کرکہ وہ اوڑھنی اوڑھے اور سوار ہوجائے اور (کفارہ کے طور پر) تین دن کے روزے رکھے۔ (ترمذی، ابوداؤد، باب من رأی علیہ کفارۃ اذا کان فی معصیۃ)۔ امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ امام ابوداؤد کی سند کے راوی ثقہ ہیں سوائے عبیداللہ بن زحر کے کہ وہ متکلم فیہ ہے اور حاکم نے مستدرک میں اس کی حدیث روایت کی ہے اور بیہقی نے بھی کسی جگہ اسے ضعیف نہیں کہا بلکہ امام بخاری سے توثیق نقل کی ہے اور ترمذی نے بھی امام بخاری سے اس کی توثیق نقل کی ہے (جوہر نقی)۔

٣٥٢٤- ثنا يونس انا ابن وهب انا يحيى بن عبدالله المعافرى عن ابى عبد الرحمن الجيلى عن عقبة بن عامرؓ: "أَنَّ أُخْتَهُ نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْكَعْبَةِ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ عُقْبَةُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: مُرْ أُخْتَكَ فَلْتَرْكَبْ وَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ"- رواه الطحاوى فى "مشكله"، و يحيى قال فيه ابن معين: ليس به باس، واخرج له الحاكم فى "المستدرك"، وابن حبان فى صحيحه، وذكره فى الثقات، ثم ذكره الطحاوى من وجه آخر و فيه: "نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً نَاشِرَةً شَعْرَهَا، فَقَالَ: لِتَرْكَبْ وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ"- قال الطحاوى: "وَكَشْفُ وَجْهِهَا حَرَامٌ، فَأَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْكَفَّارَةِ لِمَنْعِ الشَّرِيْعَةِ إِيَّاهَا مِنْهُ"- كذا فى "الجوهر النقى" ايضا (السابق)-

٣٥٢٥- اخبرنا ابو حنيفة حدثنا محمد بن الزبير عن الحسن عن عمران بن حصينؓ عن النبى ﷺ انه قال: "لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ"- اخرجه محمد فى "الآثار" (١٠٥)- وهذا سند حسن، و محمد بن الزبير وان ضعفه ائمة الجرح والتعديل ولكن ابا حنيفة روى عنه، و شيوخه ثقات عندنا و كذا روى عنه غير واحد من الاجلة كالثورى وجرير بن حازم و يحيى بن ابى كثير و حماد بن زيد وابراهيم بن طهمان و ابوبكر

۳۵۲۴۔ عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ ان کی بہن نے نذر مانی کہ وہ ننگے پاؤں اور ننگے سر کعبے تک پیدل جائے گی۔ عقبہ نے حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے (عقبہ سے) فرمایا کہ اپنی بہن کو حکم کرو کہ وہ سوار ہو جائے اور دوپٹہ بھی اوڑھے اور (کفارہ میں) تین دن روزے رکھے۔ (مشکل طحاوی) یحیٰی بن عبداللہ معافری کی بابت ابن معین نے لیس بہ بأس کہا ہے اور حاکم نے بھی اس کی روایت ذکر کی ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کی روایت نقل کر کے اسے ثقات میں شمار کیا ہے۔ اور طحاوی کی ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے نذر مانی کہ وہ بیت اللہ تک پیدل اور اپنے سر کے بالوں کو کھولے جائے گی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے چاہیے کہ وہ سوار ہو جائے اور (کفارہ میں) تین دن کے روزے رکھے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ عورت کا اپنا چہرہ کھولنا حرام ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ نے اسے کفارہ دینے کا حکم فرمایا کیونکہ شریعت میں عورت کو اس طرح کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ (جوہر نقی)۔

۳۵۲۵۔ عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ گناہ کے کام میں کوئی نذر نہیں اور اس کا کفارہ یمین والا کفارہ ہے۔ (کتاب الآثار باب النذر فی المعصیۃ)۔ اس کی سند حسن ہے۔

النهشلي و اسماعيل بن علية وغيرهم- كما في التهذيب، واحتج ابو حنيفة بروايته فهو توثيق له منه، و سماع الحسن عن عمران ثابت كما حققه صاحب "الجوهر النقي" (۲:۲۳۸)-

۳۵۳۶- ابو حنيفة عن الشعبي قال: "سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ:لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا كَفَّارَةَ- قَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ: فَقُلْتُ لَهٗ: قَدْ ذُكِرَ فِي الظِّهَارِ: وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا، وَجُعِلَ فِيْهِ الْكَفَّارَةُ، فَقَالَ: اَقِيَاسٌ اَنْتَ"؟ اخرجه الحافظ ابن خسرو في مسنده هكذا، واخرجه محمد في "الآثار" مختصرا، كذا في "جامع المسانيد" (۲:۲۵۵)- و فيه تصريح بسماع ابي حنيفة من الشعبي، و قد ورد عن ابن عباس ﷺ عند الدارقطني و عند مالك في "الموطا" مثل ماقاله ابوحنيفة-

فائدہ: اس حدیث کے متعدد طرق اور شواہد ہیں لہٰذا کسی راوی کا ضعف قطعاً مضر نہیں۔ فائدہ: یعنی گناہ کے کام کی نذر نہیں ماننی چاہیے۔ لیکن اگر کوئی مان لے تو نذر پوری کرنا جائز نہیں اور نذر پوری نہ کرنے کی صورت میں کفارہ ہوگا۔

۳۵۳۶۔ ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عامر شعبیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی نافرمانی میں کوئی نذر نہیں (یعنی نذر منعقد نہیں ہوتی کیونکہ نذر تو اچھے کام کی مانی جاتی ہے۔ برے کام کی نہیں) اور نہ ہی کفارہ ہے۔ ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کیا کہ ظہار میں بھی تو فرمایا گیا ہے کہ وہ (ظہار کرنے والے) بری بات اور جھوٹ کہتے ہیں لیکن اس میں تو کفارہ مقرر کیا گیا ہے (یعنی ظہار بھی تو بری اور جھوٹ بات ہے پھر بھی اس میں کفارہ ہے) تو عامر شعبیؒ نے فرمایا واہ کیا قیاس ہے آپ کا (کتاب الآثار، باب النذر فی المعصیۃ، مسند ابن خسرو و جامع المسانید) مؤطا مالک اور دار قطنی میں ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح کی بات مروی ہے جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ معصیت اور گناہ کی نذر ماننے سے یا طاقت سے باہر کسی کام کے نذر ماننے یا نذر مبہم ماننے سے نذر منعقد ہو جاتی ہے لیکن معصیت کی نذر پوری نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ کفارہ ادا کرنا چاہیے اور ان کا کفارہ بھی یمین والا کفارہ ہے۔ فائدہ: الحمدللہ امام صاحبؒ کا قیاس حضرت ابن عباسؓ کے قیاس کے موافق ہے کیونکہ ایک عورت ابن عباسؓ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میں نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ تو اسے ذبح نہ کر بلکہ کفارہ دیدے تو ایک شیخ جو ابن عباسؓ کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ اس میں کفارہ کیسے؟ یہ تو معصیت کی نذر ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مظاہر کے بارے میں (جو کہ جھوٹ بولتے ہیں) کفارہ کا حکم فرمایا ہے۔ گویا ابن عباسؓ کا مقصد یہ تھا کہ معصیت اور وجوب کفارہ کے درمیان کوئی منافات نہیں۔

بَابُ وُجُوبِ الْاِيفَاءِ بِنَذْرِهِ الطَّاعَةِ مُعَلَّقًا كَانَ اَوْ مُنَجَّزًا لِجَاجًا كَانَ اَوْ غَيْرَهُ اِذَا اَطَاقَهُ وَاِلَّا فَبِقَدْرِ الطَّاقَةِ

۳۵۳۷- عن سعيد بن الحارث ، انه سمع عبدالله بن عمر- وساله رجل- يا ابا عبدالرحمن! اِنَّ ابْنِيْ كَانَ بِاَرْضِ فَارِسٍ فِيْمَنْ كَانَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، وَاَنَّهُ وَقَعَ بِالْبَصْرَةِ طَاعُوْنٌ شَدِيْدٌ، فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ نَذَرْتُ اِنَّ اللّٰهَ جَاءَ بِابْنِيْ اَنْ اَمْشِيَ اِلَى الْكَعْبَةِ، فَجَاءَ مَرِيْضًا فَمَاتَ، فَمَا تَرٰى؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: اَوَلَمْ تُنْهَوْا عَنِ النَّذْرِ؟ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ النَّذْرَ لَا يُقَدِّمُ شَيْئًا وَلَا يُؤَخِّرُهُ، وَاِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيْلِ، اَوْفِ بِنَذْرِكَ، اخرجه الحاكم في "المستدرك"(۳۰۴:۴)، وصححه على شرط الشيخين، واقره عليه الذهبي-

۳۵۳۸- عن اسماعيل بن امية عن عثمان بن ابي حاضر، قال: "حَلَفَتِ امْرَاَةٌ مَالِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَجَارِيَتِيْ حُرَّةٌ اِنْ لَمْ تَفْعَلْ كَذَا، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ عُمَرَ- اَمَّا الْجَارِيَةُ فَتُعْتَقُ، وَاَمَّا قَوْلُهَا: مَالِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَتَصَدَّقُ بِزَكَاةِ مَالِهَا"- اخرجه ابن حزم في "المحلى"(۹:۸) وجزم به ولم يعله بشيء-

باب اطاعت والی نذر پوری کرنا واجب ہے خواہ وہ نذر معلق ہو یا غیر معلق، خواہ مجبوری کی نذر ہو یا غیر مجبوری کی، بشرطیکہ اسے کرنے کی طاقت ہو، ورنہ بقدر طاقت پوری کرنا ضروری ہے

۳۵۳۷- سعید بن حارث فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا- اے ابوعبدالرحمٰن! میرا بیٹا فارس میں ان لوگوں میں شامل تھا جو عمر بن عبید اللہ کے پاس تھے- اور بصرہ میں سخت طاعون کی وباء پھیلی ہوئی تھی- جب یہ بات (مجھے) پہنچی تو میں نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو واپس لے آئیں گے تو میں کعبہ تک پیدل جاؤں گا- پھر وہ (میرا بیٹا) بیمار ہو کر آیا اور مر گیا تو اس (نذر) سے آپ کی کیا رائے ہے؟ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تمہیں نذر ماننے سے روکا نہیں گیا؟ بے شک حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ نذر نہ کسی چیز کو وقت سے پہلے لاسکتی ہے اور نہ ہی وقت سے مؤخر کر سکتی ہے (یعنی تقدیر کو بدل نہیں سکتی) ہاں یہ فائدہ ضرور ہے کہ بخیل کے پاس سے کچھ مال صرف ہو جاتا ہے- (بہر حال) تو اپنی نذر پوری کر- (مستدرک حاکم)- حاکم نے اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے- اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے-

فائدہ: معلوم ہوا کہ اطاعت اور اچھے کام کی نذر (خواہ وہ معلق ہو یا منجز) پوری کرنی چاہیے نیز پچھلے باب میں عائشہؓ کی مرفوع حدیث گذر چکی ہے کہ جو اللہ کی اطاعت کی نذر مانے تو اسے اللہ کی اطاعت کرنی چاہیے یعنی نذر کو پورا کرنا چاہیے-

۳۵۳۸- عثمان بن ابی حاضر فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے قسم اٹھائی کہ اگر اس نے یہ کام نہ کیا تو میرا مال اللہ کی راہ میں (صدقہ) ہوگا اور میری باندی آزاد ہوگی- تو ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس کی باندی کو تو آزاد کر دیا جائے اور البتہ اس کا یہ کہنا کہ میرا

۳۵۳۹- عن ابن عباس رضی الله عنهما فی حديث: "وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيْقُهُ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا اَطَاقَهُ فَلْيَفِ بِهٖ"۔ رواه ابوداود۔ وقال الحافظ فی "التلخيص الحبير": "اسناده حسن، فيه طلحة بن يحيى و هو مختلف فيه" اھ۔ و قد تقدم فی الباب الذی يلی هذا الباب، فقول ابن حزم فی "المحلی"(۶:۸): "طلحة بن يحيى الانصاری ضعيف جدا" اھ۔ رد عليه كيف؟ وهو من رجال مسلم والاربعة، وثقه احمد وابن معين و يعقوب بن شيبة والعجلی وابوداود وابو زرعة وابو حاتم، و قال: صحيح الحديث، وابن عدی و ابن حبان وصالح بن احمد عن ابيه، والحاكم عن الدارقطنی وابن سعد، كذا فی "التهذيب"۔(۵:۲۸)۔

مال اللہ کی راہ میں ہے تو اس یمین کو پورا کرنے کے لیے اس کے مال کی زکوۃ کا صدقہ کیا جائے (محلی ابن حزم)۔ابن حزم نے اس حدیث میں کوئی عیب نہیں نکالا (لہٰذا ان کے ہاں صحیح ہوگی)۔

فائدہ: امام صاحب سے مروی ہے کہ تمام مال کے صدقہ کرنے کی نذر ماننے والا اگر مالدار ہے تو وہ سارا مال صدقہ کرے اور اگر فقیر ہے تو حانث ہو کر کفارۂ یمین ادا کرے اور اگر متوسط ہو تو زکوۃ ادا کردے۔مذکورہ بالا حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔اور امام صاحبؒ سے جو راجح مسلک مروی ہے وہ وہ ہے جو کتاب لآ ثار میں امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ابراہیمؒ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنا سارا مال صدقہ کرنے کی نذر مانے تو وہ اپنے اور اپنے کنبے کے لیے بقدر ضرورت رکھ لے اور زائد صدقہ کردے پھر جب گنجائش ہو تو جو اپنے لیے رکھا تھا اس کے بقدر صدقہ کردے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے اور اس کی تائید ابن عمرؓ کے قول سے ہوتی ہے جن سے اس آدمی کی بابت پوچھا گیا کہ جس نے اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کی نذر مانی تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ ہے۔

۳۵۳۹۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی ایسے کام کی نذر مانے کہ جس کے کرنے کی طاقت نہیں تو اس کا کفارہ بھی یمین والا کفارہ ہے اور جو شخص کسی ایسے کام کی نذر مانے کہ جسے وہ کر سکتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے پورا کرے (ابوداؤد، باب من نذر نذرا لا یطیقہ)۔ تلخیص میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے اور طلحہ بن یحییٰ مسلم اور سنن اربعہ کے راویوں میں سے ہے، اسے احمد، ابن معین، یعقوب بن شیبہ، عجلی، ابوداؤد، ابوزرعہ اور ابوحاتم نے ثقہ کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اگر تمام مال صدقہ کرنے کی نذر مانے تو تمام مال کا صدقہ کرنا واجب ہے کیونکہ یہ اس کی طاقت میں ہے۔ہاں اگر ہزار روپے صدقہ کرنے کی نذر مانے اور اس کے پاس ایک سو روپیہ ہو تو اس پر صرف سو روپے کا صدقہ واجب ہے۔کیونکہ زائد مقدار کا صدقہ اس کی طاقت سے باہر ہے۔الغرض اللہ کی نافرمانی کے کام کی نذر نہیں ماننی چاہیے اور اگر ایسے کام کی نذر کوئی مان لے تو اس کا پورا کرنا ضروری نہیں بلکہ کفارہ ادا کرے۔ فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اطاعت کی نذر کو پورا کرنا حتی الوسع واجب ہے۔

باب اذا اخرج النذر مخرج اليمين وَ فّى بنذره او كفر ليمينه الا في العتاق والطلاق فيقعان بوجود الشرط

۳۵۴۰- اخبرنا مالك اخبرني ايوب بن موسى من ولد سعيد بن العاص عن منصور ابن عبدالرحمن الحجبي عن ابيه عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي ﷺ، أَنَّهَا قَالَتْ فِيمَنْ قَالَ: مَالِيْ فِيْ رِتَاجِ الْكَعْبَةِ: "يُكَفِّرُ ذٰلِكَ بِمَا يُكَفِّرُ الْيَمِيْنَ"۔ رواه محمد في "الموطا"(۳۲۶) ومنصور بن عبدالرحمن ثقة، اخطأ ابن حزم في تضعيفه، و قوله: "عن ابيه"، تصحيف۔ والصحيح عن "امه"۔ كما في موطا يحيى، وهي صفية بنت شيبة، لها رؤية، و حدثت عن عائشة وغيرها من الصحابة۔ قال الحافظ في "التلخيص": "هذا الحديث اخرجه مالك والبيهقي بسند صحيح"۔ كذا في التعليق الممجد عن الزرقاني وغيره۔ ولفظ مالك والبيهقي: "أَنَّهَا سُئِلَتْ عَنْ رَجُلٍ جَعَلَ مَالَهُ فِيْ رِتَاجِ الْكَعْبَةِ اِنْ كَلَّمَ ذَا قُرْبَةٍ لَهُ، فَقَالَتْ: يُكَفِّرُ الْيَمِيْنَ"۔(التلخيص۲: ۳۹۷)۔

باب اگر قسم کے طور پر نذر مانے تو نذر ماننے والے کو اختیار ہے چاہے نذر پوری کرے یا کفارہ دے۔ لیکن غلام کو آزاد کرنے یا بیوی کو طلاق دینے کی نذر ماننے کی صورت میں یہ اختیار نہیں بلکہ شرط پائے جانے پر طلاق و آزادی واقع ہو جائے گی

۳۵۴۰۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ جو شخص کہے کہ میرا مال کعبہ کے دروازے کے لیے وقف ہے تو وہ اس کا کفارہ دے گا جیسے قسم کا کفارہ دیتا ہے۔(موطا محمد، باب الرجل يقول ماله في رتاج الكعبة) اس حدیث کی بابت حافظ صاحب تلخیص میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو مالک اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور مالک اور بیہقی کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے اس آدمی کی بابت پوچھا گیا جس نے کہا کہ اس کا مال کعبہ کے دروازہ میں وقف ہے، اگر وہ اپنے رشتہ دار سے بات چیت کرے تو آپؓ نے فرمایا کہ کفارۂ یمین ادا کرے۔(تلخیص)

فائدہ: امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ آدمی نے جو کچھ اپنے ذمہ کیا ہے اسے صدقہ کرے اور قوت لایموت روک لے پھر جب آسانی ہو تو روکے ہوئے کے بقدر صدقہ کرے اور یہی ہمارا اور ہمارے امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب نذر معلق نہ ہو اور اگر نذر معلق ہو جیسا کہ موطا مالک اور بیہقی میں ہے تو پھر اسے نذر پوری کرنے اور کفارہ ادا کرنے میں سے کسی ایک کا اختیار ہے(درمختار مع الشامی ۳: ۱۰۵)

۳۵٤۱- عن سعيد بن المسيب: "أَنَّ أَخَوَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ بَيْنَهُمَا مِيْرَاثٌ، فَسَأَلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ الْقِسْمَةَ۔ فَقَالَ: لَئِنْ عُدْتَ سَأَلْتَنِيْ الْقِسْمَةَ لَا أُكَلِّمُكَ أَبَدًا، وَكُلُّ مَالِيْ فِيْ رِتَاجِ الْكَعْبَةِ"۔ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ: إِنَّ الْكَعْبَةَ لَغَنِيَّةٌ عَنْ مَالِكَ، كَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ وَكَلِّمْ أَخَاكَ، فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَا يَمِيْنَ عَلَيْكَ۔ وَلَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ الرَّبِّ، وَلَا فِيْ قَطِيْعَةِ الرَّحِمِ، وَلَا فِيْمَا لَا تَمْلِكُ"۔ رواه الحاكم فی "المستدرك"(٤:٣٠٠): وقال حديث صحيح الاسناد و اقره عليه الذهبی۔

۳۵٤۲- وصح عن عائشة و ام سلمة امی المؤمنين، و عن ابن عمر رضی اللہ عنہ، أَنَّهُ جَعَلَ فِيْ قَوْلِ لَيْلَى بِنْتِ الْعَجْمَاءِ: "كُلُّ مَمْلُوْكٍ لَهَا حُرٌّ، وَكُلُّ مَالٍ لَهَا هَدْيٌ، وَهِيَ يَهُوْدِيَّةٌ أَوْ نَصْرَانِيَّةٌ إِنْ لَمْ تُطَلِّقْ اِمْرَأَتَكَ"۔ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ وَاحِدَةٌ۔ قاله ابن حزم فی المحلی(٨:٨)۔ وزاد احمد فيه انه قال: "كَفِّرِيْ يَمِيْنَكِ۔ وَأَعْتِقِيْ جَارِيَتَكِ"۔ قال الموفق فی "المغنی"(١١:٢١٩، ٢٢٠): وهذه زيادة يجب قبولها ويحتمل انها لم يكن مملوك سواها اه۔ وقد تقدم

۳۵۴۱۔ سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ دو بھائیوں کے درمیان وراثت کا مال مشترک تھا۔ ایک بھائی نے دوسرے بھائی سے تقسیم کرنے کا کہا تو دوسرے بھائی نے کہا کہ اگر تو نے دوبارہ تقسیم کی بات کی تو میں تجھ سے کبھی نہیں بولوں گا۔ اور میرا تمام مال کعبہ کے دروازے کے لیے (یعنی کعبے کے لیے) وقف ہے۔ (جب یہ بات حضرت عمرؓ تک پہنچی تو) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تحقیق کعبہ تیرے مال سے بے نیاز ہے۔ اپنی قسم کا کفارہ دے اور اپنے بھائی سے بات چیت کر۔ اس لیے کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی قسم یا نذر کا پورا کرنا تجھ پر ضروری نہیں ہے اور نہ ہی ایسی نذر کا پورا کرنا ضروری ہے جس میں قطع رحمی ہو۔ ایسی نذر کا جو تیرے اختیار میں نہ ہو۔ (مستدرک حاکم) حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔

۳۵۴۲۔ جب لیلی بنت عجماء نے کہا کہ اگر وہ تیری عورت کو طلاق نہ دلوائے تو وہ یہودی یا نصرانی ہو۔ اور اس کے تمام غلام آزاد ہوں اور اس کا تمام مال ہدیہ ہو۔ (یعنی اس نے قسم اٹھائی) تو حضرت ابن عمرؓ نے اس میں ایک یمین کا کفارہ مقرر فرمایا۔ (محلی ابن حزم)۔ اور مسند احمد میں یہ اضافہ ہے کہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کر اور اپنی ایک باندی آزاد کر۔ مغنی میں موفق رقمطراز ہیں کہ یہ زیادتی واجب القبول ہے اور ممکن ہے کہ اس کے سوا اس کی کوئی باندی نہ ہو۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نذر معلق ماننے کی صورت میں صاحب نذر کو نذر پوری کرنے یا کفارہ ادا کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ البتہ اچھی نذر پوری کرنی چاہیے اور بری نذر پوری نہ کرنی چاہیے اور کفارہ دونوں نذروں میں ہے۔

الحدیث مفصلا فی باب الیمین۔

بَاب مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ اِلٰى بَيْتِ اللهِ لَزِمَهُ الْمَشْيُ فِيْ اَحَدِ النُّسُكَيْنِ فَاِنْ رَكِبَ اَهْدٰى

۳۵۴۳- عن شریك عن ابی اسحاق، قَالَ فِي الرَّجُلِ يَحْلِفُ بِالْمَشْيِ فَيَعجز فَيَرْكَبُ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: "يَحُجُّ مِنْ قَابِلٍ فَيَرْكَبُ مَا مَشٰى وَيَمْشِي مَارَكِبَ"۔قال شریك: وحدثنا محمد بن عبدالرحمن مولی آل طلحة عن کریب عن ابن عباس رضی الله عنهما۔ "أَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: اِنَّ اُخْتِيْ جَعَلَتْ عَلَيْهَا الْمَشْيَ اِلٰى بَيْتِ اللهِ۔ قَالَ: اِنَّ اللهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَاءِ اُخْتِكَ شَيْئًا، قُلْ لَهَا فَلْتَحُجَّ رَاكِبَةً وَلْتُكَفِّرْ يَمِيْنَهَا"۔رواه الحاكم فی "المستدرك" (۴:۳۰۲): وقال: صحیح علی شرط مسلم ۔وسكت عنه الذهبی ولم یعقبه بشیء۔

باب اگر کوئی بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر مانے تو حج وعمرہ میں سے کسی ایک میں پیدل چلنا اس پر لازم ہے اور اگر وہ سوار ہو تو ایک ھدی ذبح کرے

۳۵۴۳۔ ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ اگر کوئی پیدل چلنے کی قسم اٹھائے اور پھر تھک ہار کر سوار ہو جائے تو اس بارے میں ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ اگلے سال حج کرے اور گذشتہ سال جتنا اس نے پیدل سفر کیا ہے اتنی مسافت سوار ہو جائے اور (گذشتہ سال) جتنی مسافت اس نے سوار ہو کر سفر کیا تھا اتنی مسافت پیدل سفر کر لے۔شریک (راوی) فرماتے ہیں کہ ہمیں سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بہن نے بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر مانی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تیری بہن کو اس مشقت پر کچھ ثواب نہ دے گا۔تو اس سے کہہ دے کہ وہ سوار ہو کر حج کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔(مستدرک حاکم)۔حاکم نے اسے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو آدمی بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر مانے تو اس پر حج یا عمرہ میں پیدل جانا واجب ہے کیونکہ مشی معہود شریعت میں وہ مشی فی الحج والعمرۃ ہے اور آپ ﷺ نے صرف حج کا ذکر اس لیے کیا کہ یہ سوال اشہر حج میں کیا گیا تھا اس لیے آپ ﷺ نے افضل النسکین کا ذکر کیا۔

۳۵۴۴- عن عمران بن حصین ﷺ ،قال: "مَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خُطْبَةً إِلَّا اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ وَنَهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ قَالَ: وَقَالَ: إِنَّ مِنَ الْمُثْلَةِ اَنْ يَنْذُرَ اَنْ يَحُجَّ مَا شِيًا ، فَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَحُجَّ مَا شِيًا فَلْيُهْدِ هَدْيًا وَلْيَرْكَبْ"۔ رواه الحاكم في "المستدرك" (۳۰۵:۴) وقال: صحيح الاسناد، واقره عليه الذهبي۔

۳۵۴۵- اخبرنا شعبة بن الحجاج عن الحكم بن عتيبة عن ابراهيم النخعي، عن علي بن ابي طالب ﷺ انه قال: "مَنْ نَذَرَ اَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا ثُمَّ عَجَزَ فَلْيَرْكَبْ وَلْيَنْحَرْ بَدَنَةً"۔ وجاء عنه في حديث آخر: "وَيُهْدِيْ هَدْيًا"۔ اخرجه محمد في "الموطاء" (۳۲۳)، وهذا

۳۵۴۴۔ عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب بھی ہمیں وعظ فرماتے تو صدقہ کرنے کا ہمیں حکم فرماتے اور مثلہ کرنے سے منع فرماتے۔ عمرانؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پیدل حج کرنے کی نذر ماننا بھی مثلہ میں داخل ہے۔ لہٰذا جو شخص پیدل حج کرنے کی نذر مانے تو اسے چاہیے سوار ہو جائے اور ایک ہدی بھیج دے۔ (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے واضح طور پر امام صاحبؒ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ پیدل حج کرنا مکروہ ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اسے مثلہ سے شمار کیا ہے۔ لیکن یہ مکروہ تب ہے جب پیدل چلنا کسی بداخلاقی اور جھگڑے کا باعث ہو کیونکہ اس صورت میں پیدل چلنا گناہ کا سبب ہوگا ورنہ پیدل حج فی نفسہ افضل ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا (جب ان کی آنکھ بند ہوئی) مجھے اس بات پر سب سے زیادہ افسوس ہے کہ میں پیدل حج نہیں کر پایا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے بھی حج کے لیے پیدل چلنے والوں کو مقدم رکھا ہے۔ فرمایا "یا توک رجالا و علی کل ضامر (فتح القدیر، ۸۷:۳) اور جب حضور ﷺ نے پیدل حج کی نذر ماننے کو مثلہ کہا ہے حالانکہ اس کے لیے کتاب و سنت سے اصل ثابت ہے۔ تو بیت المقدس اور مسجد نبوی ﷺ کی طرف پیدل جانے کی نذر ماننا کیسے لازم ہو سکتا ہے حالانکہ ان کے لیے کوئی اصل بھی نہیں۔ اور اس حدیث میں امام صاحب کے اس قول کی بھی تائید ہوتی ہے کہ وہ سوار ہو جائے خواہ عاجز ہو یا غیر عاجز بہر دو صورت اس پر ہدی واجب ہے کیونکہ حضور ﷺ نے مطلق رکھا ہے "فلیھد ھد یا و لیر کب" اور آپ ﷺ نے عجز کی شرط نہیں لگائی۔

۳۵۴۵۔ حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص پیدل حج کرنے کی نذر مانے اور پھر (پیدل چلنے سے) عاجز ہو جائے تو اسے چاہیے کہ سوار ہو جائے اور ایک بدنہ (اونٹ) ذبح کرے۔ اور ایک دوسری حدیث میں حضرت علیؓ سے ہی مروی ہے کہ ایک ھدی بھیج دے (موطا محمد، باب من جعل علی نفسہ المشی ثم عجز و مصنف عبدالرزاق") اس کی سند صحیح ہے اور مراسیل ابراہیم صحیح ہیں۔ اور امام محمد کتاب الحج میں فرماتے ہیں کہ امام اعظم نے حضرت علی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ وہ سوار ہو جائے اور ہدی بھیج دے۔ امام محمد اور امام اعظم کے بلاغات ہمارے ہاں حجت ہیں۔ اور اسے عبدالرزاق نے بھی

سند صحيح الا ان ابراهيم عن علي منقطع، ولكن مراسيله صحاح كما مر غير مرة۔ و ق
محمد في الحجج له (۱۷۸): قد روى ابوحنيفة عن علي رضی اللہ عنہ انه قال: "وَيَرْكَبُ وَ يُهْدِي
شَاةً"۔ وبلاغات محمد وابي حنيفة حجة عندنا۔ واخرجه عبدالرزاق عن علي رضی اللہ عنہ ب
صحيح (فتح القدير٤:٤٥٢)۔

٣٥٤٦- اخبرنا عمر بن ذرالهمداني قال: "سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ يَجْعـ
عَلَيْهِ الْمَشْيَ إِلَى بَيْتِ اللهِ، قَالَ: يَمْشِي مَا أَطَاقَ، وَيَرْكَبُ إِذَا عَجِزَ، وَيَدْخُلُ الْحَرَمَ مَاشـ
إِلَى بَيْتِ اللهِ، وَيُهْدِيْ لِرُكُوبِهِ هَدْيًا"۔ رواه محمد في الحجج له (۱۷۸)۔ وروى مثله عـ
عطاء من طريق مالك عن يحيى بن سعيد عنه في الموطا، والسندان صحيحان، وعمر بـ
ذر من رجال البخاري ثقة۔(تقريب ١٥٤)۔

٣٥٤٧- عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما: أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ،
فَقَالَ: إِنَّ أُخْتَهُ نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ، وَشَكَا إِلَيْهِ ضُعْفَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ اللهَ غَنِيٌّ
عَنْ نَذْرِ أُخْتِكَ، فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ بَدَنَةً۔ رواه احمد و في لفظ: "إِنَّ أُخْتَ عقبَةَ بْنِ عَامِرٍ نَذَرت

بسند صحیح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۳۵۴۶۔ عمر بن ذر الھمدانی فرماتے ہیں کہ میں نے مجاہد تابعیؒ سے پوچھا کہ ایک مرد یا عورت بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر کرتا ہے۔ تو مجاہدؒ نے فرمایا کہ جتنا ہو سکے پیدل چلے اور عاجز آنے (اور تھک جانے) پر سوار ہو جائے۔ (البتہ) حرم سے بیت اللہ تک پیدل جائے اور اپنے سوار ہونے کی وجہ سے ایک ھدی بھیج دے۔ (کتاب الحجج)۔ اور اسی کی مثل عطاء سے بھی مروی ہے اور دونوں کی سندیں صحیح ہیں۔

فائدہ: ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ ناذرہ (نذر ماننے والی) مشی کی طاقت نہیں رکھتی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سوار ہو جائے اور ایک ہدی بھیج دے۔ تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ نذر ماننے والا خواہ عاجز ہو یا غیر عاجز اس پر ھدی واجب ہے۔

۳۵۴۷۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے کہا کہ اس کی بہن نے بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر مانی ہے اور حضور ﷺ سے اپنی بہن کے ضعف کا عذر بھی کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیری بہن کی نذر سے بے نیاز ہیں۔ تیری بہن کو چاہیے کہ وہ سوار ہو جائے اور ایک بدنہ بھیج دے۔ (مسند احمد) اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عقبہ بن عامر کی بہن نے بیت اللہ تک پیدل جانے کی نذر مانی لیکن اتنا پیدل چلنے کی اس میں طاقت نہ تھی تو حضور ﷺ نے اسے سوار ہونے اور (نذر پوری نہ

أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ وَأَنَّهَا لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ، فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَرْكَبَ وَ تُهْدِيَ هَدْيًا"۔ رواه ابوداود وسكت عنه هو والمنذرى ورجاله رجال الصحيح و قال الحافظ في التلخيص: اسناده صحيح (نيل الاوطار٨:٤٨٣)۔ و في فتح القدير(٤:٤٥٢): وسنده حجة، ولفظ البخاري و مسلم: فقال ﷺ: لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ۔(فتح الباري ١١:٥١١)۔

٣٥٤٨- عن ابن عباس رضى الله عنهما، قال: "جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّ أُخْتِيْ حَلَفَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ، وَ أَنَّهُ يَشُقُّ عَلَيْهَا الْمَشْيُ، فَقَالَ: مُرْهَا فَلْتَرْكَبْ إِذَا لَمْ تَسْتَطِعْ أَنْ تَمْشِيَ، فَمَا أَغْنَى اللهُ أَنْ يَشُقَّ عَلٰى أُخْتِكَ"۔ اخرجه الحاكم، و سكت عنه الحافظ في "الفتح"۔ (١١:٥١١)۔ قلت: قال الحاكم في "المستدرك" (٤:٣٠٢): صحيح الاسناد، واقره عليه الذهبي۔

٣٥٤٩- عن الحسن بن عمران رفعه: "إِذَا نَذَرَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا فَلْيُهْدِ هَدْيًا وَلْيَرْكَبْ"۔ رواه البيهقي، و في سنده انقطاع (فتح الباري ١١:٥١١) قال البيهقي: "لا يصح

کرنے کی پاداش میں) ایک ھدی بھیجنے کا حکم فرمایا۔(ابوداؤد، باب من رأی علیہ کفارۃ اذا کان فی معصیۃ)۔امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے(لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے) اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور حافظ تلخیص میں لکھتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔اور بخاری و مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ پیدل بھی چلے اور (تھکنے پر) سوار بھی ہو جایا کرے۔

فائدہ: ان احادیث سے بھی معلوم ہوا کہ ناذرہ عاجز عن المشی تھی اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جتنا ہو سکے چل لے پھر سوار ہو جائے اور ہدی بھیج دے اس میں بھی ثابت ہو گیا عاجز ہونے کی صورت میں بھی سوار ہونے پر ہدی واجب ہے۔

۳۵۴۸۔ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری بہن نے بیت اللہ تک پیدل جانے کی نذر مانی ہے۔لیکن اتنا چلنا اس پر دشوار ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کہہ دے کہ جب چلنے کی ہمت نہ ہو تو سوار ہو جایا کرے۔بے شک اللہ تعالیٰ تیری بہن کو مشقت میں ڈالنے سے بے نیاز ہیں (مستدرک حاکم)۔حاکم نے اسے صحیح السند کہا ہے اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔

۳۵۴۹۔ حسن بن عمران سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی پیدل حج کرنے کی نذر مانے تو اسے چاہیے کہ وہ سوار ہو جائے اور ایک ہدی بھیج دے۔(بیہقی)۔یہ حدیث صحیح ہے۔

سماع الحسن من عمران"۔ قلت : قد قدمنا قریبا الاستدلال علی صحة سماع الحسن من عمران من "الجوهر النقی"(۲:۱۲۸،۱۲۹)، ونصه: قال ابن حبان: سمع الحسن من عمران وكذا قال الحاكم في "المستدرك"۔ وقال: ان اكثر مشايخنا على انه سمع منه، وذكر صاحب الكمال انه سمع منه اهـ۔ فالحديث صحيح۔

بَاب مَنْ حَلَفَ لَا يَتَكَلَّمُ لَمْ يَحْنَثْ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللهِ فِي الصَّلَاةِ وَخَارِجِ الصَّلَاةِ

۳۵۵۰- عن معاوية بن الحكم السلمی ﷺ مرفوعاً فی حديث: "إِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ"، أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ۔ رواه مسلم كذا فی الجزء الخامس من "الاعلاء"(۱۳:۵)۔

۳۵۵۱- عن عبدالله ﷺ فی حديث سرفوعا: "إِنَّ اللهَ يُحْدِثُ مِنْ أَمْرِهِ مَا يَشَاءُ، وَإِنَّهُ قَدْ أَحْدَثَ مِنْ أَمْرِهِ أَنْ لَا يُتَكَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ"۔ رواه النسائی والطحاوی بسند صحيح۔ "وَإِنَّ مِمَّا أَحْدَثَ قَضٰى أَنْ لَا تَكَلَّمُوْا فِي الصَّلَاةِ"۔(فتح الباری۳:۵۹)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ پیدل حج کرنے کی نذر ماننے سے پیدل حج کرنا ضروری ہو جاتا ہے البتہ اگر ہمت نہ ہوتو سوار ہو جائے اور کوئی جانور (اونٹ گائے یا بکری) حرم میں بھیج دے تاکہ وہ وہاں ذبح کی جاسکے۔

باب کسی نے بات نہ کرنے کی قسم اٹھائی تو نماز میں یا نماز کے باہر تلاوتِ کلام پاک اور ذکر اللہ سے حانث نہ ہوگا

۳۵۵۰۔ معاویہ بن الحکم سلمی سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں لوگوں سے باتیں کرنا صحیح نہیں وہ تو تسبیح و تہلیل اور قرآن کی تلاوت کرنا ہے۔(مسلم باب تحریم الکلام فی الصلوۃ)

۳۵۵۱۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں نیا حکم نازل فرماتے ہیں اور اب ان کا نیا حکم یہ ہے کہ نماز میں بات نہ کی جائے۔(نسائی باب الکلام فی الصلوۃ۔طحاوی)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی اگر کوئی قسم اٹھائے کہ وہ کلام نہ کرے گا تو یہ کلامِ انسانی پر محمول ہوگی لہٰذا تلاوت وذکر سے حانث نہ ہوگا جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام اور تلاوت وذکر دو مختلف چیزیں ہیں۔

بَاب مَنْ نَذَرَ صَوْمَ يَوْمِ الْفِطْرِ أَوِ النَّحْرِ يَصُوْمُ يَوْمًا مَكَانَهُمَا وَإِنْ صَامَهُمَا تَمَّ نَذْرُهُ وَأَثِمَ

۳۵۵۲- عن زياد بن جبير قال: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: "نَذَرْتُ أَنْ أَصُوْمَ كُلَّ يَوْمٍ ثُلَاثَاءَ أَوْ أَرْبِعَاءَ، فَوَافَقْتُ هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَالَ: أَمَرَ اللّٰهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ، وَ نُهِيْنَا أَنْ نَصُوْمَ يَوْمَ النَّحْرِ، فَأَعَادَ عَلَيْهِ، فَقَالَ مِثْلَهُ لَا يَزِيْدُ عَلَيْهِ"۔ رواه البخاری (فتح الباری ۱۱:۵۱۳)

۳۵۵۳- عن كريمة بنت سيرين: "أَنَّهَا سَأَلَتْ اِبْنَ عُمَرَ، فَقَالَتْ: جَعَلْتُ عَلٰى نَفْسِيْ أَنْ أَصُوْمَ كُلَّ أَرْبِعَاءَ، وَالْيَوْمُ يَوْمُ أَرْبِعَاءَ وَهُوَ يَوْمُ النَّحْرِ، فَقَالَ: أَمَرَ اللّٰهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ، وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ النَّحْرِ"۔ اخرجه ابن حبان فی "ثقاته"، ورواته ثقات(فتح الباری، السابق)۔

باب کسی نے عیدالفطر یا قربانی کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تو اسے چاہیے کہ ان کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھ لے، اور اگر وہ اسی دن روزے رکھے گا تو نذر تو پوری ہو جائے گی لیکن گناہ گار ہوگا

۳۵۵۲۔ زیاد بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ ہر منگل یا بدھ کے دن روزہ رکھوں گا۔ اتفاق سے اسی دن بقرعید پڑ گئی (اب کیا حکم ہے؟) ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے نذر پوری کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور ہمیں عید کے دن روزہ رکھنے سے ممانعت کی گئی ہے۔ اس شخص نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے پھر اس سے صرف اتنی ہی بات کہی اور اس سے کچھ زیادہ نہ کہا۔ (بخاری، باب من نذر ان یصوم ایاما فوافق النحر والفطر)

۳۵۵۳۔ کریمہ بنت سیرین کہتی ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں نے ہر بدھ کو روزہ رکھنے کی نذر مانی ہوئی ہے۔ اور آج (اتفاق سے) بدھ بھی ہے اور بقرعید بھی۔ تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے نذر پوری کرنے کا حکم فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بقرعید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے (ابن حبان)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں (فتح الباری)

فائدہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ کا منشا یہ تھا کہ کوئی ایسی صورت نکالی جائے کہ جس میں دونوں دلیلوں پر عمل ہو جائے یعنی نذر بھی پوری ہو اور عید کے دن روزہ بھی نہ رکھا جائے۔ اور وہ یہی صورت ہے کہ عید کے علاوہ کسی اور دن روزہ رکھ لیا جائے۔ اور عید کے دن روزہ رکھنے کی صورت میں حضور ﷺ کی نافرمانی ہوگی جو یقیناً گناہ ہے۔ (فتح الباری)

بَاب إِذَا حَلَفَ يَمِيْنًا وَاحِدَةً عَلٰى أَشْيَاءَ كَثِيْرَة فَهِيَ يَمِيْنٌ وَاحِدَةٌ وَإِنْ حَلَفَ أَيْمَانًا كَثِيْرَةً عَلٰى شَيْءٍ وَاحِدٍ وَأَرَادَ التَّكْرَارَ اتَّحَدَتْ وَإِلَّا تَعَدَّدَتْ

٣٥٥٤- عبدالرزاق عن ابن جريج، قال: قَالَ عَطَاءٌ: فِيْمَنْ قَالَ: وَاللهِ لَا أَفْعَلُ كَذَا وَ لَا أَفْعَلُ كَذَا لِأُمُوْرٍ شَتّٰى قَالَ: "هُوَ قَوْلٌ وَاحِدٌ، وَلٰكِنَّهُ خَصَّ كُلَّ وَاحِدٍ بِيَمِيْنٍ، قَالَ: كَفَّارَتَانِ" وَقَالَ عَطَاءٌ فِيْمَنْ قَالَ: وَاللهِ لَا أَفْعَلُ كَذَا وَكَذَا الْأَمْرَيْنِ شَيْءٌ، فَعَمَّهُمَا بِالْيَمِيْنِ. قَالَ: "كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ"- اخرجه ابن حزم في المحلى(٨:٥٢)- وسنده صحيح-

٣٥٥٥- ومن طريق عبدالرزاق عن سفيان الثورى عن مجاهد عن ابن عمرؓ قال: إِذَا أَقْسَمْتَ مِرَارًا فَكَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ- اخرجه ابن حزم ايضا(٨:٥٢)- وسنده صحيح-

٣٥٥٦-وعن هشام بن عروة أَنَّ أَبَاهُ سُئِلَ عَمَّنْ تَعَرَّضَتْ لَهُ جَارِيَةٌ لَهُ مِرَارًا، كُلَّ ذٰلِكَ يَحْلِفُ بِاللهِ أَنْ لَا يَطَأَهَا ثُمَّ وَطِئَهَا فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ: "كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ" اخرجه ابن حزم ايضا(٨:٥٢)

باب اگر کوئی شخص مختلف چیزوں پر ایک ہی قسم اٹھائے تو وہ ایک ہی قسم شمار ہوگی اور اگر ایک چیز پر کئی قسمیں اٹھائے اور اس کا ارادہ تکرار کا ہو تو ایک ہی یمین شمار ہوگی ورنہ متعدد شمار ہوں گی

۳۵۵۴۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ عطاء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ قسم بخدا میں یہ یہ کام نہ کروں گا۔قسم بخدا میں یہ یہ کام کروں گا یعنی وہ مختلف امور پر ایک ہی قسم اٹھاتا ہے تو ایک ہی قول سمجھا جائے گا (یعنی ایک ہی قسم شمار ہوگی) اور اگر ہر کام کو الگ الگ قسم کے ساتھ خاص کردے تو دو کفارے ہوں گے (یعنی دو قسمیں ہونگی) عطاء نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں قسم بخدا فلاں فلاں کام نہ کروں گا۔اور دونوں کاموں کو ایک ہی قسم کے ساتھ شامل کرتا ہے تو ایک ہی کفارہ ہوگا (محلی ابن حزم)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی اگر مختلف کاموں پر قسم کا تکرار کرے گا تو قسمیں بھی کئی شمار ہوں گی اور کفارے بھی کئی ہونگے۔اور اگر مختلف امور پر ایک ہی قسم اٹھائے گا تو ایک ہی قسم شمار ہوگی اور کفارہ بھی ایک ہی ہوگا۔

۳۵۵۵۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب تو کئی قسمیں اٹھائے تو ایک ہی کفارہ ہوگا (ایضا) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ایک ہی کفارہ ہوگا بشرطیکہ اس کا ارادہ تکرار کا ہو۔اور اگر تکرار کا ارادہ نہ ہو تو کئی قسمیں سمجھی جائیں گی۔

۳۵۵۶۔ ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ اس کے باپ (عروۃ) سے پوچھا گیا کہ ایک باندی اپنے آقا کے سامنے کئی مرتبہ آئی تو اس نے ہر مرتبہ قسم اٹھائی کہ وہ اس سے وطی نہ کرے گا۔پھر وہ اس سے وطی کر بیٹھا (تو کیا حکم ہے؟) عروہ نے فرمایا کہ ایک ہی کفارہ

من طریق عبدالرزاق و سنده صحیح۔

۳۵۵۷- روینا من طریق حماد بن سلمة عن ابان عن مجاهد، قال: "زَوَّجَ اِبْنُ عُمَرَ مَمْلُوْكَهُ بِنْتَ جَارِيَةٍ لَهُ، فَاَرَادَ الْمَمْلُوْكُ سَفَرًا، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: طَلِّقْهَا، فَقَالَ الْمَمْلُوْكُ: وَاللّٰهِ لَا طَلَّقْتُهَا، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: وَاللّٰهِ لَتُطَلِّقَنَّهَا، كَرَّرَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ مُجَاهِدٌ: "فَقُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: كَيْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَ: أُكَفِّرُ عَنْ يَمِيْنِيْ، فَقُلْتُ لَهُ: قَدْ حَلَفْتَ مِرَارًا، قَالَ: كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ۔

اخرجه ابن حزم فی "المحلی" (۸:۵۳)۔ وسنده صحیح، وابان هو ابن صالح، وثقه ابن معین العجلی و یعقوب وابو حاتم والنسائی۔ اخطأ ابن عبدالبر وابن حزم فی تضعیفه، فلم یضعفه احد قبلهما (التهذیب ۱:۹۴-۹۵)۔

بَاب مَنْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ حِيْنًا

۳۵۵۸- روینا من طریق یحیی بن سعید القطان عن سفیان الثوری، ثنی طارق بن عبدالرحمن عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما: "اَلْحِيْنُ سِتَّةُ اَشْهُرٍ"۔ وَهُوَ

ہے۔اسے ابن حزم نے بطریق عبدالرزاق روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۳۵۵۷۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کا نکاح اپنی باندی سے کر دیا۔ پھر غلام نے سفر کا ارادہ کیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ اس نے کہا کہ قسم بخدا میں اسے طلاق نہ دوں گا۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ قسم بخدا تو اسے ضرور طلاق دے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اب آپ کیسے کریں گے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنی قسم سے کفارہ ادا کروں گا۔ میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ نے تو کئی مرتبہ قسم اٹھائی ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ ایک ہی کفارہ ہے (ایضا) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس لیے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ارادہ تکرار کا تھا۔ لہذا ایک ہی کفارہ ہوگا۔

باب کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ ایک زمانہ تک بات نہ کرے گا

۳۵۵۸۔ سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک زمانہ چھ ماہ کا ہوتا ہے۔ یہی سعید بن جبیر، شعبی، عکرمہ، عمر بن عبدالعزیز، ابوحنیفہ، اوزاعی اور ابوعبید کا قول ہے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ کسی اور مدت کی نیت کرلے تو اس کی نیت معتبر ہوگی۔ (محلی ابن حزم)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

قَوْلُ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَالشَّعْبِي وَعِكْرَمَةَ وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَبِهِ يَقُولُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ وَالْأَوْزَاعِيُّ وَأَبُوْ عُبَيْدٍ وَقَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ: إِلَّا أَنْ يَنْوِيَ مُدَّةً فَلَهُ مَانَوٰى۔ كذا في "المحلى" (۵۸:۸) لابن حزم والسند المذكور صحيح۔ وطارق بن عبدالرحمن من رجال الجماعة صدوق (تقريب ۹۱)۔

بَاب مَنْ حَلَفَ لَيَضْرِبَنَّ اِمْرَاَتَهُ اَوْ عَبْدَهُ عَدَدًا مِنَ الْاَسْوَاطِ فَجَمَعَهَا كُلَّهَا فِيْ ضَرْبَةٍ وَاحِدَةٍ بَرَّ فِيْ يَمِيْنِهِ اِذَا اَصَابَهُ جَمِيْعًا

۳۵۵۹- روينا من طريق عبدالرزاق عن ابن جريج انه اخبره عبدالله بن عبيد بن عمير أَنَّهُ رَأَى أَبَاهُ يَتَحَلَّلُ يَمِيْنَهُ فِيْ ضَرْبٍ نَذَرَهُ بِأَدْنٰى ضَرْبٍ، فَقَالَ عَطَاءٌ: "قَدْ نَزَلَ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ﴾۔ رواه ابن حزم في "المحلى" (۵۷:۸)۔ قلت: سند صحيح على شرط مسلم۔

۳۵۶۰- عن ابى امامة ﷺ: "أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ قَدْ زَنٰى، فَسَأَلَهُ، فَاعْتَرَفَ، فَأَمَرَ م

فائدہ: یعنی کسی نے قسم اٹھائی کہ فلاں سے ایک زمانہ بات نہ کروں گا تو یہ قسم چھ ماہ پر محمول ہوگی۔ یہ اس وقت ہے کہ جب اس کی کوئی نیت نہ ہو۔ اور اگر اس کی کوئی نیت ہو تو اس کی نیت ہی معتبر ہوگی۔

باب کسی نے اپنی بیوی یا غلام کو چند کوڑے مارنے کی قسم اٹھائی پھر تمام کوڑے جمع کر کے ایک دفعہ مار دیے تو وہ اپنی قسم کو پورا کرنے والا ہوگا بشرطیکہ وہ تمام کوڑے اسے لگے ہوں۔

۳۵۵۹۔ عبداللہ بن عبید اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ اس نے اپنے باپ کو دیکھا کہ جب وہ (کسی کو) مارنے کی نذر مانتے تو تھوڑی مار کے ساتھ ہی اپنی قسم سے آزاد ہوجاتے۔ عطاءؒ نے فرمایا کہ یہ صورت تو قرآن میں بھی موجود ہے۔ ﴿وخذ بيدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث﴾ یعنی اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک گچھا لو اور اس کے ساتھ مار دو اور اپنی قسم نہ توڑو۔ (محلی ابن حزم)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند شرط مسلم پر صحیح ہے۔

فائدہ: حضرت ایوب علیہ السلام نے سو ڈنڈے مارنے کی قسم اٹھائی تو اللہ تعالیٰ نے قسم پوری کرنے کی یہ صورت بتائی کہ تنکے لے کر اکٹھے ہی مار دو۔ اس طرح آپ ﷺ نے قسم کو پورا کیا۔ لہٰذا احناف کا یہی مذہب ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنے غلام وغیرہ کو دس کوڑے مارنے کی قسم اٹھائے تو وہ دس کوڑے اکٹھے کر کے ایک ہی دفعہ مار دے اس طرح وہ قسم کو پورا کرنے والا ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ احناف کا مذہب قرآن کی اس آیت کے موافق ہے۔

۳۵۶۰۔ ابوامامہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک ایسا آدمی لایا گیا جس نے زنا کیا تھا۔ حضور ﷺ نے ۔

فَجُرِّدَ فَإِذَا هُوَ حَمْشُ الْخَلْقِ مُقْعَدٌ، فَقَالَ: مَا يُبْقِي الضَّرْبُ مِنْ هذا شَيْئًا، فَدَعَا بِأَثْكُولٍ فِيهِ مِائَةُ شِمْرَاخٍ، فَضَرَبَهُ بِهِ ضَرْبَةً وَاحِدَةً"۔ رواه الطبرانی فی الاوسط، ورجاله ثقات۔(مجمع الزوائد٤:٢٥٢)۔ واخرج نحوه عن ابی سعید ورجاله رجال الصحیح، وحدیث ابی امامة اخرجه ابو داود مطولا ، وللنسائی نحوه(جمع الفوائد١:٢٨٧)۔

سے زنا کی بابت پوچھا تو اس نے اعتراف کیا تو حضورﷺ کے حکم پر اس کے زائد کپڑے اتارے گئے تو (معلوم ہوا کہ) وہ تو انتہائی دبلا پتلا تھا چلنے پھرنے سے معذور کمزور ہے۔اس پر حضورﷺ نے فرمایا کہ سو درے اس کا کچھ نہیں چھوڑیں گے (یعنی اس کا خاتمہ کر دیں گے) تو حضورﷺ نے کھجور کا ایک خوشہ منگوایا جس میں سو نرم ٹہنیاں تھیں اور ایک دفعہ وہ کھجور کا خوشہ مار کر حد پوری کی۔(طبرانی فی الاوسط)۔اس کے راوی ثقہ ہیں۔اور اسی کی طرح کی حدیث ابو سعیدؓ سے بھی مروی ہے اور اس کے راوی بھی صحیح کے راوی ہیں اور ابو امامہؓ کی حدیث ابو داؤد میں تفصیلا اور نسائی میں بھی اسی طرح مروی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ احناف کا مذہب قرآن کی اس آیت کے موافق ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حیلہ کرنا بوقت ضرورت شدیدہ جائز ہے۔**فائدہ:** امام ابوبکر جصاص احکام القرآن میں ﴿**وخذ بیدک ضغثا فاضرب به ولا تحنث**﴾ کے تحت فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ خاوند کے لیے اپنی بیوی کو تادیبا مارنا جائز ہے۔کیونکہ اگر ایسا جائز نہ ہوتا تو حضرت ایوب علیہ السلام مارنے کی قسم نہ اٹھاتے اور اللہ پاک اسے پورا کرنے کی صورت بیان نہ کرتے۔اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی طرف سے نافرمانی کے بغیر بیوی کو تادیبا مارنا جائز ہے۔کیونکہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی یقیناً ناشزہ اور نافرمان نہ تھیں بلکہ انتہائی مطیع اور فرمانبردار تھیں۔اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حلف اور قسم میں استثناء نہ کرنا بھی جائز ہے کیونکہ حضرت ایوبؑ نے قسم اٹھائی اور استثناء نہ کیا،اسی طرح اشعریین کے قصہ میں حضورﷺ نے بھی استثناء نہ کیا تھا۔اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر وہ محلوف علیہ کے غیر میں خیر دیکھے تو محلوف علیہ کے ترک کرنے پر اس پر کفارہ ہوگا کیونکہ اگر کفارہ واجب نہ ہوتا تو حضرت ایوبؑ محلوف علیہ کو چھوڑ دیتے اور اس حیلے کو اختیار کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعزیر حد سے تجاوز بھی کر سکتی ہے کیونکہ حضرت ایوب نے سو ڈنڈے مارنے کی قسم اٹھائی لیکن حضورﷺ نے تعزیر میں مقدارِ حد سے بڑھنے سے منع فرمایا اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ استثناء یمین سے متصل ہی درست ہے کیونکہ اگر منفصلا بھی درست ہوتی تو آپ کو استثناء کا حکم کیا جاتا نہ کہ مارنے کا اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکروہ سے بچنے کے لیے اور مباح کام کرنے کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے۔(۳:۳۸۴)

بَاب إِنْ حَلَفَ لَا يَفْعَلُ كَذَا حَنِثَ بِفِعْلِهِ مَرَّةً وَلَوْ حَلَفَ لَيَفْعَلَنَّ كَذَا فَفَعَلَهُ مَرَّةً فِي الْعُمرِ بَرَّ فِي يَمِينِهِ

۳۵۶۱- عن ابی موسی الاشعری ﷺ، قال :"اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِي رَهْطٍ مِن الْاَشْعَرِيِّيْنَ اَسْتَحْمِلُهٗ، فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَحْمِلُكُمْ، وَمَاعِنْدِيْ مَا اَحْمِلُكُمْ، ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَيْنَا فَحَمَلَنَا نَسِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمِيْنَهٗ فَرَجَعْنَا، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَتَيْنَاكَ نَسْتَحْمِلُكَ فَحَلَفْتَ اَنْ لَا تَحْمِلَنَا، ثُمَّ حَمَلْتَنَا فَظَنَنَّا اَوْ فَعَرَفْنَا اَنَّكَ نَسِيْتَ يَمِيْنَكَ۔ قَالَ: اِنْطَلِقُوْا فَاِنَّمَا حَمَلَكُمُ اللّٰهُ، اِنِّي وَاللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ فَاَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا اِلَّا اَتَيْتُ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَ تَحَلَّلْتُهَا"۔ رواه البخاری مطولا (فتح الباری ۱۱:۵۳)۔

۳۵۶۲- عن المسور بن مخرمة و مروان فی قصة الحديبية، "قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

باب اگر کسی نے کسی کام کے نہ کرنے کی قسم اٹھائی تو ایک دفعہ کرنے سے ہی حانث ہو جائے گا اور اگر کسی کام کے کرنے کی قسم اٹھائی تو عمر بھر میں ایک دفعہ کرنے سے قسم پوری کرنے والا ہوگا

۳۵۶۱۔ ابو موسیٰ اشعری ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اشعری قبیلہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے سواری مانگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قسم بخدا! میں آپ کے لیے سواری کا انتظام نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی میرے پاس کوئی ایسا جانور ہے کہ جس پر میں تمہیں سوار کراؤں۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں بلا بھیجا اور ہمیں سواری کا انتظام کر کے دیا۔ اور حضور ﷺ اپنی قسم بھول گئے۔ پھر جب ہم واپس ہوئے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ ﷺ کے پاس سواری مانگنے کے لیے آئے تھے تو آپ ﷺ نے قسم اٹھائی تھی کہ آپ ہمارے لیے سواری کا انتظام نہیں کر سکتے (لیکن کچھ دنوں کے بعد) آپ ﷺ نے ہمارے لیے سواری کا انتظام کر دیا تو ہم نے یہی خیال کیا کہ شاید آپ ﷺ اپنی قسم بھول گئے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ تمہارے لیے تو اللہ نے سواری کا انتظام فرمایا ہے اور۔ ہاں واللہ میں اگر کوئی قسم اٹھاؤں اور اس کے سوا کسی اور چیز میں (یعنی قسم کے خلاف کرنے میں) بھلائی دیکھوں تو وہ کام کر گذرتا ہوں جس میں بھلائی ہوتی ہے۔ اور (اس طرح) قسم توڑ دیتا ہوں۔ (بخاری باب قول اللہ لا یؤاخذکم اللہ باللغو)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کام کے نہ کرنے کی قسم اٹھائی جائے تو پھر اس کام کو ایک دفعہ کرنے سے ہی قسم اٹھانے والا حانث ہو جاتا ہے۔

۳۵۶۲۔ حدیبیہ کے قصہ میں مسور بن مخرمہؓ اور مروان سے مروی ہے کہ حضرت عمر ﷺ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے

فَاَتَیتُ نَبِیَّ اللہِ ﷺ، فَقُلْتُ: اَوَلَیسَ کُنتَ تحَدِّثُنَا اَنَّا سَنَاْتِی البَیتَ فَنطُوْفُ بِہٖ؟ قَالَ: بَلٰی! فَاَخبَرْتُکَ اَنَّا نَاْتِیہِ العَامَ؟ قُلْتُ: لَا! قَالَ: فَاِنَّکَ اٰتِیہِ وَمُطَوِّفٌ بِہٖ" الحدیث مطولا اخرجه البخاری (۱:۳۸۰)-

بَاب مَنْ حَلَفَ اَنْ لَّا یَدْخُلَ عَلٰی اَھْلِہٖ شَھْرًا وَکَانَ الشَّھْرُ تِسْعًا وَعِشْرِیْنَ اَیْ ثُمَّ دَخَلَ فَاِنَّہٗ لَا یَحْنَثُ

۳۵۶۳- عن انس ؓ قال: "آلٰی رَسُوْلُ اللہِ ﷺ مِنْ نِسَائِہٖ، فَاَقَامَ فِیْ مَشْرَبَۃٍ تِسْعًا

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ کیا آپ ﷺ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں کہا تھا۔ لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اس سال بیت اللہ پہنچ جائیں گے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم بیت اللہ تک پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے (بخاری باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اھل الحرب)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کام کے کرنے کی قسم اٹھائی جائے تو زندگی بھر میں ایک دفعہ کرنے سے قسم پوری ہو جاتی ہے۔ موفق مغنی (۱۱:۲۴۷) میں رقمطراز ہیں کہ اگر قسم ترکِ شئ پر ہو تو کرنے سے ہی حانث ہو جائے گا اور کفارہ واجب ہوگا۔ اور اگر قسم فعلِ شئ پر ہو اور قسم موقت ہو (مثلاً وہ یوں کہے کہ اگر میں یہ کام ایک سال کے اندر نہ کروں تو ایسا ایسا) یا تو قیدِ یمین پر کوئی اور قرینہ دلالت کرے تو اس وقت کے اندر نہ کرنے سے حانث ہو جائے گا اور اس پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر قسم موقت نہ ہو بلکہ مطلق ہو تو جب تک اس کام کے کرنے کا امکان ہے وہ حانث نہ ہوگا (یعنی مرنے پر ہی وہ حانث ہوگا کیونکہ اس سے پہلے تو امکان ہے کہ وہ محلوف علیہ کام کو کر گزرے) اس کی واضح مثال یہ ہے کہ حضرت عمر ؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ کیا آپ ﷺ نے یہ خبر نہیں دی تھی کہ ہم ضرور بیت اللہ کا طواف کریں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے تو حضرت عمر ؓ نے عرض کیا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ضرور طواف کرو گے۔ قرآن میں ہے ﴿قل بلی و ربی لتبعثن﴾ اور یہ یقیناً حق سچ ہے حالانکہ ابھی وقوع پذیر نہیں ہوا۔

باب کسی نے اپنی عورت کے پاس ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم اٹھائی اور اتفاق سے وہ انتیس کا مہینہ تھا اور وہ انتیس دنوں کے بعد بیوی کے پاس چلا گیا تو حانث نہ ہوگا۔

فائدہ: یہ اس وقت ہے جب اتفاقاً قسم پہلی تاریخ کو ہو اور اگر قسم درمیان میں اٹھائی ہو تو پھر جمہور کے ہاں تیس دن پورے کرنا ضروری ہے۔

۳۵۶۳۔ انس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی عورتوں کے پاس (ایک ماہ تک) نہ جانے کی قسم اٹھائی۔ آپ ﷺ

وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً، ثُمَّ نَزَلَ، فَقَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! آلَيْتَ شَهْرًا، فَقَالَ: إِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ"۔ رواه البخاری (فتح الباری ۱۱:۴۹۳)۔

۳۵۶۴- عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: "لَا وَاللّٰهِ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ، وَإِنَّمَا وَاللّٰهِ أَعْلَمُ بِمَا قَالَ فِيْ ذٰلِكَ، إِنَّهُ قَالَ حِيْنَ هَجَرَنَا: لَاهْجُرُكُنَّ شَهْرًا، ثُمَّ جَاءَ لِتِسْعٍ وَ عِشْرِيْنَ، فَقَالَ: إِنَّ شَهْرَنَا هٰذَا كَانَ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً"۔ اخرجه الطحاوی (۲:۷۰)۔ وذكره الحافظ فی "الفتح" (۱۱:۴۹۳)۔ وسكت عنه، واسناده صحيح حسن - و فی لفظ لاحمد: إِنَّمَا قَالَ: اَلشَّهْرُ قَدْ يَكُوْنُ تِسْعًا وَّ عِشْرِيْنَ (فتح الباری ۹:۲۵۵)۔

۳۵۶۵- حدثنا ابو بشر الرقی ثنا معاذ عن اشعث عن الحسن، فِيْ رَجُلٍ نَذَرَ اَنْ يَصُوْمَ شَهْرًا، فَقَالَ: "إِنِ ابْتَدَأَ لِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ صَامَ لِرُؤْيَتِهٖ، وَاَفْطَرَ لِرُؤْيَتِهٖ، وَاِنِ ابْتَدَأَ فِيْ بَعْضِ

نے بالا خانے میں انتیس دن تک قیام فرمایا پھر نیچے اترے تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے تو ایک ماہ کا ایلاء کیا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ بعض دفعہ مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے (یعنی یہ مہینہ انتیس دن کا ہے) (بخاری، باب قول اللہ للذین یؤلون من نسائھم، الآیۃ

۳۵۶۴۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ قسم بخدا! حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے۔ قسم بخدا! اس بارے میں حضور ﷺ نے جو فرمایا میں اس کو سب سے زیادہ جانتی ہوں۔ جب آپ ﷺ ہم سے روٹھ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ہرگز ایک ماہ تک تمہارے پاس نہ آؤں گا۔ پھر انتیس دن گذرنے پر تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ مہینہ انتیس دنوں کا ہے۔ (طحاوی باب الرجل یحلف ان لا یکلم شھرا)۔ حافظ نے فتح الباری میں اس پر سکوت کیا ہے۔ اس کی سند صحیح حسن ہے۔ اور احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ مہینہ کبھی انتیس دنوں کا ہوتا ہے (فتح)۔ موفق مغنی (۱۱:۳۶۵) میں لکھتے ہیں کہ کسی نے قسم اٹھائی اور نذر مانی کہ میں ایک ماہ روزے رکھوں گا پس اگر وہ مہینہ کی پہلی تاریخ سے روزوں کی ابتداء کرے تو وہ پورا مہینہ روزے رکھے خواہ انتیس کا ہی کیوں نہ ہو یعنی انتیس روزے کفایت کریں گے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے "انما الشھر تسع و عشرون" کہ کبھی مہینہ انتیس کا ہوتا ہے۔ اور اگر درمیان مہینہ سے روزوں کی ابتداء کرے تو تیس دن مکمل روزے رکھنا ضروری ہونگے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا "فان غم علیکم فاکملوا ثلاثین" (تو چونکہ درمیان مہینہ میں رؤیت ہلال ممکن نہیں لہٰذا تیس کی گنتی مکمل کرنا واجب اور ضروری ہے۔

۳۵۶۵۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک ماہ روزے رکھنے کی نذر مانے اور وہ پہلی کا چاند دیکھنے سے روزوں کی ابتداء کرے تو چاند دیکھنے پر روزے رکھے اور (اگلے ماہ کا) چاند دیکھنے پر ہی روزے رکھنے بند کرے (خواہ وہ مہینہ انتیس دن کا ہی کیوں نہ ہو) اور اگر مہینے کے درمیان سے (روزے رکھنے) شروع کرے تو تیس دن مکمل روزے رکھے۔ (طحاوی، ایضا)۔

الشَّھرِ صَامَ ثَلَاثِیْنَ یَوْمًا"۔ رواہ الطحاوی (۲-۷۰) وسندہ صحیح۔

بَاب اَنَّ الرُّجُوْعَ فِیْ الْاَیْمَانِ اِلٰی نِیَّۃِ الْحَالِفِ دِیَانَۃً وَاِلٰی نِیَّۃِ الْمُسْتَحْلِفِ قَضَاءً

۳۵٦٦- عن سوید بن حنظلۃ قال: "خَرَجْنَا نُرِیْدُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَمَعَنَا وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ، فَاَخَذَہٗ عَدُوٌّ لَہٗ، فَتَحَرَّجَ الْقَوْمُ اَنْ یَحْلِفُوْا، وَحَلَفْتُ اَنَّہٗ اَخِیْ، فَخَلّٰی سَبِیْلَہٗ، فَاَتَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ، فَاَخْبَرْتُہٗ اَنَّ الْقَوْمَ تَحَرَّجُوْا اَنْ یَحْلِفُوْا، وَحَلَفْتُ اَنَّہٗ اَخِیْ۔ قَالَ: صَدَقْتَ، اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ"۔ اخرجہ ابوداود(۲:۱۰۸) وسکت عنہ۔ و فی "نیل الاوطار"(۸:۲۵۱): رجالہ ثقات۔

۳۵٦۷- عن ابی ھریرۃؓ قال رسول اللّٰہ ﷺ : "یَمِیْنُکَ عَلٰی مَا یُصَدِّقُکَ عَلَیْہِ صَاحِبُکَ"۔ رواہ مسلم(۲:۴۸)۔ و فی لفظ لہ : اَلْیَمِیْنُ عَلٰی نِیَّۃِ الْمُسْتَحْلِفِ۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ایک ماہ تک بیوی کے پاس نہ آنے کی نذر مانے اور وہ مہینہ انتیس دن کا ہوتو انتیس دن کے بعد بیوی کے پاس آنے سے وہ حانث نہ ہوگا۔

باب دیانۃً قسم اٹھانے والے کی نیت کا اعتبار ہے اور قضاءً قسم اٹھوانے والے کی نیت معتبر ہے

۳۵٦٦۔ سوید بن حنظلہ ؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں جانے کے ارادے سے نکلے۔ ہمارے ساتھ وائل بن حجر ؓ بھی تھے۔ راستے میں ان کے ایک دشمن نے انہیں (یعنی وائل کو) روک لیا۔ پس لوگوں نے بری قسم اٹھانے کو برا جانا (اور قسم اٹھانے سے گریز کرنے لگے) لیکن میں نے قسم اٹھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں تو اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ پھر جب ہم حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تو میں نے (سارا قصہ آپ ﷺ کے گوش گذار کردیا اور) عرض کیا کہ لوگوں نے (یعنی میرے ساتھیوں نے) جھوٹی قسم کو برا تصور کرتے ہوئے قسم نہ کھائی لیکن میں نے قسم کھائی کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ (اگر چہ نسب کے لحاظ سے تو وہ تیرے بھائی نہیں لیکن) تو نے سچ کہا کیونکہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ (ابوداؤد، باب المعاریض فی الایمان)۔ امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۵٦۷۔ ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیری قسم اس مطلب پر محمول ہوگی جس پر تیرا ساتھی (یعنی قسم اٹھوانے والا) تجھے سچا سمجھے (مسلم، باب الیمین علی نیۃ المستحلف) اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ قسم، قسم اٹھوانے والے کی نیت پر محمول ہوگی۔

فائدہ: پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قسم میں اعتبار قسم اٹھانے والے کی نیت کا ہے بشرطیکہ لفظ اس مطلب کے محتمل ہوں۔ اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قسم اٹھوانے والے کی نیت معتبر ہے تو ہم ان دونوں احادیث میں یوں تطبیق دیں گے کہ قضاء وہی معنی ومفہوم معتبر ہوگا جو قسم اٹھوانے والے کی نیت میں ہے۔ اگر چہ دیانۃً قسم اٹھانے والے کی نیت بھی معتبر ہوگی۔ مثلاً قاضی کے پاس کسی

بَابُ اِسْتِحْبَابِ اِبْرَارِ الْمُقْسِمِ

۳۵۶۸- عن البراء بن عازبؓ قال: "اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِسَبْعٍ، اَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَاِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ، وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ اَوِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ، وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ، وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ"۔

۳۵۶۹- وعن ابن عباسؓ فی حدیث رؤیا قصها ابوبکر: "اَنَّ اَبَا بَكْرٍ قَالَ: اَخْبِرْنِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ، اَصَبْتُ اَمْ اَخْطَاْتُ؟ فَقَالَ: اَصَبْتَ بَعْضًا وَاَخْطَاْتَ بَعْضًا، قَالَ فَوَاللّٰهِ لَتُحَدِّثُنِيْ بِالَّذِيْ اَخْطَاْتُ۔ قَالَ: لَا تُقْسِمْ"۔ متفق علیهما (نیل الاوطار ۸:۴۷۸)۔

نے دعویٰ کیا اور مدعیٰ علیہ سے قاضی نے قسم لی اور اس نے حلف اٹھادیا لیکن اس کی نیت میں قسم کا کوئی اور مطلب تھا یعنی اس نے توریہ۔ تاویل کی تو یہ مطلب قاضی کے پاس معتبر نہ ہوگا۔ بلکہ قاضی قسم اٹھوانے والے کی نیت کے مطابق ہی فیصلہ کرے گا یعنی مدعیٰ علیہ (مستحلف) کی نیت کا اعتبار نہ ہوگا تاکہ مدعی کا حق تلف نہ ہو جائے۔

فائدہ: ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر مستحلف مظلوم ہو تو پھر قسم اس کی نیت پر محمول ہوگی اور اگر ظالم ہے پھر قسم قسم اٹھوانے والے کی نیت پر محمول ہوگی امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا اور امام اعظمؒ کا یہی قول ہے۔ جامع المسانید (۲:۲۷۱) اور مغنی میں موفق لکھتے ہیں کہ جس سے قسم اٹھوائی جارہی ہے وہ تین حال سے خالی نہیں (۱) مظلوم ہو تو پھر اس کی تاویل معتبر ہوگی۔ (۲) ظالم ہو تو پھر اس کی تاویل معتبر نہ ہوگی بلکہ قسم اٹھوانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ (۳) نہ ظالم ہو اور نہ مظلوم تو پھر بھی اس کی تاویل معتبر ہوگی۔ جیسا کہ حضور ﷺ بھی مزاح فرماتے تھے اور سامع کلام کا وہ معنی سمجھتا جو آپ ﷺ کی مراد نہ ہوتی۔ (۱۱:۲۴۴)

باب قسم اٹھانے والے کی قسم کو پورا کرنا مستحب ہے

۳۵۶۸۔ براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کے کرنے کا حکم فرمایا۔ حضور ﷺ نے ہمیں بیمار کی بیمار پرسی کرنے، جنازے کے ساتھ چلنے، چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینے، قسم اٹھانے والے کے کام کو پورا کر کے اسے سچا کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام کو پھیلانے کا حکم فرمایا۔

۳۵۶۹۔ ابن عباسؓ سے خواب والی حدیث میں جس کو ابوبکر صدیقؓ نے بیان کیا تھا روایت ہے کہ ابوبکرؓ نے فرمایا یارسول اللہ! میرے والدین آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ آپ مجھے بتایئے کہ میں نے درست کہا یا غلطی کی؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ (خواب کے بارے میں) کچھ میں آپ نے درست فرمایا اور کچھ میں غلطی کی۔ اس پر ابوبکرؓ نے فرمایا کہ قسم بخدا، آپ ﷺ مجھے ضرور بتائیں کہ میں نے (خواب کے بارے میں) کس چیز میں غلطی کی۔ حضور ﷺ نے (جواب میں) فرمایا کہ قسم مت اٹھاؤ۔ (بخاری باب قولہ تعالیٰ واقسموا باللہ جہد ایمانھم ومسلم)

بَاب مَنْ نَذَرَ وَهُوَ مُشْرِکٌ ثُمَّ اَسْلَمَ يُوْفِيْ بِهِ

۳۵۷۰- عن ابن عمر، اَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ سَاَلَ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ قَالَ: "فَاَوْفِ بِنَذْرِكَ"۔ رواه البخاری (۱:۲۷۲)، و فی حاشیته ما نصه: " و فی روایة شعبة عن عبیدالله عند مسلم یوماً بدل لیلة و قد جمع ابن حبان وغیره بین الروایتین بانه نذر اعتکاف یوم ولیلة۔ فمن اطلق لیلة اراد بیومها، ومن اطلق یوما اراد بلیلة" اھ۔ وقد سرالبحث......فی اشتراط الصوم للاعتکاف فی کتاب الصوم۔

بَاب مَنْ نَذَرَ اَنْ يَذْبَحَ فِيْ مَوْضِعٍ مُعَيَّنٍ يَذْبَحُ هُنَاكَ اَوْ فِيْ غَيْرِهِ

۳۵۷۱- عن ثابت بن الضحاك: "اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: اِنِّيْ نَذَرْتُ اَنْ اَنْحَرَ اِبِلًا

فائدہ: یعنی اگر کوئی شخص قسم اٹھائے کہ آپ یہ کام ضرور کریں گے تو اگر وہ کام آپ کے بس میں ہو تو اس کا کرنا آپ کے لیے مستحب ہے۔ پہلی حدیث سے وجوب معلوم ہوتا ہے لیکن دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے اس کام کو نہ کیا جس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی تھی۔ تو دونوں حدیثوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ قسم اٹھانے والے کو سچا کرنا اور وہ کام جس پر اس نے قسم دی ہے پورا کرنا مستحب ہے۔

باب حالتِ کفر میں مانی ہوئی نذر کو اسلام لانے کے بعد پورا کیا جائے

۳۵۷۰۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف بیٹھوں گا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نذر کو پورا کر۔ (بخاری)۔ اور مسلم میں رات کی جگہ دن کا لفظ ہے۔ اور ابن حبان نے دونوں روایتوں کو جمع کر دیا ہے کہ انہوں نے رات اور دن کے اعتکاف کی نذر مانی تھی۔ لہٰذا جس نے رات کا لفظ بولا ہے اس کی مراد بھی دن سمیت ہے اور جس نے دن کا لفظ بولا ہے اس کی مراد بھی رات سمیت ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حالت کفر میں مانی ہوئی نذر کو (بشرطیکہ شرعی طور پر درست ہو) اسلام لانے کے بعد پورا کرنا چاہیے۔ لیکن پوری کرنا واجب نہیں۔ باقی حاشیہ بخاری میں جو امام اعظمؒ سے "لا یصح نذرہ" کے الفاظ مروی ہیں تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔

باب جو کسی خاص جگہ میں جانور قربان کرنے کی نذر مانے تو اسی جگہ یا دوسری جگہ ذبح کر سکتا ہے

۳۵۷۱۔ ثابت بن ضحاک سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے بوانہ مقام

بُوَانَةَ فَقَالَ: كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوا: لَا! قَالَ: فَهَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟ قَالُوا: لَا! قَالَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، وَلَافِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنِ آدَمَ"۔رواه ابوداود،واخرجه ايضا الطبراني،وصححه الحافظ اسناده(نيل الاوطار۸:۴۷۹،۴۸۰)

۳۵۷۲- عن جابر بن عبدالله ﷺ: "أَنَّ رَجُلًا قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ! إِنِّي نَذَرْتُ لِلهِ إِنْ فَتَحَ اللهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ أَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِ الْمُقَدَّسِ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ: صَلِّ هٰهُنَا، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: شَأْنَكَ إِذًا"۔ رواه ابوداود(۲:۱۱۲)، وسكت عنه، واخرجه البيهقي و الحاكم و صححه، وصححه ايضا ابن دقيق العيد في الاقتراح (نيل الاوطار۸:۴۹۱)۔

بَابُ اِشْتِرَاطِ كَوْنِ الْمَنْذُوْرِ عِبَادَةً مَقْصُوْدَةً

۳۵۷۳- حدثنا احمد بن عبدة الضبي انا المغيرة بن عبدالرحمن حدثني ابي

پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ کیا بوانہ میں زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا۔صحابہ نے کہا "نہیں"۔پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا وہاں کفار کا کوئی میلہ لگتا تھا؟ عرض کیا نہیں۔تب حضور ﷺ نے (اس آدمی سے) فرمایا تو اپنی نذر پوری کر۔کیونکہ گناہ میں نذر کا پورا کرنا جائز نہیں۔اور نہ ہی اس چیز کی نذر کا پورا کرنا لازم ہے جو انسان کے اختیار میں نہ ہو۔(ابوداوٗد، باب ما يومر به من وفاء النذر)اور طبرانی نے بھی اسے روایت کیا ہے اور حافظ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

۳۵۷۲۔ جابر بن عبداللہ ﷺ سے مروی ہے کہ ایک شخص فتح مکہ کے روز کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لیے مکہ فتح کردے تو میں بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھوں گا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں پڑھ لے۔اس نے دوبارہ اپنے سوال کو دہرایا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جیسے تو چاہے۔(ابوداوٗد، باب من نذر ان يصلي في بيت المقدس) امام ابوداوٗد نے اس سے سکوت کیا ہے۔لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہوگی اور حاکم اور ابن دقیق العید نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر کے لیے کسی جگہ کی تعیین کرنا معتبر ہے لہٰذا اسی جگہ پر نذر پوری کرے لیکن دوسری حدیث میں لفظ "شانک اذا" سے اختیار معلوم ہوتا ہے چاہے اسی متعین جگہ نذر پوری کرے یا دوسری جگہ۔لہٰذا پہلی حدیث استحباب پر محمول ہے کہ خاص اسی جگہ پر نذر پوری کرنا مستحب ہے البتہ کسی دوسری جگہ پر نذر پوری کرنا بھی جائز ہے اور اس مسئلہ میں فرض اور نفل برابر ہیں۔

باب جس چیز کی نذر مانی جائے اس کا عبادۃِ مقصودہ ہونا ضروری ہے

۳۵۷۳۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نذر اسی چیز

عبدالرحمن عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَا نَذْرَ اِلَّا فِیْمَا یُبْتَغٰی بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ وَلَا یَمِیْنَ فِیْ قَطِیْعَةِ رَحِمٍ"- رواه ابوداود(۲:۱۱۵) وقد سکت عنه- وهذا الحدیث فی بعض النسخ، و قد کتب بعلامة النسخة علی حاشیة السنن المعروف فی دیارنا، و قد عزاه الشیخ ابن تیمیة فی المنتقی الی ابی داود، و قرره علیه القاضی الشوکانی فی نیل الاوطار(۲:۴۷۹)- قلت: اسناده محتج به وان کان فی بعض رواته اختلاف - فان الاختلاف غیر مضر کما عرفت غیر مرة- واخرجه احمد بلفظ: اِنَّمَا النَّذْرُ مَا یُبْتَغٰی بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ- سکت عنه الحافظ فی "الفتح"(۱۱:۵۱۰)- واحتج به-

۳۵۷۴- عن ابن عباس رضی الله عنه، قال: "بَیْنَا النَّبِیُّ ﷺ یَخْطُبُ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ، فَسَاَلَ عَنْهُ، فَقَالُوْا: اَبُوْاِسْرَائِیْلَ نَذَرَ اَنْ یَقُوْمَ، وَلَا یَقْعُدَ، وَلَا یَسْتَظِلَّ، وَلَا یَتَكَلَّمَ وَیَصُوْمَ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: مُرْهُ فَلْیَتَكَلَّمْ وَلْیَسْتَظِلَّ وَلْیَقْعُدْ وَلْیُتِمَّ صَوْمَهٗ"-رواه البخاری(۲:۹۵۱)-

درست ہے جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو۔اور قطع رحمی میں بھی قسم اٹھانا درست نہیں (ابوداؤد)۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔ یہ حدیث ابوداؤد کے بعض نسخوں میں موجود ہے۔ ابن تیمیہؒ نے منتقی میں اسے ابوداؤد کی طرف منسوب فرمایا ہے اور شوکانی نے نیل الاوطار میں اسے ثابت کیا ہے۔اور مسند احمد میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ نذر وہی درست ہے جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو۔

فائدہ: وہ کام جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو وہ یقیناً عبادۃ مقصودہ ہی ہوگی اور عبادۃ غیر مقصودہ سے اللہ کی رضا بلا واسطہ مقصود نہیں ہوتی البتہ بالواسطہ مقصود ہوتی ہے اور کسی چیز کو جب مطلق ذکر کیا جائے تو اس سے فرد کامل ہی مراد ہوتا ہے۔لہٰذا یہاں مراد عبادۃ مقصودہ ہی ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو پیچھے گذری کہ حضور ﷺ نے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی نذر کو لغو قرار دیا حالانکہ اس میں نماز پڑھنے کی فضیلت بھی وارد ہوئی ہے تو معلوم ہوا کہ عبادۃ غیر مقصودہ کی نذر منعقد نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کا پورا کرنا واجب ہے۔

۳۵۷۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ہم سے خطاب فرما رہے تھے۔اتنے میں آپ ﷺ کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو دھوپ میں کھڑا تھا۔آپ ﷺ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابواسرائیل ہیں۔اس نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں۔نہ سائے میں آئے گا نہ بولے گا اور روزہ رکھے گا۔اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے کہو کہ وہ کلام بھی کرے،سایہ میں بھی آئے، بیٹھے بھی اور اپنے روزے کو پورا کرے (بخاری، باب النذر فیما لا یملک وفی معصیة و ابوداؤد باب النذر فی المعصیة)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عبادات غیر مقصودہ کی نذر منعقد نہیں ہوتی اور نہ ہی انکا پورا کرنا ضروری ہے۔لیکن

کِتَابُ الْحُدُوْدِ

عبادۃ مقصودہ کی نذر منعقد ہوتی ہے اور اس کا پورا کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ناذر کی نذر صوم کو تو برقرار رکھا لیکن دوسرے امور مثلاً دھوپ میں کھڑے رہنے کی نذر، بات نہ کرنے کی نذر کو باطل قرار دے دیا اور نہ ہی کفارہ کو واجب کیا اور باقی ابوداؤد، احمد اور ترمذی میں مروی حدیث ہے کہ ایک عورت آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں نے آپ کے سر پر ڈھول بجانے کی نذر مانی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اپنی نذر کو پورا کرلو'' سے معلوم ہوتا ہے عبادۃ غیر مقصودہ اور مباحات میں بھی نذر منعقد ہو جاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو ڈھول بجانے کی اجازت نذر کی بناپر نہیں دی بلکہ اس بنا پر دی کہ اس میں آپ ﷺ کی سلامتی پر خوشی کا اظہار تھا۔ اور بعض لوگوں نے یہ جواب دیا ہے کہ آپ ﷺ کے صحیح سالم واپس لوٹنے پر خوشی کا اظہار کرنا بھی عبادۃ مقصودہ ہے لہٰذا چونکہ یہ عبادۃ مقصودہ کی نذر تھی اس لیے آپ ﷺ نے اس نذر کے پورا کرنے کا حکم فرمایا۔

فائدہ: بعض اوقات امر مباح قصد کی وجہ سے امر مندوب بن جاتا ہے جیسے دوپہر کا قیلولہ اس نیت سے کہ رات کو تہجد پڑھ سکوں عبادت بن جاتا ہے۔ اگر نذر معصیت کی ہو تو اس کا پورا کرنا جائز ہی نہیں بلکہ کفارہ دینا واجب ہے۔

کتاب الحدود

تمام تعریفیں اس خدائے ذوالجلال کے لیے ہیں جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور درود پاک حضرت محمد ﷺ پر جنہوں نے قرآن پاک کے عملی نمونہ سے تکمیل دین جیسی نعمت سے امت کو سرفراز فرمایا اور آپ ﷺ کے صحابہؓ پر جنہوں نے چاردانگ عالم تک دین کو پھیلایا اور فقہاء امت پر جنہوں نے فروعی مسائل کو تحریری طور پر مدون فرمایا۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیگر جاندار چیزوں کی طرح انسان کو بھی قوت شہوانیہ اور قوتِ غضبیہ عطا فرمائی ہے۔ قوت شہوانیہ سے انسان اپنی خواہشات پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے، ان خواہشات کے پورا کرنے میں بعض اوقات دوسرے انسانوں کے حقوق کو پامال کر دیتا ہے مثلاً مالی خواہش پوری کرنے کے لیے دوسرے کا مال غصب کرتا ہے، چوری ڈاکے، رشوت جیسے قبیح افعال کا مرتکب ہوتا ہے۔ اسی طرح جنسی خواہش پوری کرنے کے لیے زنا وغیرہ ناجائز طریق کار اپناتا ہے اور قوتِ غضبیہ کے ذریعے کسی پر جھوٹا الزام لگاتا ہے۔ لوگوں کا جانی اور مالی نقصان کرتا ہے۔ اس لیے ہر مذہب میں قانونِ تعزیرات بنائے جاتے ہیں کیونکہ حسنِ اخلاق ہر جگہ کام نہیں آتا، مقولہ مشہور ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

نکوئی بابداں کردن چنانست | کہ بدکردن بجائے نیک مرداں

بروں کے ساتھ نیکی کرنا ایسے ہی ہے | جیسے نیکوں کے ساتھ برائی کرنا

تو شریعت محمدیہ میں بھی حسن اخلاق کے ساتھ ساتھ زواجر کا بھی ایک مفصل باب ہے جس سے مقصود معاشرے کی طہارت ہے

گناہ روحانی گندگی ہے جس طرح راستوں پر ظاہر گندگی پھیلانے والا سزا کے قابل ہے کیونکہ اس کے اس فعل سے معاشرہ میں تعفن پھیلے گا اسی طرح روحانی گندگی کو معاشرے میں پھیلانے والا بدرجہ اولیٰ سزا کا مستحق ہے کیونکہ اصل انسان روح ہی کا نام ہے، جسم دوسرے درجہ کا جزء ہے تو روحانی منافع اور مضرات بھی جسمانی منافع اور مضرات کی نسبت زیادہ اہمیت کے حامل ہوں گے یا یوں سمجھیں کہ گناہ روحانی بیماریاں ہیں جس طرح جسمانی بیماریوں کے لیے بسا اوقات آپریشن کی ضرورت ہوتی ہے اور آپریشن مریض پر ظلم نہیں بلکہ شفقت ہے ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کر کے بھی آپریشن کرنے والے کے ہم شکر گزار ہوتے ہیں تو یہ حدود وتعزیرات کا نظام بھی روحانی آپریشن ہے یا یوں سمجھیں کہ ہر بادشاہ اپنی فرماں بردار رعایا پر احسان اور نافرمان کو سزا دیتا ہے تو احکم الحاکمین اگر اپنے نافرمانوں کو سزا دیں تو زیادہ مناسب ہے کیونکہ وہ صرف احکم الحاکمین ہی نہیں بلکہ ایسے محسن ہیں کہ ہمیں عدم سے وجود کی طرف لائے اور کان ناک آنکھ زبان وغیرہ ہزاروں ایسی نعمتیں عطا فرمائیں کہ انسان ان کا شکر نہیں ادا کر سکتا تو ایسے محسن کی احسان فراموشی ایک گھناؤنا جرم ہے۔ البتہ یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ ہر فن کے اصول اس فن کے ماہرین سے لیے جاتے ہیں نہ غیر ماہر سے۔ گٹروں اور نالیوں کی صفائی کے اصول دھوبیوں سے پوچھنا اگر بیوقوفی ہے تو روحانی گندگی اور روحانی تعفن کو ختم کرنے کے اصول غیر روحانی لوگوں سے پوچھنا بھی بڑی نادانی کی بات ہے بلکہ اس فن کو تباہ و برباد کرنے کی سازش ہے۔ اسی طرح جسمانی بیماریوں کے علاج کے لیے ماہر ڈاکٹروں اور حکیموں کو چھوڑ کر جولاہوں یا کمہاروں سے مشورہ لینا یہ فنِ طب اور ڈاکٹری کی تباہی ہے تو روحانی آپریشن کے مشورے غیر شرعی لوگوں سے لینا شریعت کی تباہی و بربادی ہے۔ لہٰذا عقل کا تقاضا یہی ہے کہ شرعی حدود میں اہل شرع پر اعتماد کیا جائے کیونکہ اہل شرع کے بیان کردہ اصول ان کے اپنے نہیں بلکہ خداوند عالم کے وضع کردہ ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون میں اپنی خواہش کے مطابق ترمیم کرنا ایسا ہے جیسے موچی کا بنایا ہوا جوتا تنگ ہو تو بجائے جوتے کو کھلا کرنے کے پاؤں کو تراش کر جوتے کے برابر کرنا شروع کر دیا جائے۔ یا درزی کی ٹوپی سر پر فٹ نہ آتی ہو تو سر کو تراش کر ٹوپی کے برابر کریں تو ہر آدمی کہے گا کہ یہ فعل درست نہیں۔ خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزیں کانٹ چھانٹ کی بجائے انسان کی بنائی ہوئی چیز جوتے یا ٹوپی کی اصلاح ہونی چاہیے اسی طرح خدا تعالیٰ کے وضع کردہ حدود اگر انسانی خواہش کے کہیں خلاف ہوں تو انسان کو اپنی خواہش کی اصلاح کر کے خدائی قانون کے موافق بنانا چاہیے نہ کہ خدائی قانون کو اپنی خواہش کے مطابق بنانے کی کوشش کی جائے اسی سے برکات کا نزول ہوگا جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی ایک حد کو قائم کرنا اللہ تعالیٰ کی زمین میں چالیس راتوں کی بارش سے زیادہ بہتر ہے (مشکوٰۃ شریف مع المرقاۃ ج ۷ ص ۱۵۲) دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس قوم میں زنا عام ہوا اس پر قحط سالی آتی ہے (مشکوٰۃ مع المرقاۃ ج ۷ ص ۱۵۱) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں وارد ہے کہ انسانوں کے گناہوں کی وجہ سے سرخاب پرندہ کمزور ہو کر مرجاتا ہے۔ (مرقات ج ۷ ص ۱۵۲) نیز یہ حدود جس طرح انسان کی جان، مال، عزت و آبرو کی حفاظت کا ذریعہ ہیں اسی طرح انسان اور دوسرے جانوروں میں امتیاز کرنے والی عقل کی حفاظت کا ذریعہ شراب پی کر انسان کی عقل مغلوب ہوتی ہے اس کو بیوی، بیٹی، ماں اور بہن

میں امتیاز نہیں رہتا، نشہ کی حالت میں کسی کا جانی مالی نقصان کرتا ہے، شریعت نے اس کی سزا مقرر کر کے ان تمام چیزوں کی حفاظت کی
انسان اور حیوان میں فرق باقی رکھا۔ زنا کی صورت میں انسان کا نسب مشتبہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت فرمائی، کسی پاکدامن پر
تہمت لگانے سے اس کی عزت پامال ہوتی ہے اللہ تعالیٰ حد قذف سے انسان کی عزت کی حفاظت فرمائی، حدِ سرقہ سے انسان کے مال کی
حفاظت کی اور اس حفاظت کا پورا حق ادا کر دیا، اگر زمانہ ماضی کی طرف پلٹ کر دیکھا جائے تو اسلام کی ان حدود کے روشن اثرات نظر آئیں
گے کہ خلافت راشدہ میں پورا پورا مہینہ عدالت میں کسی جرم کا مقدمہ درج نہیں ہوتا آج بھی جن خطوں میں کچھ اسلامی حدود ہیں ان میں
امن دوسرے ملکوں سے کہیں بہتر ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ہمارے قریبی ملک افغانستان میں چند سال حدود کے نفاذ سے جو امن ہوا
ساری دنیا اس سے واقف ہے کوئی بڑے سے بڑا دشمن یہ نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے رعایا کو امن نہیں دیا بہر حال یہ حدود شرعیہ اللہ تعالیٰ کی عظیم
رحمت ہیں، ان کو وحشی سزائیں کہنے والے خود وحشی ہیں اور انسان کی عزت آبرو جان مال اور عقل جیسی نعمت کے دشمن ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو
ہدایت عطا فرمائیں اور ہمارے ملک بلکہ تمام اسلامی ممالک کو حدود شرعیہ کی بہار اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ کچھ لوگ
حدود کو بدنام کرنے کی قسم کھائے ہوئے ہیں جیسا کہ پاکستان بننے کے فوراً بعد جب اسلامی قانون حدود کے نفاذ کی بات اسمبلی میں چلی تو
کہا گیا کہ اگر چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے تو سارا ملک ٹنڈا ہو جائے گا تو حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے فرمایا تھا کہ کیا
یہ سارا ملک چوروں کا ہے اور پھر فرمایا کہ جن ملکوں میں ایک دفعہ چور کا ہاتھ کٹ گیا تو دوسروں نے اس سے عبرت حاصل کی اور چوری کا نام
نشان مٹ گیا یہ بات غلط ہے کہ سب ٹنڈے ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ دراصل یہ ان لوگوں کی تعبیر کی غلطی ہے اور بہت سے تعبیر کے لحاظ
عنوان مفاد کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ''تمہارے ابا جی آگئے'' کی تعبیر اگر ان الفاظ سے ہو کہ ''تیری ماں کا خصم آگیا'' تو محبت نفرت بلکہ دشمنی سے
تبدیل ہو جاتی ہے۔ اگر ڈاکٹر کے مریضہ کی نبض یا چھاتی چیک کرنے کو یوں تعبیر کیا جائے فلاں ڈاکٹر نوجوان لڑکی کا بازو پکڑے بیٹھا ہے یا
اس کی چھاتی کو ٹٹولتا ہے تو معاشرے میں فساد برپا ہو جائے گا، اسی طرح غلط تعبیروں یا کسی چیز کے ناقص مفہوم بیان کرنے سے یہ حدود
قصاص بدنام کیے جاتے ہیں گذشتہ چند سال قبل پاکستانی حکومت نے مقتول کی شرعی دیت ادا کرنے کا قانون نافذ کرنے کا ارادہ کیا جو
لاکھ سے کچھ کم و بیش تھی تو ملک کے ڈرائیوروں نے شور مچایا کہ اگر ہم میں اتنی دیت ادا کرنے کی ہمت ہوتی تو ہم ڈرائیوری کیوں کرتے
گاڑیاں چلاتے۔ ان کے شور مچانے سے وہ منصوبہ ختم ہو گیا۔ ان دنوں میں بندہ نے چاندی کے حساب سے بتایا کہ دیت بالکل شرعی ہے مگر
عوام کو یہ نہیں بتایا گیا کہ دیت قاتل کی عاقلہ پر ہوتی ہے اور تین سال میں وصول کی جاتی ہے اگر اس کی صحیح ادائیگی کا حساب لگایا جائے تو
ماہانہ تین روپے بھی نہیں بنتے تو یہ تو ایک فقیر سے فقیر بھی ادا کر سکتا ہے مگر حکومت کی ناقص تعبیر کی وجہ سے یہ معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔

حد اور تعزیر میں فرق: اسی طرح بعض لوگوں نے حدود اور تعزیرات میں اصطلاحی فرق معلوم نہ ہونے کی وجہ سے فقہاء کے
صدیوں سے چلنے والے نظام حدود کو ناقص قرار دے کر فقہاء کو بدنام کیا کہ ان کا نظام حدود و قصاص قرآن و سنت کے خلاف ہے یہ وسوسہ

پہلے ذکر کردہ تمام وساوس سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ قرآن وسنت کے نام پر عوام میں پھیلایا جاتا ہے حالانکہ ان حضرات سے صرف حدود وتعزیرات کا فرق پوچھ لیا جائے یا جس مسئلہ کو خلاف قرآن وسنت کہا جاتا ہے اس کے مخالف کسی صریح آیت یا صحیح صریح مرفوع غیر معارض حدیث کا مطالبہ کرلیا جائے تو ان کے غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے تو جاننا چاہیے کہ فقہاء کے ہاں حد کی تعریف یہ ہے ''ھو العقوبة المقدرة حقا الله تعالی'' یعنی حدوہ سزا ہے جو حقوق اللہ کے توڑنے پر لگائی جاتی ہے اور اس کی مقدار متعین ہے (ہدایہ) صاحب ہدایہ خود فرماتے ہیں کہ قصاص چونکہ وارثوں کا حق ہے اس لیے وہ اس تعریف سے خارج ہو گیا اور تعزیر میں سزا کی تعیین نہیں ہوتی بلکہ مصلحت وقت کے تحت ہوتی ہے اس لیے وہ بھی اس تعریف سے خارج ہو گئی خلاصہ یہ کہ حد چند گناہوں پر ہے باقی تمام پر تعزیر ہے اور حد والی سزائیں اسطرح تعیین ہے کہ اس میں انسان اپنی طرف سے ذرہ برابر کمی وبیشی نہیں کر سکتا۔ اور یہ حدود صرف چار ہیں (۱) حد زنا (۲) حد شراب (۳) حد قذف (۴) حد سرقہ۔ ان کے علاوہ باقی تمام گناہوں پر تعزیر ہے۔ جس کے بارہ میں فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جو تعزیر نص سے ثابت ہے حاکم کو وہ سزا دینا ضروری ہے جیسے بیوی کی لونڈی یا مشترکہ لونڈی سے وطی کرنا اور جس گناہ کی سزا کا نص میں ذکر نہیں حاکم وقت خواہش نفسانی سے دور ہو کر مصلحت دیکھے کہ کتنی سزا سے یہ شخص اس گناہ سے رک جائے گا اس کے مطابق اس کو سزا دے اور اتنی سزا دینا اس پر واجب ہے کیونکہ یہ تعزیر بھی گناہوں سے روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر واجب ہوئی ہے اس لیے حد کی طرح اس کا جاری کرنا بھی حاکم وقت پر واجب ہے اور جس سزا کے بارہ میں حاکم کو یقین ہو کہ اس سے کم سزا دینے سے یہ شخص اس گناہ سے رک جائے گا تو بڑی سزا دینا واجب نہیں (فتح القدیر ج ۵ ص ۳۴۶) معلوم ہوا کہ کتاب الحدود میں جہاں کہیں یہ لفظ آ جائے کہ اس گناہ پر حد نہیں اس کا عوام میں اس انداز سے پھیلانا کہ یہ گناہ جائز ہو گیا یا اس پر سزا نہیں یہ بھی فقہاء کی بات کو بگاڑ کر نظام حدود کے نفاذ میں رکاوٹ کھڑی کرنا ہے۔ قرآن پاک میں مردار، خون، خنزیر کے گوشت غیر اللہ کے نامزد کردہ چیز اور دوسرے مقام پر خمر اور جوئے کو حرام قرار دیا گیا ہے مگر ان میں سے حد صرف خمر پر ہے باقی گناہوں پر نہیں تو عوام کو یہ دھوکا دینا کہ مردار، خون، خنزیر اور ما اھل لغیر اللہ وغیرہ حلال ہو گئے ہیں یا معاذ اللہ ان کاموں پر کوئی سزا نہیں یہ شریعت کو بدنام کرنے کی کوشش کہلائے گی نہ کہ قرآن وسنت کی خدمت۔ اسی طرح فقہاء کا کسی گناہ کے بارہ میں کہہ دینا کہ اس پر حد نہیں اس سے تعزیر کی نفی نہیں ہوتی بلکہ فقہاء نے لکھا ہے کل مرتکب معصیة لا حد فیہا فیہا التعزیر (الدر المختار ج ۴ ص ۶۷) یعنی ہر ایسے گناہ کا ارتکاب کرنے والا جس میں حد نہیں اس میں تعزیر ہے اس صراحت کے بعد بھی ناقص عبارات شائع کرنا قانون حدود کو بدنام کرنے کی ایک گہری سازش ہے۔ ایسے میں تمام وسوسوں کے علاج کے لیے حضرت اقدس مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے حکم سے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے حدیث کی ضخیم کتاب اعلاء السنن متن اور حاشیہ کی شکل میں تحریر فرمائی ضخیم اور عربی میں ہونے کی وجہ سے عوام کا اس سے مستفید ہونا مشکل تھا جبکہ یہ شکوک و شبہات عوام میں پائے جاتے تھے۔ اس عوامی ضرورت کو محسوس کر کے برادر اکبر حضرت مولانا امین صاحب صفدر نور اللہ مرقدہ کے مشورہ سے متن کے ترجمہ اور مختصر وضاحت کا کام مولانا نعیم احمد صاحب مالک کتب خانہ امدادیہ نے شروع کیا اور احیاء السنن کے نام سے پہلے دو جلدیں شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ اب یہ جلد نظامِ حدود پر بھی مشتمل شائع ہو رہی ہے جو عوامی ضرورت کے ساتھ ساتھ علماء اور

طلباء کے لیے لامذہبیت کے وساوس کو دور کرنے اور نظام حدود کی حفاظت کے لیے ایک موثر ہتھیار یا جراثیم کش دوا سے کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی طرف سے مولانا نعیم احمد صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور تمام مسلمانوں کو اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔کیا ہی اچھا ہو کہ اگر اس کتاب کو وفاق کے نصاب میں بچیوں کے لیے لازم قرار دے دیا جائے۔ (کتبہ محمد انور اوکاڑوی)

دامن کو ذرا دیکھ

جو شخص شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا جیسے شرمناک اور سنگین جرم کا ارتکاب کرے اسلامی قانون کی رو سے اس کی سزا سنگساری ہے۔یہ سزا بھی ان سزاؤں کی فہرست میں شامل ہے، جسے مغرب عرصہ دراز سے اسلام کے خلاف پراپیگنڈوں میں مسلسل استعمال کر رہا ہے۔اسے اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ اس سزا کا عملی نفاذ اس قدر کڑی شرائط کے ساتھ مشروط ہے کہ ان شرائط کا عملی وجود بھی بہت مشکل ہے،مغرب کا پروپیگنڈہ ہے کہ اس سزا میں کسی انسان کی بظاہر توہین معلوم ہوتی ہو، آج کے جدید دور میں ناقابل عمل ہے۔لہٰذا جو مذہب اور کتاب اس جیسی سزاؤں کا حکم دے اس کو ترک کرنا چاہیے''۔

میں اس بات سے قطعاً بحث نہیں کرتا کہ مغرب کا یہ نظریہ کس قدر غلط فہمی پر مبنی ہے اور اس کی عقل اپنے نظام کی حکمتوں کو سمجھنے سے کس قدر عاجز ہے۔میں صرف اتنی بات عرض کرتا ہوں کہ مغرب جس سزا کو وحشیانہ اور انتہائی ظالمانہ قرار دے رہا ہے اس کا ثبوت اس کی مذہبی کتاب ''بائبل'' (جسے وہ کتاب مقدس کے نام سے پکارتا ہے) میں جگہ جگہ موجود ہے۔چنانچہ بطور مثال کے بائبل کے حوالوں سے اس کا ثبوت پیش خدمت ہے۔یاد رہے کہ اسلام میں تو صرف ایک جرم کی سزا سنگساری ہے (جس کی متعدد شرائط بھی ہیں) لیکن بائبل میں متعدد جرائم کی پاداش میں سنگساری کو بطور سزا بیان کیا گیا ہے۔

زنا کی سزا: جو شخص دوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے وہ زانی اور زانیہ دونوں جان سے مار دیے جائیں۔''(احبار۲۰:۱۰)

بتوں کی نذر ماننے پر سنگساری: ''تو بنی اسرائیل سے یہ بھی کہہ دے کہ بنی اسرائیل میں سے یا ان پردیسیوں میں سے جو اسرائیلیوں کے درمیان بود و باش کرتے ہیں، جو کوئی شخص اپنی اولاد میں کسی کو ''مولک'' کی نذر کرے وہ ضرور جان سے مارا جائے، اہل ملک اسے سنگسار کریں''۔(احبار۲۰:۲)

شرک و بت پرستی کی دعوت دینے پر سنگساری: ''تو اسے سنگسار کرنا تاکہ وہ مر جائے کیونکہ اس نے تجھ کو تیرے خدا سے جو تجھ کو ملک مصر غلامی کے گھر سے نکال لایا برگشتہ کیا''(استثناء۱۳:۱۰)

ماں باپ پر لعنت کی سزا سنگساری: ''اور جو شخص اپنے ماں باپ پر لعنت کرے وہ ضرور جان سے مار دیا جائے''(احبار۲۰:۱۰)

خدا کے نام پر لعنت کرنے کی سزا سنگساری: ''جو خدا کے نام پر کفر بکے ضرور جان سے مار دیا جائے، ساری جماعت اسے قطعی سنگسار کرے

بَابُ اِشْتِرَاطِ اَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فِيْ اِثْبَاتِ الزِّنَا

۳۵۷۵- عن ابن عباس رضي الله عنهما، "اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ اِمْرَاَتَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَلْبَيِّنَةَ اَوْ حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ" الحديث۔ رواه البخاري (۲:۶۹۵)۔

۳۵۷۶- ورواه ابو يعلى من حديث انس ﷺ، فقال فيه: "اَرْبَعَةُ شُهُوْدٍ وَاِلَّا فَحَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ" (دراية ۲۴۲)۔

خواہ دیسی ہو یا پردیسی، جب وہ پاک نام پر کفر بکے تو ضرور جان سے مار دیا جائے" (احبار ۲۴:۱۶)

مال غنیمت میں خیانت کرنے کی سزا سنگساری: "یوشع نے کہا کہ تم نے ہم کو کیوں دکھ دیا، خداوند آج کے دن تجھے دکھ دے گا تب سب اسرائیلیوں نے اسے سنگسار کیا۔ (یوشع ۷:۲۶)

یہ صرف چند مثالیں ہیں جو معمولی تلاش اور جستجو سے میسر آئیں، اگر خوب غور سے تلاش کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ اور بھی بہت سے حوالے مل جائیں۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ یورپ جس کتاب کی تبلیغ پر سالانہ کئی ملین ڈالر خرچ کر رہا ہے وہ خود پکار پکار کر اس کے نظریات کی تردید کر رہی ہے جس کتاب سے محبت وعقیدت کا دم بھر کر دنیا کے ہر گوشہ میں اس کو پہچانے کا انتظام کر رہا ہے وہ کتاب خود یورپ کے انسانی حقوق کے کھوکھلے دعوؤں کا پول کھول رہی ہے اور جسے مغرب قرآن کے مقابلہ میں (العیاذ باللہ) زیادہ قابل عمل کہتا ہے آج وہی کتاب اس کی عملی زندگی کے سراسر مخالف ہے۔ بھلا ایسے واضح دلائل کے بعد مغرب اس بات کا حق رکھتا ہے کہ کسی سخت سزا کے نام سے اپنے دامن کو پاک ثابت کرنے کی کوشش کرے اور اہل اسلام پر بلا سوچ الزامات کی بھرمار کرے ہرگز نہیں۔ بقول شاعر:

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

باب زنا کے ثابت کرنے کے لیے چار گواہ ضروری ہیں

۳۵۷۵۔ ابن عباس ﷺ سے مروی ہے کہ ہلال بن امیہ ﷺ نے اپنی بیوی کو شریک بن سحماءؓ کے ساتھ متہم کیا تو حضور ﷺ نے (ہلال سے) فرمایا کہ گواہ لاؤ ورنہ تمہاری کمر پر حد لگائی جائے گی۔ (بخاری، باب قولہ تعالی ویدرا عنها العذاب الخ)

۳۵۷۶۔ ابو یعلی نے حضرت انس ﷺ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا چار گواہ لاؤ ورنہ تیری کمر پر حد لگے گی۔ (درایہ)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زنا کو ثابت کرنے کے لیے چار گواہوں کی گواہی دینا شرط ہے۔ **فائدہ:** زنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ قرآن پاک میں ہے "ولا تقربوا الزنا انه كان فاحشة و مقتا و ساء سبيلا"، قرآن پاک میں ہے

بَاب سَتْرِ مُوْجِبَاتِ الْحَدِّ مَنْدُوْبٌ اِلَيْهِ

۳۵۷۷- عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: "لَا يَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا إِلَّا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" رواه مسلم(۲:۳۲۲)۔

۳۵۷۸- عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: "تَعَافَوُا الْحُدُوْدَ فِيْمَا بَيْنَكُمْ، فَمَا بَلَغَنِيْ مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ"۔ رواه ابوداود(۲:۲۵۳)و سکت عنه و رواه النسائی والحاکم و صححه(نیل الاوطار ۷:۲۲)۔

بَابٌ كَيْفَ يَسْأَلُ الْإِمَامُ الْمُقِرَّ بِالزِّنَا

۳۵۷۹- حدثنا محمد بن سلیمان الانباری نا وکیع عن هشام بن سعد قال: حدثنی

"ولا یزنون و من یفعل ذلک یلق اثاما یضاعف له العذاب یوم القیامة ویخلد فیه مهانا"۔ زانی غیر محصن (غیر شادی شدہ) کی حد سو کوڑے ہیں، ارشاد ربانی ہے "الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة" اور شادی شدہ کی سزا رجم ہے۔ حدیث میں والثیب بالثیب جلد مائة والرجم (مسلم، ابوداؤد) اور محصن زانی کی سزا کا رجم ہونا منسوخ التلاوۃ آیت الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما سے ثابت ہے۔

باب حد کو واجب کرنے والی چیز کو چھپانا مستحب ہے

۳۵۷۷۔ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں کسی شخص کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس (پردہ ڈالنے والے) کے عیب پر پردہ ڈالے گا۔ (مسلم، باب بشارة من ستر فی الدنیا ستر الله علیه فی الآخرة)

۳۵۷۸۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم آپس میں حدود کو معاف کر دیا کرو۔ پس جو حد مجھ تک پہنچ گئی تو بے شک وہ واجب ہوگئی (ابوداؤد، باب العفو عن الحد ما لم تبلغ السلطان، نسائی، حاکم)۔ امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے (نیل)

فائدہ: یعنی اگر کسی کو جرم کرتا دیکھو تو اسکے جرم کو چھپالو۔ لیکن اگر اس جرم کی اطلاع مجھ تک ہوگئی تو معافی نہ ہوگی بلکہ حد جاری کرے گی۔ **فائدہ:** سیاق حدیث اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جرموں پر پردہ ڈالنا مستحب ہے اور اگلے باب کی پہلی حدیث کا آخری حصہ صراحۃً اس بات پر دلالت کرتا ہے۔

باب زنا کا اقرار کرنے والے سے امام کیسے تفتیش کرے

۳۵۷۹۔ نعیم بن ہزال اپنے والد (ہزال) سے روایت کرتے ہیں کہ ماعز بن مالک (اسلمی) میرے والد کے زیر کفالت تھے، یتیم تھے۔

يزيد بن نعيم بن هزال عن ابيه قال: "كَانَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ يَتِيمًا فِيْ حِجْرِ اَبِيْ، فَاَصَابَ جَارِيَةً مِنَ الْحَيِّ، فَقَالَ لَهُ اَبِيْ: اِئْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاَخْبِرْهُ بِمَا صَنَعْتَ لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ لَكَ، وَاِنَّمَا يُرِيْدُ بِذٰلِكَ رَجَاءَ اَنْ يَكُوْنَ لَهُ مَخْرَجًا۔ قال: فَاَتَاهُ، قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ زَنَيْتُ فَاَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللّٰهِ۔ فَاَعْرَضَ عَنْهُ، فَعَادَ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ زَنَيْتُ فَاَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللّٰهِ، حَتّٰى قَالَهَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "اِنَّكَ قَدْ قُلْتَهَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَبِمَنْ"؟ قَالَ بِفُلَانَةٍ، قَالَ: "هَلْ ضَاجَعْتَهَا"؟ قَالَ: نَعَمْ فَقَالَ "هَلْ بَاشَرْتَهَا"؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ" هَلْ جَامَعْتَهَا"؟ قَالَ: "نَعَمْ"۔ قَالَ: فَاَمَرَ بِهِ اَنْ يُرْجَمَ، فَاُخْرِجَ بِهِ اِلَى الْحَرَّةِ، فَلَمَّا رُجِمَ فَوَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَجَزِعَ، فَخَرَجَ يَشْتَدُّ، فَلَقِيَهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اُنَيْسٍ، وَقَدْ عَجَزَ اَصْحَابُهُ، فَنَزَعَ لَهُ بِوَظِيْفِ بَعِيْرٍ، فَرَمَاهُ بِهِ، فَقَتَلَهُ، ثُمَّ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَذَكَرَ لَهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ: هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ؟ لَعَلَّهُ اَنْ يَتُوْبَ، فَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ" رواه

انہوں نے قبیلہ کی ایک لڑکی سے زنا کیا تو میرے والد نے ان سے کہا کہ حضور ﷺ کے پاس جاؤ اور انہیں اپنے اس فعل کی اطلاع دو۔ شاید کہ وہ تمہارے لیے استغفار کریں۔ میرے والد نے اس امید پر اس کا ارادہ کیا کہ شاید اس صورتحال سے نکلنے کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ پس وہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! بے شک میں نے زنا کیا ہے پس مجھ پر کتاب اللہ کی حد قائم کیجئے۔ حضور ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا۔ انہوں نے دوبارہ عرض کیا یا رسول اللہ! بے شک میں نے زنا کیا ہے پس مجھ پر اللہ کی کتاب میں مذکور حد قائم فرمایئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے چار مرتبہ یہ کہا۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا بے شک تو نے یہ بات چار مرتبہ کہی ہے (پس بتا) تو نے کس سے زنا کیا ہے؟ اس نے عرض کیا فلاں عورت سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو اس کے ساتھ لیٹا تھا؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس سے لپٹ گیا تھا؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اس سے جماع کیا تھا؟ اس نے کہا ہاں۔ راوی کہتے ہیں کہ تب حضور ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم فرمایا۔ لہٰذا اسے حرہ مقام کی طرف نکالا گیا۔ جب انہیں سنگسار کیا گیا تو وہ پتھروں کی اذیت سے گھبرا گئے اور دوڑ بھاگے تو انہیں عبداللہ بن انیس جا ملے اور ان کے ساتھی تھک چکے تھے تو انہوں نے اونٹ کا کھر نکال کر ماعز کو دے مارا اور انہیں قتل کر دیا پھر وہ (عبداللہ بن انیس) حضور ﷺ کے پاس آئے اور سارا قصہ آپ ﷺ سے بیان کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا؟ شاید کہ وہ توبہ کر لیتا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے (ابوداؤد، باب فی الرجم)

ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے اور تلخیص حبیر میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔ اور احمد کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضور ﷺ نے ہزال سے فرمایا کہ اے ہزال! اگر تو اس کے جرم کو اپنے کپڑے میں چھپا لیتا تو یہ تیرے لیے بہتر ہوتا اس کام سے جو تو نے اس کے ساتھ کیا۔ تنقیح میں ہے کہ اس کی سند صالح اور لائق حجت ہے (ابوداؤد، باب الستر علی اهل الحدود)

ابوداود(۲:۲۵۸) وسكت عنه- و في "التلخيص الحبير"(۲:۳۵۲)- "اسناده حسن" و في الزيلعي(۲:۷۷): وزاد فيه احمد: "قال هشام: فحدثني يزيد بن نعيم عن ابيه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهٗ حِيْنَ رَاٰهُ: "وَاللّٰهِ يَاهَزَّالُ لَوْ كُنْتَ سَتَرْتَهٗ بِثَوْبِكَ، لَكَانَ خَيْرًا لَكَ بِمَا صَنَعْتَ بِهٖ"- في "التنقيح": "اسناده صالح"-

فائدہ: وجوبِ حد کی شرائط: موفق فرماتے ہیں کہ حد صرف عاقل بالغ اور عالم بالتحریم ہی پر واجب ہے۔ اور عقل و بلوغ کے شرط ہونے میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے رفع القلم عن ثلاث عن الصبی حتی یبلغ و عن المجنون حتی یفیق الخ (ابوداؤد، ترمذی) اور قصہ ماعز میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس کی قوم سے دریافت فرمایا امجنون ھو؟ قالوا لیس به باس (کیا وہ مجنون ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ نہیں اور خود آپ ﷺ نے ماعز سے بھی بوقت اقرار پوچھا ابک جنون؟ کیا تجھے جنون ہے؟ اور ابوداؤد میں ہی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجنون کے بارے میں حد قائم کرنے کا فیصلہ فرمایا تو حضرت علیؓ نے ان سے کہا اے امیر المؤمنین کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مجنون مرفوع القلم ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا یہ بھی تو مجنونہ ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے اسے چھوڑ دیا۔ اسی طرح حد صرف اسی پر واجب ہے جو حرمت کا علم رکھتا ہو کیونکہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "لا حد الا علی من علمه" کہ حدِ زنا صرف اس شخص پر واجب ہے جو زنا کے حرام ہونے کو جانتا ہو۔ یہی عام اہل علم کا مذہب ہے۔ اور بیہقی میں ہے کہ ایک واقعہ میں حضرت عمرؓ نے لکھا کہ اگر زانی اس بات کو جانتا ہے کہ اللہ نے زنا کو اس پر حرام کیا ہے تو اسے حد لگاؤ ورنہ نہیں۔ اور حافظ نے بھی اس پر سکوت کیا ہے جو کہ صحت یا کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے۔ شہودِ زنا کے لیے سات شرائط ہیں (۱) گواہ چار ہونا ہے۔ اور اس پر اجماع ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں کیونکہ ارشاد ربانی ہے "واستشهدوا عليهن اربعة منكم" کہ ان پر اپنوں میں سے چار گواہ بنالو۔ ارشاد ربانی ہے فان لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة کہ اگر گواہ چار نہ ہوں تو گواہی دینے والوں کو حد قذف میں اسی کوڑے لگاؤ۔ (۲) سب گواہ مرد ہوں۔ حدود میں کسی عورت کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور اگر کسی نے اختلاف کیا ہو تو وہ شاذ ہے۔ نیز عورت کی طرف سے ضلال کا اندیشہ ہے اور حدود کے بارے میں اصول یہ ہے کہ وہ ادنیٰ شبہ سے بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ (۳) گواہوں کا آزاد ہونا شرط ہے۔ لہٰذا غلام کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ (۴) گواہوں کا عادل ہونا شرط ہے۔ (۵) گواہوں کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ لہٰذا ذمیوں کی شہادت قبول نہ ہوگی۔ (۶) وہ زنا کی صورت بیان کریں اور یوں کہتے ہیں ہم نے مرد کے ذکر کو عورت کی شرمگاہ میں اس طرح دیکھا ہے جیسے سرمچو سرمہ دانی میں اور رسی کنویں میں۔ (۷) تمام گواہوں کا ایک مجلس میں حاضر ہو کر گواہی دینا بھی ضروری ہے۔ حتیٰ کہ اگر ان میں سے بعض ایک مجلس میں آئے اور پھر قاضی چلا گیا اور پھر دوسری مجلس میں دوسرے بعض آئے تو یہ تہمت لگانے والے شمار ہوں گے اور ان پر حد قذف لگائی جائے گی جیسا کہ حضرت عمرؓ کے سامنے حضرت مغیرہ بن شعبہ کے خلاف شبل بن معبد، ابوبکرہ اور نافع نے زنا کی گواہی دی اور زیاد نے گواہی نہ دی تو حضرت عمرؓ نے تینوں کو حد قذف لگائی۔ پس اگر ایک مجلس کا ہونا شرط نہ ہوتا تو حضرت عمرؓ تینوں کو حد نہ لگاتے بلکہ دوسری مجلس میں گواہوں کی تعداد کی تکمیل کا کہتے۔

۳۵۸۰- عن ابی ھریرۃؓ یقول: جَاءَ الْاَسْلَمِیُّ اِلٰی نَبِیِّ اللّٰہِ ﷺ، فَشَہِدَ عَلٰی نَفْسِہٖ اَنَّہٗ اَصَابَ اِمْرَاَۃً حَرَامًا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ، کُلُّ ذٰلِکَ یُعْرِضُ عَنْہُ النَّبِیُّ ﷺ، فَاَقْبَلَ فِی الْخَامِسَۃِ فَقَالَ: "اَنِکْتَہَا"؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ: "حَتّٰی غَابَ ذٰلِکَ مِنْکَ فِیْ ذٰلِکَ مِنْہَا"؟ قَالَ: "نَعَمْ"۔ قَالَ: "کَمَا یَغِیْبُ الْمِرْوَدُ فِی الْمُکْحُلَۃِ وَالرِّشَاءُ فِی الْبِئْرِ؟" قَالَ: "نَعَمْ"۔ قَالَ: "ھَلْ تَدْرِیْ مَا الزِّنَا"؟ قَالَ: "نَعَمْ۔ اَتَیْتُ مِنْہَا حَرَامًا مَا یَاْتِی الرَّجُلُ مِنْ اِمْرَاَتِہٖ حَلَالًا"۔ قَالَ: "وَمَا تُرِیْدُ بِہٰذَا الْقَوْلِ"؟ قَالَ: "اُرِیْدُ اَنْ تُطَہِّرَنِیْ"۔ فَاَمَرَ بِہٖ فَرُجِمَ۔ فَسَمِعَ نَبِیُّ اللّٰہِ ﷺ رَجُلَیْنِ مِنْ اَصْحَابِہٖ۔ الحدیث۔ رواہ ابوداود(۲:۲۶۰) وسکت عنہ۔

۳۵۸۰۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ماعز اسلمی حضور ﷺ کے پاس آئے اور اپنے آپ پر چار مرتبہ اس بات کی گواہی دی کہ اس نے ایک عورت سے زنا کیا ہے۔ ہر مرتبہ حضور ﷺ اس سے منہ پھیرتے رہے۔ پھر پانچویں مرتبہ میں اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کیا تو نے اس عورت سے زنا کیا ہے۔ اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تیرا (آلہ تناسل) اس کی شرمگاہ میں چھپ گیا تھا؟ اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا جس طرح سرمہ دانی میں سلائی اور کنوئیں میں رسی چلی جاتی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تجھے معلوم ہے کہ زنا کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے اس عورت سے حرام طریقے پر وہ کام کیا جو مرد اپنی بیوی سے حلال طریقے سے کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس قول واقرار سے تیرا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کردیں۔ تب آپ ﷺ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا تو اسے سنگسار کیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے ماعز کے ساتھیوں میں دو کو سنا (ابوداؤد، باب فی الرجم) امام ابوداؤد نے اس سے سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: حضور ﷺ نے اتنی صراحت و وضاحت کے ساتھ اس لیے تفتیش فرمائی کیونکہ حدود تھوڑے سے شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ صرف ایک مرتبہ کے اقرار سے حد واجب نہیں ہوتی۔ ان احادیث میں ان لوگوں پر رد ہے جو کہ ایک مرتبہ کے اقرار کو بھی کافی سمجھتے ہیں۔ اور یہ لوگ احادیث میں چار مرتبہ کے اقرار کو اس بات پر محمول کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس کے عقلی فتور کو معلوم کرنے کے لیے کیا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقلی فتور سے تسلی تو دوسری مرتبہ کے اقرار کے بعد ہو گئی تھی نیز حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کے پاس جتنے زانی آئے انہوں نے بھی ان سے چار مرتبہ اقرار کروایا تو کیا یہ سب متہم فی العقل تھے؟ نیز ان احادیث میں وضاحت سے طریقہ تفتیش مذکور ہے۔

فائدہ: صحت اقرار کی شرائط تین ہیں: مقر بالزنا، بالغ، عاقل اور صحیح ہو۔ بلوغ اور عقل میں تو کسی کا اختلاف نہیں کیونکہ بچہ اور مجنون مرفوع القلم ہیں۔ اور صحیح سے مراد یہ ہے کہ اس سے وطی ممکن بھی ہو لہٰذا اگر مجنون اقرار کرے گا تو اس کا اقرار صحیح و معتبر نہ ہوگا کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ مجنون سے زنا ممکن ہی نہیں۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ سَتْرِ مَا يُوْجِبُ الْحَدَّ عَلٰى نَفْسِهٖ

۳۵۸۱- عن ابن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعاً: "اِجْتَنِبُوْا هٰذِهِ الْقَاذُوْرَاتِ الَّتِیْ نَهَى اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَمَنْ اَلَمَّ بِشَیْءٍ مِنْهَا فَلْيَسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللّٰهِ، وَلْيَتُبْ اِلَى اللّٰهِ ، فَاِنَّهٗ مَنْ يُبْدِلَنَا صَفْحَتَهٗ نُقِمْ عَلَيْهِ كِتَابَ اللّٰهِ" رواہ الحاکم فی المستدرک، والبیہقی فی السنن (الجامع الصغیر۱:۸)۔

۳۵۸۲- عن الاصم عن الربیع عن اسد بن موسی عن انس بن عیاض عن یحیی بن سعید و عبداللہ بن دینار عن ابن عمررضی اللہ عنہما، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ بَعْدَ رَجْمِهِ الْاَسْلَمِیَّ، فَقَالَ: "اِجْتَنِبُوْا هٰذِهِ الْقَاذُوْرَاتِ"۔ الحدیث۔ ورویناہ فی جزء ہلال الحفار عن الحسین بن یحیی القطان عن حفص بن عمرو الربالی عن عبدالوہاب الثقفی، عن یحیی بن سعید الانصاری بہ الی قولہ: "فَلْيَسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللّٰهِ"۔ و صححہ ابن السکن (التلخیص الحبیر۲:۳۵۳)۔ قلت: واخرجہ الحاکم فی " المستدرک" (۴:۳۸۳)، فقال: عن یحیی بن سعید حدثنی عبداللہ بن دینار عن عبداللہ بن عمر، فذکر الحدیث، وسکت عنہ، وصححہ الذہبی علی شرط الشیخین۔

بَاب كَيْفَ يَشْهَدُ الشُّهُوْدُ وَمَا يُفْعَلُ بِهِمْ اِذَا نَقَصَ عَدَدُهُمْ

۳۵۸۳- اخبرنا الواقدی حدثنی معمر عن الزہری عن سعید بن المسیب، قال:

باب اپنے آپ پر بھی حد کو واجب کرنے والی چیزوں کو چھپانا مستحب ہے

۳۵۸۱۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان سے بچو جن سے اللہ نے منع کیا ہے (یعنی زنا وغیرہ سے بچو) پس جو شخص اس میں مبتلا ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اللہ کے پردے میں چھپ جائے اور اللہ کے سامنے توبہ کرے (یعنی اس بات کو ظاہر نہ کرے اور آئندہ کے لیے توبہ کرے) اس لیے کہ جو شخص اپنے آپ کو (ان افعال کے ساتھ) ظاہر کرے گا تو ہم کتاب اللہ (میں مذکور حد) اس پر نافذ کریں گے (مستدرک حاکم و بیہقی)۔

۳۵۸۲۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کو سنگسار کرنے کے بعد فرمایا ان گندگیوں سے بچو (الحدیث) اور یحییٰ بن سعید انصاری کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اسے چاہیے کہ اللہ کے پردے میں چھپ جائے (مستدرک حاکم و تلخیص الحبیر)۔ ذہبی نے اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔ ان احادیث میں امر کا صیغہ وجوب پر دلالت کرتا ہے کہ اپنے گناہوں کو چھپانا واجب ہے لیکن اقرار ماعز پر حضور ﷺ کا انکار نہ کرنے سے کم از کم مستحب ہونا ضرور معلوم ہوتا ہے۔

باب گواہ کیسے گواہی دیں اور گواہوں کی تعداد پوری نہ ہونے پر گواہوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

۳۵۸۳۔ سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ ابوبکرۃ، نافع اور شبل بن معبد نے مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف زنا کی گواہی دی

"شَهِدَ اَبُوْ بَكْرَةَ وَ نَافِعٌ وَشِبْلُ بْنُ مَعْبَد عَلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، اَنَّهُمْ نَظَرُوْا اِلَيْهِ، كَمَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْمِرْوَدِ فِي الْمُكْحُلَةِ، وَنَكَلَ زِيَادٌ، فَقَالَ عُمَرُ رضي الله عنه :هٰذَا رَجُلٌ لَا يَشْهَدُ اِلَّا بِحَقٍ، ثُمَّ جَلَدَهُمْ عُمَرُ اَلْحَدَّ- وَكَانَ ذٰلِكَ سَنَةَ سَبْعَةَ عَشَرَ، ثُمَّ وَلَّاهُ عُمَرُ رضي الله عنه بَعْدَ ذٰلِكَ الْكُوْفَةَ يَعْنِيْ الْمُغِيْرَةَ"۔ رواه ابن سعد فی "الطبقات"(زیلعی ۹۰:۲)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة الا الواقدی، وقد وثقه كثير كما عرفت، والقصة اخرجها الحاكم فى المستدرك، كما فى "التلخيص (۳۵۵:۲)۔ وسند الحاكم سالم عن الواقدى، سكت عنه الحاكم والذهبى فى "تلخيص المستدرك"(۴۴۸:۳)۔

۳۵۸۴- حدثنا ابراهيم بن حميد ثنا ابو الحسن ثنا الفضل بن دكين ثنا الوليد ثنا ابو الطفيل قال: "اَقْبَلَ رَهْطٌ مَعَهُمْ اِمْرَاَةٌ حَتّٰى نَزَلُوْا مَكَّةَ، فَخَرَجُوْا لِحَوَائِجِهِمْ وَتَخَلَّفَ رَجُلٌ مَعَ الْمَرْاَةِ، فَلَمَّا رَجَعُوْا وَجَدُوْهُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا، وَعَلٰى مَكَّةَ يَوْمَئِذٍ نَافِعُ بْنُ عَبْدِ الْحٰرِثِ الْخُزَاعِيُّ،

کہ انہوں نے مغیرۃ رضی اللہ عنہ کو ایسی حالت میں دیکھا ہے جیسا کہ وہ سرمہ دانی میں سلائی کو دیکھتے ہیں۔لیکن (چوتھے گواہ) زیاد نے گواہی دینے سے انکار کر دیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ (زیاد) صرف حق بات کی ہی گواہی دیتا ہے۔پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان (تینوں) پر حد قذف میں کوڑے لگوائے۔یہ سترہ ہجری کا واقعہ ہے پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنایا (طبقات ابن سعد)۔اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے واقدی کے اور وہ بھی بہت سوں کے ہاں ثقہ ہے اور اس قصہ کو حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند واقدی سے سالم ومحفوظ ہے۔حاکم اور ذھبی نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا وہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر زنا کی گواہی چار آدمی نہ دیں تو گواہی دینے والوں پر ہی حد قذف (تہمت لگانے کی سزا) لگائی جائے گی۔اسی پر قرآن کی آیت ﴿فاجلدوهم ثمانين جلدة﴾ دلالت کرتا ہے۔نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ صحابہ کی موجودگی میں کیا اور اس فیصلہ پر کسی نے انکار نہ کیا تو گویا کہ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

۳۵۸۴۔ ابوالطفیل فرماتے ہیں کہ ایک قافلہ،جس میں ایک عورت بھی تھی آیا اور مکہ میں پڑاؤ کیا۔پھر وہ لوگ اپنی ضروریات کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔لیکن ایک مرد اس عورت کے ساتھ پیچھے رہ گیا۔پھر جب وہ واپس آئے تو انہوں نے مرد کو عورت کی دو ٹانگوں کے درمیان پایا۔اس وقت نافع بن حارث خزاعی مکہ پر گورنر تھے۔پھر ان لوگوں میں سے تین آدمیوں نے گواہی دی کہ انہوں نے اسے دیکھا ہے کہ وہ اس عورت میں ایسا غائب تھا جیسا کہ سرمہ دانی میں سلائی غائب ہوتی ہے۔چوتھے نے کہا کہ میں نے سرمہ دانی میں سلائی والی کیفیت نہیں دیکھی۔لیکن میں نے یہ دیکھا کہ مرد کی سرین عورت کی سرین پر لگ رہی ہے۔اور عورت کی دونوں ٹانگیں مرد پر گدھے کے کانوں کی طرح ہیں۔پس نافع نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا تو اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا کہ اگر چوتھا بھی اسی بات کی گواہی دے جس کی باقی تین نے گواہی دی ہے تو ان دونوں (زانی وزانیہ) کو سنگسار کرو بشرطیکہ وہ دونوں محصن ہوں۔اور

فَشَهِدَ ثَلَاثَةٌ مِنْهُمْ أَنَّهُمْ رَأَوْهُ يَهُبُّ فِيهِمَا كَمَا يَهُبُّ الْمِرْوَدُ فِي الْمُكْحُلَةِ، وَ قَالَ الرَّابِعُ: لَمْ أَرَالْمِرْوَدَ فِي الْمُكْحُلَةِ، وَلٰكِنْ رَأَيْتُ إِسْتَهُ يَضْرِبُ إِسْتَهَا، وَرِجْلَاهَا عَلَيْهِ كَأُذُنَيِ الْحِمَارِ، فَكَتَبَ نَافِعٌ إِلَى عُمَرَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ: إِنْ شَهِدَ الرَّابِعُ بِمَا شَهِدَالثَّلَاثَةُ فَارْجُمْهُمَا إِنْ كَانَ أَحْصَنَا، وَإِلَّا فَاجْلِدْهُمَا، وَإِنْ لَمْ يَشْهَدْ إِلَّا بِمَا قَالَ فَاجْلِدِالشُّهُودَ الثَّلَاثَةَ، وَخَلِّ سَبِيلَ الْمَرْأَةِ"۔ رواہ الامام القاسم بن ثابت السرقسطی فی کتاب غریب الحدیث (زیلعی ۲:۹۴)۔ و کلام الجصاص فی "احکام القرآن" لہ(۳:۲۸۲) یدل علی کونہ محتجابہ۔

۳۵۸۵- عبدالرزاق عن معمر عن بدیل العقیلی عن ابی الوضاح، قال: "شَهِدَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍعَلَى رَجُلٍ وَاِمْرَأَةٍ بِالزِّنَا، وَقَالَ الرَّابِعُ : رَأَيْتُهُمَا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَإِنْ كَانَ هٰذا زِنًا فَهُوَ ذَاكَ، فَجَلَدَ عَلَى الثَّلَاثَةِ، وَعَزَّرَالرَّجُلَ وَالْمَرْأَةَ"۔ اخرجہ ابن حزم فی "المحلی"(۱۱:۲۵۹)۔ ولم یعلہ بشیء۔ وبدیل ثقۃ من الخامسۃ من رجال الخمسۃ(تقریب ۲۱)۔ وابو الوضاح یروی عن علی رضی اللہ عنہ، روی عنہ یونس بن ابی اسحاق ایضا کما فی "الکنی والانساب" للدولابی(۲:۱۴)۔ واسمہ بہدل فاندفع ما فی "اللسان"(۶:۴۶۱): عن ابن المدینی: مجہول، فلیس بمجہول من روی عنہ ثقتان، ولم نرفیہ جرحا ولا تعدیلا من احد، فہو ثقۃ مالم یثبت الجرح مفسراً۔

اگر محصن نہ ہوں تو ان کو کوڑے مارو۔اور اگر چوتھا اسی بات کی گواہی دے جس کی اس نے پہلے گواہی دی ہے تو پھر باقی تین گواہوں کو (حد قذف میں) کوڑے مارو۔اور عورت کا راستہ چھوڑ دو (یعنی اسے کچھ نہ کہو) (کتاب غریب الحدیث للقاسم بن ثابت)۔احکام القرآن میں جصاص کا کلام اس کے قابل حجت ہونے پر دال ہے۔

فائدہ: اس میں چوتھا گواہ وہی معتبر ہوگا جو پہلے تین گواہوں کے ساتھ قاضی کی مجلس میں حاضر ہو کر گواہی دے چکا ہے۔لہٰذا اگر کوئی اور آدمی آ کر گواہی دیدے اور اس طرح چار کی تعداد پوری ہو جائے تو یہ معتبر نہ ہوگی۔اور اس صورت میں پہلے تین گواہوں کو حد قذف لگائی جائے گی۔

۳۵۸۵- ابوالوضاح فرماتے ہیں کہ تین آدمیوں نے ایک مرد اور ایک عورت کے خلاف زنا کی گواہی دی (لیکن) چوتھے گواہ نے کہا کہ میں نے ان دونوں کو ایک کپڑے میں دیکھا ہے۔اگر تو یہ صورت زنا ہے تو پھر تو زنا ہے۔تو اس پر تین گواہوں کو (حد قذف میں) کوڑے مارے گئے اور مرد و عورت پر تعزیر لگائی گئی۔(محلی ابن حزم)۔علامہ ابن حزم نے اس کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

۳۵۸۶- عبدالرزاق نا ابن جریج عن عمرو بن شعیب، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ "قَضَاءُ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اَنْ لَا تُقْبَلَ شَہَادَۃُ ثَلَاثَۃٍ وَلَا اِثْنَیْنِ وَلَا وَاحِدٍ عَلَی الزِّنَا وَیُجْلَدُوْنَ ثَمَانِیْنَ جَلْدَۃً وَلَا تُقْبَلُ لَھُمْ شَہَادَۃٌ اَبَدًا، حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لِلْمُسْلِمِیْنَ بِنْھُمْ تَوْبَۃٌ نَصُوْحٌ وَاِصْلَاحٌ"۔ اخرجه ابن حزم ایضا فی "المحلی" (۱۱:۲۶۰)۔ واعله بالانقطاع، ولکنه متاید باجماع الصحابة، کماسنذکره، والمرسل حجة عندنا اذا کان المرسل ثقة من اھل القرون الفاضلة، کما مر فی المقدمة۔

بَاب مَا وَرَدَ فِیْ دَرْءِ الْحُدُوْدِ بِالشُّبُھَاتِ

۳۵۸۷- عن عائشة رضی اللّٰہ عنھا مرفوعاً: "اِدْرَأُوْاالْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ مَااسْتَطَعْتُمْ، فَاِنْ وَجَدْتُّمْ لِلْمُسْلِمِ مَخْرَجًا فَخَلُّوْا سَبِیْلَہٗ، فَاِنَّ الْاِمَامَ لَاَنْ یُخْطِیءَ فِیْ الْعَفْوِ خَیْرٌ مِنْ اَنْ یُخْطِیءَ فِیْ الْعُقُوْبَۃِ"۔ رواہ ابن ابی شیبة والترمذی، والحاکم فی المستدرک، والبیھقی فی سننه، اوردہ فی "الجامع الصغیر"(۱:۱۲)۔ ورمز لصحته و فی العزیزی (۱:۷۲): قال الشیخ: "حدیث حسن" اھ۔

۳۵۸۶۔ عمرو بن شعیب فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کا یہ فیصلہ ہے کہ زنا کے بارے میں ایک یا دو یا تین کی گواہی قبول نہ کی جائے (اور اگر ایک یا دو یا تین گواہ زنا کی گواہی دیں) تو انہیں اسی کوڑے مارے جائیں۔ اور محدود فی القذف (یعنی جن پر تہمت کی وجہ سے حد لگ چکی ہو) کی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے۔ یہاں تک کہ ان کی پکی توبہ اور خیر خواہی مسلمانوں پر ظاہر ہوجائے۔ (محلی ابن حزم)۔ مصنف فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس کی سند میں انقطاع ہے لیکن یہ حدیث اجماع صحابہ کے ساتھ مؤید ہے۔ اور پھر منقطع ہمارے ہاں حجت ہے جبکہ ارسال کرنے والا ثقہ ہو اور قرون فاضلہ سے ہو۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر زنا پر تین گواہ گواہی دیں تو ان کو حد قذف میں اسی اسی کوڑے مارے جائیں گے۔ اور گواہ بھی اس کیفیت کی گواہی دیں گے کہ ہم نے ان کو ایسی حالت میں دیکھا ہے جیسا کہ سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے۔

باب شبہات کی بناء پر حدود کو ختم کرنا

۳۵۸۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جہاں تک ہوسکے مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو۔ اگر تم مسلمان کے لیے کوئی نکلنے کا راستہ پاؤ تو اسے رہا کردو کیونکہ امام کا معاف کرنے میں غلطی کرنا بہتر ہے اس سے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کرے۔ (ترمذی، باب ماجاء فی درأ الحدود، مصنف ابن ابی شیبہ، مستدرک حاکم و سنن بیہقی)۔ جامع صغیر میں اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور عزیزی میں ہے کہ شیخ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

۳۵۸۸- عن ابن عباس رضی الله عنهما مرفوعا: "اِدْرَأُوا الْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ، وَأَقِيْلُوا الْكِرَامَ عَثَرَاتِهِمْ، اِلَّا فِيْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ"- رواه ابن عدی فی جزء له من حدیث اهل مصر والجزیرة، وروی صدره ابو مسلم الکجی وابن السمعانی فی الذیل عن عمر بن عبد العزیز مرسلا، ومسدد فی مسنده عن ابن مسعودؓ مرفوعا، اورده فی "الجامع الصغیر"(۱-۱۲) و رمز لحسنه، و فی العزیزی (۱:۷۲): قال الشیخ: "حدیث حسن"-

۳۵۸۹- عن علیؓ مرفوعاً: "اِدْرَأُوا الْحُدُوْدَ، وَلَا يَنْبَغِيْ لِلْاِمَامِ تَعْطِيْلُ الْحُدُوْدِ"- رواه الدارقطنی والبیهقی فی سننهما، و اورده فی "الجامع الصغیر"(۱:۱۲)- ورمز لحسنه، و فی العزیزی(۱:۷۲): قال الشیخ: "حدیث حسن" اھ-

۳۵۹۰- عن ابی هریرةؓ مرفوعا: "اِدْفَعُوا الْحُدُوْدَ عَنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَا وَجَدْتُمْ لَهَا مَدْفَعًا"- رواه ابن ماجة- اورده فی "الجامع الصغیر"(۱:۱۲) ورمز لحسنه، و فی العزیزی(۱:۷۲) ورواه عنه الترمذی ایضا، قال الشیخ: "حدیث حسن" اھ-

۳۵۹۱- عن عمرؓ موقوفا علیه: "اِدْرَأُوا الْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ، اِدْفَعُوا الْقَتْلَ عَنِ

۳۵۸۸- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ شبہات کی بنا پر حدود کو دور کردو (یعنی حدود نافذ نہ کرو) اور معزز لوگوں سے ان کی لغزشوں میں درگذر کرو مگر اللہ کی نافذ کردہ حدود میں سے کسی حد میں درگذر نہ کرو۔ (ابن عدی)۔ اور مسدد نے مسند میں ابن مسعودؓ سے اسے موقوفا روایت کیا ہے اور جامع صغیر اور عزیزی میں اسے حسن کہا ہے۔

فائدہ: یعنی حدود میں سے اگر کوئی حد کسی امیر آدمی پر واجب ہو جائے تو پھر اس میں درگذر نہ کرو۔

۳۵۸۹- حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا حدود کو (جہاں تک ممکن ہو سکے) دور کرو اور امام کے لیے یہ جائز نہیں کہ حدود کو بالکل معطل کردے (سنن دار قطنی، سنن بیہقی) جامع صغیر اور عزیزی میں اسے حسن کہا ہے۔

فائدہ: یعنی آج کل کی طرح حدود کو ظالمانہ قانون قرار دے کر نا قابل عمل قرار دینا جائز نہیں۔

۳۵۹۰- ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حدود کو دفع کرو جہاں تک تم دفع کرنے کا راستہ پاؤ (ابن ماجہ، باب الستر علی المومن ودفع الحدود بالشبھات) جامع صغیر میں اسے اشارۃً حسن کہا ہے۔ اور عزیزی میں ہے کہ شیخ نے اسے حسن کہا ہے۔

۳۵۹۱- حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شبہات کی بنا پر حدود کو دور کردو۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکے مسلمانوں سے قتل (کی سزا) کو دور کرو۔ (ابن حزم فی کتاب الایصال) اس کی سند صحیح ہے۔

الْمُسْلِمِيْنَ مَا اِسْتَطَعْتُمْ"۔ رواه ابومحمد بن حزم فی کتاب الایصال باسناد صحیح (التلخیص الحبیر ۲: ۳۵۲)۔

۳۵۹۲- سفیان الثوری عن عاصم عن ابی وائل عن عبدالله بن مسعودؓ، قال: "اِدْرَأُوا الْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ، اِدْفَعُوا الْقَتْلَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ" قال البیهقی: "واصح ما فیه حدیث سفیان عن عاصم"۔ فذکره کذا فی "النیل" (۷: ۱۹)۔ ورواه عبدالرزاق عن سفیان الثوری عن القاسم بن عبدالرحمن قال: قال ابن مسعودؓ: "ادراوا الحدود ما استطعتم" واعله ابن حزم فی "المحلی" (۱۱: ۱۵٤) بالارسال، لان القاسم لم یسمع من جده، ولم یدرکه، ولکن المرسل اذا تاید بطریق اخری موصولة فهو حجة عندالکل، کما مر فی المقدمة۔

۳۵۹۳- ابو حنیفة عن مقسم عن ابن عباس رضی الله عنهما، قال: قال رسول الله ﷺ: "اِدْرَأُوا الْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ"۔ کذا رواه الحارثی من طریق محمد بن بشر عنه (عقود الجواهر المنیفة ۱: ۱۹۳)۔ وقال الحافظ فی "التلخیص" (۲: ۳۵۳)۔ و فی مسند ابی حنیفة

۳۵۹۲۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شبہات کی بنا پر حدود کو دفع کرو اور جہاں تک تم سے ہو سکے مسلمانوں سے قتل کو دفع کرو۔ (بیہقی) بیہقی نے اس باب میں اسے اصح قرار دیا ہے۔ اور مصنف عبدالرزاق میں مروی ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ جہاں تک تم سے ہو سکے حدود کو دور کرو۔ یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن جب مرسل حدیث دوسرے موصول طریق سے مؤید ہو تو تمام کے ہاں حجت ہوتی ہے۔

۳۵۹۳۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ شبہات کی بنا پر حدود کو دور کرو۔ (عقود جواہر منیفہ)۔ حافظ نے تلخیص میں اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ اگر ادنیٰ شبہ بھی پیدا ہو جائے تو حد نافذ نہیں کرنی چاہیے۔ اسی بنا پر احناف کہتے ہیں کہ تعریض اور کنایہ میں الزام لگانے سے حد قذف الزام لگانے والے پر نافذ نہیں کی جائے گی۔ مثلاً بخاری و مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے کہا کہ میری بیوی نے کالا بچہ جنا ہے۔ اسی طرح ابوداؤد اور نسائی میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے کہا کہ میری بیوی کسی چھونے والے کے ہاتھ کو رد نہیں کرتی۔ تو ان دونوں احادیث میں بظاہر دونوں مردوں نے اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائی لیکن کنایہ اور تعریض میں شبہ کی بنا پر حضور ﷺ نے ان الزام لگانے والے شوہروں پر حد قذف نہیں لگائی۔ لہٰذا وہ

للحارثی من طریق مقسم عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما بلفظ الاصل مرفوعاً اھ- وسکت عنه، فهو حسن او صحیح علی اصله۔

بَابُ حَبْسِ الْمُقِرِّ بِالزِّنَا لِلْاِسْتِكْشَافِ

۳۵۹۴- حدثنا وکیع عن اسرائیل عن جابر عن عامر عن عبدالرحمن بن ابزی عن ابی بکر رضی اللہ عنہ قال: "اَتَی مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ النَّبِيَّ ﷺ ، فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا عِنْدَهُ مَرَّةً، فَرَدَّهُ، ثُمَّ جَاءَ فَاعْتَرَفَ عِنْدَهُ الثَّانِيَةَ، فَرَدَّهُ، ثُمَّ جَاءَ فَاعْتَرَفَ عِنْدَهُ الثَّالِثَةَ، فَرَدَّهُ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: اِنْ اِعْتَرَفْتَ الرَّابِعَةَ رَجَمَكَ، قَالَ: فَاعْتَرَفَ الرَّابِعَةَ، فَحَبَسَهُ، ثُمَّ سَاَلَ عَنْهُ فَقَالُوْا: لَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا، فَاَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ"- رواہ احمد واسحاق فی مسند یهما، وابن ابی شیبة فی "مصنفه" (زیلعی ۲:۷۷-۷۸) وفیه ایضا: "هذا اصرح فی الدلالة علی اشتراط الاربع لو لا ان فی اسناده جابر الجعفی" اھ۔

روایت جو موطا مالک (ص ۳۵۱) میں مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعریض کرنے والے پر بھی حد قذف لگائی تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے، دوسرے بعض صحابہؓ کا اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف مذکور ہے۔ لہٰذا ہم ان لوگوں کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں جو تعریض میں حد لاگو نہیں کرتے۔ ان میں حضرت علیؓ بھی ہیں۔ (موطا محمد)۔

فائدہ: اگر مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو قصاص میں احناف کے نزدیک مسلمان کو قتل کیا جائے گا کیونکہ حدیث میں ہے کہ جب کفار جزیہ دیدیں تو اس کا خون ہمارے خون کی طرح محترم ہے اور ان کا مال ہمارے مال کی طرح محترم ہے البتہ **لا یقتل المسلم بکافر** میں کافر سے مراد حربی ہے کیونکہ اگر کافر کو عام رکھیں اور حربی اور ذمی ہر قسم کے کافر کے مقابلے میں مسلمان کو قتل نہ کیا جائے تو پھر **فلدمائهم کدمائهم الخ** والی حدیث بے کار ہو جائے گی۔ البتہ ذمی کو مسلمان ملک میں اعلیٰ عہدہ نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی بڑی جائیداد بنانے کی اجازت دی جائے گی۔

باب تفتیش کے لیے زنا کا اقرار کرنے والے کو قید کرنا

۳۵۹۴۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماعز بن مالک (اسلمی رضی اللہ عنہ) حضور ﷺ کے پاس آئے۔ انہوں نے ایک مرتبہ زنا کا اعتراف کیا تو آپ ﷺ نے اسے رد کر دیا۔ پھر آ کر دوسری مرتبہ آپ کے پاس اعتراف کیا۔ لیکن آپ ﷺ نے اسے رد کر دیا۔ پھر وہ آئے اور آپ ﷺ کے پاس تیسری مرتبہ اعتراف کیا تو آپ ﷺ نے اسے رد کر دیا۔ پھر میں نے ماعز سے کہا کہ اگر تو نے چوتھی مرتبہ اعتراف کیا تو حضور ﷺ تجھے سنگسار کریں گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نے چوتھی مرتبہ اعتراف کیا تو حضور ﷺ نے

قلت : هو مختلف فيه، كما عرفت غير مرة-

۳۵۹۵- عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَبَسَ رَجُلًا فِيْ تُهْمَةٍ ثُمَّ خَلّٰى عَنْهُ"- رواه الترمذی و حسنه(۱۷:۱)-

بَاب اَنَّ الْاِقْرَارَ اَنْ يُقِرَّ الْمُقِرُّ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالزِّنَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فِيْ اَرْبَعَةِ مَجَالِسَ

۳۵۹۶- عن بريدة ﷺ: ان ماعز بن مالك الاسلمي أَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَزَنَيْتُ، وَاِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ تُطَهِّرَنِيْ، فَرَدَّهٗ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَاهُ،فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ قَدْ زَنَيْتُ، فَرَدَّهُ الثَّانِيَةَ، فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى قَوْمِهٖ، فَقَالَ: اَتَعْلَمُوْنَ بِعَقْلِهٖ بَاْسًا تُنْكِرُوْنَ مِنْهُ شَيْئًا؟ فَقَالُوْا: مَا نَعْلَمُهٗ اِلَّا وَ فِيَّ الْعَقْلِ، مِنْ صَالِحِيْنَا فِيْمَا نُرٰى ، فَاَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهِمْ، فَسَاَلَ عَنْهُ، فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّهٗ لَا بَاْسَ بِهٖ، وَلَا بِعَقْلِهٖ، فَلَمَّا كَانَ الرَّابِعَةَ حَفَرَ لَهٗ حُفْرَةً، ثُمَّ اَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ- الحديث رواه مسلم(۶۸:۲)-

سے روک لیا۔ پھر حضور ﷺ اس کے بارے میں پوچھنے لگے۔تو صحابہ ﷺ نے عرض کیا کہ ہم اس کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم فرمایا اور اسے رجم کیا گیا۔ (مسند احمد، مسند اسحاق، مصنف ابن ابی شیبہ)۔ مصنف میں ہے کہ یہ حدیث چار مرتبہ کے اقرار کے شرط ہونے پر صراحۃً دلالت کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جابر جعفی مختلف فیہ اور حسن الحدیث ہے۔

۳۵۹۵۔ بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تہمت کی وجہ سے ایک آدمی کو قید فرمایا (پھر تحقیق کے بعد) اسے چھوڑ دیا (ترمذی، باب ما جاء في الحبس في التهمة)۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے (میں کہتا ہوں کہ حاکم نے حدیث صحیح کی دس اقسام بیان کی ہیں ان میں سے پانچویں قسم میں بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کو شمار کیا ہے)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زنا کا اقرار کرنے والے کو تفتیش کے لیے قید کرنا اور روکنا جائز ہے۔

باب زنا کا اقرار وہی معتبر ہے کہ آدمی اپنے اوپر چار مرتبہ چار مجلسوں میں زنا کا اقرار کرے

۳۵۹۶۔ بریدہ ﷺ سے مروی ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی ﷺ حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یارسول اللہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے کیونکہ میں زنا کر بیٹھا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ مجھے پاک کریں۔ آپ ﷺ نے اسے لوٹا دیا۔ اگلے دن وہ پھر آپ ﷺ کے پاس آئے۔ اور عرض کیا یارسول اللہ میں نے زنا کیا ہے، آپ ﷺ نے اسے دوسری مرتبہ بھی لوٹا دیا۔ پھر حضور ﷺ نے اس کی قوم کے پاس کسی کو بھیجا، اور معلوم کرایا کیا تم اس کی عقل میں کوئی فتور جانتے ہو یا اس میں کوئی اوپری بات دیکھتے ہو۔ انہوں نے کہا جہاں تک ہم سمجھتے ہیں وہ کامل عقل والے اور ہمارے صالح لوگوں میں سے ہیں۔ پھر ماعز آپ کے پاس تیسری مرتبہ آئے تو آپ ﷺ

۳۵۹۷- عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ، قال: "جَاءَ مَاعِزُبْنُ مَالِكٍ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ اِنَّهُ قَدْ زَنٰى، فَقَالَ لَهُ: وَيْلَكَ، وَمَا يُدْرِيْكَ مَاالزِّنَا، فَاَمَرَ بِهٖ فَطُرِدَ، وَاُخْرِجَ، ثُمَّ اَتَاهُ الثَّانِيَةَ، فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ فَاَمَرَ بِهٖ فَطُرِدَ، وَاُخْرِجَ، ثُمَّ اَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ۔ فَاَمَرَ بِهٖ فَطُرِدَ، وَاُخْرِجَ، ثُمَّ الرَّابِعَةَ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ، قَالَ: اَدْخَلْتَ وَاَخْرَجْتَ، قَالَ: نَعَمْ! فَاَمَرَ بِهٖ اَنْ يُرْجَمَ"۔ مختصرا رواه ابن حبان فی صحيحه (زيلعی ۲:۷۸)۔

۳۵۹۸- عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال: "جَاءَ مَاعِزُ الْاَسْلَمِيُّ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: اِنَّهُ قَدْ زَنٰى، فَاَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ جَاءَ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ، فَقَالَ: اِنَّهُ قَدْزَنٰى، فَاَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ جَاءَ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّهُ قَدْزَنٰى، فَاَمَرَ بِهٖ فِيْ الرَّابِعَةِ، فَاُخْرِجَ اِلَى الْحَرَّةِ فَرُجِمَ بِالْحِجَارَةِ فَلَمَّا وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَرَّيَشْتَدُّ، حَتّٰى مَرَّ بِرَجُلٍ مَعَهُ لَحْيُ جَمَلٍ فَضَرَبَهُ بِهٖ، وَضَرَبَهُ النَّاسُ

نے لوگوں کی طرف پھر کسی کو بھیجا اور اس کے بارے میں یہی دریافت کرایا، انہوں نے آپ کو بتایا کہ نہ اس میں کوئی بیماری ہے اور نہ اس کی عقل میں فتور ہے پھر جب وہ چوتھی بار آئے (اور زنا کا اقرار کیا) تو آپ ﷺ نے ایک گڑھا اس کے لیے کھدوایا پھر اسے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا پس اسے سنگسار کیا گیا۔ (مسلم، باب حد الزنا)

۳۵۹۷۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماعز بن مالک حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ وہ زنا کر بیٹھا ہے تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا تو ہلاک ہو، تجھے کیا معلوم زنا کیا ہوتا ہے۔ پس آپ ﷺ نے اس کے بارے میں حکم فرمایا پس اسے دھتکار کر نکال دیا گیا۔ پھر وہ آپ ﷺ کے پاس دوسری مرتبہ آئے اور اسی طرح زنا کا کہا۔ آپ ﷺ نے پھر اسے نکال دینے کا حکم فرمایا۔ پس اسے دھتکار کر نکال دیا گیا۔ پھر وہ آپ ﷺ کے پاس تیسری مرتبہ آئے اور وہی زنا والی بات کہی۔ تو آپ ﷺ نے اسکے بارے میں حکم فرمایا تو اسے دھتکار کر نکال دیا گیا۔ پھر چوتھی مرتبہ بھی اس نے ایسے ہی کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اپنے آلہ تناسل کو داخل کیا اور نکالا۔ اس نے کہا ہاں اس پر آپ ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم فرمایا (صحیح ابن حبان)

۳۵۹۸۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ حضور ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ دوسری جانب سے آئے اور کہا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے پھر منہ پھیر لیا۔ پھر اس طرف آئے اور عرض کیا یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے چوتھی مرتبہ اقرار پر ان کے بارے میں حکم فرمایا تو ان کو حرہ مقام کی طرف لے جایا گیا۔ اور پتھروں سے سنگسار کیا گیا پھر جب انہوں نے پتھروں کی اذیت محسوس کی تو بھاگ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ وہ ایک آدمی کے قریب سے گزرے جس کے ہاتھ میں اونٹ کی داڑھ کی ہڈی تھی۔ اس نے انہیں ہڈی دے ماری اور لوگوں نے بھی انہیں

حَتّٰى مَاتَ، فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ فَرَّحِيْنَ وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ وَمَسَّ الْمَوْتِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ"۔ رواہ الترمذی و قال: حسن(۱:۱۷۱)۔ و فی "نیل الاوطار"(۷:۱۷)۔ "رجال اسنادہ ثقات"۔

۳۵۹۹- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، قال: "جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا مَرَّتَيْنِ، فَطَرَدَهٗ، ثُمَّ جَاءَ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ: شَهِدْتَ عَلٰى نَفْسِكَ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ، اِذْهَبُوْا بِهٖ، فَارْجُمُوْهُ" رواہ ابو داود(۲:۲۵۹)۔ وسکت عنہ، و فی "النیل"(۷:۱۱): "رجالہ رجال الصحیح"۔

۳۶۰۰- عن بریدۃ رضی اللہ عنہ، قال: "كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ لَوْ جَلَسَ فِيْ رَحْلِهٖ بَعْدَ اِعْتِرَافِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَمْ يَرْجُمْهُ، وَاِنَّمَا رَجَمَهٗ عِنْدَ الرَّابِعَةِ"۔ رواہ احمد(نیل الاوطار۷:۱۰)۔ وعزاہ الزیلعی(۲:۷۶) الی مسلم وابی داود والنسائی۔

یہاں تک کہ وہ مرگئے پھر جب لوگوں نے یہ قصہ حضور ﷺ سے بیان کیا کہ پتھر کی اذیت اور موت کا مزہ چکھتے ہی وہ بھاگ کھڑے ہوئے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے انہیں چھوڑ کیوں نہیں دیا(ترمذی، باب ما جاء فی درء الحد عن المعترف) نیل الاوطار میں ہے کہ اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۵۹۹۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماعز رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور دو مرتبہ زنا کا اعتراف کیا تو آپ ﷺ نے اسے دھتکار دیا۔ پھر انہوں نے آ کر دو مرتبہ (مزید) زنا کا اعتراف کیا تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دی۔ (پھر لوگوں سے کہا کہ اے لوگو!) اسے لے جاؤ اور اسے رجم کرو۔ (ابوداؤد، باب فی الرجم)۔ امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے) اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۳۶۰۰۔ بریدۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ آپس میں یہ بات کرتے تھے کہ اگر ماعز رضی اللہ عنہ تین مرتبہ اعتراف کرنے کے بعد اپنے گھر میں (خاموش) بیٹھ جاتے تو حضور ﷺ انہیں سنگسار نہ فرماتے۔ حضور ﷺ نے تو چوتھی مرتبہ زنا کا اعتراف کرنے پر انہیں سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ (مسند احمد)۔ زیلعی نے اسے مسلم، ابوداؤد اور نسائی کی طرف منسوب کیا ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اثبات حد کے لیے چار مجلسوں میں چار مرتبہ اقرار کرنا ضروری ہے۔ صرف ایک مرتبہ کے اقرار سے حد واجب نہیں ہوتی۔ ان احادیث میں ان لوگوں پر رد ہے جو کہ ایک مرتبہ کے اقرار کو بھی کافی سمجھتے ہیں۔ اور احادیث میں چار مرتبہ کے اقرار کو اس بات پر محمول کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس کے عقلی فتور کو معلوم کرنے کے لیے کیا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقلی فتور سے تسلی تو دوسری مرتبہ کے اقرار کے بعد ہوگئی تھی نیز حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کے پاس جتنے زانی آئے انہوں نے بھی ان سے چار

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ تَلْقِيْنِ الْإِمَامِ لِمَنْ يَعْتَرِفُ بِحَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللهِ

۳۶۰۱- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، قال: "لَمَّا أَتٰى مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ النَّبِيَّ ﷺ- قَالَ لَهٗ: لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ، أَوْ غَمَزْتَ، أَوْ نَظَرْتَ؟ قَالَ: لَا يَارَسُوْلَ اللهِ:قَالَ أَنِكْتَهَا لَا يَكْنِيْ؟قَالَ: نعم، فَعِنْدَ ذٰلِكَ أَمَرَ بِرَجْمِهٖ"- رواه البخاری(۲:۱۰۰۸)-

۳۶۰۲- عن ابن جریج قال: سمعت عطاء یقول: "كَانَ مَنْ مَضٰى يُؤْتٰى إِلَيْهِ بِالسَّارِقِ، فَيَقُوْلُ: أَسَرَقْتَ؟ قُلْ: لَا! وَسَمّٰى أَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ"- رواہ عبدالرزاق فی "مصنفہ"- (التلخیص الحبیر۲:۳۵۷)- قلت: رجالہ رجال الجماعۃ الا ان عطاء لم یلق ابابکر ولا عمر- فھو منقطع-

---

مرتبہ اقرار کروایا تو کیا یہ سب متہم فی العقل تھے؟ باقی جماعت محدثین کی وہ حدیث جس میں یہ الفاظ ہیں کہ "اے انیس: تو اس عورت کے پاس جا، اگر وہ اعتراف کرے تو اسے رجم کر" میں اعتراف سے اعترافِ معہود یعنی چار مرتبہ کا اعتراف مراد ہے۔ اور غامدیہ والی حدیث کے راوی نے اختصار سے کام لیا ہے۔ اور اعترافِ معہود کے ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ چار مرتبہ اعتراف نہیں کیا کیونکہ بعض روایت میں اس کی تصریح ہے کہ عورت نے چار مرتبہ اعتراف کیا تھا۔ نیز ابوبکرؓ کی حدیث میں مذکور یہ الفاظ کہ اگر تو نے چوتھی مرتبہ اعتراف کیا تو تجھے رجم کیا جائے گا اس بات پر واضح دلیل ہے کہ اثباتِ حد کے لیے چار مرتبہ اعتراف کرنا ضروری ہے۔ نیز حضور ﷺ کا حدیث عمر میں یہ فرمانا کہ تحقیق تو نے چار مرتبہ یہ بات کہی ہے بھی اس بات کی مؤید ہے کہ چار مرتبہ اعتراف ضروری ہے۔

باب کسی حد کے اعتراف کرنے والے کو امام کا تلقین کرنا

۳۶۰۱۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ماعز بن مالکؓ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے (اور زنا کا اعتراف کیا) تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ شاید تو نے صرف بوسہ لیا ہو یا اشارہ کیا ہو (ہاتھ سے یا آنکھ سے) یا صرف اسے دیکھا ہو۔ ماعزؓ نے کہ نہیں یارسول اللہ! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو نے اس سے جماع کیا ہے (یعنی ہم بستری کی ہے) اس مرتبہ آپ ﷺ نے کنایہ سے کام نہیں لیا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ تب حضور ﷺ نے ان کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا (بخاری، باب ھل یقول الامام للمقر لعلک لمست اوغمزت)

۳۶۰۲۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گذشتہ قاضیوں اور حاکموں کے پاس چور لایا جاتا تو وہ (چور سے) کہتے کیا تو نے چوری کی ہے؟ (پھر ساتھ یہ بھی کہتے کہ) تو کہہ نہیں کی۔ (راوی کہتے ہیں کہ) عطاء نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کا نام لیا (یعنی وہ بھی اس طرح تلقین کرتے تھے) (مصنف عبدالرزاق)۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے راوی جماعت کے راوی ہیں البتہ اس میں انقطاع ہے۔ اور انقطاع مضر نہیں۔

۳۶۰۳- عن معمر عن ابن طاوس عن عکرمة بن خالد، قال: "أُتِيَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ بِرَجُلٍ، فَسَأَلَهُ أَسَرَقْتَ؟ قُلْ: لَا! فَقَالَ: لَا فَتَرَكَهُ"- رواه عبدالرزاق فی مصنفه (التلخیص الحبیر ۲:۳۵۷) ورجاله رجال الصحیحین، ولکن عکرمة لم یسمع عن عمر-

۳۶۰۴- عن حماد عن ابراهیم، قال: "أُتِيَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيُّ (الصحابی) بِاِمْرَأَةٍ سَرَقَتْ جَمَلًا، فَقَالَ: أَسَرَقْتِ؟ قُوْلِيْ لَا"! رواه سفیان(الثوری) فی جامعه (التلخیص الحبیر السابق)- قلت: اسناده محتج به مع ان ابراهیم لم یلق ابا مسعود﷜، لان الانقطاع غیر مضر عندنا، علی ان مراسیل ابراهیم صحیحة کما مر فی کتاب الحج-

۳۶۰۵- اخبرنا ابو حنیفة قال: حدثنا ابراهیم بن محمد بن المنتشر عن ابیه عن یزید بن ابی کبشة، قال: "أُتِيَ أَبُوْالدَّرْدَاءِ بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ قَدْ سَرَقَتْ وَهُوَ عَلٰى دِمِشْقَ، فَقَالَ: يَا سَلَامَةُ أَسَرَقْتِ؟ قُوْلِيْ: لَا! فَقَالَتْ:لَا فَقَالُوْا: أَتُلَقِّنُهَا يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ! فَقَالَ: اَتَيْتُمُوْنِيْ بِاِمْرَأَةٍ لَا تَدْرِيْ مَا يُرَادُ بِهَا لِتَعْتَرِفَ فَأَقْطَعُهَا"-رواه الامام محمد فی "کتاب الآثار"(۹۳)- قلت: اسناده محتج به، و کلهم ثقات-

---

۳۶۰۳- عکرمہ بن خالد کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب﷜ کے پاس ایک آدمی لایا گیا تو آپؓ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے چوری کی ہے؟ (پھر ساتھ اسے یہ بھی کہا کہ) تو کہہ نہیں کی۔ اس نے کہا کہ نہیں کی تو آپؓ نے اسے چھوڑ دیا (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کے راوی بھی صحیح کے راوی ہیں البتہ عکرمہ نے حضرت عمرؓ سے سماع نہیں کیا ہے۔

۳۶۰۴- ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ ابومسعود انصاریؓ کے پاس ایک ایسی عورت کو لایا گیا جس نے اونٹ چرایا تھا۔ ابومسعودؓ نے (اس عورت سے) کہا کہ کیا تو نے چوری کی؟ (پھر ساتھ یہ بھی تلقین کی کہ) تو کہہ نہیں کی (جامع سفیان)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند حجت پکڑنے کے قابل ہے کیونکہ انقطاع خیر القرون کا ہمارے ہاں مضر نہیں۔ نیز مراسیل ابراہیم صحیح ہیں۔

۳۶۰۵- یزید بن ابی کبشہ فرماتے ہیں کہ ابوالدرداءؓ کے پاس ایک کالی باندی کو لایا گیا جس نے چوری کی تھی اور ابوالدرداء دمشق کے حاکم تھے۔ ابوالدرداءؓ نے (باندی سے) کہا کہ اے سلامہ! کیا تو نے چوری کی ہے؟ (ساتھ میں اسے تلقین بھی کی کہ) تو کہہ نہیں کی۔ اس نے کہا کہ نہیں کی۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ اے ابوالدرداءؓ! آپؓ تو اسے تلقین کر رہے ہیں کہ تو کہہ نہیں کی۔ ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ تم میرے پاس ایک ایسی باندی کو لائے ہو جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ اسے کس مقصد کے تحت لایا گیا ہے تاکہ وہ (چوری کا) اعتراف کرے اور میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں۔ (کتاب الآثار امام محمد)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۳۶۰۶- روی ابن ابی شیبة من طریق ابی المتوکل: "أَنَّ أَبَاهُرَيْرَةَ أُتِيَ بِسَارِقٍ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ أَمِيْرٌ، فَقَالَ: أَسَرَقْتَ؟ قُلْ: لَا! مَرَّتَيْنِ أَوْثَلَاثًا"۔(التلخیص الحبیر۲:۳۵۷)۔

بَابُ اِشْتِرَاطِ الْاِحْصَانِ فِي الرَّجْمِ

۳۶۰۷- عن ابی هریرة ؓ، قال: "أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَجُلٌ مِنَ النَّاسِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، إِلٰى أَنْ قَالَ: فَلَمَّا شَهِدَ عَلٰى نَفْسِهٖ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: أَبِكَ جُنُوْنٌ؟ قَالَ: لَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ: أَحْصَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اِذْهَبُوْا بِهٖ فَارْجُمُوْهُ"۔(رواہ البخاری ۲:۱۰۰۸)۔

۳۶۰۸- عن عائشة رضی اللہ عنہا، قالت: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، إِلَّا فِيْ إِحْدٰى ثَلَاثٍ: رَجُلٌ زَنٰى بَعْدَ إِحْصَانٍ، فَإِنَّهٗ يُرْجَمُ"۔ الحدیث۔ اخرجه ابوداود و سکت عنه(۲:۲۵۰)۔

۳۶۰۶ ابو ہریرہؓ کے پاس ایک چور کو لایا گیا اور اس وقت ابو ہریرہؓ امیر تھے۔ آپؓ نے (اس چور سے) فرمایا کہ کیا تو نے چوری کی ہے اور دو یا تین مرتبہ (اسے یہ تلقین بھی کی کہ) تو کہہ نہیں کی۔ (تلخیص الحبیر)

فائدہ: ان تمام احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ حد کے اعتراف کرنے والے کو چار مرتبہ اعتراف کرنے کے بعد تلقین کرنا مستحب ہے۔

باب رجم کے لیے زانی کا محصن ہونا شرط ہے

۳۶۰۷۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا جبکہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے جب اس نے اپنے متعلق زنا کے بارے میں چار مرتبہ گواہی دے لی تو حضور ﷺ نے اسے بلا کر پوچھا کہ کیا تم پاگل ہو؟ اس نے جواب دیا یا رسول اللہ! نہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا تو محصن ہے۔ اس نے کہا ہاں، یا رسول اللہ! تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور سنگسار کرو۔ (بخاری، باب سوال الامام المقر هل احصنت)

۳۶۰۸۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی ایسے مسلمان کا خون حلال نہیں جو کہ اللہ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہو، مگر تین باتوں میں سے کسی ایک بات کی وجہ سے (حلال ہو جاتا ہے)۔ ایک وہ آدمی جو محصن ہونے کے بعد زنا کرے تو اسے سنگسار کیا جائے گا الحدیث۔ (ابوداؤد، باب الحکم فیمن ارتد، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ)۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث سے سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔

بَابُ اِشۡتِرَاطِ الۡاِسۡلَامِ لِلۡاِحۡصَانِ وَاَنَّ النِّكَاحَ بِالۡكِتَابِيَةِ لَا يُحۡصِنُ الۡمُسۡلِمَ

٣٦٠٩- عن عفيف بن سالم نا سفيان الثورى عن موسى بن عقبة عن نافع عن ابن عمرؓ، قال: قال رسول الله ﷺ: "لَا يُحۡصِنُ الشِّرۡكُ بِاللّٰهِ شَيۡئًا"- اخرجه الدارقطنى (٢:٣٥٠)- و قال: "وهم عفيف في رفعه، والصواب موقوف"- ورده ابن القطان، ولكنه اظهر فى السند علة اخرى، سنذكرها فى الحاشية مع الخلاص عنها، وبالجملة فالحديث حسن مرفوعاً-

٣٦١٠- اخبرنا عبدالعزيز بن محمد ثنا عبيدالله عن نافع عن ابن عمرؓ عن النبى ﷺ، قال: "مَنۡ اَشۡرَكَ بِاللّٰهِ فَلَيۡسَ بِمُحۡصِنٍ"- قال اسحاق: "رفعه مرة فقال: عن رسول الله ﷺ، ووقفه مرة" اھ- (زيلعى ٢:٤٨)- وقال: رواه اسحاق بن راهويه فى مسنده، و سنده صحيح"-

٣٦١١- عن ابى بكر بن عبدالله ابن ابى مريم عن على بن ابى طلحة عن كعب بن

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سنگسار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ زانی محصن ہو جیسا کہ بخاری اور مسلم میں حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ سنگسار صرف اسی شخص کو کیا جائے گا جو محصن ہوتے ہوئے زنا کرے۔ **فائدہ:** احصان کے لیے آٹھ شرطیں ہیں: (۱) مسلمان ہو، (۲) وہ قُبل میں پہلے سے وطی کر چکا ہو، (۳) یہ وطی نکاح کی حالت میں کی ہو، (۴) اور نکاح بھی صحیح ہو، (۵) آزاد ہو، (۶) عاقل ہو (۷) بالغ ہو۔ یہ تمام شرطیں حالت وطی میں دونوں (میاں بیوی) میں مکمل طور پر پائی جاتی ہوں۔ یعنی اگر شوہر میں تو مکمل طور پر یہ شرطیں پائی جاتی ہیں لیکن اس کی بیوی میں کوئی ایک شرط نہ ہو تو خاوند بھی محصن نہ ہوگا۔ اور اس صورت میں زنا کرنے سے اس پر رجم نہ ہوگا۔

تنبیہ: اس بات پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے کہ محصن اگر زنا کرے تو اسے رجم کیا جائے۔ نیز حضور ﷺ کی طرف سے محصن کو رجم کرنے کی احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اس کے باوجود خوارج کی طرف سے رجم کا انکار کرنا جہل مرکب ہے اور تعنت پر مبنی ہے۔

باب محصن ہونے کے لیے اسلام شرط ہے اور کتابیہ عورت سے نکاح کرنے سے مسلمان خاوند محصن نہیں ہوتا

۳۶۰۹۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا انسان کو محصن نہیں بناتا۔ (دار قطنی)۔ یہ حدیث حسن مرفوع ہے۔

۳۶۱۰۔ ابن عمر ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے وہ محصن نہیں ہے۔ (نصب الرایہ)۔ راوی بعض اوقات اسے مرفوع بیان کرتے اور بعض دفعہ موقوف (زیلعی) زیلعی میں ہے کہ اسحاق فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

۳۶۱۱۔ کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک یہودی یا نصرانی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اور اس بارے میں حضور ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے مجھے اس سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہودی یا نصرانی عورت تجھے محصن نہیں بنائے

سالك ﷺ: "اَنَّهُ اَرَادَ اَنْ يَتَزَوَّجَ يَهُوْدِيَّةً اَوْ نَصْرَانِيَّةً، فَسَاَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ، فَنَهَاهُ عَنْهَا، وَقَالَ: اِنَّهَا لَا تُحْصِنُكَ"۔ اخرجه الدارقطنی(۲:۰ ۳۵)۔ وقال: "ابوبکر ابن ابی مریم ضعیف" اھ۔

قلت : ولکن قال ابن عدی: "ھو ممن یحتج باحادیثه، فانھا صالحة"، کما فی "التعلیق المغنی"، فالحدیث حسن صالح، لا سیما و قد تابعه عتبة بن تمیم عند محمد بن الحسن الامام فی الحجج له(۳۷۳)۔ قال: اخبرنا اسماعیل بن عیاش الحمصی حدثنی عتبة بن تمیم التنوجی عن علی بن ابی طلحة: "اَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَرَادَ اَنْ يَتَزَوَّجَ يَهُوْدِيَّةً، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : دَعْهَا عَنْكَ فَاِنَّهَا لَا تُحْصِنُكَ"۔ وھذا سند صحیح، فان اسماعیل بن عیاش حجة فی الروایة عن اھل الشام، و عتبة بن تمیم شامی، روی عنه بقیة ایضا، وذکره ابن حبان فی "الثقات"، کما فی "تعجیل المنفعة"(۲۷۹)۔

۳۶۱۲- حدثنا الثوری اخبرنی سماك بن حرب عن قابوس بن المخارق عن ابیه، قال: "كَتَبَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ يَسْاَلُهُ عَنْ مُسْلِمَيْنِ تَزَنْدَقَا، وَعَنْ مُسْلِمٍ زَنٰى بِنَصْرَانِيَّةٍ، وَعَنْ مُكَاتَبٍ مَاتَ وَتَرَكَ بَقِيَّةً مِنْ كِتَابَتِهٖ، وَتَرَكَ وُلْدًا اَحْرَارًا۔ فَكَتَبَ اِلَيْهِ عَلِيٌّ ﷺ :اَمَّا اللَّذَانِ تَزَنْدَقَا فَاِنْ تَابَا وَاِلَّا فَاضْرِبْ اَعْنَاقَهُمَا، وَاَمَّا الْمُسْلِمُ الَّذِيْ زَنٰى بِالنَّصْرَانِيَّةِ

گی۔(دارقطنی) یہ حدیث حسن صالح ہے۔اور کتاب الحجج میں بھی اس کی مؤید روایت موجود ہے کہ کعب بن مالکؓ نے یہودی عورت سے نکاح کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس کا ارادہ چھوڑ دے کیونکہ یہ تجھے محصن نہیں بنائے گی۔اس کی سند صحیح ہے۔

۳۶۱۲۔ مخارق فرماتے ہیں کہ محمد بن بکر نے حضرت علی ﷺ کو خط لکھا اور اس میں دو مسلمانوں کے بے دین اور مرتد ہونے، مسلمان مرد کا نصرانی عورت سے زنا کرنے اور ایسے مکاتب کے بارے میں پوچھا جو بدلِ کتابت سے کچھ رقم دیے بغیر اور اپنی آزاد اولاد چھوڑ کر مر گیا ہو تو حضرت علی ﷺ نے ان کی طرف جواب میں لکھا کہ جن دو مسلمانوں نے بے دینی اختیار کی ہے اگر تو وہ توبہ کر لیں تو ٹھیک ورنہ ان کی گردن اڑا دو۔اور جس مسلمان نے نصرانی عورت سے زنا کیا ہے تو اس مسلمان پر حد قائم کرو اور اس نصرانی عورت کو اس کے مذہب والوں کے حوالے کرو (تا کہ ان کے قانون کے مطابق اس سے سلوک ہو) اور مکاتب کے آقاؤں کو بقیہ بدلِ کتابت ادا کرو اور بچے جو اس کا مال بچ جائے وہ اس کی آزاد اولاد کو دے دو۔(محلی ابن حزم)۔یہ حدیث شرطِ مسلم پر صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا قتل ہے اور نصرانی (غیر مسلم) زانی کی سزا رجم نہیں ہے۔ان تمام احادیث

فَاَقِمْ عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَارْفَعِ النَّصْرَانِيَّةَ إِلَى اَهْلِ دِيْنِهَا وَاَمَّا الْمُكَاتَبُ فَاَعْطِ مَوَالِيَهِ بَقِيَّةَ كِتَابَتِهِ، وَاَعْطِ وَلَدَهُ الْاَحْرَارَ مَا بَقِيَ مِنْ مَالِهِ"- اخرجه ابن حزم فی "المحلی"(١١:١٥٨)- من طريق عبدالرزاق عنه، وقال: "سماك بن حرب ضعيف، يقبل التلقين، وقابوس بن المخارق مجهول" اھ-

قلت: سماك من رجال مسلم والاربعة، و علق له البخاری، و من سمع منه قديما مثل شعبة و سفيان، فحديثهم صحيح مستقيم، كما فی تهذيب التهذيب عن يعقوب (٤:٢٤٠)- وقابوس بن المخارق ذكره ابن حبان فی "الثقات"، وقال النسائی: "لا باس به"- وهو من رجال مسلم و ابی داود والنسائی، واخرج له ابن خزيمة فی "صحيحه"، كذا فی "التهذيب"(٧:٣٠٦)، فالحديث صحيح علی شرط مسلم-

٣٦١٣- عن عمرو بن دينار حدثه بجالة (بن عبدة و يقال فيه عبد) قال: "كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْاَحْنَفِ، فَاَتَانَا كِتَابُ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ: فَرِّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِيْ مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوْسِ، وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ حَتّٰى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَهَا مِنْ مَجُوْسِ هَجَرَ"- رواه البخاری(فتح الباری)-

---

سے معلوم ہوا کہ اسلام، احصان کے لیے شرط ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے قول لا يحل دم امرء مسلم الا فی احدی ثلث، رجل زنی بعد احصان سے حضور ﷺ کی مراد سے زیادہ واقف ہیں۔اسی لیے حضرت عمرؓ وعلیؓ نے فرمایا لا بد فی احصان الرجم من الاسلام نیز ابن مسعودؓ کا قول کہ اسلامها احصانها (طبرانی) اس بات کی دلیل ہے کہ احصان کا ایک معنی اسلام ہے۔نیز مفسرین نے فاذا احصن (فتح الالف) کی تفسیر فاذا اسلمن سے کی ہے اور طبری نے اس معنی کو کئی تابعیوں کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔تو جب احصان کا ایک معنی اسلام ہے تو احناف کی طرف سے احصان میں اسلام کو شرط قرار دینا بالکل درست ہے۔باقی رہا حضور ﷺ کا دو یہودیوں کو رجم کرنا تو یہ تورات کے حکم کے سبب تھا (یعنی تورات میں بھی زنا کی حد سنگسار کرنا تھا) اور اسلام کے حکم کے سبب نہ تھا۔یا یہ تعزیراً تھا بہر حال احناف کی توجیہ پر دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو جاتا ہے جبکہ مخالفین کی توجیہ پر احادیث باب مہمل رہ جاتی ہیں اور حدیث کو عمل میں لانا بہتر ہے مہمل چھوڑنے سے۔

٣٦١٣۔ بجالہ فرماتے ہیں کہ میں احنف بن قیسؓ کے چچا جزء بن معاویہ کا منشی تھا۔حضرت عمرؓ کا خط ان کی وفات سے ایک سال پہلے ہمارے پاس آیا کہ مجوسیوں کے ذی رحم میں جدائی کردو۔حضرت عمرؓ مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیا کرتے تھے لیکن جب حضرت عبدالرحمٰن بن

فَصْلٌ فِيْ كَيْفِيَةِ الْحَدِّ وَاِقَامَتِهِ

بَاب مَنْ يَبْتَدِئُ بِالرَّجْمِ

٣٦١٤- عن يحيى بن سعيد عن مجالد عن الشعبي، قال: "كَانَ لِشُرَاحَةَ زَوْجٌ غَائِبٌ بِالشَّامِ، وَهُوَ أَنَّهَا حَمَلَتْ، فَجَاءَ بِهَا مَوْلَاهَا اِلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ، فَقَالَ: اِنَّ هٰذِهٖ زَنَتْ، فَاعْتَرَفَتْ، فَجَلَدَهَا يَوْمَ الْخَمِيْسِ، وَرَجَمَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَحُفِرَ لَهَا اِلَى السُّرَّةِ وَاَنَا شَاهِدٌ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ الرَّجْمَ سُنَّةٌ سَنَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَلَوْ كَانَ شَهِدَ عَلٰى هٰذِهٖ اَحَدٌ لَكَانَ اَوَّلَ مَنْ يَرْمِي الشَّاهِدُ، يَشْهَدُ ثُمَّ يُتْبِعُ شَهَادَتَهٗ حَجَرَهٗ، وَلٰكِنَّهَا اَقَرَّتْ، فَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَرْمِيْهَا، فَرَمَاهَا بِحَجَرٍ، ثُمَّ رَمَى النَّاسُ وَاَنَا فِيْهِمْ، قَالَ: كُنْتُ وَاللّٰهِ فِيْمَنْ قَتَلَهَا"- رواه احمد في "مسنده" (زيلعي ٢: ٨٠)- قلت: رجاله رجال الجماعة الا مجالدا، فان البخاري لم يرو عنه وقد روى عنه الباقون، وهو متكلم فيه، ولكن قال البخاري: صدوق، فاسناده حسن-

عوفؓ نے گواہی دی کہ حضور ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا (تو آپؓ بھی لینے لگے) (بخاری، باب الجزیۃ والموادعۃ مع اهل الحرب)

فائدہ: یعنی مجوسی ذی رحم محرم آپس میں شادی کرلیا کرتے تھے۔ مثلاً پھوپھی بھتیجے سے یا خالہ بھانجے سے وغیرہ۔ حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ نے انہیں رجم نہیں کیا۔ بلکہ صرف ان میں جدائی کا حکم فرمایا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ احصان کے لیے اسلام شرط ہے تو اس حدیث میں ان لوگوں پر رد ہے جو ذمی زانیوں پر رجم کے قائل ہیں۔

فصل حد نافذ کرنے کی کیفیت

باب سنگساری کی ابتداء کون کرے

۳۶۱۴۔ شعبی فرماتے ہیں کہ شراحہ نامی عورت کا خاوند شام گیا ہوا تھا۔ لیکن وہ عورت حاملہ ہوگئی تو اس کا آقا اسے حضرت علی ﷺ کے پاس لایا اور کہا کہ تحقیق اس نے زنا کیا ہے۔ پھر اس عورت نے اعتراف بھی کیا تو حضرت علی ﷺ نے اسے جمعرات کے دن کوڑے لگوائے۔ اور جمعہ کے دن اسے سنگسار کیا۔ اس کے لیے ناف تک گڑھا کھودا گیا اور میں بھی موجود تھا۔ پھر حضرت علی ﷺ نے فرمایا کہ بے شک رجم وہ سنت ہے جسے حضور ﷺ نے خود جاری فرمایا۔ اگر زنا کے بارے میں کوئی گواہی دے تو سب سے پہلے وہی گواہ پتھر مارے گا یعنی اس کی کیفیت یہ ہوگی کہ وہ گواہی دے تو (فیصلہ ہونے پر) اس کے ساتھ ہی اس کا پتھر بھی آنا چاہیے۔ لیکن اس نے اقرار کیا ہے لہٰذا میں ہی اسے سب سے پہلے پتھر ماروں گا۔ پھر آپؓ نے اسے پتھر مارا پھر لوگوں نے پتھر مارنے شروع کیے۔ اور میں بھی ان (پتھر مارنے

۳۶۱۵- حدثنا عبدالله بن ادریس عن یزید عن عبدالرحمن بن ابی لیلی: "ان علیاؓ-كَانَ إِذَاشَهِدَ عِنْدَهُ الشُّهُوْدُ عَلَى الزِّنَا أَمَرَ الشُّهُوْدَ أَنْ يَرْجُمُوْا، ثُمَّ رَجَمَ هُوَ، ثُمَّ رَجَمَ النَّاسُ، وَإِذَا كَانَ بِإِقْرَارٍ، بَدَأَ هُوَ فَرَجَمَ، ثُمَّ رَجَمَ النَّاسُ"۔ رواه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"(زیلعی ۲:۸۰)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة، و یزید مختلف فیه، والاختلاف لا یضر کما عرفت غیر مرة۔

۳۶۱۶- عن ابی بکرةؓ: انَّ النبیَّ ﷺ رَجَمَ اِمْرَأَةً، فَحُفِرَ لَهَا ثُمَّ رَمَاهَا بِحَصَاةٍ مِثْلَ الْحِمِّصَةِ، ثُمَّ قَالَ: اِرْمُوْا وَاتَّقُواالْوَجْهَ، فَلَمَّا طَفِئَتْ أَخْرَجَهَا، فَصَلّٰى عَلَيْهَا۔اخرجه ابوداود(۵:۱۴۶ مع بذل المجهود) وسکت عنه، واخرجه فی "النیل"(۷:۲۲) بلفظ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَجَمَ اِمْرَأَةً، وَكَانَ هُوَ أَوَّلَ مَنْ رَمَاهَا بِحَصَاةٍ مِثْلَ الْحِمِّصَةِ" الخ۔ وعزاه الی ابی داود۔

والوں) میں تھا۔ شعبی کہتے ہیں کہ قسم بخدا میں بھی اسے قتل کرنے والوں میں شامل تھا۔ (مسند احمد، باب مسند علیؓ) اس کی سند حسن ہے۔

۳۶۱۵۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس اگر گواہ زنا کی گواہی دیتے تو آپ پہلے گواہوں کو حکم فرماتے کہ وہ رجم شروع کریں۔ پھر وہ خود رجم فرماتے پھر لوگ رجم کرتے اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہوتا تو پہلے وہ خود سنگباری کرتے پھر لوگ سنگباری کرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔ اور یزید مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضر نہیں۔

۳۶۱۶۔ ابوبکرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا تو اس کے لیے گڑھا کھودا گیا۔ پھر حضور ﷺ نے چنے کے برابر کنکریوں سے مارا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس کو مارو لیکن چہرے پر مارنے سے بچو۔ پھر جب وہ مرگئی۔ تو اسے گڑھے سے نکالا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی (ابوداؤد، باب فی المرأة التی امر النبی ﷺ برجمها من جهینة)۔ ابوداؤد نے اس سے سکوت کیا ہے اور نیل الاوطار میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک عورت کو رجم کیا اور سب سے پہلے اس پر چنے کے برابر پتھر سے سنگباری کی۔ اور پھر نیل میں اسے ابوداؤد کی طرف منسوب کیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر زنا گواہوں سے ثابت ہو تو سب سے پہلے خود گواہ سنگباری کریں۔ پھر حاکم اور پھر دوسرے لوگ اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہو تو سب سے پہلے حاکم خود سنگباری کرے پھر دوسرے لوگ۔ نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رجم کرتے وقت حاکم اور گواہوں کا حاضر ہونا ضروری ہے، ان احادیث میں شوافع پر رد ہے جو حاکم کی حاضری کو ضروری نہیں سمجھتے۔ البتہ وہ روایت جس میں حضور ﷺ کے حاضر ہونے کو ذکر نہیں کیا گیا اس میں درحقیقت راوی نے اختصار کیا ہے لہٰذا عدم ذکر سے عدم وقوع لازم نہیں آئے گا۔

بَاب اَنَّ الْمَرْجُوْمَ يُغْسَلُ وَيُكَفَّنُ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ

۳۶۱۷- حدثنا ابو معاوية عن ابی حنيفة عن علقمة بن مرثد عن ابن بريدة عن بريدة ﷺ، قال: "لَمَّا رُجِمَ مَاعِزٌ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! مَانَصْنَعُ بِهٖ؟ قَالَ اِصْنَعُوْابِهٖ مَا تَصْنَعُوْ بِمَوْتَاكُمْ مِنَ الْغُسْلِ وَالْكَفْنِ وَالْحَنُوْطِ وَالصَّلَاةِ عَلَيْهِ"- رواه ابن ابی شيبة فی مصنفه فی كتاب الجنائز(زيلعی ۲:۸۱)- و فی اسناده ابوحنيفة، والباقون من رجال الصحيح (دراية ٢٤٤)- قلت : وهو الامام المشهور، فالاسناد صحيح-

۳۶۱۸- عن عمران بن حصين ﷺ: "اَنَّ اِمْرَاَةً مِنْ جُهَيْنَةَ اَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حُبْلٰى مِنَ الزِّنَا، فَقَالَتْ: يَانَبِيَّ اللّٰهِ! اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَيَّ"- الحديث بطوله الی ان قال: "فَاَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهَا، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: تُصَلِّيْ عَلَيْهَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَقَدْ زَنَتْ؟ فَقَالَ: لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِّمَتْ بَيْنَ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَ تَوْبَةً اَفْضَلَ مِنْ اَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ"- رواه الجماعة الا البخاری(زيلعی ۲:۸۱)-

---

باب رجم کیے جانے والے کو غسل اور کفن دیا جائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے

۳۶۱۷- بریدہؓ فرماتے ہیں کہ جب ماعزؓ کو رجم کیا گیا تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم اس کے ساتھ اب کیا معاملہ کریں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ غسل دینے، کفنانے، خوشبو لگانے اور اس پر نماز پڑھنے میں وہی معاملہ کرو جو تم اپنے دوسرے مردوں کے ساتھ کرتے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۶۱۸- عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت حضور ﷺ کے پاس آئی۔ جبکہ وہ زنا کی وجہ سے حاملہ تھی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ پر حد لازم ہو چکی ہے۔ لہٰذا مجھ پر حد نافذ کیجئے۔ (حدیث کے آخر میں ہے کہ) حضور ﷺ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا تو اسے سنگسار کر دیا گیا پھر آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی تو حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ ﷺ اس کا جنازہ پڑھتے ہیں جبکہ اس نے زنا کیا ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ توبہ ستر مدینہ والوں میں تقسیم کی جائے تو انہیں کافی ہو جائے گی۔ کیا تم اس سے زیادہ افضل بھی کوئی بات پاتے ہو کہ اس نے اپنی جان اللہ کی رضا کے لیے قربان کر دی (مسلم، باب حد الزنا: ابوداؤد، باب فی المرأة التی امر النبی برجمها من جهينة: نسائی، باب الصلوٰة علی المرجوم)

۳٦١٩- حدثنا محمود حدثنا عبدالرزاق اخبرنا معمر عن الزهری عن ابی سلمة عن جابرؓ: اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَسْلَمَ جَاءَ النَّبِيَّ ﷺ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا فَاَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى شَهِدَ عَلٰى نَفْسِهٖ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: اَبِكَ جُنُوْنٌ؟ قَالَ: لَا! قَالَ: اَحْصَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَاَمَرَ بِهٖ، فَرُجِمَ بِالْمُصَلّٰى، فَلَمَّا اَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ فَرَّ، فَاُدْرِكَ فَرُجِمَ حَتّٰى مَاتَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ خَيْرًا وَصَلّٰى عَلَيْهِ- ولم يقل يونس وابن جريج عن الزهری: وصلی علیه، سئل ابوعبدالله هل قوله: فصلی علیه یصح ام لا؟ قال: رواه معمر- قیل له: هل رواه غیر معمر؟ قال: لا! رواه البخاری- و فی "فتح الباری"(١٢:١١٦): وابوعبدالله هو البخاری، و قد اعترض علیه فی جزمه(کتاب المحاربین باب الرجم بالمصلی)بان معمرا روی هذه الزیادة، مع ان المنفرد بها انما هو محمود بن غیلان عن عبدالرزاق و قد خالفه العدد الکثیر من الحفاظ فصرحوا بانه لم یصل علیه لکن ظهر لی ان البخاری قویت عنده روایة محمود بالشواهد، فقد اخرج عبدالرزاق ایضا وهو فی السنن لابی قرة من وجه آخر عن ابی امامة بن سهل بن حنیف فی قصة ماعز قَالَ: فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اَتُصَلِّيْ عَلَيْهِ؟ قَالَ: لَا قَالَ: فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ قَالَ: صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَالنَّاسُ اھ-

۳٦١٩- جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کے پاس آ کر زنا کا اعتراف کیا لیکن حضور ﷺ نے ان کی طرف سے اپنا چہرہ پھیر لیا- حتی کہ اس نے اپنے بارے میں زنا کا چار مرتبہ اقرار کیا تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کیا تم پاگل ہو گئے ہو- اس نے کہا نہیں- پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو محصن ہے- اس نے کہا ہاں- چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے اسے عیدگاہ میں سنگسار کیا گیا- جب اس پر پتھر پڑے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا لیکن اسے پھر پکڑ لیا گیا اور سنگسار کیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گیا پھر حضور ﷺ نے بھلائی کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا (یعنی یہ فرمایا کہ اس کا گناہ بالکل دھل گیا) پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی- (بخاری، باب الرجم بالمصلّٰی)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سنگسار کیے جانے والے شخص پر نماز جنازہ پڑھی جائے- البتہ ماعزؓ پر آپ ﷺ نے قیاس کی وجہ سے اولاً نماز نہیں پڑھی لیکن پھر وحی آ جانے کے بعد آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی ہے- جیسا کہ خود بخاری نے محمود بن غیلان کی روایت کو جس میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے ترجیح دی ہے اور ماعزؓ کے واقعے میں نماز پڑھنے اور نہ پڑھنے میں اضطراب ہے لیکن مثبت احادیث نافی پر بہرحال راجح ہوتی ہیں-

بَاب صِفَةِ السَّوْطِ فِي الْجَلْدِ

۳۶۲۰- عن زيد بن اسلم: أَنَّ رَجُلًا اِعْتَرَفَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالزِّنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَدَعَا لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِسَوْطٍ، فَأُتِيَ جَدِيْدٌ لَمْ تُقْطَعْ ثَمَرَتُهٗ(اَيْ عُقْدَتُهٗ) فَقَالَ: دُوْنَ هٰذَا فَأُتِيَ بِسَوْطٍ مَكْسُوْرٍ، فَقَالَ فَوْقَ هٰذَا، فَأُتِيَ بِسَوْطٍ قَدْ رُكِبَ بِهٖ وَلَانَ، فَأَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَجُلِدَ۔ الحديث۔ رواه الامام مالك في موطاه(۳۵۰)۔ ومراسيله حجة۔

۳۶۲۱- اخبرنا معمر عن يحيى بن ابي كثير: "اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ اَصَبْتُ حَدًّا، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِسَوْطٍ، فَأُتِيَ بِسَوْطٍ شَدِيْدٍ لَهٗ ثَمَرَةٌ، فَقَالَ: سَوْطٌ دُوْنَ هٰذَا، فَأُتِيَ بِسَوْطٍ مَكْسُوْرٍ لَيِّنٍ، فَقَالَ: سَوْطٌ فَوْقَ هٰذَا، فَأُتِيَ بِسَوْطٍ بَيْنَ سَوْطَيْنِ، فَقَالَ: هٰذَا، فَأَمَرَ بِهٖ فَجُلِدَ"۔ رواه عبدالرزاق في "مصنفه"(زيلعي۲:۳۲۳)۔ و في "نيل الاوطار"(۲۷:۷):"حديث زيد بن اسلم هو مرسل، وله شاهد عند عبدالرزاق عن معمر عن يحيى بن ابي كثير نحوه، وآخر عند ابن وهب من طريق كريب مولى ابن عباس رضي الله عنهما، فهذه المراسيل الثلاثة يشد بعضها بعض۔

باب کوڑے مارنے میں کس قسم کا کوڑا استعمال کیا جائے

۳۶۲۰۔ زید بن اسلم ﷺ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کے زمانے میں زنا کا اقرار کیا۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے کوڑا منگوایا تو ایسا نیا کوڑا لایا گیا جس کی گرہیں نہیں کاٹی گئی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے نرم لاؤ، پھر ایک کوڑا لایا گیا جو ٹوٹا ہوا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس سے سخت لاؤ، پھر ایک کوڑا لایا گیا جسے سواری میں استعمال کیا گیا تھا اور نرم ہو چکا تھا۔ تب حضور ﷺ نے اس کے ساتھ اس شخص کو کوڑے مارنے کا حکم فرمایا۔ (موطا امام مالک، باب ماجاء فیمن اعترف علی نفسہ بالزنا) امام مالک کے مراسیل حجت ہیں۔

۳۶۲۱۔ یحیٰی بن ابی کثیر سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ پر حد لازم ہوگئی ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ اسے مجھ پر نافذ کریں۔ حضور ﷺ نے ایک کوڑا منگوایا تو ایک ایسا سخت کوڑا لایا گیا جس کی گرہیں باقی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے نرم کوڑا لاؤ۔ پھر ایسا کوڑا لایا گیا جو بالکل ٹوٹا ہوا نرم تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس سے ذرا سخت کوڑا لاؤ، پھر ان دونوں کوڑوں کی درمیانی حالت کا کوڑا لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ کوڑا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے ساتھ کوڑے مارنے کا حکم فرمایا اور اس شخص کو کوڑے مارے گئے۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ نیل میں ہے کہ زید بن اسلم کی حدیث مرسل ہے لیکن عبدالرزاق کے ہاں اس کے دو شاہد ہیں۔ پس یہ تینوں مراسیل ایک دوسری کو مضبوط کرتی ہیں۔

٣٦٢٢- حدثنا عيسى بن يونس عن حنظلة السدوسى، قالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: "كَانَ يُؤْمَرُ بِالسَّوْطِ فَيُقْطَعُ ثَمْرَتُهُ، ثُمَّ يُدَقُّ بَيْنَ حَجَرَيْنِ حَتّٰى يَلِيْنَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِهِ. قُلْنَا لِاَنَسٍ: فِيْ زَمَانِ مَنْ كَانَ هٰذَا؟ قَالَ: فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ". رواه ابن ابى شيبة فى "مصنفه" (زيلعى ٢: ٣٢٣)- قلت: رجاله رجال الجماعة الا حنظلة، وهو مختلف فيه، و مثله حسن الحديث كما علمت غير مرة-

٣٦٢٣- عن يحيى بن عبدالله التيمى عن ابى ماجد الحنفى عن ابن مسعود ﷺ: أَنَّ رَجُلًا جَاءَ بِابْنِ أَخٍ لَهُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: إِنَّهُ سَكْرَانُ فَقَالَ: تَرْتِرُوْهُ وَمَزْمِزُوْهُ وَاسْتَنْكِهُوْهُ، فَفَعَلُوْهُ، فَرَفَعَهُ إِلَى السِّجْنِ ثُمَّ عَادَ بِهِ مِنَ الْغَدِ، وَدَعَا بِسَوْطٍ، ثُمَّ أَمَرَ بِثَمْرَتِهِ فَدُقَّتْ بَيْنَ حَجَرَيْنِ، حَتّٰى صَارَتْ دُرَّةً، ثُمَّ قَالَ لِلْجَلَّادِ: إِجْلِدْ وَارْجِعْ وَأَعْطِ كُلَّ عُضْوٍ حَقَّهُ. اخرجه ابن ابى شيبة و عبدالرزاق فى "مصنفيهما" (زيلعى ٢: ٣٢٣)- قلت: ابو ماجد ضعيف كما فى تهذيب (٢: ٢١٦) ولكن يعتضد بالحديث الضعيف-

بَابُ مَا يُتَّقٰى مِنْهُ فِيْ الضَّرْبِ مِنَ الْاَعْضَاءِ

٣٦٢٤- حدثنا هشيم ثنا ابن ابى ليلى عن عدى بن ثابت، قال: أخبرنى هنيدة بن

۳۶۲۲۔ حنظلہ سدوسی فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوڑا لانے کا حکم کیا جاتا تو اس کی گرہیں کاٹ دی جاتی تھیں پھر اسے دو پتھروں کے درمیان کوٹا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ نرم ہو جاتا۔ پھر اس کے ساتھ مارا جاتا تھا۔ (راوی کہتے ہیں کہ) ہم نے انسؓ سے پوچھا کہ یہ کس کے زمانے میں ہوتا تھا انہوں نے فرمایا عمرؓ کے زمانے میں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے حنظلہ کے اور وہ بھی حسن الحدیث ہیں۔

۳۶۲۳۔ ابو ماجد حنفی سے مروی ہے کہ ایک شخص اپنے بھتیجے کو ابن مسعودؓ کے پاس لایا اور کہا کہ یہ نشے میں ہے۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ اسے حرکت دو اور ہلاؤ اور اس کے منہ کی بو سونگھو۔ انہوں نے ایسا کیا پھر ابن مسعودؓ نے اسے جیل بھیج دیا پھر اسے اگلے دن لایا گیا تو ابن مسعودؓ نے کوڑا منگوایا اور اس کی گرھوں کو دو پتھروں کے درمیان ابن مسعودؓ کے حکم سے کوٹا گیا یہاں تک کہ وہ ایک درہ بن گیا (یعنی نرم ہو گیا) پھر ابن مسعودؓ نے جلاد سے کہا کوڑے مار اور واپس ہاتھ لا اور ہر عضو کو اس کا حق دے (مصنف ابن ابی شیبہ و مصنف عبد الرزاق)۔

فائدہ: یعنی کوڑے ایک ہی جگہ پر نہیں مارنے چاہئیں بلکہ مختلف جگہوں پر مارنے چاہئیں۔

باب حد لگانے میں کن اعضاء پر مارنے سے بچا جائے

۳۶۲۴۔ عدی بن ثابت فرماتے ہیں کہ مجھے ہنیدہ بن خالد کندی نے بتایا کہ اس کے پاس ایک نشے والا آدمی یا کوئی حد والا

خالد الكندي أَنَّهُ أُتِيَ بِرَجُلٍ سَكْرَانَ أَوْ فِيْ حَدٍّ، فَقَالَ: إِضْرِبْ وَأَعْطِ كُلَّ عُضْوٍ حَقَّهُ، وَاتَّقِ الْوَجْهَ وَالْمَذَاكِيرَ۔ رواه سعيد بن منصور قاله في "التنقيح"(زيلعي۲: ۳۲۴)۔

قلت: رجاله ثقات، وبعضهم قد اختلف فيه، وهو غير مضر كما عرفت غير مرة، وابن ابي ليلى هذا هو محمد، و في "التقريب(۲۲۷): هنيدة مذكور في الصحابة، و في سن الثانية، ذكره ابن حبان في الموضعين، وهو ثقة لا محالة۔

باب ان يضرب الرجل قائما والمراة قاعدة في الحدود

۳۶۲۵- اخبرنا الحسن بن عمارة عن الحكم عن يحيى بن الجزار عن علي رضي الله عنه قال: "يُضْرَبُ الرَّجُلُ قَائِمًا، وَالْمَرْأَةُ قَاعِدَةً" - رواه عبدالرزاق في "مصنفه"، واخرجه البيهقي(زيلعي۲: ۳۲۵)۔ قال بعض الناس: "اسناده ضعيف، كما في "الدراية"(۲۴۵)۔ لكن كفى به اعتضادا للقياس، وهو ان مبنى اقامة الحد على التشهير، والقيام ابلغ فيه، ولكن عارض ذلك امر الستر في المراة خولف الحكم، واسر القعود، ويؤيد المسالة الحديث الآتي اه"۔ قلت: ليس اسناده بضعيف، بل هو حسن في الدرجة الثانية، فان الحسن بن عمارة مختلف فيه و قد وثق۔

آدمی لایا گیا تو ہنیدہ نے کہا (جلاد سے) مار۔ اور ہر عضو کو اس کا حق دے اور چہرے اور شرمگاہوں سے بچ۔ سعید بن منصور نے اسے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں البتہ بعض مختلف فیہ۔ لہٰذا یہ حدیث صالح للاحتجاج ضرور ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چہرے اور شرمگاہ پر نہیں مارنا چاہیے، اسی طرح سر میں بھی نہیں مارنا چاہیے۔ باقی وہ احادیث جن میں سر پر مارنے کا حکم ہے، وہ تعزیر پر محمول ہیں۔ نیز حضرت علیؓ سے مروی ہے اجتنب راسه ومذاکیره (رواه سعید بن منصور) اس سے معلوم ہوا کہ سر پر اور شرمگاہ پر بھی نہ مارا جائے۔

باب مرد کو کھڑا کر کے اور عورت کو بٹھا کر حد لگائی جائے

۳۶۲۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (حد میں) مرد کو کھڑا کر کے اور عورت کو بٹھا کر مارا جائے (مصنف ابن عبدالرزاق، بیہقی)۔ قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ حد کو قائم کرنے کا منشاء شہرت کرنا ہے (تاکہ لوگ عبرت پکڑیں) اور کھڑا کرنے میں تشہیر زیادہ ہے۔ لیکن عورت میں پردے کی وجہ سے اسے بٹھا کر مارنے کا حکم کیا گیا۔ اگلی حدیث اس بات کی مؤید ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند ضعیف نہیں بلکہ دوسرے درجہ میں حسن ہے۔

۳٦٢٦- عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما، قال: "إِنَّ الْيَهُوْدَ جَاءُوْا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَذَكَرُوْا لَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَامْرَأَةً زَنَيَا، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا تَجِدُوْنَ فِي التَّوْرَاةِ فِي شَأْنِ الرَّجْمِ؟ فَقَالُوْا: نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُوْنَ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ: كَذَبْتُمْ، إِنَّ فِيْهَا الرَّجْمَ- فَأْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ، فَنَشَرُوْهَا، فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ، فَقَرَأَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا، فَقَالَ لَهُ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ سَلَامٍ: اِرْفَعْ يَدَكَ- فَرَفَعَ يَدَهُ فَإِذَا فِيْهَا آيَةُ الرَّجْمِ، قَالُوْا: صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ فِيْهَا آيَةُ الرَّجْمِ، فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَرُجِمَا، فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَحْنِيْ عَلَى الْمَرْأَةِ يَقِيْهَا الْحِجَارَةَ" اخرجه البخاری

واستدل له بعض المالكية على ان المجلود يجلد قائما ان كان رجلا، والمراة قاعدة، لقول ابن عمر: "رايت الرجل يقيها الحجارة"- فدل على انه كان قائما و هي قاعدة- وتعقب بانه واقعة عين، فلا دلالة فيه على ان قيام الرجل كان بطريق الحكم عليه بذلك، كذا في "فتح الباری"(۱۲: ۱٤۸ الی ۱۵۳)-قلت: ان لم يثبت الوجوب به فالطريق قد علمت-

۳٦٢٦- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہودی حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کرلیا ہے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ توراۃ میں رجم کے بارے میں تم کیا حکم پاتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم انہیں رسوا کرتے ہیں اور انہیں کوڑے مارے جاتے ہیں (یہ بات سن کر) عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگوں نے جھوٹ بولا ہے، اس میں بھی رجم کا حکم موجود ہے، توراۃ لاؤ (میں تمہیں رجم کا حکم دکھاتا ہوں) چنانچہ توراۃ لائی گئی اور لوگوں نے اسے کھولا تو یہودیوں میں سے ایک شخص نے (جھٹ) رجم والی آیت پر ہاتھ رکھ دیا اور اس سے پہلے اور بعد کا حصہ پڑھ دیا، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ، اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے رجم کی آیت موجود تھی پھر انہوں نے کہا اے محمد ﷺ آپ نے سچ فرمایا اس میں رجم کی آیت موجود ہے۔ پس حضور ﷺ نے ان کے بارے میں سنگسار کرنے کا حکم فرمایا پس ان دونوں کو سنگسار کردیا گیا۔ (ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے دیکھا کہ مرد عورت پر جھکا جا رہا تھا اسے پتھروں سے بچانے کی کوشش میں (بخاری، باب احکام الذمة و احصانهم الخ)۔

اس حدیث سے بعض مالکیوں نے یہ استدلال کیا کہ کوڑے مارے جانے والا اگر مرد ہو تو اسے کھڑا کر کے کوڑے مارے جائیں اور اگر عورت ہو تو اسے بٹھا کر کوڑے مارے جائیں کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ میں نے دیکھا کہ مرد عورت کو پتھروں سے بچانے کی کوشش میں اس پر جھکا ہوا تھا۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کھڑا تھا اور عورت بیٹھی تھی۔ لیکن اس بات پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ ایک واقعہ ہے، اس سے یہ اخذ کرنا کہ مرد کا کھڑا ہونا کسی حکم کی وجہ سے تھا غلط ہے۔ یعنی اس سے یہ اصول نہیں نکلتا کہ مرد کو کھڑا کر کے مارا جائے۔ لیکن مؤلف جواب دیتے ہیں کہ اس واقعے سے اگرچہ قیام کا وجوب ثابت نہیں ہوتا لیکن ایک طریقہ تو معلوم ہوگیا کہ کھڑا کر کے مارا جاسکتا ہے۔

بَابُ جَلْدِ الْعَبْدِ وَاَنَّهُ لَا يُجْلَدُ فَوْقَ خَمْسِيْنَ فِيْ الزِّنَا وَلَا فَوْقَ اَرْبَعِيْنَ فِيْ الْقَذْفِ وَالشُّرْبِ

۳۶۲۷- عن امير المؤمنين علی رضی اللہ عنہ قال: "اَرْسَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى اَمَةٍ سَوْدَاءَ زَنَتْ لِاَجْلِدَهَا الْحَدَّ، قَالَ: فَوَجَدْتُّهَا فِيْ دَمِهَا، فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَاَخْبَرْتُهُ بِذٰلِكَ، فَقَالَ لِيْ اِذَا تَعَالَتْ مِنْ نِفَاسِهَا فَاجْلِدْهَا خَمْسِيْنَ"- رواه عبداللّٰہ بن احمد فی المسند(نیل۷:۲۳)۔

۳۶۲۸- عن: علی رضی اللہ عنہ، قال: "يَا اَيُّهَاالنَّاسُ! اَقِيْمُوْاالْحَدَّ عَلٰى اَرِقَّائِكُمْ، مَنْ اُحْصِنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَمْ يُحْصِنْ" الحديث رواه مسلم(مشكاة۲۶۲)۔

۳۶۲۹- عن يحيى بن سعيد ان سليمان بن يسار اخبره ان عبداللّٰہ بن عياش بن ابی ربيعة المخزومی قال: "اَمَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِيْ فِتْيَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَجَلَدْنَا وَلَائِدَ مِنْ وَلَائِدِ الْاِمَارَةِ خَمْسِيْنَ خَمْسِيْنَ فِي الزِّنَا" رواه الامام مالك فی موطاه (۳۵۰)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة الا عبداللّٰہ وهو صحابی، كما فی "تعجيل المنفعة"(۲۳۱)۔

۳۶۳۰- عن صفية بنت عبيد: "اَنَّ عَبْدًا مِنْ رَقِيْقِ الْاِمَارَةِ وَقَعَ عَلٰى وَلِيْدَةٍ مِنَ

باب زنا میں غلام کو پچاس سے زیادہ اور تہمت لگانے اور شراب پینے میں چالیس سے زیادہ کوڑے نہ مارے جائیں

۳۶۲۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے سودہ باندی کے پاس بھیجا جس نے زنا کیا تھا تاکہ میں اسے حد میں کوڑے ماروں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے نفاس میں پایا۔ اور حضور ﷺ کے پاس آ کر آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جب وہ نفاس سے فارغ ہو جائے تو اسے پچاس کوڑے مارنا۔ اسے عبداللہ بن احمد نے مسند میں روایت کیا ہے۔

۳۶۲۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اے لوگو! اپنے غلاموں اور لونڈیوں پر حد قائم کرو خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ ہوں۔ (مسلم ومشکوۃ فی کتاب الحدود)۔

۳۶۲۹۔ عبداللہ بن عیاش فرماتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے اور قریش کے دیگر جوانوں کو حد لگانے کا حکم فرمایا تو ہم نے بیت المال کی لونڈیوں میں سے کچھ لونڈیوں کو زنا کی وجہ سے پچاس پچاس کوڑے لگائے (مؤطا امام مالک باب جامع ما جاء فی حد الزنا)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے عبداللہ کے اور وہ بھی صحابی ہیں۔

۳۶۳۰۔ صفیہ بنت عبیدؓ سے مروی ہے کہ بیت المال کے غلاموں میں سے ایک غلام نے مال خمس کی لونڈی پر زبردستی کر کے

الْخُمُسِ، وَاسْتَكْرَهَهَا، فَجَلَدَهُ عُمَرُ، وَلَمْ يَجْلِدْهَا مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ اِسْتَكْرَهَهَا"۔ رواه البخاری(جمع الفوائد ۱:۲۸۷)۔

۳۶۳۱- عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ: "قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ عَلَى الْعَبْدِ نِصْفُ حَدِّ الْحُرِّ فِيْ الْحَدِّ الَّذِيْ يَتَبَعَّضُ، كَزِنَا الْبِكْرِ وَالْقَذْفِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ"۔ رواہ رزین (جمع الفوائد ۱:۲۸۷)

۳۶۳۲- عن ابن شهاب، سُئِلَ عَنْ حَدِّ الْعَبْدِ فِيْ الْخَمْرِ، فَقَالَ: "بَلَغَنِيْ أَنَّ عَلَيْهِ نِصْفَ حَدِّ الْحُرِّ فِيْ الْخَمْرِ، وَكَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ وَابْنُ عُمَرَ يَجْلِدُوْنَ عَبِيْدَهُمْ فِيْ الْخَمْرِ نِصْفَ حَدِّ الْحُرِّ"۔ رواہ مالك(جمع الفوائد ۱:۲۹۱)۔

۳۶۳۳- عن ابی الزناد، قال: "جَلَدَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَبْدًا فِيْ فِرْيَةٍ ثَمَانِيْنَ، قَالَ أَبُوالزِّنَادِ: فَسَأَلْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: أَدْرَكْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، وَالْخُلَفَاءَ رضی اللہ عنہم،هَلُمَّ جَرًّا، فَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا جَلَدَ عَبْدًا فِيْ فِرْيَةٍ أَكْثَرَ مِنْ

اس سے زنا کیا تو حضرت عمرؓ نے اس غلام کو کوڑے لگوائے اور اس عورت کو کوڑے نہیں لگوائے کیونکہ مرد نے اس سے زبردستی زنا کیا تھا۔(بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر عورت پر زبردستی کر کے اس سے زنا کیا جائے تو عورت پر حد نہیں ہوگی۔

۳۶۳۱۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ وہ حدود جنہیں نصف نصف کیا جاسکتا ہے ان حدود میں غلام پر آزاد کی حد کا نصف ہوگا جیسے کنوارے کے زنا کی حد اور تہمت لگانے اور شراب پینے کی حد۔(رزین)۔

فائدہ: یعنی غلاموں پر سنگسار کی حد جاری نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ اسے نصف نصف نہیں کیا جاسکتا البتہ غلاموں پر صرف کوڑوں کی حد ہوگی۔

۳۶۳۲۔ ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر غلام شراب پیے تو اس کی کیا حد ہے۔ انہوں نے کہا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ غلام پر شراب پینے میں آزاد کی حد کا نصف ہے۔ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے غلاموں کو شراب پینے پر آزاد کی نصف حد لگاتے تھے۔(موطا امام مالک باب الحد فی الخمر)۔

۳۶۳۳۔ ابو الزناد فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک غلام کو تہمت لگانے کی وجہ سے حد قذف کے اسی کوڑے لگائے ابو الزناد فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عامر سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد کے خلفاء کو پایا اور میں نے دیکھا کہ کسی نے حد قذف میں غلام کو چالیس سے زیادہ کوڑے نہیں مارے (موطا مالک باب الحد فی القذف والنفی والتعریض)

اَرْبَعِیْنَ"-رواہ مالك(تیسیر الوصول ۱: ۱۳۸)-

۳۶۳۴- عن ابراھیم" ان معقل بن مقرن المزنی جاء الی عبدالله(ھو ابن مسعود رضی الله عنه) فقال: اِنَّ جَارِیَةً لَهُ زَنَتْ، فَقَالَ: اِجْلِدْهَا خَمْسِیْنَ، قَالَ: لَیْسَ لَهَا زَوْجٌ، قَالَ: اِسْلَامُهَا اِحْصَانُهَا"-رواہ الطبرانی، ورجاله رجال الصحیح، الاان ابراھیم لم یلق ابن مسعود(مجمع الزوائد۶: ۲۷۰)- قلت: ومراسیله صحاح ، لاسیما عن عبدالله کما مر غیر مرۃ، ورواہ الطبری فی التفسیر(۵: ۱۵)- موصولا عن ابراھیم عن ھمام بن الحارث مرۃ، و عن علقمة اخری-

۳۶۳۵- عن ابی ھریرۃ رضی الله عنه رفعه: "اِذَا زَنَتْ اَمَةُ اَحَدِکُمْ فَلْیَجْلِدْهَا ثَلَاثًا بِکِتَابِ الله فَاِنْ عَادَتْ فَلْیَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ"- و فی روایة: "اِذَا زَنَتْ اَمَةُ اَحَدِکُمْ فَلْیَجْلِدْهَا، وَلَا یُعَیِّرْهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَاِنْ عَادَتْ فِی الرَّابِعَةِ فَلْیَجْلِدْهَا، وَلْیَبِعْهَا بِضَفِیْرٍ اَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ"- و فی اخری: "اِذَا زَنَتِ الْاَمَةُ فَتَبَیَّنَ زِنَاهَا فَلْیَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا یُثَرِّبْ عَلَیْهَا، ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَلْیَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا یُثَرِّبْ عَلَیْهَا، ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَلْیَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ"- للستة کذا فی

۳۶۳۴- ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ معقل بن مقرن مزنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میری باندی نے زنا کیا، آپ نے فرمایا اسے پچاس کوڑے مار۔ اس نے کہا اس کا خاوند تو نہیں ہے (یعنی شادی شدہ نہیں ہے) اس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا مسلمان ہونا ہی اس کا احصان ہے۔ (طبرانی) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ البتہ ابراہیم نے ابن مسعودؓ کو نہیں پایا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے مراسیل صحیح ہیں۔ خاص کر ابن مسعود سے۔ نیز طبری نے اسے اپنی تفسیر میں موصولاً بھی روایت کیا ہے۔

۳۶۳۵- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کی باندی زنا کرے۔ تو اسے چاہیے کہ اسے کتاب اللہ کے حکم کے مطابق کوڑے لگائے۔ تین دفعہ زنا کرنے تک یہی حکم ہے اور اگر وہ چوتھی مرتبہ زنا کرے تو اسے بیچ دے اگر چہ بالوں کی رسی کے عوض ہی بیچے اور ایک روایت میں ہے جب تم میں سے کسی کی باندی زنا کرے تو اس کو کوڑے مارے اور اس پر عیب نہ لگائے۔ تین مرتبہ زنا کرنے تک اس پر یہی حد لگانے کا حکم ہے۔ پھر اگر وہ چوتھی مرتبہ بھی زنا کا اعادہ کرے تو مالک اسے کوڑے مارے اور اسے ایک رسی یا بالوں کی رسی کے عوض بیچ دے، ایک اور روایت میں ہے کہ جب باندی زنا کرے، اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو مالک کو چاہیے کہ اس پر حد کو جاری کرے۔ لیکن لعنت ملامت نہ کرے۔ پھر اگر وہ زنا کرے تو چاہیے کہ اسے پھر کوڑے مارے اور اسے ملامت نہ کرے۔ پھر اگر وہ زنا کرے تو اسے بیچ دے اگر چہ بالوں کی ایک رسی کے عوض ہی بیچے (بخاری، باب اذا زنت الامة وباب لایثرب علی الامة اذا زنت؛ ابوداود، باب فی الامة تزنی ولم تحصن۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین مرتبہ تک تو حد لگائے لیکن چوتھی مرتبہ زنا کرنے پر اسے بیچ دے۔ نیز اس میں "فلیجلدھا" تسبیب پر محمول ہے یعنی آقا خود حد نہ لگائے بلکہ باندی کے زنا کرنے کی صورت میں اس کا معاملہ حاکم کے پاس لے

"جمع الفوائد"(۱: ۲۷۸)۔

۳۶۳۶- و فی روایة عن ابی هریرة و زید بن خالد: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْاَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ، قَالَ: إِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا"-الحدیث- رواه البخاری(فتح الباری ۱۲: ۱۴۴)، وفی "المغنی"(۱۱: ۱۴۴)- متفق علیه۔

بَابُ الْحَفْرِ لِلْمَرْجُوْمِ

۳۶۳۷-عن اللجلاج: "أَنَّهُ كَانَ قَاعِدًا يَعْتَمِلُ فِيَ السُّوْقِ، فَمَرَّتْ اِمْرَأَةٌ تَحْمِلُ صَبِيًّا، فَثَارَ النَّاسُ مَعَهَا، وَثُرْتُ فِيْمَنْ ثَارَ، وَانْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَقُوْلُ: مَنْ اَبُوْ هٰذَا مَعَكِ؟ فَسَكَتَتْ، فَقَالَ شَابٌّ حَذْوَهَا: اَنَا اَبُوْهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَاَقْبَلَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: مَنْ اَبُوْهٰذَا مَعَكِ؟ فَقَالَ

جائے۔تاکہ اسے کوڑے مارے جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ حاکم اسی سے ہی کوڑے لگوائے۔یا یہ آقا کا کوڑے مارنا تعزیر پر محمول ہے جس میں حاکم کی شرط نہیں۔مزید تفصیل آئندہ ابواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۶۳۶- ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس لونڈی کے بارے میں پوچھا گیا جو غیر شادی شدہ ہو اور زنا کرلے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے مارو پھر اگر وہ زنا کرے تو پھر اسے کوڑے مارو۔الحدیث (بخاری، باب اذا زنت الامۃ : مسلم)

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی خواہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ زنا کرنے کی صورت میں ان پر حد لگائی جائے گی۔کیونکہ ﴿فاذا اُحْصِنَّ﴾ (بضم الالف) کا معنی شادی کرنا ہے لیکن ایک اور قرأت مشہورہ میں ﴿فاذا اَحْصَنَّ﴾ (بفتح الالف) پڑھا گیا ہے اور یہ قرآءۃ ابن مسعودؓ شعبی بن ابراہیم سے مروی ہے ان بزرگوں نے فرمایا کہ اس کا معنی اسلام لانا ہے۔حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ باندی کو زوج بھی محصن بناتا ہے اور اسلام بھی۔نیز آخری حدیث میں جو بخاری میں مروی ہے اس میں حضور ﷺ سے اس بات کی وضاحت کی گئی کہ وہ لونڈی شادی شدہ نہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا پھر بھی اسے کوڑے لگاؤ۔نیز ابن مسعودؓ سے بھی عرض کیا گیا کہ وہ شادی شدہ نہیں پھر بھی آپؓ نے فرمایا اس کا مسلمان ہونا ہی اس کا محصن ہونا ہے۔

باب سنگسار کیے جانے والے کے لیے گڑھا کھودنا

۳۶۳۷- لجلاج سے مروی ہے کہ وہ بازار میں بیٹھے کام کررہے تھے تو ایک عورت گزری، اس نے بچہ اٹھایا ہوا تھا، لوگ اسے دیکھ کر اس کے ساتھ اٹھ گئے، میں بھی اٹھنے والوں کے ساتھ اٹھ گیا، میں حضور ﷺ کے پاس جا پہنچا تو آپ ﷺ اس عورت سے فرمارہے

الْفَتٰی: أَنَا أَبُوْهُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰی بَعْضِ مَنْ حَوْلَهٗ یَسْأَلُهُمْ عَنْهُ، فَقَالُوْا مَا عَلِمْنَا إِلَّا خَیْرًا، فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ: أَحْصَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ! فَأَمَرَ بِهٖ، فَرُجِمَ، قَالَ فَخَرَجْنَا بِهٖ فَحَفَرْنَا لَهٗ حَتّٰی أَمْكَنَّا، ثُمَّ رَمَیْنَاهُ بِالْحِجَارَةِ حَتّٰی هَدَأَ "۔الحدیث۔ رواہ ابوداود(۲:۲۶۱)، وسکت عنه۔

۳۶۳۸- عن بریدة ﷺ: "ان ماعز بن مالك الاسلمی أَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّیْ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَزَنَیْتُ، وَإِنِّیْ أُرِیْدُ أَنْ تُطَهِّرَنِیْ، فَرَدَّهٗ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَاهُ، فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّیْ قَدْ زَنَیْتُ، فَرَدَّهُ الثَّانِیَةَ، فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ أَتَعْلَمُوْنَ بِعَقْلِهٖ بَأْسًا تُنْكِرُوْنَ مِنْهُ شَیْئًا؟ فَقَالُوْا: مَا نَعْلَمُهٗ إِلَّا وَفِیَّ الْعَقْلِ، مِنْ صَالِحِیْنَا فِیْمَا نُرٰی، فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَأَرْسَلَ إِلَیْهِمْ أَیْضًا، فَسَأَلَ عَنْهُ: فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّهٗ لَا بَأْسَ بِهٖ، وَلَا بِعَقْلِهٖ، فَلَمَّا كَانَ الرَّابِعَةَ حُفِرَ لَهٗ حُفْرَةٌ ثُمَّ أَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ۔ قَالَ: فَجَاءَتِ الْغَامِدِیَّةُ، فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّیْ قَدْ زَنَیْتُ فَطَهِّرْنِیْ، وَإِنَّهٗ رَدَّهَا، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ قَالَتْ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ تَرُدُّنِیْ لَعَلَّكَ أَنْ تَرُدَّنِیْ كَمَا

بتاؤ کہ یہ بچہ جو تیرے ساتھ ہے اس کا باپ کون ہے، وہ چپ رہی، ایک جوان جو اس کے برابر تھا کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میں اس کا باپ ہوں حضور ﷺ پھر عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ جو تیرے ساتھ بچہ ہے اس کا باپ کون ہے، اس جوان نے پھر کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اس کا باپ ہوں۔ پھر حضور ﷺ نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے ان سے اس جوان کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا ہم اس کے بارے میں اچھا ہی خیال کرتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے اس جوان سے فرمایا کیا تو محصن ہے، اس نے کہا جی ہاں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم پر اسے سنگسار کر دیا گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم اس جوان کو لے کر نکلے اور اس کے لیے ہم نے گڑھا کھودا یہاں تک کہ اس کو گڑھے میں کھڑا کر دیا پھر اسے پتھر مارے یہاں تک کہ وہ مر گیا (ابوداؤد، باب فی الرجم)

۳۶۳۸۔ بریدہؓ سے مروی ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی ؓ حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور میں زنا کر بیٹھا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ مجھے پاک کریں۔ آپ ﷺ نے اسے دوسری مرتبہ بھی لوٹا دیا تھا اگلے دن وہ آپ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے آپ ﷺ نے اسے لوٹا دیا پھر حضور ﷺ نے اس کی قوم کے پاس ایک آدمی کو بھیجا اور دریافت کرایا کہ کیا تم اس کے عقل میں کوئی فتور جانتے ہو یا اس میں کوئی برائی پاتے ہو تو لوگوں نے کہا کہ ہمارے خیال میں یہ کامل عقل والا اور ہمارے نیک لوگوں میں سے ہے پھر وہ (ماعز ؓ) آپ ﷺ کے پاس تیسری مرتبہ آئے تو حضور ﷺ نے قوم کی طرف پھر دوبارہ آدمی بھیجا اور ان سے ماعز کے بارے میں دریافت کرایا تو انہوں نے آپ کو خبر دی کہ نہ اس میں کوئی بیماری ہے

رَدَدْتَ مَاعِزًا، فَوَاللهِ اِنِّیْ لَحُبْلٰی، قَالَ: اِمَّا لَا فَاذْهَبِیْ حَتّٰی تَلِدِیْ، قَالَ: فَلَمَّا وَلَدَتْ اَتَتْهُ بِالصَّبِیِّ فِیْ خِرْقَةٍ، قَالَتْ: هٰذَا قَدْ وَلَدْتُهٗ، قَالَ اِذْهَبِیْ فَارْضِعِیْهِ حَتّٰی تَفْطِمِیْهِ، فَلَمَّا فَطَمَتْهُ اَتَتْهُ بِالصَّبِیِّ فِیْ یَدِهٖ کِسْرَةُ خُبْزٍ فَقَالَتْ: هٰذَا یَا نَبِیَّ اللهِ قَدْ فَطَمْتُهٗ، وَقَدْ اَکَلَ الطَّعَامَ، فَدَفَعَ الصَّبِیَّ اِلٰی رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، ثُمَّ اَمَرَ بِهَا، فَحُفِرَ لَهَا اِلٰی صَدْرِهَا، وَاَمَرَ النَّاسَ، فَرَجَمُوْهَا"۔ الحدیث۔ رواہ مسلم(٦٨:٢)۔ و فی هذه الروایة لاحمد: فَاَمَرَ النَّبِیُّ ﷺ، فَحُفِرَ لَهٗ حُفْرَةٌ، فَجُعِلَ فِیْهَا اِلٰی صَدْرِهٖ۔ ثُمَّ اَمَرَ النَّاسَ بِرَجْمِهٖ"۔ کما فی "نیل الاوطار"(٢٣:٧)۔

اور نہ اس کی عقل میں کوئی فتور ہے پھر جب چوتھی مرتبہ ماعز رضی اللہ عنہ نے اقرار کیا تو آپ ﷺ نے اس کے لیے گڑھا کھدوایا آپ ﷺ کے حکم پر ماعز رضی اللہ عنہ کو سنگسار کیا گیا، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد قبیلہ غامد کی عورت آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے زنا کیا ہے، مجھے پاک کیجئے لیکن حضور ﷺ نے اسے لوٹا دیا پھر دوسرے دن اس عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے کیوں لوٹاتے ہیں۔ شاید آپ ﷺ مجھے ایسے ہی لوٹانا چاہتے ہیں جیسے آپ ﷺ نے ماعزؓ کو لوٹایا تھا، قسم بخدا میں تو حاملہ ہوں (یعنی میرے زنا میں کوئی شک نہیں) آپ ﷺ نے فرمایا اچھا اگر تو نہیں لوٹتی تو جا بچہ جننے کے بعد آنا، راوی کہتے ہیں کہ جب اس نے بچہ جنا تو وہ بچے کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر آئی اور عرض کیا یہ ہے وہ بچہ جسے میں نے جنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جا اور اسے دودھ پلا پھر جب تو اس کا دودھ چھڑائے تب آنا۔ پھر جب اس نے بچے کا دودھ چھڑایا تو بچے کو لے کر آئی اور اس کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس کا دودھ چھڑادیا ہے اور یہ کھانا کھانے لگا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بچہ پرورش کے لیے ایک مسلمان کو دے دیا پھر آپ ﷺ کے حکم پر اس کے سینہ کے برابر ایک گڑھا کھودا گیا پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تو لوگوں نے اس عورت کو سنگسار کر دیا۔ (مسلم، باب حد الزنا)

<u>فائدہ</u>: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ مرد اور عورت کو سنگسار کرتے وقت ان کے لیے گڑھا کھودنا چاہیے اور اس گڑھے میں سنگسار کیے جانے والے کو کھڑا کر کے سنگسار کیا جائے۔ اور جن روایات میں یہ ہے کہ ہم نے ماعز رضی اللہ عنہ کے لیے گڑھا نہیں کھودا تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہؓ نے اپنی رائے سے اس کے لیے گڑھا نہیں کھودا تھا۔ لیکن پھر آخر میں حضور ﷺ کے کہنے پر گڑھا کھودا، یا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ شروع میں گڑھا نہیں کھودا گیا لیکن جب ماعز رضی اللہ عنہ بھاگ کھڑے ہوئے تو لوگوں نے انہیں پکڑا اور ان کے لیے گڑھا کھودا تا کہ وہ بھاگ نہ سکے۔ نیز مثبت نافی پر مقدم ہے۔ البتہ عورت کے لیے گڑھا کھودنے میں مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت میں سینے تک اور دوسری روایت میں ناف تک گڑھا کھودنے کا ذکر ہے۔ پہلی روایت افضلیت پر اور دوسری روایت جواز پر محمول ہے۔

بَاب اَنَّ الْحُدُوْدَ اِلَی السُّلْطَانِ

۳۶۳۹- عن مسلم بن یسار، قال: کان ابو عبداللہ رجل من الصحابة، یقول: الزَّکَاةُ وَالْحُدُوْدُ وَالْفَیْئُ وَالْجُمُعَةُ اِلَی السُّلْطَانِ۔ رواہ الطحاوی(فتح الباری۱۲:۱۴۴)۔ قلت اسنادہ صحیح او حسن علی قاعدة الفتح۔

۳۶۴۰- عن علی بن عبدالعزیز نا الحجاج بن المنہال نا حماد بن سلمة عن یحیی البکاء عن مسلم بن یسار، عن ابی عبداللہ رجل من اصحاب النبی ﷺ، قَالَ: "کَانَ ابْنُ عُمَرَ یَاْمُرُنَا اَنْ نَّاْخُذَ عَنْهُ، قَالَ: هُوَ عَالِمٌ فَخُذُوْا عَنْهُ، فَسَمِعْتُهُ یَقُوْلُ: اَلزَّکَاةُ، وَالْحُدُوْدُ، وَالْفَیْءُ، وَالْجُمُعَةُ اِلَی السُّلْطَانِ"۔ اخرجه ابن حزم فی "المحلی"(۱۱:۱۶۵)۔ ولم یعله بشیء، ولو کان له علة لصاح بها۔

۳۶۴۱- عن الحسن البصری انه(قال) : "ضُمِّنَ هٰؤُلَاءِ اَرْبَعًا، اَلْجُمُعَةَ، وَالصَّدَقَةَ وَالْحُدُوْدَ، وَالْحُکْمَ"۔ اخرجه ابن حزم ایضا(۱۱:۱۶۵) ولم یعله بشیء۔

۳۶۴۲- عن ابن محیریز انه قال: "اَلْحُدُوْدُ: وَالْفَیْئُ، وَالزَّکَاةُ، وَالْجُمُعَةُ اِلَی

باب حدود قائم کرنے کا اختیار بادشاہ کو ہے

۳۶۳۹۔ ابوعبداللہ صحابیؓ فرمایا کرتے تھے کہ زکوٰۃ، حدود، مال فیٔ اور جمعہ کا اختیار بادشاہ کو ہے(طحاوی) میں کہتا ہوں کہ اس کی سند فتح کے قاعدہ پر صحیح یا حسن ہے۔

۳۶۴۰۔ ابوعبداللہ صحابی ﷺ فرماتے ہیں کہ ابن عمر ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اس سے دین لے لیں۔ ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ واقعی وہ بڑے عالم ہیں۔ ان سے دین حاصل کرو۔ ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ زکوٰۃ، حدود، فیٔ اور جمعہ کا اختیار بادشاہ کو ہے۔ (محلی ابن حزم) یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ ابن حزم نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا کیونکہ اس کی سند میں کوئی عیب پاتے تو ضرور چیخ اٹھتے۔

فائدہ: یعنی زکوٰۃ لینے اور تقسیم کرنے، حدود نافذ کرنے اور جنگ سے قبل صلح میں حاصل ہونے والے مال کو لینے اور تقسیم کرنے اور جمعہ قائم کرنے کا اختیار صرف بادشاہ کو ہے۔

۳۶۴۱۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بادشاہوں کو چار چیزوں کا ذمہ دار بنایا گیا ہے جمعہ، زکوٰۃ، حدود اور قضاء کا(محلی ابن حزم)۔ یہ بھی صحیح ہے۔

۳۶۴۲۔ ابن محیریز فرماتے ہیں کہ حدود قائم کرنے، فیٔ اور زکوٰۃ حاصل کرنے اور جمعہ قائم کرنے کا اختیار بادشاہ

السُّلْطَانِ" اخرجه ابن حزم ایضا(۱۱:۱۶۵)- ولم یعله بشیء-

۳۶۴۳- عن عبیدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمررضی الله عنهما، قال: "اِنَّ جَارِیَةً لِحَفْصَةَ سَحَرَتْهَا، وَاعْتَرَفَتْ بِذٰلِكَ، فَاَخْبَرَتْ بِهَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ زَیْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَتَلَهَا، فَاَنْكَرَ ذٰلِكَ عَلَیْهَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عُمَرَ: مَا تُنْكِرُ عَلٰى اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ؟ اِمْرَاَةٌ سَحَرَتْ فَاعْتَرَفَتْ، فَسَكَتَ عُثْمَانُ"- رواه عبدالرزاق كما فی "المحلی(۱۱:۱۶۴)- وسنده صحیح، وزاد الطبرانی: "فَكَاَنَّ عُثْمَانَ اَنْكَرَ عَلَیْهَا مَافَعَلَتْ دُوْنَ السُّلْطَانِ"- كذا فی "مجمع الزوائد"- (۴:۶۶)-

۳۶۴۴- قال: نا حماد بن سلمة نا ابو عمران-هوالجونی-: "اَنَّ سَاحِرًا كَانَ عِنْدَ الْوَلِیْدِبْنِ عُقْبَةَ، فَجَعَلَ یَدْخُلُ فِیْ بَقَرَةٍ، ثُمَّ یَخْرُجُ مِنْهَا، فَرَآهُ جُنْدُبٌ، فَذَهَبَ اِلٰى بَیْتِهٖ، فَالْتَفَعَ عَلٰى سَیْفِهٖ، فَلَمَّا دَخَلَ السَّاحِرُ جَوْفَ الْبَقَرَةِ ضَرَبَهُمَا- وَقَالَ: اَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ-

ہے(محلی ابن حزم)-ابن حزم نے اس کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا(لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حدود قائم کرنے کا اختیار صرف بادشاہ کو ہے۔لہٰذا مولیٰ اپنے غلاموں یا باندیوں پر حدود قائم کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔

۳۶۴۳۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حفصہؓ کی باندی نے حضرت حفصہؓ پر جادو کر دیا پھر اس باندی نے جادو کا اقرار کیا تو حضرت حفصہؓ نے اس کی اطلاع عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب کو کی تو عبدالرحمٰن نے اس باندی کو قتل کر دیا۔حضرت عثمانؓ نے ایسا کرنے پر حضرت حفصہؓ پر اعتراض کیا تو حضرت ابن عمرؓ نے عثمانؓ سے فرمایا آپؓ ام المؤمنین پر کس چیز کا اعتراض کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسی عورت ہے اس نے جادو کیا ہے اور پھر اعتراف کیا ہے،اس پر حضرت عثمانؓ خاموش ہو گئے-(مصنف عبدالرزاق،محلی ابن حزم)۔اس کی سند صحیح ہے۔اور طبرانی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے"گویا کہ حضرت عثمانؓ نے بادشاہ کی اجازت کے بغیر حد قائم کرنے پر اعتراض کیا"۔(مجمع الزوائد)۔

فائدہ: حضرت عثمانؓ کو اس بات کا علم تھا کہ جادوگر کی سزا تلوار ہی ہے۔اس کے باوجود آپؓ کا اعتراض کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مولیٰ بادشاہ کی اجازت کے بغیر اپنے غلام یا باندی پر حد قائم نہیں کر سکتا نیز جادوگر کافر اور مستحل الدم ہوتا ہے اس کے باوجود بادشاہ کے بغیر اس کا پر حد قائم نہیں کی جا سکتی۔اور زانی،شرابی اور چور تو مسلمان اور محرم الدم ہوتے ہیں تو ان پر بغیر بادشاہ کی اجازت کے حد کیسے قائم کی جا سکتی ہے۔

۳۶۴۴۔ ابوعمران جونی فرماتے ہیں کہ ولید بن عقبہ کے پاس ایک جادوگر تھا جو گائے کے اندر داخل ہوتا اور اس سے نکلتا تھا۔ایک دن اسے جندب نے دیکھ لیا تو وہ اپنے گھر گیا اور تلوار چھپا کر آیا پھر جب جادوگر گائے کے پیٹ میں داخل ہوا تو اس نے ان دونوں کو مار دیا پھر جندب نے کہا کیا تم جادو کی باتیں سننے آتے ہو حالانکہ تم جانتے بھی ہو،تو لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور منتشر ہو گئے،لوگوں نے کہا یہ

فَانْدَفَعَ النَّاسُ، وَتَفَرَّقُوْا، وَقَالُوْا: حَرُوْرِيٌّ فَسَجَنَهُ الْوَلِيْدُ، وَكَتَبَ بِهِ اِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ- فَكَ يُفْتَحُ لَهُ بِاللَّيْلِ- فَيَذْهَبُ اِلٰى اَهْلِهِ فَاِذَا اَصْبَحَ رَجَعَ اِلَى السِّجْنِ"- اخرجه ابن حزم في "المحلى" (۱۱: ۳۹٦)- واعله بالارسال- و رواه البخاري في "التاريخ" من طريق خالد الحذ عن ابي عثمان هو النهدي، والبيهقي في "الدلائل" من طريق ابن وهب عن ابن لهيعة عن ابي الاسود- و روى ابن السكن من طريق يحيى بن كثير صاحب البصري: حدثني ابي حدثنا الجريري عن عبدالله بن بريدة عن ابيه- فذكر الحديث بطوله: "وَاَنَّ اَمْرَهُ رُفِعَ اِلٰى عُثْمَ فَقَالَ: اَشْهَرْتَ سَيْفًا فِي الْاِسْلَامِ، لَوْلَا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْكَ لَضَرَبْتُكَ يَاجُوْدَ سَيْف بِالْمَدِيْنَةِ- وَاَمَرَ بِهِ اِلٰى جَبَلِ الدُّخَانِ" كذا في "الاصابة" (۱: ۲٦۲)- وهذا سند موصول- والمرسل اذا تعددت مخارجه او جاء من وجه آخر موصول ولو ضعيفا كان حجة عند الكل- كما مرفي المقدمة- والحديث اخرجه الحاكم في "المستدرك" (٤: ۳٦۱)- من رواية الاشعث عن الحسن: "اَنَّ اَمِيْرًا مِنْ اُمَرَاءِ الْكُوْفَةِ دَعَا سَاحِرًا يَلْعَبُ بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ- فَبَلَغَ جُنْدُبًا- فَاَقْبَلَ بِسَيْفِهِ وَضَرَبَهُ بِهِ- فَاَخَذَهُ الْاَمِيْرُ فَحَبَسَهُ- فَبَلَغَ ذٰلِكَ سَلْمَانَ- فَقَالَ: بِئْسَمَا صَنَعَا لَمْ يَكُنْ يَنْبَغِيْ لِهٰذَا وَهُوَ اِمَامٌ يُؤْتَمُّ بِهِ يَدْعُوْ سَاحِرًا يَلْعَبُ بَيْنَ يَدَيْهِ- وَلَا يَنْبَغِيْ لِهٰذَا اَنْ يُعَاتِبَ اَمِيْرَهُ بِالسَّيْفِ" اه- ملخصا- سكت عنه الحاكم والذهبي كلاهما-

---

جندب حروری خارجی ہے (خوارج ایک گمراہ فرقہ ہے، جو حضرت علیؓ پر لعن طعن کرتے ہیں، نعوذ باللہ) تب ولید نے اسے قید کر دیا اور اس کے بارے میں عثمان ؓ کو لکھا۔ پھر اسے رات کو چھوڑ دیا جاتا اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس چلا جاتا اور صبح کے وقت وہ جیل خانہ میں آ جاتا (محلی ابن حزم)۔ اس حدیث میں محض ارسال ہے اور بخاری نے تاریخ میں بیہقی نے دلائل میں اور ابن السکن نے روایت کیا ہے۔ بریدہ ؓ سے مروی ہے کہ جندب کا معاملہ حضرت عثمان ؓ کے پاس پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا تو نے اسلام میں تلوار کو شہرت دی ہے۔ اگر میں نے تیرے بارے میں حضور ﷺ سے سنا نہ ہوتا تو مدینے میں تجھے سب سے عمدہ تلوار سے قتل کر دیتا اور اسے جبل دخان کی طرف بھیج دیا گیا (اصابہ)۔ اور اس کی سند موصول ہے (لہٰذا ارسال والا اعتراض مرتفع ہو گیا)۔ حسن سے مروی ہے کہ کوفہ کا ایک گورنر جادوگر کو بلاتا جو لوگوں کے سامنے کرتب دکھاتا جب یہ بات جندب کو پہنچی تو وہ تلوار لے کر آیا اور اسے مار دیا پھر گورنر نے اسے (جندب کو) پکڑ کر قید کر دیا جب یہ بات سلمان ؓ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا دونوں نے برا کیا۔ گورنر کے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ جادوگر کو بلوائے جو اس کے سامنے کرتب دکھائے کیونکہ اس کی حیثیت تو امام کی ہے لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں اور جندب کے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ وہ اپنے امیر کو تلوار کے ساتھ سزا دیتا۔ (مستدرک حاکم) حاکم اور ذھبی دونوں نے اس سے سکوت کیا ہے۔

فائدہ: حضرت عثمانؓ، حضرت سلمانؓ اور ولید کا انکار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ بادشاہ کی اجازت کے بغیر حد قائم نہیں کی جا سکتی۔

۳۶۴۵- عبدالرزاق عن عبیدالله بن عمر عن نافع، قال: "أَبِقَ غُلَامٌ لِابْنِ عُمَرَ فَمَرَّ عَلَى غِلْمَةٍ لِعَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَسَرَقَ مِنْهُمْ جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ، وَرَكِبَ حِمَارًا لَهُمْ فَأُتِيَ بِهِ ابْنَ عُمَرَ فَبَعَثَ بِهِ إِلَى سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ، وَهُوَ أَمِيْرٌ عَلَى الْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ سَعِيْدٌ: لَا يُقْطَعُ غُلَامٌ أَبِقٌ، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ عَائِشَةُ إِنَّمَا غِلْمَتِيْ غِلْمَتُكَ، وَإِنَّمَا جَاعَ وَرَكِبَ الْحِمَارَ لِيَبْلُغَ عَلَيْهِ، فَلَا تَقْطَعْهُ قَالَ: فَقَطَعَهُ ابْنُ عُمَرَ- اخرجه ابن حزم فی المحلی (۱۱:۱۶۴) وسنده صحیح-

۳۶۴۶- وعنه عن رجل عن سلام بن مسکین اخبرنی عن حبیب بن ابی فضالة ان صالح بن کریز حدثه: "أَنَّهُ جَاءَ بِجَارِيَةٍ لَهُ إِلَى الْحَكَمِ بْنِ أَيُّوْبَ، قَالَ: فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ إِذَا جَاءَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَجَلَسَ، فَقَالَ: يَا صَالِحُ! مَا هٰذِهِ الْجَارِيَةُ مَعَكَ؟ قُلْتُ: جَارِيَتُنَا بَغَتْ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَرْفَعَهَا إِلَى الْإِمَامِ، لِيُقِيْمَ عَلَيْهَا الْحَدَّ، قَالَ: لَا تَفْعَلْ، رُدَّ جَارِيَتَكَ، وَاتَّقِ اللّٰهَ، وَاسْتُرْ عَلَيْهَا- قُلْتُ: مَا أَنَا بِفَاعِلٍ حَتّٰى أَرْفَعَهَا، قَالَ لَهُ أَنَسٌ: لَا تَفْعَلْ، وَأَطِعْنِيْ، قَالَ صَالِحٌ: فَلَمْ يَزَلْ

۳۶۴۵- نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا غلام بھاگ گیا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے غلاموں کے پاس سے گزرا پس ان سے ایک تھیلہ چرایا جس میں کھجور تھی اور ان غلاموں کے گدھے پر سوار ہو کر ابن عمرؓ کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس غلام کو سعید بن العاص کے پاس بھیجا جو مدینہ کے گورنر تھے تو سعیدؓ نے فرمایا کہ بھگوڑے غلام کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ پھر حضرت عائشہؓ نے ابن عمرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرے غلام آپ ہی کے غلام ہیں وہ بھوکا تھا (اس لیے اس نے چوری کی) پھر وہ آپؓ کے پاس پہنچنے کے لیے وہ گدھے پر سوار ہوا اس لیے اس کا ہاتھ نہ کاٹئے۔ نافع فرماتے ہیں لیکن ابن عمرؓ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا (محلی ابن حزم) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اگر مولی کو بھی حد قائم کرنے کا اختیار ہوتا تو ابن عمرؓ غلام کو سعید گورنر کے پاس نہ بھیجتے ابن عمرؓ کا غلام کو سعیدؓ کے پاس بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ حد قائم کرنے کا اختیار صرف حاکموں کو ہے۔ لیکن چونکہ سعیدؓ کا حد قائم نہ کرنا غیر شرعی تھا اس لیے ابن عمرؓ نے سنت کو زندہ کرتے ہوئے اس کا ہاتھ کاٹا۔ یعنی اس وجہ سے نہیں کاٹا کہ ان کو اختیار تھا، نیز حضرت عائشہؓ کا سفارش کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ابن عمرؓ نے تعزیراً اس کا ہاتھ کاٹا تھا۔ کیونکہ حدود میں سفارش کرنا قطعاً جائز نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ابن عمرؓ نے اس کا ہاتھ تعزیر میں کاٹا تھا۔

۳۶۴۶- صالح بن کریز فرماتے ہیں کہ میں اپنی باندی کو حکم بن ایوب کے پاس لے گیا اور میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک انس بن مالک رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور بیٹھے پھر فرمایا اے صالح! یہ تیرے ساتھ باندی کیسی ہے۔ میں نے کہا ہماری باندی نے زنا کیا ہے۔ اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ اس کا معاملہ حاکم کے پاس لے جاؤں تاکہ وہ اس پر حد قائم کرے۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا نہ کر یعنی باندی کو واپس

يُرَاجِعُنِیْ حَتّٰی قُلْتُ لَهٗ اَرُدُّهَا عَلٰی اَنَّ مَا كَانَ عَلَیَّ مِنْ ذَنْبٍ فَاَنْتَ لَهٗ ضَامِنٌ۔ فَقَالَ اَنَسٌ نَعَمْ! قَالَ: فَرَدَدْتُهَا"۔ اخرجه ابن حزم فی "المحلی"(۱۱:۱۶۵)۔ واعله بانه عمن لم يسم۔

قلت: لا ضير، فان المجهول فی القرون الثلاثة مقبول عندنا۔ لا سيما و قد قال عبدالرزاق "وبه ناخذ"۔ كما فی "المحلی" ايضا۔ والمحدث لا ياخذ بما لا يصلح للاحتجاج به۔

۳۶۴۷- عن معمر عن الزهری عن سالم بن عبدالله بن عمر عن ابيه۔ قال: "فِی الْاَمَةِ اِذَا كَانَتْ لَيْسَتْ بِذَاتِ زَوْجٍ، فَظَهَرَ مِنْهَا فَاحِشَةٌ جُلِدَتْ نِصْفَ مَا عَلَی الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ، يَجْلِدُهَا سَيِّدُهَا۔ فَاِنْ كَانَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْاَزْوَاجِ رُفِعَ اَمْرُهَا اِلَی الْاِمَامِ"۔ اخرجه عبدالرزاق كما فی "المحلی"(۱۱:۱۲۵)۔ وسنده صحيح۔

۳۶۴۸- وعن عبدالله بن مسعود وغيره قالوا: "اِنَّ الرَّجُلَ يَجْلِدُ مَمْلُوْكَتَهُ الْحُدُوْدَ فِیْ بَيْتِهِ"۔ اخرجه ابن حزم ايضا ولم يعله بشیء۔

لے جا۔اللہ سے ڈراور اس پر پردہ دے۔میں نے کہا میں اس کا معاملہ ضرور حاکم کے پاس لے جاؤں گا۔انسؓ نے فرمایا ایسانہ کراور میری بات مان۔صالح فرماتے ہیں کہ انسؓ برابر مجھے کہتے رہے یہاں تک کہ میں نے ان سے کہا کہ میں اس شرط پر اسے واپس لے جاتا ہوں کہ اگر مجھ پر کوئی گناہ ہوا تو آپ اس کے ذمہ دار ہونگے۔انسؓ نے فرمایا ہاں۔صالح فرماتے ہیں کہ پھر میں اسے واپس لے گیا(محلی ابن حزم)۔قرون ثلاثہ میں جہالت مضر نہیں بلکہ قرون ثلاثہ کا مجہول ہمارے ہاں مقبول ہے۔خصوصا جبکہ عبدالرزاقؒ محدث فرماتے ہیں "ہم بھی اسے لیتے ہیں" محلی ابن حزم میں ایسے ہی ہے۔اور پھر یقینا محدث صالح للاحتجاج حدیث ہی لیتا ہے۔

فائدہ: حضرت انس ؓ کا سفارش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مولیٰ کو حد جاری کرنے کا اختیار نہیں۔البتہ وہ تعزیرا تادیبا اسے مار سکتا ہے۔

۳۶۴۷۔ ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ اگر غیر شادی شدہ باندی سے زنا ظاہر ہو تو انہیں اس مقدار سے آدھے کوڑے مارے جائیں جو آزاد عورتوں کو مارے جاتے ہیں اور اس کا آقا اسے کوڑے مارے اور اگر وہ شادی شدہ ہو تو اس کا معاملہ حاکم کے پاس پیش کیا جائے۔(یعنی حاکم اس پر حد قائم کرے)(مصنف عبدالرزاق ومحلی ابن حزم)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شادی شدہ باندی پر حد قائم کرنے کا اختیار ابن عمر ؓ کے ہاں بھی مولیٰ کو حاصل نہیں۔

۳۶۴۸۔ عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ مولیٰ اپنی مملوکہ پر اپنے گھر میں حد قائم کرے(محلی ابن حزم)(یہ حدیث صحیح ہے) کیونکہ ابن حزم نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

فائدہ: اس سے مراد حد حقیقی نہیں بلکہ تعزیر ہے کیونکہ حد سر عام قائم کی جاتی ہے نہ کہ گھروں میں لہذا فی بیتہ کہنے سے معلوم

بَاب لَا يُجْمَعُ فِيْ الثَّيِّبِ بَيْنَ الرَّجْمِ وَالْجَلْدِ

٣٦٤٩- عن موسى بن معاوية نا وكيع عن يحيى بن ابى كثير السقا عن الزهرى "أَنَّ أَبَا بَكْرٍ ؓ وَعُمَرَ ؓ رَجَمَا وَلَمْ يَجْلِدَا"- اخرجه ابن حزم فى المحلى (١١: ٢٣٣)- بسنده ولم يعله بشىء- ورجاله كلهم ثقات الا انه مرسل-

٣٦٥٠- وبه الى وكيع، نا العمرى (هو عبدالله بن عمر) عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنهما، قال: "إِنَّ عُمَرَ رَجَمَ وَلَمْ يَجْلِدْ"- اخرجه ابن حزم ايضا (١١: ٢٣٣)- وسنده حسن-

٣٦٥١- وبه الى وكيع، نا الثورى عن مغيرة عن ابراهيم النخعى، قال: "يُرْجَمُ وَلَا يُجْلَدُ"- اخرجه ابن حزم (١١: ٢٣٣) ايضا وسنده صحيح-

٣٦٥٢- وعن عبدالرزاق عن معمر عن الزهرى: "أَنَّهُ كَانَ يُنْكِرُ الْجَلْدَ مَعَ الرَّجْمِ"-

---

ہوا کہ مولی کو تعزیر میں مارنے کا حق ہے۔ **فائدہ:** ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ حد قائم کرنے کا اختیار صرف حاکم کو ہے۔ مولی کو یہ اختیار حاصل نہیں۔ باقی ابن عمرؓ، فاطمہؓ، عائشہؓ وغیرہ کا اپنے غلاموں اور باندیوں پر حد قائم کرنا تعزیر پر محمول ہے۔ یا انہیں والیوں کے اختیارات حاصل تھے۔ لہٰذا ان کا حد قائم کرنا حاکم کا ہی حد قائم کرنا ہے۔ اور حضور ﷺ کا یہ فرمانا'' کہ جب تم میں سے کسی کی باندی کا زنا ثابت ہو جائے تو اسے کوڑے لگاؤ'' تسبیب پر محمول ہے یعنی وہ اس کا معاملہ حاکم کے پاس لے جائے اور کوڑے لگوائے یا یہ حدیث تعزیر پر محمول ہے اور اس پر قرینہ آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ اسے ملامت نہ کر۔ ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما﴾ اور ﴿الزانية والزانى فاجلدوا كل واحد منهما﴾ میں بالاتفاق حاکموں اور اماموں کو خطاب ہو رہا ہے اور زانی اور سارق میں آزاد اور غلام کے درمیان کوئی تفریق نہیں۔ لہٰذا آزاد اور غلام لوگوں میں حد قائم کرنے کا اختیار حاکموں کو ہی ہوگا۔

باب شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے اور کوڑے مارنے کی دونوں سزائیں نہ دی جائیں

۳۶۴۹۔ زہری فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ وعمرؓ نے سنگسار کیا اور کوڑے نہیں مارے (محلی ابن حزم) ابن حزم نے اس حدیث کی سند کو کسی علت کے ساتھ معلول نہیں کیا اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں البتہ مرسل ہے اور ارسال مضر نہیں۔

فائدہ: موفق فرماتے ہیں کہ عثمان ؓ نے بھی رجم کیا اور کوڑے نہیں مارے۔

۳۶۵۰۔ ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ نے سنگسار فرمایا اور کوڑے نہیں مارے (محلی ابن حزم)۔ اس کی سند حسن ہے۔

۳۶۵۱۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ رجم کیا جائے تو کوڑے نہ مارے جائیں (محلی ابن حزم)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۶۵۲۔ زہری سے مروی ہے کہ وہ رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کو برا سمجھتے تھے (محلی ابن حزم) اس کی سند صحیح ہے اور کنز العمال میں سیوطی نے اس کی تخریج کر کے اسے عبدالرزاق کی طرف منسوب کیا ہے اور ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ زہری فرماتے ہیں کہ

اخرجه ابن حزم ایضا(۱۱:۲۳۳) وسنده صحیح۔ واخرجه السیوطی فی کنزالعمال(۳:۹۳)۔ ایضا وعزاه الی مصنف عبدالرزاق، وزاد: "وَيَقُوْلُ: قَدْ رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْجَلْدَ"۔

۳۶۵۳- عن نافع: "اَنَّ عُمَرَ رَجَمَ اِمْرَاَةً وَلَمْ يَجْلِدْهَا بِالشَّامِ"۔ رواه ابن جریر کذا فی "کنزالعمال"(۳:۸۷)۔

۳۶۵۴- عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انه قال: "اِذَا اجْتَمَعَ حَدَّانِ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِيْهِمَا الْقَتْلُ اَحَاطَ الْقَتْلُ بِذٰلِكَ"۔ ذکره الموفق فی "المغنی"(۱۰:۱۲۴)۔ بلا سند، و فی حفظی انی رایته مخرجا بسند فی کتاب، ولم اجد الآن موضعه، وله شاهد من قول ابراهیم النخعی، وهو لسان ابن مسعود واصحابه۔

۳۶۵۵- اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم، قال: "اِذَا اجْتَمَعَتْ عَلَى الرَّجُلِ الْحُدُوْدُ فِيْهَا الْقَتْلُ دُرِءَتِ الْحُدُوْدُ، وَاُخِذَ بِالْقَتْلِ، وَاِذَا اجْتَمَعَتِ الْحُدُوْدُ وَقَدْ قَتَلَ قُتِلَ، وَدُفِعَ مَاسِوَى ذٰلِكَ، لِاَنَّ الْقَتْلَ قَدْ اَحَاطَ بِذٰلِكَ كُلِّهِ"۔ اخرجه محمد فی "الآثار"، و قال: "هذا کله قول ابی حنیفة، و قولنا، الا حد القذف فانه من حقوق الناس، فیضرب حد القذف، ثم یقتل۔

حضور ﷺ نے سنگسار فرمایا اور کوڑے مارنے کو بیان نہیں کیا۔

۳۶۵۳۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام میں ایک عورت کو سنگسار کیا اور اسے کوڑے نہیں مارے۔(ابن جریر و کنز العمال)۔

۳۶۵۴۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کسی آدمی پر دو حدیں جاری ہو جائیں اور ان میں سے ایک حد قتل کی ہو تو قتل کرنا دوسری حد سے کفایت کر جائے گا۔(مغنی للموفق)۔ ابراہیم نخعی کا قول اس کا شاہد ہے۔ جبکہ ابراہیم نخعی ابن مسعود اور آپ کے اصحاب کے ترجمان ہیں۔

فائدہ: یعنی قتل کرنے کی صورت میں کوڑے مارنے کی ضرورت ہی نہیں۔

۳۶۵۵۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب کسی آدمی پر کئی حدود جمع ہو جائیں اور ان میں ایک حد قتل کی ہو تو دوسری تمام حدود یں ختم کر دی جائیں گی اور قتل کے ساتھ اس کو پکڑا جائے گا۔(یعنی قتل کے ساتھ کسی دوسری تنبیہ کی ضرورت نہیں) اور اگر اس پر کئی حدود جمع ہو جائیں (یعنی شراب، زنا، چوری کی حدود) اور وہ قتل بھی کر چکا ہو تو اسے قتل کیا جائے گا اور اس کے علاوہ تمام حدود ختم کی جائیں گی اس لئے کہ قتل دوسری تمام حدود کو کفایت کر جائے گا(کتاب الآثار، باب الحدود اذا اجتمعت فیها القتل)۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں یہ امام ابوحنیفہؒ اور ہمارا قول ہے لیکن قتل کے ساتھ حد قذف معاف نہیں ہوگی کیونکہ وہ حقوق الناس میں سے ہے اس لیے حد قذف لگانے کے بعد اسے قتل کیا جائے گا۔ صرف وہی حدود قتل کے ساتھ ختم ہو جاتی ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔

وانما الذی یدرأ عنه الحدود التی لله تعالی" اھ(۹۰)۔

۳۶۵۶- حدثنا یونس ثنا ابن وھب اخبرنی یونس عن ابن شھاب اخبرنی عبیداللہ ابن عبداللہ انا ابو واقد اللیثی ثم الاشجعی اخبرہ، وکان من اصحاب رسول اللہ ﷺ، قال: "بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ عُمَرَ مَقْدَمَهُ الشَّامَ بِالْجَابِیَةِ أَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: یَا أَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! إِنَّ امْرَأَتِیْ زَنَتْ بِغُلَامِیْ، فَهِیَ هٰذِهِ تَعْتَرِفُ بِذٰلِكَ، فَأَرْسَلَنِیْ فِیْ رَهْطٍ إِلَیْهَا نَسْأَلُهَا عَنْ ذٰلِكَ، فَجِئْتُهَا فَإِذَا هِیَ جَارِیَةٌ حَدِیْثَةُ السِّنِّ، فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ افْرِجْ فَاهَا الْیَوْمَ عَمَّا شِئْتَ، فَسَأَلْتُهَا۔ وَأَخْبَرْتُهَا بِالَّذِیْ قَالَ زَوْجُهَا، فَقَالَتْ: صَدَقَ فَبَلَّغْنَا ذٰلِكَ عُمَرَ، فَأَمَرَ بِرَجْمِهَا"۔ رواہ الطحاوی، ثم اخرجه من طریق مالك عن یحیی بن سعید عن سلیمان بن یسار عن ابی واقد نحوہ، و زاد: "فَذَكَرَ لَهَا الَّذِیْ قَالَ زَوْجُهَا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَأَخْبَرَهَا أَنَّهَا لَا تُؤْخَذُ بِقَوْلِهِ، وَجَعَلَ یُلَقِّنُهَا أَشْبَاهَ ذٰلِكَ لِتَنْتَزِعَ، فَأَبَتْ أَنْ تَنْتَزِعَ، وَتَثْبُتُ عَلَی الْاِعْتِرَافِ، فَأَمَرَ بِهَا عُمَرُ، فَرُجِمَتْ"(معانی الآثار۲:۸۱)۔ وسندہ صحیح، واخرجه مالك فی "الموطا"(۳۴۹)۔ وتسامح الحافظ فی "التلخیص" (۲:۳۵۱) فی عزوہ الی الطحاوی وحدہ۔

۳۶۵۶۔ ابوواقد لیثی اشجعیؓ جو کہ صحابیؓ ہیں فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس مقام جابیہ میں تھے جبکہ آپ شام میں تشریف لائے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا اے امیر المؤمنین! میری بیوی نے میرے غلام کے ساتھ زنا کیا ہے اور وہ یہ ہے جو اس کا اقرار بھی کرتی ہے تب آپؓ نے مجھے چند لوگوں کے ساتھ اس عورت کے پاس بھیجا تاکہ ہم اس سے اس کے بارے میں پوچھیں۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ ایک نوجوان لڑکی ہے، میں نے کہا خداوندا! اس کے منہ کو آج تو جیسے چاہے کھول دے، میں نے اس سے دریافت کیا اور جو کچھ اس کے خاوند نے کہا تھا وہ بھی بیان کیا تو اس نے کہا وہ سچ کہتا ہے۔ پھر ہم نے یہ بات حضرت عمرؓ کو پہنچادی۔ تب آپؓ نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا (طحاوی، باب حد الزانی المحصن ما ھو)۔ طحاوی کی ایک اور روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ قاصد نے اس سے وہ بات کہہ دی جو اس کے شوہر نے عمر بن خطابؓ سے کہی تھی اور اس کو اس بات کی بھی اطلاع کی کہ صرف اس کے خاوند کے کہنے پر اس کا مواخذہ نہیں ہوگا اور اسے اس قسم کی باتیں سکھانے لگے تاکہ وہ اقرار نہ کرے لیکن عورت نے انکار کرنے سے انکار کردیا اور اقرار پر ثابت قدم رہی تب حضرت عمرؓ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا اور اسے سنگسار کردیا گیا (طحاوی، باب سابق؛ موطا مالک، باب ما جاء فی الرجم)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۶۵۷۔ جابر بن سمرۃؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ماعز بن مالکؓ کو سنگسار فرمایا اور کوڑے لگانے کا ذکر نہیں کیا۔ (مسند امام احمد اور سنن بیہقی)۔ یہ حدیث حجت پکڑنے کے لائق ہے۔

۳۶۵۷- عن جابر بن سمرةؓ: "أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَجَمَ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ، وَلَمْ يَذْكُرْ جَلْدًا"- رواه احمد والبيهقي، كما في "التلخيص الحبير"، وسكت الحافظ عنه، فهو صالح للاحتجاج به۔

۳۶۵۸- عن ابي هريرة و زيد بن خالد الجهني في قصة العسيف: "وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هٰذَا، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا، فَغَدَا عَلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا"- للستة(جمع الفوائد)۔

۳۶۵۹- عن عائشة رضي الله عنها سرفوعا: "لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا فِيْ ثَلَاثِ خِصَالٍ، زَانٍ مُحْصِنٍ فَيُرْجَمُ، وَالرَّجُلُ يَقْتُلُ مُتَعَمِّدًا فَيُقْتَلُ بِهِ وَيُصْلَبُ، أَوْ يُنْفٰى مِنَ الْأَرْضِ"- اخرجه الحاكم في "المستدرك" و صححه على شرط الشيخين، واقره عليه الذهبي- والرواية قد وقعت فيه تصحيف وحذف، وذكره ابن حزم في 'المحلى'، و فيه: "أَوْ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ الْإِسْلَامِ فَيُحَارِبُ اللهَ وَرَسُوْلَهُ، فَيُقْتَلُ أَوْ يُصْلَبُ، أَوْ يُنْفٰى مِنَ الْأَرْضِ"- واعله بان ابراهيم بن طهمان انفرد به، وليس بالقوى اھ- قلت: هو من رجال الجماعة ثقة يغرب كما في "التقريب"۔

۳۶۵۸۔ ابوھریرہؓ اور زید بن خالدؓ سے عسیف کے قصہ میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے انیس کل اس عورت کے پاس جاؤ، اگر وہ زنا کا اعتراف کرے تو اسے سنگسار کرو اور اگلے دن وہ اس کے پاس گئے اور اس عورت نے اعتراف کیا اور انیس نے اسے سنگسار کیا (صحاح ستہ)۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں میں واضح طور پر اس بات پر دلالت ہے کہ حضور ﷺ نے صرف رجم فرمایا ہے اور کوڑے نہیں لگوائے۔

۳۶۵۹۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین باتوں کی وجہ سے، ایک شادی شدہ زانی ہے، اسے رجم کیا جائے، دوسرا وہ مرد ہے جو کسی کو جان بوجھ کر قتل کرتا ہے اسے قتل کیا جائے اور سولی چڑھایا جائے یا جلاوطن کر دیا جائے (مستدرک حاکم) حاکم نے اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے اور محلی ابن حزم کی روایت میں ہے یا وہ آدمی جو اسلام سے مرتد ہو جائے یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرے تو اسے قتل کیا جائے یا سولی چڑھایا جائے یا جلاوطن کیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ ابراہیم بن طھمان جسے ابن حزم نے منفرد کہا ہے جماعت کا راوی ہے اور ثقہ ہے تقریب میں اسی طرح ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ مسلمان شادی شدہ زانی کو صرف سنگسار کیا جائے گا اور کوڑے نہیں مارے جائیں گے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں ہم تمام اماموں کے نزدیک رجم ہے اور کوڑے نہیں۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ شادی شدہ کی حد رجم ہے بغیر کوڑوں کے اور کنوارے کی حد کوڑے ہیں بغیر رجم کے اور یہی طریقہ چلا آ رہا ہے، یہ دونوں قول اجماع پر دلالت کرتے ہیں۔ باقی عبادہ بن صامتؓ کی وہ حدیث کہ جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ کنوارے کی حد کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور شادی شدہ کی حد

بَاب اَنْ لَا يُجْمَعَ فِيْ الْبِكْرِ بَيْنَ الْجَلْدِ وَالنَّفْيِ

٣٦٦٠- اخبرنا معمر عن الزهري عن ابن المسيب، قال: "غَرَّبَ عُمَرُ رَبِيْعَةَ بْنَ أُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ فِيْ الشَّرَابِ إِلَى خَيْبَرَ، فَلَحِقَ بِهِرَقْلَ فَتَنَصَّرَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا أُغَرِّبُ بَعْدَهُ مُسْلِمًا"۔ رواه عبدالرزاق في مصنفه(زيلعي ٢:٨٦،٨٧) قلت: رجاله رجال الجماعة۔

٣٦٦١- عن ابراهيم النخعي۔ قال: قَالَ عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ فِيْ الْبِكْرِ تَزْنِيْ بِالْبِكْرِ قَالَ: يُجْلَدَانِ بِمِائَةٍ۔ وَيُنْفَيَانِ سَنَةً، وَقَالَ عَلِيٌّ: حَسْبُهُمَا مِنَ الْفِتْنَةِ أَنْ يُنْفَيَا" رواه عبدالرزاق في

رجم اور کوڑے ہیں منسوخ ہے کیونکہ یہ ابتداء کی حدیث ہے اور اس کے بعد کے واقعات یعنی واقعہ ماعز، حدیث عسیف، واقعہ غامدیہ، واقعہ جہنیہ میں حضور ﷺ نے صرف رجم فرمایا ہے کوڑے نہیں لگوائے۔ لہٰذا حدیث عبادۃ بن صامتؓ منسوخ ہے اور جابرؓ کی وہ حدیث جس میں رجم اور کوڑے دونوں حدوں کا ذکر ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ حضور ﷺ نے اس مجرم کو غیر شادی شدہ سمجھتے ہوئے کوڑے لگوائے پھر جب اس کا شادی شدہ ہونا معلوم ہوا تو اس پر رجم کا حکم فرمایا۔ ابوداؤد اور نسائی میں اس قسم کی حدیث مروی ہے اور حضرت علیؓ کا شراحہ کو پہلے کوڑے مارنا پھر رجم کرنا بھی اسی تاویل پر محمول ہے۔ نیز آیت الزانية والزاني سے غلام اور لونڈیوں کے مخصوص ہونے کی وجہ سے (یعنی ان پر سو کوڑے نہیں بلکہ پچاس کوڑے ہیں) یہ آیت مخصوص منہ البعض ہوگئی۔ لہٰذا آیت غیر مقرؤ الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما کی وجہ سے شادی شدہ زانی آیت الزانية والزاني سے مخصوص ہونگے اور ان پر کوڑوں والی حد نہیں لگے گی۔

باب کنوارے زانی کو کوڑے اور جلاوطنی کی دونوں سزائیں حد کے طور پر نہ دی جائیں

٣٦٦٠۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ربیعہ بن امیہ کو شراب پینے کی پاداش میں خیبر کی طرف جلاوطن کردیا۔ ربیعہ ہرقل کے پاس جاکر عیسائی ہوگیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آج کے بعد میں کسی مسلمان کو ملک بدر نہیں کروں گا۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔

فائدہ: حضرت عمرؓ کا شرابی کو جلاوطن کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ جلاوطنی شرعی طور پر حد کا حصہ نہیں کیونکہ شراب کی حد میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ لہٰذا یہ جلاوطنی کی سزا سیاست اور تعزیر پر مبنی ہے اور پھر حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا کہ اب میں کسی مسلمان کو جلاوطن نہیں کروں گا، ہر حد کے ارتکاب کرنے والے کو شامل ہے خواہ وہ زانی ہو یا شرابی۔ اور حد کو تبدیل کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جلاوطنی حد کی سزا میں شامل نہیں۔

٣٦٦١۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر کنوارہ کنواری سے زنا کرے تو دونوں کو سو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک ایک سال کے لیے دونوں کو جلاوطن کردیا جائے۔ اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں ان دونوں کو جلاوطن کرنا ان دونوں کے لیے کافی

مصنفه، و محمد بن الحسن في كتاب الآثار، قالا: اخبرنا ابوحنيفة عن حماد بن ابي سليمن عن ابراهيم، فذكراه-(زيلعي ۲:۸۶)-

قلت: الاثران صحيحان، والنخعي وان لم يدركهما ولكن مراسيله صحيحة، كما عرفت غير مرة-

۳۶۶۲- عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: "مَنْ زَنٰى جُلِدَ وَأُرْسِلَ"- اخرجه ابن حزم في "المحلى" (۱۱:۲۳۲)- ولم يعله بشيء-

۳۶۶۳- عن ابراهيم النخعي: "أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ قَالَ فِيْ أُمِّ الْوَلَدِ إِذَا أَعْتَقَهَا سَيِّدُهَا أَوْ مَاتَ عَنْهَا فَزَنَتْ: أَنَّهَا تُجْلَدُ وَلَا تُنْفٰى"- رواه عبدالرزاق عن ابي حنيفة عن حماد ابن ابي سليمان عنه، وهذا سند صحيح لا علة له سوى ارسال النخعي، ومراسيله صحاح عند القوم، كما مر غير مرة، اخرجه ابن حزم ايضا (۱۱:۱۸٤)- وزاد في "كنز العمال" (۳:۸۸): قال: وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ: "تُجْلَدُ وَ تُنْفٰى وَلَا تُرْجَمُ"-

۳۶۶٤- عن ابي هريرة رضی اللہ عنہ رفعه: "إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيَجْلِدْهَا ثَلَاثًا بِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنْ

فتنہ ہے (یعنی ان دونوں کو جلاوطن نہ کیا جائے)۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ میں کہتا ہوں کہ دونوں اثر صحیح ہیں اور ابراہیم نخعی کے مراسیل صحیح ہیں۔

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں کو جلاوطن نہ کیا جائے اس پر قرینہ آگے آنے والی ۳۶۶۳ نمبر حدیث ہے۔ جس میں صراحت ہے کہ زانی کو جلاوطن نہ کیا جائے اور دوسرا قرینہ اس پر یہ ہے کہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کفی بالنفی فتنة سے ابراہیم نخعی کیا مراد لیتے ہیں انہوں نے فرمایا ابراہیم اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ اسے جلاوطن نہ کیا جائے، امام محمدؒ فرماتے ہیں یہی ہمارا اور ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور ہم حضرت علیؓ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں۔

۳۶۶۲۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زنا کرنے والے کو کوڑے مار کر چھوڑ دیا جائے (محلی ابن حزم)۔ ابن حزم نے اس کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا (لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے)۔

۳۶۶۳۔ ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ ام ولد کو اس کا آقا آزاد کردے یا اس کا آقا مر جائے پھر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے مارے جائیں اور جلاوطن نہ کیا جائے (محلی ابن حزم) اسے عبدالرزاق نے روایت کیا ہے، جس کی سند صحیح ہے اور ابراہیم کے مراسیل صحیح ہیں اور کنز العمال میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسے کوڑے مارے جائیں اور جلاوطن کیا جائے لیکن رجم نہ کیا جائے۔

فائدہ: یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ جلاوطنی کو حد نہیں سمجھتے یہی ہمارا مسلک ہے۔

۳۶۶٤۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی باندی زنا کرے تو وہ اللہ کی کتاب

عَادَتْ فَلْيَبِعْهَا، وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ"- و فی روایة: "فَلْيَجْلِدْهَا، وَلَا يُعَيِّرْهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ"- و فی روایة: "إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ" للستة، کما فی "جمع الفوائد"(۲۸٦:۱)- وقد تقدم بابسط من هذا-

۳٦٦۵- حدثنا ابن ابی داود ثنا محمد بن عبدالعزیز الواسطی ثنا اسماعیل بن عیاش ثنا الاوزاعی عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده: "أَنَّ رَجُلًا قَتَلَ عَبْدَهُ مُتَعَمِّدًا، فَجَلَدَهُ النَّبِيُّ ﷺ مِائَةً وَنَفَاهُ سَنَةً- ومما اراه سهمه من المسلمين، وَأَمَرَهُ أَنْ يُعْتِقَ رَقَبَةً"- رواه الطحاوی(۷۹:۲) وسنده صحیح، فابن ابی داود قد مرتوثیقه غیر مرة، ومحمد بن عبدالعزیز الواسطی من رجال البخاری ثقة، کما فی "التهذیب"(۳۱۳:۹)- وحدیث ابن عیاش عن اهل الشام صحیح مستقیم والباقون لا یسال عنهم-

۳٦٦٦- عن عبیدالله عن نافع عن ابن عمرؓ: "أَنَّ أَمَةً لَهُ زَنَتْ، فَجَلَدَهَا وَلَمْ

کے قانون کے مطابق اسے کوڑے مارے، تین دفعہ زنا کرنے تک یہی حکم ہے، پھر اگر وہ چوتھی مرتبہ زنا کرے تو اسے بیچ دے اگرچہ بالوں کی رسی کے عوض ہی بیچے اور ایک روایت میں ہے کہ اسے کوڑے مارے اور اسے ملامت نہ کرے، یہ تین مرتبہ زنا کرنے پر حکم ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اگر باندی زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو اسے حد میں کوڑے مارے اور اسے ملامت نہ کرے، یہ دو مرتبہ زنا کرنے تک حکم ہے۔ پھر اگر وہ زنا کرے تو اسے بیچ دے اگرچہ بالوں کی رسی کے عوض ہی بیچے۔ (صحاح ستہ، بخاری اذا زنت الامة)

فائدہ: ان احادیث میں باندیوں کی حد صرف کوڑے بتائی گئی ہے اور باندیوں کی حد آزاد عورتوں کی حد سے آدھی ہے تو جب باندیوں پر جلاوطنی نہیں تو آزاد عورتوں پر بھی جلاوطنی نہیں ہونی چاہیے اور حد میں مرد اور عورت کا کوئی فرق نہیں "الزانية والزاني" میں دونوں کا حکم ایک جیسا ہے۔ لہٰذا آزاد مردوں پر بھی جلاوطنی نہیں ہونی چاہیے۔

۳٦٦۵۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنے غلام کو عمداً قتل کر دیا تو حضور ﷺ نے اسے سو کوڑے لگوائے اور ایک سال کے لیے اسے جلاوطن کر دیا اور میرا خیال ہے کہ مسلمانوں میں اس کا حصہ نہ رہنے دیا۔ اور اسے ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ (طحاوی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا میں جلاوطن کرنا حد میں شامل نہیں بلکہ یہ سیاست اور تعزیر پر محمول ہے اسی وجہ سے یہ زنا کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حضور ﷺ نے قاتل کو بھی جلاوطن کیا۔

۳٦٦٦۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ان کی باندی نے زنا کیا پس آپؓ نے اسے کوڑے مارے اور اسے جلاوطن نہیں

يَنْفِهَا"۔ اخرجه الجصاص في احكام القرآن له(۳:۲۵۶)۔ والمذكور من السند صحيح۔

۳۶۶۷- عن عبدالله بن بريدة، قال: "بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ يَعُسُّ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي خِلَافَتِهِ، فَإِذَا امْرَأَةٌ تَقُولُ:

هَلْ مِنْ سَبِيْلٍ اِلٰى خَمْرٍ فَاَشْرَبُهَا … اَوْ مِنْ سَبِيْلٍ اِلٰى نَصْرِ بْنِ حَجَّاجٍ

زاد في فتح القدير:

اِلٰى فَتًى مَاجِدِ الْاَعْرَاقِ مُقْتَبَلٍ … سَهْلِ الْمُحَيَّا كَرِيْمٍ غَيْرِ مُلْجَاجٍ

فَلَمَّا اَصْبَحَ سَاَلَ عَنْهُ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ، فَاِذَا هُوَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ شَعْرًا، وَاَصْبَحِهِ وَجْهًا، فَاَمَرَهُ عُمَرُ اَنْ يَطُمَّ شَعْرَهُ، فَفَعَلَ، فَخَرَجَتْ جَبْهَتُهُ، فَازْدَادَ حُسْنًا فَاَمَرَهُ اَنْ يَعْتَمَّ فَازْدَادَ حُسْنًا، "فَقَالَ عُمَرُ: لَا! وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تُجَامِعُنِيْ بِبَلَدٍ۔ فَاَمَرَ لَهٗ بِمَا يُصْلِحُهٗ، وَصَيَّرَهٗ اِلَى الْبَصْرَةِ"۔ اخرجه ابن سعد والخرائطي بسند صحيح عنه۔ وزاد الخرائطي بسند لين من طريق محمد بن سيرين قصة له مع مجاشع بن مسعود، وَامْرَاَتُهٗ بِالْبَصْرَةِ، فَخَرَجَ مِنْهَا، وذكر الهيثم بن عدي: "اَنَّ اَبَا مُوْسٰى نَفَاهُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلٰى فَاسٍ، وَعَلَيْهَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي الْعَاصِ، فَجَرَتْ لَهٗ قِصَّةٌ مَعَ دِهْقَانِهٖ، فَقَالَ لَهٗ: اُخْرُجْ عَنَّا، فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَئِنْ فَعَلْتُمْ هٰذَا بِيْ لَاَلْحَقَنَّ بِاَرْضِ

کیا۔(احکام القرآن للجصاص) اس کی مذکورہ سند صحیح ہے۔

۳۶۶۷۔ عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات اپنے خلافت کے زمانے میں گشت فرمارہے تھے اچانک ایک عورت کہنے لگی کیا شراب تک پہنچنے کا کوئی راستہ ہے کہ میں اسے پیئوں یا نصر بن حجاج تک پہنچنے کا کوئی راستہ ہے اور فتح القدیر میں ان الفاظ کا اضافہ ہے ایسے نوجوان کی طرف جو شرافت و بزرگی والا ہے، بالکل جوان ہے اس میں بڑھاپے کا کوئی نشان نہیں، نرم چہرے والا اچھے اخلاق والا ہے، شریف ہے اور جھگڑالو نہیں ہے۔ پھر جب صبح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصر کے بارے میں پوچھا اور اس کو بلا بھیجا تو دیکھا کہ وہ بالوں کے اعتبار سے اور چہرے کے اعتبار سے خوبصورت ترین آدمی تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے بالوں کو تراشنے کا حکم فرمایا اور اس نے ایسے کیا تو جونہی اس کی پیشانی ظاہر ہوئی، تو اس کے حسن میں اور اضافہ ہوگیا پھر اسے پگڑی باندھنے کا حکم دیا تو اس کے حسن میں اور اضافہ ہوگیا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تو کسی شہر میں میرے ساتھ نہیں رہ سکتا پھر جو اس کے مناسب تھا اس کو حکم دیا اور اسے بصرہ بھیج دیا۔(ابن سعد، خرائطی) اس کی سند صحیح ہے۔ اور خرائطی نے اس کے قصہ

الشِّرْكِ، فَكَتَبَ بِذٰلِكَ إِلٰى عُمَرَ فَكَتَبَ: اِحْلِقُوْا شَعْرَهٗ، وَشَمِّرُوْا قَمِيْصَهٗ، وَأَلْزِمُوْهُ الْمَسْجِدَ"۔ كذا في "الاصابة"(٦: ٢٦٠)- ونصر هذا هو ابن حجاج بن علاط السلمي من اولاد الصحابة، ولد في عهد النبي ﷺ۔

٣٦٦٨- عن ابن جريج عن عمرو بن شعيب، قال: قال رسول الله ﷺ: "قَدْ قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ إِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلٰى بِكْرَيْنِ جُلِدَا، كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿مِائَةَ جَلْدَةٍ، وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ﴾- وَغُرِّبَا سَنَةً غَيْرَ الْأَرْضِ الَّتِيْ كَانَا بِهَا، وَتَغْرِيْبُهُمَا سَنَتَيْنِ"- رواه عبدالرزاق (كنز العمال ٣: ٨٩)- ولا علة له غير الارسال، وهو حجة عندنا لا سيما في تفسير المرفوع-

میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ وہاں اس کا قصہ مجاشع بن مسعود کے ساتھ چلا جسکی بیوی بصرہ میں رہتی تھی تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اسے بصرہ سے فاس کی طرف جلاوطن کردیا اور وہاں عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ گورنر تھے اور وہاں اس نوجوان کا قصہ وہاں کے کاشتکار کے ساتھ چلا تو عثمانؓ نے اس سے فرمایا تو ہمارے پاس سے نکل جا۔ اس پر اس جوان نے کہا کہ قسم بخدا اگر تم میرے ساتھ یہی معاملہ کرتے رہے تو میں مشرکین کی زمین تک جا پہنچوں گا پھر عثمانؓ نے اس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو انہوں نے جواب میں لکھا اس کے بال منڈوادو اور اس کے کرتے کو تشمیر کرواور اسے مسجد میں پابند کردو۔ (اصابہ)۔

فائدہ: اس حدیث میں محض فتنے کے خوف سے اس جوان کو جلاوطن کیا جارہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جلاوطنی کسی مصلحت پر مبنی ہے، حد میں شامل نہیں۔

۳۶۶۸۔ عمرو بن شعیب فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ اگر دو کنواروں پر چار گواہ گواہی دیں تو ان دونوں کو کوڑے مارے جائیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو سو کوڑے مارے جائیں اور اللہ کے دین کے معاملے میں ان دونوں کے بارے میں کوئی نرمی تمہیں نہ گھیرے اور ان دونوں کو کسی دوسری زمین کی طرف ایک سال کے لیے جلاوطن کردیا جائے اور ان دونوں کو جلاوطن کرنا میری سنت ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ سوائے ارسال کے اور کوئی علت نہیں اور مرسل ہمارے ہاں حجت ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اس مسئلہ میں قول فیصل ہے کہ کوڑے مارنے اور جلاوطن کرنے میں فرق ہے اور دونوں وجوب میں برابر نہیں اور کوڑے مارنا ہی حد ہے اور جلاوطن کرنا حد نہیں بلکہ جلاوطن کرنا محض تنبیہ میں زیادتی کے لیے ہے جو حاکم وقت کے سپرد ہے، اگر کوئی مصلحت دیکھے تو اسے جلاوطن کردے ورنہ جلاوطن نہ کرے۔

بَاب مَتٰی تُرْجَمُ الْحُبْلٰی

۳۶۶۹- عن عمران بن حصین ﷜: "أَنَّ اِمْرَأَةً جُهَنِيَّةً أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حُبْلٰى مِنَ الزِّنَا، فَذَكَرَتْ أَنَّهَا زَنَتْ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَقْعُدَ حَتّٰى تَضَعَ، فَلَمَّا وَضَعَتْ أَتَتْهُ، فَأَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ"۔ اخرجه مسلم۔

۳۶۷۰- وعنده من حديث بريدة: "أَنَّ اِمْرَأَةً غَامِدِيَّةً قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! طَهِّرْنِيْ فَقَالَتْ: إِنَّهَا حُبْلٰى مِنَ الزِّنَا، فَقَالَ لَهَا: حَتّٰى تَضَعِيْ، فَلَمَّا وَضَعَتْ۔ قَالَ: لَا نَرْجُمُهَا وَنَدَعُ وَلَدَهَا صَغِيْرًا لَيْسَ لَهٗ مَنْ يُرْضِعُهٗ۔ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: إِلَيَّ رِضَاعُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَرَجَمَهَا"۔ و في

اس باب کا حاصل یہ نکلا کہ جلاوطن کرنا حد میں شامل نہیں بلکہ سیاست اور تعزیر پر محمول ہے، اس پر ایک قرینہ تو وہ حضرت عمر ﷜ کا قول ہے کہ میں آئندہ کسی مسلمان کو جلاوطن نہیں کروں گا کیونکہ اگر جلاوطنی حد میں شامل ہوتی تو اسے تبدیل کرنے کا کسی کو اختیار نہ تھا۔ دوسرا قرینہ ابو ہریرۃ ﷜ کی وہ حدیث ہے جو فتح الباری میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے غیر شادہ شدہ زانی کے بارے میں فرمایا کہ اس پر حد قائم کی جائے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے اس میں جلاوطنی کا اقامت حد پر عطف کیا گیا ہے اور عطف میں مغایرت ہوتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ جلاوطنی حد میں شامل نہیں، نیز اگر جلاوطنی کو حد میں شامل کیا جائے تو الزانية والزاني والی آیت کا نسخ لازم کرتا ہے کیونکہ اس آیت میں کامل حد ذکر کی گئی ہے۔

باب حاملہ کو کب رجم کیا جائے

۳۶۶۹۔ عمران بن حصین ﷜ سے مروی ہے کہ قبیلہ جہینہ کی عورت حضور ﷺ کے پاس آئی اور وہ زنا کی وجہ سے حاملہ تھی، اس نے کہا کہ اس نے زنا کیا ہے، حضور ﷺ نے اسے ولادت تک گھر میں بیٹھنے کا حکم فرمایا پھر جب اس نے بچہ جن دیا تو حضور ﷺ کے پاس آئی تو حضور ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم فرمایا پس اسے سنگسار کیا گیا۔ (مسلم، باب حد الزنا)

۳۶۷۰۔ بریدہؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ غامد کی ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے پھر اس نے کہا کہ میں زنا کی وجہ سے حاملہ ہوں حضور ﷺ نے اسے فرمایا تو ٹھہر یہاں تک کہ تو بچہ جنے پھر جب اس نے بچہ جن دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہم اسے اس حالت میں رجم نہیں کریں گے کہ وہ اپنے چھوٹے بچے کو اس حالت میں چھوڑ جائے کہ اس کو دودھ پلانے والا کوئی نہ ہو، اس پر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! اس کو دودھ پلانا میرے ذمے ہے، تب آپ ﷺ نے اس عورت کو رجم فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ اس عورت نے اس کو دودھ پلایا یہاں تک کہ اس نے اس کا دودھ چھڑوایا اور اس عورت نے اس بچے کو کسی مسلمان کے سپرد کیا تب حضور ﷺ نے رجم فرمایا۔ (مسلم، باب سابق)۔ بریدہؓ کی پہلی حدیث میں رضاعت سے مراد تربیت ہی ہے لہٰذا بریدہؓ کی دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔

روایة له: "فَأَرْضَعَتْهُ حَتّٰی فَطَمَتْهُ، وَدَفَعَتْهُ اِلٰی رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، وَرَجَمَهَا"- وجمع بین روایتی بریدة بان فی الثانیة زیادة- فتحمل الاولی علی ان المراد بقوله الی رضاعه ای تربیته، وجمع بین حدیثی عمران و بریدة ان الجهنیّة کان لولدها من یرضعه، بخلاف الغامدیة-(فتح الباری ۱۲:۱۲۸)-

۳٦۷۱- قَدْ کَانَ عُمَرُ اَرَادَ اَنْ یَرْجِمَ الْحُبْلٰی، فَقَالَ لَهُ مُعَاذٌ: لَا سَبِیْلَ لَكَ عَلَیْهَا حَتّٰی تَضَعَ مَا فِیْ بَطْنِهَا- اخرجه ابن ابی شیبة ورجاله ثقات-(فتح الباری ۱۲:۱۲۸)-

بَابُ لَا تُجْلَدُ النُّفَسَاءُ حَتّٰی تَرْتَفِعَ دَمُهَا

۳٦۷۲- عن علی ﷺ "اَنَّ اَمَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ زَنَتْ، فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَجْلِدَهَا، فَاِذَا هِیَ حَدِیْثُ عَهْدٍ بِنِفَاسٍ، فَخَشِیْتُ اِنْ اَنَا جَلَدْتُهَا اَنْ اَقْتُلَهَا، فَذَکَرْتُ ذٰلِكَ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ: اَحْسَنْتَ"- رواه مسلم(۲:۷۱)- و زاد فی روایة: "اُتْرُکْهَا حَتّٰی تَمَاثَلَ"-ای تبرأ-

البتہ عمرانؓ اور بریدہؓ کی دونوں حدیثوں میں یوں تطبیق دی جائے گی کہ جہنیہ عورت کے بیٹے کو دودھ پلانے والا میسر تھا لہٰذا اسے فوراً سنگسار کردیا گیا جبکہ غامدیہ عورت کے بیٹے کے لیے کوئی دودھ پلانے والا میسر نہیں تھا اس لیے اس کے بارے میں دودھ چھڑانے تک انتظار کیا گیا۔

۳٦۷۱۔ حضرت عمرؓ نے حاملہ عورت کو رجم کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان سے حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ آپ کو انہیں رجم کرنے کا کوئی حق نہیں یہاں تک کہ وہ جن دے اس چیز کو جو اس کے پیٹ میں ہے (مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ابن بطال فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ حاملہ عورت کو وضع حمل تک رجم نہ کیا جائے اسی طرح اسے کوڑے بھی نہ مارے جائیں اور نہ ہی حاملہ سے قصاص لیا جائے لیکن وضع حمل کے بعد علماء کا اختلاف ہے۔امام مالکؒ فوراً رجم کے قائل ہیں جبکہ احناف فرماتے ہیں کہ جب تک اس کا کوئی کفیل میسر نہ ہو اسے رجم نہ کیا جائے اور یہ عام ہے کہ کفیل فوراً میسر ہو جائے تو فوراً رجم کردیا جائے جیسا کہ جہنیہ عورت سے کیا گیا ہے اور اگر کفیل میسر نہ ہو تو دودھ چھڑانے کا انتظار کیا جائے جیسا کہ غامدیہ عورت سے کیا گیا۔

باب نفاس کے ختم ہونے تک نفاس والی عورت کو کوڑے نہ مارے جائیں

۳٦۷۲۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی ایک باندی نے زنا کیا، آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اسے کوڑے ماروں، جب میں اس کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ انہیں ابھی ابھی نفاس شروع ہوا ہے تو مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اگر میں اسے کوڑے ماروں گا تو اسے قتل کر بیٹھوں گا پھر میں نے یہ بات حضور ﷺ سے بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اچھا کیا۔(مسلم) اور ایک

بَاب كَيْفَ يُجْلَدُ الْمَرِيْضُ الَّذِىْ لَا يُرْجٰى بَرْءُهٗ

۳۶۷۳- عن بعض اصحاب النبی ﷺ من الانصار: اَنَّهٗ اِشْتَكٰى رَجُلٌ مِنْهُمْ حَتّٰى اُضْنِيَ، فَعَادَ جِلْدَةً عَلٰى عَظْمٍ، فَدَخَلَتْ عَلَيْهِ جَارِيَةٌ لِبَعْضِهِمْ، فَهَشَّ لَهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ رِجَالُ قَوْمِهٖ يَعُوْدُوْنَهٗ اَخْبَرَهُمْ بِذٰلِكَ، وَقَالَ: اِسْتَفْتُوْا لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَاِنِّيْ قَدْ وَقَعْتُ عَلٰى جَارِيَةٍ دَخَلَتْ عَلَيَّ، فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَقَالُوْا: مَا رَاَيْنَا بِاَحَدٍ مِنَ النَّاسِ مِنَ الضُّرِّ مِثْلَ الَّذِيْ هُوَ بِهٖ، لَوْ حَمَلْنَاهُ اِلَيْكَ لَتَفَسَّخَتْ عِظَامُهٗ، مَا هُوَ اِلَّا جِلْدٌ عَلٰى عَظْمٍ، فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَاْخُذُوْا لَهٗ مِائَةَ شِمْرَاخٍ، فَيَضْرِبُوْهُ بِهَا ضَرْبَةً وَاحِدَةً۔ رواہ ابوداود(۲:۲۲۶)۔ وسکت علیه، ومثله عن سهل بن سعد، اخرجه ابن حزم فی "المحلی" (۱۱:۱۷۵)۔ وقال: "حدیث سهل بن سعد صالح تقوم به الحجة، ثم قال: وجدنا طریقه طریقا جیدا تقوم به الحجة" اھ۔

روایت میں ہے کہ اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفاس کی حالت میں کوڑے نہ مارے جائیں، اسی طرح ہر اس بیماری میں بھی نہ کوڑے مارے جائیں جس کے ٹھیک ہونے کی امید ہو۔

باب اس بیمار کو کیسے کوڑے مارے جائیں جس کے ٹھیک ہونے کی امید نہ ہو

۳۶۷۳۔ ایک انصاری صحابیؓ سے مروی ہے کہ ان میں سے ایک آدمی بیمار ہوگیا۔ یہاں تک کہ کمزوری سے اس کے اوپر سے گوشت ختم ہوگیا اور اس کی ہڈی پر صرف کھال رہ گئی، اس حالت میں کسی کی ایک لونڈی اس کے پاس گئی تو اس کو دیکھ کر اسے شہوت ہوئی اور اس نے اس لونڈی سے جماع کرلیا پھر جب اس کی قوم کے افراد اس کی عیادت کے لیے اس کے پاس آئے تو اس نے ان لوگوں کو اس بارے میں بتلایا اور کہا کہ حضور ﷺ سے میرے لیے فتویٰ لاؤ اس لیے کہ میں نے ایک لونڈی سے جماع کرلیا ہے جو میرے پاس آئی تھی۔ ان لوگوں نے حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ ہم نے لوگوں میں سے کسی کو اتنا کمزور نہیں دیکھا جتنا وہ کمزور ہے، اگر ہم اسے آپ ﷺ کے پاس اٹھا کر لائیں تو اس کی ہڈیاں الگ الگ ہوجائیں اور اس کے اوپر ہڈیوں پر کھال کے علاوہ کچھ نہیں۔ پس حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے لیے سوٹہنیاں لے کر ایک ایک مرتبہ ان سب سے اسے مارا جائے (ابوداود، باب فی اقامة الحد علی المریض)۔ امام ابوداود نے اس پر سکوت کیا ہے اور ابن حزم نے بھی محلی میں اسی طرح کی حدیث سھل بن سعد سے روایت کی اور فرمایا کہ سھل کی حدیث قابل حجت ہے

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس مریض کے ٹھیک ہونے کی امید نہ ہو تو اسے مذکورہ بالا طریقے سے حد لگائی

بَاب لَوْ قَالَ لَهَا اَنْتِ خَلِيَّةٌ اَوْ مِثْلَهَا ثُمَّ وَطِئَهَا فِي الْعِدَّةِ وَقَالَ: عَلِمْتُ اَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ لَمْ يُحَدَّ

٣٦٧٤- اخبرنا سفيان الثوري، عن حماد عن ابراهيم عن عمرؓ، فِي الْخَلِيَّةِ وَالْبَرِيَّةِ وَالْبَتَّةِ وَالْبَائِنَةِ: "هِيَ وَاحِدَةٌ وَهُوَ اَحَقُّ بِهَا، قَالَ: وَقَالَ عَلِيٌّ : ثَلَاثٌ"- رواه عبدالرزاق في "مصنفه"(زيلعي ٢:٨٨)- قلت: رجاله رجال الجماعة الا حمادا لم يروعنه البخاري، و روى عنه الباقون-

٣٦٧٥- اخبرنا ابن جريج اخبرني ابو الزبير انه سمع جابر بن عبداللهؓ يقول فِيْ الرَّجُلِ يُخَيِّرُ اِمْرَاَتَهُ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا، قَالَ: "هِيَ وَاحِدَةٌ"- رواه عبدالرزاق(زيلعي ٢:٨٨)- قلت: رجاله رجال الجماعة الا ابا الزبير، اخرج له البخاري متابعة-

جائے کیونکہ حد کو بالکل چھوڑ دینا ناجائز ہے اور معروف طریقے پر حد لگانا موت کا سبب بن سکتا ہے حالانکہ اس نے ایسا گناہ نہیں کیا جس میں اسے قتل کیا جائے اور یہ حیلہ قرآن سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام سے فرمایا ﴿خذ بیدک ضغثا فاضرب به ولا تحنث﴾۔

باب اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے انت خلیہ یا اس جیسے اور الفاظ کہے اور پھر وطی میں اس سے جماع کرے اور کہے کہ مجھے معلوم تھا یہ مجھ پر حرام ہے تب بھی اس پر حد نہیں لگے گی

۳۶۷۴۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے انت خلیہ یا انت بریہ یا انت البتۃ یا انت بائنۃ تو یہ ایک طلاق رجعی ہوگی اور شوہر اس کا زیادہ حقدار ہے اور راوی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا تین طلاقیں ہوں گی۔(مصنف عبدالرزاق)۔اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے حماد کے اور یہ بھی بخاری کے علاوہ باقی کا راوی ہے۔

۳۶۷۵۔ ابوزبیر فرماتے ہیں کہ انہوں نے جابر بن عبداللہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اختیار دے اور وہ اپنے آپ کو اختیار کرلے تو ایک طلاق ہوگی(مصنف عبدالرزاق)۔اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے ابوالزبیر کے کہ بخاری نے اس کی حدیث متابعۃً ذکر کی ہے۔

فائدہ: الفاظ کنایہ میں چونکہ صحابہ کا اختلاف ہے حضرت عمرؓ اور حضرت جابرؓ ایک طلاق رجعی کے قائل ہیں لہٰذا اس کی حرمت میں شبہ پیدا ہوگیا اور حدود ادنیٰ شبہ سے بھی ساقط ہوجاتی ہیں۔

بَاب لَا حَدَّ عَلٰی مَنْ وَطِئَ جَارِيَةَ وَلَدِهٖ

۳۶۷۶- عن جابر رضی اللہ عنہ "اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ لِيْ مَالًا وَوَلَدًا، وَاَنَّ اَبِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَجْتَاحَ مَالِيْ قَالَ: اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ"- رواه ابن ماجة في سننه، قال ابن القطان: "اسناده صحيح"- وقال المنذري: "رجاله ثقات"-(زيلعي ۲: ۹۱)-

۳۶۷۷- عن حمزة بن عمرو الاسلمي: "اَنَّ عُمَرَ بَعَثَهٗ مُصَدِّقًا، فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلٰی جَارِيَةِ اِمْرَاَتِهٖ، فَاَخَذَ حَمْزَةُ مِنَ الرَّجُلِ كُفَلَاءَ حَتّٰی قَدِمَ عَلٰی عُمَرَ، فَاَخْبَرَهٗ، وَكَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَ ذٰلِكَ الرَّجُلَ مِائَةً، اِذَا كَانَ بِكْرًا بِاعْتِرَافِهٖ عَلٰی نَفْسِهٖ فَاَخْبَرَهٗ، فَادَّعَی الْجَهْلَ فِيْ هٰذِهٖ، فَصَدَّقَهٗ وَعَذَرَهٗ بِالْجِهَالَةِ"-(للبخاري) كذا في "جمع الفوائد"(۱: ۲۸۷)- قلت: وهو في باب الكفالة من الصحيح (۱: ۳۰۵) نحوه باختصار-

باب جو شخص اپنے بیٹے کی باندی سے زنا کرے اس پر بھی حد نہیں

۳۶۷۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا مال بھی ہے اور اولاد بھی ہے اور میرا باپ میرا مال اڑا دینا چاہتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ (ابن ماجہ)۔ ابن قطان فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور منذری فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: یعنی اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کر لے تو اس پر حد نہ ہوگی۔ کیونکہ یہاں شبہ پایا گیا کہ بیٹے کی باندی باپ کی ہی باندی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے ہیں اور باندی بھی مال کا ایک حصہ ہے۔ البتہ یہ شبہ حکمیہ ہے یعنی یہ شبہ ایک دلیل شرعی کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے لہٰذا اگر چہ باپ کو حرمت کا علم ہو تب بھی اس پر حد نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے باپ یا ماں یا بیوی کی باندی سے وطی کرے تو بھی اس پر حد نہ ہوگی بشرطیکہ اس کے خیال میں وہ باندی اس کے لیے حلال ہو۔ کیونکہ اس میں بھی شبہ پایا گیا ہے۔ اور وہ شبہ یہ ہے کہ انسان کے لیے عموماً اپنے والدین اور بیوی کی اشیاء کو بلا جھجک استعمال کرنا جائز ہوتا ہے لہٰذا اس نے بھی سمجھا کہ شاید باندی بھی ان اشیاء میں سے ہے۔ لیکن چونکہ یہ شبہ حکمیہ نہیں یعنی یہ شبہ کسی شرعی دلیل سے پیدا نہیں ہوا اس لیے اس میں واطی کے خیال میں حلت کا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر واطی کو معلوم تھا کہ یہ میرے لیے حرام ہے تو اس پر زنا کی حد جاری ہوگی۔

۳۶۷۷۔ حمزہ بن عمرو اسلمی سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے عہد خلافت میں) اسے زکوٰۃ کا محصل بنا کر بھیجا۔ اور (جس علاقے میں وہ زکوٰۃ وصول کر رہے تھے وہاں کے) ایک شخص نے اپنی بیوی کی باندی سے ہمبستری کی تو حمزہ نے اس سے (پہلے) ضامن لیا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ رضی اللہ عنہ کو اس واقعے کی اطلاع دی۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آدمی کو پہلے سے سو کوڑے (تعزیر میں) مار چکے تھے۔ اس نے آپ کو اطلاع دی اور اس مسئلہ (یعنی بیوی کی باندی کے حرام ہونے) سے لاعلمی کا

۳۶۷۸- عن الهيثم بن بدر عن حرقوص، قَالَ: "اَتَتْ اِمْرَاَةٌ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ ﷺ فَقَالَتْ: اِنَّ زَوْجِىْ زَنٰى بِجَارِيَتِىْ، فَقَالَ: صَدَقَتْ، هِىَ وَمَالُهَا لِىْ حِلٌّ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: اِذْهَبْ وَلَا تَعُدْ، كَاَنَّهُ دَرَاَعَنْهُ الْحَدَّ بِالْجِهَالَةِ"۔ اخرجه ابن حزم فى "المحلى"(۱۱:۱۸۸)۔ ولم يعله بشیء، واخرجه محمد فى "الآثار"(۹۱): اخبرنا سفيان الثورى عن المغيرة الضبى عنه نحوه، و فى "اللسان"(٦:٢٠٤): "الهيثم بن بدرالضبى عن حرقوص تكلم فيه، ولم يترك، روى عنه مغيرة، وذكره ابن حبان فى الثقات" اھ۔ وحرقوص له صحبة كما سنذكره فى الحاشية، فالاسناد حسن۔

اظہار کیا تو حضرت عمرؓ نے اس کی تصدیق کی اور مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے اس کا عذر قبول کیا (بخاری، باب الکفالۃ فی القرض والدیون بالابدان وغیرھا)

فائدہ: کوئی شخص اپنی بیوی کے مال کا مالک نہیں ہوتا۔ لیکن ان صاحب نے یہ سمجھا کہ بیوی کی باندی سے بھی اسی طرح متمتع ہو سکتے ہیں جس طرح اپنی باندی سے انہیں حق پہنچتا ہے۔ اس غلط فہمی میں وہ زنا کے مرتکب ہوئے تھے۔ ادھر حدود بعض اوقات شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ عمرؓ کے سامنے جب صورتحال بیان کی گئی تو آپ ﷺ نے ان کی حد تو ساقط کر دی جو شادی شدہ ہونے کی وجہ سے رجم ہونی چاہیے تھی لیکن تعزیراً سو کوڑے لگوائے۔ پھر جب حمزہ صدقہ وصول کرنے گئے تو کسی طرح ان کے علم میں بھی یہ بات آئی۔ انہوں نے سمجھا کہ کوئی نیا واقعہ ہے لیکن لوگوں نے بتایا کہ اس کا فیصلہ تو خود عمرؓ بھی کا کر چکے ہیں، انہیں پوری طرح کا اعتبار نہ آیا اس لیے قبیلہ والوں میں سے کسی نے اپنی ضمانت پیش کی کہ آپ عمر ﷺ سے اس کی تصدیق کر لیجئے۔ چنانچہ انہوں نے یہ ضمانت قبول کی اور عمر ﷺ سے اس کی تصدیق چاہی۔ (طحاوی)۔ نیز اس حدیث سے شخصی ضمانت کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے۔

۳۶۷۸۔ حرقوص فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضرت علی ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ میرے خاوند نے میری باندی سے زنا کیا ہے تو اس کے خاوند نے کہا یہ سچ کہتی ہے لیکن یہ خود اور اس کا مال میرے لیے حلال ہے۔ حضرت علی ﷺ نے فرمایا جا اور دوبارہ نہ کرنا گویا کہ حضرت علی ﷺ نے جہالت کی وجہ سے اس سے حد کو دفع فرما دیا۔ (المحلی ابن حزم) ابن حزم نے اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں نکالی (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں بھی صحیح ہے) (کتاب الآثار باب من اتی فرجاً بشبھة) میں کہتا ہوں کہ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: جہالت کی وجہ سے رجم نہ کرنا ہمارے اس قول کے لیے مؤید ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی باندی سے حلال ہونے کا گمان کرتے ہوئے ہمبستری کر لے تو اس پر حد نہیں ہوتی۔ کیونکہ حد ادنیٰ شبہ سے ہی ساقط ہو جاتی ہے۔

مسئلہ نمبر۱: عورت کو کرائے پر لے کر زنا کرنا: اگر وہ عورت کو کرائے پر لیتے وقت یہ کہے کہ تو مجھے اپنے نفس پر قدرت دیدے یا مجھے اپنا مالک بنا دے تو اس پر حد نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس میں ملکیت کا شبہ پایا گیا اور اس شبہ کی بنا پر حد ساقط ہو جائے گی۔ نیز ابن

بَاب مَنْ اَتٰی الْبَهِيْمَةَ فَلاحَدَّ عَلَيْهِ

۳۶۷۹- حدثنا محمد بن بشار ثنا عبدالرحمن بن مهدی ثنا سفیان الثوری عن عاصم عن ابی رزین عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، انه قال: "مَنْ اَتٰى بَهِيْمَةً فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ"۔ رواه الترمذی (۱:۱۷٦)، وقال: "والعمل علی هذا عند اهل العلم، وهو قول احمد واسحاق"۔ قلت: رجاله رجال الجماعة الا ابارزین، فان البخاری لم یخرج له فی صحیحه، وانما روا عنه فی "الادب المفرد"، روی عنه الباقون۔

۳۶۸۰- اخبرنا ابوحنیفة عن الهیثم بن الهیثم عن رجل یحدثه عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، "اَنَّهُ اُتِيَ بِرَجُلٍ وَقَعَ عَلٰى بَهِيْمَةٍ، فَدَرَاَعَنْهُ الْحَدَّ۔ وَاَمَرَ بِالْبَهِيْمَةِ فَاُحْرِقَتْ"، اخرجه محمد فی الآثار(۹۲)۔ رجاله کلهم ثقات، و فیه انقطاع کما تری، فان الراوی عن عمر مجهول، ولکن المقطع فی القرون الثلاثة حجة عندنا، لا سیما وقد احتج به المجتهد، قال محمد: "وهذا قول ابی

عباسؓ عاریت پر لی ہوئی باندی سے نفع اٹھانے کو حلال فرماتے ہیں۔اور ملک منافع کے اثبات میں اجارہ عاریت سے زیادہ قوی ہے۔

مسئلہ نمبر۲: اگر کوئی اپنی محرم عورت سے نکاح کر کے وطی کر لے تو اس پر حد نہیں۔ کیونکہ اس میں نکاح کا شبہ پایا گیا اس شبہ کی بنا پر حد نہ ہوگی۔

مسئلہ نمبر۳: لواطت کرنے والے پر بھی حد نہیں۔لیکن ان تمام مسئلوں میں تعزیر ہوگی جو حد سے بھی بڑھ سکتی ہے۔مثلاً قتل کر دینا،سولی چڑھا دینا، ہمیشہ کے لیے قید کر دینا، دیوار اوپر گرا دینا،کسی پہاڑی سے نیچے گرا دینا۔یعنی ان صورتوں میں شبہات کی وجہ سے حد کو ساقط کیا گیا ہے حدیث پر عمل کرتے ہوئے اور جن روایات میں قتل یا سولی یا جلاوطنی کا ذکر ہے انہیں سیاست اور تعزیر پر محمول کیا ہے۔جو یقیناً مجرم کے لیے حد سے بھی سخت سزا ہے۔

باب جانور سے بدفعلی کرنے والے پر حد نہیں

۳۶۷۹۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو جانور سے بدفعلی کرے اس پر حد نہیں (ترمذی، باب ماجاء من یقع علی البھیمۃ)۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اہل علم حضرات کا اسی پر عمل ہے۔اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے ابورزین کے کہ بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی حدیث نہیں لی البتہ الادب المفرد میں اس کی حدیث لی ہے۔

۳۶۸۰۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس نے جانور سے بدفعلی کی تھی تو آپؓ نے اس سے حد کو دفع کیا

حنيفة وقولنا، واذا كانت البهيمة له ذبحت واحرقت۔ ولم تحرق بغير ذبح، فانها مثلة" اھ۔

۳٦۸۱- قال محمد في الاصل: "بَلَغَنَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ ﷺ، اَنَّهٗ اُتِيَ بِرَجُلٍ اَتٰى بَهِيْمَةً، فَلَمْ يَحُدَّهٗ، وَاَمَرَ بِالْبَهِيْمَةِ وَاُحْرِقَتْ بِالنَّارِ"۔ كذا في "المبسوط" للسرخسي (۹:۱۰۲)۔ وبلاغات محمد حجة عندنا، كما ذكرناه في المقدمة۔

بَاب اَنْ لَا يُقَامَ الْحَدُّ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ وَلَا بَعْدَ مَا خَرَجَ مِنْهُ

۳٦۸۲- حدثنا ابن المبارك عن ابي بكر ابن ابي مريم عن حكيم بن عمير، اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ اِلٰى عُمَيْرِ بْنِ سَعْدِ الْاَنْصَارِيِّ وَ اِلٰى عُمَّالِهٖ: "اَنْ لَا يُقِيْمُوْا حَدًّا عَلٰى اَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ اَرْضِ الْحَرْبِ حَتّٰى يَخْرُجُوْا اِلٰى اَرْضِ الْمُصَالَحَةِ۔ لِئَلَّا تَحْمِلَهٗ حَمِيَّةُ الشَّيْطَانِ اَنْ يَلْحَقَ بِالْكُفَّارِ"۔ رواه ابن ابي شيبة في "مصنفه" (زيلعي ۲:۹۳)۔ قلت: رجاله كلهم ثقات الا ابا بكر بن ابي مريم، ضعفه بعضهم لاختلاط حدث له حين سرق بيته، كما في "التهذيب" (۱۲:۲۹)۔ ولكن ابن المبارك من قدماء اصحابه فيعتبر روايته عنه، وقال

اور جانور کو جلا دینے کا حکم کیا اور اسے جلا دیا گیا۔ (کتاب الآثار، باب درأ الحدود)۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جانور کو ذبح کر کے جلایا جائے، بغیر ذبح کیے نہ جلایا جائے کیونکہ بغیر ذبح کے جلانا مثلہ ہے جس سے شریعت میں روکا گیا ہے۔

۳٦۸۱۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت علیؓ سے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس نے جانور سے بدکاری کی تھی تو آپ نے اسے حد نہیں لگائی تھی۔ اور جانور کے بارے میں آپؓ نے حکم فرمایا اور اسے جلا دیا گیا۔ (مبسوط سرخسی و کتاب الاصل)۔ امام محمدؒ کے بلاغات ہمارے ہاں حجت ہیں۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ جانور سے وطی کرنے والے پر حد نہیں ہے البتہ تعزیراً اسے کوڑے لگائے جاسکتے ہیں۔ اور عادت پڑنے پر اسے قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔

باب مجرم پر دار الحرب میں اور دار الحرب سے نکلنے کے بعد حد قائم نہ کی جائے

۳٦۸۲۔ حضرت عمر ﷺ نے عمیر بن سعد انصاری کو لکھا کہ کسی مسلمان پر دار الحرب میں حد قائم نہ کرو۔ یہاں تک کہ وہ (مجرم) مسلمانوں کے زیر نگرانی علاقے میں آجائیں تاکہ کہیں شیطان کا اثر اس پر غالب نہ ہو جائے کہ وہ کفار کے ساتھ مل جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے ابوبکر بن ابی مریم کے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن المبارک جیسے محدث اس کے قدیم اصحاب میں سے ہیں۔ پس یہ حدیث حسن صالح ہے اور احوص اس کے متابع ہے جس کی توثیق ابن المدینی نے کی ہے۔

ابن عدی: "هو ممن لا یحتج باحادیثه، ویکتب احادیثه، فانها صالحة"۔کذا فی التعلیق المغنی(۲:۳۵۰) الحدیث حسن صالح و قد تابعه احوص بن حکیم عن ابیه عن سعید بن منصور کما فی "المغنی" (۱۰۔۵۳۷) و احوص مثل ابن ابی مریم او امثل منه وثقه ابن المدینی و فضله ابن عتیبة علی ثور و قال العجلی "لا باس به"۔ وقال الدارقطنی: "یعتبر به" اه من "التہذیب"(۱:۱۹۲)۔ لا سیما و قد احتج بحدیثه هذا محمد فی "السیر الکبیر"(۴:۱۰۸) وهو امام مجتهد، فلیکن احتجاجه بحدیثه تصحیحا له، وحکیم عن عمیر مرسل، والمرسل حجة عندنا۔

۳۶۸۳- عن عطیة بن قیس الکلابی ان رسول اللهﷺ قال: "اِذَا هَرَبَ الرَّجُلُ وَقَدْ قَتَلَ اَوْ زَنٰی اَوْ سَرَقَ اِلَی الْعَدُوِّ ثُمَّ اَخَذَ اَمَانًا عَلٰی نَفْسِهٖ فَاِنَّهٗ یُقَامُ عَلَیْهِ مَا فَرَّ مِنْهُ، وَاِذَا قَتَلَ فِیْ اَرْضِ الْعَدُوِّ، اَوْ زَنٰی، اَوْ سَرَقَ، ثُمَّ اَخَذَ اَمَانًا لَمْ یُقِمْ عَلَیْهِ شَیْءٌ مِمَّا اَحْدَثَ فِیْ اَرْضِ الْعَدُوِّ"۔ اخرجه محمد فی "السیر الکبیر"(۴:۱۰۸)۔ ولم یذکر سنده، ولکن احتجاج المجتهد بحدیث تصحیح له۔

۳۶۸۴- عن ابی الدرداء :"اَنَّهٗ کَانَ یَنْهٰی اَنْ یُقَامَ الْحُدُوْدُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ فِیْ اَرْضِ الْعَدُوِّ، مَخَافَةَ اَنْ تَلْحَقَهُمُ الْحَمِیَّةُ فَیَلْحَقُوْا بِالْکُفَّارِ، فَاِنْ تَابُوْا تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ، وَاِلَّا کَانَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ وَرَائِهِمْ"۔ذکره محمد ایضا فی "السیر الکبیر"، واحتج به، فهو حسن او صحیح، ورواه ابن ابی شیبة ایضا کما فی "الدرایة" و "نصب الرایة"(۲:۹۴)۔ و فیه ابوبکر ابن ابی مریم المذکور ایضا۔

فائدہ: یعنی اگر دارالحرب میں ہی مسلمان پر حد قائم کریں گے تو ممکن ہے کہ شیطان اس پر اثر ڈالے اور وہ حد سے گھبرا کر کافر و مرتد ہو جائے۔

۳۶۸۳۔ عطیہ بن قیس کلابیؒ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی (دارالاسلام میں) قتل یا زنا یا چوری کر کے دارالحرب کی طرف چلا جائے اور پھر وہ (مسلمانوں سے) اپنے لیے امان طلب کرے تو اس پر وہ حد لگاؤ جس سے وہ بھاگا تھا۔ اور اگر وہ دارالحرب میں قتل یا زنا یا چوری کر کے (مسلمانوں سے) اپنے لیے امان طلب کرے تو دارالحرب میں اس کے جرم کی پاداش میں اس پر حد قائم نہ کرو۔ (سیر کبیر) ایک مجتہد کا اس حدیث سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔

۳۶۸۴۔ ابوالدرداء دشمن کی زمین میں (یعنی دارالحرب میں) مسلمانوں پر حد قائم کرنے سے روکتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں وہ مجرم شیطان کے اثر سے کفار کے ساتھ نہ مل جائے۔ پس اگر وہ توبہ کریں تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا وگرنہ اللہ ان کے پیچھے

۳٦٨٥- الشافعي قال: قال ابو يوسف: حدثنا بعض اشياخنا عن مكحول عن زيد بن ثابت ﷺ، قال: "لَا تُقَامُ الْحُدُوْدُ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ مَخَافَةَ اَنْ يَلْحَقَ اَهْلُهَا بِالْعَدُوِّ"، اخرجه البيهقي عنه(نصب الراية٢:٩٣)- و في "الدراية"(٢:٢٤٨): ورواه الشافعي في اختلاف العراقيين" اهـ قلت: وهذا فيه مجهول وانقطاع، فان مكحولا لم ير زيد بن ثابت، ولكن ابا يوسف قد عرف شيخه بالثقة، والارسال لا يضرنا، فالاثر محتج به لا سيما و قد احتج به ابو يوسف الامام، و قال في "كتاب الخراج"(٢١٢)-

۳٦٨٦- حدثنا الاعمش عن ابراهيم عن علقمة، قال: "غَزَوْنَا اَرْضَ الرُّوْمِ وَمَعَنَا حُذَيْفَةُ، وَعَلَيْنَا رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ، فَشَرِبَ الْخَمْرَ، فَاَرَدْنَا اَنْ نَحُدَّهٗ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ:تَحُدُّوْنَ اَمِيْرَكُمْ وَقَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ فَيَطْمَعُوْنَ فِيْكُمْ"- قلت: وهذا سند صحيح موصول-

۳٦٨٧- قال: "وبلغنا ايضا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ﷺ اَمَرَ اُمَرَاءَ الْجُيُوْشِ وَالسَّرَايَا: اَنْ لَا يَجْلِدُوْا اَحَدًا حَتّٰى يَطْلِعُوْا مِنَ الدَّرْبِ قَافِلِيْنَ- وَكَرِهَ اَنْ تَحْمِلَ الْمَحْدُوْدَ حَمِيَّةُ الشَّيْطَانِ عَلَى اللُّحُوْقِ بِالْكُفَّارِ"- و فيه تقوية لما رواه ابوبكر ابن ابي مريم عن حكيم بن عمير، فان احتجاج المجتهد به تصحيح له-

ہے (پس توبہ نہ کرنے کی صورت میں ان کی پکڑ کرے گا) (سیر کبیر) یہ حدیث حسن یا صحیح ہے اور ابن ابی شیبہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

۳۶۸۵۔ زید بن ثابت ﷺ نے فرمایا کہ دارالحرب میں (مسلمانوں پر) حدود قائم نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ حدود والے دشمنوں سے مل جائیں (بیہقی)۔ یہ اثر قابل حجت ہے خاص کر جبکہ اس سے امام ابو یوسف مجتہد نے حجت پکڑی ہو۔

۳۶۸۶۔ علقمہ فرماتے ہیں کہ ہم نے روم کی زمین میں جہاد کیا اور ہمارے ساتھ حذیفہ ﷺ تھے۔ اور ہمارا امیر ایک قریشی تھا۔ جس نے شراب پی لی۔ ہم نے اسے حد لگانے کا ارادہ کیا تو حضرت حذیفہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے امیر کو حد لگاتے ہو۔ حالانکہ تم اپنے دشمن کے بالکل قریب ہو۔ پس دشمن تمہارے اندر طمع کرنے لگ جائے گا۔ اس کی سند صحیح موصول ہے۔

۳۶۸۷۔ علقمہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمر ﷺ نے لشکروں اور سریوں کے امیروں کو حکم دیا کہ وہ کسی کو کوڑے نہ لگائیں۔ یہاں تک کہ وہ پھاٹک سے واپس آ جائیں (یعنی اپنی سرحد کے اندر آ جائیں) اور حضرت عمر ﷺ نے اس بات کو ناپسند کیا کہ کہیں شیطان کا اثر مجرم کو کفار کے ساتھ ملنے پر نہ ابھارے۔ اس حدیث میں ابوبکر بن ابی مریم کی حدیث جو کہ حکیم بن عمیر سے مروی ہے کے لیے تقویت ہے اس لیے کہ مجتہد کا اس حدیث سے حجت پکڑنا اس کی تصحیح کرنا ہے۔

۳۶۸۸- عن جنادة بن ابی امیة، قال: "كُنَّا مَعَ بُسْرِ بْنِ اَرْطَاةَ رضي الله عنه فِي الْبَحْرِ، فَاُتِيَ بِسَارِقٍ يُقَالُ لَهُ: مِصْدَرٌ- قَدْ سَرَقَ بُخْتِيَّةً، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَا تُقْطَعُ الْاَيْدِيْ فِي السَّفَرِ، وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَقَطَعْتُهٗ"۔ رواه ابوداود(۲:۲۵۷)۔ وسکت عنه، ولفظ للترمذی: فی الغزو (فتح القدیر۵:۴۶)۔ و فی "نیل الاوطار"(۷:۴۸)۔ "ورجال اسناده ثقات الی بسر"۔ قلت: وبسربن ارطاة صحابی، کما یشعر به قوله: "سمعت رسول الله ﷺ" وهذا اسناد مصری قوی کما قاله الحافظ فی "الاصابة"(۱:۱۵۲)۔فلا معنی لجرح من جرح فیه، فان الصحابة کلهم عدول فی الروایة۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِقَامَةِ الْحَدِّ فِي الْمَسَاجِدِ

۳۶۸۹- عن حکیم بن حزام رضي الله عنه انه قال: "نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ يُسْتَقَادَ فِي الْمَسْجِدِ وَاَنْ تُنْشَدَ فِيْهِ الْاَشْعَارُ، وَاَنْ تُقَامَ فِيْهِ الْحُدُوْدُ"۔ رواه ابوداود(۲:۲۶۵)، وسکت عنه۔ و فی

۳۶۸۸۔ جُنادہ بن ابی امیہ فرماتے ہیں کہ ہم بُسر بن ارطاۃ کے ساتھ سمندر میں سفر کررہے تھے تو مصدر نامی چور کو آپ کے پاس لایا گیا جس نے اونٹ چُرایا تھا تو حضرت بُسرؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سفر میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں (بُسر نے فرمایا) اور اگر ایسے نہ ہوتا تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹتا (ابوداؤد، باب السارق یسرق فی الغزو ایقطع ؟)۔امام ابوداؤد نے اس سے سکوت کیا ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس کے راوی بسر تک ثقہ ہیں۔میں کہتا ہوں کہ بسر بن ارطاۃ بھی تو صحابی ہیں جیسا کہ ان کا قول سمعت رسول اس پر دلالت کرتا ہے لہٰذا جارح کے جرح کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ روایت میں صحابہ تمام عادل ہیں۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ دار الحرب اور دار بغاوت میں حد قائم نہیں کرنی چاہیے۔باقی عبادہ بن صامتؓ کی وہ حدیث جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ حدود کو حضر اور سفر میں قائم کرو میں سفر سے مراد وہ سفر ہے جو دار الحرب میں نہ ہو۔اس لیے کہ حد قائم کرنے کے لیے ولایت شرط ہے اور دار الحرب میں حاکم کو ولایت نہیں۔ نیز حد کا مقصد مجرم کو برائی سے روکنا ہے لیکن دار الحرب میں امام کو ولایت ہی حاصل نہیں تو حد قائم کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔اسی طرح وہ گناہ جو دار الحرب میں کیا جائے وہ موجب حد کے طور پر منعقد ہی نہیں ہوتا۔لہٰذا دار الحرب سے دار الاسلام میں آنے کے بعد بھی وہ جرم موجب حد نہ ہوگا، ہاں اگر گناہ دار الاسلام میں کرکے دار الحرب نکل جائے اور پھر واپس آئے تو اس پر سابقہ گناہ کی پاداش میں حد لگائی جائے گی۔

باب مساجد میں حد قائم کرنے سے ممانعت

۳۶۸۹۔ حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مسجد میں قصاص لیے جانے اور اس میں اشعار پڑھے جانے اور اس میں حدود قائم کیے جانے سے منع فرمایا (ابوداؤد، باب فی اقامۃ الحد فی المسجد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔

"التلخيص الحبير"(۲:۳٦۱): والحاكم و ابن السكن واحمد بن حنبل، والدارقطني والبيهقي، ولا باس باسناده"۔

۳٦۹۰- عن وكيع نا سفيان الثورى عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب، قال: أُتِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِرَجُلٍ فِي حَدٍّ، فَقَالَ: اَخْرِجَاهُ مِنَ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ اِضْرِبَاهُ"۔ رواه ابن حزم في "المحلى"(۱۱:۱۲۳)، وصححه۔

بَاب لَا تُقْبَلُ شَهَادَةٌ بِحَدٍّ مُتَقَادِمٍ فِي حُقُوقِ اللهِ تَعَالٰی

۳٦۹۱- اخرج ابن حزم في "المحلى"(۱۱:۱٤٤): من طريق موسى بن معاوية: ثنا وكيع نا مسعر بن كدام عن ابى عون هو محمد بن عبدالله الثقفى قال: قال عمر بن الخطاب ﷺ: مَنْ شَهِدَ عَلٰی رَجُلٍ بِحَدٍّ لَمْ يَشْهَدْ بِهِ حِيْنَ اَصَابَهُ فَاِنَّمَا يَشْهَدُ عَلٰی ضِغْنٍ۔ قلت: وهذا مرسل صحيح لم يعله ابن حزم بشيء، واخرجه محمد في الاصل بلفظ: أَيُّمَا شُهُوْدٍ شَهِدُوْا عَلٰی حَدٍّ لَمْ يَشْهَدُوْا عِنْدَ حَضْرَتِهِ، فَاِنَّمَا شَهِدُوْا عَلٰی ضِغْنٍ فَلَا شَهَادَةَ لَهُمْ (فتح القدير ۵:۵۷)۔ واحتجاج المجتهد بحديث تصحيح له كما مر۔

۳٦۹۰۔ طارق بن شہاب فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ﷺ کے پاس حد کے لیے ایک آدمی کو لایا گیا تو آپ نے فرمایا اسے مسجد سے نکال دو پھر اسے مارو۔(محلی ابن حزم)۔ابن حزم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کی حدود مسجد میں قائم کرنا جائز نہیں۔

باب حقوق اللہ کے بارے میں کسی پرانی حد کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی

۳٦۹۱۔ محمد بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی آدمی کے خلاف ایسی حد والے واقعے کی گواہی دے کہ جس واقعے کے پیش آنے کے وقت اس نے گواہی نہیں دی تھی تو اب وہ کسی کینے کی بنا پر گواہی دے رہا ہے۔(محلی ابن حزم) میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور امام محمد کی کتاب الاصل میں یہ الفاظ ہیں کہ جو گواہ کسی ایسے حد والے واقعے کی گواہی دیں کہ اس واقعے کے پیش آنے پر انہوں نے اس کی گواہی نہیں دی تھی تو ان کی یہ گواہی کسی کینے پر مبنی ہوگی اس لیے ان کی شہادت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ امام مجتہد کا اس حدیث سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔

فائدہ: یعنی اگر حقوق اللہ میں بغیر کسی عذر کے وہ گواہی میں تاخیر کردے تو اس کی یہ گواہی معتبر نہیں ہوگی۔ البتہ حقوق العباد میں دیر سے شہادت دینا بھی معتبر ہے کیونکہ حقوق العباد میں شہادت دینے کے لیے دعویٰ شرط ہے حد قذف بھی حقوق العباد میں داخل ہے۔

بَاب اِذَا شَهِدَ اَرْبَعَةٌ عَلٰی اِمْرَاَةٍ بِالزِّنَا وَشَهِدَ ثِقَاتٌ مِنَ النِّسَاءِ اَنَّهَا عَذْرَاءُ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِمَا وَلَا عَلَی الشُّهُوْدِ

۳۶۹۲- روینا عن الشعبی اَنَّهُ قَالَ فِیْ اَرْبَعَةِ رِجَالٍ عَدُوْلٍ شَهِدُوْا عَلٰی اِمْرَاَةٍ بِالزِّ- وَشَهِدَ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ بِاَنَّهَا بِكْرٌ، فَقَالَ: اَقِيْمُ عَلَيْهَا الْحَدُّ وَعَلَيْهَا خَاتَمٌ بَنْ رَبِّهَا؟ اخرجه ابن حز- فی "المحلی"(۱۱:۳۶۳)- ولم یعله بشیء-

بَاب شَهِدُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَامْرَاَةٍ بِالزِّنَا فَقَالَ: هِیَ زَوْجَتِیْ لَا حَدَّ عَلَيْهِمَا

۳۶۹۳- اخرج ابن حزم من طریق موسی بن معاویة، نا وکیع ناداود بن یزید الزعاوی(الصحیح الزعافری) عن ابیه: "اَنَّ رَجُلًا وَامْرَاَةً وُجِدَا فِیْ خَرِبَةِ مَرَادٍ (قَدْ اَدْمَـ) فَرُفِعَا اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ، فَقَالَ: اِبْنَةُ عَمِّیْ تَزَوَّجْتُهَا، فَقَالَ لَهَا عَلِیٌّ: مَا تَقُوْلِيْنَ؟ فَقـ لَهَاالنَّاسُ : قُوْلِیْ نَعَمْ! فَقَالَتْ: نَعَمْ! فَدَرَاَعَنْهُمَا"- (المحلی ۱۱:۲۴۲)، ورواه ابوالحسـ البکالی من طریق ادریس بن یزید الازدی (الصحیح الاودی، کما فی کنز العمال۳:۹۷

باب چار آدمی کسی عورت کے خلاف زنا کی گواہی دیں اور چار معتبر عورتیں اس بات کی گواہی دیں کہ عورت کنواری ہے تو نہ اس عورت پر حد ہوگی اور نہ ہی گواہوں پر

۳۶۹۲۔ شعبی فرماتے ہیں کہ اگر چار عادل آدمی کسی عورت کے خلاف زنا کی گواہی دیں اور چار (معتبر) عورتیں اس بات کی گواہی دیں کہ وہ عورت تو کنواری ہے تو میں اس پر حد قائم نہیں کروں گا۔ اور اس کے رب کی طرف سے اس کے لیے پردہ بکارت ہے۔ (محلی ابن حزم) ابن حزم نے اس کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا، لہٰذا یہ ان کے ہاں صحیح ہے۔

فائدہ: زنا بغیر فرج میں داخل کیے نہیں ہوتا۔ لہٰذا زنا پردہ بکارت کے باقی رہتے ہوئے ممکن ہی نہیں۔ لہٰذا عورتوں کی گواہی سے کہ وہ باکرہ ہے عورت پر حد نہیں ہوگی۔ اسی طرح گواہوں پر بھی حد نہیں ہوگی۔ کیونکہ ان کی تعداد بھی پوری ہے اور ان کے سچے ہونے کا بھی احتمال ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے ایسی نرمی سے زنا کیا ہو کہ پردۂ بکارت اپنی جگہ پر واپس آ گیا ہو تو اس شبہ کی بنا پر ان پر بھی حد نہیں ہوگی۔ اسی طرح پردۂ بکارت کے باقی رہنے سے عدم زنا کا شبہ ہوا تو اس شبہ کی بنا پر عورت پر بھی حد نہیں ہوگی۔

باب چار گواہوں نے کسی مرد اور عورت کے بارے میں زنا کی گواہی دی اور مرد نے کہا کہ یہ میری بیوی ہے تو ان دونوں پر حد نہیں ہوگی

۳۶۹۳۔ داؤد بن یزید زعافری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد اور ایک عورت چراگاہ کے ویرانے میں پا

وادريس بن يزيد اوثق من داود بن يزيد اخيه، وداود مختلف فيه، وقد وثق ، ويزيد بن عبدالرحمن الاودى ذكره ابن حبان فى الثقات، ووثقه العجلى، اخرج محمد بن الحسن فى الآثار عن ابى حنيفة عن يزيد بن عبدالرحمن احاديث وهوهذا روى عن على وابى هريرة و عدى بن حاتم وجابر بن سمرة﷛ وعنه ابناه ادريس وداود ويحيى بن ابى الهيثم العطار۔ كذا فى التهذيب (۳٤٥:۱۱)۔ فالاسناد حسن صحيح۔

٣٦٩٤- ومن طريق محمد بن بشار، بندار، نامحمد بن جعفر غندر نا شعبة عن الحكم بن عتيبة و حماد بن سليمان، أَنَّهُمَا قَالَا فِي الرَّجُلِ يُوْجَدُ مَعَ الْمَرْاَةِ، فَيَقُوْلُ: هِيَ اِمْرَاَتِيْ: "أَنَّهُ لَا حَدَّ عَلَيْهِ" قال شعبة: "فذكرت ذلك لايوب السختيانى، فقال: اِدْرَأُوْا الْحُدُوْدَ مَا اِسْتَطَعْتُمْ"۔ اخرجه ابن حزم فى "المحلى" (۲٤۲:۱۱)۔ ولم يعله بشيء۔

گئے (جبکہ مرد عورت کو خون آلود کر چکا تھا یعنی اس سے زنا کر چکا تھا) تو ان دونوں کو حضرت علیؓ کے پاس پیش کیا گیا تو مرد نے کہا کہ یہ تو میرے چچا کی بیٹی ہے جس سے میں نے نکاح کیا ہے۔ پھر حضرت علی﷛ نے اس عورت سے پوچھا کہ تو کیا کہتی ہے؟ لوگوں نے اس عورت سے کہا کہ تو کہہ ہاں (یعنی مرد سچ کہتا ہے) تو اس عورت نے کہا ہاں تو حضرت علی﷛ نے ان دونوں سے حد کو ساقط کر دیا (محلی ابن حزم) اس کی سند حسن صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی مرد کے صرف یہ کہنے سے کہ میں نے اس سے شادی کی ہے حضرت علی﷛ نے دونوں سے حد کو ختم کر دیا۔ باقی حضرت علی﷛ کا عورت سے پوچھنے کا مقصد ان پر حد کو واجب کرنے کے لیے نہ تھا کیونکہ حد کو ثابت کرنے کے لیے حیلہ نہیں کیا جاتا بلکہ حد کو ساقط کرنے کے لیے حیلہ وغیرہ اختیار کیا جاتا ہے۔ بلکہ حضرت علی﷛ کا عورت سے پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر عورت اس کی تکذیب کر دے تو مرد پر تعزیر لگائی جائے۔ یا مہر وغیرہ کا حکم کیا جائے۔ کیونکہ غیر ملک میں وطی سزا یا جرمانہ سے خالی نہیں ہو سکتی۔

۳۶۹۴۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ حکم بن عتیبہ اور حماد بن سلیمان نے فرمایا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ (زنا کی حالت میں) پایا جائے اور مرد کہے کہ یہ میری بیوی ہے تو اس پر حد نہیں ہوگی۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات ایوب سختیانی سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ جہاں تک ممکن ہو سکے حدود کو دفع کرو۔ (محلی ابن حزم)۔ ابن حزم نے اس کی سند میں کوئی علت بیان نہیں کی۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس طرح تو حد قائم کرنے کا باب بند ہو جائے گا کیونکہ ہر زانی کے لیے یہ دعویٰ کرنا مشکل نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح شریعت نے ہمیں حدود قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے اسی طرح شبہات کی بنا پر حدود کو ساقط کرنے کا حکم بھی فرمایا ہے۔ مثلاً اگر زنا کا اقرار کرنے والا اقرار سے رجوع کر لے تب بھی حد ساقط ہو جاتی ہے۔

بَابُ رُجُوْعِ شُهُوْدِ الزِّنَا اَوْ بَعْضِهِمْ عَنِ الشَّهَادَةِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿لَوْ لَا جَاءُوْا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاِذْلَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَاءِ فَاُولٰئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ﴾۔(النور:۱۳)

۳۶۹۵- عن الثوری عن سلیمان التیمی عن ابی عثمان الھندی، قال: "شَهِدَ اَبُوْ بَكْرَةَ وَشِبْلُ بْنُ مَعْبَدٍ وَنَافِعٌ عَلَى الْمُغِيْرَةِ، اَنَّهُمْ نَظَرُوْا اِلَيْهِ كَمَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْمِرْوَدِ فِي الْمُكْحُلَةِ، وَنَكَلَ زِيَادٌ، فَقَالَ عُمَرُ: هٰذَا رَجُلٌ لَا يَشْهَدُ اِلَّا بِحَقٍّ، ثُمَّ جَلَدَهُمُ الْحَدَّ"۔ رواہ عبدالرزاق کما فی "التلخیص الحبیر"(۲:۳۵۵)۔ وھذا سند صحیح۔

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے شادی کی اور زفاف کے لیے اس کے پاس کوئی اور عورت بھیج دی گئی اور اس نے اس سے ہمبستری کر لی تو بھی اس پر حد نہ ہوگی کیونکہ یہ وطی بالشبہ ہے اور شبہ کی بنا پر حد ساقط ہو جاتی ہے۔لیکن مہر اس پر لازم ہوگا کیونکہ غیر ملک میں وطی کی ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح فیصلہ فرمایا (مبسوط ۹:۸۷)۔

مسئلہ:۔ اگر کسی مرد نے اپنے بستر پر کسی عورت کو پایا اور اس نے سمجھا کہ یہ میری بیوی ہے اور اس نے اس سے وطی کر لی تو امام زفر کی روایت میں دن کے وقت ایسا کرنے میں حد ہوگی اور رات کے وقت ایسا کرنے میں حد نہ ہوگی کیونکہ رات میں تو دھوکہ ہو سکتا ہے،اس لیے وہ معذور سمجھا جائے گا۔لیکن دن میں اس کا یہ عذر قابل قبول نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر کسی عورت نے تدلیس سے اپنے آپ کو مرد کے سامنے اس طرح پیش کیا کہ مرد نے یہ گمان کر لیا کہ یہ میری بیوی ہے اور اس نے اس سے ہمبستری کر لی تو مرد پر حد نہ ہوگی کیونکہ یہ تدلیس اس کے حق میں عذر ہے لیکن عورت پر حد ہوگی کیونکہ اس کے حق میں کوئی شبہ نہیں۔

باب تمام گواہوں یا بعض گواہوں کا گواہی سے رجوع کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ تہمت لگانے والے اپنے اس قول پر چار گواہ کیوں نہ لائے (جو کہ اثبات زنا کے لیے شرط ہے) سو جس صورت میں یہ لوگ (قاعدہ کے مطابق) گواہ نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک یہی لوگ جھوٹے ہیں۔(النور۔۱۳)

۳۶۹۵۔ ابو عثمان ہندی فرماتے ہیں کہ ابو بکرہ،شبل بن معبد اور نافع نے مغیرہ کے خلاف زنا کی گواہی اس طرح دی کہ انہوں نے اسے اس طرح دیکھا ہے کہ جیسے وہ سلائی کو سرمہ دانی میں دیکھتے ہیں۔لیکن زیاد نے (اس طرح گواہی دینے سے) انکار کر دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ شخص صرف حق بات کی ہی گواہی دیتا ہے۔پھر آپؓ نے ان (باقی تینوں) پر حد (قذف) جاری کی۔(مصنف عبدالرزاق) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ایک گواہ گواہی سے شروع میں ہی انکار کر دے اور گواہ چار سے کم ہو جائیں تو باقی

بَاب تَجُوزُ الشَّهَادَةُ فِي الْحَدِّ مِنْ غَيْرِ مُدَّعٍ

اِحْتَجَّ اَحْمَدُ بِقَضِيَّةِ أَبِيْ بَكْرَةَ حِيْنَ شَهِدَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ عَلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ مِنْ غَيْرِ تَقَدُّمِ دَعْوٰى، وَشَهِدَ الْجَارُوْدُ وَصَاحِبُهُ عَلٰى قُدَامَةَ بْنِ مَظْعُوْنٍ بِشُرْبِ الْخَمْرِ وَلَمْ يَتَقَدَّمْهُ دَعْوٰى قاله الموفق في المغني(۱۰:۱۸۸)۔ قلت: اما قضية ابي بكرة فقد تقدمت غير مرة۔

۳۶۹۶- واما شهادة الجارود وصاحبه على قدامة فقد رواها عبدالرزاق عن معمر عن ابن شهاب، اخبرني عبدالله بن عامر بن ربيعة "اَنَّ عُمَرَ اِسْتَعْمَلَ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُوْنٍ عَلَى الْبَحْرَيْنِ، فَقَدِمَ الْجَارُوْدُ سَيِّدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى عُمَرَ بِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَقَالَ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اِنَّ قُدَامَةَ شَرِبَ فَسَكِرَ، وَاِنِّيْ رَاَيْتُ حَدًّا مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ حَقًّا عَلٰى اَنْ اَرْفَعَهُ اِلَيْكَ، قَالَ: مَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ؟ قَالَ: اَبُوْهُرَيْرَةَ"۔ الحديث، كذا في "الاصابة"(۵:۲۳۳)، وهذا سند صحيح رجاله رجال الصحيح۔

گواہوں پر حد قذف جاری کی جائے گی۔ لیکن اگر چوتھا گواہ گواہی دینے کے بعد رجوع کرے تو پھر اس رجوع کرنے والے گواہ سمیت تمام گواہوں پر حد قذف جاری کی جائے گی۔

باب مدعی کے بغیر حد کی گواہی دینا بھی جائز ہے

امام احمد نے ابوبکرہ کے قصے سے دلیل پکڑی ہے جس میں ابوبکرہ نے اپنے ساتھیوں سمیت مغیرہ بن شعبہ کے خلاف بغیر پیشگی دعوے کے گواہی دی۔ اور (اسی طرح) جارود اور اس کے ساتھی نے قدامہ بن مظعون کے خلاف شراب پینے کی گواہی دی حالانکہ گواہی سے پہلے دعویٰ نہیں کیا گیا تھا۔ اسے موفق نے مغنی میں ذکر کیا ہے۔ ابوبکرہ کا قصہ تو کئی مرتبہ گذر چکا ہے۔

۳۶۹۶۔ جارود اور اس کے ساتھی کی قدامہ کے خلاف گواہی کو عبدالرزاق نے معمر سے اور اس نے ابن شہاب سے نقل کیا ہے۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے بتایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ بن مظعون کو بحرین پر عامل مقرر کیا تو قبیلہ عبدالقیس کے سردار جارود بحرین سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے امیر المؤمنین! قدامہ نے شراب پی اور ان پر نشہ طاری ہوا۔ میں اللہ کے حدود میں سے ایک حد دیکھتا ہوں اور میرے ذمے یہ فرض ہے کہ میں اس کا معاملہ آپؐ کے سامنے پیش کروں، حضرت عمرؓ نے فرمایا تیرے ساتھ اور کون گواہ ہے، جارود نے کہا ابو ہریرہؓ الحدیث (الاصابہ)۔ اس کی سند صحیح ہے اور راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: تمام حقوق میں دعویٰ مستحق کی طرف سے ہوتا ہے اور یہاں چونکہ کسی آدمی کا کوئی حق نہیں کہ وہ دعویٰ کرے، اگر حدود زنا میں شہادت کو دعویٰ پر موقوف کیا جائے تو حدود کا قائم کرنا بند ہو جائے گا اس لیے حدود میں دعویٰ کے بغیر گواہی دینا درست ہے۔

بَاب لَا يُقِيمُ الْإِمَامُ الْحَدَّ بِعِلْمِهِ مَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ غَيْرُهُ وَيَكْمُلُ نِصَابُ الْبَيِّنَةِ

۳۶۹۷- عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال فی قصة الملاعنة: "لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا أَحَدًا بِنْ غَيْرِ بَيِّنَةٍ رَجَمْتُهَا"- رواه مسلم و فیه قصة(التلخیص الحبیر۲:۴۰۵)- و فی روایة عروة عن ابن عباس رضی اللہ عنہ بسند صحیح عند ابن ماجة: "لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَرَجَمْتُ فُلَانَةً، فَقَدْ ظَهَرَ فِيهَا الرِّيْبَةُ فِيْ مَنْطِقِهَا وَهَيْئَتِهَا وَمَنْ يَدْخُلُ عَلَيْهَا"- کذا فی "فتح الباری"(۱۲:۱۶۰)

۳۶۹۸- وقال عکرمة: قال عمر لعبد الرحمن: "لَوْ رَأَيْتَ رَجُلًا عَلٰى حَدِّ زِنًا أَوْ سَرِقَةٍ وَأَنْتَ أَمِيْرٌ؟ فَقَالَ: شَهَادَتُكَ شَهَادَةُ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ"- علقه البخاری ووصله ابن ابی شیبة عن شریك عن عبدالکریم(الجزری عن عکرمة) بلفظ: "أَرَأَيْتَ لَوْ كُنْتَ الْقَاضِيَ أَوِ الْوَالِيَ، وَأَبْصَرْتَ إِنْسَانًا عَلٰى حَدٍّ أَكُنْتَ تُقِيْمُهُ عَلَيْهِ؟ قَالَ: لَا حَتّٰى يَشْهَدَ مَعِيَ غَيْرِيْ- قَالَ

باب قاضی محض اپنے علم کی بنا پر حد قائم نہ کرے جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو اور گواہی کا نصاب پورا نہ ہو

۳۶۹۷- ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ملاعنہ کے قصے میں فرمایا کہ اگر میں کسی کو گواہوں کے بغیر رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا (مسلم)۔اور ابن ماجہ میں صحیح سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں کسی کو بغیر گواہوں کے رجم کرتا تو فلاں عورت کو رجم کرتا۔ تحقیق اس کی بات اور شکل سے اور ان لوگوں سے جو اس کے پاس آتے رہتے ہیں، اس کا فحش ظاہر ہوتا ہے (ابن ماجہ، باب من اظہر الفاحشہ)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر قرائن سے کسی کا فاحش ہونا معلوم ہو تب بھی اس پر زنا کی حد نہ لگائی جائے جب تک کہ قاعدے کے مطابق چار مرتبہ اقرار یا چار گواہی سے اس پر زنا ثابت نہ ہو۔ البتہ ایسے لوگوں کا کوئی اور بندوبست کرنا مثلاً شہر سے نکال دینا حاکم کے لیے جائز ہے۔

۳۶۹۸- عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن سے فرمایا کہ اگر تو کسی شخص کو زنا یا چوری کی وجہ سے حد پر دیکھے (یعنی اسے اپنے علم کے مطابق حد کا مستحق دیکھے) اور تو امیر ہو (تو تو کیا کرے گا؟) پھر حضرت عمرؓ نے خود ہی فرمایا کہ (امیر کی حیثیت سے) تیری گواہی عام مسلمان کی گواہی کے برابر ہے۔ بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے جبکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں موصولاً اس طرح مروی

أَصَبْتَ لَوْ قُلْتَ غَيْرَ ذٰلِكَ لَمْ تُجِدْ"- كذا فى "فتح البارى"(۱۳:۱۳۹)- وهذا مرسل وهو حجة عندنا-

۳۶۹۹- عن ابن شهاب عن زبيد بن الصلت ان ابا بكر الصديقؓ قال: "لَوْ وَجَدْتُ رَجُلًا عَلٰى حَدٍّ مَا اَقَمْتُهُ عَلَيْهِ حَتّٰى يَكُوْنَ مَعِىَ غَيْرِىْ"- رواه الكرابيسى معلقا، ثم ساقه بسند صحيح عن ابن شهاب، كذا فى "فتح البارى"(۱۳:۱٤۱)-

۳۷۰۰- عن ام كلثوم بنت ابى بكر: "اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَعُسُّ بِالْمَدِيْنَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَرَاٰى رَجُلًا وَامْرَاَةً عَلٰى فَاحِشَةٍ، فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ لِلنَّاسِ: اَرَاَيْتُمْ اَنَّ اِمَامًا رَاٰى رَجُلًا وَامْرَاَةً عَلٰى فَاحِشَةٍ فَاَقَامَ عَلَيْهِمَا الْحَدَّ، مَا كُنْتُمْ فَاعِلِيْنَ؟ قَالُوْا: اِنَّمَا اَنْتَ اِمَامٌ- فَقَالَ عَلِىُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ: لَيْسَ ذٰلِكَ لَكَ اِذَنْ يُقَامُ عَلَيْكَ الْحَدُّ، اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَاْمَنْ عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ اَقَلَّ مِنْ اَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ، ثُمَّ تَرَكَهُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَتْرُكَهُمْ ، ثُمَّ سَاَلَهُمْ، فَقَالَ الْقَوْمُ مِثْلَ مَقَالَتِهِمُ الْاُوْلٰى، وَقَالَ عَلِىٌّ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ"- اخرجه الخرائطى فى مكارم الاخلاق(كنز العمال)، ولم اقف له

ہے کہ (حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن!) تیرا کیا خیال ہے کہ اگر تو قاضی یا گورنر ہو اور تو کسی انسان کو حد والے کام پر دیکھے تو کیا اس پر حد قائم کرے گا؟۔ عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ نہیں کروں گا یہاں تک کہ میرے ساتھ کوئی اور بھی (گواہی میں) شریک ہو جائے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا اور اگر تو اس کے علاوہ کوئی اور جواب دیتا (یعنی حد قائم کرنے کا کہتا) تو اچھا نہ کرتا۔ (فتح الباری) یہ حدیث مرسل ہے جو ہمارے ہاں حجت ہے۔

۳۶۹۹۔ زبید بن الصلت سے مروی ہے کہ ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو حد والے کام پر دیکھوں (یعنی چوری یا زنا کرتے ہوئے دیکھوں) تو بھی میں اس پر حد قائم نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ (گواہی میں) میرے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہو جائے۔ کرابیسی نے اسے تعلیقاً روایت کیا ہے پھر اسے سند صحیح کے ساتھ ابن شہاب سے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری)

۳۷۰۰۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی ام کلثوم سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ ایک رات مدینہ میں گشت فرما رہے تھے تو انہوں نے ایک مرد اور ایک عورت کو زنا کرتے ہوئے دیکھا۔ جب صبح ہوئی تو آپؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ اگر امام (حاکم) مرد و عورت کو زنا کرتے ہوئے دیکھے اور ان دونوں پر حد قائم کرے تو (اس مسئلہ میں) تمہاری کیا رائے ہے؟ اور تم کیا کرو گے؟ اس پر لوگوں نے فرمایا کہ آپؓ امام اور امیر ہیں (یعنی حد قائم کر سکتے ہیں) لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس کی (یعنی حد قائم کرنے کی) آپ کو اجازت نہیں۔ ایسا کرنے کی صورت میں آپ پر حد قائم کی جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ پر چار سے کم گواہوں کو امین نہیں بنایا۔ پھر

علی سند، وذکرته اعتضادا۔

باب اِذَا شَهِدَ اَرْبَعَةٌ بِالزِّنَا عَلٰی اِمْرَاَةٍ اَحَدُهُمْ زَوْجُهَا فَالشَّهَادَةُ تَامَّةٌ

۳۷۰۱- عن الحسن البصری فِیْ اَرْبَعَةٍ شَهِدُوْا عَلٰی اِمْرَاَةٍ بِالزِّنَا اَحَدُهُمْ زَوْجُهَا قال: "اِذَا جَاءُوْا مُجْتَمِعِیْنَ الزَّوْجُ اَجْوَزُهُمْ شَهَادَةً"۔

۳۷۰۲- وعن الشعبی اَنَّهٗ قَالَ فِیْ اَرْبَعَةٍ شَهِدُوْا عَلٰی اِمْرَاَةٍ بِالزِّنَا اَحَدُهُمْ زَوْجُهَا: اِنَّهٗ قَدْ جَازَتْ شَهَادَتُہُمْ، وَاَحْرَزُوْاظُهُوْرَهُمْ۔ وَقَالَ الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ نَحْوَهٗ، وَبِهٰذَا يَاْخُذُ اَبُوْحَنِيْفَةَ وَالْاَوْزَاعِیُّ فِیْ اَحَدِ قَوْلَيْهِ، ذکر الآثار کلها ابن حزم فی "المحلی"(۳۶۲:۱۱)-وجزم بها ولم یعلها بشیء۔

حضرت عمرؓ نے جتنی دیر انہیں چھوڑ نا تھا چھوڑا اور پھر ان سے پوچھا تو لوگوں نے پہلے کی طرح جواب دیا (یعنی آپؓ حد قائم کر سکتے ہیں) لیکن حضرت علیؓ نے اپنی پہلے والی بات کی۔ اسے خرائطی نے مکارم اخلاق میں ذکر کیا ہے۔ (کنز العمال)۔ میں نے اسے محض تائیداً ذکر کیا ہے۔

فائدہ: ان آثار سے معلوم ہوا کہ جب تک چار گواہ نہ ہوں یا زانی چار مرتبہ اعتراف زنا نہ کرے حد قائم نہ کی جائے۔ اگر چہ حاکم اور قاضی کو اپنے طور پر اس کے زانی ہونے کا مشاہدہ اور یقین ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿فاستشهدوا علیهن اربعة منکم﴾ یعنی پس تم ان عورتوں پر اپنے لوگوں میں چار گواہ کر لو۔ (النساء۔۱۵) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿فان لم یاتوا بالشهداء فاولئک عندالله هم الکاذبون﴾ یعنی اگر وہ (الزام لگانے والے) چار گواہ نہ لا سکیں تو یہی جھوٹے ہیں (النور)۔ نیز جب حاکم کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ محض اپنے علم کی بنا پر کسی پر زنا کا الزام لگائے تو اسے محض اپنے علم کی بنا پر حد قائم کرنے کا اختیار کیسے ہو سکتا ہے۔

باب جب چار گواہ کسی عورت کے خلاف زنا کی گواہی دیں اور ان میں سے ایک گواہ اس عورت کا خاوند ہو تو بھی گواہی کا نصاب پورا ہوگا

۳۷۰۱۔ اگر چار آدمی کسی عورت کے خلاف زنا کی گواہی دیں اور ان (گواہوں) میں ایک اس عورت کا خاوند ہو تو حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب وہ مجتمع ہو کر آئیں تو خاوند کی شہادت سب سے زیادہ نافذ ہوگی۔

۳۷۰۲۔ اگر چار آدمیوں نے کسی عورت کے خلاف زنا کی گواہی دی اور ان میں ایک اس کا خاوند تھا تو شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ان کی گواہی نافذ ہوگئی اور ان گواہوں نے اپنی کمروں کو (حد قذف سے) محفوظ کر لیا۔ حکم بن عتیبہؒ نے بھی اسی طرح فرمایا۔ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ اپنے ایک قول میں اسی کو لیتے ہیں (یہ تمام آثار محلی ابن حزم میں مذکور ہیں)۔ ابن حزم نے ان کی سند پر کوئی قدغن نہیں لگائی لہٰذا یہ آثار ان کے ہاں صحیح ہیں۔

فائدہ: امام جصاصؒ احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ جب خاوند کے لیے اپنی بیوی کے خلاف تمام حقوق میں قصاص میں

بَاب إذَا اَحۡبَلَتۡ اِمۡرَاَةٌ لَا زَوۡجَ لَهَا وَلَا سَيِّدَ

لَمۡ يَلۡزَمۡهُ الۡحَدُّ بِذٰلِكَ مَالَمۡ تَعۡتَرِفۡ اَوۡ تَشۡهَدۡ عَلَيۡهَا اَرۡبَعَةٌ بِالزِّنَا

٣٧٠٣- حدثنا خلف بن خليفة ثنا هاشم: "اَنَّ اِمۡرَاَةً رُفِعَتۡ اِلٰى عُمَرَ بۡنِ الۡخَطَّابِ لَيۡسَ لَهَا زَوۡجٌ وَقَدۡ حَمَلَتۡ- فَسَاَلَهَا عُمَرُ، فَقَالَتۡ: اِنِّىۡ اِمۡرَاَةٌ ثَقِيۡلَةُ الرَّاۡسِ، وَقَعَ عَلَيَّ رَجُلٌ وَاَنَا نَائِمَةٌ، فَمَا اسۡتَيۡقَظۡتُ حَتّٰى فَرَغَ، فَدَرَاَعَنۡهَا الۡحَدَّ"- رواه سعيد بن منصور كما فى "المغنى" (١٩٣:١٠)- وهذا مرسل صحيح ، فخلف من رجال مسلم والاربعة، وهاشم من رجال الجماعة ثقة-

٣٧٠٤- ساق ابن عبدالبر من طريق شعبة عن عبدالملك بن ميسرة عن النزال بن سبرة، قال: "اَنَا لَمَعَ عُمَرَ بِمِنًى ، فَاِذَا بِاِمۡرَاَةٍ حُبۡلٰى ضَخۡمَةٍ تَبۡكِىۡ، فَسَاَلَهَا، فَقَالَتۡ: اِنِّىۡ ثَقِيۡلَةُ الرَّاۡسِ فَقُمۡتُ بِاللَّيۡلِ اُصَلِّىۡ ثُمَّ نِمۡتُ، فَمَا اسۡتَيۡقَظۡتُ اِلَّا وَرَجُلٌ قَدۡ رَكِبَنِىۡ وَمَضٰى ، فَمَا اَدۡرِىۡ

اورحد سرقہ، حد شراب اور حد قذف میں گواہی دینا جائز ہے تو حد زنا میں بھی جائز ہونا چاہیے۔ (۲۹۵:۳)

باب جب کوئی ایسی عورت حاملہ ہو جائے جس کا نہ خاوند ہو اور نہ آقا تو محض حمل سے ہی اس پر حد لازم نہ ہوگی جب تک کہ وہ زنا کا چار مرتبہ اعتراف نہ کرے یا چار گواہ گواہی نہ دیں

۳۷۰۳۔ ہاشمؒ فرماتے ہیں کہ ایک ایسی عورت کو حضرت عمرؓ کے پاس پیش کیا گیا جس کا خاوند نہ تھا لیکن وہ حاملہ ہو چکی تھی تو حضرت عمرؓ نے اس عورت سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں بھاری بھر کم ہوں۔ اور جب میں سوئی ہوئی تھی تو ایک آدمی مجھ سے زنا کرنے لگا اور ابھی میں جاگ بھی نہ پائی تھی کہ وہ زنا سے فارغ ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے اس سے حد کو ختم کر دیا۔ (سعید بن منصور نے اسے روایت کیا ہے)۔ اس کی سند مرسل صحیح ہے اور مرسل ہمارے ہاں حجت ہے۔

۳۷۰۴۔ نزال بن سبرۃ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ہمراہ منیٰ میں تھا کہ اچانک ایک موٹی حاملہ عورت رو رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں بھاری بھر کم عورت ہوں۔ میں رات کو کھڑی ہو کر نماز پڑھتی رہی پھر میں سو گئی اور ابھی میں جاگ نہ پائی تھی کہ ایک مرد مجھ پر سوار ہوا اور اپنا کام کر گذرا (یعنی زنا کر لیا) اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کون تھا۔ نزال فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس سے حد کو ساقط کر دیا۔ (فتح الباری۔ اس کی سند صحیح ہے) اور امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں نزال سے یہی حدیث نقل کی اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں (زنا کی وجہ سے) اس عورت کو (رجم

مَنْ هُوَ؟ قَالَ: فَدَرَأَ عَنْهَا الْحَدَّ"- كذا فى "فتح البارى"(۱۲:۱۳۷)- وهذا سند صحيح ،واخرجه الامام ابو يوسف فى "الخراج"(۱۸٤)- عن الحسن عن عبدالملك بن سيسرة عن النزال نحوه، وزاد: "فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ قَتَلْتُ هٰذِهٖ خَشِيْتُ عَلَى الْاخشبينَ النَّارَ، ثُمَّ كَتَبَ اِلٰى أُمَرَاءِ الْاَمْصَارِ اَنْ لَا تُقْتَلَ نَفْسٌ دُوْنَهُ"-

بَاب لَاحَدَّ عَلَى الْمُكْرَهَةِ وَيُحَدُّ الَّذِىْ اِسْتَكْرَهَهَا

۳۷۰۵- عن ابى جحيفةؓ: "اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَرَاَالْحَدَّ عَنِ امْرَاَةٍ اُسْتُكْرِهَتْ"- رواه الطبرانى و فيه الحجاج بن ارطاة وهو مدلس، (مجمع الزوائد۶:۲۷۰)- قلت: فالحديث حسن، كما ذكرناه فى المقدمة-

۳۷۰۶- عن عبدالجبار بن وائل عن ابيه: "اِنَّ اِمْرَاَةً اُسْتُكْرِهَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَدَرَأَعَنْهَا الْحَدَّ" رواه الاثرم كما فى "المغنى"(۱۰:۱۵۹)-وهو عند الترمذى (۱:۱۷۵)- وقال: "هذا حديث غريب وليس اسناده بمتصل و قدروى هذا الحديث من

کرکے) قتل کردوں تو مجھے اپنے اوپر جہنم کا خوف ہے۔ پھر آپؓ نے شہروں کے امیروں کو لکھا کہ حد کے اصول کے بغیر کسی کو قتل نہ کیا جائے۔

فائدہ: یعنی محض حمل کے ظاہر ہوجانے سے حد نہیں لگائی جائے گی۔ بلکہ (اصول کے مطابق) یا تو وہ خود چار مرتبہ اعتراف کرے یا چار گواہ گواہی دیں کیونکہ احتمال ہے کہ اس عورت سے زبردستی زنا کیا گیا ہو یا اس عورت سے وطی بالشبہ کی گئی ہو یا بغیر وطی کے کسی طرح کسی کا پانی اس کے اندام نہانی میں داخل ہوگیا ہو۔ اور حد زنا تو ادنیٰ سے ادنیٰ شبہ اور احتمال سے بھی ساقط ہوجاتی ہے۔

باب جس عورت سے زبردستی زنا کیا جائے اس پر حد نہیں اور زبردستی زنا کرنے والے مرد پر حد ہوگی

۳۷۰۵۔ ابوجحیفہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایسی عورت سے حد کو ساقط کردیا تھا جس سے زبردستی زنا کیا گیا تھا۔ (طبرانی) یہ حدیث حسن ہے۔

۳۷۰۶۔ عبدالجبار اپنے باپ وائل کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک عورت سے زبردستی زنا کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس عورت سے حد کو رفع کردیا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس سند سے یہ حدیث متصل نہیں لیکن ایک اور طریق سے بھی مروی ہے۔ اور علماء صحابہ کا اسی پر عمل ہے کہ زنا بالجبر پر حد نہیں۔ مصنف علام فرماتے ہیں کہ یہ

غير هذاالوجه" اهـ قلت: ولكنه تايد بما قبله-

۳۷۰۷- اخبرنا مالك حدثنا نافع: "أَنَّ عَبْدًا كَانَ يَقُوْمُ عَلٰى رَقِيْقِ الْخُمُسِ، وَأَنَّهُ اسْتَكْرَهَ جَارِيَةً مِنْ ذٰلِكَ الرَّقِيْقِ، فَوَقَعَ بِهَا، فَجَلَدَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَنَفَاهُ، وَلَمْ يَجْلِدِ الْوَلِيْدَةَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ اِسْتَكْرَهَهَا"- رواه محمد فی "الموطا"(۳۰۸)- و هو كذلك عند مالك فی موطاه(۳۵۰)- ومراسيله حجة عندالقوم-

۳۷۰۸- عن الثورى عن الاعمش عن ابن المسيب: "أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أُتِيَ بِامْرَأَةٍ لَقِيَهَا رَاعٍ بِفَلَاةٍ مِنَ الْاَرْضِ، وَهِيَ عَطْشٰى، فَاسْتَسْقَتْ، فَاَبٰى أَنْ يَسْقِيَهَا اِلَّا أَنْ تَتْرُكَهُ فَيَقَعُ بِهَا، فَنَاشَدَتْهُ بِاللّٰهِ فَاَبٰى، فَلَمَّا بَلَغَتْ جُهْدَهَا اَمْكَنَتْهُ، فَدَرَاَعَنْهَا عُمَرُ الْحَدَّ بِالضَّرُوْرَةِ"- رواه عبدالرزاق(كنزالعمال ۳:۸٦)- وهذا سند صحيح-

حدیث صرف تائیداً ذکر کی ہے (تاسیساً ذکر نہیں کی)۔

۳۷۰۷۔ نافع فرماتے ہیں کہ ایک غلام مال خمس کے غلاموں اور باندیوں پر نگہبان تھا۔اس (نگہبان غلام) نے ان باندیوں میں سے ایک سے زبردستی زنا کیا تو حضرت عمرؓ نے اس زنا کرنے والے غلام کو (حد میں) کوڑے مارے اور (تعزیراً) جلاوطن کردیا۔لیکن اس باندی کواس وجہ سے کوڑے نہیں مارے کہ اس غلام نے اس سے زبردستی زنا کیا تھا (موطا محمد، موطا مالک)۔امام مالک کے مراسیل حجت ہیں۔

۳۷۰۸۔ ابن المسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک ایسی عورت کو لایا گیا جسے جنگل میں ایک چرواہا ملا اور وہ عورت پیاسی تھی۔اس نے چرواہے سے پانی مانگا لیکن اس نے اسے پانی پلانے سے انکار کردیا۔الا یہ کہ وہ اسے اجازت دے کہ وہ اس سے زنا کرے۔اس عورت نے اسے خدا کا واسطہ دیا لیکن اس نے انکار کردیا۔آخر جب وہ تھک ہار گئی (یعنی مرد نے اس کی بات نہ مانی) تو اس عورت نے اسے قدرت دیدی،اس پر حضرت عمرؓ نے اس عورت سے ضرورت اور مجبوری کی بنا پر حد کو رفع کردیا۔(مصنف عبدالرزاق)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس عورت سے زبردستی زنا کیا جائے اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی۔البتہ زبردستی زنا کرنے والے مرد پر حد جاری ہوگی۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی مرد سے زبردستی زنا کروایا جائے تو اس پر بھی حد نہیں ہوگی (ہدایہ)

بَاب مَنْ اَصَابَ حَدًّا مَرَّتَيْنِ فَصَاعِدًا قَبْلَ اَنْ يُقَامَ عَلَيْهِ الْحَدُّ لا يُحَدُّ اِلَّا حَدًّا وَاحِدًا

۳۷۰۹- ابن وهب عن سفيان الثوری عن حميد الطويل عن انس بن مالك ﷺ، قال: "اُتِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِسَارِقٍ، فَقَالَ: مَاسَرَقْتُ قَبْلَهَا، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: كَذَبْتَ وَرَبِّ عُمَرَ، مَا اَخَذَاللّٰهُ عَبْدًاعِنْدَ اَوَّلِ ذَنْبٍ"۔ وعن ابن وهب عن عبداللّٰهِ بن سمعان بهذا، وان علی بن ابی طالب ﷺ قال له: اَللّٰهُ اَحْلَمُ مِنْ اَنْ يَّاْخُذَ عَبْدَهٗ فِيْ اَوَّلِ ذَنْبٍ يَااَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! فَاَمَرَ بِهٖ عُمَرُ، فَقُطِعَ، فَلَمَّا قُطِعَ قَامَ اِلَيْهِ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ، فَقَالَ لَهٗ: اُنْشِدُكَ اللّٰهَ كَمْ سَرَقْتَ مِنْ مَرَّةٍ؟ قَالَ لَهٗ: اِحْدٰی وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً۔ رواه ابن حزم فی "المحلی"(۱۱:۱۵۸)۔

واخرج نحوه من قول ابی بكر ﷺ ، وقال :"الاسنادان عن ابی بكر ﷺ و علی ﷺ ضعيفان، احدهما مرسل والآخر مرسل ساقط، والاسناد فی ذلك عن عمر ﷺ صحيح اه۔

باب جس شخص نے حد قائم کیے جانے سے قبل حد والے گناہ کا ارتکاب دو یا زیادہ مرتبہ کیا تو اس پر ایک ہی حد قائم کی جائے گی

۳۷۰۹۔ انس بن مالک ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ﷺ کے پاس ایک چور کو لایا گیا۔ چور نے کہا کہ اس سے قبل میں نے چوری نہیں کی۔ حضرت عمر ﷺ نے فرمایا کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ عمر کے رب کی قسم، اللہ نے کسی بندے کو پہلے گناہ پر نہیں پکڑا۔ اور ایک دوسرے طریق سے یہ الفاظ بھی مروی ہے کہ حضرت علی ﷺ نے حضرت عمر ﷺ سے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ زیادہ بردبار ہیں اس سے کہ وہ اپنے بندے کو پہلے گناہ پر پکڑلیں۔ پھر حضرت عمر ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا پس اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر جب اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو حضرت علی ﷺ اس کے پاس جا کھڑے ہوئے اور اس سے فرمایا کہ میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے کتنی مرتبہ چوری کی؟ تب اس چور نے آپ ﷺ سے کہا کہ اکیس مرتبہ (محلی ابن حزم)۔ اور ابن حزم نے اسی قسم کا قول ابوبکر صدیق ﷺ سے بھی نقل کیا ہے۔ حضرت عمر ﷺ والے قول کی سند صحیح ہے۔ اور ابوبکر ﷺ وعلی ﷺ کی سندوں میں ارسال ہے۔ لیکن تائیدا پیش کی جاسکتی ہیں۔ اور ارسال ہمارے نزدیک علت ہی نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے ترجمۃ الباب واضح ہے کہ مجرم نے اعتراف کیا کہ اس نے اکیس مرتبہ چوری کی ہے لیکن اس پر دوبارہ حد جاری نہ کی گئی۔ جامع المسانید (ج ۲، ص ۱۸۵) میں ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص کوفہ میں کسی آدمی پر تہمت لگائے اور

قلت: و قد تايد به المرسلان عن ابى بكر و علی، والارسال ليس بعلة عندنا۔

۳۷۱۰- عن معاوية قال: قال رسول الله ﷺ: "مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ، فَإِنْ عَادَ فِيْ الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ"۔ رواه الترمذی(۱۷٤:۱)۔ و فی نفع قوت المغتذی(۱۷۳:۱): صححه ابن حبان والحاكم۔قلت: قال الذهبی ايضا هو صحيح، كما فی الزيلعی(۹۵:۲)۔

بَابُ حَدِّ الشُّرْبِ

بَابٌ مَا وَرَدَ فِيْمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ

۳۷۱۱- عن معاويةؓ قال قال رسول الله ﷺ، مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ، فَإِنْ عَادَ فِيْ

ایک دوسرے آدمی پر واسط میں اور تیسرے آدمی پر بصرہ میں تہمت لگائے تو اس پر ایک ہی حد لگائی جائے گی۔اسی طرح اگر کسی نے کئی لوگوں کی چوری کی اور پھر اس کا ایک مرتبہ ہاتھ کاٹا گیا تو یہ حد سب کے لیے کافی ہوگی۔یہی حال زنا اور شراب کی حد کا ہے۔(انتہیٰ)۔موفق نے مغنی میں لکھا ہے اس بات پر علماء کا اجماع ہے۔لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب اس نے ایک ہی قسم کی جنایت متعدد بار کی ہو۔اور اگر کسی نے مختلف قسم کی جنایتیں کی ہوں مثلاً زنا کیا، چوری کی، شراب پی وغیرہ تو اس پر تمام حدود لگائی جائیں گی۔البتہ اگر ان حدود میں ایک حد قتل کی ہو تو پھر باقی حدود کو چھوڑ دیا جائے گا۔کیونکہ قتل کے ہوتے ہوئے دوسری قسم کی زجر کی ضرورت نہیں۔

اور اگر مختلف قسم کی حدود جمع ہو جائیں تو سب سے پہلے حقوق العباد سے متعلق حدود جاری کی جائیں گی پھر حقوق اللہ سے متعلق حدود جاری کی جائیں گی۔نفع قوت المغتذی ہی ہے کہ ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے میں کہتا ہوں کہ ذہبی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

۳۷۱۰۔ معاویہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شراب پیے تو اسے کوڑے مارو پھر اگر وہ چوتھی مرتبہ شراب پیئے تو اسے قتل کرو(ترمذیؒ، باب ما جاء من شرب الخمر) نفع قوت المغتذی میں ہے کہ ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔میں کہتا ہوں کہ ذھبی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: یعنی اگر ایک مرتبہ جنایت کرنے پر حد لگادی گئی پھر اس نے دوبارہ وہی جنایت کی تو اس پر دوبارہ حد لگائی جائے گی۔

تنبیہ: چوتھی مرتبہ شراب پینے پر قتل کا حکم اب منسوخ ہے۔جیسا کہ اگلے باب سے واضح ہے۔

باب شراب پینے کی حد

باب شراب پینے والے کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے

۳۷۱۱۔ معاویہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شراب پیئے تو اسے کوڑے مارو۔پھر اگر وہ چوتھی مرتبہ پیئے تو اسے قتل کردو۔(ترمذی، باب سابق) ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ- رواه الترمذی(۱۷٤:۱) و فی "نفع قوت المغتذی"(۱۷۳:۱): صححه ابن حبان والحاکم- قلت: قال الذهبی ایضا : هو صحیح کما فی الزیلعی(۹۵:۲)-

۳۷۱۲- عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ: "اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ ﷺ جَلَدَ فِیْ الْخَمْرِ بِالْجَرِیْدِ وَالنِّعَالِ، ثُمَّ جَلَدَ اَبُوْبَکْرٍ اَرْبَعِیْنَ، فَلَمَّا کَانَ عُمَرُ وَدَنَا النَّاسُ مِنَ الرِّیْفِ وَالْقُرٰی قَالَ: مَا تَرَوْنَ فِیْ جَلْدِ الْخَمْرِ؟ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: اَرٰی اَنْ تَجْعَلَهَا کَاَخَفِّ الْحُدُوْدِ، قَالَ: فَجَلَدَ عُمَرُ ثَمَانِیْنَ"- رواه مسلم(۷۱:۲)-

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شراب پینے کی سزا اور حد کوڑے مارنا ہے۔ گویا حد کا ثبوت اس حدیث سے ثابت ہے ۔ نیز بعض ایسے واقعات بھی حدیث کی کتابوں میں ملتے ہیں کہ حضور ﷺ نے شرابی پر حد لگوائی۔ البتہ کوڑوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ اور آپ ﷺ سے صراحت کے ساتھ تعداد معلوم نہیں ہوئی۔ جن کی تعداد اگلی حدیث سے معلوم ہوگی۔

تنبیہ: باوجود حد جاری کرنے کے اگر مجرم چوتھی مرتبہ شراب پئے تو اس حدیث سے قتل کرنا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ قتل والا حکم منسوخ ہے جیسا کہ خود امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ شروع میں یہ حکم تھا لیکن بعد میں منسوخ ہو گیا جیسا کہ جابرؓ بن عبداللہ کے ذریعے حضور ﷺ سے اسی قسم کا حکم مروی ہے لیکن پھر جابرؓ ہی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ ﷺ کے پاس ایسا شرابی لایا گیا جس نے چوتھی مرتبہ شراب پی تھی تو آپ ﷺ نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اسے کوڑے مارے۔ اس قسم کے واقعات مختلف روایتوں سے مروی ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ عام اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ قتل کا حکم منسوخ ہے اور ہم اس مسئلہ میں علماء میں اختلاف نہیں دیکھتے۔ اور اس مسئلہ میں اصل اور بنیادی چیز یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کا خون کرنا صرف تین صورتوں میں حلال ہے۔ (۱) مسلمان کسی کو ناحق قتل کرے (۲) یا محصن ہو کر زنا کرے (۳) یا مرتد ہو جائے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں "لہٰذا شراب پینے پر قتل کرنا درست نہیں ہوگا" (انتہی)۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نسخِ قتل میں میرے علم کے مطابق کوئی اختلاف نہیں (فتح الباری، ج ۱۲، ص ۷۰)۔ الغرض چوتھی مرتبہ شراب پینے پر قتل کا حکم احادیث ثابتہ اور اہل علم کے اجماع سے منسوخ ہے۔

۳۷۱۲۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے شراب پینے پر چھڑی اور جوتے سے مارا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (شراب پینے پر) چالیس کوڑے مارے۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگ چراگاہوں اور گاؤں سے نزدیک ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شراب کی حد کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے خیال میں آپ رضی اللہ عنہ اس کو سب سے ہلکی حد کے برابر رکھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے مارے۔

۳۷۱۳- عن حصين بن المنذر ابى ساسان، قال: "شَهِدْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ أُتِيَ بِالْوَلِيْدِ قَدْ صَلَّى الصُّبْحَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: أَزِيْدُكُمْ، فَشَهِدَ عَلَيْهِ رَجُلَانِ، أَحَدُهُمَا حُمْرَانُ أَنَّهُ شَرِبَ الْخَمْرَ، وَشَهِدَ آخَرُ أَنَّهُ رَآهُ يَتَقَيَّأُ فَقَالَ عُثْمَانُ: إِنَّهُ لَمْ يَتَقَيَّأْ حَتّٰى شَرِبَهَا، فَقَالَ: يَاعَلِيُّ! قُمْ فَاجْلِدْهُ، فَقَالَ عَلِيٌّ :قُمْ يَاحَسَنُ! فَاجْلِدْهُ، فَقَالَ الْحَسَنُ: وَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلّٰى قَارَّهَا، فَكَأَنَّهُ وَجَدَعَلَيْهِ، فَقَالَ: يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ جَعْفَرَ قُمْ! فَاجْلِدْهُ، فَجَلَدَهُ وَعَلِيٌّ يَعُدُّ حَتّٰى بَلَغَ أَرْبَعِيْنَ، فَقَالَ: أَمْسِكْ، ثُمَّ قَالَ: جَلَدَ النَّبِيُّ ﷺ أَرْبَعِيْنَ، وَأَبُوْبَكْرٍ أَرْبَعِيْنَ،وَعُمَرُ ثَمَانِيْنَ، وَكُلٌّ سُنَّةٌ، وَهٰذَا أَحَبُّ إِلَيَّ"- رواه مسلم(۲:۷۲)-

۳۷۱۴- عن السائب بن يزيد رضی اللہ عنہ: كُنَّا نُؤْتٰى بِالشَّارِبِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَإِمْرَةِ أَبِيْ بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ فَنَقُوْمُ إِلَيْهِ بِأَيْدِيْنَا وَنِعَالِنَا وَأَرْدِيَتِنَا، حَتّٰى كَانَ آخِرُ إِمْرَةِ

۳۷۱۳۔ ساسان کے والد حصین بن منذر فرماتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ اسی اثنا میں ولید بن عقبہ کو لایا گیا۔ انہوں نے صبح کی دو رکعتیں پڑھی تھیں پھر انہوں نے کہا کہ میں تمہارے لیے زیادہ کرتا ہوں تو دو آدمیوں نے ولید کے خلاف گواہی دی۔ ان گواہوں میں سے ایک حمران نے کہا کہ اس (ولید) نے شراب پی ہے۔ اور ان میں سے دوسرے نے گواہی دی کہ میں نے اسے قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اس نے شراب نہ پی ہوتی تو یہ قے کس چیز کی کرتا (یعنی اس نے شراب پی ہے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اٹھو اور اسے کوڑے مارو۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اٹھو اور اسے کوڑے لگاؤ۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو خلافت کے سرد (اچھی چیز، مزے کی چیز) کا والی ہے تو گرم (تکلیف کی چیز) کی ذمہ داری بھی لے (یعنی حدود خود لگائیں)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بات پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر غصے ہوئے پھر انہوں نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن جعفر! تو اٹھ اور اسے کوڑے مار۔ پس انہوں نے ولید کو کوڑے لگائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گنتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ چالیس پر پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رک جاؤ۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے مارے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے لگائے تھے۔ اور سب سنت ہیں اور یہ چالیس کوڑے لگانا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ (مسلم، باب حد الخمر)

۳۷۱۴۔ سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں شراب پینے والے کو لایا جاتا تو ہم اپنے ہاتھ جوتے اور چادریں لے کر کھڑے ہو جاتے (اور اسے مارتے)۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری دور خلافت میں شراب پینے والوں کو چالیس کوڑے مارے جاتے۔ اور جب لوگوں نے مزید

عُمَرَ فَجَلَدَ أَرْبَعِينَ حَتّٰى إِذَا عَتَوْا وَفَسَقُوْا جَلَدَ ثَمَانِينَ۔ رواه البخاری(۲:۲ ۱۰۰)۔

بَابُ حَدِّ مَنْ شَرِبَ النَّبِيْذَ

۳۷۱۵- حدثنا احمد بن محمد بن ابی شیبة نا محمد بن الولید البسری نا ابو

سرکشی اور فسق و فجور اختیار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے لگائے (بخاری، باب الضرب بالجرید والنعال)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ شرابی کی حد اسی کوڑے ہے۔ پس غلام شرابی کی حد چالیس کوڑے ہوگی۔ اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو چالیس کوڑے لگائے۔ لیکن صحیح بخاری کی روایت سے جو نیل الاوطار (ج ۔ ص ۵۴) میں بھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ولید کو اسی کوڑے لگائے اور صحیح اور مستند بات یہ ہے کہ حضرت علی بھی اسی کوڑے لگانے کے قائل تھے کیونکہ موطا مالک میں ثور بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب پینے کی حد پر صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے خیال میں یہ آتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ شراب کی حد اسی کوڑے کر دیں کیونکہ شراب پی کر آدمی مست ہو جاتا ہے اور مست ہونے پر آدمی بیہودہ بکتا ہے اور جب وہ بیہودہ بکے گا تو کسی پر تہمت لگائے گا اس لیے آپ اسی کوڑے مقرر کر دیں اور یہ واقعہ نسائی اور طحاوی میں متصل سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے مروی ہے، امام نووی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشہور مذہب یہی ہے کہ شرابی کو اسی کوڑے لگائے جائیں۔ اور ان سے نجاشی کو بھی اسی کوڑے لگانا منقول ہے۔ گویا صحابہ کی موجودگی میں اس بات پر اجماع ہو گیا تھا کہ شرابی کی حد اسی کوڑے ہے۔ باقی اس حدیث میں جو چالیس کا ذکر آتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ولید کو مارے جانے والے کوڑے کے دو سرے تھے (فتح الباری، ج ۱۲، ص ۶۱)۔ اس لیے یہاں بھی حقیقت میں تعداد اسی کی پوری کی گئی۔ اور ھذا احب سے مراد اسی کوڑے ہی ہیں۔ لہٰذا یہ واقعہ اجماع صحابہ کے خلاف نہیں۔

فائدہ: محض شراب کی قے کرنے یا منہ سے شراب کی بو آنے سے حد نہیں لگائی جائے گی۔ کیونکہ شبہ ہے کہ اسے کسی نے زبردستی پلائی ہو یا پیاس کی وجہ سے حالتِ اضطرار میں پی ہو اور حدود ادنیٰ شبہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہیں۔ بظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شراب کی قے کرنے پر ولید کو حد لگائی گئی لیکن عمر ابن ابی شیبہ کی اخبار المدینہ میں سند حسن کے ساتھ یہ مروی ہے کہ ولید کے شراب پینے پر ابوزینب اسدی اور ابومورع اسدی اور جندب بن زہیر اور سعد بن مالک اشعری نے گواہی دی لہٰذا قے کے بغیر بھی شہادت مکمل تھی اور قے سے صرف تائیداً استدلال کیا گیا تھا۔

تنبیہ: امام نوویؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خلفاء راشدین کا فعل اور قول دین کی باتوں میں سنت ہے گو ہمیں اس کی دلیل معلوم نہ ہو۔

باب نبیذ پینے والے کی حد

۳۷۱۵۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے شخص کو لایا گیا جو نبیذ پینے کی وجہ سے مست تھا۔ تو

عاصم العوام القطان حدثنی عمرو بن دینار عن ابن عمرؓ: "أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أُتِیَ بِرَجُلٍ قَدْ سَکِرَ مِنْ نَبِیْذٍ، فَجَلَدَهٗ"۔ کذا قال البسری، رواہ الدارقطنی(۵۳۷:۲) فی سننہ۔ قلت : رجالہ رجال الصحیح الا الاول، وھو لم اجدہ فی کتب الرجال، لکنہ ثقۃ علی قاعدۃ من روی عنہ واحد زالت عنہ الجھالۃ، فالسند محتج بہ۔

۳۷۱۶- حدثنا جعفر بن محمد بن یعقوب الصیدلی نا علی بن حرب نا ابو عاصم عن عمران بن داود عن خالد بن دینار عن ابی اسحاق عن ابن عمر، عن النبی ﷺ : "أُتِیَ بِرَجُلٍ قَدْ سَکِرَ مِنْ نَبِیْذِ تَمْرٍ فَجَلَدَهٗ"۔ رواہ الدارقطنی(۵۳۷:۳)۔ و فی الزیلعی(۹۷:۲): "عمران بن داود فیہ مقال" اھ۔ قلت: ھو مختلف فیہ، و ھو غیر مضر کما عرفت مرارا۔

۳۷۱۷- اخبرنا وکیع ثنا سفیان عن ابی اسحاق عن النجرانی عن ابن عمرؓ، قال: "أُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِسَکْرَانَ فَضَرَبَهُ الْحَدَّ، وَقَالَ: مَا شَرَابُکَ؟ قَالَ: تَمْرٌ وَزَبِیْبٌ، فَقَالَ: لَا تَخْلِطُوْهُمَا جَمِیْعًا، یَکْفِیْ اَحَدُهُمَا مِنْ صَاحِبِهٖ"۔ رواہ اسحاق بن راھویہ فی مسندہ (التعلیق المغنی۲:۵۳۷)۔ قلت: رجالہ رجال الجماعۃ الا النجرانی، قال فی التقریب: "مجھول" - لکنہ ثقۃ علی قاعدۃ من روی عنہ واحد زالت عنہ الجھالۃ، و قد مرت فالسند محتج بہ۔

آپ ﷺ نے کوڑے لگائے۔(دارقطنی)۔میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے پہلے راوی کے۔لیکن وہ بھی اصولاً ثقہ ہے۔پس سند قابل حجت ہے۔

۳۷۱۶۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا جو کھجور کی نبیذ پینے سے مدہوش تھا تو آپ ﷺ نے اسے کوڑے لگائے۔(دارقطنی)۔میں کہتا ہوں کہ عمران بن داؤد مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضر نہیں۔لہٰذا حدیث حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

۳۷۱۷۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس ایک نشہ میں مست آدمی لایا گیا تو آپ ﷺ نے اسے کوڑے لگائے۔اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری شراب کس چیز کی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کھجور اور کشمش کی۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں کو اکٹھا نہ ملاؤ۔ان میں سے ایک دوسرے سے کفایت کر جائے گا(مسند اسحٰق بن راھویہ) اس کی سند بھی حجت پکڑنے کے قابل ہے کیونکہ نجرانی کی جہالت زائل ہو چکی ہے۔

فائدہ: احناف کا بھی یہی مسلک ہے کہ نشہ میں مست آدمی پر حد لگائی جائے گی خواہ وہ نشہ نبیذ کے پینے سے پیدا ہوا یا کسی

بَاب حَدِّ الْقَذْفِ

بَاب مَنْ نَسَبَ اَحَدًا اِلٰی خَالِهٖ اَوْ عَمِّهٖ فَلَیْس بِقَاذِفٍ

۳۷۱۸- عن عبدالله بن عمرؓ مرفوعا: "اَلْخَالُ وَالِدُ مَنْ لَا وَالِدَ لَهٗ"، رواه ابو شجاع الدیلمی فی الفردوس(زیلعی ۲:۹۹)۔

۳۷۱۹- عن عبدالله بن الوراق مرسلا: "اَلْعَمُّ وَالِدٌ"۔ رواه الضیاء المقدسی فی المختارة (کنزالعمال۸:۲۸۰)۔

فَصْلٌ فِی التَّعْزِیْرِ

بَابُ اَنْ لَا یَجُوْزَ تَبْلِیْغُ التَّعْزِیْرِ حَدًّا

۳۷۲۰- حدثنا محمد بن حصین الاصبحی ثنا عمر بن علی المقدمی ثنا مسعر عن خالد بن الولید بن عبدالرحمن عن النعمان بن بشیرؓ قال: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "مَنْ بَلَغَ حَدًّا فِیْ غَیْرِ حَدٍّ فَهُوَ مِنَ الْمُعْتَدِیْنَ"۔ رواه ابن تاجیة فی فوائده، قاله فی التنقیح، واخرجه

اور نشہ آور چیز کے پینے سے۔(کتاب الآثار امام محمدؒ)۔

باب تہمت لگانے کی حد کا بیان

باب کسی نے کسی کو اس کے ماموں یا چچا کی طرف منسوب کیا تو تہمت لگانے والا نہ ہوگا

۳۷۱۸۔ ابن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا کہ) جس کا والد نہ ہو تو ماموں اس کا والد ہے (زیلعی)

۳۷۱۹۔ عبداللہ بن الوراق سے مرسلاً مروی ہے کہ چچا باپ کی جگہ ہے۔(کنزالعمال)

فائدہ: چونکہ ان احادیث میں حضور ﷺ نے والد کا اطلاق ماموں اور چچا پر کیا ہے لہٰذا کسی بچے کو اس کے ماموں یا چچا کی طرف منسوب کرنا گالی اور تہمت نہیں ہوگا۔ نیز قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿نعبد الٰهک واله آباءک ابراهیم و اسماعیل و اسحاق﴾ اس میں بھی باپ کا اطلاق چچا پر کیا گیا ہے کیونکہ اسماعیل علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے۔

فصل تعزیر کے بیان میں

باب تعزیر کو حد کی مقدار تک پہنچانا جائز نہیں

۳۷۲۰۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو حد کے بغیر کسی کو حد کے برابر سزا دے تو وہ زیادتی

البیھقی، و قال: "المحفوظ مرسل"۔(زیلعی ۹۹:۲)۔

۳۷۲۱- اخبرنا مسعر بن کدام قال: اخبرنی الولید بن عثمان عن الضحاك بن سزاحم۔ ھو من اتباع التابعین علی الصحیح۔ قال: قال رسول اللہ ﷺ :"مَنْ بَلَغَ حَدًّا فِیْ غَیْرِ حَدٍّ فَھُوَ مِنَ الْمُعْتَدِیْنَ"۔ رواہ الامام محمد فی "کتاب الآثار"(۹۰) ھکذا منقطعا، والولید ھذا لم اجدہ، لکنه ثقة علی القاعدة المذکورة مرارا، وبقیة رجاله محتج بھم لا سیما و قد احتج به الامام محمد۔

۳۷۲۲- کتب عمرؓ الی ابی موسیؓ: "لَا یَبْلُغُ النِّکَالُ اَکْثَرَ مِنْ عِشْرِیْنَ سَوْطًا" رواہ ابن المنذر و قال: "وروینا عنه اَنْ لَّا یَبْلُغَ بِعُقُوْبَةٍ اَرْبَعِیْنَ"(التلخیص الحبیر۲:۳۶۲)۔

باب التعزیر بالحبس

۳۷۲۳- عن بھز بن حکیم عن ابیه عن جدہ: "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ حَبَسَ رَجُلًا فِیْ تُهْمَةٍ، ثُمَّ خَلّٰی عَنْهُ"۔ رواہ الترمذی و قال: حسن(۱:۱۷۰) و فی "التلخیص الحبیر"(۲:۳۶۱): "وصححه الحاکم، واخرج له شاھدا من حدیث ابی ھریرة"۔

کرنے والوں میں سے ہے۔(ابن ماجہ، بیہقی)۔

۳۷۲۱۔ حضرت ضحاک بن مزاحم (جو تبع تابعین میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو حد کے بغیر حد کے برابر سزا دے تو وہ زیادتی کرنے والوں میں سے ہے۔(کتاب الآثار باب التعزیر)۔امام مجتہد کا اس سے دلیل پکڑنا اس کی صحت کے لیے کافی ہے۔

۳۷۲۲۔ حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ سزا بیس کوڑوں سے زیادہ نہ ہو۔اسے ابن المنذر نے روایت کیا ہے اور ابن المنذر فرماتے ہیں کہ ہم نے آپؓ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ تعزیر چالیس کوڑوں کی سزا کو نہیں پہنچنی چاہیے۔(التلخیص الحبیر)

فائدہ: تعزیر اس سزا کو کہا جاتا ہے جو قاضی یا حکومت کسی شخص کو دیتی ہے اور اللہ کی طرف سے متعین نہیں ہوتی۔جبکہ حدود اللہ کی طرف سے متعین ہیں، ان میں کسی قسم کا تغیر وتبدل جائز نہیں جبکہ تعزیر میں مجرم کو کسی مصلحت کے تحت معاف بھی کیا جاسکتا ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ تعزیر کی سزا حد کی مقدار کو نہیں پہنچنی چاہیے اور چونکہ غلام کی حد حد قذف میں چالیس کوڑے ہے لہٰذا اسی اصول کو مدنظر رکھ کر احناف کا یہ مسلک ہے کہ تعزیر کی زیادہ سے زیادہ سزا انتالیس کوڑے ہوگی۔اور کم از کم سزا تعزیر میں تین کوڑے ہے۔آخری حدیث میں حضرت عمرؓ کا ابوموسیؓ کو یہ فرمانا کہ سزا بیس کوڑوں سے نہ بڑھے کسی خاص مصلحت پر مبنی

بَابُ التَّعْزِيْرِ بِالْأُمُوْرِ الْمَعْنَوِيَّةِ وَبِتَرْكِ الْكَلَامِ وَتَفْرِيْقِ الْأَهْلِ مِنْ غَيْرِ طَلَاقٍ

٣٧٢٤- عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: "نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ، فَقَالَ لَهٗ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ: فَإِنَّكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تُوَاصِلُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اَيُّكُمْ مِثْلِيْ؟ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِ- فَلَمَّا اَبَوْا اَنْ يَنْتَهُوْا عَنِ الْوِصَالِ، وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ، ثُمَّ رَاَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ: لَوْ تَاَخَّرَ لَزِدْتُّكُمْ كَالْمُنْكِلِ بِهِمْ حِيْنَ اَبَوْا"- رواه الامام البخاری، و قال العلامة الحافظ ابن حجر نور الله مضجعه: "يستفاد منه جواز التعزير بالتجويع ونحوه من الامور المعنوية" (فتح الباری ١٢: ١٥٧ و ١٥٨)-

---

ہے۔اس لیے یہ حدیث مرفوع یا ان کے اپنے قول ''کہ تعزیر چالیس کوڑوں کی سزا کو نہ پہنچے'' سے معارض نہیں۔

مسئلہ: چونکہ تعزیر میں تعداد کم ہوتی ہے اس لیے اس میں زور سے مارا جائے گا اور متفرق جگہ نہیں بلکہ ایک ہی جگہ مارا جائے گا تا کہ تنبیہ اور سزا کا مقصد پورا ہو۔اس سے کم زور سے حد زنا میں پھر شراب نوشی کی سزا میں پھر حد قذف میں مارا جائے گا۔

مسئلہ: تعزیر میں یا حد لگانے میں مجرم مرجائے تو اس کا خون معاف ہوگا کیونکہ امام حکم خداوندی پر عمل کر رہا ہے جس میں وہ اس بات کا پابند نہیں کہ جس پر حد یا تعزیر لگائی جارہی ہے وہ صحیح سالم رہے۔

باب تعزیر میں قید کرنا

۳۷۲۳۔ بہز بن حکیم اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کسی تہمت کی وجہ سے ایک شخص کو قید کیا اور پھر اسے چھوڑ دیا۔(ترمذی، باب ما جاء فی الحبس فی التهمة) امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور تلخیص میں ہے کہ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور ابو ہریرہؓ سے اس کا شاہد بھی ذکر کیا ہے۔

فائدہ: تعزیر امام کی رائے پر موقوف ہے جو کم وبیش ہوسکتی ہے اور مختلف صورتیں بھی اختیار کرسکتی ہے کیونکہ تعزیر کا مقصد دوسروں کو ایسی گندی حرکات سے روکنا ہے لہٰذا اگر امام مناسب سمجھے کہ مجرم کو قید کرنا ہی بہتر ہے تو اس کے لیے یہ بھی جائز ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

باب تعزیر میں امور معنویہ اور بول چال بند کرنا اور طلاق دیے بغیر گھر والوں سے الگ تھلگ رہنا

۳۷۲۴۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صوم وصال (مسلسل افطار کے بغیر کئی دن کے روزے رکھنے) سے منع فرمایا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ﷺ خود تو وصال کرتے ہیں۔آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کون مجھ جیسا ہے؟ میرا حال تو یہ ہے کہ مجھے رات کو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔لیکن جب صحابہ رضی اللہ عنہم وصال کرنے سے نہ رکے تو حضور ﷺ نے ان کے ساتھ ایک دن پھر دوسرے دن وصال کیا۔پھر اس کے بعد لوگوں نے (عید کا) چاند دیکھ لیا۔آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر (عید کا) چاند دکھائی نہ دیتا

كتاب السرقة

بَابُ اَدْنٰى مَا يُقْطَعُ فِيْهِ الْيَدُ

۳۷۲۵- عن عائشة رضی الله عنها: "أَنَّ يَدَ السَّارِقِ لَمْ تُقْطَعْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا فِيْ ثَمَنِ مِجَنٍّ حَجَفَةٍ أَوْ تُرْسٍ" اخرجه البخاری (۲: ۱۰۰۴)۔

۳۷۲۶- حدثنا عبدالاعلی عن محمد بن اسحاق عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده (یعنی عبدالله بن عمرو) قال: قال رسول الله ﷺ: "لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِيْ دُوْنَ ثَمَنِ الْمِجَنِّ"، قَالَ عَبْدُاللهِ: "وَكَانَ ثَمَنُ الْمِجَنِّ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ"۔ رواه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" (زیلعی ۲: ۱۰۲)۔ قلت رجاله محتج بهم۔

۳۷۲۷- عن ابن عباس رضی الله عنهما: "كَانَ ثَمَنُ الْمِجَنِّ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يُقَوَّمُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ"۔ رواه النسائی (۲: ۲۵۹)، وسکت عنه، فهو صحیح عنده، وقال الزیلعی (۲: ۱۰۲): "رواه الحاکم فی "المستدرک" و قال: حدیث صحیح علی شرط مسلم"۔

میں اور وصال کرتا۔ یہ آپ ﷺ نے ان کی تنبیہ کے لیے کیا تھا کیونکہ انہوں نے وصال پر اصرار کیا تھا (بخاری، باب کم التعزیر والادب)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صومِ وصال کے ذریعے تعزیر کرنا جائز ہے۔ اسی طرح اس پر قیاس کرتے ہوئے دوسرے امور معنویہ مثلاً ترکِ کلام اور گھر والوں سے علیحدگی (بغیر طلاق دیے) کے ذریعے بھی تعزیر جائز ہے۔

کتاب چوری کا بیان

باب کم از کم کتنی مقدار کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے

۳۷۲۵۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں بغیر لکڑی کے بنے ہوئے ڈھال یا عام ڈھال کی قیمت پر ہی چور کا ہاتھ کاٹا جاتا تھا۔ (بخاری، باب قول الله والسارق والسارقة الخ)

۳۷۲۶۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ڈھال کی قیمت سے کم میں چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اور عبداللہ بن عمرو ہی فرماتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے راوی حجت پکڑنے کے قابل ہیں۔

۳۷۲۷۔ ابن عباس ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ڈھال کی قیمت دس درہم لگائی جاتی تھی۔ (نسائی) یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔ اسی طرح زیلعی میں اور مستدرک حاکم میں ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۳۷۲۸- اخبرنا ابو حنیفة قال: حدثنا القاسم بن عبدالرحمن عن ابیه عن عبدالله بن مسعود﷛، قال: "لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِيْ اَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ"- رواه الامام محمد فی "کتاب الآثار"(۹۲)، واحتج به- واسناده صحیح-

۳۷۲۹- اخبرنا الثوری عن عبدالرحمن بن عبدالله عن القاسم بن عبدالرحمن قال: قال ابن مسعود﷛: لَا تُقْطَعُ الْيَدُ اِلَّا فِيْ دِيْنَارٍ اَوْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ"- رواه عبدالرزاق فی "مصنفه" (زیلعی۲:۱۰۳)- قلت: مرسل، ورجاله رجال الصحیح-

۳۷۳۰- اخبرنا یحیی بن یزید وغیره عن الثوری عن عطیة بن عبدالرحمن عن القاسم بن عبدالرحمن قال: "اُتِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِرَجُلٍ سَرَقَ ثَوْبًا، فَقَالَ لِعُثْمَانَ: قَوِّمْهُ، فَقَوَّمَهُ ثَمَانِيَةَ دَرَاهِمَ فَلَمْ يَقْطَعْهُ"- رواه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"(زیلعی۲:۱۰۲)-وذکره الحافظ فی "الدرایة"، وسکت عنه-

۳۷۳۱- ثنا موسی بن داود ثنا ابن لهیعة عن عمرو بن شعیب عن سعید بن المسیب قال: "مَضَتِ السُّنَّةُ اَنْ لَا تُقْطَعَ يَدُالسَّارِقِ اِلَّا فِيْ دِيْنَارٍ اَوْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ، وَمَضَتِ السُّنَّةُ بِاَنَّ قِيْمَةَ الْمِجَنِّ دِيْنَارٌ اَوْ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ"- رواه فی کتاب الحجج(الجوهر النقی۲:۸۰)-

---

۳۷۲۸- عبداللہ بن مسعود﷛ فرماتے ہیں کہ چور کا ہاتھ دس درہم سے کم میں نہ کاٹا جائے۔(کتاب الآثار امام محمد) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۷۲۹- عبداللہ بن مسعود﷛ فرماتے ہیں کہ ایک دینار یا دس درہم میں ہی(چور کا) ہاتھ کاٹا جائے۔(مصنف عبدالرزاق)۔اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔البتہ حدیث مرسل ہے(اور مرسل ہمارے ہاں حجت ہے)

۳۷۳۰- قاسم بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ حضرت عمر﷛ کے پاس ایک ایسا مرد لایا گیا جس نے ایک کپڑا چرایا تھا۔حضرت عمر﷛ نے حضرت عثمان﷛ سے فرمایا کہ اس کی قیمت لگاؤ۔حضرت عثمان﷛ نے اس کی قیمت آٹھ درہم لگائی تو حضرت عمر﷛ نے اس کا ہاتھ نہ کاٹا۔(مصنف ابن ابی شیبہ) حافظ صاحب نے درایہ میں اس سے سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۳۷۳۱- سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ سنت اور طریقہ یہی چلا آ رہا ہے کہ چور کا ہاتھ ایک دینار یا دس درہم میں ہی کاٹا جائے۔اور سنت یہی چلی آ رہی ہے کہ ڈھال کی قیمت ایک دینار یا دس درہم ہے۔(الجوہر النقی) اس کی سند حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

قلت: اسناده محتج به۔

۳۷۳۲- ثنا علی بن عاصم عن المثنی بن الصباح عن عمرو بن شعیب عن سعید ابن المسیب، قال: "مَضَتِ السُّنَّةُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنْ لَاتُقْطَعَ الْيَدُ اِلَّا فِیْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ"۔ رواہ فی کتاب الحجج (الجوهر النقی) قلت: اسناده محتج به۔

بَاب اَنَّ قَطْعَ الْيَدِ يَجِبُ بِالْاِقْرَارِ مَرَّةً

۳۷۳۳- حدثنا ربیع المؤذن قال: ثنا اسد بن موسی قال: ثنا ابن لهیعة قال: حدثنا یزید بن ابی حبیب عن عبدالرحمن بن ثعلبة الانصاری عن ابیه ان عمرو بن سمرة بن

۳۷۳۲۔ سعید بن المسیب" فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے یہی سنت چلی آ رہی ہے کہ چور کا ہاتھ ایک دینار یا دس درہم میں ہی کاٹا جائے۔ (الجوہر النقی)۔ اس کی سند بھی حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

فائدہ: چوری میں موجب حد مقدار میں اصل بنیاد و معیار ڈھال کی قیمت ہے اور وہ خود حضور ﷺ کا مقرر کردہ ہے جیسا کہ پہلی حدیث مرفوع میں ہے۔ البتہ ڈھال کی قیمت میں صحابہؓ کی روایات مختلف ہیں۔ اجلہ صحابہ عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ڈھال کی قیمت دس درہم یا ایک دینار تھی۔ (یہ صحابہ کبار اور کثیر الملازمۃ ہیں)۔

جب کہ حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ کی روایات میں ڈھال کی قیمت کم ذکر کی گئی ہے۔ لیکن عبداللہ بن عمروؓ، ابن عباسؓ، اور ابن مسعودؓ کی روایات مختلف وجوہات سے راجح ہیں۔ (۱) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ابن عمرؓ کی روایات میں اضطراب ہے جبکہ عبداللہ بن عمروؓ اور ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ کی رایات اضطراب سے خالی ہیں۔ (۲) چیزوں کی قیمتوں کا علم عورت کی نسبت مردوں اور بچوں کی نسبت بڑوں کو زیادہ ہوتا ہے۔ جبکہ ابن عمر بقول امام بخاری اصغر القوم ہیں۔ (۳) نصف دینار یا ربع دینار وغیرہ کی مقدار ابتداء اسلام میں تغلیظ پر محمول ہیں جو بعد میں منسوخ ہو گیا۔ جیسا کہ ابتدائے اسلام میں شراب کے برتنوں کو بھی توڑنے کا حکم تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ (۴) یہ اختلاف شبہ کا سبب ہے اور حدود بالا جماع ادنیٰ شبہ سے بھی ساقط ہو جایا کرتی ہیں۔ لہٰذا احتیاط واجب ہے اور احتیاط اسی میں ہے کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ کیونکہ اس سے زیادہ کسی سے مروی نہیں پس یہی یقینی ہے۔

باب ایک مرتبہ (چوری کا) اقرار کرنے سے ہی قطع ید واجب ہو جاتا ہے

۳۷۳۳۔ عبدالرحمٰن بن ثعلبہ انصاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمس نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! کہ میں نے فلاں قوم کا اونٹ چرایا ہے۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنا ایک اونٹ گم کر بیٹھے ہیں تب حضور ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ ثعلبہ کہتے ہیں کہ جب اس

حبیب بن عبد شمس اَتَی النَّبِیَّ ﷺ ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّیْ سَرَقْتُ جَمَلًا لِبَنِیْ فُلَانٍ فَارْسَلَ اِلَیْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوا!اِنَّا فَقَدْنَا جَمَلًا لَنَا فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، فَقُطِعَتْ یَدُهٗ۔ قَالَ ثَعْلَبَةُ: اَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهِ حِیْنَ قُطِعَتْ یَدُهٗ، وَهُوَ یَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ طَهَّرَنِیْ بِمَا اَرَادَ اَنْ یُدْخِلَ بِیَدِیَ النَّارَ۔ رواه الطحاوی(۲:۹۶و۹۷)۔ قلت :اسناده محتج به۔

۳۷۳۴- عن ابی هریرةؓ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اُتِیَ بِسَارِقٍ قَدْ سَرَقَ شَمْلَةً۔ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِنَّ هٰذَا سَرَقَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَا اَخَالُهٗ سَرَقَ۔ فَقَالَ السَّارِقُ: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ: اِذْهَبُوْا بِهٖ فَاقْطَعُوْهُ، ثُمَّ احْسِمُوْهُ، ثُمَّ اِئْتُوْنِیْ بِهٖ فَقُطِعَ فَاُتِیَ بِهٖ، فَقَالَ : تُبْ اِلَی اللّٰهِ ۔ قَالَ: قَدْ تُبْتُ فَقَالَ: تَابَ اللّٰهُ عَلَیْكَ"۔ رواه الدارقطنی، واخرجه موصولا ایضا الحاکم والبیهقی، وصححه ابن القطان(نیل الاوطار۷:۴۲)۔

کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو میں نے اس کو دیکھا کہ وہ یہ کہہ رہا تھا "اس خدا کی تعریف ہے جس نے مجھے اس گناہ سے پاک کر دیا جو مجھے میرے ہاتھ کے ذریعے دوزخ میں ڈالنے کا ارادہ کرتا تھا" (طحاوی، باب الاقرار بالسرقۃ) اس کی سند حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

۳۷۳۴- ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا جس نے ایک بڑی چادر چرائی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ یارسول اللہ اس نے چوری کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا گمان تو نہیں ہے کہ اس نے چوری کی ہو۔ چور نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! (یعنی میں نے چوری کی ہے) تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ (اچھا) اسے لے جاؤ۔ اس کا ہاتھ کاٹ دو پھر اس کے ہاتھ کو جلتے ہوئے تیل میں داغ دو پھر اسے میرے پاس لاؤ۔ پس اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور اسے (حضور ﷺ کے پاس) لایا گیا تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جناب میں توبہ کر۔ اس نے کہا کہ میں نے توبہ کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا نے تیری توبہ قبول کی۔ (دارقطنی۔ حاکم، بیہقی، طحاوی، باب سابق) ابن قطان نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ اقرار کرنا وجوب حد کے لیے کافی ہے یہی امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ بعض روایات میں دو مرتبہ یا تین مرتبہ اقرار کا ذکر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ ان احادیث میں دو تین مرتبہ اقرار کا ذکر ہے لیکن ان احادیث سے دو مرتبہ اقرار کرنا شرط معلوم نہیں ہوتا۔ لہٰذا مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں یہی تطبیق دی جائے گی کہ مجرم نے از خود دو مرتبہ اقرار کیا لیکن یہ دو مرتبہ اقرار کرنا شرط نہ تھا۔ اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں تین مرتبہ اقرار کا ذکر ہے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ نیز اقرار تو ایک مرتبہ ہی کافی تھا لیکن حضور ﷺ کا اس کو بار بار تلقین کرنا محض حد کے رفع کرنے کے لیے تھا۔

بَاب اَنْ لَا تُقْطَعَ الْيَدُ فِيْ الشَّيْءِ التَّافِهِ

۳۷۳۵- حدثنا عبدالرحيم بن سليمان عن هشام بن عروة عن عروة عن عائشة رضي الله عنها، قالت: "لَمْ يَكُنْ يَدُ السَّارِقِ تُقْطَعُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الشَّيْءِ التَّافِهِ"۔ اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه" (زيلعي ۲:۱۰۳)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة۔

بَاب اَنْ لَّا قَطْعَ فِيْ الطَّيْرِ

۳۷۳۶- حدثنا وكيع ثنا سفيان الثوري عن جابر الجعفي عن عبدالله بن يسار، قال: "اُتِيَ عُمَرُ بْنُ عبدِ الْعَزِيْزِ بِرَجُلٍ سَرَقَ دَجَاجَةً، فَاَرَادَ اَنْ يَقْطَعَهٗ، فَقَالَ لَهٗ سَلَمَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: قَالَ عُثْمَانُ: لَا قَطْعَ فِي الطَّيْرِ"۔ رواه ابن ابي شيبة في "مصنفه" (زيلعي ۲:۱۰۳)۔ قلت: اسناده محتج به۔

۳۷۳۷- حدثنا عبدالرحمن بن مهدي عن زهير بن محمد عن يزيد ، فقال: "مَا رَاَيْتُ اَحَدًا قَطَعَ فِيْ الطَّيْرِ، وَمَا عَلَيْهِ فِيْ ذٰلِكَ قَطْعٌ، فَتَرَكَهٗ عُمَرُ"۔ رواه ابن ابي شيبة

باب گھٹیا چیز کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے

۳۷۳۵۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں گھٹیا چیز کی چوری کرنے پر (چور کا) ہاتھ نہ کاٹا جاتا تھا (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔

فائدہ: گھٹیا چیز سے مراد دس درہم سے کم قیمت والی چیز ہے۔

باب پرندہ چوری کرنے میں قطع ید نہیں ہے

۳۷۳۶۔ عبداللہ بن یسار فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس ایک ایسا آدمی لایا گیا جس نے مرغی چرائی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا ارادہ کیا تو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے ان سے فرمایا کہ حضرت عثمان ؓ نے فرمایا کہ پرندہ چوری کرنے میں قطع ید نہیں (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند قابل حجت ہے۔

۳۷۳۷۔ یزید سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے پرندہ چوری کرنے میں ہاتھ کاٹا ہو اور چور پر پرندہ چوری کرنے میں قطع ید نہیں ہے۔ پس عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسے چھوڑ دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔

فائدہ: ان آثار سے معلوم ہوا کہ پرندہ چوری کرنے میں چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور حضرت عثمانؓ کی رائے کا کوئی صحابی

(زیلعی ۱۰۳:۲) قلت: رجاله رجال الجماعة۔

بَاب لَا قَطْعَ فِيْ ثَمرٍ وَلَا كَثرٍ وَلَا طَعَامٍ يَتَسَارَعُ اِلَيْهِ الْفَسَادُ

۳۷۳۸- عن ابی هریرة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: "لَا قَطْعَ فِيْ ثَمرٍ وَلَا كَثَرٍ"۔ رواه ابن ماجة، واسناده صحيح (دراية ۲۵۲)۔

۳۷۳۹- عن رافع بن خديج ﷺ، قال: سمعت رسول الله ﷺ يَقُوْلُ "لَا قَطْعَ فِيْ ثَمرٍ وَلَا كَثَرٍ"۔ رواه الخمسة، واخرجه ايضا الحاكم والبيهقى وصححه البيهقى وابن حبان واختلف فى وصله وارساله، و قال الطحاوى: "هذا الحديث تلقت العلماء متنه بالقبول" -(نيل ۳۹:۷ و ۴۰)۔ قلت: يترجّح الوصل فى هذه الصورة۔ فان زيادة الثقة مقبولة، لا سيما اذا صححه بعض اهل الفن، فان الوصل من لوازم التصحيح المطلق۔

۳۷۴۰- عن الحسن البصرى ان النبى ﷺ قال: "اِنِّى لَا اَقْطَعُ فِي الطَّعَامِ"۔ رواه

مخالف معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن یاد رکھیے کہ یہ جرم قابل سزا تعزیر ہے لہٰذا حاکم اپنی صوابدید سے اسے تعزیر کرسکتا ہے۔

باب پھلوں اور کھجور کے خوشوں اور ایسے کھانے کی چیز کے چوری کرنے میں قطع ید نہیں ہے جو جلدی خراب ہو جائے

۳۷۳۸۔ ابو ہریرۃ ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھلوں اور کھجوروں کے خوشوں (گابھوں) کے چوری کرنے میں قطع ید نہیں ہے۔ (ابن ماجہ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۷۳۹۔ رافع بن خدیج ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پھلوں (جو لٹکے ہوئے ہوں درخت پر) اور کھجوروں کے خوشوں کے چوری کرنے میں قطع ید نہیں ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، حاکم، بیہقی) امام طحاوی فرماتے ہیں کہ علماء نے اس حدیث کے متن کو قبول کیا ہے۔ نیز تصحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سند متصل ہے اور زیادۃِ ثقہ بھی مقبول ہے۔

فائدہ: یعنی جب تک پھل توڑ کر کھلیان میں محفوظ نہ کرلیا گیا ہو بلکہ ابھی تک درختوں پر لٹکا ہوا ہو تو اس کے چوری کرنے میں قطع ید نہیں ہے۔ ہاں البتہ امام اسے تعزیراً سزا دے سکتا ہے۔ اسی طرح جو جانور پہاڑ کی چراگاہوں پر چر رہے ہوں ان کی چوری کرنے میں بھی قطع ید نہیں البتہ امام کوئی ایسی سزا تجویز کرسکتا ہے، جو اس سے بھی زیادہ سخت ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے باڑے میں ہوں اور پھل کھلیان میں محفوظ کرلیا گیا ہو تو ان کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

۳۷۴۰۔ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں کھانے کی چوری کرنے میں ہاتھ نہ کاٹوں گا۔ (مراسیل

ابوداود فی المراسیل، وذکره عبدالحق فی احکامه من جهة ابی داود، ولم یعله بغیر الارسال، واقره ابن القطان علی ذلك (زیلعی۲:۱۰٤)۔ قلت: ومراسیل الامام الحسن البصری موصولة کما عرفت ذلك غیر مرة، وسکوت عبدالحق عن هذا المرسل و تقریر ابن القطان یدل علی کونه محتجا به عندهما، کما فی الزیلعی(۲:۱۰۵)۔

۳۷٤۱- حدثنا حفص عن اشعث بن عبدالملك و عمرو عن الحسن: "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اُتِیَ بِرَجُلٍ سَرَقَ طَعَامًا فَلَمْ یَقْطَعْهُ"- رواه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"، ورواه عبدالرزاق فی "مصنفه": اخبرنا سفیان الثوری عن رجل عن الحسن فذکره، وزاد: قال سفیان: "هُوَ الطَّعَامُ الَّذِیْ یَفْسُدُ مِنْ نَّهَارِهٖ کَالثَّرِیْدِ وَاللَّحْمِ"-(زیلعی۲:۱۰٤)۔ قلت : رجال السند الاول رجال الجماعة الا اشعث، فان مسلما لم یخرج له، واخرج له الباقون- الا عمروا، فانه لا حاجة لنا الیه۔

بَاب اَنْ لَا قَطْعَ فِیْ سَرِقَةِ الْعَبْدِ الْعَاقِلِ الْمُعَبِّرِ عَنْ نَفْسِهٖ

۳۷٤۲- ثنا عبدالله بن المبارك عن سعید بن ابی ایوب عن معروف بن سوید: "اَنَّ قَوْمًا کَانُوْا یَسْتَرِقُوْنَ رَقِیْقَ النَّاسِ بِاَفْرِیْقِیَةَ، فَقَالَ عَلِیُّ بْنُ رَبَاحٍ: لَیْسَ عَلَیْهِمْ قَطْعٌ، قَدْ کَانَ هٰذَا عَلٰی عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَلَمْ یَرَ عَلَیْهِمْ قَطْعًا، وَقَالَ: "هٰؤُلَاءِ خَلَّابُوْنَ"- اخرج ابن ابی

(ابوداؤد)۔حسن بصریؒ کے تمام مراسیل موصول اور حجت ہیں۔

۳۷٤۱۔ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس نے کھانا چوری کیا تھا تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ نہ کاٹا۔(مصنف ابن ابی شیبہ) اور مصنف عبدالرزاق کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے وہ کھانا مراد ہے جو اسی دن ہی خراب ہو جائے جیسے ثرید اور گوشت وغیرہ۔اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے اشعث کے کہ مسلم کے علاوہ باقیوں نے اس کی حدیث کی تخریج کی ہے۔

فائدہ: چونکہ گندم کی چوری میں بالا جماع ہاتھ کاٹا جائے گا لہٰذا ان احادیث میں طعام سے مراد وہ چیز ہے جو جلدی خراب ہو جائے اور یہ تفسیر آخری حدیث میں خود حضرت سفیان ثوریؒ سے بھی مروی ہے۔

باب اپنے سے واقف عقلمند غلام کی چوری میں قطع ید نہیں ہے

۳۷٤۲۔ معروف بن سوید سے مروی ہے کہ افریقہ میں لوگ لوگوں کے غلاموں کو چرایا کرتے تھے تو علی بن رباح نے فرمایا کہ ان پر قطع ید نہیں ہے۔یہ حضرت عمرؓ کے زمانہ تھا پس وہ (حضرت عمرؓ) ان پر قطع ید کو روا نہیں رکھتے تھے۔بلکہ فرماتے تھے کہ یہ

شيبة، وهذا السند رجاله ثقات(الجوهر النقی ۲: ۱۸۳)۔

بَاب اَنْ لَاقَطْعَ عَلٰى خَائِنٍ وَلَامُنْتَهِبٍ وَلَا مُخْتَلِسٍ

۳۷۴۳- عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: "لَيْسَ عَلٰى خَائِنٍ وَلَا مُنْتَهِبٍ وَلَا مُخْتَلِسٍ قَطْعٌ" -رواہ الخمسة، وصححه الترمذی، واخرجه ایضا الحاكم والبیهقی وابن حبان و صححه (نیل۸: ۴۲)۔ وسكت عنه عبدالحق فی "احكامه"، وابن القطان بعده، فهو صحیح عندهما (زیلعی ۲: ۱۰۵)۔ وقال القرطبی: "هو حدیث قوی"- قلت: وصححه ابو عوانة(فتح الباری ۱۲: ۸۱)۔

۳۷۴۴- اخبرنا مالك عن ابن شهاب: "اَنَّ رَجُلًا اِخْتَلَسَ شَيْئًا فِیْ زَمَنِ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، فَاَرَادَ مَرْوَانُ قَطْعَ يَدِهٖ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ- فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ لَا قَطْعَ عَلَيْهِ"- اخرجه محمد فی "الموطا"(۳۰۳)۔ وسنده صحیح غیر انه مرسل، و فی تعلیقه: "ان له شاهدا صحیحا من حدیث عبدالرحمن بن عوف اخرجه ابن ماجة"اھ۔

خلاب (نرم اور میٹھی میٹھی گفتگو کر کے فریفتہ کرنے والے) ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: یعنی بڑے عقلمند غلام کو چرانا شرعاً سرقہ نہیں بلکہ خداع (دھوکہ) اور غصب ہے (اور یہ تعلیل خود حضرت عمرؓ سے مروی ہے) لہٰذا جب شرعی سرقہ نہیں پایا گیا تو حدِ سرقہ بھی لاگو نہیں ہوگی۔البتہ چھوٹے غلام کو جو اپنا اظہار نہ کر سکتا ہو اور اپنے آپ سے واقف نہ ہو اس کو چرانے میں حدِ سرقہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں سرقہ شرعی متحقق ہوگا اور اسی صورت پر مصنف ابن ابی شیبہ کی وہ دوسری حدیث "کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایسا چور لایا گیا جس نے غلام چرایا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس چور کا ہاتھ کاٹا تھا" محمول ہے۔

باب خیانت کرنے والے پر اور ڈاکو اور اچکے پر قطع ید نہیں

۳۷۴۳- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا خیانت کرنے والے، اچک کر لے بھاگنے والے اور ڈاکہ مارنے والے کی سزا قطع ید نہیں ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ) امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث قوی ہے اور ابوعوانہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

۳۷۴۴- ابن شہاب سے مروی ہے کہ مروان بن حکم کے زمانے میں ایک شخص کچھ اچک کر لے گیا۔مروان نے اس کا ہاتھ کاٹنا چاہا تو زید بن ثابتؓ اس کے پاس آئے اور اسے بتلایا کہ اچک کر لے جانے والے پر حد نہیں۔ (موطا امام محمد باب المختلس)۔اس کی سند صحیح ہے اگرچہ یہ مرسل ہے لیکن ابن ماجہ میں عبدالرحمن بن عوفؓ کی ایک حدیث اس کے لیے صحیح شاہد ہے۔

۳۷۴۵- حدثنا اشعث عن ابی الزبیر عن جابر، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: "لَیسَ فِیْ الْغُلُوْلِ قَطْعٌ"۔ رواه الامام ابو یوسف فی "الخراج" له(۲۰۵)۔ وسنده صحیح۔

بَاب اَنْ لا قَطْعَ عَلَی النَّبَّاشِ

۳۷۴۶- ثنا عیسی بن یونس عن معمر عن الزهری قال: "أُتِیَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَکَمِ بِقَوْمٍ یَخْتَفِرُوْنَ الْقُبُوْرَ، یَعْنِیْ یَنْبُشُوْنَ، فَضَرَبَهُمْ وَنَفَاهُمْ، وَاَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مُتَوَافِرُوْنَ"۔ رواه ابن ابی شیبة فی مصنفه، وهذا سند صحیح(الجوهر النقی ۲:۴۰۲)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة، واخرجه عبدالرزاق فی مصنفه: اخبرنا معمر به، وزاد: وَطُوِّفَ بِهِمْ کما فی الزیلعی (۲:۱۰۷)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة قال محمد: "وبلغنا عن ابن عَبَّاسٍ اَنَّهُ اَفْتَی مَرْوَانَ بْنَ الْحَکَمِ أَنْ لَا یقْطَعهُ، وَهُوَ قَوْلُنَا: (کتاب الآثار ۹۴)۔

۳۷۴۷- حدثنا حفص عن اشعث عن الزهری، قال: "أُخِذَ نَبَّاشٌ فِیْ زَمَنِ مُعَاوِیَةَ،

۳۷۴۵۔ جابر ﷛ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ خیانت کرنے میں قطع ید نہیں (کتاب الخراج لابی یوسف)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: شریعت میں سرقہ کہتے ہیں مکلف آدمی کا مکان میں یا کسی نگہبان کے پاس محفوظ مال کو خفیہ طریقے پر لینا اور چونکہ یہ معنی خائن، ڈاکو اور اچکے میں نہیں پائے جاتے گویا سرقہ شرعی نہیں پایا گیا اس لیے حد سرقہ لاگو نہیں ہوگی۔البتہ امام کو تعزیر میں سزا دینے کا اختیار ہے۔اسی طرح مخزومی عورت کا بھی ہاتھ سرقہ کی وجہ سے کاٹا گیا تھا۔جیسا کہ فتح الباری (ج ۱۲،ص ۸۷) میں ہے کہ عاریۃً لے کر انکار کرنے کی وجہ سے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا۔

باب کفن چور پر قطع ید نہیں

۳۷۴۶۔ زہری فرماتے ہیں کہ مروان بن حکم کے پاس ایسی قوم کو لایا گیا جو قبریں کھودا کرتی تھی یعنی کفن چوری کرتی تھی۔مروان نے ان کی پٹائی کی اور ان کو جلاوطن کر دیا حالانکہ اس وقت صحابہ کرام ؓ وافر مقدار میں تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ) اور اس کی سند صحیح ہے۔میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف نے بھی اسے روایت کیا ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ "ان کفن چوروں کو شہر کا چکر لگوایا" (زیلعی) اس کے راوی ثقہ ہیں۔امام محمدؒ کتاب الآثار باب حد النباش میں فرماتے ہیں کہ ہمیں ابن عباس ﷛ سے روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے مروان کو یہ فتویٰ دیا تھا کہ اس کا (یعنی کفن چور کا) ہاتھ نہ کاٹیں اور یہی ہمارا قول ہے۔

۳۷۴۷۔ زہریؒ فرماتے ہیں کہ معاویہ کے زمانے میں کفن چور کو پکڑا گیا اور اس وقت مروان مدینے پر حاکم تھا۔اس نے

وَكَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْمَدِيْنَةِ، فَسَأَلَ مَنْ يَحْضُرُ بِهِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالْفُقَهَاءِ، فَاَجْمَعَ رَأيُهُمْ عَلٰى اَنْ يُضْرَبَ وَيُطَافَ بِهِ"۔ رواه ابن ابی شیبة(زیلعی ۲:۱۰۷)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة۔

بَابُ اَنْ لَا قَطْعَ عَلٰى مَنْ سَرَقَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ

۳۷۴۸- عن وکیع المسعودی عن القاسم: "اَنَّ رَجُلًا سَرَقَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ، فَكَتَبَ فِيْهِ سَعْدٌ اِلٰى عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا سَرَقَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ، فَقَالَ: لَا قَطْعَ عَلَيْهِ، مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَلَهٗ فِيْهِ حَقٌّ۔ رواه ابن ابی شیبة۔

۳۷۴۹- وروی البیهقی من طریق الشعبی عن علی ﷺ انه کان یقول: "لَيْسَ عَلٰى مَنْ سَرَقَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ قَطْعٌ"۔(التلخیص الحبیر۲:۳۵۷)۔ قلت: رجال السند الاول رجال الصحیح، ولکن القاسم لم یلق احدا من الصحابة غیر جابر وابن عمر، والانقطاع لا یضر عندنا۔

۳۷۵۰- حدثنا جبارة بن المغلس ثنا حجاج بن تمیم عن میمون بن مهران عن ابن

حاضرین صحابہؓ اور فقہاء سے پوچھا تو ان سب کی رائے اس بات پر متفق ہوئی کہ اس کی پٹائی کی جائے اور اس کا چکر لگوایا جائے (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہے کہ کفن چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ نیز حدیث میں ہے کہ مختفی پر قطع ید نہیں اور اہل مدینہ کی لغت میں مختفی کفن چور کو کہتے ہیں۔ ویسے اس میں شبہ بھی پایا گیا ہے اس لیے کہ کفن نہ حقیقت میں مردے کی ملکیت ہے اور نہ ہی وارث کی۔

باقی جن روایات میں نباش پر قطع ید کا ذکر ہے وہ زجر وتشدید پر محمول ہیں۔

باب بیت المال سے چوری کرنے والے پر قطع ید نہیں

۳۷۴۸۔ قاسم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بیت المال سے چوری کی تو اس بارے میں سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ایک شخص نے بیت المال سے چوری کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے (جواب میں) فرمایا کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ کیونکہ ہر شخص کا بیت المال میں حق ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

۳۷۴۹۔ شعبی سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ بیت المال سے چوری کرنے والے پر قطع ید نہیں (التلخیص الحبیر)۔ میں کہتا ہوں کہ پہلی سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ اور انقطاع ہمارے ہاں مضر نہیں۔

۳۷۵۰۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ خمس کے غلاموں میں سے ایک غلام نے مال خمس میں سے کچھ چرایا پھر یہ قصہ حضور ﷺ

عباس: "اَنَّ عَبْدًا مِنْ رَقِيْقِ الْخُمُسِ سَرَقَ مِنَ الْخُمُسِ، فَرُفِعَ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمْ يَقْطَعْهُ، وَقَالَ: مَالُ اللّٰهِ عزوجل سَرَقَ بَعْضُهٗ بَعْضًا"۔ رواه ابن ماجة(۱۸۹)۔ ورواه عبدالرزاق في "مصنفه": اخبرنا عبدالله بن محيريز اخبرني ميمون بن مهران: ان النبي ﷺ اتى بعبد۔ الحديث، كذا في الزيلعي(۲:۱۰۷)۔ قلت: مرسل، ورجاله رجال الجماعة الا ميمونا، فان البخاري اخرج له في الادب دون الصحيح۔

فَصْلٌ فِي الْحِرْزِ وَالْاَخْذِ مِنْهُ

بَاب لَا يُقْطَعُ الْعَبْدُ اِذَا سَرَقَ مَالَ سَيِّدِهٖ اَوْ زَوْجَتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَيُقْطَعُ اِذَا سَرَقَ مِنْ غَيْرِهِمْ

۳۷۵۱- عن ابن شهاب عن السائب بن يزيد: "ان عبدالله بن عمرو بن الحضرمي جَاءَ بِغُلَامٍ لَهٗ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ لَهٗ: اِقْطَعْ يَدَ غُلَامِيْ هٰذَا، فَاِنَّهٗ سَرَقَ، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: مَاذَا سَرَقَ؟ فَقَالَ: سَرَقَ مِرْاٰةً لِاِمْرَاَتِيْ ثَمَنُهٗ سِتُّوْنَ دِرْهَمًا فَقَالَ عُمَرُ اَرْسِلْهُ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَطْعٌ، خَادِمُكُمْ

کے پاس لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ نہ کاٹا اور فرمایا کہ اللہ کا مال ہے بعض مال نے بعض کو چرایا (ابن ماجہ، باب العبد یسرق)۔ اور یہ حدیث عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کی ہے جس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے میمون کے کہ بخاری نے اس کی حدیث الادب المفرد میں ذکر کی ہے اور ارسال مضر نہیں۔

فائدہ: مال خُمس وہ مال ہے جو مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ بیت المال میں رکھا جاتا ہے۔ لہٰذا ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ بیت المال سے چوری کرنے پر چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ یا تو اس بنا پر کہ یہ مال غیر محرز تھا یا اس میں ملکیت کا شبہ پایا گیا کہ ہر آدمی کا بیت المال میں حصہ ہوتا ہے اور حدود ادنیٰ شبہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہیں۔

فصل حفاظت اور اس سے لینے کے بیان میں

باب اگر غلام اپنے آقا یا آقا کی بیوی یا آقا کے گھر والوں کے مال سے چرائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور ان کے علاوہ کسی اور کا مال چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا

۳۷۵۱۔ سائب بن یزید سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن الحضرمی اپنے غلام کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لائے اور کہا کہ میرے اس غلام کا ہاتھ کاٹو کیونکہ اس نے چوری کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ کیا چیز اس نے چرائی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میری بیوی کا شیشہ چرایا ہے جس کی قیمت ساٹھ درہم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ اس پر قطع ید نہیں

سَرَقَ مَتَاعَكُمْ"۔ رواه الامام العلام مالك في "الموطا"(۳۵٦)۔قلت: رجاله رجال الصحيح۔

۳۷۵۲- عن عبدالله بن عامر بن ربيعة: "أَنَّ أَبَا بَكْرٍ قَطَعَ يَدَ عَبْدٍ سَرَقَ"۔ رواه عبدالرزاق وابن ابی شيبة(كنزالعمال۳:۱۱۱)۔قلت: هو محمول على العبد الذی سرق من غير مالكه۔ واهل مالكه ممن ليس بينهم و بينه انبساط۔

بَاب لَا يُقْطَعُ مَنْ سَرَقَ مِنَ الْمَغْنَمِ وَلَهُ فِيهِ نَصِيبٌ

۳۷۵۳- اخبرنا الثوری عن سماك بن حرب عن ابی عبيد بن الابرص- وهو يزيد ابن دثار- قال: "أُتِيَ عَلِيٌّ بِرَجُلٍ سَرَقَ مِنَ الْمَغْنَمِ، فَقَالَ: لَهُ فِيهِ نَصِيبٌ وَهُوَ خَائِنٌ، فَلَمْ يَقْطَعْ، وَكَانَ قَدْ سَرَقَ مِغْفَرًا"۔ رواه عبدالرزاق في "مصنفه"(زيلعی۲:۱۰۷)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة الا يزيد هذا لم اجده، لكنه ثقة على قاعدة ان من روى عنه ثقة زالت عنه الجهالة، وقد مرت في مواضع۔

(کیونکہ) تمہارے خادم نے تمہارا مال چرایا ہے۔(موطا مالک، باب ما لا قطع فيه) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: جب آقا کی بیوی کے مال سے چوری کرنے پر غلام پر قطع ید نہیں ہے تو خود آقا کے مال میں سے چوری کرنے پر بطریق اولیٰ قطع ید نہ ہوگی۔ ہاں اگر وہ غلام مفرور ہو پھر وہ اپنے سید کا مال چوری کرے تو اس پر حد جاری کی جائے گی کیونکہ اس صورت میں اس کی حیثیت غیر کی ہوگی۔ اسی مفہوم پر ابن عمرؓ کی وہ حدیث محمول ہوگی جو تلخیص الحبیر (ج۲،ص۳۵۴) میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے بھاگے ہوئے غلام پر حد جاری کی تھی۔

۳۷۵۲۔ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے مروی ہے کہ ابوبکرؓ نے چوری کرنے والے غلام کا ہاتھ کاٹا (مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ)۔ میں کہتا ہوں یہ حدیث اس غلام پر محمول ہے جو اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کا مال چرائے اور غلام کے مالک کے اہل سے مراد وہ لوگ ہیں کہ ان کے درمیان اور غلام کے درمیان بے تکلفی ہو۔

باب مال غنیمت سے چوری کرنے والے کا ہاتھ نہ کاٹا جائے بشرطیکہ اس کا حصہ ہو

۳۷۵۳۔ ابوعبید بن الابرص (یزید بن دثار) فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا۔ جس نے مال غنیمت میں سے چوری کی تھی تو آپؓ نے فرمایا کہ اس کا اس میں حصہ ہے اور وہ خائن ہے پس آپؓ نے ہاتھ نہ کاٹا حالانکہ اس نے خود کی زرہ چوری کی تھی۔ (مصنف عبدالرزاق) اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے یزید کے اس کی جہالت بھی مرتفع ہو چکی لہٰذا یہ حدیث قابل حجت ہے۔

بَاب اَنَّ مَنْ سَرَقَ مِنَ الْمَسْجِدِ مَتَاعًا وَصَاحِبُهُ عِنْدَهُ نَائِمٌ قُطِعَ

٣٧٥٤- عن صفوان بن امية، قال: "كُنْتُ نَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى خَمِيْصَةٍ لِيْ ثَمَنُهَا ثَلَاثُوْنَ دِرْهَمًا، فَجَاءَ رَجُلٌ، فَاخْتَلَسَهَا مِنِّيْ، فَأُخِذَ الرَّجُلُ- فَأُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَأَمَرَ بِهِ لِيُقْطَعَ، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: أَتَقْطَعُهُ مِنْ أَجْلِ ثَلَاثِيْنَ دِرْهَمًا؟ أَنَا أَبِيْعُهُ وَأُنْسِئُهُ ثَمَنَهَا، قَالَ: فَهَلَّا كَانَ هٰذَا قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِيْ بِهِ؟" رواه النسائي (٢: ٢٥٤ و ٢٥٥)- وسكت عنه- و في رواية له وقد سكت عنها ايضا: "قَطَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "وفي" نيل الاوطار" (٧: ٤١): "ورواه مالك عن الزهري عن عبدالله بن صفوان عن ابيه، و قد صححه ابن الجارود والحاكم"-اه- و في الزيلعي (٢: ١٨٨) "وقال في "التنقيح": حديث صفوان حديث صحيح، رواه ابوداود والنسائي وابن ماجة واحمد في مسنده من غير وجه عنه"-اه-

بَاب اَنْ لَا قَطْعَ عَلٰى مَنْ سَرَقَ مَالًا مِنَ الْحَمَّامِ

٣٧٥٥- ثنا زيد بن حباب حدثني معاوية بن صالح حدثني ابو الزاهرية عن جبير بن

باب مسجد سے سامان چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا بشرطیکہ اس کا مالک اس کے پاس ہو

۳۷۵۴۔ صفوان بن امیہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں اپنی چادر کے اوپر سویا ہوا تھا (یعنی چادر سر کے نیچے تھی) اس کی قیمت تیس درہم تھی اچانک ایک آدمی آیا اور اس نے اسے مجھ سے چرا لیا۔ پھر وہ آدمی پکڑا گیا اور اسے حضور ﷺ کے پاس لایا گیا آپ ﷺ نے حکم کیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، اس پر میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کہ آپ تیس درہم کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹ رہے ہیں۔ میں اسے اس کے ہاتھ بیچتا ہوں اور قیمت اس پر ادھار ہوگی، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہی کرنا تھا تو میرے پاس لانے سے پہلے کرتے۔ (نسائی، باب ما یکون حرزا وما لا یکون)۔ اور نسائی کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ہاتھ کاٹ دیا۔ یہ روایت موطا امام مالک میں بھی مروی ہے۔ اور جارود اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اور تنقیح میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس حدیث کو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور احمد نے بھی دوسرے طریق سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد سے ایسا سامان چرایا جائے جس کا مالک اس کے پاس سویا ہوا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر اس کا مالک جاگ رہا ہو تو پھر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ یہ اچکنا ہے اور اچکے پر قطع ید نہیں۔

باب حمام سے مال چرانے والے پر قطع ید نہیں

۳۷۵۵۔ جبیر بن نفیر سے مروی ہے، ابوالدرداء سے حمام سے چوری کرنے والے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے

نفیر عن ابی الدرداءؓ: "سُئِلَ عَنْ سَارِقِ الْحَمَّامِ۔ فَقَالَ: لَا قَطْعَ عَلَيْهِ"۔ اخرجه ابن ابی شيبة، وقال الطحاوی: "اَلسَّارِقُ مِنَ الْحَمَّامِ الْمَاذُوْنِ فِيْ دُخُوْلِهٖ لَا قَطْعَ عَلَيْهِ اِذَا كَانَ غَيْرَ حِرْزٍ": ثنا الربيع الجيزی ثنا عبدالله بن يوسف ثنا سعيد بن عبدالعزيز التنوخی عن بلال بن سعد: "ان ابا الدرداء اُتِيَ بِسَارِقٍ سَرَقَ مِنَ الْحَمَّامِ فَلَمْ يَقْطَعْهُ"۔ واخرجه ابن حزم فی السرقة من الحمام من حديث وكيع عن سعيد التنوخی، ثم قال: "لا يعرف لابی الدرداء مخالف من الصحابة" (الجوهر النقی۲:۱۹۳)۔ و فيه ايضا ما حاصله ان هذه الاسانيد جياد۔

بَاب لَا قَطْعَ فِيْ عَامِ مَجَاعَةٍ

۳۷۵۶- عن ابی امامةؓ مرفوعا: "لَا قَطْعَ فِيْ زَمَنِ الْمَجَاعَةِ"۔ رواه الخطيب فی "تاريخه" بسند ضعيف۔(الجامع الصغير۲:۱۷۶)۔

۳۷۵۷- عن احمد بن حنبل عن هارون بن اسماعيل عن علی بن المبارك عن

فرمایا اس پر قطع ید نہیں (مصنف ابن ابی شیبہ)۔اور امام طحاوی فرماتے ہیں کہ چور اگر اس حمام سے چوری کرے جس میں داخل ہونے کی اسے اجازت ہے تو اس پر قطع ید نہیں، بشرطیکہ وہ مال غیر محفوظ ہو۔(چونکہ حمام میں عام آنے جانے کی اجازت ہے لہٰذا مال غیر محفوظ ہے اور غیر محفوظ مال کی چوری میں قطع ید نہیں ہوتا ہاں اگر مالک اس کے پاس ہو تو پھر یہ مال محفوظ ہے، اس وقت چوری کرنے میں قطع ید ہوگا) بلال بن سعدؓ سے مروی ہے کہ ابوالدرداءؓ کے پاس حمام سے چوری کرنے والے چور کو لایا گیا تو آپؓ نے اس کا ہاتھ نہ کاٹا۔ابن حزم یہ حدیثِ ابوالدرداءؓ باب السرقۃ من الحمام کے تحت وکیع عن سعید کے واسطے سے لائے ہیں (اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ) راوی کہتے ہیں کہ صحابہؓ میں سے کوئی بھی اس مسئلہ میں ابوالدرداءؓ کا مخالف نہیں پایا جاتا ہے۔(الجوہر النقی)۔جوہر نقی میں یہ بھی ہے کہ یہ تمام سندیں عمدہ ہیں۔

باب قحط کے سال چوری کرنے پر قطع ید نہیں

۳۷۵۶۔ ابوامامہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ قحط کے زمانے میں چوری کرنے پر قطع ید نہیں ہے۔اسے خطیب نے تاریخ میں سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے(جامع صغیر)

۳۷۵۷۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ انگور یا کھجور کے خوشے کے چوری کرنے میں اور قحط والے سال چوری کرنے میں قطع ید نہیں۔اسے ابراہیم بن یعقوب جوزجانی نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے۔ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبلؒ سے اس

يحيى بن ابى كثير عن حسان بن ازهر أنّ ابن حدير حدثه عن عمرؓ، قال: "لَاتُقْطَعُ الْيَدُ فِيْ عِذْقٍ وَلَا عَامِ سَنَةٍ"۔ رواه ابراهيم بن يعقوب الجوزجاني في جامعه، و قال: "فسالت احمد عنه، فقال: العذق النخلة، وعام سنة عام المجاعة، فقلت لاحمد: تقول به؟ قال: اى لعمرى"۔(التلخيص الحبير٤:٣٥٨)۔ قلت: احتجاج الامام احمد به يدل على ان الاثر ثابت، ولم اجد حسان هذا، وابن حدير لا يعرف۔

٣٧٥٨- عن عمرؓ قال: "لَا تُقْطَعُ فِيْ عِذْقٍ وَلَا فِيْ عَامِ السَّنَةِ"۔ رواه عبدالرزاق وابن ابى شيبة(كنزالعمال٣:١١٥)۔

فَصْلٌ فِيْ كَيْفِيَّةِ الْقَطْعِ

بَابُ قَطْعِ الْيَمِيْنِ مِنَ الْمِفْصَلِ

٣٧٥٩- عن نافع عن ابن عمرؓ: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَانُوْا يَقْطَعُوْنَ السَّارِقَ مِنَ الْمِفْصَلِ"۔ رواه ابو الشيخ في كتاب الحدود له (التلخيص الحبير٢:٣٥٨)۔

٣٧٦٠- و في البيهقي عن عمرؓ: "أَنَّهُ كَانَ يَقْطَعُ السَّارِقَ مِنَ الْمِفْصَلِ"۔ سكت

بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ عِذق کھجور کا خوشہ ہے اور عام سنة سے مراد بھوک اور قحط کا سال ہے۔ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے احمد سے یہ بھی پوچھا کہ کیا آپ بھی یہی کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں کیوں نہیں؟ میری عمر کی قسم۔(تلخیص الحبیر)۔امام احمد بن حنبلؒ کا اس حدیث سے استدلال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث ثابت ہے۔

٣٧٥٨۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ کھجور کے خوشے کی چوری میں اور قحط والے سال چوری کرنے میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔(مصنف عبدالرزاق،مصنف ابن ابی شیبہ)

فصل ہاتھ کاٹنے کی کیفیت کے بیان میں

باب(حد سرقہ میں)دایاں ہاتھ پہونچے سے کاٹا جائے

٣٧٥٩۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ،ابوبکرؓ،عمرؓ اور عثمانؓ چور کا ہاتھ پہونچے سے کاٹا کرتے تھے(تلخیص الحبیر)۔

٣٧٦٠۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ چور کا ہاتھ پہونچے سے کاٹا کرتے تھے۔(بیہقی)۔حافظ ابن حجر

عنه الحافظ فی "التلخیص"، فھو حسن او صحیح عندہ۔

۳۷۶۱- حدثنا احمد بن عیسی الوشابینس ثنا عبدالرحمن بن سلمة عن خالد بن عبدالرحمن الخراسانی عن مالك بن مغول عن لیث بن ابی سلیم عن مجاھد عن عبداللہ ابن عمرؓ، قال: "قَطَعَ النَّبِیُّ ﷺ مِنَ الْمِفْصَلِ"، رواہ ابن عدی فی الکامل، قال ابن القطان فی کتابه: وخالد ثقة، وعبدالرحمن بن سلمة لا اعرف له حالا (زیلعی ۲:۱۰۸)۔ قلت: لم یضعفه الذھبی فی "المیزان"، فاما ثقة او مستور، وھو صالح فی المتابعات۔

۳۷۶۲- حدثنا وکیع عن سبرة بن معبد اللیثی قال: سمعت عدی بن عدی یحدث عن رجاء بن حیوة: "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَطَعَ رَجُلًا مِنَ الْمِفْصَلِ" رواہ ابن ابی شیبة فی "مصنفه" مرسلا (زیلعی ۲:۱۰۹)۔ قلت: رجاله رجال مسلم الا سبرة ھذا فلم اجدہ، ولکن زالت جھالته بقاعدة ان من روی عنه واحد یخرج من حدالجھالة، وقد مر غیر مرة۔

۳۷۶۳- عن مجاھد قال فی قراءة ابن مسعود: "وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَیْمَانَهُمَا"- رواہ البیھقی، وفیه انقطاع۔(التلخیص الحبیر ۲:۳۵۸)۔

۳۷۶۴- عن ابراھیم النخعی قال: فی قراء تنا: "وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ تُقْطَعُ اَیْمَانُهُمَا" رواہ البیھقی۔(التلخیص الحبیر ۲:۳۵۸)۔

۳۷۶۵- اخرج ابن جریر وابن المنذر وابو الشیخ من طرق عن ابن مسعود: انه قرا:

نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے پس یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۳۷۶۱- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے (چوری میں ہاتھ) پہونچے سے کاٹا تھا۔ (کامل ابن عدی) میں کہتا ہوں کہ عبدالرحمٰن بن سلمہ کی کسی نے تضعیف نہیں کی پس وہ مستور یا ثقہ ہے لہٰذا یہ متابعات کے قابل ہے۔

۳۷۶۲- رجاء بن حیوہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی کا ہاتھ (چوری کی حد میں) پہونچے سے کاٹا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے راوی مسلم کے راوی ہیں سوائے سبرہ کے اور اس کی جہالت بھی قانون کے مطابق مرتفع ہو چکی۔

۳۷۶۳- مجاہد فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ کی قراءت یوں ہے ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا ایمانھما﴾ (یعنی چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے دائیں ہاتھ کاٹو) (بیہقی)

۳۷۶۴- ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ہماری قراءۃ میں ﴿والسارق والسارقة تقطع ایمانھما﴾ ہے (بیہقی)

۳۷۶۵- ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ نے کئی طرق سے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ ابن مسعودؓ نے ﴿فاقطعوا

"فَاقْطَعُوْااَیْمَانَہُمَا"(الدرالمنثور٢:٢٨٠)۔

٣٧٦٦- حدثنا ابن وكيع قال: ثنا يزيد بن هارون عن عون عن ابراهيم، قال: في قراءتنا، قال: وربما قال: في قراءة عبدالله: "وَالسَّارِقُوْنَ وَالسَّارِقَاتُ فَاقْطَعُوْااَیْمَانَہُمَا" رواه الامام العلام الزاهد ابن جرير الطبرى في تفسيره(٦:١٣٢)- وذكر عونا في الاصل، والظاهر انه ابن عون، فانه روى عن ابراهيم روى عنه يزيد، والاثر الآتى ايضا يؤيده، وعلى هذا فالسند رجاله رجال الجماعة الا ابن وكيع، اى سفيان بن وكيع، فانه متكلم فيه، لكن صحح له الترمذي(٢:١٧٥) في ابواب الدعوات احاديث، وحسن له غير ما حديث واحد(٢:١٩٧)۔

٣٧٦٧- حدثنا ابن وكيع قال: ثنا ابن علية عن ابن عون عن ابراهيم: في قرائتنا: "وَالسَّارِقُوْنَ وَالسَّارِقَاتُ فَاقْطَعُوْا اَیْمَانَہُمَا" رواه الطبرى في تفسيره(٦:١٣٣)- وابن علية هو اسماعيل بن ابراهيم بن مقسم، ثقة حافظ من رجال الجماعة، كما في "التقريب"(١٥٥)- وبقية السند قد مربيانه في الذى قبله۔

بَابُ حَسْمِ يَدِ السَّارِقِ اِذَا قُطِعَتْ

٣٧٦٨- عن ابى هريرة‌رضی اللہ عنہ: "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اُتِیَ بِسَارِقٍ سَرَقَ شَمْلَةً، فَقَالُوْا: يَا

ایمانهما﴾ پڑھا تھا۔(درمنثور)

٣٧٦٦۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ ہماری قراءت میں (اور بعض فرماتے کہ ابن مسعودؓ کی قراءت میں) والسارقون والسارقات فاقطعوا ایمانهما ہے۔(تفسیر طبری) اس کی سند کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے سفیان بن وکیع کے اور امام ترمذی نے اس کی مروی حدیث کی تصحیح کی ہے ابواب الدعوات میں۔

٣٧٦٧۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ہماری قراءت میں والسارقون والسارقات فاقطعوا ایمانهما ہے۔(تفسیر طبری)

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ چور کا دایاں ہاتھ پہونچے سے کاٹا جائے۔

باب چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد ہاتھ کو داغنا

٣٧٦٨۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا جس نے بڑی چادر چرائی تھی، لوگوں نے کہا یا رسول

رَسُوْلَ اللهِ! اِنَّ هٰذَا قَدْ سَرَقَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا اَخَالُهٗ سَرَقَ، فَقَالَ السَّارِقُ: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللهِ! فَقَالَ: اِذْهَبُوْا بِهٖ فَاقْطَعُوْهُ، ثُمَّ اِحْسِمُوْهُ، ثُمَّ اِئْتُوْنِيْ بِهٖ، فَقَالَ: تُبْ اِلَى اللهِ، قَالَ: قَدْ تُبْتُ اِلَى اللهِ، فَقَالَ: تَابَ اللهُ عَلَيْكَ"۔ رواه الدارقطني، واخرجه موصولا ايضا الحاكم والبيهقي، و صححه ابن القطان(نيل ٧:٤٦)-واخرجه الحاكم في "المستدرك"، و قال: "صحيح على شرط مسلم" (زيلعي ٢:١٠٩) -

بَاب اِذَا سَرَقَ ثَانِيًا قُطِعَتْ رِجْلُهُ الْيُسْرٰى فَاِنْ سَرَقَ ثَالِثًا لَمْ يُقْطَعْ وَخُلِّدَ فِي السِّجْنِ حَتّٰى يَتُوْبَ

٣٧٦٩- حدثنا ابو الاحوص عن سماك عن عبدالرحمن بن عائذ: "اُتِيَ عُمَرُ بِاَقْطَعِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ قَدْ سَرَقَ، فَاَمَرَ اَنْ تُقْطَعَ رِجْلُهٗ، فَقَالَ عَلِيٌّ: ﴿اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ الآية، فَقَدْ قَطَعْتَهٗ، فَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ تَقْطَعَ رِجْلَهٗ فَتَدَعَهٗ لَيْسَ لَهٗ قَائِمَةٌ يَمْشِيْ عَلَيْهَا، اِمَّا

اللہ! بے شک اس نے چوری کی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تو اس نے چوری نہیں کی ہوگی۔ چور نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! (یعنی میں نے چوری کی ہے) تب آپ ﷺ نے فرمایا اسے لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹو پھر اس کے ہاتھ کو داغ دو۔ پھر اسے میرے پاس لاؤ۔ (جب اسے آپ کے پاس لایا گیا تو) آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی طرف رجوع کر (اور توبہ کر)۔ اس نے کہا میں نے اللہ کی طرف رجوع کیا (یعنی توبہ کی) آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے تیری توبہ قبول کی۔ (دارقطنی، حاکم، بیہقی)۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھ کو کاٹنے کے بعد اس کو داغا جائے، تاکہ خون نکلنا بند ہو جائے، کیونکہ اگر خون مسلسل نکلتا رہے تو موت واقع ہو سکتی ہے حالانکہ چور اس سزا سے موت کا مستحق نہیں ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حد گناہ کے لیے کفارہ نہیں۔ بلکہ گناہ توبہ سے ہی معاف ہوگا۔ اگر حد ہی گناہ کے لیے کفارہ ہوتا تو آپ ﷺ توبہ کا حکم نہ فرماتے۔

باب دوسری دفعہ چوری کرنے پر اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے اور تیسری مرتبہ چوری کرنے پر اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے بلکہ توبہ کرنے تک اسے قید کرلیا جائے

۳۷۶۹۔ عبدالرحمن بن عائذ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ہاتھ پاؤں کٹا ہوا شخص لایا گیا جس نے چوری کی تھی آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا (دوسرا) پاؤں کاٹنے کا حکم فرمایا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی ﴿ انما جزاء الذين يحاربون الله

اَنْ تُعَزِّرَهٗ، وَاِمَّا اَنْ تُوْدِعَهُ السِّجْنَ، فَفَعَلَ"۔ رواه سعيد بن منصور، واخرجه البيهقى، واسناده جيد(دراية ٢٥٤)۔

۳۷۷۰- حدثنا ابو خالد عن حجاج (ابن ارطاة) عن عمرو بن دينار: "اَنَّ نَجْدَةَ كَتَبَ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهٗ عَنِ السَّارِقِ، فَكَتَبَ اِلَيْهِ بِمِثْلِ قَوْلِ عَلِيٍّ"۔ رواه ابن ابى شيبة (زيلعى ٢:١١١)۔قلت: رجاله رجال الجماعة الا ان الحجاج مدلس، و قد حسن له الترمذى غير ما حديث۔

۳۷۷۱- حدثنا ابو خالد عن حجاج عن سماك عن بعض اصحابه: "اَنَّ عُمَرَ اِسْتَشَارَهُمْ فِيْ سَارِقٍ، فَاَجْمَعُوْا عَلٰى مِثْلِ قَوْلِ عَلِيٍّ"۔ رواه ابن ابى شيبة (زيلعى ٢:١١١)۔ و هو منقطع كما ترى، و ذكرناه اعتضادا۔

۳۷۷۲- ثنا جرير عن منصور عن ابى الضحى و عن مغيرة عن الشعبى، قال: "كَانَ عَلِيٌّ يَقُوْلُ اِذَا سَرَقَ السَّارِقُ مِرَارًا قَطَعْتُ يَدَهٗ وَرِجْلَهٗ، ثُمَّ اِنْ عَادَ اِسْتَوْدَعْتُهُ السِّجْنَ"۔ رواه ابن ابى شيبة، ورجاله ثقات۔

ورسولہ﴾ الآیہ۔(یعنی جولوگ اللہ اوراس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ ان کو قتل کردیا جائے یا ان کو سولی چڑھادیا جائے یا مخالف سمت سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا زمین سے نکال دیے جائیں۔(الآیہ)۔پس آپ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ چکے ہیں پس مناسب نہیں ہے کہ آپ اس کا دوسرا پاؤں بھی کاٹ دیں اوراسے اس حال میں چھوڑ دیں کہ اس کے پاس ایک پاؤں بھی نہ ہو کہ اس پر وہ چلے۔اس لیے آپ یا تو اسے تعزیر کریں یا اسے جیل میں ڈالدیں۔پس حضرت عمرؓ نے ایسے ہی کیا۔(سعید بن منصور،بیہقی)۔اس کی سند عمدہ ہے۔

۳۷۷۰۔ عمرو بن دینار سے مروی ہے کہ نجدہ نے ابن عباس ﷛ کی طرف خط لکھا اوراس میں آپ سے چور کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے اس کو جواب میں حضرت علی ﷛ کے قول کی طرح لکھا(مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے حجاج کے کہ وہ مدلس ہے لیکن ترمذی نے اس کی حدیث کی تحسین کی ہے۔

۳۷۷۱۔ سماک کسی صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر ﷛ نے چور کے بارے میں صحابہ وغیرہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے حضرت علی ﷛ جیسے قول پر اجماع کیا(مصنف ابن ابی شیبہ)۔ہم نے اسے تائید اً ذکر کیا ہے۔

۳۷۷۲۔ شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت علی ﷛ فرمایا کرتے تھے کہ جب چور بار بار چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ اور پاؤں (مخالف

۳۷۷۳- حدثنا حاتم بن اسماعیل عن جعفر عن ابیه، قال: "كَانَ عَلِيٌّ لَا يَزِيْدُ عَلٰى أَنْ يَقْطَعَ السَّارِقَ يَدًا وَرِجْلًا، فَإِذَا أُتِيَ بِهٖ بَعْدَ ذٰلِكَ قَالَ: إِنِّيْ لَأَسْتَحْيِيْ أَنْ لَّا يَتَطَهَّرَ لِصَلَاتِهٖ، وَلٰكِنْ أَمْسِكُوْا كُلَّهٗ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ"- رواه ابن ابی شیبۃ(وسندہ صحیح)، کذافی "الجوهر النقی"(۲:۱۸٦)- و فیه ایضا: "ذکر البیهقی عن علی عدم القطع فی الثالثة والرابعة من وجهین، قلت: و قد جاء من ذلک عنه من وجهین آخرین، فذکرهما"-اھ- قال: "وبه قال الثوری وابو حنیفة و صاحباه انه لا قطع بعد الثانیة، وانما فیه الغرم، وهو قول الزهری والنخعی والشعبی والاوزاعی و حماد واحمد، وروی عن جماعة من الصحابة والتابعین و من بعدهم" اھ- قلت: وفیه دلیل علی ان حدیث قتل العائد منسوخ والبسط فی الحاشیة-

ست سے) کاٹوں گا پھر اگر وہ دوبارہ چوری کرے تو میں اسے جیل میں ڈال دوں گا۔(مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۷۷۳۔ جعفر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی ؓ چور کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے زیادہ نہ کاٹتے تھے۔پس جب ان کے پاس اس کے بعد (یعنی ہاتھ پاؤں کاٹے جانے کے بعد) چور لایا جاتا تو آپؓ فرماتے مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ وہ اپنی نماز کے لیے طہارت حاصل نہ کر سکے۔لیکن اس کو تمام مسلمانوں سے علیحدہ رکھو (یعنی قید کردو) (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند صحیح ہے۔یہی ثوری، ابوحنیفہ، زہری، نخعی، شعبی، حماد، اوزاعی، احمد اور صحابہ کرام وتابعین کی ایک جماعت کا مسلک ہے۔مصنف فرماتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے اس بات کی کہ قتل عائذ والی حدیث منسوخ ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی چور تیسری مرتبہ یا چوتھی مرتبہ چوری کرے تو اسے قید کردیا جائے۔بطور حد کے اس کا ہاتھ یا پاؤں کاٹنا درست نہیں ہے۔بلکہ اسے تعزیر کی جائے گی اور استحساناً اسے اس وقت تک جیل میں ڈالدیا جائے گا جب تک وہ توبہ نہ کرے۔درج بالا احادیث کے علاوہ احناف صحابہؓ کے اجماع سے بھی دلیل پکڑتے ہیں وہ اس طرح کہ جب حضرت علی ؓ نے مندرجہ بالا قول فرمایا تو کسی نے اس پر نکیر نہیں کی اور نہ ہی اس کے مقابلے میں کسی نے کوئی مرفوع حدیث پیش کی۔معلوم ہوا کہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ملتی۔امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس موضوع پر احادیث کو تلاش کیا لیکن ہمیں صحیح سند سے کچھ نہیں ملا۔لہٰذا مخالفین کی حدیث "جس میں تیسری اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر قطع ید کا حکم اور پانچویں مرتبہ چوری کرنے پر قتل کا حکم ہے" صحیح نہیں ہے۔اسی لیے بالاتفاق پانچویں مرتبہ چوری کرنے پر چور کو قتل نہیں کیا جاتا (حالانکہ وہ بھی اس حدیث کا ایک حصہ ہے جس میں تیسری مرتبہ اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم مذکور ہے تو جب شوافع کے نزدیک پانچویں مرتبہ پر قتل کرنے والا حکم منسوخ ہے تو تیسری مرتبہ اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر ہاتھ پاؤں کاٹنے والا حکم بھی دوسرے صحیح آثار اور اجماع صحابہ کی بناء پر منسوخ ماننا چاہیے)۔لہٰذا مخالفین کی دلیل سنداً صحیح نہیں۔اور اگر مخالفین کی دلیل کو صحیح بھی مان لیا جائے (جس میں ہے کہ تیسری اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر بھی ہاتھ اور پھر پاؤں

بَاب اِذَا قُطِعَ السَّارِقُ وَالْمَالُ قَدْ هَلَکَ فَلا ضَمَانَ عَلَيْهِ

٣٧٧٤- ثنا احمد بن الحسن الترمذی ثنا سعید بن کثیر بن عفیر ثنا المفضل بن فضالة عن یونس بن یزید عن سعد بن ابراهیم حدثنی اخی المسور بن ابراهیم عن ابیه عن عبدالرحمن بن عوف ﷺ، ان رسول الله ﷺ قال: "اِذَا أُقِيمَ الْحَدُّ عَلَى السَّارِقِ فَلَا غُرْمَ عَلَيْهِ"- اخرجه (الامام الثقة) ابن جریر الطبری فی "تهذیب الآثار"(هکذا) موصولا (الجوهر النقی ۱۸٦:۲)- و فیه ایضا: "واخرجه ابو عمر بن عبدالبر من طریق ابن جریر، وهذا السند ما خلا المسور واباه علی شرط البخاری، وابوه ذکره ابن حبان فی ثقات التابعین" اه- و فیه ایضا: فی کتاب ابن ابی حاتم: "مسور بن ابراهیم عن عبدالرحمن بن عوف اخو سعد وصالح ابنی ابراهیم، روی عن عبدالرحمن بن عوف مرسلا، روی عنه اخوه سعد بن ابراهیم"-اه- قلت: ان مسور هذا قد جهلوه، کما فی الزیلعی والمیزان لکنه ثقة علی قاعدة ان من روی عنه واحد زالت عنه جهالته-

٣٧٧٥- اخبرنی عمرو بن منصور قال: ثنا حسان بن عبدالله قال: ثنا المفضل بن فضالة عن یونس بن یزید،قال: سمعت سعد بن ابراهیم یحدث عن المسور بن ابراهیم عن

کاٹا جائے) تو اس میں حکم مذکور سیاست اور زجر پر محمول ہے۔ یا منسوخ ہے اور نسخ کی دلیل حضرت عمر ﷺ وحضرت علی ﷺ کا اس پر عمل نہ کرنا ہے اور صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ سراجیہ میں لکھا ہے کہ چور اگر تیسری یا چوتھی مرتبہ چوری کرے تو امام سیاسۃً وتنبیہاً دوسرے لوگوں کی عبرت کے لیے اسے قتل کرسکتا ہے۔ محقق ابن الہمامؒ فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنے مشہور واقعات تیسری اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر قطع ید وقطع رجل کے ہوئے ہوں اور ان کثیر الملازمہ صحابہ حضرت عمر ﷺ، حضرت علی ﷺ اور حضرت ابن عباس ﷺ کو معلوم تک نہ ہو لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ یہ چاروں مرتبہ قطع والی روایات ضعیف ہیں یا سیاست وتعزیر پر محمول ہیں یا منسوخ ہیں۔

باب اگر چور کا ہاتھ کاٹا جائے اور مال ہلاک ہو چکا ہو تو اس پر ضمان نہ ہوگی

۳۷۷۴۔ عبدالرحمٰن بن عوف ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب چور پر حد قائم کردی جائے تو پھر اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔ (تہذیب الآثار للطبری)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۳۷۷۵۔ عبدالرحمٰن بن عوف ﷺ سے (ہی) مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب چور پر حد قائم کردی جائے تو اس سے تاوان نہیں لیا جائے گا۔ (نسائی، باب تعلیق ید السارق فی عنقه)

فائدہ: یعنی اگر مالِ مسروق چور کے پاس سے ہلاک ہو جائے تو پھر حد لگانے کے بعد مالِ مسروق کا تاوان چور سے نہیں

عبدالرحمن بن عوفؓ، ان رسول اللہ ﷺ قال: "لَا یُغْرَمُ صَاحِبُ سَرِقَةٍ إِذَا أُقِيمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ"۔ رواہ النسائی(۲:۲۶۲)۔ وقال: "وھذا مرسل و لیس بثابت" اھ۔

قلت: معنی قولہ: "لیس بثابت" عدم الثبوت لاجل الارسال، و قد علمت ان الارسال لا یضر عندنا، لا سیما و قد وصلہ الامام ابن جریر الطبری، و عمرو ھذا ثقة، وحسان ھذا مقبول کما فی "التقریب"(۱۶۱)۔

بَابُ قَطْعِ الطَّرِيْقِ

بَابُ عُقُوبَةِ قُطَّاعِ الطَّرِيْقِ

۳۷۷۶- اخبرنا ابراھیم عن صالح مولی التوامة عن ابن عباسؓ فِیْ قُطَّاعِ الطَّرِيْقِ: "إِذَا قَتَلُوْا وَأَخَذُوْا الْمَالَ قُتِلُوْا وَصُلِبُوْا، وَإِذَا قَتَلُوْا وَلَمْ يَأْخُذُوْا الْمَالَ قُتِلُوْا وَلَمْ يُصْلَبُوْا، وَإِذَا أَخَذُوْا الْمَالَ وَلَمْ يَقْتُلُوْا قُطِعَتْ أَيْدِيْهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ، وَإِذَا أَخَافُوْا السَّبِيْلَ وَلَمْ

لیا جائے گا جیسا کہ ان احادیث مرفوعہ سے ثابت ہورہا ہے۔ہاں اگر وہ مال بعینہ موجود ہوتو پھر وہ مال اس سے لے لیا جائے گا کیونکہ احادیث میں غرم کی نفی کی گئی ہے اور غرم (چٹی) لوٹے ہوئے مال کے ہلاک ہونے کے بعد ثابت ہوتی ہے۔لہٰذا اگر وہ مال بعینہ موجود ہوتو وہ غرم (چٹی) نہیں اس لیے اگر اصلِ مال موجود ہوتو وہ اس سے لے لیا جائے گا۔

ابن جریر طبریؒ یہ احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس سے ان لوگوں کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے جو چور کو مال کے ہلاک ہونے کے بعد تاوان کا ذمہ دار نہیں ٹھہراتے اور ان لوگوں کا قول غلط معلوم ہوتا ہے جو چور کو مال کے ہلاک ہونے کے بعد تاوان کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں پھر لکھتے ہیں کہ ابن سیرین، شعبی نخعی، عطاء، حسن اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔پھر احناف کی تائید میں کچھ قیاسات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ﴾ (یعنی چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے دائیں ہاتھ کاٹ دو، ان کے کردار کے عوض بطور سزا کے اللہ کی طرف سے) تو اس آیت میں قطع ید ہی کو ان کی چوری کا عوض اور سزا قرار دیا گیا ہے۔اور تاوان وصول کرنے کا حکم نہیں لگایا گیا اس لیے تاوان نہ لینے کا حکم قرآن کی اس آیت کے بھی مطابق ہے۔لہٰذا تاوان اور چٹی وصول کرنا قرآن کے حکم پر زیادتی ہے۔

باب ڈاکہ زنی

باب راہزنوں اور ڈاکوؤں کی سزا

۳۷۷۶۔ حضرت ابن عباسؓ راہزنوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب وہ قتل کریں اور مال بھی لوٹیں تو انہیں قتل بھی کیا جائے اور سولی بھی چڑھایا جائے۔اور اگر وہ صرف قتل کریں اور مال نہ لوٹیں تو انہیں قتل کیا جائے اور سولی نہ چڑھایا جائے۔اور اگر وہ مال لوٹیں لیکن قتل نہ کریں تو ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیے جائیں۔اور اگر وہ صرف راستے کو خوفناک کریں اور مال نہ لوٹیں تو

يَاخُذُوْا مَالًا نُفُوْا مِنَ الْاَرْضِ"۔ رواه الامام الشافعي في "مسنده "(۱۹۲)۔ وفيه ابراهيم شيخ الامام الشافعي جرحه غير واحد، ولكن الامام حسن الظن فيه، وله شاهد حسن الاسناد، واخرجه الطبري في تفسيره۔

۳۷۷۷- حدثنا هناد ثنا ابو معاوية عن حجاج عن عطية العوفي عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، قال: إذَا خَرَجَ الْمُحَارِبُ وَأَخَافَ الطَّرِيقَ وَأَخَذَ الْمَالَ قُطِعَتْ يَدُهُ وَرِجْلُهُ مِنْ خِلَافٍ، فَإِنْ هُوَ خَرَجَ فَقَتَلَ وَأَخَذَ الْمَالَ قُطِعَتْ يَدُهُ وَرِجْلُهُ مِنْ خِلَافٍ، ثُمَّ صُلِبَ، وَإِنْ خَرَجَ فَقَتَلَ وَلَمْ يَأْخُذِ الْمَالَ قُتِلَ، وَإِنْ أَخَافَ السَّبِيلَ وَلَمْ يَقْتُلْ وَلَمْ يَأْخُذِ الْمَالَ نُفِيَ"۔ وهذا سند حسن، فان عطية العوفي وثقه ابن سعد ، ولينه ابوزرعة، روى عنه جلة الناس، كذا في تهذيب التهذيب، وضعفه آخرون، وحجاج بن ارطاة حسن الحديث كما مر غير مرة۔

انہیں قید کردیا جائے۔(مسند شافعی) امام شافعی نے ابراہیم کے بارے میں حسن ظن کیا ہے اور اس کا ایک حسن درجہ کا شاہد بھی ہے اور اس حدیث کو طبری نے اپنی تفسیر میں بھی روایت کیا ہے۔

۳۷۷۷۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب باغی خروج کرے اور راستے میں خوف پھیلائے اور مال بھی لوٹے تو مخالف سمت سے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں۔اور اگر وہ خروج کرے اور قتل کرے، مال بھی لوٹے تو اس کے ہاتھ پاؤں مخالف سے کاٹ کر سولی چڑھایا جائے۔اور اگر خروج کرے اور قتل کرے لیکن مال نہ لوٹے تو اسے قتل کیا جائے اور اگر وہ راستہ خوفناک کرے لیکن نہ قتل کرے اور نہ ہی مال لوٹے تو اسے قید کردیا جائے۔یہ سند حسن ہے۔

فائدہ: یعنی راہزنوں کے مختلف افعال کی بناپر ان کی سزا بھی مختلف ہوگی۔اور حاکم وقت کو ان مذکورہ بالا چار سزاؤں میں اختیار نہیں ہے کہ جو صورت چاہے نافذ کردے اگرچہ راہزنوں نے نہ مال لوٹا ہو اور نہ ہی قتل کیا ہو۔امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اسے (یعنی تقسیم والی صورت کو) ترجیح دی ہے۔فرماتے ہیں کہ یہی مسلک حضور ﷺ کی اس اصولی حدیث کے مطابق ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین وجوہ کی بناپر یا تو وہ مسلمان کسی بے گناہ کو قتل کرے یا محصن ہونے کے باوجود زنا کرے یا دین اسلام سے مرتد ہوجائے (یعنی ان تین صورتوں میں سے کسی صورت پر اسے قتل کیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں) اور نفی سے مراد قید کرنا ہے۔جلاوطن کرنا نہیں کیونکہ تمام روئے زمین سے جلاوطن کرنا ناممکن ہے اور کسی دوسرے شہر کی طرف نکالدینا دوسرے شہر والوں پر مصیبت نازل کرنا ہے۔اسی طرح دارالاسلام سے دارالحرب کی طرف اسے نکالنا بھی مناسب نہیں کیونکہ اس سے اس کے مرتد ہونے کا امکان ہے۔اور دوسرے شہر میں قید کرنا اور اپنے شہر میں قید کرنا برابر ہے۔اسی لیے احناف کی رائے میں اسے اپنے ہی شہر میں قید کرلیا جائے۔

تنبیہ: ڈاکوؤں کی سزا مقتولین کے ورثاء کے معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتی کیونکہ یہ حدود اللہ میں سے ہے۔

تجلیات صفدر
جلد دوم
عمدہ کاغذ۔ طباعت وجلدبندی